از جامع المنقول والمعقول

حضرت علامہ شبیر الحق کشمیری مدظلہ

(استاذ الحدیث جامعہ خیر المدارس ملتان)

تلمیذ رشید

حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی

مولانا محمد موسیٰ روحانی بازی رحمہما اللہ

مع افادات

استاذ العلماء حضرت مولانا خیر محمد صاحب رحمہ اللہ

شیخ الحدیث حضرت مولانا نذیر احمد صاحب رحمہ اللہ

اُستاذ القراء حضرت قاری محمد طاہر رحیمی رحمہ اللہ

اِدارۂ تالیفاتِ اَشرفیہ

چوک فوارہ مُلتان پاکستان

(061-4540513-4519240

خصوصیات

- محدثین قدیم وجدید کے علوم ومعارف کی امین
- مشکوۃ المصابیح کی پہلی مفصل تحقیقی شرح
- حدیث کا مکمل معرب عربی متن
- ہر لائن کے نیچے سلیس اُردو ترجمہ
- ہر حدیث کی تشریح، مشکل الفاظ کی تسہیل
- حدیث سے جدید وقدیم فقہی مسائل کا استنباط
- آئمہ فقہاء کے مذاہب مع دلائل
- فقہ حنفی کے ترجیحی مدلل ومسکت جوابات
- سوال وجواب میں اہم نکات کی عقدہ کشائی
- لغوی، اصلاحی اور صرفی نحوی مباحث
- تفصیلی مباحث میں عنوانات وپیرا گرافی
- طویل مباحث میں مختلف امور کے ذریعے تفصیلات کو اقرب الی الفہم بنایا گیا ہے
- مغلق ومجمل مقامات کی دلنشین شرح
- مطبوعہ تمام شروحات کی نسبت زیادہ جامع

جلد دوم

قدیم وجدید شارحین حدیث کے علوم ومعارف
کی امین مشکوۃ شریف کی پہلی مفصل اُردو شرح

اُردو شرح

مشکوٰۃ المصابیح

از جامع المنقول والمعقول حضرت علامہ شبیر الحق کشمیری مدظلہ (استاذ الحدیث جامعہ خیر المدارس ملتان)

تلمیذ رشید: حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی - مولانا محمد موسیٰ روحانی بازی رحمہما اللہ

مع افادات

استاذ العلماء حضرت مولانا خیر محمد صاحب رحمہ اللہ

شیخ الحدیث حضرت مولانا نذیر احمد صاحب رحمہ اللہ

حضرت علامہ نواب محمد قطب الدین دھلوی رحمہ اللہ

اِدارۂ تالیفاتِ اَشرفیہ

چوک فوارہ مُلتان پاکستان

(061-4540513-4519240

خیر المفاتیح

تاریخ اشاعت............ رمضان المبارک ۱۴۲۹ھ
ناشر............ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان
طباعت............سلامت اقبال پریس ملتان

قارئین سے گذارش

ادارہ کی حتی الامکان کوشش ہوتی ہے کہ پروف ریڈنگ معیاری ہو۔ الحمدللہ اس کام کیلئے ادارہ میں علماء کی ایک جماعت موجود رہتی ہے۔ پھر بھی کوئی غلطی نظر آئے تو برائے مہربانی مطلع فرما کر ممنون فرمائیں تاکہ آئندہ اشاعت میں درست ہو سکے۔ جزاکم اللہ

ملنے کے پتے

ادارہ تالیفات اشرفیہ.... چوک فوارہ... ملتان
مکتبہ رشیدیہ...... راجہ بازار...... راولپنڈی
ادارہ اسلامیات........ انارکلی........ لاہور
یونیورسٹی بک ایجنسی.... خیبر بازار...... پشاور
مکتبہ سید احمد شہید...... اردو بازار...... لاہور
ادارۃ الانور...... نیوٹاؤن...... کراچی نمبر 5
مکتبہ رحمانیہ...... اُردو بازار ...... لاہور
مکتبہ المنظور الاسلامیہ... جامعہ حسینیہ... علی پور

ISLAMIC EDUCATIONAL TRUST U.K
(ISLAMIC BOOKS CENTERE
119-121- HALLIWELL ROAD
BOLTON BL1 3NE. (U.K.)

عرض ناشر

برصغیر میں علم حدیث کی باضابطہ تدریس امام الہند حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ کے حجاز سے واپسی پر ہوئی۔ آپ کے حلقہ درس سے حضرت شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ نے خوب استفادہ کیا' پھر شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ کے تلامذہ میں سے شاہ عبدالقادر' شاہ رفیع الدین' مولانا رشید الدین کشمیری رحمہم اللہ نے دینی علوم وفیوض کا اکتساب کیا۔ یہ سلسلہ سند حضرت نانوتوی رحمہ اللہ اور حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ کے واسطہ سے محدث عصر حضرت علامہ انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ تک پہنچا۔ حضرت کشمیری رحمہ اللہ نے دار العلوم دیوبند کے علمی ماحول میں تدریس حدیث کی نشاۃ ثانیہ فرمائی اور اس مبارک سلسلہ میں تجدیدی وتحقیقی کارہائے نمایاں سرانجام دیئے۔ دار العلوم دیوبند کی مرکزی درس گاہ سے ہزاروں افراد نے جہاں علمی پیاس بجھائی۔ وہاں عملی واخلاقی تربیت کا بھی وافر حصہ حاصل کیا اور نہ صرف برصغیر بلکہ عالم اسلام کے ہر کونہ تک دار العلوم دیوبند کا علمی وروحانی فیض منتقل ہوا۔ **اولئک آبائی فجئنی بمثلھم**

جامعہ خیر المدارس ملتان کیا ہے؟ دار العلوم دیوبند کے اسی فیض کی ایک تابندہ مثال ہے جو اپنے سرپرست اول حکیم الامت مجدد الملت حضرت تھانوی رحمہ اللہ کی برکات وحسنات جاریہ کی ایک واضح دلیل ہے اور اپنے بانی استاذ العلماء حضرت مولانا خیر محمد صاحب رحمہ اللہ کے اخلاص وللّٰہیت کی مظہر وہ عظیم دینی درس گاہ ہے جسے پاکستان کی پہلی مکمل اسلامی یونیورسٹی ہونے کا شرف حاصل ہے۔ جامعہ خیر المدارس ملتان کی طرح برصغیر کے وہ مدارس جو انہی امتیازی صفات کے ساتھ خدمت دین میں مصروف ہیں اور اپنے قابل رشک نظم ونسق کے ساتھ اسلاف کی متعین کردہ حدود میں فریضہ تعلیم وتربیت سرانجام دے رہے ہیں۔ ان کے حالات کا تتبع کرنے پر یہی سامنے آتا ہے یہ بلاواسطہ یا بالواسطہ حکیم الامت مجدد الملت حضرت تھانوی رحمہ اللہ کا فیض ہے۔ اللہ تعالیٰ تمام مدارس دینیہ کو اپنی حفاظت میں رکھیں کہ موجودہ دور میں یہ واقعۃً اسلام کے قلعے ہیں جو امت مسلمہ کی نظریاتی سرحدوں کی حفاظت کا کام کر رہے ہیں۔

''جامعہ خیر المدارس ملتان'' نے اپنے تابناک ماضی اور حال میں امت مسلمہ کی کیسے رہنمائی فرمائی؟ یہ ایک مستقل موضوع ہے۔ آپ کے ہاتھوں میں علم حدیث کی مشہور کتاب ''مشکوٰۃ المصابیح'' کی یہ علمی وتحقیقی شرح بھی جامعہ ہی کا فیض ہے۔ وہ کہنہ مشق خدا رسیدہ مدرس جو یہاں طلباء کی تعلیمی وتربیتی کاوش میں مصروف عمل ہیں ان میں کتاب ہٰذا کے شارح جامع المعقول والمنقول استاذ الحدیث حضرت مولانا شبیر الحق کشمیری مدظلہ العالی بھی ہیں۔ جو اپنے تبحر علمی' اخلاص وللّٰہیت اور سادگی ودرویشی میں اپنی مثال آپ ہیں۔ اکابرین میں سے استاذ المحدثین حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمہ اللہ اور حضرت علامہ محمد شریف کشمیری رحمہ اللہ کے تلمیذ

رشید ہیں اس کے ساتھ ولی کامل حضرۃ الشیخ مولانا محمد موسیٰ روحانی بازی رحمہ اللہ اور مولانا عبدالخالق رحمانی رحمہ اللہ کے ان دو واسطوں سے حضرت علامہ محمد انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ کے علوم و معارف کے امین ہیں۔ بلا مبالغہ آپ کی شخصیت اس دور میں اکابر کے علم وعمل کی تابندہ مثال ہے۔ وہی اکابر جیسا خلوص، علم و فضل میں تبحر و تعمق، سادگی و تواضع، ہمہ وقت علمی مذاکرہ، دارالحدیث کی مسند تدریس ہو یا عام مجلس...... آپ کی باتیں یوں معلوم ہوتی ہیں گویا علم وعمل کی مجسم تصویر ہے جو سامنے کر دی گئی ہے۔ بندہ کا اکثر و بیشتر ہر طبقہ کے اہل علم حضرات سے رابطہ رہتا ہے لیکن اسلاف کی یادیں تازہ کرنے میں آپ کا وجود مسعود اپنی مثال آپ ہے۔ جو حضرات آپ سے متعارف ہیں وہ بخوبی جانتے ہیں کہ علامہ اقبال کا یہ شعر گویا آپ ہی کیلئے لکھا گیا ہے۔

اس کی امیدیں قلیل اس کے مقاصد جلیل　　اس کی ادا دلفریب اس کی نگہ دلنواز
نرم دم گفتگو گرم دم جستجو　　رزم ہو یا بزم پاک دل و پاک باز

اللہ تعالیٰ آپ کو جملہ کمالات کے ساتھ بخیر و عافیت جامعہ کی رونق بنائے رکھیں۔ آمین۔

ادارہ کی درخواست پر حضرت مولانا مدظلہ العالی نے مشکوٰۃ شریف کی اپنی تقریر طباعت کیلئے نہ صرف عنایت فرمائی بلکہ گاہے بگاہے ہماری سرپرستی وحوصلہ افزائی بھی فرماتے رہے۔ آپ ماشاء اللہ جامعہ میں عرصہ سولہ سال سے مشکوٰۃ شریف کا درس دے رہے ہیں۔ ہر سال جید الاستعداد طلباء آپ کے علمی و تحقیقی نکات انفرادی طور پر محفوظ رکھتے آ رہے ہیں۔ ملک کے طول و عرض میں موجود آپ کے تلامذہ اور دیگر علماء و مدرسین حضرات کی یہ دیرینہ خواہش تھی کہ حضرت مدظلہ العالی کی یہ تقریر کتابی شکل میں شائع ہو جائے اور اسلاف واخلاف محدثین حضرات کے یہ علمی جواہر پارے محفوظ ہو جائیں تاکہ دیگر مدرسین وطلباء کیلئے استفادہ آسان ہو جائے۔

اللہ تعالیٰ کی توفیق سے یہ شرح پہلی مرتبہ شائع ہو کر آپ کے سامنے ہے۔ چونکہ طالب علم کی اصل کاپی نہایت مخدوش حالت میں تھی اس لئے ادارہ نے مسودہ کی تبییض و تصحیح کیلئے علماء کرام کی خدمات لیتے ہوئے اس کو بہتر انداز میں شائع کرنے کی سعی کی ہے۔ اس سلسلہ میں مولانا مفتی سعود کشمیری صاحب مدظلہ (فاضل جامعہ فریدیہ اسلام آباد) مولانا حبیب الرحمٰن سلمہ الرحمٰن (تلمیذ حضرت کشمیری مدظلہ وفاضل جامعہ خیر المدارس) نے شبانہ روز کاوش کر کے اس کی تصحیح و تزئین کا کام کیا ہے۔ **فجزاهم الله احسن الجزاء.**

انسانی ہمت و قدرت کے مطابق ادارہ نے تقریباً ایک سال کی محنت کے بعد اس عظیم شرح کو شائع کیا ہے۔ "نکردن یک عیب وکردن صد عیب" کے مطابق ہمیں اقرار ہے کہ ہم اس کا حق ادا نہیں کر سکے۔ اس سلسلہ میں حضرت مدظلہ العالی کے تلامذہ و دیگر مستفیدین حضرات سے گزارش ہے کہ کتاب ہذا کے جن لفظی و معنوی اغلاط پر مطلع ہوں تو براہ کرم ادارہ کو ضرور مطلع فرمادیں تاکہ آئندہ ایڈیشن بہتر سے بہتر انداز میں شائع ہو سکے۔ حتی الامکان کوشش کی ہے کہ انداز طباعت ایسا عام فہم ہو کہ طلباء وطالبات بآسانی عبارت پڑھ کر سمجھ سکیں۔

اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم اور خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وسیلہ سے خدمت حدیث کی اس کاوش کو شرف قبولیت عطا فرمائیں اور حضرت مولانا مدظلہ العالی کے علم وعمل میں برکات عطا فرمائیں اور ان کا فیض اہل علم میں جاری فرمائیں۔

کتاب ہذا کی ترتیب تصحیح اور اشاعت کے مراحل میں جن اراکین ادارہ نے علمی وعملی حصہ لیا ہے اللہ پاک انہیں اپنی شایان شان اجر عظیم سے نوازیں اور اسے احقر ناشر اور تمام مستفیدین کیلئے ذخیرہ آخرت بنائیں۔ آمین یارب العالمین

والسلام **محمد اسحٰق** غفرلہ　رمضان المبارک ۱۴۲۹ھ بمطابق ستمبر ۲۰۰۸ء

اجازت نامہ

ازمؤلف: حضرت علامہ شبیر الحق کشمیری مدظلہ

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

اما بعد! الحاج حضرت مولانا حافظ محمد اسحاق صاحب زید مجدھم (مالک ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان) کتب دینیہ اور خصوصاً علم حدیث سے متعلق درسی اور غیر درسی کتب اوران سے متعلق شروح حواشی اورفوائد کی اشاعت میں شب وروز کوشاں رہتے ہیں۔(اللھم زد فزد)

اسی جذبہ خیر کی بنا پر اوائل ماہ شوال المکرم ۱۴۲۸ھ میں مولانا زید مجدھم نے بندہ سے مشکوٰۃ المصابیح کی احادیث کی تشریحات وتوضیحات سے متعلق درس کے دوران بیان شدہ فوائد کے اس مجموعہ کے متعلق دریافت کیا جوکہ ۱۴۱۹ھ میں مولوی عبدالغفور سلمہٗ نے ضبط کیا تھا جس پر بندہ نے عرض کیا کہ اس میں عمیق ودقیق نظر ثانی کے بغیر اشاعت مناسب نہیں۔

اس پر مولانا موصوف زید مجدھم نے یقین دلایا کہ تصحیح کیلئے ایک فاضل عالم کی خدمات مہیا ہیں جس پر بندہ نے موجود شدہ فوائد کا مجموعہ حضرت مولانا کے سپرد کردیا چنانچہ مولانا زید مجدھم نے اپنی نگرانی میں خاص توجہ سے نظر ثانی اور تصحیح کا کام کرایا اور مواقع قلیلہ میں بعض فوائد کا اضافہ بھی کیا اور سہولت استفادہ کیلئے متون احادیث کو اعراب اور ترجمہ سے بھی مزین کردیا۔

فجزاہ اللہ تعالیٰ خیر الجزاء فی الدارین

امید ہے کہ یہ مجموعہ طلبہ حدیث کیلئے مفید ثابت ہوگا۔ بارگاہ خداوندی میں التجاء ودعا ہے کہ اللہ جل جلالہ وعم نوالہ محض اپنے لطف وکرم سے اس مجموعہ کو شرف قبولیت سے نوازے اور بندہ ضعیف اور مولانا موصوف زید مجدھم کیلئے صدقہ جاریہ اور ذخیرہ آخرت بنائے آمین یارب العالمین رحم اللہ عبداقال امینا.

کتبہ العبد الضعیف شبیر الحق کشمیری عفا اللہ عنہ

مدرس جامعہ خیر المدارس ملتان

۲۴-۶-۱۴۲۹ھ

اجمالی فہرست

كتاب الصلوة

كتاب الجنائز

تفصیلی فہرست صفحہ ۵۴۸ پر ملاحظہ فرمائیں

کتاب الصلوٰۃ

نماز کا بیان

صلوۃ کی معنوی تعریف:۔ ''صلوۃ'' دعا کو کہتے ہیں۔صلوۃ کی شرعی تعریف: صلوۃ چند مخصوص اقوال وافعال کو کہتے ہیں جن کی ابتدا تکبیر سے اور انتہا سلام پر ہوتی ہے۔صلوۃ کا مادہ اشتقاق: صلوۃ کے مادہ اشتقاق کے بارے میں کئی اقوال نقل کئے جاتے ہیں۔

۱۔نوویؒ نے مسلم کی شرح میں کہا ہے کہ صلوۃ کا مادہ اشتقاق ''صلوین'' ہے جو سرین کی دونوں ہڈیوں کو کہتے ہیں چونکہ نماز میں ان دونوں ہڈیوں کو رکوع وسجود کے وقت زیادہ حرکت ہوتی ہے اس لئے اس مناسبت سے نماز کو صلوٰۃ کہا گیا ہے۔

۲۔بعض حضرات کہتے ہیں ''صلوۃ'' مصلی سے مشتق ہے جس کے معنی ٹیڑھی لکڑی کو آگ سے سینک کر سیدھا کرنا چنانچہ نماز کو صلوۃ اس لئے کہا جاتا ہے کہ انسان کے مزاج میں نفس امارہ کی وجہ سے ٹیڑھا پن ہے لہٰذا جب کوئی شخص نماز پڑھتا ہے تو خداوند قدوس کی عظمت وہیبت کی گرمی جو اس عبادت میں انتہائی قرب خداوندی کی بنا پر حاصل ہوتی ہے۔اس کے ٹیڑھے پن کو ختم کردیتی ہے گویا مصلی یعنی نمازی اس مادہ اشتقاق کی رو سے اپنے نفس امارہ کو عظمت خداوندی اور ہیبت ربانی کی تپش سے سینکنے والا ہوا۔لہٰذا جو شخص نماز کی حرارت سے سینکا گیا اور اس کا ٹیڑھا پن نماز کی وجہ سے دور کیا گیا۔تو اس کو آخرت کی آگ یعنی دوزخ سے سینکنے کی ضرورت نہیں رہے گی کیونکہ خدا کی ذات سے امید ہے کہ وہ اپنے اس بندے کو جس نے دنیا میں نماز کی پابندی کی اور کوئی ایسا فعل نہ کیا جو عذاب خداوندی کا موجب ہو تو اسے جہنم کی آگ میں نہ ڈالے گا۔

اس اصطلاحی تعریف کے بعد یہ سمجھ لیجئے کہ نماز اسلام کا وہ عظیم رکن اور ستون ہے جس کی اہمیت وعظمت کے بارے میں امیر المومنین حضرت علیؓ کا یہ اثر منقول ہے کہ جب نماز کا وقت آتا تو ان کے چہرہ مبارک کا رنگ متغیر ہو جاتا لوگوں نے پوچھ کہ امیر المومنین! آپؓ کی یہ کیا حالت ہے؟ فرماتے ہیں کہ اب اس امانت کا وقت آگیا ہے جسے اللہ تعالیٰ نے آسمانوں، پہاڑوں اور زمین پر پیش فرمایا تھا اور وہ سب اس امانت کے لینے سے ڈر گئے اور انکار کردیا۔(احیاء العلوم)

سوال: کتاب الصلوٰۃ کو کتاب الطہارت کے ساتھ کیا مناسبت ہے؟ جواب! طہارت صلوٰۃ کے لیے ضروری ہے اس لیے پہلے کتاب الطہارۃ کو بیان کیا اس کے بعد اصل مقصود کتاب الصلوٰۃ کو ذکر کیا اس کا عنوان قائم کیا۔

۳۔علامہ عینی نے راجح قول یہ قرار دیا کہ یہ صلوٰۃ بمعنی دعا سے مشتق ہے چونکہ ارکان مخصوصہ دعا پر مشتمل ہیں اور نہیں تو کم از کم اھدنا الصراط المستقیم پر تو مشتمل ہے۔اسی طرح قرآن مجید کی آیات بھی اسی پر دال ہیں کہ صلوٰۃ بمعنی دعا کے بھی ہے جیسے وصلِّ علیھم یہاں دعا مراد ہے۔فرمایا نماز کی نفس فرضیت یہ بھی قطعی ہے اور پانچ کا عدد یہ بھی قطعی ہے جس طرح نماز کی فرضیت کا منکر کافر ہے اسی طرح تعداد کا منکر بھی کافر ہے۔

فرضیت کے دلائل: سب سے بڑی دلیل پانچ نمازوں پر تواتر عملی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے لے کر اس زمانے تک تواتر چلا آرہا ہے تو اس کے ہوتے ہوئے اور دلائل کی ضرورت نہیں لیکن اس کے باوجود قرآنی آیات بھی بیان کی گئی ہیں کہ نماز فرض ہے۔

فسبحن اللہ حین تمسون وحین تسبحون ولہ الحمد فی السمٰوٰت والارض وعشیا و حین تظھرون۔تمسون میں

مغرب اور عشاء تسبحون میں صبح کی نماز اور تظہرون میں ظہر کی نماز اور عشیا میں عصر کی نماز مراد ہے تو پانچوں نمازوں کی فرضیت ثابت ہوگئی۔

پہلی آیت۔ دوسری آیت حافظوا علی الصلوٰت والصلوٰۃ الوسطی. صلوات جمع کا صیغہ ہے تو قاعدہ کی رو سے اس کا اطلاق کم از کم تین پر ہونا چاہیے تو تین نمازیں صلوات سے ثابت ہوگئیں۔ آگے آیا و الصلوٰۃ الوسطی یہ چوتھی نماز ہے اور اس کو وسطیٰ فرمایا گیا۔ وسطیٰ تب ہی بنے گی جب تین یا پانچ قرار دیا جائے کیونکہ تین اور چار کے درمیان تو وسطیٰ نہیں ہوسکتا اور تین میں بھی وسطیٰ مراد نہیں لے سکتے اس لیے و الصلوٰۃ الوسطی یہ چوتھی نماز ہے اور اشارۃً اس سے ثابت ہوا کہ پانچویں نماز بھی ہے۔ پانچوں نمازوں میں سے وسطیٰ عصر ہے۔

پانچوں نمازوں کی فرضیت؟ شب معراج سے پہلے دو نمازیں تھیں فجر اور مغرب۔ اس کے ساتھ مناسبت یہ ہے کہ تہجد کا بھی اضافہ کر دیا جائے۔ باقی پانچ تک فرضیت شب معراج کو پہنچیں۔ پھر سب نمازیں دو دو رکعتیں فرض تھیں پھر ہجرت کے بعد بعض دو پر باقی رہیں اور بعض دو سے بڑھ گئیں سوائے مغرب کے۔ مغرب جب سے فرض ہوئی تین رکعتیں ہی تھیں۔ صلوٰۃ خمسہ کی حکمت: مقصد تخلیق انسانی عبادت ہے اس کا تقاضا و مقتضیٰ یہ تھا کہ انسان ہمہ وقت اللہ کی عبادت میں مشغول رہے۔ اگر انسان کو ہمہ وقت عبادت میں مصروف رکھا جائے۔ تو اس میں حرج لازم آتی ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے انسان پر شفقت فرماتے ہوئے عبادت کو ہمہ وقت فرض قرار نہیں دیا تاکہ تنگی نہ ہو بلکہ ۲۴ گھنٹوں میں نمازیں رکھ دیں کچھ فرض اور کچھ غیر فرض۔ پس اگر جو شخص ان کو اپنے اپنے اوقات کے اندر پڑھے گا تو گویا کہا جائے گا کہ یہ شخص ۲۴ گھنٹے عبادت میں مصروف رہا۔ اس نے ۲۴ گھنٹے عبادت کی ہے۔ چنانچہ حکماء کا اس پر اتفاق ہے کہ دن اور رات کے کل آٹھ حصے ہیں جن کو آٹھ پہر سے تعبیر کرتے ہیں۔ ہر ایک حصہ میں ایک نماز رکھ دی۔ پہلے حصے میں اشراق کی نماز دوسرے حصے میں چاشت کی نماز اور تیسرے پہر میں ظہر کی نماز اور چوتھے پہر میں عصر کی نماز اور پانچویں پہر میں مغرب کی نماز اور چھٹے پہر میں عشاء کی نماز لیکن چھٹا پہر کافی دیر کے بعد بنتا تھا تو امت کی آسانی کے لیے اس عشاء کی نماز کو مقدم کر دیا اور ساتویں پہر میں وتر اور تہجد کی نماز اور آٹھویں پہر میں فجر کی نماز ان نمازوں کے اوقات کیا ہیں اس کی تفصیل باب المواقیت میں آجائے گی۔ ان شاء اللہ

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ الصَّلٰوتُ الْخَمْسُ وَالْجُمُعَةُ اِلَی
حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پانچ نمازیں اور جمعہ سے لے کر جمعہ تک اور رمضان تا رمضان ان
الْجُمُعَةِ وَرَمَضَانُ اِلٰی رَمَضَانَ مُكَفِّرَاتٌ لِّمَا بَیْنَهُنَّ اِذَا اجْتُنِبَتِ الْكَبَائِرُ. (صحیح مسلم)
گناہوں کا کفارہ ہیں جو ان کے درمیان ہوتے ہیں۔ جب کبیرہ گناہوں سے بچا جائے۔ روایت کیا اس کو مسلم نے۔

تشریح: حاصل حدیث: اس حدیث میں نماز کی فضیلت بتلائی گئی ہے کہ پانچوں نمازیں ایک دوسرے کے لیے مکفر ہیں کہ ہر نماز دوسری کے آنے سے پہلے پہلے اس کے درمیان واقع ہونے والے گناہوں کے لیے مکفر ہے مٹاتی ہے۔

سوال: جب نمازوں کی وجہ سے سیئات کی تکفیر ہوگئی تو پھر جمعہ اور رمضان کے روزوں کی کیا ضرورت یہ کس کے لیے مکفر ہیں؟

جواب: جمعہ اور رمضان کے مکفر ہونے کا معنی یہ ہے کہ ان میں سے ہر ایک میں مکفر بننے کی صلاحیت ہے اگر بالفرض کوئی گناہ بچ گیا تو ان سے اس کی تکفیر ہو جائے گی اور اگر کوئی گناہ نہ ہوا تو یہ رفع درجات کا سبب ہوں گے۔

سوال: یہ کس قسم کی سیئات و گناہوں کے لیے مکفر ہیں؟

جواب: اس پر اجماع ہے کہ یہ صغائر کے لیے مکفر ہیں کبائر کے لیے نہیں۔ کبائر کے لیے تو توبہ فضل الٰہی کی ضرورت ہے۔ عندنا اور عند الشافعی اقامت حدود کا بھی ہونا ضروری ہے۔

سوال: حسنات کا مکفر للصغائر ہونا اجتناب عن الکبائر کی قید و شرط کے ساتھ مقید و مشروط ہے یا نہیں؟ جواب: اہل سنت والجماعت کے نزدیک مشروط نہیں معتزلہ کے ہاں مشروط ہے۔ بظاہر یہ حدیث اہلسنت والجماعت کے خلاف ہے کیونکہ اس میں: اذا اجتنبت الکبائر کیساتھ مقید کیا گیا ہے؟

اس کے جواب یہ ہیں:

جواب-۱: عبارت میں اذا اجتنبت الکبائر اور الکبائر کے معنے میں ہے اب معنے یہ ہوگا یہ حسنات مکفر ہیں سوائے کبائر کے۔

جواب-۲: اذا اجتنبت الکبائر یہ شرط نفس تکفیر کے لیے نہیں وعدہ تکفیر کے لیے ہے یعنی جو کبائر سے بچے گا اس کے لیے حسنات کے مکفر ہونے کا وعدہ ہے جو نہیں بچے گا کبائر سے اس کے لیے یہ وعدہ نہیں۔

جواب-۳: یہ شرط عمومی ہے یعنی اجتناب عن الکبائر ہوگا تو جمیع صغائر کے لیے حسنات مکفر ہوں گی اور اگر اجتناب عن الکبائر نہیں ہوگا تو من جملہ صغائر کیلئے مکفر ہوں گی، ہر ہر صغیرہ کیلئے مکفر نہیں۔

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَرَاَيْتُمْ لَوْ اَنَّ نَهَرًا بِبَابِ اَحَدِكُمْ يَغْتَسِلُ فِيْهِ كُلَّ
اسی حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خبر دو اگر تم میں سے کسی ایک کے دروازے کے سامنے سے نہر جاری گزرتی
يَوْمٍ خَمْسًا هَلْ يَبْقٰى مِنْ دَرَنِهٖ شَيْءٌ قَالُوْا لَا يَبْقٰى مِنْ دَرَنِهٖ شَيْءٌ قَالَ فَذٰلِكَ مَثَلُ الصَّلَوَاتِ
ہو اور وہ ہر روز پانچ مرتبہ اس میں غسل کرے کیا اس کی میل باقی رہ جائے گی۔ صحابہؓ نے عرض کیا اس کی میل باقی نہ رہے گی۔ فرمایا یہ پانچوں
الْخَمْسِ يَمْحُو اللّٰهُ بِهِنَّ الْخَطَايَا. (صحیح البخاری و صحیح مسلم)
نمازوں کی مثال ہے اللہ تعالیٰ ان کے ساتھ گناہوں کو مٹا دیتا ہے۔

تشریح: حاصل حدیث:۔ قوله اراَیتم ای اخبرونی. اس حدیث میں نمازوں کے مکفر ہونے کو تشبیہ المعقول بالمحسوس کے ساتھ بیان کیا گیا کہ اگر کسی شخص کے گھر کے دروازے کے سامنے نہر ہو اور وہ اس میں ہر دن میں پانچ مرتبہ غسل کرتا ہو تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کیا اس کے بدن پر کوئی میل کچیل باقی رہے گی تو صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے عرض کیا کہ اس کے بدن پر میل ذرا برابر بھی نہیں رہے گی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہی حال پانچوں نمازوں کا ہے کہ اللہ ان کے ذریعے گناہوں کو مٹا دیتے ہیں۔

سوال: اس حدیث سے بظاہر معلوم ہوتا ہے پانچ مرتبہ غسل کرنے سے ذرا برابر بھی میل باقی نہیں رہے گا تو اس تشبیہ کا مقتضیٰ یہ ہے کہ اسی طرح پانچوں نمازوں سے گناہوں کا ذرہ بھی نہ رہے، کوئی گناہ باقی نہ رہے یہ تب ہی ہوگا جب صغائر بھی نہ ہوں اور کبائر بھی نہ ہوں تو اس سے معلوم ہوتا ہے نمازوں سے کبائر بھی معاف ہو جاتے ہیں حالانکہ یہ تو اجماع کے خلاف ہے؟

جواب: غسل سے ظاہری میل کچیل دور ہوتی ہے اندر کی میل دور نہیں ہوتی۔ اسی طرح نمازوں سے بھی انہی گناہوں کی تکفیر ہوگی جن کا اثر قلب تک نہ پہنچا ہو جن کا اثر دل تک نہ پہنچا ہو اور وہ صغائر ہی ہیں، کبائر کا اثر دل تک پہنچا ہوا ہوتا ہے لہٰذا یہ اجماع کے خلاف نہیں ہے۔

وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍؓ قَالَ اِنَّ رَجُلًا اَصَابَ مِنِ امْرَاَةٍ قُبْلَةً فَاَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہا کہ ایک شخص نے ایک عورت کا بوسہ لیا وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا
فَاَخْبَرَهٗ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى "وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ طَرَفَيِ النَّهَارِ وَزُلَفًا مِّنَ الَّيْلِ اِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ
اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی اور نماز کو قائم رکھ دن کی دونوں طرفوں میں اور چند ساعات رات کے ۔ تحقیق
السَّيِّئَاتِ" (پ ۱۲ رکوع ۱۰) فَقَالَ الرَّجُلُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَلِيْ هٰذَا؟ قَالَ لِجَمِيْعِ اُمَّتِيْ كُلِّهِمْ وَفِيْ
نیکیاں مٹا دیتی ہیں برائیاں اس آدمی نے کہا یہ میرے لئے خاص ہے یا سب کیلئے فرمایا میری ساری امت کیلئے

رِوَايَةٍ لِّمَنْ عَمِلَ بِهَا مِنْ اُمَّتِیْ. (صحيح البخاری و صحيح مسلم)
لیک روایت میں ہے میری امت سے جو اس پر عمل کرے گا۔

تشریح: حاصل حدیث:۔اس حدیث میں بھی نمازوں کے مکفر ہونے کو بتلایا گیا جس کا حاصل یہ ہے کہ ایک شخص جو اجنبیہ کے بوسہ کا مرتکب ہو چکا تھا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا قصہ سنایا۔(صحابیؓ کی بے چینی دیکھو) تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی آئمہ نے یہ آیت تلاوت فرمائی: واقم الصلوٰۃ طرفی النهار وزلفا من الليل ان الحسنات يذهبن السيئات. تو اس شخص نے عرض کیا یارسول اللہ! میرے ساتھ ہی خاص ہے مختص ہے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! یہ میری پوری اُمت کے لیے ہے اور ایک روایت میں ہے کہ ہر اس شخص کے لیے ہے جو اس آیت پر عمل کرے گا۔

وَعَنْ اَنَسٍؓ قَالَ جَآءَ رَجُلٌ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّیْ اَصَبْتُ حَدًّا فَاَقِمْهُ عَلَیَّ قَالَ وَلَمْ يَسْئَلْهُ عَنْهُ
حضرت انسؓ سے روایت ہے ایک آدمی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور عرض کیا اے اللہ کے رسول میں حد تک پہنچ چکا ہوں
وَحَضَرَتِ الصَّلٰوةُ فَصَلّٰی مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا قَضَی النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ
مجھ پروہ قائم کرو۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے کچھ نہ پوچھا اور نماز کا وقت آگیا اس نے نبی صلی اللہ علی وسلم کے
وَسَلَّمَ الصَّلٰوةَ قَامَ الرَّجُلُ فَقَالَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّیْ اَصَبْتُ حَدًّا فَاَقِمْ فِیَّ كِتَابَ اللّٰهِ قَالَ اَلَيْسَ قَدْ
ساتھ نماز پڑھی۔ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ چکے وہ آدمی کھڑا ہوا اس نے کہا اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں حد کو پہنچا ہوں اللہ کا حکم
صَلَّيْتَ مَعَنَا قَالَ نَعَمْ قَالَ فَاِنَّ اللّٰهَ قَدْ غَفَرَ لَكَ ذَنْبَكَ اَوْ حَدَّكَ. (صحيح البخاری و صحيح مسلم)
مجھ پر قائم کرو۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو نے ہمارے ساتھ نماز نہیں پڑھی کہا ہاں فرمایا اللہ نے تیرا گناہ معاف کر دیا ہے۔ یا فرمایا حد تیری۔

تشریح: حاصل حدیث:۔اس حدیث میں یہ قصہ سنایا کہ ایک شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ یارسول اللہ میں ایسے گناہ کا مرتکب ہوا ہوں جو موجب حد ہے تو حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے کوئی تفصیل نہیں پوچھی اور نماز کا وقت آ گیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھائی۔ پس جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کو پورا کر لیا تو یہ شخص پھر کھڑا ہو گیا اور اس نے کہا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انی اصبت حدا پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم میرے بارے میں اللہ کا حکم نافذ کریں' اس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا آپ نے ہمارے ساتھ نماز نہیں پڑھی یعنی ہماری اقتداء میں اس نے کہا پڑھی ہے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ نے تیرے گناہ کو معاف کر دیا۔ **قوله' او حدک:** سوال: اس حدیث سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ نماز کبائر کے لیے بھی مکفر ہیں اس لیے کہ اس نے کہا حداً یعنی وہ گناہ موجب حد ہے اور موجب حد گناہ تو کبیرہ ہوتا ہے اور یہ اجماع کے خلاف ہے؟

جواب-۱: اس شخص کا اس گناہ کو موجب حد سمجھنا یہ اس کا اپنا گمان تھا حقیقت میں وہ موجب حد نہیں تھا۔

جواب-۲: یہ موجب حد ہی تھا مگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں نماز کی برکت سے معاف ہو گیا۔ یہ اسی شخص کی خصوصیت ہے اس پر کسی دوسرے کو قیاس نہیں کیا جا سکتا۔

عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍؓ قَالَ سَاَلْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَیُّ الْاَعْمَالِ اَحَبُّ اِلَی اللّٰهِ تَعَالٰی قَالَ
حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہا کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا اللہ تعالیٰ کو کونسا عمل زیادہ محبوب ہے فرمایا وقت پر
اَلصَّلٰوةُ لِوَقْتِهَا قُلْتُ ثُمَّ اَیٌّ ؟قَالَ بِرُّ الْوَالِدَيْنِ قُلْتُ ثُمَّ اَیٌّ قَالَ الْجِهَادُ فِیْ سَبِيْلِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنِیْ
نماز پڑھنا میں نے کہا پھر کون سا فرمایا ماں باپ کے ساتھ نیک سلوک کرنا میں نے کہا پھر کون سا فرمایا اللہ کے راستہ میں جہاد کرنا' کہا عبداللہؓ نے

بِهِنَّ وَلَوِ اسْتَزَدْتُهُ لَزَادَنِيْ. (صحیح البخاری و صحیح مسلم
مجھ کو یہ باتیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بتلائیں۔ اگر زیادہ پوچھتا زیادہ بتلاتے۔

تشریح: قوله' لوقتها میں لام بمعنی فی کے ہے اور وقت سے مراد مطلق وقت جواز نہیں بلکہ مندوب وقت مراد ہے۔

اس حدیث میں صلوٰۃ کو افضل الاعمال کہا گیا ہے۔

سوال۔ دوسرے مقامات میں اور اعمال کو افضل لیا گیا ہے؟ جواب: صلوٰۃ کو افضل الاعمال کہا گیا تو سائلین کے احوال کے مختلف ہونے کی وجہ سے یا اوقات کے مختلف ہونے کی وجہ سے جو وقت کے مناسب تھا اس کو افضل کہا گیا یا افضل الاعمال ایک نوع ہے اس کے تحت کئی افراد داخل ہیں ان میں سے ایک صلوٰۃ بھی ہے۔

قال حدثنی بهن ولو استزدته لزادنی یعنی میں نے یہ سوال کیے کہ افضل کونسا عمل ہے پھر کونسا' حضور صلی اللہ علیہ وسلم جواب دیتے رہے' فرماتے ہیں کہ اگر میں اور اضافہ کرتا جاتا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کا بھی جواب دیتے رہتے۔ سوال: اس بات کو بیان کرنے سے مقصود کیا ہے؟ جواب: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اپنے اوپر کمال شفقت کو بتلانا ہے کہ مجھ پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم اتنے شفیق تھے کہ اگر میں پوچھتا رہتا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم بتلاتے جاتے خاموش نہ ہوتے۔

وَعَنْ جَابِرٍؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ الْعَبْدِ وَبَيْنَ الْكُفْرِ تَرْكُ الصَّلٰوةِ. (صحیح مسلم)
حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بندے اور کفر کے درمیان نماز کا چھوڑ دینا ہے۔ روایت کیا اس کو مسلم نے

تشریح: حاصل حدیث:۔ سوال: بظاہر اس حدیث سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ عبد مسلم اور کفر کے درمیان جو چیز حائل ہے حاجب ہے وہ ترک صلوٰۃ ہے حالانکہ رکاوٹ حاجب اور حاجز اور حائل فعل صلوٰۃ ہے نہ کہ ترک صلوٰۃ؟ جواب: علامہ سندھی نے سنن ابن ماجہ کے حاشیہ میں جو جواب دیا اس کا حاصل یہ ہے کہ بین کا استعمال دو طریق پر ہے۔

(۱) دو چیزوں کے درمیان حاجب کو بتلانے کے لیے جیسے من بیننا وبینک حجاب. (۲) ایک شئی سے دوسری شئی تک پہنچنے کے وسیلے کو بیان کرنا جیسے بینک وبین مُرَادِکَ الاجتهاد یعنی تیری مراد تک پہنچنے کا ذریعہ و وسیلہ اجتہاد ہے۔ (آلہ اجتہاد) یہاں حدیث میں بین کا استعمال دوسرے طریق پر ہے پہلے طریق سے نہیں۔ اب ترجمہ یہ ہوگا کہ عبد مسلم کے کفر تک پہنچنے کا ذریعہ ترک صلوٰۃ ہے۔

سوال: ترک صلوٰۃ موصل الی الکفر ہے یا نہیں؟ جواب: اگر علی وجہ الجحود ہو تو یقیناً موصل الی الکفر ہے۔ اگر علی وجہ الجحود نہ ہو بلکہ تکاسلاً مع اعتقاد الفرضیت ہو تو پھر یہ زجر علی وجہ المبالغہ پر محمول ہے۔ زجراً تو بیخا تغلیظا تشدیداً پر محمول ہے یعنی کفر کی سرحد کے قریب پہنچ جاتا ہے۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ

عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَمْسُ صَلَوَاتٍ اِفْتَرَضَهُنَّ اللّٰهُ تَعَالٰى مَنْ
حضرت عبادہؓ بن صامت سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پانچ نمازیں ہیں اللہ تعالیٰ نے ان کو فرض کیا ہے
اَحْسَنَ وُضُوْءَهُنَّ وَصَلَّاهُنَّ لِوَقْتِهِنَّ وَاَتَمَّ رُكُوْعَهُنَّ وَخُشُوْعَهُنَّ كَانَ لَهٗ عَلَى اللّٰهِ عَهْدٌ اَنْ يَّغْفِرَ لَهٗ وَمَنْ لَّمْ
جو انکا وضو اچھی طرح کرے اور وقت پر انہیں پڑھے۔ ان کا رکوع اور خشوع مکمل کرے اس کیلئے اللہ پر عہد ہے کہ اسے بخش دے
يَفْعَلْ فَلَيْسَ لَهٗ عَلَى اللّٰهِ عَهْدٌ اِنْ شَآءَ غَفَرَلَهٗ وَاِنْ شَآءَ عَذَّبَهٗ. (رواہ احمد بن حنبل و ابوداؤد و روی مالک والنسائی)
اور اگر چاہے اسے عذاب کرے۔ روایت کیا اس کو احمدؒ ابو داؤد نے اور روایت کیا مالک اور نسائی نے اس کی مانند

تشریح: حاصل حدیث:۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! اللہ نے پانچ نمازوں کو فرض فرمایا' جو شخص اچھا کرے اس کے وضو کو یعنی وضو کرے بمعہ اس کے حقوق کے سنن و مستحبات کے ساتھ اور ان کو ان کے وقت میں ادا کرے وقت سے مراد مستحب وقت ہے اور ان کے رکوع کو اور ان کے خشوع کو پورا کرے خشوع سے مراد بظاہر سجدہ ہے۔

سوال: ارکان صلوٰۃ میں سے رکوع کی تخصیص کیوں کی؟

جواب-۱: اسی رکوع کی وجہ سے مسلمانوں کی نماز یہود و نصاریٰ کی نماز سے ممتاز ہوتی ہے۔ اس لئے اس کی تخصیص کی۔

جواب-۲: رکوع میں دشواری زیادہ ہے (جس کا رکوع صحیح اس کا سجدہ بھی ٹھیک) جو اس کو صحیح ادا کرے گا وہ دوسرے ارکان کو بھی صحیح ادا کرے گا۔

جواب-۳: جس سے نمازی کا غیر نمازی سے امتیاز ہوتا ہے وہ رکوع ہے اس لیے ان وجوہ کی بناء پر رکوع کی تخصیص کی۔ اس کے لیے اللہ پر واجب عہد (بمقتضائے وعدہ ورنہ اللہ پر کوئی چیز واجب نہیں بمقتضائے استحقاق نہیں) یہ کہ بخش دیں اس کو اور جو شخص نہ کرے اس کے لیے اللہ پر کوئی زجر پس نہیں ہے۔ اگر چاہے تو بخش دے اور اگر چاہے تو اس کو عذاب دے۔ یہ حدیث نص ہے کہ تارک صلوٰۃ مرتکب کبیرہ مخلد فی النار نہیں ہوگا اس لیے کہ ان شاء غفر لہ وان شاء عذبہ فرمایا ہے۔ یہ اہل سنت کے موافق اور معتزلہ کے خلاف ہے۔ معتزلہ کہتے ہیں مرتکب کبیرہ مخلد فی النار ہوگا۔

وَعَنْ اَبِی اُمَامَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ صَلُّوْا خَمْسَکُمْ وَصُوْمُوْا شَھْرَکُمْ

حضرت ابو امامہؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنی پانچ نمازیں پڑھو اپنے مہینے کے روزے رکھو اپنے مال کی

وَاَدُّوْا زَکَاۃَ اَمْوَالِکُمْ وَاَطِیْعُوْا اِذَا اَمَرَکُمْ تَدْخُلُوْا جَنَّۃَ رَبِّکُمْ۔ (رواہ احمد بن حنبل والترمذی)

زکوٰۃ ادا کرو اور اپنے حاکم کی تابعداری کرو۔ اپنے رب کی جنت میں تم داخل ہو جاؤ گے۔ روایت کیا اس کو احمد اور ترمذی نے

تشریح: حاصل حدیث:۔ قولہ' شھرکم یہ اضافت تخصیص کے لیے ہے یعنی خاص مہینہ کے روزے۔ پانچوں نمازیں دخول جنت بدخول اولیٰ کا ذریعہ ہیں۔ سوال۔ اس حدیث میں حج کا ذکر نہیں؟ جواب: ممکن ہے اس زمانے کی یہ حدیث ہو جب کہ حج کی فرضیت نہیں ہوئی تھی ورنہ دخول جنت بدخول اولیٰ کیلئے جو ضروری ہے اس شخص کے لیے جس پر واجب (فرض) ہو۔ باقی تعبیر اختیار کم سے کی تا کہ تدخلوا جنۃ ربکم کا تقابل ہو جائے۔ گویا حدیث کا مضمون ہے ان اللہ اشتری من المؤمنین انفسھم و اموالھم الخ کیساتھ ملتا ہے۔

قولہ' واطیعوا اذا امرکم الخ سردار سے مراد بادشاہ' امیر اور حاکم ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ مسلمانوں کو چاہئے کہ وہ اپنے بادشاہ اور امراء کے احکام کی تابعداری اور ان کے فرمان کی اطاعت کریں لیکن اس میں ایک شرط ہے کہ اطاعت و فرمانبرداری کا یہ حکم اسی وقت تک رہے گا۔ جب تک کہ ان کا کوئی حکم حدود شریعت سے باہر اور خداوند کے رسول کے فرمان کے خلاف نہ ہو' اگر ایسا ہو کہ امراء اور سلاطین حدود شریعت سے تجاوز کر کے غلط احکام دیں یا ایسے فرمان نافذ کریں جو قرآن و سنت کے خلاف ہوں تو پھر نہ صرف یہ کہ ان کی اطاعت و فرمانبرداری ضروری نہیں ہے بلکہ ایسے سلاطین و امراء کو راہ راست پر لانے اور ان کو قرآن و سنت کے بتائے ہوئے راستوں پر چلنے اور ملک و قوم کو چلانے کیلئے مجبور کیا جائے۔

یا پھر ''سردار'' سے مراد علماء ہیں کہ قرآن و سنت اور اسلامی شریعت کے علم کے حامل جب مسلمانوں کو کوئی شرعی حکم دیں اور انہیں دین و شریعت کی طرف بلائیں تو ان کی پیروی ہر ایک مسلمان پر ضروری اور لازم ہے اسی طرح ''سردار'' سے ہر وہ شخص مراد ہو سکتا ہے جو کسی کام کیلئے حاکم اور کارساز مقرر کیا گیا ہو یعنی اگر کوئی مسلمان کسی شخص کو اپنے کسی معاملہ میں حاکم اور راہبر مقرر کرے تو اس کیلئے ضروری ہے کہ وہ اس حاکم یا راہبر کے مشوروں کو مانے اور وہ جو صحیح حکم دے اس کی پابندی کرے۔

وَعَنْ عَمْرِوْ بْنِ شُعَیْبٍ عَنْ اَبِیْہِ عَنْ جَدِّہٖ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مُرُوْا اَوْلَادَکُمْ

حضرت عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنی اولاد کو نماز پڑھنے کا حکم دو جبکہ

بِالصَّلٰوۃِ وَھُمْ اَبْنَآءُ سَبْعِ سِنِیْنَ وَاضْرِبُوْھُمْ عَلَیْھَا وَ ھُمْ اَبْنَاءُ عَشْرِ سِنِیْنَ وَ فَرِّقُوْا بَیْنَھُمْ فِی

وہ سات برس کے ہوں اور نماز نہ پڑھنے پر انکو مارو اور وہ دس برس کے ہوں اور خواب گاہوں میں ان کو

اَلْمَضَاجِعِ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَ كَذَا رَوَاهُ فِي شَرْحِ السُّنَّةِ عَنْهُ وَفِي الْمَصَابِيْحِ عَنْ سَبْرَةَ بْنِ مَعْبَدٍ.
الگ الگ کردو۔ روایت کیا اس کو ابوداؤد نے۔ اسی طرح روایت کیا اس کو شرح السنہ میں اسی سے اور مصابیح میں ہے سبرہ بن معبد سے

تشریح: حاصل حدیث:۔ جب بچے یا بچی کی عمر سات سال کی ہوجائے تو اس کو ترغیبی طور پر نماز کا حکم کرو اور جب دس سال کی عمر ہو جائے تو نماز چھوڑنے پر ان کی پٹائی بھی کردو۔ (قوله' عليها اى على تركها) باقی سات برس کی عمر میں نماز کا حکم اور دس سال کی عمر میں نماز چھوڑنے پر پٹائی یہ نماز کا عادی بنانے کے لیے ہے ورنہ اس عمر میں بچہ مکلف نہیں ہوتا یہ اس لیے ہے تاکہ جونہی بالغ ہو مکلف ہو نماز پڑھنے میں اس کو دشواری نہ ہو۔ معلوم ہوا کہ مستحبات پر بھی پٹائی ہوگی اس لیے کہ یہ حکم پٹائی کا استحباب ہے کوئی فرض واجب تو نہیں۔

باقی حدیث کے دوسرے حصہ میں فرمایا کہ جب لڑکے یا لڑکی کی عمر دس برس کی ہوجائے تو پھر بہن بھائی کے بستروں کو علیحدہ کردیا جائے اکٹھا نہ سونے دیا جائے اس لیے کہ اس عمر میں دس سال کی عمر میں شہوانی قوتیں بیدار ہونے لگتی ہیں کہیں مالا ینبغی کا ارتکاب نہ کر بیٹھیں اس لیے ابتداء ہی سے سدالباب الفساد علیحدہ سلایا جائے۔

وَعَنْ بُرَيْدَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْعَهْدُ الَّذِي بَيْنَنَا وَبَيْنَهُمُ الصَّلَاةُ فَمَنْ
حضرت بریدہؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ عہد جو ہمارے اور منافقوں کے درمیان ہے نماز ہے پس جس نے اس
تَرَكَهَا فَقَدْ كَفَرَ. (رواه احمد بن حنبل والترمذي والنسائي و ابن ماجة)
کو چھوڑ دیا اس نے کفر کیا۔ روایت کیا اس کو احمد ترمذی نسائی اور ابن ماجہ نے

تشریح: حاصل حدیث جس عہد کی وجہ سے منافقین قتال سے بچے ہوئے ہیں وہ نماز ہے۔ اگر یہ نماز کو بھی چھوڑ دیں تو ان کے گھر کے ظہور کی وجہ سے ان کو قتل کردیا جائے گا۔

قوله' فمن تركها فقد كفر یعنی کفر یہ کام کیا یا کافروں جیسا کام کیا یا محمول ہے زجر علی وجہ المبالغہ پر یا قارب الکفر۔

مسئلہ تارک صلوٰۃ کا حکم کیا ہے؟ احناف کے نزدیک جیل خانہ میں اس کو قید کردیا جائے گا۔ حنابلہ کہتے ہیں کہ اس کو ارتداد قتل کردیا جائے گا لیکن صحیح یہ ہے کہ سیاستاً مصلحتاً اس کو قتل کیا جائے گا تاکہ لوگ اس کو دیکھ کر عبرت حاصل کریں نماز پر پابندی کریں۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ

عَنْ عَبْدِاللهِ بْنِ مَسْعُوْدٍؓ قَالَ جَآءَ رَجُلٌ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللهِ اِنِّيْ عَالَجْتُ
حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہا کہ ایک آدمی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا پس کہا اے اللہ کے رسول مدینہ کے
امْرَاَةً فِيْ اَقْصَى الْمَدِيْنَةِ وَاِنِّيْ اَصَبْتُ مِنْهَا مَا دُوْنَ اَنْ اَمَسَّهَا فَاَنَا هٰذَا فَاقْضِ فِيَّ مَا شِئْتَ فَقَالَ لَهُ عُمَرُ
کنارے پر میں نے ایک عورت کو گلے لگایا اور میں اس سے پہنچا ہوں اس چیز کو کہ کم ہے میں نے صحبت کی ہو اور میں یہ موجود ہوں جو میرے متعلق آپ صلی اللہ علیہ وسلم
لَقَدْ سَتَرَكَ اللهُ لَوْسَتَرْتَ عَلٰى نَفْسِكَ قَالَ وَلَمْ يَرُدَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَيْهِ شَيْئًا وَّقَامَ
چاہیں حکم لگائیں۔ عمرؓ نے اسے کہا اللہ نے تجھ پر پردہ ڈالا ہے تو بھی اپنے نفس پر پردہ ڈالتا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی جواب نہ دیا وہ شخص
الرَّجُلُ فَانْطَلَقَ فَاَتْبَعَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلًا فَدَعَاهُ وَتَلَا عَلَيْهِ هٰذِهِ الْاٰيَةَ وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ طَرَفَيِ
کھڑا ہوا اور چلا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے پیچھے آدمی بھیجا اور اسے بلایا اور اس پر یہ آیت پڑھی اور نماز قائم کر دن کی دونوں طرفوں میں

النَّهَارِ وَزُلَفًا مِّنَ الَّيْلِ اِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّئَاتِ ذٰلِكَ ذِكْرٰى لِلذَّاكِرِيْنَ (پ ۱۲ رکوع ۱۰)
اور رات کی چند ساعات میں تحقیق نیکیاں برائی کو لے جاتی ہیں نصیحت حاصل کرنے والوں کیلئے یہ نصیحت ہے لوگوں میں سے ایک شخص نے
فَقَالَ رَجُلٌ مِّنَ الْقَوْمِ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ هٰذَالَهُ خَاصَّةً فَقَالَ بَلْ لِلنَّاسِ كَآفَّةً. (صحیح مسلم)
کہا اے اللہ کے نبی کیا یہ اس کیلئے خاص ہے فرمایا نہیں سب لوگوں کیلئے ہے۔ روایت کیا اس کو مسلم نے

تشریح: حاصل حدیث:۔ایک شخص نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ میں نے دل لگی کی ہے اور جماع کے سواء کے علاوہ کا مرتکب ہوا ہوں۔ یعنی جماع کے ماسوا سب مقدمات کا ارتکاب کیا ہے تقبیل کی ہے دل لگی کی ہے وغیرہ۔

فانا ھذا میں حاضر ہوں۔ بس آپ صلی اللہ علیہ وسلم میرے بارے میں فیصلہ فرمائیے جو چاہیں' پس کہا اس کو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ لقد سترک اللّٰہ ' اللہ نے تیری پردہ پوشی فرمائی ہے لو سترت علی نفسک کان خیراً۔ اس جیسا واقعہ پہلے بھی گزر چکا ہے۔

سوال:۔ یہ ایک واقع ہے یا دونوں الگ الگ واقع ہیں؟

جواب (۱) بظاہر دونوں الگ الگ شخصوں کے واقعے ہیں اس لیے کہ وہاں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فرمان اللہ نے تیری پردہ پوشی فرمائی مذکور نہیں اور اس حدیث میں مذکور ہے اور نیز پہلے واقعہ میں اس شخص نے خود کہا الیٰ ھذا اور اس حدیث میں حاضرین مجلس میں سے ایک نے کہا اھذ الہٗ . قولہ' فانطلق اس شخص کا جانا اس وجہ سے نہیں تھا کہ وہ شرعی حکم سننا نہیں چاہتا تھا۔

جواب (۲) حضرت ابن حجرؒ نے لکھا ہے کہ پہلی فصل میں اسی طرح کی جو حدیث نمبر تین گزری ہے وہ تو ایک شخص (ابوالیسر) کا واقعہ ہے اور یہ حدیث جو یہاں ذکر کی گئی ہے یہ کسی دوسرے صاحب کا واقعہ ہے لہٰذا ہو سکتا ہے کہ آپ یہ آیت بھی اس شخص کیلئے دوسری مرتبہ نازل ہوئی ہو مگر محققین نے لکھا ہے کہ تعدد واقعہ سے یہ لازم نہیں آتا کہ آیت بھی مکرر نازل ہوئی ہو اور نہ یہ حدیث اس پر دلالت کرتی ہے بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وہی آیت جو پہلے شخص کے بارے میں نازل ہوئی تھی بطور سند کے اس شخص کے سامنے بھی تلاوت فرمائی۔

وَعَنْ اَبِیْ ذَرٍّ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ زَمَنَ الشِّتَآءِ وَالْوَرَقُ يَتَهَافَتُ فَاَخَذَ بِغُصْنَيْنِ مِنْ
حضرت ابوذرؓ سے روایت ہے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم موسم سرما میں باہر نکلے اور درختوں کے پتے جھڑتے تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک درخت
شَجَرَةٍ قَالَ فَجَعَلَ ذٰلِكَ الْوَرَقُ يَتَهَافَتُ قَالَ فَقَالَ يَا اَبَاذَرٍّ قُلْتُ لَبَّيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ اِنَّ
کی دو شاخیں پکڑ کر انہیں ہلایا۔ پتے ان سے جھڑنے لگے کہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ابوذر میں نے کہا میں حاضر ہوں اے اللہ کے
الْعَبْدَ الْمُسْلِمَ لَيُصَلِّي الصَّلَاةَ يُرِيْدُ بِهَا وَجْهَ اللّٰهِ فَتَهَافَتُ عَنْهُ ذُنُوْبُهٗ كَمَا تَهَافَتُ هٰذَا الْوَرَقُ عَنْ
رسول فرمایا مسلمان بندہ البتہ نماز پڑھتا ہے ارادہ کرتا ہے اللہ تعالیٰ کی رضامندی کا اس سے گناہ گر جاتے ہیں جیسے پتے اس درخت سے جھڑتے ہیں۔
هٰذِهِ الشَّجَرَةِ. (رواہ احمد بن حنبل)
روایت کیا اس کو احمد نے

تشریح: حاصل حدیث:۔قولہ' فتھافت اصل میں فتتھافت تھا تاء کو گرا دیا اس حدیث میں تشبیہ المعقول بالمحسوس ہے کہ وہ نماز جس سے رضائے الٰہی مقصود ہو اس کی وجہ سے تساقط ذنوب بالکل ایسا ہی ہے جیسے سردیوں کے موسم میں پتوں کا درخت سے جھڑنا۔

وَعَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدِنِ الْجُهَنِيِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ صَلّٰى سَجْدَتَيْنِ
حضرت زید بن خالدؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے دو رکعت نماز پڑھی ان میں سہو نہ کیا

لَا یَسْهُوْ فِیْهِمَا غَفَرَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ. (رواہ احمد بن حنبل)
اللہ تعالیٰ اس کے پہلے گناہ معاف کردے گا۔ روایت کیا اس کو احمد نے

تشریح: حاصل حدیث:۔ سجدتین سے مراد رکعتین ہے اس لیے کہ سجدہ کے بغیر رکعت ہوتی ہی نہیں، سجدہ پر رکعت ہوتی ہے سجدہ میں غفلت نہ کرے یعنی اپنے قصد واختیار سے خیالات نہ لائے تو خلاصہ حدیث کا یہ ہے کہ جو اپنی دو رکعتیں پڑھے کہ ان میں کوئی غفلت نہ ہو تو یہ اس کے سابقہ گناہوں کی بخشش کا ذریعہ ہے۔ اگر توبہ کے ساتھ اقتران ہوجائے صغائر وکبائر دونوں کے کے لیے تکفیر اور اگر توبہ کے ساتھ اقتران نہ ہو تو صغائر معاف ہوجائیں گے اور یہ نفلی دو رکعتوں کا حکم ہے۔ نیز حسنات کا مکفر ہونا اس سے حقوق العباد مستثنیٰ ہیں وہ اس کے تحت داخل نہیں۔

وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو بْنِ الْعَاصِ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ ذَکَرَ الصَّلَاةَ یَوْمًا فَقَالَ
حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص سے روایت ہے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک روز نماز کا ذکر کیا اور فرمایا جس نے
مَنْ حَافَظَ عَلَیْهَا کَانَتْ لَهٗ نُوْرًا وَبُرْهَانًا وَ نَجَاةً یَوْمَ الْقِیَامَةِ وَمَنْ لَّمْ یُحَافِظْ عَلَیْهَا لَمْ تَکُنْ لَهٗ نُوْرًا
اس کی محافظت کی وہ نماز اس کیلئے نورانیت کا سبب اور دلیل اور نجات کا ذریعہ قیامت کے دن ہوگی اور جو کوئی محافظت نہیں کرے گا اس کیلئے نور دلیل اور نجات کا
وَلَا بُرْهَانًا وَلَا نَجَاةً وَکَانَ یَوْمَ الْقِیَامَةِ مَعَ قَارُوْنَ وَ فِرْعَوْنَ وَهَامَانَ وَ اُبَیِّ بْنِ خَلَفٍ. (رواہ احمد بن حنبل وغیرہ)
سبب نہ ہوگی اور وہ قیامت کے دن قارون فرعون ہامان اور ابی بن خلف کے ساتھ ہوگا۔ روایت کیا اس کو احمد دارمی نے اور بیہقی نے شعب الایمان میں۔

تشریح: حاصل حدیث:۔ ایک دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کے فضائل کا ذکر فرمایا جو شخص اس پر محافظت کرے گا تو یہ نماز قیامت کے دن اس کے لیے نور کا ذریعہ ہوگی اور یہ اس کے ایمان پر دلیل ہوگی اور قیامت کے دن نجات کا ذریعہ ہوگی۔ یعنی جس شخص نے محافظت کی اس کا حشر ذوات قدسیہ کے ساتھ ہوگا اور جس شخص نے محافظت نہ کی اس کے لیے نور سے محرومی کی دلیل ہے اور نجات سے محرومی کا سبب ہوگی اور قیامت کے دن اس کا کفار کے ساتھ حشر ہوگا قارون فرعون وغیرہ کے ساتھ۔ اگر یہ شخص تارک صلوٰۃ ہو بطور جحود وانکار کے تو ان کا حشر کفار کے ساتھ ہونا تو واضح ہے کوئی مستبعد نہیں۔ اگر بطور انکار کے نہیں تو پھر زجراً تو بیخاً تشدیداً تغلیظاً فرمایا۔
سوال:۔ کفار کی تخصیص کیوں کی؟ جواب: ان میں ترک صلوٰۃ کے اسباب موجود تھے مثلاً مال ہے امارت ہے تکبر ہے یہ چیزیں ان میں پائی جاتی تھیں اس وجہ سے یہ تارک صلوٰۃ ہوئے۔ زیادہ مشغولیت اسی کام میں تھی۔

وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ شَقِیْقٍ قَالَ کَانَ اَصْحَابُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَا یَرَوْنَ شَیْئًا مِنَ
حضرت عبداللہ بن شقیق سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کسی چیز کے
الْاَعْمَالِ تَرْکُهٗ کُفْرٌ غَیْرَ الصَّلَاةِ. (رواہ الترمذی)
اعمال میں چھوڑنے کو کفر نہیں خیال کرتے تھے سوائے نماز کے روایت کیا اس کو ترمذی نے۔

تشریح: حاصل حدیث:۔ صحابہ کرام کسی کام کے چھوڑنے کو کفر نہیں سمجھتے مگر نماز کے چھوڑنے کو سمجھتے تھے۔ نماز کے چھوڑنے کو کافروں جیسا کام سمجھتے تھے۔ واللہ اعلم بالصواب

وَعَنْ اَبِی الدَّرْدَآءِ قَالَ اَوْصَانِیْ خَلِیْلِیْ اَنْ لَّا تُشْرِکْ بِاللّٰهِ شَیْئًا وَاِنْ قُطِّعْتَ وَ حُرِّقْتَ وَ لَا
حضرت ابوالدرداء سے روایت ہے کہا کہ میرے دوست نے مجھ کو وصیت کی کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرا اگرچہ تو ٹکڑے ٹکڑے کیا جائے
تَتْرُکْ صَلَاةً مَکْتُوْبَةً مُتَعَمِّدًا فَمَنْ تَرَکَهَا مُتَعَمِّدًا فَقَدْ بَرِئَتْ مِنْهُ الذِّمَّةُ وَلَا تَشْرَبِ الْخَمْرَ.
اور جلایا جائے اور فرض نماز نہ چھوڑ جان بوجھ کر جس نے جان بوجھ کر فرض نماز ترک کردی اس سے ذمہ بری ہوا اور شراب نہ پی کیونکہ وہ ہر

فَاِنَّهَا مِفْتَاحُ كُلِّ شَرٍّ. (رواه ابن ماجة)
برائی کی کنجی ہے۔ روایت کیا اس کو ابن ماجہ نے۔

تشریح: حاصل حدیث: خلیلی فرمایا؟ امتثال کو بتلانے کے لیے کہ خلیل کی بات تو ماننا چاہیے۔ فرماتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے یہ وصیت فرمائی کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی شئی کو شریک نہ ٹھہرانا۔ اگر چہ تو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا جائے یا جلا دیا جائے۔

سوال: فقہاء کہتے ہیں حالت اضطرار میں کلمہ کفر کہنا جائز ہے وقلبہ مطمئن بالایمان یہ حدیث تو فقہاء کے خلاف ہے؟

جواب: یہ محمول ہے عزیمت پر اور فقہاء کا قول رخصت پر محمول ہے۔

دوسری وصیت فرمائی کہ فرض نماز کو جان بوجھ کر نہ چھوڑنا۔ پس جس نے جان بوجھ کر فرض نماز کو چھوڑ دیا پس اس سے اللہ کا ذمہ بری ہوگیا۔ (جو شخص نماز پڑھتا ہے اللہ کی طرف سے امان کا مستحق ہوتا ہے) یعنی نماز پڑھنے کی وجہ سے ذمہ تھا امان کا ذمہ نماز چھوڑنے کی وجہ سے ختم ہوگیا۔

تیسری وصیت شراب نہ پینا اس لیے کہ یہ شرب خمر (فانها کی ضمیر کا مرجع شرب خمر ہے نہ کہ فقط خمر کیونکہ مفتاح کل شر خمر نہیں بلکہ شرب خمر ہے) ہر شر کی چابی ہے چابی کیسے ہے اس لیے کہ شر سے بچانے والی عقل ہے اور شرب خمر سے عقل جاتی رہتی ہے جب عقل چلی جاتی ہے تو آدمی شر میں مبتلا ہو جاتا ہے اس لیے شرب خمر کو ہر شر کی چابی فرمایا۔

بَابُ الْمَوَاقِيْتِ
نماز کے اوقات کا بیان

صلوٰۃ کے فضائل کے بعد عمل کا شوق پیدا ہوا تو یہ فضائل اسی وقت ہوں گی جب نماز کو اس کے وقت میں ادا کیا جائے گا اس لیے کتاب الصلوٰۃ کے عنوان کے بعد اور فضائل کی احادیث کو بیان کرنے کے بعد باب المواقیت کا عنوان قائم کیا۔

مواقیت جمع میقات کی۔ میقات ایسے اوقات کو کہتے ہیں جو کسی کام کے لیے متعین ہوں؟ پھر مواقیت دو قسم پر ہیں۔ (۱) زمانی (۲) مکانی۔ کتاب الصلوٰۃ میں زمانی مراد ہوتا ہے اور کتاب المناسک میں یعنی کتاب الحج میں مکانی مراد ہوتا ہے۔ نمازوں کے وقتوں کی تعیین مکہ میں ہوئی یا مدینہ میں تعیین کی ہے یا مدنی تو راجح قول یہ ہے کہ مکی ہے۔ دلیل حدیث امامت جبرئیل جو ما بعد میں آ رہی ہے یہ مکہ میں امامت ہوئی۔ واللہ اعلم بالصواب۔

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ

عَنْ عَبْدِاللّٰهِ ابْنِ عَمْرٍو رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقْتُ الظُّهْرِ
حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ظہر کا وقت ہے
اِذَا زَالَتِ الشَّمْسُ وَكَانَ ظِلُّ الرَّجُلِ كَطُوْلِهٖ مَالَمْ يَحْضُرِ الْعَصْرُ وَوَقْتُ الْعَصْرِ مَالَمْ تَصْفَرَّ
جس وقت ڈھلے دوپہر اور آدمی کا سایہ اس کے طول کی مانند ہو جب تک عصر کا وقت نہ آئے اور عصر کا وقت ہے جب تک زرد نہ ہو
الشَّمْسُ وَوَقْتُ صَلٰوةِ الْمَغْرِبِ مَالَمْ يَغِبِ الشَّفَقُ وَوَقْتُ صَلٰوةِ الْعِشَآءِ اِلٰى نِصْفِ اللَّيْلِ الْاَوْسَطِ
سورج اور مغرب کی نماز کا وقت ہے جب تک شفق غائب نہ ہو اور عشاء کی نماز کا وقت آدھی رات تک ہے
وَوَقْتُ صَلٰوةِ الصُّبْحِ مِنْ طُلُوْعِ الْفَجْرِ مَالَمْ تَطْلُعِ الشَّمْسُ فَاِذَا طَلَعَتِ الشَّمْسُ فَاَمْسِكْ عَنِ
اور صبح کی نماز کا وقت طلوع فجر سے لے کر جب سورج طلوع نہ ہو۔ جب سورج نکل آئے نماز سے رک جا کیونکہ وہ شیطان کے

الصَّلٰوةِ فَإِنَّهَا تَطْلُعُ بَيْنَ قَرْنَيِ الشَّيْطَان. (صحيح مسلم)
دوسینگوں کے درمیان طلوع ہوا ہے۔روایت کیا اس کو مسلم نے۔

تشریح: نمازوں کے اوقات کی تین قسمیں ہیں۔

ا۔اوقات الصحۃ والاداء۔یہ ان وقتوں کو کہتے ہیں جن میں اگر نماز پڑھی جائے تو نماز صحیح ہو جائے اور ادا سمجھی جائے قضاء میں شمار نہ ہو سکتا ہے کہ ایسے وقت کا کچھ حصہ ایسا بھی ہو جس میں نماز پڑھنا مکروہ ہو اور اس میں ایسا حصہ بھی ہو سکتا ہے جس میں نماز پڑھنا اولیٰ اور افضل اور مستحب ہو۔

۲۔اوقات استحباب۔وقت ادا میں سے وہ حصہ جس میں نماز پڑھنا مختار اور مستحب ہے گو اس سے آگے پیچھے کرنا بھی جائز ہے۔

۳۔اوقات کراہت۔وہ وقت جن میں نماز پڑھنا مکروہ ہے۔اس باب کی حدیثوں میں اوقات صحت بیان کرنے مقصود ہیں۔

نمازوں کے اوقات صحت۔نمازوں کے اوقات صحت میں کہیں کہیں ائمہ کا اختلاف ہوا ہے جس کا مختصر تذکرہ یہاں کیا جاتا ہے۔

ابتداوقت ظہر: صلوٰۃ ظہر کے وقت کی ابتداء بالا تفاق زوال شمس سے ہوتی ہے شروع شروع میں صحابہؓ کا کچھ اختلاف ہوا تھا۔بعض زوال سے پہلے بھی ظہر کو جائز سمجھتے تھے بعد میں اتفاق ہو گیا کہ وقت ظہر زوال سے شروع ہوتا ہے۔البتہ جمعہ میں امام احمد اور اسحاق کا قول ملتا ہے کہ زوال سے پہلے جائز ہے۔

انتہاءوقت ظہر وابتداءوقت عصر: وقت ظہر کی انتہا میں اور وقت عصر کے ابتداء میں ائمہ کا اختلاف ہوا ہے۔امام مالک' امام شافعی' امام احمد' صاحبین اور جمہور کا مسلک یہ ہے کہ جب سایہ اصلی کے علاوہ ہر چیز کا سایہ اس کی مثل ہو جائے تو ظہر کا وقت ختم ہو جاتا ہے اور عصر کا وقت شروع ہو جاتا ہے امام ابوحنیفہ کی اس مسئلہ میں کئی روایتیں ہیں۔

ا۔پہلی روایت یہ ہے کہ ظہر کا وقت مثلین تک ہے جب سایہ دو مثل ہو جائے تو ظہر کا وقت ختم اور عصر کا وقت شروع ہو گیا۔امام صاحب کا قول مشہور یہی ہے۔اس کو بعض کتابوں میں ظاہر الروایۃ کہا گیا ہے۔لیکن اس کے ظاہر الروایۃ ہونے میں یہ اشکال کیا گیا ہے کہ ظاہر الروایۃ اس قول کو کہتے ہیں جو امام محمد کی کتب ستہ میں سے کسی سے معلوم ہو۔جامع صغیر' جامع کبیر' سیر صغیر' سیر کبیر' مبسوط' زیادات ان چھ کتابوں کو کتب الاصول یا کتب ظاہر الروایۃ کہتے ہیں۔ظہر کے بارے میں جو امام صاحب کا قول مشہور ہے یہ کتب ستہ میں سے کسی میں نہیں ہے البتہ امام محمد کے موطا سے سمجھا جا سکتا ہے۔اس لئے اس کو ظاہر الرویۃ کہنا محل کلام ہے۔

۲۔امام صاحب کی دوسری روایت اس مسئلہ میں جمہور کے موافق ہے یعنی مثل اول پر ظہر کا وقت ختم ہو جاتا ہے اور عصر کا وقت شروع ہو جاتا ہے۔

۳۔ایک تیسری روایت امام صاحب سے اس مسئلہ میں یہ ہے کہ جب سایہ ایک مثل ہو جائے (سایہ اصلی کے علاوہ) تو ظہر کا وقت ختم ہو جاتا ہے اور عصر کا وقت ابھی شروع نہیں ہو گا۔عصر کا وقت مثل ثانی کے بعد شروع ہو گا۔مثلین کے درمیان میں وقت مہمل ہے یہ نہ ظہر کا وقت ہے نہ عصر کا۔

۴۔امام صاحب سے ایک روایت یہ بھی ہے کہ عصر کا وقت تو مثل ثانی ہونے پر شروع ہو گا اور ظہر کا وقت مثل ثانی سے ذرا پہلے ختم ہو جاتا ہے۔

انتہائے وقت عصر: عصر کی نماز کا وقت جمہور کے نزدیک غروب آفتاب سے ختم ہوتا ہے بعض کے نزدیک عصر کا وقت صرف مثلین تک ہے۔بعض کے نزدیک عصر کا وقت اصفرار شمس تک ہے۔

وقت مغرب وعشاء: مغرب کا وقت بالاتفاق ائمہ غروب آفتاب سے شروع ہوتا ہے۔مغرب کے آخر وقت میں اختلاف ہے۔بعض کے نزدیک مغرب کا وقت مضیق ہے یعنی صرف اتنا وقت ہے کہ سورج ڈوبنے کے بعد طہارت کر کے تین رکعت پڑھ سکے۔شافعیہ کا ایک قول ایسے ہی ہے۔مختار جمہور یہ ہے کہ مغرب کا وقت مضیق نہیں بلکہ موسع ہے پھر جو حضرات توسع کے قائل ہیں اور ان کا اختلاف ہوا ہے۔صاحبین اور ائمہ ثلاثہ کے نزدیک شفق احمر کے غروب تک وقت ہے اور امام صاحب کا مشہور قول یہ ہے کہ غروب شفق ابیض تک وقت ہے۔

عشاء کا وقت کب شروع ہوتا ہے۔مغرب کا وقت ختم ہونے کے بعد ایک قول کے مطابق عشاء کا وقت شروع ہو گا غروب شفق احمر کے

بعد دوسرے قول کے مطابق وقت شروع ہوتا ہے۔غروب شفق ابیض کے بعد انتہا وقت عشا میں اختلاف ہے۔بعض کے نزدیک ثلث اللیل تک ہے۔امام مالک اور امام شافعی کا ایک ایک قول ایسا ہی ہے۔بعض کے نزدیک نصف اللیل تک ہے۔امام شافعی اور امام مالک کا ایک ایک قول اس طرح بھی ہے۔حنفیہ کا مذہب یہ ہے کہ عشاء کا وقت اداطلوع الفجر تک ہے۔

وقت فجر۔طلوع شمس تک باقی رہتا ہے۔بعض کے نزدیک وقت فجر اسفار تک ہے۔فجر کا وقت سب کے نزدیک طلوع صبح صادق سے شروع ہوتا ہے۔

انتہا وقت ظہر کی مزید وضاحت۔انتہائے وقت ظہر اور ابتدائے وقت عصر کے متعلق ائمہ کے مذاہب اور اس مسئلہ میں امام صاحب کی مختلف روایات پہلے بتائی جاچکی ہیں۔صاحب درمختار نے اس مسئلہ میں صاحبین والے مسلک کو مفتی بہ قرار دیا ہے یعنی جب سایہ ایک مثل ہوجائے تو ظہر کا وقت ختم ہے اور عصر کا شروع ہے یہ جمہور اور صاحبین کا مذہب اور امام صاحب کی ایک روایت ہے۔بہت سی کتابوں کے حوالوں سے درمختار میں اسی کو مفتی بہ قرار دیا گیا ہے لیکن علامہ شامی نے اس کی رد کی ہے۔ان کا میلان اس طرف ہے کہ اس مسئلہ میں مفتی بہ امام صاحب کی روایت مشہور ہے کہ جب سایہ دو مثل ہوجائے تو ظہر کا وقت ختم ہوجاتا ہے اور عصر کا وقت شروع ہوجاتا ہے۔صاحب بحر کا میلان اسی کی ترجیح کی طرف ہے۔فقہ حنفی کی معتبر کتابوں کے بکثرت حوالے دیکر اسی کا راجح ہونا ثابت کیا ہے۔صاحب نہایہ نے امام صاحب کی اس روایت کو ظاہر الروایۃ کہا ہے فقہ حنفی کے اکثر متون میں اسی روایت کو لیا گیا ہے۔اکثر شارحین نے بھی اسی کو اختیار کیا ہے۔بدائع اور ینابیع اور محیط وغیرہ میں روایت مثلین کی تصحیح کی گئی ہے۔مقصد یہاں یہ بتانا ہے کہ اس مسئلہ میں امام صاحب کی روایتیں مختلف ہیں تصحیح اور ترجیح میں بھی مشائخ کا اختلاف ہے۔بعض نے ایک مثل والی روایت کو ترجیح دی ہے اور اکثر نے مثلین والی روایت کو ترجیح دی ہے۔

احوط طریقہ۔دلیل کے لحاظ سے جو روایت بھی راجح ہو عمل کے لحاظ سے احوط یہ ہے کہ ظہر کی نماز مثل اول سے پہلے پڑھ لی جائے۔ خصوصاً جمعہ کی نماز اور عصر کی نماز مثل ثانی کے بعد پڑھی جائے اس صورت میں ظہر اور عصر دونوں نمازیں سب کے نزدیک صحیح ہوجائیں گی۔ اگر ظہر کی نماز مثل اول کے بعد پڑھی یا عصر کی مثل ثانی سے پہلے پڑھ لی تو یہ نماز مختلف فیہ ہوجائے گی۔

وقت ظہر میں امام صاحب کی روایت مشہورہ کے دلائل۔انتہائے وقت ظہر میں ائمہ ثلثہ اور صاحبین حدیث امامت جبرئیل اور بعض دوسری حدیثوں سے استدلال کرتے ہیں۔یہاں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ امام صاحب کی روایت مشہورہ کے کچھ دلائل بھی ذکر کردیئے جائیں۔ایسی روایات صریحہ تو نہیں ملتیں جن میں مثلین کا لفظ صراحۃ ہو۔البتہ ایسے دلائل ضرور ملتے ہیں جن سے یہ بات تسلیم کرنی پڑتی ہے کہ مثل اول کے بعد بھی ظہر کا وقت باقی رہتا ہے۔جن روایتوں میں ایک مثل کا صراحۃ تذکرہ ہے اور ان سے ائمہ ثلثہ اور صاحبین استدلال کرتے ہیں وہ روایات پہلے کی ہیں۔جیسے حدیث امامت جبریل یہ مکی زندگی کا واقعہ ہے اور جو روایات ہم یہاں پیش کریں گے وہ بعد کی ہیں۔بعد والی روایات پر عمل کرنا چاہئے۔مقصد کہنے کا یہ ہے کہ امام صاحب کی تائید میں مثلین کا لفظ نہ بھی ملے تب بھی دلائل سے یہ بات ماننی پڑتی ہے کہ مثل اول کے بعد بھی ظہر کا وقت باقی رہتا ہے۔جب مثل اول پر انتہاء وقت ظہر کا قول ٹوٹ گیا تو مثلین والا خود متعین ہوگیا۔ اس لئے کہ جمہور یا مثل کے قائل ہیں یا مثلین کے۔

۱۔صاحب ہدایہ نے حدیث سے استدلال کیا ہے۔ابردوا بالظهر فان شدة الحر من فيح جهنم یعنی ظہر کی نماز کو ٹھنڈے وقت میں پڑھا کرو۔اس لئے کہ گرمی کی جو شدت ہے یہ جہنم کی تپش اور بھاپ سے ہے۔صاحب ہدایہ فرماتے ہیں کہ دیار عرب میں ایک مثل کے وقت گرمی کی شدت باقی ہوتی تھی اس سے معلوم ہوا کہ اس کے بعد بھی ظہر کی گنجائش باقی ہے۔

۲۔حضرت ابوذرؓ کی حدیث بخاری جلد اول ص۷۶،۷۷ پر موجود ہے اس کا حاصل یہ ہے کہ ابوذرؓ کہتے ہیں کہ اذن موذن النبی صلی اللہ علیہ وسلم الظهر فقال ابرد ابرد اوقال انتظر انتظر و قال شدة الحرمن فيح جهنم فاذ اشتد الحرفا بردوا عن الصلوة حتى راينا فئ التلول۔اس سے معلوم ہوا کہ اس موقع پر اذان اس وقت کہی گئی جبکہ ٹیلوں کا سایہ نمایاں طور پر نظر آنے لگا اور

یہ بات سب کو معلوم ہے کہ اجسام منتصبہ کا سایہ جلدی آجاتا ہے اور اجسام منطبئۃ کا سایہ بہت دیر سے آتا ہے۔ ٹیلا اجسام منطبئۃ میں سے ہے یعنی ڈھلان والا جسم ہے ایسے جسموں کا سایہ عام طور پر اس وقت نظر آتا ہے جب کہ سیدھے کھڑے ہونے والے جسموں کا سایہ ایک مثل کے قریب پہنچ جائے تو ایک مثل پر یا ایک مثل کے قریب اذان ہوئی ہے۔ نماز تو اس کے کافی دیر بعد ہی پڑھی گئی ہوگی یہ حدیث اس بات کی دلیل ظاہر ہے کہ ایک مثل کے بعد بھی ظہر کا وقت ہوتا ہے۔ یہ بخاری شریف کی ص ۷۶،۷۷ کی روایت تھی۔ اس سے اظہر دلیل ابوذر کی وہ حدیث ہے جو بخاری ص ۸۷ کے آخر سے شروع ہو کر ص ۸۸ پر ختم ہوتی ہے وہ حدیث ذیل ہے۔

عن ابی ذر قال کنا مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی سفر فارا دالمؤذن ان یوذن فقال لہ ابرد ثم اراد ان یؤذن فقال لہ ابرد ثم اراد ان یوذن فقال لہ ابرد حتی ساوی الظل التلول فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان شدۃ الحر من فیح جھنم۔ اس حدیث میں یہ بتایا گیا ہے کہ ظہر کی اذان اس وقت ہوئی جبکہ ٹیلوں کا سایہ ٹیلوں کے برابر ہو چکا تھا۔ جب ٹیلے کا سایہ ایک مثل ہو چکا تھا تو اجسام منتصبہ کا سایہ یقیناً ایک مثل سے زیادہ ہوگا اور یہ اذان کا وقت ہے اور نماز اس کے بعد ہوئی یہ بین دلیل ہے۔ اس بات کی کہ ظہر کا وقت ایک مثل کے بعد بھی رہتا ہے۔

حنفیہ کے اس استدلال پر بعض حضرات خصوصاً حافظ ابن حجرؒ نے کچھ اعتراضات کئے ہیں اور حدیث میں تاویلیں کی ہیں۔ مثلاً ایک تاویل یہ بھی کی ہے کہ اس موقعہ پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم جمع بین الصلوتین کرنا چاہتے تھے یعنی عصر کے وقت میں ظہر اور عصر دونوں کو پڑھنا چاہتے تھے۔ واقعی ظہر ایک مثل کے بعد ہوئی ہے لیکن یہ عصر کے وقت میں بطور جمع بین الصلوتین کے پڑھی گئی ہے۔

جواب: یہ تاویل صحیح نہیں اولاً تو اس لئے کہ جمع بین الصلوتین حقیقی ثابت نہیں ثانیاً اس لئے کہ حدیث میں تصریح ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مؤذن نے ظہر کی اذان دینا چاہی اس میں عصر کا یا جمع کا کوئی لفظ نہیں معلوم ہوا کہ یہ اذان صرف ظہر کی تھی اور وہ وہی ہو سکتی ہے جو ظہر کے وقت میں ہوئی ہو عصر کے وقت جو اذان ہوگی وہ عصر کی سمجھی جائے گی یا ظہر اور عصر دونوں کی سمجھی جائے گی۔

ثالثاً اس لئے کہ بہت سے محققین نے اس حدیث کو تاخیر ظہر کی دلیل بنایا ہے کسی نے وجوباً کسی نے استحباباً یہ دلیل تب ہی بن سکتی ہے جبکہ اس کو عام رکھا جائے اور جمع بین الصلوتین کی صورت کے ساتھ خاص نہ کیا جائے۔ رابعاً اس لئے کہ ابراد کے حکم کی علت حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بیان فرمادی ہے۔ ان شدۃ الحر من فیح جھنم۔ یہ علت بتا رہی ہے کہ ظہر کی اذان میں اتنی تاخیر اس وجہ سے ہوئی ہے۔ جو حدیث میں مذکور ہے۔ اس تاخیر کا منشاء جمع بین الصلوتین کا ارادہ نہیں ہے۔ حدیث میں جو علت بیان کی گئی ہے وہ عام ہر صورت میں پائی جاتی ہے خواہ جمع کا ارادہ ہو یا نہ

بعض علماء نے اس حدیث میں یہ تاویل کی ہے کہ یہاں سائے کی تلول کے ساتھ جو مساوات بتائی گئی ہے یہ مساوات کمیت اور مقدار میں مراد نہیں ہے بلکہ مساوات فی الظہور مراد ہے۔ یعنی ٹیلے کی طرح سایہ بھی ظاہر ہو گیا ظاہر ہونے میں دونوں مساوی ہو گئے مقدار میں برابری مراد نہیں ہے۔ لیکن یہ تاویل نہایت ضعیف اور رکیک ہے۔ حدیث کا ظاہر مطلب یہی ہے کہ سایہ اتنی مقدار لمبا ہو گیا۔ جتنا ٹیلا اونچا ہے مساوات عام طور پر مقدار ہی میں بیان کی جاتی ہے۔ بہر کیف بخاری شریف کی یہ حدیث مذہب ابوحنیفہ کی مؤید ہے اور صاف دلالت کرتی ہے کہ ایک مثل کے بعد بھی ظہر کا وقت باقی رہتا ہے۔

امام صاحب کی روایت مشہورہ کی تیسری دلیل مشکوۃ شریف کے آخری باب ''باب ہذہ الامۃ'' کی پہلی حدیث ہے جسے صاحب مشکوۃ نے بحوالہ بخاری ذکر کیا ہے۔ حاصل اس کا یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس امت کی یہ فضیلت بیان فرمائی ہے کہ اس کا عمل اور کام کرنے کا وقت دوسری امتوں سے کم ہے اس کے باوجود اجر و ثواب ان کیلئے زیادہ ہے۔ مثال دے کر آپ نے یہ بات سمجھائی ہے کہ یہود کو یوں سمجھا جائے کہ انہوں نے صبح سے لیکر ظہر تک کام کیا ایک قیراط اجرت پر اور نصاریٰ نے کام کیا ظہر سے عصر تک ایک قیراط پر اور اس امت نے کام کیا عصر سے لے کر مغرب تک دو قیراط اجرت پر مقصد یہ بتانا ہے کہ ان کی کارکردگی کا وقت دوسروں سے کم ہے اور ثواب زیادہ ہے۔ یہ مثال اسی صورت میں صادق آسکتی ہے کہ عصر کا وقت مثلین کے بعد شروع ہو۔ اس صورت میں عصر سے مغرب تک کا وقت کم ہوگا اور ظہر

سے عصر تک کا زیادہ اور اگر عصر کا وقت ایک مثل سے شروع کیا جائے تو معاملہ برعکس ہو جائے گا اور مثال صادق نہیں آئیگی۔

ایک قیاسی دلیل۔ زوال کے وقت سب کے نزدیک بالیقین ظہر کا وقت شروع ہو گیا تھا۔ مثل اول پر ظہر کا وقت ختم ہوا یا نہیں؟ بعض روایات سے سمجھ میں آتا ہے کہ مثل اول پر ظہر کا وقت ختم ہو گیا جیسے فصل اول کی پہلی حدیث اور حدیث امامت جبریل اور ابھی جو دلائل ذکر کئے گئے ان سے پتہ چلتا ہے کہ مثل اول کے بعد ظہر کا وقت باقی رہتا ہے۔ اختلاف ادلہ کی وجہ سے مثل اول پر ظہر کا وقت ختم ہونے میں شک اور تردد ہو گیا۔ زوال سے ظہر کا وقت بالیقین شروع ہوا تھا شک اور تردد کی صورت میں اس کے ختم ہونے کا فیصلہ نہیں کیا جا سکتا۔ بخلاف مثلین کے کہ اس وقت بالیقین ظہر کا وقت ختم ہو چکا ہے۔

اہم فائدہ۔ حنفی جب یہ کہتے ہیں کہ ظہر کا وقت ایک مثل یا دو مثل ہونے تک ہے تو یہاں مراد یہ لیا جاتا ہے کہ سایہ اصلی کو نکال کر ہر چیز کا سایہ ایک مثل یا دو مثل ہو جائے۔ سایہ اصلی کسی چیز کے اس سایہ کو کہتے ہیں جو نصف النہار کے وقت ہوتا ہے یہ موسموں اور علاقوں کے بدلنے سے بدلتا رہتا ہے۔ بعض مقامات میں اور بعض موسموں میں سایہ اصلی بالکل نہیں ہوتا اور بعض جگہ ہوتا ہے۔ پھر جہاں ہوتا ہے۔ وہاں مقدار مساوی نہیں کہیں کم اور کہیں زیادہ ہر جگہ اور ہر موسم کا جدا جدا مقتضی ہے۔ بہر کیف سایہ اصلی جتنا بھی ہو اس کو نکال کر سایہ ایک مثل یا دو مثل ہونا دیکھا جائے گا بعض غیر مقلدین کہتے ہیں کہ سایہ اصلی کو نہیں نکالا جاتا بلکہ حدیثوں میں جو ایک مثل کا ذکر آتا ہے۔ اس سے مراد اس چیز کا کل سایہ اس چیز کے برابر ہونا ہے سایہ اصلی سمیت۔ اس کو نکالا نہیں جائے گا۔ لیکن یہ روایت اور درایت دونوں کے خلاف ہے۔ روایت کے خلاف تو یوں ہے کہ بعض حدیثوں میں تصریح ہے کہ ایک مثل سایہ۔ سایہ اصلی کے علاوہ مراد ہے جیسا کہ نسائی ص ۹۱ ج ۱ پر جابر بن عبداللہ کی طویل روایت میں یہ لفظ بھی ہیں۔ **فصلی الظھر حین زالت الشمس و کان الفئی قدر الشراک ثم صلی العصر حین کان الفئی قدر الشراک وظل الرجل.** اور درایت کے خلاف یوں ہے کہ بعض علاقوں میں زوال کے وقت بلکہ زوال سے پہلے ہی کسی چیز کا سایہ اس کے برابر ہو جاتا ہے۔ اس صورت میں ان کے قول کے مطابق ظہر بلکہ عصر زوال سے پہلے پڑھنے کی گنجائش ہونی چاہئے حالانکہ اس کے وہ بھی قائل نہیں۔ اس لئے صحیح یہی ہے کہ مثل اول و مثل ثانی میں اس سایہ کا امتیاز ہو گا جو سایہ اصلی کے علاوہ ہے۔

شفق کی تفسیر میں اختلاف۔ پہلے بتایا جا چکا ہے کہ جمہور کے نزدیک مغرب کا وقت مضیق نہیں بلکہ موسع ہے غروب شفق تک اس اختلاف کی تفصیل آگے آرہی ہے اتنی بات احادیث ظاہرہ سے ثابت ہے کہ مغرب کا وقت غروب شفق تک رہتا ہے۔ البتہ اس میں اختلاف ہوا ہے۔ کہ شفق سے مراد کیا ہے شفق احمر یا شفق ابیض غروب شمس کے بعد افق پر پہلے سرخی پھیل جاتی ہے۔ پھر سرخی ختم ہو جاتی ہے اس سرخی کی جگہ چوڑائی کے بل افق پر سفیدی آجاتی ہے۔ پھر سفیدی کے ڈوبنے کے بعد افق پر سیاہی آجاتی ہے۔ احادیث میں شفق سے مراد حمرت ہے یا اس کے بعد آنے والی بیاض ہے اس میں سلف کا اختلاف ہے۔ قول اول: ائمہ ثلاثہ اور صاحبین کے نزدیک شفق احمر مراد ہے جب تک یہ سرخی رہے مغرب کا وقت ہے جب یہ سرخی ڈوب جائے تو عشاء کا وقت شروع ہو جاتا ہے۔ بہت سے صحابہؓ اور تابعین کا مذہب یہی ہے۔ قول ثانی: امام ابوحنیفہؒ کا مذہب یہ ہے کہ احادیث میں شفق سے مراد شفق ابیض ہے۔ سرخی ڈوب جانے کے بعد جب تک افق پر معترضاً سفیدی پھیلی ہوئی ہے مغرب کا وقت ہے جب سفیدی ڈوب جائے گی اور افق پر سیاہی آجائے گی۔ اب عشاء کا وقت شروع ہو گا۔ صحابہؓ میں سے ابوبکر صدیقؓ معاذؓ عائشہؓ ابوہریرہؓ انسؓ ابی بن کعبؓ اور ابن زبیرؓ اور ایک روایت میں ابن عباسؓ سے یہی بات منقول ہے۔ صحابہؓ کے بعد والے حضرات میں سے عمر بن عبدالعزیزؒ اوزاعیؒ ابوثورؒ ابن المنذرؒ مزنیؒ اور خطابی وغیرہ سے یہی بات منقول ہے۔ امام شافعی کا قول قدیم اور امام مالک کی ایک روایت یوں ہی ہے۔ غرضیکہ دونوں طرف سلف کے اقوال موجود ہیں۔

امام صاحب کو اس مسئلہ میں منفرد کہنا صحیح نہیں قاعدہ کی رو سے مذہب حنفی راجح ہے۔ اس لئے کہ غروب آفتاب سے مغرب کا وقت یقیناً شروع ہو جاتا ہے۔ شفق احمر کے بعد وقت کے ختم ہونے میں شک پیدا ہو گیا۔ تعارض ادلہ کی وجہ سے اور اختلاف سلف کی وجہ سے اس بات کا جزم نہیں کر سکتے کہ وقت ختم ہو گیا اور قاعدہ ہے۔ الیقین لا یزول بالشک اس لئے کہ غروب آفتاب کے وقت وقت ختم ہونے کا فیصلہ نہیں کیا

جا سکتا بلکہ وقت ممتد رہے گا۔غروب بیاض تک۔

حنفیہ کے ہاں مختار کون سا قول ہے۔ شفق احمر والا یا شفق ابیض والا۔اس میں بھی مشائخ کا اختلاف ہوا ہے صاحب بحر اور صاحب مجمع نے فتوی صاحبین کے قول پر نقل کیا ہے۔امام صاحب کی بھی ایک روایت صاحبین اور جمہور کے مطابق ہے۔لیکن محقق ابن الھمام نے صاحب مجمع کی بات کی رد کی ہے۔ان کا مختار یہی معلوم ہوتا ہے کہ مفتی بہ اور راجح امام صاحب کا وہ قول ہے جو ظاہر الروایۃ ہے۔یعنی یہ کہ غروب بیاض تک مغرب کا وقت ہے اس کے بعد عشاء کا وقت ہے صاحب بحر کا مختار بھی یہی معلوم ہوتا ہے۔صاحب بحر نے امام صاحب کا رجوع مذہب صاحبین کی طرف نقل کیا ہے۔فرمایا ہے والیہ رجع ابوحنیفہ وبہ یفتی لیکن علامہ قاسم نے اپنی تصحیح القدوری میں اس کا تخطیہ کیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ امام صاحب کا رجوع ثابت نہیں ہے۔بتانا یہ مقصود ہے کہ اس مسئلہ میں امام صاحب کی دو روایتیں ہیں۔آپ اور صاحبین کا اختلاف ہے ترجیح کس قول کو ہے اس میں مشائخ حنفیہ کی رائیں مختلف ہوگئی ہیں۔دونوں طرف تصحیح اور ترجیح موجود ہے زیادہ تر رجحان ترجیح مذہب ابی حنیفہ کی طرف ہے۔عملاً احوط یہ ہے کہ مغرب کی نماز سرخی ڈوبنے سے پہلے پڑھ لی جائے اور عشاء کی نماز سفیدی ڈوبنے کے بعد پڑھی جائے۔اس صورت میں نماز کی صحت متفق علیہ ہوجائے گی۔ورنہ نماز کی صحت مختلف فیہ ہوگی۔ماہ رمضان میں خصوصیت سے اس مسئلہ میں اہتمام کرنا چاہئے۔عشاء کی اذان اور جماعت غروب شفق ابیض کے بعد ہونی چاہئے ائمہ کو لوگوں کی جلد بازی کے تابع نہ ہونا چاہئے۔

شفق کی تفسیر میں امام صاحب کی دلیل۔شفق کا لغوی معنی کیا ہے۔اس میں ائمہ لغت کے اقوال دونوں طرف ملتے ہیں۔فراء ثعلب اور ابو عمرو وغیرہ ائمہ لغت کی رائے یہ ہے کہ شفق بیاض کو کہتے ہیں جو حمرت کے بعد افق پر نمودار ہوتی ہے۔امام ابوحنیفہ نے یہی معنی اختیار کیا ہے۔بعض کی رائے یہ ہے کہ شفق حمرت کو کہتے ہیں جو غروب آفتاب کے بعد افق پر ظاہر ہوتی ہے۔ائمہ ثلثہ اور صاحبین نے یہی تفسیر اختیار کی ہے بعض ائمہ لغت کی رائے یہ ہے کہ شفق کا اطلاق احمر اور ابیض دونوں پر آتا ہے لیکن ایسے احمر پر جو قانی نہ ہو اور ایسے ابیض پر جو ناصع نہ ہو۔احمر قانی اور ابیض ناصع پر اس کا اطلاق نہیں ہوتا۔امام صاحب نے شفق کا جو معنی اختیار کیا ہے اس کی تائید بعض احادیث سے بھی ثابت ہوتی ہے مثلاً

ا۔سنن ابی داؤد میں حضرت ابو مسعود انصاریؓ کی ایک مفصل حدیث ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اوقات نماز کا تذکرہ ہے اس میں عشاء کے متعلق یہ لفظ ہیں۔**يصلي العشاء حين يسود الافق** (سنن ابی داؤد ص ۵۷) یعنی عشاء کی نماز اس وقت پڑھتے تھے جبکہ افق پر سیاہی پھیل جاتی تھی اور افق پر سیاہی اسی وقت آتی ہے جبکہ شفق ابیض بھی غروب ہوجائے۔

۲۔طبرانی کے معجم اوسط میں حضرت جابر بن عبداللہ کی ایک طویل مرفوع حدیث ہے۔اس میں ذکر ہے کہ کسی کے اوقات نماز کے متعلق سوال پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عملی تعلیم کیلئے ایک دن ساری نمازیں اول وقت میں پڑھیں اور دوسرے دن ساری نمازیں آخر وقت میں اس میں پہلے دن کی عشاء کے متعلق یہ لفظ ہیں۔**ثم اذن للعشاء حين ذهب بياض النهار وهو الشفق** اور دوسرے دن کی مغرب کے متعلق یہ لفظ ہیں۔**فأخرها رسول الله صلى الله عليه وسلم حتى كا ديغيب بياض النهار وهو الشفق** ۔یہ حدیث دو طرح سے حنفیہ کی دلیل ہے۔ایک اس طرح سے کہ پہلے دن عشاء کا اول وقت بتانے کیلئے عشاء کی اذان بیاض کے غیب ہوجانے کے بعد کہلوائی ہے اور دوسرے دن انتہاء وقت مغرب بتانے کیلئے مغرب کی نماز اس وقت پڑھی جب کہ بیاض النہار غائب ہونے والی تھی۔اس سے معلوم ہوا کہ مغرب کا وقت آخر وقت اور عشاء کا اول وقت غروب شفق ابیض سے ہے۔دوسری وجہ استدلال یہ ہے کہ اس میں وھو الشفق کہہ کر شفق کی تفسیر کردی گئی کہ شفق بیاض کو کہتے ہیں۔ظاہر یہی ہے کہ یہ تفسیر حضرت جابرؓ نے فرمائی ہے۔

مسئلہ ان کے درمیان کوئی وقت مشترک بھی ہے یا نہیں، جمہور کے نزدیک نہیں، مالکیہ کہتے ہیں چار رکعتوں کے برابر مشترک وقت ہے۔ (عصر وظہر) نیز مالم یحضر العصر یہ جملہ مسئلہ اشتراک میں کس کے موافق ہے کس کے خلاف ہے کس کی دلیل ہے؟ یہ جملہ مسئلہ اشتراک میں جمہور کے موافق ہے اور مالکیہ کے خلاف ہے۔اس لیے کہ یہاں کوئی درمیان وقت کا ذکر ہی نہیں ہے۔یہ مسئلہ تفصیل سے آگے ص ۲۷ پر آرہا ہے

قولہ' قرنی الشیطان قرنی اصل میں قرنین تھا اضافت کی وجہ سے نون گر گیا قرن سینگ کو کہتے ہیں۔ یہاں پر مراد طرف ہے اس کو بیان کرنے سے مقصود مکروہ وقت کو بتلانا ہے یہ کنایہ وقت مکروہ سے مراد یہ وقت ایسا ہے جو طلوع وغروب کا وقت ہے کیونکہ سورج شیطان کے دوسینگوں کے درمیان طلوع ہوتا ہے اس وجہ سے چونکہ اس کی نسبت شیطان کی طرف ہوگئی اس لیے اس وقت میں نماز پڑھنا مناسب نہیں بین قرنی الشیطان کے تین مطلب ہیں پہلا مطلب: طلوع وغروب کے وقت سورج پرست لوگ سورج کی طرف رخ کر کے عبادت کرتے ہیں تو اس موقع پر شیطان سورج کی محاذات میں ان کے سامنے کھڑے ہوجاتا ہے اپنے اعوان وانصار کو اور اپنے متبعین کو یہ باور کرانے کے لیے کہ یہ لوگ سجدہ مجھے کر رہے ہیں ایسے طور پر کھڑا ہوتا ہے کہ یوں سورج دکھائی دیتا ہے جیسے شیطان کے دوسینگوں کے درمیان طلوع وغروب ہورہا ہو' بس اسی کو تعبیر کردیا۔

سوال: سورج اس زمین سے سواتیرہ لاکھ گناہ بڑا ہے اتنا بڑا سورج شیطان کے دوسینگوں (کے کناروں کے) کے درمیان کیسے (سما سکتا ہے) طلوع ہوتا ہے اگر شیطان اس سے بھی بڑا ہے اتنا بڑا ہے تو پھر زمین پر چلتا پھرتا کیسے ہے؟

جواب (۱) یہ عرف پر مبنی ہے کیونکہ دکھائی دینے میں ایسے محسوس ہوتا ہے جیسے کہا جاتا ہے آج میں نے دیکھا سورج فلاں ٹیلے سے فلاں درخت سے طلوع ہورہا تھا۔

جواب (۲) قرآن مجید میں آتا ہے وجدھا تغرب فی عین حمئۃ (گو زمین سے سواتیرہ لاکھ بڑا سورج اس چشمے میں کیسے سما گیا کیسے غروب ہوگیا) فما ھو جوابکم فھو جوابنا (لامحالہ تم ہی کہو گے کہ دکھائی دینے میں ایسے محسوس ہورہا تھا)

سوال زمین تو کروی الشکل ہے کوئی وقت کوئی لحظہ ایسا نہیں جس میں سورج طلوع یا غروب نہ ہورہا ہو تو پھر اس کا مطلب یہ ہے کہ نماز نہیں۔

جواب: ہر شہر کا اپنا اپنا طلوع وغروب مراد ہے اگر کسی شہر میں طلوع ہورہا ہے وہ اس شہر والوں کیلئے مکروہ نماز کا وقت ہے' دوسروں کے لیے نہیں' مطلق مراد نہیں۔ دوسرا مطلب: قرن کنایہ ہے جماعۃ سے' طلوع اور غروب کے وقت شیطان اپنی جماعتوں کو بھیجتا ہے' لوگوں کو گمراہ کرنے کے لیے اس لیے اس وقت میں نماز پڑھنا مناسب نہیں۔

تیسرا مطلب: اس وقت میں شیطان لوگوں کو گمراہ کرنے کے لیے اپنا پورا زور لگاتا ہے جس طرح سینگ والا جانور لوگوں کو اپنے دونوں سینگوں کے ذریعے دھکے دے رہا ہو۔ بس یہی ہے بین قرنی الشیطان۔ لیکن پہلا مطلب راجح ہے تو چھ اوقات اجماعی ہیں ابتداء الظہر' اخیر العصر' ابتداء المغرب' اخیر العشاء' فجر کا ابتدائی وقت اور فجر کا اخیری وقت' ۴ اختلافی ہیں۔ (۱) ظہر کی اخیری (۲) عصر کا ابتدائی (۳) مغرب کا اخیری (۴) ابتدائی وقت عشاء کا۔ وصارت الاوقات کلھا عشرۃ۔

وَعَنْ بُرَیْدَۃَؓ قَالَ اِنَّ رَجُلًا سَاَلَ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَنْ وَقْتِ الصَّلٰوۃِ فَقَالَ لَہٗ صَلِّ
حضرت بریدہؓ سے روایت ہے کہا کہ ایک آدمی نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے نماز کے وقت کے متعلق سوال کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان
مَعَنَا ھٰذَیْنِ یَعْنِی الْیَوْمَیْنِ فَلَمَّا زَالَتِ الشَّمْسُ اَمَرَ بِلَالًا فَاَذَّنَ ثُمَّ اَمَرَہٗ فَاَقَامَ الظُّھْرَ ثُمَّ اَمَرَہٗ فَاَقَامَ
دودنوں میں ہمارے ساتھ نماز پڑھ جب سورج کا زوال ہوا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بلالؓ کو حکم دیا کہ اذان کہے پھر اسے حکم دیا کہ ظہر کی اقامت کہے
الْعَصْرَ وَالشَّمْسُ مُرْتَفِعَۃٌ بَیْضَآءُ نَقِیَّۃٌ ثُمَّ اَمَرَہٗ فَاَقَامَ الْمَغْرِبَ حِیْنَ غَابَتِ الشَّمْسُ ثُمَّ اَمَرَہٗ فَاَقَامَ
پھر اس کو حکم دیا عصر کی نماز قائم کر جبکہ سورج بلند سفید اور صاف تھا۔ پھر اس کو حکم دیا اس نے مغرب کی نماز قائم کی جب سورج غروب ہوا پھر اس کو
الْعِشَآءَ حِیْنَ غَابَ الشَّفَقُ ثُمَّ اَمَرَہٗ فَاَقَامَ الْفَجْرَ حِیْنَ طَلَعَ الْفَجْرُ فَلَمَّا اَنْ کَانَ الْیَوْمُ الثَّانِیْ اَمَرَہٗ
حکم دیا اس نے عشا کی نماز قائم کی جس وقت شفق غائب ہوئی۔ پھر اس کو حکم دیا اس نے فجر کی نماز قائم کی جب فجر نمودار ہوئی۔ جب دوسرا دن ہوا

فَابْرِدْ بِالظُّهْرِ فَابْرَدَبِهَا فَانْعَمَ اَنْ يُّبْرِدَ بِهَا وَصَلَّى الْعَصْرَ وَالشَّمْسُ مُرْتَفِعَةٌاَخَّرَهَا فَوْقَ الَّذِىْ كَانَ
بلالؓ کوحکم دیا کہ ٹھنڈا کرے ظہر کی نماز اس نے اچھی طرح اس کو ٹھنڈا کیا اور عصر کی نماز پڑھی جب کہ آفتاب بلند تھا اور تاخیر کیا اس وقت سے
وَصَلَّى الْمَغْرِبَ قَبْلَ اَنْ يَّغِيْبَ الشَّفَقُ وَصَلَّى الْعِشَآءَ بَعْدَ مَا ذَهَبَ ثُلُثُ اللَّيْلِ وَصَلَّى الْفَجْرَ
جو اس کیلئے تھا اور مغرب کی نماز شفق غروب ہونے سے پہلے پڑھی اور عشا کی نماز پڑھی جب کہ ایک تہائی رات گزر چکی تھی اور صبح کی نماز پڑھی اس
فَاَسْفَرَبِهَا ثُمَّ قَالَ اَيْنَ السَّآئِلُ عَنْ وَقْتِ الصَّلٰوةِ فَقَالَ الرَّجُلُ اَنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ وَقْتُ صَلٰوتِكُمْ
کو روشن کیا۔ پھر فرمایا نماز کا وقت پوچھنے والا کہاں ہے اس شخص نے کہا اے اللہ کے رسول میں حاضر ہوں فرمایا تمہاری نماز کا وقت ان دو وقتوں
بَيْنَ مَا رَأَيْتُمْ. (صحیح مسلم)
کے درمیان ہے جس کو تم نے دیکھ لیا ہے روایت کیا اس کو مسلم نے۔

تشریح: یہ حدیث حدیث سائل عن اوقات الصلوٰۃ کے نام سے مشہور ہے۔ وجہ اس عنوان کے قائم کرنے کی یہ ہے کہ اس حدیث میں جس رجل کے سوال وجواب کرنے کا تذکرہ ہے اس کے مصداق کی تعیین ہمیں (ہم سے) نہیں ہوسکی۔ اس لیے اس حدیث کا عنوان یہی قائم کیا۔

حاصل حدیث: ایک شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور حاضر ہوکر کہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اوقات نماز کے بارے میں سوال کیا! (معلوم ایسے ہوتا ہے کہ یہ کسی قوم کا نمائندہ تھا) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں ارشاد فرمایا: تم ہمارے ساتھ دو دن رہ کر نماز پڑھو تمہیں نماز کے اوقات کا علم ہوجائے گا۔

سوال: قولی تعلیم کی بجائے عملی تعلیم کو ترجیح کیوں دی؟

جواب: کیونکہ عملی تعلیم زیادہ مؤثر ہوتی ہے عملی میں اشتباہ نہیں ہوسکتا جبکہ قولی میں اشتباہ ہوسکتا ہے۔ یعنی الیومین راوی کا کلام ہے جب زوال شمس ہوا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اذان کا حکم دیا' تو حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حسب ارشاد اذان کہی۔ پھر کچھ وقفہ کے بعد (ثم تراخی کیلئے ہے) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اقامت کہنے کا حکم دیا۔ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فاقام الظهر ای للظهر منصوب بنزع الخافض ہے یعنی ظہر کی نماز کے لیے اقامۃ کہی' پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اذان کا حکم دیا جب عصر کا وقت آیا اگر چہ یہاں امر بالاذان کا ذکر نہیں ہے یہ راوی کا اختصار ہے تو امر بالاذان کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عصر کی نماز کیلئے اقامۃ کہنے کا حکم دیا۔

ثم امرہٗ یہاں بھی عبارت محذوف ہے راوی کا اختصار ہے۔ الغرض مغرب کی نماز کے وقت آپ نے تکبیر کا حکم دیا جس وقت سورج غروب ہوا اور عشاء کی نماز کا وقت آیا تو حکم دیا جس وقت شفق غائب ہوچکی تھی اور فجر کی نماز کی اقامت کے لیے حکم دیا جس وقت طلوع فجر ہوئی۔ فلما أن کان یہ کان تامہ ہے۔ اکرہٗ ابرد فرمایا جب دوسرے دن ظہر کا وقت آیا تو حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حکم دیا تاخیر کر تو حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تاخیر کردی اضافے کے ساتھ ذکر کیا۔ پہلے دن بھی ظہر کی نماز زوال شمس کے فوراً بعد اور دوسرے دن میں تاخیر کی بہت زیادہ اور جب عصر کی نماز پڑھائی تو سورج بہت افق سے اونچا تھا تو تاخیر کردی۔ پھر عصر کی نماز پہلے دن سے کچھ تاخیر کرکے پڑھی لیکن دونوں دنوں میں وقت مستحب تھا اور دوسرے دن مغرب کی نماز غیبوبتہ شفق سے پہلے پڑھی اور پہلے دن میں غروب شمس کے بعد پڑھی تھی تو معلوم ہوا کہ مغرب کے وقت میں بھی امتداد ہے اور عشاء کی نماز دوسرے دن میں ثلث اللیل کے بعد پڑھی کافی تاخیر سے اور پہلے دن میں غیبوبتِ شفق کے بعد پڑھی تھی اور فجر کی نماز انتظار کرکے (یعنی دن خوب سفید ہوگیا تھا) پڑھی اور پہلے دن میں طلوع فجر صادق کے بعد پڑھی تھی تو پہلے دن کی نمازوں سے ابتدائی اوقات اور دوسرے دن کی نمازوں سے انتہائی اوقات بتلائے۔ پھر فرمایا "این السائل" تو اس سائل نے کہا انا یارسول اللہ۔

سوال: بظاہر سوال وجواب میں مطابقت نہیں اس لیے کہ سوال اَیْنَ سے کیا حالانکہ این مکان کے بارے میں آتا ہے؟

جواب: یہاں ھٰھنا محذوف مان لو۔ انا ھٰھُنا یارسول اللہ تا کہ سوال و جواب میں مطابقت ہو جائے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہاری نماز کے اوقات اس کے درمیان ہیں جو تم نے دیکھا۔

سوال: اس سے طرفین تو خارج ہو گئے؟ جواب: طرفین کا اوقات صلوٰۃ ہونا عمل سے بتلایا اور مابین طرفین کا اوقات صلوٰۃ ہونا قول سے بتلایا۔ بین صلوتکم. کم جمع کی ضمیر لائے اشارہ ہے اس بات کی طرف کہ اے سائل یہ اوقات تمہارے ساتھ خاص نہیں، میری تمام اُمت کے لیے یہی نمازوں کے اوقات ہیں، من وقت الصلوٰۃ، وقت جنس ہے۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَمَّنِیْ جِبْرِیْلُ عِنْدَالْبَیْتِ مَرَّتَیْنِ فَصَلّٰی بِیَ
حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ بیت اللہ کے نزدیک جبریلؑ نے میری دوبار امامت کی
الظُّهْرَ حِیْنَ زَالَتِ الشَّمْسُ وَ کَانَتْ قَدْرَ الشِّرَاکِ وَصَلّٰی بِیَ الْعَصْرَ حِیْنَ صَارَ ظِلُّ کُلِّ شَیْءٍ
مجھ کو ظہر کی نماز پڑھائی اور سورج کا سایہ تسمہ کے برابر تھا اور عصر کی نماز پڑھائی جب ہر چیز کا سایہ اس کی مانند ہو گیا
مِثْلَهُ وَصَلّٰی بِیَ الْمَغْرِبَ حِیْنَ اَفْطَرَ الصَّائِمُ وَصَلّٰی بِیَ الْعِشَآءَ حِیْنَ غَابَ الشَّفَقُ وَصَلّٰی بِیَ
اور مغرب کی نماز پڑھائی جب روزہ دار افطار کرتا ہے اور عشا کی نماز پڑھائی جب شفق غائب ہوئی
الْفَجْرَ حِیْنَ حَرُمَ الطَّعَامُ وَالشَّرَابُ عَلَی الصَّائِمِ فَلَمَّا کَانَ الْغَدُ صَلّٰی بِیَ الظُّهْرَ حِیْنَ کَانَ ظِلُّهُ
اور فجر کی نماز پڑھائی جب کھانا اور پینا روزہ دار پر حرام ہوتا ہے جب دوسرا دن ہوا مجھ کو ظہر کی نماز پڑھائی جب اس کا سایہ اس کی مانند تھا
مِثْلَهُ وَصَلّٰی بِیَ الْعَصْرَ حِیْنَ کَانَ ظِلُّهُ مِثْلَیْهِ وَصَلّٰی بِیَ الْمَغْرِبَ حِیْنَ اَفْطَرَ الصَّائِمُ وَصَلّٰی بِیَ
اور عصر کی نماز پڑھائی جب اس کا سایہ دو مثل کی مانند ہوا اور مغرب کی نماز پڑھائی جس وقت روزہ دار افطار کرتا ہے
الْعِشَاءَ اِلٰی ثُلُثِ الَّیْلِ وَصَلّٰی بِیَ الْفَجْرَ فَاَسْفَرَ ثُمَّ الْتَفَتَ اِلَیَّ فَقَالَ یَا مُحَمَّدُ هٰذَا وَقْتُ الْاَنْبِیَاءِ
اور عشا کی نماز پڑھائی ایک تہائی رات گزرنے پر اور فجر پڑھائی جب اچھی طرح روشنی ہوئی پھر میری طرف دیکھا اور کہا اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم یہ
مِنْ قَبْلِکَ وَالْوَقْتُ مَا بَیْنَ هٰذَیْنِ الْوَقْتَیْنِ. (رواہ ابوداؤد والترمذی)
وقت تجھ سے پہلے انبیاء کا ہے اور وقت ان دونوں وقتوں کے درمیان ہے۔ (روایت کیا اس کو ابوداؤد اور ترمذی نے)

تشریح: حاصل حدیث:۔ حدیث امامت جبرئیل: یہ حدیث حدیث امامت جبرئیل علیہ السلام کے نام سے مشہور ہے یہ اس لیے اس نام سے مشہور ہے اس میں اس بات کا تذکرہ ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز کے اوقات کی تعلیم دینے کے لیے امامت کروائی تھی اس لیے اس کا نام حدیث امامت جبرئیل ہے۔

سوال: جبرائیل امین نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کب یہ امامت کروائی۔ جواب: شب معراج کے اگلے دن، نماز پڑھوائی اور شب معراج میں نمازیں فرض ہوئیں، صبح اگلے دن جبرئیل علیہ السلام اوقات کی تعلیم دینے کے لیے آ گئے۔ چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ امنی جبرئیل عندالبیت، بیت سے مراد کعبۃ اللہ ہے۔ معلوم ہوا کہ نماز کے اوقات کا مسئلہ بڑا اہم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرئیل علیہ السلام کو اُتارا۔

سوال: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم افضل ہیں اور جبرئیل علیہ السلام مفضول ہیں تو افضل مفضول کے مقتدی بن رہے ہیں، مفضول امام

بنے افضل کے لیے یہ تو صحیح نہیں؟

جواب-۱: مفضول کا افضل کے لیے امام بننا شرعاً ناجائز نہیں خصوصاً جبکہ ضرورت بھی ہو یہاں ضرورت تھی تعلیم دینا مقصود تھی۔ نیز خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کی اقتداء میں نماز پڑھنا ثابت ہے۔ کیا یہ لوگ افضل تھے ہرگز نہیں؟

جواب-۲: اَمَّنی کا یہاں حقیقی معنی مراد نہیں مجازی معنی مراد ہے ای ھدانی۔ یعنی جبرئیل علیہ السلام میری رہنمائی کرتے رہے وہ بتلاتے گئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کے بتلانے کے وقت پڑھتے گئے بس اس کو امنی سے تعبیر کر دیا۔

سوال: جبرئیل غیر مکلف ہونے کی وجہ سے متنفل تھے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مکلف ہونے کی وجہ سے مفترض تھے تو اقتداء المفترض خلف المتنفل لازم آیا۔ یہ شوافع کے ہاں تو جائز ہے مگر احناف کے نزدیک یہ جائز نہیں' شوافع کی اس مسئلہ میں ادلہ میں سے ایک دلیل یہی حدیث امامت جبرئیل علیہ السلام بھی ہے تو اس مسئلہ اقتداء المفترض خلف المتنفل لازم آیا۔

جواب-۱: جب اللہ نے حضرت جبرئیل امین کو حکم دے دیا کہ جا کر نماز پڑھاؤ اس بعثت کی وجہ سے وقتی طور پر جبرئیل امین بھی مکلف ہو گئے تھے تو مکلف ہونے کی وجہ سے یہ بھی مفترض ہوئے تو اقتداء المفترض خلف المفترض ہوئی نہ کہ خلف المتنفل یہ دوسرا جواب ہے۔

جواب-۲: امنی ھدانی کے معنے میں ہے معنی مجازی مراد ہے جیسا کہ ماقبل میں گزر گیا۔ جبریلؑ کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے امام بننا یہ عالم المثال میں تھا جسے صرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم دیکھ رہے تھے باقی صحابہؓ کیلئے یہ بات محسوس نہیں تھی۔ عالم الحس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم امام تھے اور صحابہؓ مقتدی تھے۔ حضرت جبریل کو مثالی طور پر تعلیم اوقات کیلئے امام بتایا گیا ہے جس کو صرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم دیکھ رہے ہیں۔ اس لئے یہ امامت عالم الحس اور عالم الشہادت کی نہیں ہے اور نظام تشریعی میں انہی واقعات کا دخل ہو سکتا ہے۔ جو عالم الحس میں ہوں عالم مثال کے واقعات سے استدلال مناسب نہیں۔ بہر کیف جبریل کی امامت کسی' نہج پر بھی ہو یہ ایک واقعہ جزئیہ خاصہ ہے۔ اس سے شریعت کا نظام عام اور ضابطہ کلیہ نہیں نکالا جا سکتا۔

جواب-۳: ابھی تعلیم نہیں ہوئی تھی تو اس وجہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم مکلف نہیں ہوئے تھے تو وہ بھی متنفل ہوئے) تو اقتداء المتنفل خلف المتنفل ہوئی)

ظہر کا وقت مستحب۔ امام ابوحنیفہ امام احمدؒ اسحاق اور جمہور علماء کا مذہب یہ ہے کہ ظہر کی نماز گرمیوں میں تاخیر سے پڑھنا افضل ہے اور سردیوں میں تعجیل افضل ہے۔ امام شافعی کے نزدیک ظہر کی نماز میں مطلقاً تعجیل افضل ہے۔ خواہ سردیاں ہوں یا گرمیاں امام مالک کی اس مسئلہ میں روایات مختلف ہیں۔

بہت سی احادیث صحیحہ جمہور کے مذہب پر دال ہیں۔ مثلاً یہی زیر بحث حدیث متفق علیہ **عن ابی ھریرۃؓ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا اشتد الحرفا بردوا بالصلوۃ.** اسی مضمون کی روایت صحیح بخاری میں حضرت ابوسعید خدریؓ سے بھی ہے۔ ایسے ہی فصل ثالث میں حضرت انس کی حدیث بحوالہ نسائی مذکور ہے۔ **کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا کان الحر ابرد بالصلوۃ و اذا کان البرد عجل.**

امام شافعیؒ دو قسم کی حدیثوں سے استدلال کرتے ہیں ایک تو وہ احادیث جن میں اول وقت میں نماز پڑھنے کی فضیلت بیان کی گئی ہے۔ مثلاً اسی باب کی فصل ثانی کی حدیث کسی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کون سا عمل سب سے افضل ہے تو آپ نے فرمایا الصلوۃ لاول وقتھا۔ دوسری قسم کی وہ روایات ہیں جن میں خاص ظہر کے بارے میں ہے اسے اول وقت میں ادا فرما لیتے تھے۔

جن روایات میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ظہر میں تعجیل فرمانا مذکور ہے ان کے جمہور کی طرف سے کئی جوابات دیئے گئے ہیں۔

۱۔ ایسی روایات سردیوں پر محمول ہیں۔

۲۔ کبھی گرمیوں میں بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی عذر کی وجہ سے ظہر کی نماز جلدی پڑھ لی ہو۔

۳۔ ہوسکتا ہے کہ بیان جواز کیلئے کبھی گرمیوں میں بھی تعجیل کر لی ہو۔

باقی رہیں وہ احادیث عامہ جن میں اول وقت میں نماز پڑھنے کو افضل الاعمال قرار دیا گیا ہے۔ تو ان کا جواب ماقبل میں بھی گزر چکا ہے لیکن یہاں مزید ذکر کر دیا جاتا ہے اس کا جواب یہ ہے کہ ایسی روایات دو طرح کی ہیں۔ پہلی قسم کی روایات وہ ہیں جن میں ای الاعمال افضل کے جواب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا الصلوۃ لوقتها۔ یہ روایات صحیح ہیں لیکن شافعیہ کی دلیل نہیں بنتیں۔ اس لئے کہ ان میں ''اول'' کا لفظ نہیں ہے۔ ان میں صرف یہ کہا گیا ہے کہ نماز اپنے وقت پر پڑھنا افضل الاعمال ہے اس کے ہم بھی قائل ہیں۔

دوسری قسم کی روایات وہ ہیں جن میں ''اول'' کے لفظ کی تصریح ہے۔ جیسے فصل ثانی کی تیسری حدیث میں لفظ یہ ہیں ''الصلوۃ لأول وقتها'' اس میں اول وقت کی اگرچہ تصریح ہے لیکن یہ حدیث سنداً صحیح نہیں جیسا کہ امام ترمذی نے بھی اس پر کلام کیا ہے۔ اس کی تفصیل ماقبل میں گزر چکی ہے اگر اس کو صحیح تسلیم کر بھی لیا جائے تب بھی ہمارے خلاف نہیں۔ اس لئے کہ اس کا مطلب ہمارے نزدیک یہ ہے۔ الصلوۃ لاوّل وقتها المختار۔ یعنی پورے وقت کا اول مراد نہیں بلکہ وقت مستحب کا اول مراد ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جب نماز کا وقت مستحب شروع ہو جائے تو اس وقت کے اول ہی میں نماز پڑھ لو وقت مستحب آ جانے کے بعد مزید تاخیر نہ کرو۔

سوال: مرتین سے معلوم ہوتا ہے کہ جبرئیل نے امامت دو مرتبہ کروائی اور حدیث کی تفصیل سے معلوم ہوتا ہے دس مرتبہ کرائی تو اجمالی تفصیل میں مطابقت نہیں؟ جواب: مرتین بمعنی یومین کے ہے کہ دو دن امامت کرائی۔ اب اجمال و تفصیل میں مطابقت ہو جائے گی دو دن میں کل مرتبہ امامت کرائی چونکہ سلسلہ تعلیم کا آغاز صلوٰۃ ظہر سے ہوا اس لیے صلوٰۃ ظہر کو صلوٰۃ اولیٰ کہتے ہیں۔

سوال: فجر سے یہ سلسلہ تعلیم کا آغاز کیوں نہیں ہوا؟ شرعی دن فجر سے شروع ہوتا ہے تو فجر سے ہونا چاہیے تھا تو فجر کی نماز کو صلوٰۃ اولیٰ کہا جائے؟

جواب-۱: چونکہ فجر کی نماز آپؐ فرضیت سے پہلے پڑھتے تھے اس کی تعلیم دینے کی ضرورت نہیں تھی اسی وجہ سے ظہر کی نماز سے تعلیم شروع کی۔

جواب-۲: تعلیم سے مقصود اظہار ہوتا ہے اور اظہار کے لیے دن کا وقت مناسب تھا اس لئے ظہر سے نماز شرع کی۔

جواب-۳: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم شب معراج کی واپسی پر فجر کی نماز کی امامت بیت المقدس میں انبیاء علیہم السلام کو کرا کر آئے تھے چونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فجر کی نماز پڑھ لی تھی اس وجہ سے ظہر کی نماز سے تعلیم کا آغاز کیا اور ایک چوتھی توجیہ بھی کی گئی ہے کہ جبرئیل امین فجر کے وقت آئے تو تھے مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سوئے ہوئے تھے' تادباً آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جگایا نہیں۔ لیکن پہلے جواب زیادہ راجح ہیں۔

قوله' وكانت قدر الشراك. کانت کی ضمیر کا مرجع شمس ہے لیکن بتاویل ظل' شمس بمعنی ظل کے مرجع ہے۔ اس صورت میں معنی یہ ہوگا کہ اور سایہ تسمے کے بقدر عرضاً ہو چکا۔ قدر شراک عرضاً مراد ہے طولاً نہیں۔ باقی اس سے مراد یہ ہے کہ جس وقت مجھے ظہر کی نماز جبرئیل علیہ السلام نے پڑھائی اس وقت ہر چیز کا سایہ بالکل تھوڑا تھا اقل قلیل تھا۔

سوال: اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ظہر کا وقت زوال شمس کے بعد نہیں ہوگا بلکہ توقف کیا جائے گا یہاں تک ہر چیز کا سایہ بقدر شراک ہو جائے پھر ظہر کا وقت شروع ہوگا حالانکہ ظہر کا وقت تو (اس پر اجماع ہے) زوال شمس کے فوراً بعد شروع ہو جاتا ہے؟

جواب: قدر شراک یہ قید افہام کیلئے ہے احتراز کے لیے نہیں تفہیم کیلئے کہ عوام کے لیے زوال کے وقت کی کوئی علامت ہونی چاہیے وہ یہی ہے بلکہ راوی کا اس سے اصل مقصود اس بات کو بتلانا ہے کہ زوال کے بعد متصلاً ظہر کی نماز ادا کر دی گئی کوئی زیادہ وقت نہیں گزرا تھا۔

مسئلہ-۲: ظہر کا وقت کب تک باقی رہتا ہے۔ اس کی تفصیل ماقبل میں گزر چکی ہے۔ یہاں چند سوالات اور ان کے جوابات کا ذکر ہوگا۔

سوال: ابراد سے کیا مراد ہے؟ ابراد فی الجملہ یا نفس ابراد مراد ہے یا ابراد کامل مراد ہے؟ اگر نفس ابراد مراد ہے تو زوال شمس کے بعد ابراد ہو جاتا ہے اور اگر ابراد کامل مراد ہے تو یہ عصر کے بعد ہوگا؟

جواب: نفس ابراد مراد ہے اور نہ ابراد کامل مراد ہے بلکہ ابراد عرفی مراد ہے یعنی جس کو عرف میں لوگ ابراد سمجھتے ہوں اور یہ مثلین پر متحقق ہوتا ہے۔

مسئلہ-۳: عصر اور ظہر کے مابین کوئی وقت مشترک ہے یا نہیں؟ پہلا قول:۔ جمہور کے نزدیک کوئی وقت مشترک نہیں۔
دوسرا قول۔ مالکیہ کے نزدیک چار رکعت کی مقدار وقت مشترک ہے اور اس میں اگر ظہر کی نماز پڑھی تو ادا سمجھی جائے گی اور عصر کی نماز پڑھی تو قبل از وقت سمجھی جائے گی۔ اس مسئلہ کا نام ہے (مسئلہ اشتراک)۔
مالکیہ کی دلیل: یہ حدیث مالکیہ کے مذہب کے موافق ہے اور جمہور کے مذہب کے خلاف ہے تو مسئلہ اشتراک میں۔ جمہور کی دلیل: ماقبل والی حدیث حدیث عبداللہ ابن عمرو ہے جس میں فرمایا مالم یحضر العصر. کوئی وقت مشترک درمیان میں نہیں اور جمہور کی طرف سے مالکیہ کی دلیل کا جواب: یہ مجاز فی المشارکت پر محمول ہے کہ یہ جو دوسرے دن فرمایا کہ دوسرے دن ظہر کی نماز اس وقت پڑھائی جب ہر چیز کا سایہ ایک مثل تھا۔ اس کے دو معنی ہیں ایک حقیقی اور ایک مجازی۔ معنی حقیقی یہ ہے جبرئیل نے مجھے نماز عصر پڑھائی (پہلے دن میں) جس وقت کہ ہر چیز کا سایہ ایک مثل ہو چکا تھا۔ یعنی مثل ثانی میں عصر کی نماز پہلے دن میں پڑھائی اور معنی مجازی یہ ہے کہ قریب قریب تھا تو عصر کی نماز کا وقت پہلے دن میں معنی حقیقی پر محمول ہے اور دوسرے دن میں ظہر کی نماز کا وقت معنی مجازی پر محمول ہے یعنی دوسرے دن جبرئیل نے مجھ کو نماز پڑھائی ظہر کی جس وقت کہ ہر چیز کا سایہ مثل اول کے ختم ہونے کے قریب قریب تھا تو اشتراک تب لازم آتا جبکہ دونوں جگہ حقیقی مراد ہوتا اور کلام بلیغ فصیح میں ایسا ہوتا رہتا ہے کہ ذکر کیا جاتا ہے فعل کو اور مراد لیا جاتا ہے قرب کو کلام قرب میں مجاز بالمشارکت استعمال ہوتا ہے۔ مثلاً قرآن میں ہے: فَإِذَا بَلَغْنَ أَجَلَهُنَّ فَامْسِكُوهُنَّ. اور دوسری جگہ ارشاد ہے: فَإِذَا بَلَغْنَ أَجَلَهُنَّ فَلَا جُنَاحَ. بظاہر دونوں معنوں میں تعارض ہے۔ پہلی آیت سے معلوم ہوتا ہے انقضائے عدت کے بعد پہلے خاوندوں کا حق باقی رہتا ہے اور دوسری آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ باقی نہیں رہتا تو رفع تعارض کی صورت یہی ہے مجاز بالمشارکت پہلے بلغن سے مراد قاربن الاجل ہے۔ قرب مراد ہے اور دوسرا ابلغن اپنے حقیقی معنی پر محمول ہے۔ پہلی آیت میں متعین ہے ذکر کیا بلوغ کو مراد لیا قرب بلوغ اجل کو۔ اس طرح سورۃ یٰسین میں ان کانت اور صحیحةً واحدةً تین جگہ آیا ہے مگر تینوں جگہ معنی مختلف ہے۔ آسان لفظوں میں بعنوان آخر یوں کیا جائے کہ کبھی فعل کو بول کر شروع فی الفعل مراد ہوتا ہے اور کبھی فعل کو بول کر فراغت عن الفعل مراد ہوتا ہے۔ اب پہلے مقام میں صلّٰی بمعنی شرع کے اور دوسرے مقام میں صلّٰی بمعنی فَرَغَ کے ہے۔ اب معنی یہ ہوگا کہ پہلے دن جس وقت عصر کی نماز (پڑھائی) یعنی نماز شروع کی تھی دوسرے دن اس وقت میں ظہر کی نماز پڑھ کر فارغ ہو چکے تھے اب بھی کوئی اشتراک باقی نہ رہا اور عصر کی نماز پڑھائی جس وقت کہ ہر چیز کا سایہ دو مثل ہو چکا تھا۔
سوال: عصر کی نماز کا وقت تو غروب شمس تک ہے؟ جواب: یہاں وقت مستحب کا بیان ہے اور اصفراء شمس میں وقت جواز ہے بلا کراہت اور غروب آفتاب میں وقت جواز مع الکراہت کا بیان ہے۔
وصلی بی المغرب حین افطر الصائم. مغرب کی نماز دونوں دنوں میں ایک وقت میں پڑھائی تو معلوم ہوا کہ مغرب کے وقت میں تضییق ہے۔
مسئلہ-۴: مغرب کا وقت مضیق ہے یا موسع ہے۔ ممتد ہے یا غیر ممتد ہے؟
احناف کے نزدیک مغرب کا وقت موسع ہے ممتد ہے اور شوافع کے نزدیک مضیق اور غیر ممتد ہے احناف کی پہلی دلیل۔ ماقبل والی روایت حدیث السائل عن اوقات الصلوٰۃ ہے جو حضرت بریدۃ سے مروی ہے۔
دوسری دلیل: مابعد میں حدیث آئے گی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مغرب کی نماز میں سورۃ اعراف پڑھا کرتے تھے اور ظاہر ہے کہ اس میں زیادہ وقت لگتا ہوگا۔ یہ تب ہو سکتا ہے جب مغرب کے وقت میں امتداد ہو۔ اگر مغرب کی نماز کے وقت میں توسع ہوتا تو حدیث امامت جبرئیل میں بتلایا جاتا اور ان کی دلیل بھی یہی حدیث ہے جمہور کی طرف سے۔
جواب-۱: یہ حدیث وقت افضل پر محمول ہے کیونکہ مغرب میں تعجیل افضل ہے نہ کہ وقت جواز پر۔
جواب-۲: یہ حدیث امامت جبرئیل متقدم ہے اور احادیث دالہ علیٰ امتداد وقت المغرب مؤخر ہیں۔ لہٰذا اس کی اتنی مقدار منسوخ

سمجھی جائے گی جتنی مقدار دوسری نصوص کے معارض ہے۔

جواب-۳: یہ جواب حاشیہ نصیریہ میں مذکور ہے کہ وہ احادیث جن میں مغرب کے وقت کی توسیع معلوم ہوتی وہ احادیث جو مغرب کے وقت کے موسع ہونے پر دال ہیں وہ اصح اسانید ہیں۔ بنسبت حدیث امامت جبرئیل کے تو تعارض کے وقت احادیث اصح الاسانید کو ترجیح ہوتی ہے۔

قولہ' هذا وقت الانبياء الخ۔ سوال: اس حدیث سے تو معلوم ہوتا ہے کہ (اس حدیث میں پانچ نمازوں کا ذکر ہوا) جس طرح پانچوں نمازیں امت محمدیہ پر فرض تھیں اسی طرح پہلے انبیاء پر بھی فرض تھیں اور ان کے لیے بھی وہی اوقات ہیں جو ان کے لیے ہیں تو اس سے یہ بات لازم آئی کہ عشاء کی نماز پہلے انبیاء کے لیے تھی حالانکہ آگے چل کر آئے گا کہ قول صحیح یہ ہے کہ عشاء کی نماز اُمت محمدیہ علیٰ صاحبھا الصلوٰۃ والسلام کی خصوصیت ہے؟

جواب-۱: ھذا کا مشارالیہ مجموعہ اوقات نہیں بلکہ اسفار ہے قریب صلوٰۃ فجر ہے۔

جواب-۲: اگر تسلیم کرلیا جائے کہ مجموعہ اوقات ہے تو پھر جواب یہ ہے کہ یہ تخصیص امم سابقہ کے اعتبار سے ہے تخصیص ہے نہ کہ انبیاء کے اعتبار سے اور حدیث پاک میں مذکور انبیاء ہیں۔ ہوسکتا ہے بعض انبیاء نے عشاء کی نماز پڑھی ہو۔ فرمایا: پہلے دن میں جس وقت سے نماز شروع ہوئی اور دوسرے دن جس وقت میں نماز پڑھ کر فارغ ہوئے ان کے درمیان کا وقت یعنی پہلے دن کی نماز کا مبداء اور دوسرے دن کی نماز کا منتھیٰ ان دونوں کے درمیان جو وقت ہے یہ ہر ایک نماز کا وقت اس نماز کا وقت ہے۔ مثلاً ظہر کی نماز کا مبداء زوال الشمس کے بعد اور منتھیٰ صار ظل کل شئی مثلہ ہے۔ اس مبداء اور منتھیٰ کے درمیان ظہر کی نماز کا وقت ہے اس طرح دوسری نمازوں کو قیاس کرلو۔ وقتین سے یہی مراد ہے۔

سوال: طرفین تو اس سے خارج ہوگئے؟ جواب: طرفین کا داخل ہونا تو جبرئیل کے قول سے ثابت ہوگیا اور عملاً طرفین کا ذکر ہوگیا' باقی مغرب کی نماز کے وقت میں افضل تعجیل ہے اس کا کوئی مبداء و منتھیٰ نہیں۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ

عَنِ ابْنِ شِهَابٍؓ اَنَّ عُمَرَ بْنَ عَبْدِالْعَزِيْزِؒ اَخَّرَ الْعَصْرَ شَيْئًا فَقَالَ لَهٗ عُرْوَةُ اَمَا اِنَّ جِبْرَئِيْلَ قَدْ نَزَلَ

حضرت ابن شہابؓ سے روایت ہے کہ عمر بن عبدالعزیزؒ نے ایک دن عصر کی نماز تاخیر سے پڑھی۔ عروہؓ نے اسے کہا خبردار جبرئیلؑ اترے

فَصَلّٰى اَمَامَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَهٗ عُمَرُ اِعْلَمْ مَا تَقُوْلُ يَا عُرْوَةُ فَقَالَ سَمِعْتُ

اس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے نماز پڑھی۔ عمرؒ نے عروہؓ سے کہا تو جان کیا کہتا ہے اے عروہؓ اس نے کہا میں نے

بَشِيْرَ بْنَ اَبِیْ مَسْعُوْدٍ يَّقُوْلُ سَمِعْتُ اَبَا مَسْعُوْدٍ يَّقُوْلُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

بشیر بن ابی مسعودؓ سے سنا اس نے کہا میں نے ابن مسعودؓ سے سنا کہتے تھے میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے

يَقُوْلُ نَزَلَ جِبْرَئِيْلُ فَاَمَّنِیْ فَصَلَّيْتُ مَعَهٗ ثُمَّ صَلَّيْتُ مَعَهٗ ثُمَّ صَلَّيْتُ مَعَهٗ ثُمَّ صَلَّيْتُ

سنا فرماتے تھے جبرئیلؑ اترے پس میری امامت کی میں نے اس کے ساتھ نماز پڑھی پھر اس کیساتھ نماز پڑھی پھر اس کے ساتھ نماز پڑھی پھر اس

مَعَهٗ يَحْسُبُ بِاَصَابِعِهٖ خَمْسَ صَلَوٰتٍ. (صحيح البخاری و صحيح مسلم)

کے ساتھ نماز پڑھی پھر اس کے ساتھ نماز پڑھی۔ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی انگلیوں سے حساب کرتے تھے۔ پانچ نمازوں کا۔

تشریح: حاصل حدیث:۔ ابن شہاب امام زہری کے نام سے مشہور ہیں ان سے روایت ہے کہ ایک دن حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے عصر کی نماز میں تھوڑی سی معمولی سی تاخیر کردی' قولہ' شیئاً کی تنوین تقلیل کیلئے ہے' یہ تاخیر کیوں کی؟ جواب: مسلمانوں کی مصالح میں سے کسی اہم مصلحت میں مصروف ہونے کی وجہ سے تاخیر ہوگئی تھی اس پر قرینہ یہ ہے کہ وہ منبر پر بیٹھے خطبہ دے رہے تھے تو اس سے

معلوم ہوتا ہے کہ وہ مسلمانوں کی مصالح میں سے کسی اہم مصلحت میں مصروف تھے۔
سوال: یہ واقعہ کس زمانے کا ہے؟ جواب: جس زمانے میں ولید بن عبدالملک کی جانب سے عمر بن عبدالعزیز مدینہ کے خادم تھے۔ الغرض یہ تاخیر حضرت عروۃ کو پسند نہ آئی (پس انہوں نے فرمایا اَمَا ان جبرئیل قد نزل فصلی امام رسول الله) فوراً پکڑ کر مواخذہ کیا، فرمایا آگاہ ہو جاؤ خبردار نماز سب سے زیادہ مہتم بالشان ہے اس کے مہتم بالشان ہونے ہی کی وجہ سے حضرت جبرائیل ان نمازوں کے اوقات کی تعلیم دینے کے لیے آسمان سے اترے آپ جیسے جلیل القدر عظیم المرتبہ آدمی سے اس جیسی کوتاہی نماز کی تاخیر میں نہیں ہونی چاہیے تھی۔

قولہ' فَصَلّٰی امام رسول الله صلی الله علیه وسلم: امام اس کو دو طرح ضبط کیا گیا ہے۔ (۱) **بفتح الهمزة اَمَام.** اس صورت میں یہ منصوب ہوگا ظرفیت کی بناء پر یعنی پس نماز پڑھائی جبرئیل نے رسول اللہ کے آگے یعنی جبرئیل امام بنے۔
(۲) **بکسر الهمزة.** اس صورت میں منصوب ہونے کی تین وجہیں ہیں۔
(۱) یہ منصوب ہے حال ہونے کی بناء پر معنی ہوگا حال کو نہ امام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ سوال: حال تو نکرہ ہوتا ہے یہ تو معرفہ ہے' جواب: یہ اضافت لفظی ہے اور اضافت لفظی تعریف کا فائدہ نہیں دیتی۔ (۲) یہ منصوب ہے کان بمع اسم کے خبر ہونے کی بناء پر یعنی فصلّٰی و کان امام رسول الله صلی الله علیه وسلم۔ پس نماز پڑھی اور وہ جبرئیل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے تھے۔ (۳) یہ منصوب ہے اعنی فعل مقدر کا مفعول بہ ہونے کی بناء پر اس عبارت سے مقصود حضرت عمر بن عبدالعزیز پر گرفت کرنی ہے اور مواخذہ کرنا ہے اور تنبیہ کرنی ہے کہ نماز بڑی اہم چیز ہے۔ اس گرفت پر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ جملہ ارشاد فرمایا: **قولہ' اعلم ماتقول اعلم.** اس کو تین طرح ضبط کیا گیا ہے۔ (۱) اِعْلَمْ. علم مصدر سے امر حاضر کا صیغہ۔ (۲) اَعْلِمْ. اعلام مصدر سے امر حاضر کا صیغہ۔ (۳) اَعْلَمُ. علم مصدر سے واحد متکلم فعل مضارع کا صیغہ۔
پہلی صورت کی بناء پر دو معنوں کا احتمال ہے۔ (۱) اے عروہ سوچ سمجھ کر کہو کہ کیا کہہ رہے ہو اس سے مقصود عروۃ کی کلام سابق کا انکار کرنا ہے پھر اس میں دو احتمال ہیں کہ کون سی بات کو مستبعد قرار دے رہے ہیں۔ تم سوچ سمجھ کر کہو کیا کہہ رہے ہو کہ جبرئیل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے امام بنے۔ مفضول افضل کا امام کیسے بن سکتا ہے غیر عالم عالم کا امام کیسے بن سکتا ہے' غیر نبی کا امام کیسے بن گیا' گویا امامت جبرئیل کا انکار کر رہے ہیں۔ (۲) اے عروہ سوچ سمجھ کر کہو حدیث کو بیان کرو' تم تابعی ہو' تم کیا اس وقت موجود تھے؟ لہٰذا تم حدیث کو بے سند مت بیان کرو' باسند بیان کرو اس لیے کہ اگر بے سند بیان کرو گے (کرنا شروع کر دیا) تو اس سے کئی بڑے مفاسد پیدا ہو سکتے ہیں۔
جلیل القدر عظیم المرتبہ جیسے آدمی کے لائق نہیں کہ بے سند حدیث کو بیان کرے اور دوسری صورت میں معنی متعین ہے کہ اپنی سند کو ذی شان بناؤ یعنی باسند بیان کرو۔ (۳) تیسری صورت میں معنی یہ ہوگا کہ اے عروہ جو تم کہہ رہے ہو مجھے معلوم ہے۔ الراجح ھو الاول۔
قولہ' فقال سمعت بشیر الخ. حضرت عروہ کی آنے والی کلام سے حضرت عمر بن عبدالعزیز کے انکار کا ازالہ کیسے ہوا اگر انکار پہلی بات کا تھا یعنی امامت جبرئیل کو مستبعد سمجھنا تو پھر انکار کا ازالہ امّنی کے لفظ سے ہوا کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے ہیں امّنی جبرئیل تو تسلیم کر لو سر تسلیم خم کر لو۔ یہ سوال مت اٹھاؤ کہ مفضول افضل کا امام کیسے بن گیا اور انکار کی دوسری وجہ تھی دوسری بات کو مستبعد سمجھنا تھا تو پھر انکار سند کو بیان کرنے سے ازالہ ہو گیا کہ لو میں نے سند بیان کر دی ہے مجھے سند بتمام اجزاء یاد ہے نہ بیان کرنا اختصار کی وجہ سے تھا۔
سوال: بات تو چلی تھی اوقات سے لیکن یہاں پر تو اوقات کو تو بیان کیا نہیں؟ جواب: حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو اوقات تو پہلے سے ہی معلوم تھے صرف تاخیر پر تنبیہ کرنی تھی۔ یحسب حساب سے ہے شمار کر رہے تھے۔

وَعَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ اَنَّهٗ كَتَبَ اِلٰى عُمَّالِهٖ اَنَّ اَهَمَّ اُمُوْرِكُمْ عِنْدِى الصَّلَاةُ مَنْ حَفِظَهَا وَحَافَظَ
حضرت عمرؓ بن خطاب سے روایت ہے انہوں نے اپنے عاملوں کی طرف لکھا تحقیق تمہارے کاموں میں نہایت ضروری کام میرے نزدیک نماز ہے جس نے اسکی
عَلَيْهَا حَفِظَ دِيْنَهٗ وَمَنْ ضَيَّعَهَا فَهُوَ لِمَا سِوَاهَا اَضْيَعُ ثُمَّ كَتَبَ اَنْ صَلُّوا الظُّهْرَ اِذَا كَانَ الْفَيْئُ ذِرَاعًا
محافظت کی اور اس نے حفاظت کی اپنے دین کی اور جس نے اس کو ضائع کر دیا وہ اس چیز کو جو نماز کے سوا ہے۔ بہت ضائع کرنے والا ہے۔ پھر لکھا ظہر کی نماز پڑھو

اِلٰی اَنْ یَکُوْنَ ظِلُّ اَحَدِ کُمْ مِثْلَہٗ وَالْعَصْرُ وَالشَّمْسُ مُرْتَفِعَۃٌ بَیْضَاءُ نَقِیَّۃٌ قَدْرَ مَا یَسِیْرُ الرَّاکِبُ
جب سایہ زوال کا ایک گز ہو یہاں تک کہ ایک مثل ہو جائے اور عصر اس وقت پڑھو جب سورج بلند سفید صاف ہو۔ اندازہ اسکا کہ سوار چھ یا نو کوس سورج غروب ہونے
فَرْسَخَیْنِ اَوْثَلَاثَۃً قَبْلَ مَغِیْبِ الشَّمْسِ وَالْمَغْرِبَ اِذَا غَابَتِ الشَّمْسُ وَالْعِشَاءَ اِذَا غَابَ الشَّفَقُ
سے پہلے سفر طے کر لے اور مغرب پڑھو جب سورج غروب ہو اور عشاء جس وقت شفق غائب ہو ایک تہائی رات تک پس جو شخص سوئے اس کی آنکھیں نہ سوئیں پس جو
اِلٰی ثُلُثِ اللَّیْلِ فَمَنْ نَامَ فَلَا نَامَتْ عَیْنُہٗ وَالصُّبْحَ وَالنُّجُوْمُ بَادِیَۃٌ مُشْتَبِکَۃٌ. (رواہ موطا امام مالک)
شخص سوئے اسکی آنکھیں نہ سوئیں جو شخص سوئے اس کی آنکھیں نہ سوئیں اور صبح کی نماز پڑھو جب کہ ستارے ظاہر ہوں جمع ہو کر چمکنے والے روایت کیا اسکو مالک نے۔

تشریح: حاصل حدیث:۔اس حدیث میں اس والا نامے کا تذکرہ ہے جو والا نامہ حضرت عمر بن الخطاب نے اپنے زمانے کے حکام کی طرف سے نماز کے اوقات کی تعلیم دینے کے لیے لکھا تھا جس میں نماز کی اہمیت کا تذکرہ تھا۔ چنانچہ نماز کے اوقات بیان کرنے سے قبل تمہیداً نماز کے مہتم بالشان ہونے کو بتایا کہ تمہارے امور میں سے سب سے زیادہ اہم امر اور مقصود میرے نزدیک نماز ہے۔ عندی الصلاۃ ۔ یہ امتثال پر آمادہ کرنے کے لیے کہا کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جاہ وجلال مشہور تھا اس کی وجہ سے رعب تھا کہ اگر نماز نہیں پڑھیں گے تو زبردست سزا ملے گی۔ آگے فرمایا کہ جس نے نماز کی محافظت کی اور اس پر مداومت کی تو اس نے اپنے دین کو محفوظ کر لیا۔

قولہ' من حفظھا و حافظ علیھا. یہ تاکید بھی بن سکتا ہے اور تاسیس بھی۔ اگر تاسیس ہو تو اس صورت میں حفیظ سے مراد نماز کے شرائط و فرائض اور اس کو وقت پر ادا کرنا ہے۔ **حافظ علیھا** سے مراد اس پر مواظبت و مداومت اختیار کرنا یعنی ایک دو دن نماز پڑھنا نہیں بلکہ مداومت اختیار کرنے سے دین کی حفاظت ہو گی اور تاکید کے معنے میں ہو تو مراد نماز کو اس کے حقوق کے ساتھ ادا کیا' اس نے دین کو محفوظ کر لیا۔ اس کے دو مطلب ہیں یا تو اس نے نماز والے حصے کو محفوظ کر لیا یا اس نے اپنے پورے دین کو محفوظ کر لیا کیونکہ **ان الصلوٰۃ تنھی عن الفحشاء والمنکر.** اور جس نے نماز کو محفوظ نہ کیا بلکہ نماز کو ضائع کر دیا تو اس نے باقی امور دینیہ کی حفاظت نہیں کی۔ (یہ علامت ہے) چنانچہ اس تمہید کے بعد نماز کے اوقات کو بیان فرمایا کہ ظہر کا وقت زوال شمس کے ہو جانے کے بعد جب سایہ ہر چیز کا ایک مثل تک ہو جائے اس وقت تک ہے۔ بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاں بھی ظہر کا وقت ایک مثل تک ختم ہو جاتا ہے تو یہ امام صاحب کے قول بالمثلین کے خلاف ہے۔

امام صاحب کی طرف سے جواب یہ ظہر شتائی پر محمول ہے اور ظہر شتائی پر اتفاق ہے کہ ایک مثل تک ادا کر دی جائے اور یا یہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اپنا اجتہاد ہے۔ ظہر شتائی کے مراد لینے پر قرینہ یہ ہے کہ طحاوی کی روایت جس میں فرمایا کہ امام کو حکم دیا کہ ظہر کی اذان تاخیر سے کہو اور عصر کی نماز پڑھو۔ درانحالیکہ سورج بلند ہو صاف شفاف ہو اتنی مقدار کہ یہاں تک کہ مسافر راکب ۶ میل سے ۹ میل تک سفر کر لے' فاصلہ طے کر لے تو اس سے معلوم ہوا کہ عصر کی نماز میں تعجیل ہے اور مغرب کی نماز پڑھو جس وقت سورج غروب ہو جائے اور عشاء کی نماز پڑھو رات کے تہائی حصہ تک۔

فمن نام فلا نامت عینہٗ یہ کنایہ ہے کہ جو شخص عشاء کی نماز سے پہلے سو جائے اللہ کرے اس کو راحت نصیب نہ ہو۔ (تین مرتبہ ذکر کیا۔) عشاء سے پہلے سونے کی قباحت اپنے غضب کو بتلانے کیلئے علی وجہ المبالغہ بیان فرمائی۔

مسئلہ:۔ عشاء سے پہلے سونے کا کیا حکم ہے مالکیہ کے نزدیک مکروہ ہے' احناف کے نزدیک تفصیل ہے اگر متیقظ کا انتظام کیا ہوا ہو تو مکروہ نہیں اگر متیقظ کا انتظام نہ ہو تو مکروہ ہے۔ اگر فوات جماعۃ کا اندیشہ ہو تو مکروہ ہے اور حدیث کے مصداق بھی یہی ہے کہ **الا** یہ کہ اگر خود نائم متیقظ ہے اور یا اس نے کوئی خادم وغیرہ رکھا ہے بیدار کرانے کے لیے یا کوئی وظیفہ ہے اس کے پاس تو پھر سونا مکروہ نہیں جائز ہے۔ آگے فرمایا کہ فجر کی نماز غلس میں پڑھو یعنی جب قرآت طویلہ کرنی ہو تو غلس میں پڑھو ورنہ اسفار افضل ہے۔

قولہ' والنجوم بادیۃ مشتبکۃ. درانحالیکہ ستارے ظاہر ہوں ملے جلے ہوں واللہ اعلم بالصواب۔

وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ كَانَ قَدْرُ صَلَاةِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الظُّهْرَ فِي الصَّيْفِ ثَلَاثَةَ
حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ظہر کی نماز کا اندازہ گرمیوں میں تین
اَقْدَامٍ اِلٰى خَمْسَةِ اَقْدَامٍ وَفِي الشِّتَاءِ خَمْسَةِ اَقْدَامٍ اِلٰى سَبْعَةِ اَقْدَامٍ. (رواه ابوداؤد والنسائی)
قدم سے پانچ قدم تک اور سردیوں میں پانچ قدم سے لے کر سات قدم تک۔ روایت کیا اس کو ابوداؤد نے اور نسائی نے

تشریح: حاصل حدیث:۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہر کی نماز کے ادا کرنے کے زمانے کی مقدار گرمیوں میں تین قدموں سے پانچ قدموں تک تھی۔ یعنی گرمیوں کے موسم میں جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم زوال شمس کے بعد ظہر کی نماز میں تاخیر کرتے تھے اس کی مقدار تین سے پانچ قدموں تک تھی اور سردیوں کے موسم میں پانچ قدموں سے سات قدموں تک تھی۔ یعنی اتنی مقدار سایہ آنے پر نماز ظہر ادا کرتے۔ یہاں عبارت میں حذف ہے یہ تفاوت اس لیے کہ گرمیوں میں سایہ کم ہوتا ہے اور سردیوں میں زیادہ ہوتا ہے۔ (یعنی نماز کو اول وقت میں ادا کرنا چاہیے)

بَابُ تَعْجِيْلِ الصَّلٰوةِ

جلدی نماز پڑھنے کا بیان

نمازوں میں تعجیل افضل ہے یا تاخیر: یعنی اول وقت میں نمازوں کو ادا کرنا افضل ہے یا اخیر وقت میں ادا کرنا افضل ہے، شوافع کا مذہب یہ ہے کہ تمام نمازوں میں مطلقاً تعجیل افضل ہے اور احناف کے نزدیک مغرب اور ظہر شتائی میں تعجیل افضل ہے ان کے علاوہ (یعنی ظہر صیفی اور فجر وعصر وعشاء) میں تاخیر افضل ہے چونکہ صاحب مشکوٰۃ شافعی المسلک ہیں اس لیے انہوں نے اس عنوان کے تحت مستقل "باب تعجیل الصلوٰۃ" قائم کیا۔ کسی نماز کی کوئی تخصیص نہیں ہے شوافع کے اس پر کئی دلائل ہیں جو فصل ثانی میں آ رہے ہیں اس لیے ہم پہلے فصل ثانی ذکر کریں گے بعد میں فصل اول ذکر کریں گے۔

شوافع کی دلیل: اول حدیث علیؓ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تین چیزیں ایسی ہیں کہ جن کو مؤخر نہیں کرنا چاہیے (۱) **الصلوٰۃ اذا اتت.** نماز کا وقت جب آ جائے تو اس کو مؤخر نہ کرنا چاہیے۔ (۲) **الجنازۃ اذا حضرت:** نماز جنازہ جب تیار ہو جائے تو اس میں بھی تاخیر نہیں کرنی چاہیے۔ (۳) **الایم اذا وجدت لها کفواً.** بے نکاحی عورت کے لیے جب کفو مل جائے تو تاخیر نہ کر۔ تو **الصلوٰۃ اذا اتت** سے معلوم ہوا کہ تعجیل افضل ہے۔

احناف کی طرف سے جواب (۱) اذا اتت اپنے اطلاق پر نہیں بالاجماع کیونکہ جب نماز کا وقت آ جائے تو ہو سکتا ہے وہ بے وضو ہو، ساتر عورت نہ ہو تو الغرض اذا اتت کو بالاجماع اپنے عموم پر باقی نہیں رکھا جا سکتا ورنہ اس کا مطلب یہ ہوگا کہ اگر بے وضو ہے اور نماز کا وقت آ گیا تو اسی طرح نماز پڑھ لے اور اگر ساتر عورت نہ بھی ہو تو نماز پڑھے بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ بعد وجود **کما ینبغی** تاخیر نہیں کرنا چاہیے اور بعد وجود **کما ینبغی** میں سے ایک وقت مستحب بھی ہے تو وقت مستحب تک تاخیر کرنا چاہیے۔

جواب (۲) علامہ زیلعیؒ نے تخریج الزیلعی میں ص ۲۴۴ پر امام ترمذی کا قول نقل کیا ہے کہ امام ترمذی فرماتے ہیں: "**غریب اسنادہ لیس بمتصل فکیف الاستدلال**" لہٰذا یہ قابل استدلال نہیں لیکن یہ قول ترمذی میں کہیں بھی نہیں۔ الا یہ کہا جائے کہ ہو سکتا ہے امام زیلعی کے پاس کوئی قدیم نسخہ موجود ہو کیونکہ امام زیلعی کی نقل غلط نہیں ہو سکتی بہت محتاط ہیں۔ علماء نے اس پر اعتماد کیا ہے ان کی نقل معتمد ہے اور رہا **والجنازۃ اذا حضرت**۔ اس میں دو احتمال ہیں اگر حضور للصلوٰۃ مراد ہو تو مقید ہے اوقات مکروہ کے ماسوا کی قید کے ساتھ۔ یعنی اوقات مکروہ کے ماسوا اگر جنازہ حاضر ہو جائے نماز کے لیے تو اس میں تاخیر نہ کر، احناف کے نزدیک اوقات مکروہ میں نماز جنازہ مکروہ تنزیہی

ہےاور اگر حضور مراد ہوتو پھر کوئی قید نہیں مطلق ہے۔

الایم۔الایم کا اطلاق جس طرح بے نکاحی عورت پر ہوتا ہے اسی طرح بے نکاحی مرد پر بھی ہوتا ہے لیکن یہاں پر قرینہ کی وجہ سے بے نکاحی عورت مراد ہے قرینہ آگے لھا ضمیر مؤنث آرہی ہے۔

شوافع کی دلیل ثانی:عن ابن عمر رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم الوقت الاول من الصلوٰۃ . اس دلیل کا حاصل حدیث کا یہ ہے کہ نماز کا اول وقت اللہ کی رضامندی کا سبب ہے اور آخری وقت اللہ سے معافی مانگنے کا وقت ہے۔

طریق استدلال (الوقت مراد) شوافع کہتے ہیں کہ ہم اس بات کو راجح قرار دیتے ہیں کہ سرے سے کی کوتاہی نہ ہو کی کوتاہی ہو پھر معاف کردی جائے اس لیے شوافع اس سے استدلال کرتے ہیں چونکہ اول وقت الصلوٰۃ اللہ کی رضامندی کا وقت ہے اس لیے اس میں تعجیل افضل ہے۔

احناف کی طرف سے جواب: جو کہ حاشیہ نصیر یہ میں مذکور ہے کہ الوقت الاول سے مراد مطلق وقت نہیں بلکہ مختار وقت مراد ہے۔ یعنی مستحب وقت اس پر قرینہ الوقت الآخر ہے اس سے مراد وقت مکروہ ہے جو اس کا مقابل ہے۔ظاہر ہے کہ وقت مکروہ کا مقابل وقت مستحب ہے۔دوسرا جواب اگلی حدیث میں آرہا ہے۔

شوافع کی دلیل ثالث:وعن اُم فروۃؓ قالت سئل النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم ای الاعمال افضل الخ ص ۶۱ اس دلیل کا حاصل یہ ہے کہ حضرت اُم فروہؓ فرماتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا کہ ای الاعمال افضل تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:الصلوٰۃ لاول وقتھا. نماز کو اس کے اول وقت میں ادا کرنا یہ افضل الاعمال ہے۔

باقی افضل الاعمال دوسری احادیث میں اور چیزوں کو فرمایا اس کے جواب گزر چکے ہیں۔ایک یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم روحانی طبیب ہیں جس کے مناسب جو نسخہ سمجھا اس کو وہی بتلا دیا۔الغرض اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نماز کو اول وقت میں ادا کرنا یہ من جملہ افضل الاعمال میں ہے۔

احناف کی طرف سے جواب (۱) جو کتاب میں مذکور ہے جس کو صاحب مشکوٰۃ و قال الترمذی سے نقل کررہے ہیں۔ لایروی الحدیث الامن حدیث عبداللّٰہ بن عمر العمری وھو لیس بالقوی عند اھل الحدیث. لہٰذا محدثین کے ہاں چونکہ عبداللہ بن عمر العمری قوی نہیں ہے اور یہ حدیث عبداللہ بن عمر العمری کے واسطہ کے ماسوا مذکور ہی نہیں ہے لہٰذا اس کے موجود ہونے کی وجہ سے یہ حدیث قابل استدلال نہیں۔

قولہ لیس بالقوی الفاظ جرح میں سے ہے تو حدیث ابن عمرؓ کا (جو بھی اوپر گزر چکی ہے)

جواب (۲) اس پر بھی یہی مواخذہ ہوگا کہ اس میں بھی عبداللہ بن عمر العمری ہیں۔باقی قوی نہیں ہیں ضبط نہیں ہے حفظ نہیں تھا۔وجہ اس کی یہ ہے کہ یہ زاہد تھا عابد تھا کثیر العبادۃ تھا ضبط نہیں اس لیے کہ علم حدیث کے ساتھ زیادہ اشتغال نہیں تھا۔یہ مطلب نہیں تھا کہ عدالت مجروح تھی عدالت کوئی مجروح نہیں تھی کثیر الزہد تھا۔پہلی حدیث کی سند میں یہی راوی ہیں اگر ام فروہ والی حدیث قابل استدلال نہیں ہوسکتی اس کی وجہ سے تو ابن عمرؓ والی حدیث بھی صالح للاستدلال نہیں ہوسکتی۔کیسا استدلال ہے اور انصاف کہ باوجودیکہ یہ حدیث شافعی المسلک کے خلاف تھی لیکن پھر بھی بتلا دیا کہ لایروی الحدیث الخ.

شوافع کی دلیل رابع:عن عائشہ رضی اللّٰہ تعالیٰ عنھا قالت ماصلی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم صلوٰۃ لوقتھا الآخر الخ ص ۶۱ اس دلیل کا حاصل یہ ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی نماز اس آخری وقت میں دو مرتبہ نہیں پڑھی حتیٰ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روح قبض کرلی گئی۔

سوال: آخری وقت میں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نمازوں کو ایک مرتبہ سے زائد مرتبہ ادا کیا ہے۔مثلاً غزوہ خندق کے موقع پر نمازوں کو مؤخر کیا تھا اور لیلۃ التعریس میں مؤخر کیا تھا۔اسی طرح اور بھی مواقع ہیں تو پھر حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا مرتین کی نفی کرنا کیسے صحیح ہے؟

جواب-۱: اس کا مطلب یہ ہے کہ اپنے قصد و اختیار سے ایک نماز کو دو مرتبہ آخری وقت میں ادا نہیں کیا اپنے قصد و اختیار سے صرف ایک

مرتبہ حدیث السائل عن اوقات الصلوٰۃ کے موقعہ پر موخر کیا تھا۔باقی لیلۃ التعریس یا غزوہ خندق کے موقعہ پر یہ اپنے قصد واختیار سے نہیں تھا۔

جواب-۲: مرتین سے مراد کثرۃ کی نفی ہے یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ معمول نہیں تھا باقی شوافع کا اس حدیث سے طریق استدلال یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ہی مرتبہ نماز کو اخیری وقت میں ادا کیا تو معلوم ہوا کہ اصل معمول اور افضل یہی تھا کہ نمازوں میں تعجیل ہے ورنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ معمول نہ ہوتا۔

احناف کی طرف سے دلیل رابع کا جواب:۔حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بعد ایک راوی اسحاق ابن عمر ہیں اس کا حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے سماع ثابت نہیں ہے اسنادہ لیس بمتصل علامہ زیلعی نے اس پر اضافہ کیا کہ اگر سند کا متصل ہونا ثابت ہو بھی جائے تو بھی یہ حدیث قابل استدلال نہیں کیونکہ اسحاق ابن عمر یہ مجہول راوی ہے کوئی معلوم نہیں ثابت العدالت ہے یا ساقط العدالت ہے۔بس یہ مذکور احادیث اربعہ شوافع کی دلیلیں ہیں ان میں صلوٰۃ دون صلوٰۃ کی کوئی تخصیص نہیں بلکہ مطلقاً تعجیل افضل ہے ان کے جوابات بھی ہو چکے باقی احناف کے دلائل اپنے اپنے مقام پر آتے رہیں گے۔خاص طور پر فصل اول امام صاحب کی دلیل ہے۔واللہ اعلم بالصواب۔

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ

عَنْ سَيَّارِ بْنِ سَلَامَةَؒ قَالَ دَخَلْتُ اَنَا وَاَبِیْ عَلٰی اَبِیْ بَرْزَةَ الْاَسْلَمِیِّؓ فَقَالَ لَهٗ اَبِیْ كَيْفَ كَانَ رَسُوْلُ

حضرت سیار بن سلامہؒ سے روایت ہے کہا کہ میں اور میرا باپ ابو برزہ اسلمیؓ پر داخل ہوئے۔ میرے باپ نے اسے کہا رسول اللہ

اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّی الْمَكْتُوْبَةَ فَقَالَ كَانَ يُصَلِّی الْهَجِيْرَ الَّتِیْ تَدْعُوْنَهَا الْاُوْلٰى حِيْنَ

صلی اللہ علیہ وسلم فرض نماز کس طرح پڑھتے تھے کہا ظہر کی نماز جس کو تم پہلی نماز کہتے ہو جب دوپہر ڈھلتی اس وقت پڑھتے

تَدْحَضُ الشَّمْسُ وَيُصَلِّی الْعَصْرَ ثُمَّ يَرْجِعُ اَحَدُنَا اِلٰى رَحْلِهٖ فِیْ اَقْصَى الْمَدِيْنَةِ وَالشَّمْسُ حَيَّةٌ

اور عصر کی نماز پڑھتے کہ ایک ہمارا مدینہ کے کنارے پر اپنے مکان میں آتا اس وقت سورج زندہ ہوتا

وَنَسِيْتُ مَاقَالَ فِی الْمَغْرِبِ وَكَانَ يَسْتَحِبُّ اَنْ يُّؤَخِّرَ الْعِشَآءَ الَّتِیْ تَدْعُوْنَهَا الْعَتَمَةَ وَكَانَ يَكْرَهُ

اور مغرب کے متعلق جو کچھ کہا میں بھول گیا ہوں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم عشا کی نماز کو جس کو تم عتمہ کہتے ہو دیر سے پڑھنا پسند کرتے تھے

النَّوْمَ قَبْلَهَا وَالْحَدِيْثَ بَعْدَهَا وَكَانَ يَنْفَتِلُ مِنْ صَلٰوةِ الْغَدَاةِ حِيْنَ يَعْرِفُ الرَّجُلُ جَلِيْسَهٗ وَيَقْرَاُ

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم عشا سے پہلے سونا اور بعد میں باتیں کرنا ناپسند فرماتے تھے اور صبح کی نماز سے فارغ ہوتے جس وقت کہ آدمی اپنے ہم

بِالسِّتِّيْنَ اِلَى الْمِائَةِ وَفِیْ رِوَايَةٍ وَّلَا يُبَالِیْ بِتَاْخِيْرِ الْعِشَآءِ اِلٰى ثُلُثِ اللَّيْلِ وَلَا يُحِبُّ النَّوْمَ قَبْلَهَا

نشین کو پہچان لیتا اور ساٹھ آیتوں سے لے کر سو آیت تک پڑھتے۔ایک روایت میں ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پروا نہیں کرتے تھے کہ عشا کو ایک تہائی

وَالْحَدِيْثَ بَعْدَهَا. (صحيح البخاری و صحيح مسلم)

رات تک موخر کردیں اور عشا سے پہلے سونا اور بعد میں باتیں کرنا پسند نہیں فرماتے تھے۔

تشریح: حاصل حدیث:۔حضرت سیار بن سلامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں اور میرے والد حضرت ابو برزہ اسلمیؓ پر داخل ہوئے ان کی خدمت میں حاضر ہوئے اور میرے والد نے ابو برزہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی فرض نمازوں کے متعلق یعنی نمازوں کے اوقات کے متعلق پوچھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرض نمازوں کو اول وقت میں ادا کرتے تھے یا اخیر وقت میں ادا کرتے تھے؟ اس پر ابو برزہؓ نے ظہر کی نماز کا وقت بتلایا کہ فرمایا نماز پڑھتے تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس شدت (گرمی والی نماز کی) ظہر کی نماز جس کو تم الاولی سے تعبیر

کرتے ہو جس وقت کہ ڈھل جاتا سورج مغرب کی طرف۔ اصل میں ھجیرہ اور ہاجرہ سخت گرمی کو کہتے ہیں چونکہ ظہر کی نماز کے وقت میں بھی بہت زیادہ گرمی ہوتی ہے اس لیے ہجیرہ فرمایا۔ باقی الاولیٰ سے مراد ظہر کی نماز ہے۔ الاولیٰ سے اس لیے تعبیر کرتے ہیں کہ اس نماز سے تعلیم اوقات صلوٰۃ کا آغاز ہوا۔ وجہ نہار عرفی طلوع آفتاب کے بعد شروع ہوتا ہے تو نہار عرفی کی یہ پہلی نماز ہے۔ نیز ہماری زبان میں کہتے ہیں ظہر کی نماز کو۔ یہ اس وجہ سے ہے کہ یہ دن میں پہلی نماز ہے۔ پیشی فارسی کا لفظ ہے بمعنی سامنے یا آگے پہلے جو آگے ہوتا ہے وہ پہلے ہوتا ہے۔

قولہ' حین ترحض الشمس یہ بظاہر احناف کے خلاف ہے کیونکہ اس سے معلوم ہوتا ہے سورج ڈھلنے کے بعد آپ فرض نماز ادا کرتے تھے تو تعجیل افضل ہوئی احناف کی طرف سے جواب یہ ظہر شتائی پر محمول ہے اور ظہر شتائی میں اجماع ہے کہ تعجیل افضل ہے لہٰذا ہمارے خلاف حجت نہیں ہے۔

قولہ' ویصلی العصر الخ کا عصر کی نماز کا وقت بتلایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم عصر کی نماز ادا کرتے تھے پھر لوٹ جاتا تھا ہم میں سے ہر ایک اپنے کجاوے کی طرف اپنے کوچ کرنے کی طرف شہر کے کناروں میں۔ دراں حالیکہ سورج روشن ہوتا یعنی سورج ابھی افق سے اوپر اوپر ہوتا کہ ہم میں سے ہر ایک عصر کی نماز ادا کر کے شہر کے کناروں میں اپنے اپنے گھروں میں پہنچ جاتے تھے تو اس سے معلوم ہوا کہ عصر میں تعجیل افضل ہے تو یہ احناف کے خلاف ہوئی۔

احناف کی طرف سے جواب۔ اس سے کوئی تعجیل معلوم نہیں ہوتی اس لیے کہ عصر کی نماز کے بعد شہر کے کناروں میں پہنچ جانا کوئی مستبعد نہیں۔ خصوصاً اہل عرب کی جفاکشی کو سامنے رکھا جائے۔ اہل عرب کمزور تو نہیں تھے۔

قولہ' و نسیت ما قال فی المغرب. کتنا احتیاط ہے روایت کو بیان کرنے میں۔ وکان یستحب الخ۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم عشاء کو مؤخر کرنا پسند فرماتے تھے وہ عشاء جس کو تم عتمہ کہتے ہو۔ صلوٰۃ عتمہ سے مراد صلوٰۃ العشاء ہے۔ عتمہ اس اندھیرے کو کہتے ہیں جو شفق کے غروب ہونے کے بعد ہوتا ہے۔ اس کا نام (عشاء کا نام) عتمہ رکھنا تعیین کے لیے ہے کیونکہ محاورات عرب میں مغرب کی نماز کو عشاء اولیٰ سے تعبیر کرتے تھے اور عشاء کو عتمہ سے تعبیر کرتے تھے۔

سوال: دوسری احادیث میں تو عشاء کو عتمہ کہنے سے منع فرمایا ہے یہاں تو عشاء کو عتمہ کہا ہے؟ جواب: اس کا مطلب یہ ہے کہ عشاء کو عتمہ کہنے کی عادت مت بناؤ یہ مکروہ تنزیہی ہے۔ ہاں اگر مخاطب ایسا ہے کہ وہ عشاء کو عتمہ ہی کے نام سے پہچانتا ہے تو پھر جائز ہے۔

اور عشاء سے پہلے سونے کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم ناپسند سمجھتے تھے یہ مسئلہ گزر چکا اور عشاء کے بعد بے فائدہ باتیں کرنے کو بھی ناپسند سمجھتے تھے۔ یعنی ایسی باتوں کو ناپسند سمجھتے تھے کہ جن میں نہ دینی فائدہ ہے اور نہ دنیاوی فائدہ ہے۔ لایعنی باتیں لہٰذا اس سے سبق کا تکرار بیوی سے باتیں کرنا اور مہمان سے باتیں کرنا مستثنیٰ ہو گئے اس لیے کہ اگر مطلق باتیں منع ہوں تو اس طرح تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اپنی ازواج مطہرات سے عشاء کے بعد باتیں کیں ہیں۔ تو معلوم ہوا کہ غلس میں نماز شروع کرتے تھے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر قرأت کرنی ہو تو غلس میں نماز شروع کرے اور اسفار میں ختم کرے۔ چنانچہ احناف کا ایک قول یہی ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔ اور ایک روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم عشاء کی نماز ثلث اللیل تک مؤخر کرتے تھے اور عشاء سے پہلے سونے کو پسند نہیں کرتے تھے اور اس کے بعد بے فائدہ باتیں کرنے کو ناپسند کرتے تھے۔

وَعَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ سَأَلْنَا جَابِرَ بْنَ عَبْدِاللّٰهِ عَنْ صَلٰوةِ

حضرت محمد بن عمرو بن حسن بن علیؓ سے روایت ہے کہا کہ ہم نے جابر بن عبداللہؓ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کے متعلق دریافت کیا۔ کہا آپ

النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ كَانَ يُصَلِّي الظُّهْرَ بِالْهَاجِرَةِ وَالْعَصْرَ وَالشَّمْسُ حَيَّةٌ وَالْمَغْرِبَ اِذَا

صلی اللہ علیہ وسلم ظہر کی نماز دوپہر ڈھلے پڑھتے اور عصر کی نماز جب کہ سورج زندہ ہوتا اور مغرب جس وقت سورج غروب ہوتا اور عشا کی نماز اگر لوگ جلد اکٹھے

وَجَبَتْ وَالْعِشَآءَ اِذَا كَثُرَ النَّاسُ عَجَّلَ وَاِذَا قَلُّوْا اَخَّرَ وَالصُّبْحَ بِغَلَسٍ (صحیح البخاری و صحیح مسلم)

ہو جاتے تو جلد پڑھ لیتے اور اگر دیر سے جمع ہوتے تو دیر سے پڑھتے اور صبح کی نماز اندھیرے میں پڑھتے۔

تشریح: حاصل حدیث:۔اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ظہر کی نماز میں تعجیل افضل ہے۔
اس حدیث کے جوابات:۔ جواب (۱) ظہر شتائی پر محمول ہے۔ جواب (۲) ظہر صیفی میں تاخیر کے باوجود یہ کہنا بہتر ہے کہ وہ سخت گرمی میں ادا کرتے تھے اس لیے کہ اس وقت میں بھی سخت گرمی ہوتی ہے یا یہ کبھی کبھار بیان جواز کے لیے تعجیل فرمایا کرتے تھے۔
قوله' والعشاء اذا اكثر۔اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ تعجیل میں افضلیت ذاتی نہیں ہے بلکہ عارض کی وجہ سے ہے۔امر آخر کی وجہ سے افضلیت ذات کے اعتبار سے تاخیر ہے۔عشاء میں اصل تاخیر ہی ہے یہ عارض ہوتا کہ اگر لوگ زیادہ آجاتے تو جلدی پڑھ لیا کرتے تھے تو اس بات کے احناف بھی قائل ہیں کہ اگر نمازیوں کے کم ہونے کا اندیشہ ہو تو نماز میں تعجیل کرنا (افضل ہے) چاہیے۔
قوله والصبح بغلس الخ صبح کی نماز تاریکی میں پڑھنے کا سبب بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ چونکہ صحابہؓ رات بھر سونے کے بجائے ذکر و عبادت میں مشغول رہنے کی وجہ سے صبح سویرے ہی مسجد میں موجود رہتے تھے اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم جماعت کی کثرت کے پیش نظر جلدی پڑھ لیتے تھے۔
آخر میں اتنی بات سمجھ لیجئے کہ اس حدیث سے یہ بالکل ثابت نہیں ہوتا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مستقلاً تاریکی ہی میں فجر کی نماز پڑھتے تھے اور اگر بفرض محال اسے مان بھی لیا جائے تو یہ ثابت ہے کہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فجر کی نماز روشنی میں پڑھنے کا حکم دیا ہے اور حنفیہ کے نزدیک فعل کے مقابلہ میں امر (یعنی حکم) کو ترجیح دی جاتی ہے۔اور یہ بھی معلوم ہوا کہ فجر کی نماز غلس میں ادا کرنی چاہیے اور اسفار میں ختم ہو۔احناف کے یہ خلاف ہے کیونکہ احناف کہتے ہیں بدایۃ ونہایۃ فجر اسفار میں ہونی چاہیے۔

وَعَنْ اَنَسٍؓ قَالَ كُنَّا اِذَا صَلَّيْنَا خَلْفَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالظَّهَائِرِ سَجَدْنَا عَلٰى ثِيَابِنَا اتِّقَاءَ
حضرت انسؓ سے روایت ہے کہا کہ جس وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے ظہر کی نماز پڑھتے گرمی سے بچاؤ کیلئے اپنے کپڑوں پر سجدہ کرتے۔
الْحَرِّ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَلَفْظُهُ لِلْبُخَارِيِّ.)
متفق علیہ اور اس کے لفظ بخاری کے ہیں۔

تشریح: حاصل حدیث:۔اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ظہر کی نماز کو انتہائی گرمی میں ادا کرتے تھے اتنی گرمی ہوتی تھی حتیٰ کہ سجدہ کے وقت نیچے کپڑے بچھالیتے تھے۔
قوله' سجدنا على ثيابنا ......الخ ثیاب میں دو احتمال ہیں۔(۱) ملبوسہ (۲) منفصلہ۔اگر یہاں ملبوسہ ہوں تو بوقت ضرورت بچھانا جائز ہے ورنہ جائز نہیں اور اگر منفصلہ ہوں تو ہر حال میں جائز ہے اور ظاہر یہی ہے کہ حدیث میں ثیاب منفصلہ مراد ہیں۔
قوله' ظهائر سے مراد ظہر کی نمازیں ہیں' اس حدیث کا جواب یہ ہے کہ اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ ظہر میں تعجیل افضل ہے بلکہ جب آپ تاخیر کر کے نماز پڑھیں پھر بھی بہت زیادہ گرمی ہوتی ہے۔

وَعَنْ اَبِي هُرَيْرَةَؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اشْتَدَّ الْحَرُّ فَاَبْرِدُوْا بِالصَّلٰوةِ
حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب گرمی سخت ہو تو نماز کو ٹھنڈا کرلو۔ بخاری کی ایک
وَفِيْ رِوَايَةٍ لِّلْبُخَارِيِّ عَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ بِالظُّهْرِ فَاِنَّ شِدَّةَ الْحَرِّ مِنْ فَيْحِ جَهَنَّمَ وَاشْتَكَتِ النَّارُ اِلٰى رَبِّهَا
روایت میں ہے ابو سعید سے کہ نماز ظہر کو کیونکہ گرمی کی شدت دوزخ کے بھاپ کی وجہ سے ہے اور آگ نے اپنے رب کی طرف شکایت کی کہ اے
فَقَالَتْ رَبِّ اَكَلَ بَعْضِيْ بَعْضًا فَاَذِنَ لَهَا بِنَفَسَيْنِ نَفَسٍ فِي الشِّتَآءِ وَنَفَسٍ فِي الصَّيْفِ اَشَدُّ مَا تَجِدُوْنَ
میرے رب میرے بعض نے بعض کو کھالیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اسے دو سانس لینے کا اذن دیا ایک سانس سردیوں میں
مِنَ الْحَرِّ وَاَشَدُّ مَا تَجِدُوْنَ مِنَ الزَّمْهَرِيْرِ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ) وَفِيْ رِوَايَةٍ لِّلْبُخَارِيِّ فَاَشَدُّ مَا تَجِدُوْنَ
اور ایک سانس گرمی میں شدت اس چیز کی کہ تم پاتے ہو گرمی سے اور شدت اس چیز کی کہ تم پاتے ہو سردی سے متفق علیہ اور بخاری کی ایک روایت

مِنَ الْحَرِّ فَمِنْ سَمُوْمِهَا وَاَشَدُّ مَا تَجِدُوْنَ مِنَ الْبَرْدِ فَمِنْ زَمْهَرِيْرِهَا.

میں ہے شدت کی گرمی جو پاتے ہو یہ دوزخ کی گرمی کی وجہ سے ہے اور شدت کی سردی اس کے سرد سانس کی وجہ سے ہے۔

تشریح: حاصل حدیث حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب گرمی سخت ہو جائے تو نماز کو ٹھنڈا کرو۔

قوله' وفی روایته للبخاری کی عبارت کو لا کر بتلایا کہ الصلوٰۃ سے مراد ظہر کی نماز ہے کیونکہ دوسری روایت میں صراحۃً بالظہر کے الفاظ موجود ہیں تو اس سے معلوم ہوا کہ ظہر میں تاخیر افضل ہے وجہ یہ بتلائی کہ گرمی کی شدت یہ جہنم کی گرمی کی وجہ سے ہے اور جہنم نے اللہ سے شکایت کی کہ میرا بعض حصہ بعض سے متاثر ہو رہا ہے تو اللہ تعالیٰ نے دو سانسوں کی اجازت دی ایک سانس گرم لیتی ہے جس سے گرمی پیدا ہوتی ہے اور ایک سانس ٹھنڈا لیتی ہے جس سے سردی پیدا ہوتی ہے۔**قوله' فان شدة الحرمن فیح جهنم . الخ .**

سوال: جہنم کی شکایت کیسے تھی قولاً یا حالاً؟

جواب: دونوں احتمال ہیں حالاً تو ظاہر ہے قولاً پر اشکال ہوگا کہ جہنم کی تو لسان نہیں ہے تو پھر قولاً کیسے شکایت کرلی۔

جواب: حق جل شانہ اس بات پر قادر ہیں کہ لسان کے بغیر بولنے کی قوت عطا فرمادیں جو ذات ہاتھ پاؤں اور جملہ اعضاء کو قیامت کے دن قوت گویائی عطاء کرسکتی ہے اور زبان کو خاموش کراسکتی ہے کیا وہ جہنم کو بغیر لسان کے قوت گویائی عطا نہیں کرسکتی؟ (بعض نے کہا کہ یہ کنایہ ہے جہنم کے جوش مارنے سے شکایت یہ ہے کہ میرے بعض حصہ کو بعض نے فنا کردیا ہے۔ کثرت اژدھام اور اجزائے ناریہ سے) الغرض اللہ نے دو سانسوں کی اجازت دی۔**نفسٌ فی الشتاء و نفس فی الصیف.**

قوله' فاذن لها بنفسین ۔نفسین سے کیا مراد ہے؟ اس میں دو قول ہیں (۱) نفس حرارت اور نفس برودت جب جہنم حرارت والا سانس لیتی ہے تو جہان میں گرمی ہو جاتی ہے اور جب برودت والا سانس لیتی ہے تو جہان میں سردی ہو جاتی ہے۔ الغرض یہ سردی و گرمی جہنم کے سانس لینے کا اثر ہے اور نتیجہ ہے۔

سوال۔ یہ تو صحیح ہے کہ جہنم گرم سانس لیتی ہے کیونکہ منبع حرارت ہے لیکن یہ صحیح نہیں کہ ٹھنڈا سانس لیتی ہے کیونکہ جہنم میں تو برودۃ ہے ہی نہیں؟

جواب-۱: بعض روایات سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ جہنم میں جہاں گرمی ہے وہاں سردی کی ایک جگہ بھی ہے۔ وہاں بعض لوگوں کو ٹھنڈا کرنے کے ساتھ عذاب دیا جائے گا۔

جواب-۲: اگر مان بھی لیا جائے کہ برودۃ نہیں جیسے کہ قرآن مجید میں آتا ہے کہ **لایذوقون فیها برداً ولا شراباً الا حمیماً و غساقاً**. تو دوسرا احتمال یہ ہے کہ یہ کہا جائے گا کہ ایک سانس ہی ہے جب باہر نکالتی ہے تو گرمی ہو جاتی ہے اور جب اندر کھینچتی ہے تو سردی ہو جاتی ہے۔ بہر تقدیر اس گرمی سردی کا منشاء جہنم ہے۔

سوال: اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ گرمی سردی کا منشاء و سبب جہنم ہے حالانکہ علماء ہیئت اور سائنسدان کہتے ہیں کہ گرمی و سردی کا سبب سورج کا قرب و بعد ہے سورج کی شعاعیں ہیں سورج کی شعاعوں کا اُلٹا سیدھا اور ٹیڑھا پڑنا یہ گرمی و سردی کا سبب ہیں؟

جواب-۱: ایک شئی کے متعدد اسباب تو ہو سکتے ہیں' سورج بھی گرمی سردی کا سبب ہے اور جہنم بھی گرمی سردی کا سبب ہے۔

جواب-۱: ہر چیز کے اسباب دو طرح کے ہیں: (۱) اسباب ظاہری غیر حقیقی (۲) باطنی حقیقی جس کی جہاں تک رسائی ہے وہ وہی سبب بیان کرتے ہیں۔ علماء ہیئت اور سائنسدان ظاہری اور غیر حقیقی اسباب کو بیان کرتے ہیں کہ ظاہری سبب سورج کی شعاعیں ہیں اور سورج کا قرب و بعد گرمی و سردی کا سبب ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم باطنی سبب کو یہاں بیان فرمار ہے ہیں' حقیقی سبب کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمادیا۔

سوال: جب جہنم کا سانس لینا گرمی و سردی کا سبب ہے تو اس کا مقتضیٰ تو یہ ہے کہ آناً فاناً گرمی سردی آئے اور ختم ہو جائے حالانکہ ہم دیکھتے ہیں کئی کئی مہینے سردی و گرمی کے رہتے ہیں؟

جواب: اس میں کیا استحالہ ہے کہ جہنم کے سانس لینے میں بھی تدریج ہو۔

سوال: اگر سبب جہنم کا سانس لینا ہے تو پھر ہر شہر میں ایک ہی طرح کا موسم ہونا چاہیے؟ حالانکہ ہم دیکھتے ہیں کہ ایک شہر کا موسم دوسرے شہر سے مختلف ہے تمام امکنہ میں موسم مختلف ہے۔ مثلاً ملتان میں سخت گرمی کا موسم ہے اور مری میں ٹھنڈا موسم ہے؟

جواب: مؤثر واحد کی تاثیرات میں بھی اختلاف ہو جاتا ہے خارجی عوارض کے مختلف ہونے کی وجہ سے استعدادوں کے مختلف ہونے کی وجہ سے تو یہ جو امکنہ کی تاثیر ہے یہ زمین کی استعدادوں کی وجہ سے ہے یہ زمین کی وجہ سے امکنہ بعض علاقے ٹھنڈے ہیں اور بعض گرم۔ مثلاً سورج کے سامنے تو اُ زمین اور آتشی شیشہ رکھ دیا جائے تو کیا تمام پر شعاع ایک جیسی ہوگی؟ نہیں' تو شعاع سورج کی سب پر پڑ رہی ہے مگر چمک میں تفاوت ہو رہا ہے ان کی استعدادوں کی وجہ سے تاثیرات مختلف ہوگئی ہیں۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ظہر صیفی میں تاخیر افضل ہے۔ چنانچہ یہ حدیث احناف کی ادلہ میں سے ایک دلیل ہے۔ فابردوا بالصلوٰة۔ جس کی تفصیل ابھی آئے گی۔

چنانچہ اس مسئلے میں اختلاف ہوا کہ ظہر میں تعجیل افضل ہے یا تاخیر افضل ہے؟

ظہر کا وقت مستحب۔ امام ابوحنیفہ امام احمدؒ اسحاق اور جمہور علماء کا مذہب یہ ہے کہ ظہر کی نماز گرمیوں میں تاخیر سے پڑھنا افضل ہے اور سردیوں میں تعجیل افضل ہے۔ امام شافعی کے نزدیک ظہر کی نماز میں مطلقاً تعجیل افضل ہے خواہ سردیاں ہوں یا گرمیاں امام مالک کی اس مسئلہ میں روایات مختلف ہیں۔

بہت سی احادیث صحیحہ جمہور کے مذہب پر دال ہے۔ مثلاً یہی زیر بحث حدیث متفق علیہ عن ابی ہریرةؓ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اذا اشتد الحر فابردوا بالصلوٰة۔ اسی مضمون کی روایت صحیح بخاری میں حضرت ابوسعید خدریؓ سے بھی ہے۔ ایسے ہی فصل ثالث میں حضرت انسؓ کی حدیث بحوالہ نسائی مذکور ہے۔ کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اذا کان الحر ابرد بالصلوٰة واذا کان البرد عجل۔

امام شافعیؒ دو قسم کی حدیثوں سے استدلال کرتے ہیں ایک تو وہ احادیث جن میں اول وقت میں نماز پڑھنے کی فضیلت بیان کی گئی ہے۔ مثلاً اسی باب کی فصل ثانی کی حدیث کسی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا کون سا عمل سب سے افضل ہے تو آپ نے فرمایا الصلوٰة اول وقتھا۔ دوسری قسم کی وہ روایات ہیں جن میں خاص ظہر کے بارے میں ہے کہ اسے اول وقت میں ادا فرما لیتے تھے۔

جن روایات میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ظہر میں تعجیل فرمانا مذکور ہے ان کے جمہور کی طرف سے کئی وجوہات دیئے گئے ہیں۔

(۱) ایسی روایات سردیوں پر محمول ہیں۔ (۲) ہوسکتا ہے کہ کبھی گرمیوں میں بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کسی عذر کی وجہ سے ظہر کی نماز جلدی پڑھ لی ہو۔ (۳) ہوسکتا ہے کہ بیان جواز کیلئے کبھی گرمیوں میں بھی تعجیل کر لی ہو۔

باقی رہیں وہ احادیث عامہ جن میں اول وقت میں نماز پڑھنے کو افضل الاعمال قرار دیا گیا ہے تو ان کا جواب یہ ہے کہ ایسی روایات دو طرح کی ہیں۔ پہلی قسم کی روایات وہ ہیں جن میں ای الاعمال افضل کے جواب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا الصلوٰة لوقتھا۔ یہ روایات صحیح ہیں لیکن شافعیہ کی دلیل نہیں بنتیں اس لئے کہ ان میں ''اول'' کا لفظ نہیں ہے۔ ان میں صرف یہ کہا گیا ہے کہ نماز اپنے وقت پر پڑھنا افضل الاعمال ہے اس کے ہم بھی قائل ہیں۔

دوسری قسم کی روایات وہ ہیں جن میں ''اول'' کے لفظ کی تصریح ہے۔ جیسے فصل ثانی کی تیسری حدیث میں لفظ یہ ہیں ''الصلوٰة لأول وقتھا'' اس میں اول وقت کہ اگرچہ تصریح ہے لیکن یہ حدیث سنداً صحیح نہیں جیسا کہ امام ترمذی نے بھی اس پر کلام کیا ہے اگر اس کو صحیح تسلیم کر بھی لیا جائے تب بھی ہمارے خلاف نہیں۔ اس لئے کہ اس کا مطلب ہمارے نزدیک یہ ہے۔ الصلوٰة لأول وقتھا المختار یعنی پورے وقت کا اول مراد نہیں بلکہ وقت مستحب کا اول مراد ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جب نماز کا وقت مستحب شروع ہو جائے تو اس وقت کے اول ہی میں نماز پڑھ لو وقت مستحب آجانے کے بعد مزید تاخیر نہ کرو۔

وَعَنْ اَنَسٍؓ قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي الْعَصْرَ وَالشَّمْسُ مُرْتَفِعَةٌ حَيَّةٌ

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عصر کی نماز پڑھتے جبکہ سورج بلند اور زندہ ہوتا۔

فَيَذْهَبُ الذَّاهِبُ اِلَى الْعَوَالِيْ فَيَاْتِيْهِمْ وَالشَّمْسُ مُرْتَفِعَةٌ وَّبَعْضُ الْعَوَالِيْ مِنَ الْمَدِيْنَةِ عَلٰى اَرْبَعَةِ
جانے والا عوالی مدینہ کی طرف جاتا ان کے پاس پہنچتا اور سورج بلند ہوتا۔ مدینہ کے بعض عوالی چار کوس
اَمْيَالٍ اَوْ نَحْوَهٖ. (صحیح البخاری و صحیح مسلم)
یا اس کے مانند فاصلہ پر تھے۔

تشریح: عصر میں تعجیل افضل ہے یا تاخیر افضل ہے اس میں دو قول ہیں۔

احناف کے نزدیک مطلقاً تاخیر افضل ہے۔ شوافع کے نزدیک مطلقاً تعجیل افضل ہے۔

تاخیر عصر میں حنفیہ کے دلائل۔ (۱) اس باب کی فصل ثالث (۶۲) میں حضرت ام سلمہؓ کی حدیث بحوالہ احمد و ترمذی مذکور ہے۔ کان رسول الله صلی الله علیه و آله وسلم تعجیلاً للظهر منکم وانتم اشد تعجیلا للعصر منه . (۲) عن رافع بن خدیجؓ ان رسول الله صلی الله علیه و آله وسلم کان یامر نا بتاخیر العصر۔ (نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم کو تاخیر عصر کا حکم فرمایا کرتے تھے) اخرجه الدار قطنی واکذا رواه احمد والطبرانی فی الکبیر۔ (۳) حضرت ابن مسعودؓ کے بارے میں عبدالرحمٰن بن یزید فرماتے ہیں کہ وہ عصر کی نماز تاخیر سے پڑھا کرتے تھے۔ (۴) حاکم نے اپنے مستدرک میں حضرت علیؓ کے اثر کی تخریج کی ہے۔ عن زیاد بن عبدالله النخعی قال کنا جلوسا مع علی فی المسجد الاعظم فجاء المؤذن فقال الصلوة یاامیر المؤمنین فقال اجلس فجلس ثم عاد فقال له ذلک فقال علی هذا الکلب یعلمنا السنة فقام علی فصلی بنا العصر الی اخیره اس میں حضرت علی کا تاخیر عصر کرنا ثابت ہے اور اس کے اگلے حصے میں تو یہاں تک ہے کہ جب نماز پڑھ کے اپنی جگہ آئے تو سورج ڈوبنے کے قریب نظر آرہا تھا حاکم نے اس کو صحیح الاسناد کہا ہے۔ ذہبی نے بھی تصحیح میں ان کی موافقت کی ہے۔ اس اثر کی تخریج دار قطنی نے بھی کی ہے۔

شوافعؒ کے دلائل: پہلی دلیل یہی حدیث انس ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھاتے اور سورج اپنے افق سے کافی اوپر ہوتا اور صاف ہوتا اس میں اصفرار شمس کی آمیزش نہیں ہوتی تھی، پس چلے جاتے جانے والے عوالی کی طرف، پس آجاتے وہ اہل عوالی کے پاس اور کبھی سورج بلند ہوتا اور بعض عوالی مدینہ سے چار میل کے فاصلے پر یا اس کے قریب قریب ہوتے تھے اور یہ تب ہی ہوگا کہ عصر کی نماز جلدی ادا کرتے ہوں۔ چار میل کی مسافت طے کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ عصر کی نماز جلدی پڑھا لیا کرتے تھے۔

احناف کی طرف سے جواب یہ حدیث عوالی سے آپ استدلال نہیں کر سکتے۔ اس لیے کہ عوالی تو مدینہ منورہ سے دو میل سے آٹھ میل کے فاصلے تک پر پھیلے ہوئی تھی اور یہاں مطلق آیا ہے کوئی پتہ نہیں وہ عوالی قریب تھے یا بعید کیونکہ عوالی ایسے تھے جو دو میل کی مسافت پر تھے اور بعض ایسے تھے جو چار میل کی مسافت پر تھے اور بعض چھ میل کی مسافت پر تھے۔ نیز اس میں یہ بھی نہیں کہ ذاہب کا ذھاب راکبا تھا یا ماشیا تھا۔ اگر راکبا ہو تو کوئی اشکال ہی نہیں۔ اگر ماشیا ہو تو پتہ نہیں، جوان تھا یا بوڑھا اگر بوڑھے بھی مان لیے جائیں تو عرب کے بوڑھے بھی جفاکش تھے جلدی پہنچ جاتے تھے تو جب تک ان امور کی تنقیح نہیں ہوتی اس وقت تک اس سے استدلال نہیں ہوسکتا۔ الغرض بلکہ مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں عصر کی نماز میں تاخیر کے باوجود یہ ممکن ہے کہ نماز پڑھنے والے نماز پڑھنے کے بعد عوالی تک پہنچ جاتے ہوں اور سورج ابھی افق سے اوپر ہو۔ شوافع کی دوسری دلیل اگلی حدیث میں آرہی ہے۔

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تِلْكَ صَلٰوةُ الْمُنَافِقِ يَجْلِسُ يَرْقُبُ الشَّمْسَ حَتّٰى
اسی (انسؓ) سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ نماز منافق کی ہے کہ سورج کا انتظار کرتے ہوئے بیٹھا رہتا ہے یہاں تک کہ جب زرد ہو جاتا
اِذَا اصْفَرَّتْ وَكَانَتْ بَيْنَ قَرْنَيِ الشَّيْطَانِ قَامَ فَنَقَرَ اَرْبَعًا لَا يَذْكُرُ اللّٰهَ فِيْهَا اِلَّا قَلِيْلًا. (صحیح مسلم)
ہے اور شیطان کے دونوں سینگوں کے درمیان ہو جاتا ہے کھڑا ہوتا ہے پس چار ٹھونگیں مارتا ہے اللہ کا ذکر ان میں نہیں کرتا مگر تھوڑا۔ روایت کیا اس کو مسلم نے۔

تشریح: شوافع کی دوسری دلیل:۔ صلوٰۃ العصر المؤداۃ بالتاخیر کو صلوٰۃ المنافق کہا گیا ہے جو شخص بیٹھا رہتا ہے سورج کا انتظار کرتا ہے یہاں تک کہ جب اصفرار شمس ہوجاتا ہے تو اٹھ کر نماز پڑھتا ہے تو اس کو صلوٰۃ المنافق کہا گیا تو اس سے اجتناب تب ہی ہوسکتا ہے جبکہ عصر کو جلدی ادا کیا جائے۔

جواب: یہ استدلال مسلم نہیں کیونکہ اس حدیث میں خود مذکور ہے کہ وہ اصفرار شمس کے بعد نماز پڑھتا ہے یہ تاخیر تو مکروہ ہے اتنی تاخیر کے تو احناف بھی قائل نہیں۔ یہ وہ تاخیر ہے جو بالاجماع مکروہ ہے۔ باقی حدیث کا حاصل یہ ہے کہ یہاں تک سورج میں اصفرار ہوجاتا ہے اور ہوتا ہے سورج شیطان کے دوسینگوں کے درمیان کھڑا ہوتا ہے اور چار ٹھونگیں مارتا ہے اور اس میں تھوڑا سا اللہ کا ذکر کرتا ہے مطلب یہ ہے کہ جلدی کرتا ہے۔

قوله' فنقر اربعاً . الخ نقور کہتے ہیں پرندے کا دانہ اٹھانے کے لیے زمین پر چونچ مارنا۔ یہ کنایہ ہے سرعت سے اور تشبیہ سرعت میں ہے یعنی جس طرح پرندہ دانہ اٹھانے میں جلدی کرتا ہے اس طرح یہ بھی (بس چونچ لگائی اُٹھ کھڑا ہو) جلدی کرتا ہے۔

قوله' اربعا اشکال عصر کی نماز کی چار رکعتیں ہوتی ہیں اور ہر رکعت میں دو سجدے تو یہ تو آٹھ سجدے ہو گئے۔ یہاں تو چار کا ذکر ہے

جواب-۱: چونکہ وہ دو سجدوں کے درمیان مسنون فاصلہ نہیں کرتا تو سجدہ مسنون طریقے سے نہ ہونے کی وجہ سے دو سجوں کو ایک سجدہ شمار کیا۔

جواب-۲: یہ بھی ممکن ہے یہ اس زمانے کا قصہ ہو جب تک عصر کی دو رکعتیں تھیں۔ جواب-۳: یا یہ نقر اربعا محاورتاً کہا ہے۔

شوافع کی تیسری دلیل: فصل ثالث کی پہلی حدیث عن رافع بن خديج قال كنا نصلی العصر مع رسول الله صلى الله عليه وسلم ثم ينحر الجزر الخ حدیث کا حاصل یہ ہے کہ حضرت رافع بن خدیج کہتے ہیں ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے اقتداء میں نماز عصر ادا کرتے اور پھر اونٹ ذبح کرتے اور اس کو دس حصوں میں تقسیم کرتے' پھر اس کو پکاتے' پس کھالیتے' ہم بھونا ہوا گوشت سورج کے غائب ہونے سے پہلے اس کو کھالیتے تھے طریق استدلال اونٹ ذبح کرتے تھے۔ نماز عصر کے بعد (کوئی مرغی تو ذبح نہیں کرنی) اس کو اس کے حصوں میں تقسیم کرنا پھر اس کو پکانا (کوئی چڑیا کا گوشت تو نہیں پکانا) پھر اس کو کھانا کھا کر سورج کے غروب ہونے سے پہلے پہلے فارغ ہوجانا یہ تب ہی ہوگا جب کہ عصر کی نماز کو اول وقت میں جلدی ادا کیا جائے۔

احناف کی طرف سے جوابات: جواب-۱: ابن ہمام کہتے ہیں مشاق لوگوں کے لیے اور ماہر فن لوگوں کے لیے ایسا کرنا کوئی دشوار نہیں' عصر کی تاخیر کے بعد بھی ممکن ہے تاریخ میں لکھا ہے کہ مغل بادشاہوں کے واقعات میں سے کہ ایک بادشاہ قربانی کا جانور ساتھ لے جاتا اور کہتا تھا کہ تم نماز عید کے فوراً بعد ذبح کر دیا کرو۔ الغرض وہ خطبہ ختم کرتا ادھر سے گوشت پک کر حاضر ہوجاتا۔ جواب-۲: صحابہ کرامؓ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات کو سامنے رکھو' کیا روزانہ صحابہؓ اونٹ ذبح کرتے تھے ممکن ہے کوئی وفد آیا ہو اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اونٹ ذبح کرنے کا حکم دیا تو اس موقع پر عصر کی نماز میں تعجیل فرمائی ہو۔ نیز یہ واقعہ جزئیہ ہے ایک واقعہ سے قاعدۂ کلیے کا استنباط نہیں ہوسکتا۔

شوافع کی چوتھی دلیل۔ وہ احادیث جن سے مطلقاً تعجیل کا افضل ہونا معلوم ہوتا ہے مثلاً یہ الفاظ ہیں والشمس مرتفعة بيضاء نقية اور اس طرح حدیث سیار بن سلامہ وغیرہ اور والشمس حية والی احادیث کا جواب اور جن روایات سے تعجیل کا افضل ہونا معلوم ہوتا ہے ان کا جواب یہ ہے کہ یہ دلیلیں تو ہماری ہیں۔ بایں طور کہ اس سے مقصود وہم کو دور کرنا ہے جس کی تقریر پچھلی حدیث میں گزر چکی ہے۔

عَنِ ابْنِ عُمَرَؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الَّذِيْ تَفُوْتُهُ صَلٰوةُ الْعَصْرِ فَكَاَنَّمَا وُتِرَ
حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص کی عصر کی نماز فوت ہوگئی گویا اس کے

اَهْلُهُ وَمَالُهُ. (صحيح البخاری و صحيح مسلم)
اہل اور مال لوٹ لیا گیا۔

تشریح: اس حدیث میں فائت العصر پر وعید شدید کا بیان ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ فائت العصر کا حال اس شخص کے حال کی طرح ہے جس کے اہل وعیال ہلاک کردیئے گئے ہوں۔

قوله' تفوته صلوة العصر...... الخ فوات عصر سے کیا مراد ہے؟ اس میں تین قول ہیں (۱) فوات بالغروب (فوات عن وقت الجواز بسبب الغروب الشمس) (۲) فوات الوقت المستحب (۳) فوات عن الجماعۃ۔ پہلا قول راجح ہے۔

سوال: نماز عصر کی تخصیص کیوں کی؟

جواب-۱: یہ وقت اشتغال کا ہے انسان دن بھر کے کاموں کو اس وقت سمیٹتا ہے تو اس میں نماز کے فوت ہونے کا اندیشہ ہے اس میں کمی کوتاہی کا اندیشہ ہے اس لیے اس کی تخصیص کی۔ جواب-۲: اہم قول کے مطابق عصر کو صلوٰۃ وسطیٰ ہونے کی وجہ سے بڑی فضیلت اور اہمیت حاصل ہے۔ لہٰذا جو اس کا تارک ہوگا وہ اس وعید کا مستحق ہوگا۔

جواب-۳: عصر کی تخصیص سے مقصود کوئی احتراز نہیں ہے عصر کی نماز ماسوا فائت بھی اسی وعید کا مستحق ہے لیکن یہ تخصیص اس لیے کی' عام طور پر اس نماز میں کوتاہی وقت اشتغال کی وجہ سے ہوتی ہے۔

قوله' وتر اهله وماله ...... الخ کی نحوی ترکیب۔ وتر کے بعد **اهله و ماله** مرفوع ہے یا منصوب ہے اس کو دو طرح ضبط کیا گیا ہے (۱) **بالرفع اهله وما له** (۲) **بالنصب اهله وما له**۔ اگر وتر بمعنی اُخذ ہو اس صورت میں یہ مرفوع ہوں گے اور اس میں کوئی ضمیر نہیں ہوگی' معنی یہ ہوگا' ای **فکا نما وتر الواتر اهله وما له** یعنی ہلاک کرنے والے نے اس کے مال اور اہل کو ہلاک کردیا۔

اگر وترا بمعنی سلب ہو تو اس صورت میں یہ منصوب ہوں گے اور اس میں ضمیر مستتر ہوگی جو راجح ہوگی۔ **فائت العصر** کی طرف معنی یہ ہوگا ای **فکا نما سلب اهله وماله** گویا کہ وہ شخص دور کردیا گیا اپنے اھل اور مال سے۔

سوال: یہ ایک خبر ہے اس میں کوئی شرعی مسئلہ مستنبط نہیں ہوا حالانکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تو شرعی احکام بتلانے کے لیے آئے ہیں؟

جواب: خبر ذکر کرکے اس بات کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہے کہ فائت العصر کو ایسے ہی حسرت اور افسوس وغم کا اظہار کرنا چاہیے جیسے مسلوب الاھل والمال کا ہوتا ہے۔ ہائے میں لٹ گیا' ہائے میں لٹ گیا' ہائے میں لُٹ گیا وغیرہ۔ اسی طرح ہائے میں ثواب سے محروم ہوگیا' ہائے میں محروم ہوگیا' ہائے میں محروم ہوگیا جس پر ڈاکہ پڑ گیا ہو وہ ایسے ہی اظہار کرتا ہے۔ اس اُمت میں ایسے لوگ بھی گزرے ہیں کہ جن کی تکبیر اولیٰ کے فوت ہونے پر تعزیت کی گئی۔

بالعنوان آخر کہ فائت العصر کو ایسے ہی اپنی غلطی کا رو دھو کر تدارک کرنا چاہیے جیسے مسلوب المال والاھل اپنے مال کو لینے کے لیے تدارک کرتا ہے' اپنے نقصان کی فکر کرنی چاہیے جیسے فائت المال والاھل فکر کرتا ہے اور اس کا تدارک کرتا ہے۔ یہ فائت العصر بھی اللہ سے رو دھو کر اس کا تدارک کرائے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

وَعَنْ بُرَيْدَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ تَرَكَ صَلَاةَ الْعَصْرِ فَقَدْ حَبِطَ عَمَلُهُ.
حضرت بریدہؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے عصر کی نماز چھوڑ دی اس کے عمل باطل ہوگئے۔ روایت کیا اس کو بخاری نے۔

تشریح: اس حدیث میں تارک صلوٰۃ العصر کے لیے وعید شدید کا بیان ہے کہ ترک صلوٰۃ العصر حبط اعمال کا ذریعہ ہے۔

سوال: محبط اعمال تو کفر ہے اور ارتداد ہے اور ترک صلوٰۃ عصر تو گناہ کبیرہ ہے اور گناہ کبیرہ تو اہلسنّت والجماعت کے نزدیک محبط اعمال نہیں (بخلاف معتزلہ)۔

جواب-۱: یہاں حبط کا حقیقی معنی مراد نہیں بلکہ مجازی معنی مراد ہے یعنی کما ینبغی اجر وثواب حاصل نہ ہونا اجر وثواب کا حبط مراد ہے

جواب-۲: تمام اعمال کا حبط مراد نہیں بلکہ اسی دن کے اعمال وبرکات کا حبط مراد ہے۔

جواب-۳: یہ زجر علی وجہ المبالغہ پر محمول ہے جیسے من ترک الصلوٰۃ متعمداً فقد کفر۔

جواب-۴: مراد ترک علی وجہ الجحو د والانکار فرضیت ہو تو یہ محبط اعمال ہے کیونکہ کفر ہے۔

جواب-۵: مراد علی وجہ الاستہزاء والاستخفاف ہے اور یہ بھی کفر ہے۔

سوال: دونوں حدیثوں میں ترک صلوٰۃ عصر پر وعید شدید کا بیان ہوا لیکن تفاوت وعید کیوں ہوا' دونوں میں فرق کیا ہے؟

جواب: پہلی حدیث میں فوات عام ہے خواہ مستحب وقت سے فوات ہو یا وقت جواز سے فوات ہو یا فوات عن الجماعت ہو یا بالکل فوات ہو اور یہاں ترک کا ذکر ہے یعنی بالکلیہ ترک ہو بالکل نماز کو چھوڑ دے تو اس میں جرم زیادہ ہے اس لیے سزا بھی زیادہ ہے۔ اس حدیث میں دنیاوی نقصان اور اس میں دینی نقصان بھی ہے۔

وَعَنْ رَّافِعِ بْنِ خَدِيْجٍؓ قَالَ كُنَّا نُصَلِّي الْمَغْرِبَ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَنْصَرِفُ
حضرت رافعؓ بن خدیج سے روایت کہا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مغرب کی نماز پڑھتے تھے ہم میں ایک پھرتا
اَحَدُنَا وَاِنَّهُ لَيُبْصِرُ مَوَاقِعَ نَبْلِهٖ. (صحيح البخاري و صحيح مسلم)
اور وہ اپنے تیر کے گرنے کی جگہ دیکھتا۔

تشریح: حاصل حدیث:۔ فرماتے ہیں کہ ہم مغرب کی نماز نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ پڑھتے تھے بس پھرتا لوٹ جاتا ہم میں سے ہر ایک اور بے شک وہ البتہ دیکھتا تیر کے گرنے کی جگہ کو یعنی اتنی روشنی ہوتی تھی تو معلوم ہوا کہ مغرب کو اول وقت میں ادا کیا جائے بالاجماع مغرب میں تعجیل افضل ہے۔

وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ كَانُوْا يُصَلُّوْنَ الْعَتَمَةَ فِيْمَا بَيْنَ اَنْ يَّغِيْبَ الشَّفَقُ اِلٰى ثُلُثِ
حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہا کہ صحابہ کرامؓ نماز عشا شفق غائب ہونے سے لے کر ایک تہائی رات کے
اللَّيْلِ الْاَوَّلِ. (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)
درمیان تک پڑھتے تھے۔

تشریح: یہ حدیث عشاء کے مستحب وقت ہونے پر دال ہے کہ مستحب وقت غیبوبت شفق کے بعد سے ثلث اللیل تک ہے۔ باقی عشاء کو عتمہ کہنے کی وجہ اور اس کی ممانعت وغیرہ کی تفصیل ماقبل میں گزر چکی ہے۔ فلیطالع ثم۔

وَعَنْهَا قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيُصَلِّي الصُّبْحَ فَتَنْصَرِفُ النِّسَآءُ مُتَلَفِّعَاتٍ
اور اسی (عائشہؓ) سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صبح کی نماز پڑھتے' عورتیں اپنی چادروں میں لپٹی ہوئی
بِمُرُوْطِهِنَّ مَا يُعْرَفْنَ مِنَ الْغَلَسِ. (صحيح البخاري و صحيح مسلم)
پھرتیں اندھیرے کے سبب ان کو پہچانا نہ جاتا تھا۔

تشریح: حاصل حدیث۔ مطلب یہ ہے کہ اندھیرا ہوتا تھا غلس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھاتے تھے۔

اختلافی مسئلہ:۔ فجر کی نماز میں اسفار افضل ہے یا غلس افضل ہے اس میں تین قول ہیں۔

(۱) احناف کے نزدیک مشہور قول یہ ہے کہ فجر کی نماز ابتدا بھی اور اختتام بھی اسفار افضل ہے بایں طور کہ اگر نماز سے فارغ ہونے کے

بعد یہ بات معلوم ہوجائے کہ نماز فاسد ہوچکی ہے تو طلوع شمس سے پہلے پہلے اس کو مسنون طریقے سے نماز پڑھ سکیں۔

(۲) جمہور کا قول یہ ہے کہ بدایۃً و نہایۃً غلس میں ادا کرنا افضل ہے یعنی نماز شروع بھی غلس میں ہو اور ختم بھی غلس میں ہو۔

(۳) امام طحاوی کا مذہب یہ ہے کہ بدایۃً غلس اور نہایۃً اسفار افضل ہے۔ یعنی شروع غلس یعنی اندھیرے میں ہو اور ختم اسفار میں ہو۔

احناف کے دلائل: دلیل ۱: حدیث ابو برزہ اسلمیؓ کی روایت باب تعجیل الصلوۃ ص ۶۰ فصل اول میں ذکر کی ہے کہ **وکان ینفتل من صلوٰۃ الغداۃ حین یعرف الرجل جلیسہ** یعنی اس وقت نماز سے فارغ ہوتے تھے کہ جس وقت ساتھی اپنے ساتھ والے ساتھی کو پہچان لیتا تو معلوم ہوا کہ انتہا اسفار میں ہوتی تھی۔

دلیل ۲: فصل ثانی کی روایت حدیث جو رافع بن خدیج سے مروی ہے۔ باب ایضاً ص ۶۰ **اسفروا بالفجر فانہٗ اعظم للاجر.** اسفار کو اعظمیت اجر قرار دیا گیا۔ معلوم ہوا کہ فجر کی نماز میں اسفار اعظمیت اجر کا ذریعہ ہے۔

دلیل ۳: کتاب الحج ص ۲۳۰ پر روایت ہے: **وعن عبداللہ بن مسعودؓ .... صلی الفجر یومئذٍ قبل میقاتھا.** (اس حدیث کا نام ہے **حدیث المتعلق بصلوٰۃ الفجر فی المزدلفہ**) حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں عرفہ کے دن فجر کی نماز اس کے وقت سے پہلے پڑھی۔ اس پر تو اجماع ہے کہ وقت جواز سے پہلے تو نہیں پڑھی بلکہ ظاہر ہے کہ قبل میقاتھا سے مراد قبل وقت معمول بہا ہے۔ وقت معمول سے پہلے نماز پڑھی تو معلوم ہوا کہ معمول اس کے خلاف تھا وہ ہے اسفار تو پس معلوم ہوا کہ معمول آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اسفار تھا۔

دلیل ۴: اسفار اوفق بالقرآن اس لئے کہ قرآن پاک میں آتا ہے "**فسبح بحمد ربک قبل طلوع الشمس وقبل غروبھا**۔ اس سے اشارہ ہے کہ جتنا اسفار ہوگا اتنی ہی قبلیت ہوگی تو قبلیت قریبہ اسفار میں ہوگی۔ **قبل غروبھا** سے عصر کی نماز کی تاخیر ثابت ہوئی۔

دلیل ۵: نماز باجماعت کے مطلوبہ مقاصد میں سے ایک تکثیر جماعت بھی ہے تو تکثیر جماعت اسفار میں ہے نہ کہ غلس میں سوائے رمضان کے۔

شوافع کے دلائل: دلیل ۱: یہی حدیث باب ہے۔ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت کہ عورتیں جب گھر واپس آتی تھیں تو غلس کی وجہ سے پہچانی نہیں جاتی تھیں تو معلوم ہوا کہ نماز غلس میں ہوتی تھی۔ اس کے کئی جواب ہیں:

جواب-۱: یہ حدیث عائشہؓ فعلی حدیث ہے اور حدیث رافع بن خدیج "**اسفروا بالفجر فانہ اعظم للاجر**" یہ قولی ہے اور جب قولی فعلی میں تعارض ہوجائے تو ترجیح قولی کو ہوتی ہے۔

جواب-۲: یہ حدیث اس زمانے پر محمول ہے جب کہ عورتوں کو نماز باجماعت میں شریک ہونے کا حکم تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ عمل اس زمانہ کا ہے جب عورتوں کو جماعت میں شریک ہونے کا حکم ختم ہوگیا تو یہ حکم بھی اور یہ معمول بھی ختم ہوگیا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول اسفار میں نماز پڑھنے کا تھا۔ بدایۃ نہایۃ.

جواب-۳: ہم آپ سے پوچھتے ہیں کہ یہ جو عورتیں نہیں پہچانی جاتی تھیں یہ معرفت شخصی کی نفی ہے یا معرفت نوعیہ کی نفی ہے۔ معرفت شخصیہ کی نفی ہے یعنی یہ نہیں پتہ چلتا تھا کہ زینب ہے یا ہندہ ہے اور معرفت نوعیہ کی نفی ہے یعنی بایں طور کہ یہ پتہ نہیں چلتا تھا کہ مرد ہے یا عورت۔ اگر شخصیہ کی نفی ہے تو مسلم ہے لیکن اسفار کے منافی نہیں اس لیے کہ وہ تو پردوں میں لپٹی ہوئی ہونے کی وجہ سے آدمی دن میں بھی نہیں پہچان سکتا۔ اگر معرفت نوعیہ کی نفی ہے تو یہ اسفار کے منافی تو ہے مگر مسلم نہیں کیونکہ حدیثوں میں تعارض پیدا ہوجائے گا۔ اس کا ماقبل والی حدیث ابو برزہ اسلمیؓ کے ساتھ اس میں ہے: **کان ینفتل من صلوٰۃ الغداۃ حین یعرف الرجل جلیسہ.** حدیث عائشہؓ سے معلوم ہوتا ہے کہ پہچانی نہیں جاتی تھیں اور اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے اپنے پاس والے ساتھی کو پہچان لیتے تھے۔

جواب-۴: ہم غلس کے بارے میں کلام کرتے ہیں کہ کون سا کس کا غلس مراد ہے اس لیے کہ اس میں دو احتمال ہیں۔ غلس مسجد، غلس فضاء اگر مسجد کا غلس مراد ہو تو مسلم ہے لیکن اسفار کافی نہیں کیونکہ ہوسکتا ہے باہر روشنی ہو اور اندر اندھیرا ہو۔ خصوصاً مسجد نبویؐ میں تو ازواج مطہرات کے حجرے مشرق کی جانب میں ہونے کی وجہ سے مسجد میں روشنی نہیں آتی تھی۔ لہٰذا یہ اسفار کے منافی نہیں اور اگر غلس فضاء

یعنی فضا کا اندھیرا مراد ہو تو یہ مضر تو ہے اسفار کے خلاف تو ہے مگر مسلم نہیں۔ اس لیے واقعات اس پر منطبق نہیں ہوتے کیونکہ حدیث میں آتا ہے جب صبح کی اذان ہوتی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم فجر کی سنتیں پڑھتے اور پھر کبھی سو جاتے حتیٰ کہ حضرت بلالؓ آ کر اٹھاتے کبھی آرام فرماتے اور کبھی اپنی ازواج مطہرات کے ساتھ باتیں کرتے یا اگر وہ جاگتی ہوتیں پھر ہر رکعت میں ساٹھ آیتوں سے لے کر سو آیتوں تک تلاوت کرتے' اس کے بقدر تلاوت فرماتے اور پھر تلاوت ایسے نہیں ہوتی تھی جیسے ہم کرتے ہیں بلکہ مُرتلاً مجوَّداً ہوتی تھی تو ان کاموں کے بعد بھی اگر غلس فضائی ہو تو یہ بہت مستبعد ہے۔ سمجھ میں نہیں آتا لہٰذا لامحالہ غلس مسجد مراد ہوگا اور یہ اسفار کے منافی نہیں۔

شوافع کی دلیل -۲: وہ احادیث جن میں غلس کا لفظ آیا ہے مثلاً حدیث محمد بن عمرو بن الحسن بن علی ص ۶۰ کے آخر میں ہے والصبح بغلس اور میں والصبح والنجوم بارية مشتبكة. اس قسم کی جتنی احادیث ہیں یہ شوافع اور جمہور کی دلیلیں ہیں۔

ان سب کا مشترک جواب یہ ہے کہ یہ تمام احادیث فعلی ہیں اور ہماری ادلہ والی احادیث قولی ہیں فعلی قولی میں سے قولی کو ترجیح ہوتی ہے۔

دوسرا جواب: یہ اس زمانے پر محمول ہے؟ جب تک نماز فجر میں اطالہ قرأت کا حکم نہیں تھا۔ جب اطالۂ قرآت کا حکم ہوا تو یہ حکم باقی نہ رہا' آپ کا معمول اسفار والا بن گیا۔

وَعَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَنَسٍؓ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَزَیْدَ بْنَ ثَابِتٍ تَسَحَّرَا فَلَمَّا فَرَغَا مِنْ
حضرت قتادہؓ ان سے روایت کرتے ہیں بے شک نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور زید بن ثابت نے سحری کھائی
سُحُوْرِھِمَا قَامَ نَبِیُّ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِلَی الصَّلٰوۃِ فَصَلّٰی قُلْنَا لِاَنَسٍ کَمْ کَانَ بَیْنَ فَرَاغِھِمَا
جب سحری سے فارغ ہوئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز کی طرف کھڑے ہوئے پس ہم کو نماز پڑھائی۔ ہم نے انس کو کہا ان کے سحری سے
مِنْ سُحُوْرِھِمَا وَدُخُوْلِھِمَا فِی الصَّلٰوۃِ قَالَ قَدْرَ مَا یَقْرَأُ الرَّجُلُ خَمْسِیْنَ اٰیَةً. (صحیح البخاری)
فارغ ہو کر نماز میں داخل ہونے کے درمیان کتنا وقفہ تھا کہا اندازہ اتنے وقت کا کہ کوئی آدمی پچاس آیتیں پڑھ لے۔ روایت کیا اس کو بخاری نے۔

تشریح: حاصل حدیث: حضرت قتادہؓ حضرت انسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت زید بن ثابتؓ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سحری کا کھانا کھایا۔ جب سحری سے فارغ ہوئے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے لیے کھڑے ہوئے اور نماز ادا کی۔ ہم نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سوال کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سحری کھانے کے درمیان اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کے درمیان کا فاصلہ کتنا تھا تو حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا اتنا فاصلہ کہ آدمی پچاس آیتوں کی تلاوت کرے یعنی بہت زیادہ فاصلہ نہیں تھا۔ خمیسن کا ذکر میں سے کوئی تحدید نہیں کیونکہ ہر شخص کی پچاس آیتیں پڑھنے کا وقت مختلف ہو سکتا ہے' کوئی جلدی کوئی دیر سے پڑھتا ہے' مقصد اس کے بتانے کا یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سحری کھانا نماز کے قریب قریب تھا تو پس معلوم ہوا کہ سحری ایسے وقت میں کھانی چاہیے کہ نماز فجر کے قریب قریب ہو۔

علامہ تورپشتیؒ فرماتے ہیں کہ یہاں وقت کا جو اندازہ بیان کیا گیا ہے اس پر عام مسلمانوں کو عمل کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ عمل براہ راست بارگاہ الوہیت سے مطلع ہو جانے کے بعد تھا۔ دوسرے یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تو دین کے معاملہ میں معصوم عن الخطا تھے کہ آپ سے کسی دینی معاملہ میں معمولی لغزش کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا اور ظاہر ہے کہ یہ مرتبہ ہر ایک کو کہاں نصیب ہو سکتا ہے۔

وَعَنْ اَبِیْ ذَرٍّؓ قَالَ قَالَ لِیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَیْفَ اَنْتَ اِذَا کَانَتْ عَلَیْکَ اُمَرَآءُ
حضرت ابوذرؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا تیرا کیا حال ہوگا جب تجھ پر ایسے سردار مسلط ہوں گے جو نماز کو تاخیر
یُمِیْتُوْنَ الصَّلٰوۃَ اَوْ یُؤَخِّرُوْنَھَا عَنْ وَقْتِھَا قُلْتُ فَمَا تَاْمُرُنِیْ قَالَ صَلِّ الصَّلٰوۃَ لِوَقْتِھَا فَاِنْ اَدْرَکْتَھَا
سے پڑھیں گے یا اس کے وقت سے تاخیر کریں گے۔ میں نے کہا آپ مجھ کو کیا حکم دیتے ہیں فرمایا نماز اپنے وقت پر پڑھ لے اگر ان کے ساتھ

مَعَهُمْ فَصَلِّ فَإِنَّهَا لَكَ نَافِلَةٌ. (صحیح مسلم)
نماز کو پائے پڑھ لے پس تحقیق تیرے لئے نفل ہوگی۔ روایت کیا اس کو مسلم نے۔

تشریح: حاصل حدیث:۔ اس حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوذرؓ کو بطور پیشین گوئی کے فرمایا کہ ایک دن ایسا آئے گا کہ تم پر ظالم فاجر حکمران مسلط ہوں گے اور وہ نماز کو اپنے اوقات مستحبہ سے مؤخر کردیں گے تو اس وقت تیرا کیا حال ہوگا؟ تو کیا کرے گا؟ حضرت ابوذرؓ نے فرمایا جو آپ حکم کریں گے وہی کروں گا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب ظالم حکمران تم پر مسلط ہوجائیں اور وہ نمازوں کو اپنے اوقات مستحبہ سے مؤخر کریں تو ایسے وقت میں نماز کو اکیلا (وقت مستحب میں) گھر میں ادا کرلینا تاکہ وقت مستحب کی فضیلت سے محروم نہ رہے اور جب وہ حکام نماز پڑھ رہے ہوں تو اس حالت میں ان کو پائے تو ان کے ساتھ نماز پڑھ لینا۔ پس یہ تیرے لیے نفل ہوجائیں گے۔ جماعت میں شریک ہوجانا تاکہ تیرے اوپر بغاوت کا الزام بھی نہ آئے اور جماعت کی فضیلت سے بھی محروم نہ ہو۔ چنانچہ کہا جاتا ہے کہ بنوامیہ کے دور میں یہ بات شروع ہوگئی کہ جو حکام کے ساتھ نماز پڑھتا وہ تو اچھا سمجھا جاتا اور جو ان کے ساتھ نماز نہ پڑھتا وہ باغی ہوجاتا۔ اس دور میں اصل یہی ہوتا تھا کہ جو امامت کبریٰ کا متولی ہوتا وہی امامت صغریٰ کا بھی ہوتا لیکن چونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بطور انکشاف کے یہ بات معلوم ہوگئی تھی اس لیے تعلیماً للامۃ حضرت ابوذر سے سوال کیا؟

مسئلہ: کون کون سی نمازوں میں شریک ہونا ہے اور کن نمازوں میں شریک نہیں ہونا اس کے بارے میں حدیث ساکت ہے۔

احناف کے نزدیک تفصیل یہ ہے کہ فرض نماز ادا کرنے کے بعد فجر، عصر اور مغرب میں شریک ہونا جائز نہیں اس لیے کہ فجر اور عصر کے بعد نفل نہیں ہوتے اور مغرب کے بعد میں نفل تو جائز ہیں مگر یہ تین نفل ہوں گے تو تنفل بالثلث مشروع نہیں۔ البتہ ظہر اور عشاء میں شریک ہونا جائز ہے۔ یہی صحیح مذہب ہے۔ شوافع کہتے ہیں ہر نماز میں شریک ہونا جائز ہے۔

شوافع کی دلیل۔ دلیل یہی حدیث ہے فان ادركتهم فصل معهم اس میں مطلق آیا ہے۔ کوئی صلوٰۃ دون صلوٰۃ کی تخصیص نہیں۔

شوافع کی دلیل کا جواب-۱: من جانب احناف۔ احناف کی طرف سے جواب (ا) یہ حالت اضطرار پر محمول ہے کیونکہ اس حال میں یعنی اگر نماز ان کے ساتھ نہ پڑھیں تو بغاوت کا حکم والزام لگ جاتا تو اس الزام سے بچنے کے لیے فرمایا کہ صل معهم.

جواب-۲: حدیث میں علت مذکور ہے فانها لك نافلة. یہ دیکھو کہ کس صورت میں یہ نماز نفل بن سکتی ہے اور کس صورت میں نہیں تو ہم نے دیکھا کہ فجر، عصر اور مغرب میں یہ نفل نہیں بن سکتی اس لیے اس میں شرکت کی اجازت نہیں اور ظہر اور عشاء میں نفل بن سکتی ہے اس میں شریک ہونے کی اجازت ہے باقی مبالغہ کے اندر ایک مستقل باب آرہا ہے اس کا اختلاف وتفصیل وہاں بیان ہوگی۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اَدْرَكَ رَكْعَةً مِّنَ الصُّبْحِ قَبْلَ اَنْ
حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے
تَطْلُعَ الشَّمْسُ فَقَدْ اَدْرَكَ الصُّبْحَ وَمَنْ اَدْرَكَ رَكْعَةً مِّنَ الْعَصْرِ قَبْلَ اَنْ تَغْرُبَ الشَّمْسُ فَقَدْ
سورج نکلنے سے پہلے ایک رکعت پالی پس اس نے نماز صبح کی پالی اور جس نے ایک رکعت عصر کی سورج غروب ہونے سے پہلے پالی
اَدْرَكَ الْعَصْرَ. (صحیح البخاری و صحیح مسلم)
اس نے عصر کی نماز پالی۔

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَدْرَكَ اَحَدُكُمْ سَجْدَةً مِّنْ صَلٰوةِ الْعَصْرِ
اسی (ابو ہریرہؓ) سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے عصر کی نماز ایک رکعت پالی سورج غروب ہونے سے

قَبۡلَ اَنۡ تَغۡرُبَ الشَّمۡسُ فَلۡيُتِمَّ صَلٰوتَهٗ وَاِذَا اَدۡرَکَ سَجۡدَةً مِّنۡ صَلٰوةِ الصُّبۡحِ قَبۡلَ اَنۡ تَطۡلُعَ
پہلے پس چاہیئے کہ وہ اپنی نماز کو مکمل کرے اور جب صبح کی نماز سے ایک رکعت پالے اس سے پہلے کہ سورج طلوع ہو
الشَّمۡسُ فَلۡيُتِمَّ صَلٰوتَهٗ (صحیح البخاری)
وہ اپنی نماز کو پورا کرے روایت کیا اس کو بخاری نے۔

تشریح: حاصل کلام۔ یہ حدیث حدیث الادراک کے نام سے مشہور ہے۔ حاصل دونوں حدیثوں کا ایک ہے کہ ان دونوں حدیثوں کے ظاہر سے معلوم ہورہا ہے کہ جس نے صبح کی ایک رکعت کو پالیا طلوع شمس سے پہلے تو اس نے فجر کو پالیا (دوسری رکعت پڑھنے کی ضرورت نہیں) اور جس نے عصر کی ایک رکعت کو پالیا (غروب شمس سے پہلے) اس نے نماز عصر کو پالیا۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ طلوع شمس اور غروب کے وقت اگر نماز پڑھ رہا ہے وہ ادا سمجھی جائے گی اور صحیح ہوگی۔ اس حدیث پر دو اعتراض وارد ہوتے ہیں۔

اعتراض (۱) اس حدیث الادراک کا تعارض ہے احادیث نہی کے ساتھ 'ص ۹۴ پر کئی احادیث ایسی ہیں کہ جن سے معلوم ہوتا ہے کہ طلوع شمس اور غروب شمس کے وقت نماز پڑھنا مکروہ ہے ان اوقات میں صلوٰۃ پڑھنے سے منع فرمایا اور اس حدیث الادراک سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر طلوع شمس اور غروب شمس کے وقت نماز پڑھ رہا ہے تو جائز ہے۔

اعتراض (۲) احناف پر اشکال ہے شوافع احناف کو الزام دیتے ہیں کہ تم حدیث کے بعض حصہ پر عمل کرتے ہو اور بعض حصہ پر عمل نہیں کرتے کیونکہ احناف کہتے ہیں کہ اگر عصر کی نماز پڑھتے وقت غروب شمس ہوگیا تو عصر کی نماز جائز ہوجائے گی اور اگر فجر کی نماز پڑھتے پڑھتے طلوع شمس ہوگیا تو فجر کی نماز فاسد ہوجائے گی بخلاف شوافع کے وہ کہتے ہیں دونوں نمازیں صحیح ہوجائیں گی۔

پہلے اعتراض کے جوابات: جواب-۱: حدیث الادراک کا مصداق نائم اور ناسی ہیں یعنی ایک شخص سورہا تھا یا نماز بھول گیا اب اس نے اتنا وقت پایا کہ ایک رکعت پڑھ سکتا ہے اور اس نے پڑھ لی تو اس نے پوری نماز کو پالیا اور احادیث نہی کا مصداق عامد ہے یعنی جس نے قصداً نماز کو چھوڑ دیا پھر سورج کے طلوع وغروب کے وقت پڑھے اس سے منع فرمایا۔

جواب-۲: حدیث الادراک کا مصداق فرض نماز ہے اور احادیث نہی کا مصداق نفلی نماز ہے۔ نوافل بھی غیر ذوات الاسباب یعنی بغیر کسی سبب کے ایسے وقت میں نوافل پڑھے یہ منع ہے۔ جواب-۳: حدیث الادراک کا مصداق اوقات کو بیان کرنا نہیں بلکہ وجوب صلوٰۃ کو بیان کرنا ہے ایک شخص جو نماز کا اہل نہیں تھا وہ ایسے وقت میں اہل ہوگیا کہ جس وقت میں جتنی مقدار وقت میں ایک رکعت پڑھ سکتا ہے تو اس پر نماز واجب ہوجائے گی۔ مثلاً کافر تھا مسلمان ہوگیا' نابالغ تھا بالغ ہوگیا تو اب اگر ایک رکعت کے بقدر وقت موجود ہے تو اس پر نماز واجب ہے۔ حاصل یہ ہوگا من ادرک رکعةً من صلوٰة العصر فقد ادرک وجوب الصلوٰة۔

سوال-۱: اگر مراد معنی یہی ہے کہ ادرک وجوب الصلوٰۃ تو پھر صلوٰۃ دون صلوٰۃ کی تخصیص کیوں کی؟ یہ تو ہر نماز میں ہے کہ اگر ظہر کے وقت میں ایک رکعت کی بقدر وقت پالے تو اس پر نماز واجب ہوجائے گی اسی طرح عشاء کی بھی اسی طرح عصر مغرب میں بھی ہے تو پھر فجر اور عصر کی تخصیص کیوں کی؟

جواب-۱: فجر اور عصر کی تخصیص یہ کوئی احترازی نہیں بلکہ یہ اس لیے کی کہ یہ دو نمازیں ایسی ہیں کہ جن کا آخری وقت ہر شخص کو معلوم ہوسکتا ہے۔ مشاہدے کے ذریعے سے کہ سورج طلوع ہورہا ہے۔ سورج غروب ہورہا ہے۔ بخلاف باقی نمازوں کے عشاء' ظہر اور مغرب کے کہ ان کا وقت معلوم کرنا ہر شخص کے بس کی بات نہیں یا تخصیص اس لیے کی کہ یہ دو نمازیں ایسی ہیں کہ جن پر مداومت ومواظبت ان کی ذاتی تاثیر دخول جنت بدخول اولاً ہے بشرطیکہ کوئی مانع موجود نہ ہو۔

سوال-۲: اگر تکبیر تحریمہ کے بقدر نماز کا وقت پالے (نااہل اہل ہونے کی صورت میں) تب تو بھی اس پر نماز واجب ہوتی ہے تو پھر رکعۃ کی قید کیوں لگائی؟ نماز کے وجوب کے لیے ایک رکعت کا ہونا تو کوئی ضروری نہیں ہے؟

جواب: یہاں پر رکعۃ بمعنی جزء من الصلوٰۃ کے ہے۔اب معنی یہ ہوگا کہ جس نے جزء من الصلوٰۃ پالیا جس کا ادنی درجہ تکبیر تحریمہ ہے تو نماز اس کے ذمہ واجب ہوجائے گی اور احادیث نہی میں جو کہا گیا اس کا مطلب یہ ہے کہ بالکل ہی نہ پائے۔

سوال-۳: اگر یہی وجوب والا معنی مراد ہے تو مابعد والی عبارت فلیتم صلوٰۃ یہ منطبق نہیں ہوتی؟

جواب-۱: یہ روایت بالمعنی کی قبیل سے ہے۔

جواب-۱: قولہ'فلیتم صلوته یہ دفع وہم کیلئے فرمایا: یہ وہم ہوسکتا تھا کہ جتنی مقدار نماز کا وقت پایا تھا اتنا ہی نماز کا وجوب ہوگا اتنی ہی قضا کرنا پڑے گی۔مثلاً ظہر کی نماز کے وقت کے ختم ہونے سے پہلے ایک رکعت کا وقت پایا تو وہم ہوسکتا تھا کہ صرف ایک رکعت ہی واجب ہوئی ہے اگر دو رکعت کا وقت پایا تو دو رکعت ہی واجب ہوئی ہے تو فرمایا نہیں بلکہ نماز پوری واجب ہوگئی ہے۔نماز پوری ہی قضا کرنا پڑے گی اس لیے کہ اس میں تجزی نہیں۔اگر نماز ثلاثی ہے تو تین رکعتیں اگر ثنائی ہے تو دو رکعتیں اگر رباعی ہے تو چار رکعتیں قضا کرنا پڑیں گی۔

جواب-۳: حدیث ادراک میں اوقات کو بیان کرنا نہیں بلکہ مسبوق کے حکم کو بیان کرنا ہے۔یا (اس کا مصداق) حدیث ادراک کا مصداق فضیلت جماعت کا ادراک ہے۔(**من ادرک رکعة الصبح مع الامام فقد ادرک فضیلت الصبح و کذا العصر**) جس نے صبح اور عصر کی ایک ایک رکعت کو امام کے ساتھ پالیا تو اس نے باجماعت نماز کی فضیلت کو پالیا۔اس جواب پر اعتراضات ہیں۔

سوال: اس صورت میں **قبل طلوع الشمس و قبل غروب الشمس** اس پر منطبق نہیں؟

جواب: یہ دونوں صلوٰۃ الفجر والعصر کی تعبیرین ہیں۔قبل طلوع الشمس یہ نام ہے صلوٰۃ فجر کا اور قبل غروب الشمس نام ہے صلوٰۃ عصر کا۔اب معنی یہ ہوگا کہ جس نے فجر کی ایک رکعت امام کے ساتھ پالی اس نے فجر کی نماز باجماعت کے اجر وثواب کو پالیا اور اسی طرح عصر کی نماز میں ہے۔اس کی نظیر **فسبح بحمد ربک قبل طلوع الشمس و قبل الغروب**۔اس میں بھی یہی مراد ہے۔قبل طلوع الشمس سے فجر اور قبل غروب الشمس سے مراد عصر ہے۔

سوال: نماز باجماعت کی فضیلت حاصل ہوجائے گی؟

جواب-۱: یعنی رکعت سے مراد جزء من الصلوٰۃ پالیا تو باجماعت نماز کی فضیلت حاصل ہوجائے گی۔

جواب-۲: ان کی تاثیر ذاتی دخول جنت بدخول اولیٰ ہے یا پھر اس لیے کی کہ ان دو نمازوں کا وقت ہر کسی کو آسانی سے معلوم ہوجاتا ہے اور تعارض تو تب پیدا ہو جب کہ طلوع سے پہلے ایک رکعت اور طلوع کے بعد دوسری رکعت ادا کی جائے اور اسی طرح غروب سے پہلے ایک رکعت اور غروب کے بعد ایک رکعت ادا کی جائے۔

جواب-۳: امام طحاوی کی طرف سے یہ حدیث ادراک منسوخ ہے اور اس کے لیے ناسخ احادیث نہی ہیں۔یہ جواب بعض نے دیا ہے لیکن یہ جواب جمہور کی طرف سے نہیں ہے کیونکہ احناف نے عصر کے صحیح ہونے پر اسی حدیث ادراک سے استدلال کیا ہے۔

دوسرا اشکال احناف فرق کرتے ہیں عصر اور فجر کے درمیان کہ فجر فاسد اور عصر صحیح ہوجائے گی۔احناف پر اعتراض ہے کہ حدیث کے بعض حصے پر عمل اور بعض پر نہیں اس کا جواب یہ ہے۔

دوسرے اعتراض کا جواب-۱: حدیث ادراک اور احادیث نہی کے درمیان تعارض پیدا ہوگیا اور جب حدیثوں میں تعارض ہوجائے تو قیاس کے ذریعے ترجیح دی جاتی ہے۔(یہ نہیں کہ قیاس کی طرف رجوع کیا جاتا ہے یہ تعبیر غلط ہے) تو احناف کہتے ہیں اب ہم قیاس کے ذریعے فجر کے متعلق احادیث نہی کو ترجیح دیتے ہیں۔حدیث ادراک کے مقابلے میں اور عصر کے متعلق حدیث ادراک کو ترجیح دیتے ہیں' احادیث نہی کے مقابلے میں۔ترجیح دو مقدموں پر مشتمل ہے۔

(۱) پہلا مقدمہ: نماز کے وجوب کا سبب' وقت کی وہ جز جو ادائے صلوٰۃ کے ساتھ متصل ہو وہی جز وجوب صلوٰۃ کا سبب ہوگی۔

(۲) دوسرا مقدمہ: اس جز کی جو کیفیت ہوگی وہی کیفیت نماز کی ہوگی (کامل ناقص) جس مقدمہ کا وجوب ہوگا اسی قسم کی ادا واجب ہوگی۔
ان دو مقدموں کے بعد ہم کہتے ہیں فجر کی نماز کا وقت بجمیع اجزاءٖ کامل وقت ہے تو وجوب جب ہوگا تو کامل ہوگا۔ جب وجوب کامل ہوا تو ادا بھی کامل ہونی چاہیے اور طلوع شمس کے بعد ادا کامل متحقق نہیں ہوسکتی اس لیے نماز فاسد ہو جائے گی۔ بخلاف عصر کے کہ اس کا وقت بجمیع اجزاءٖ کامل نہیں بلکہ ناقص ہے تو جب وجوب ناقص ہوگا تو ادا بھی ناقص واجب ہوگی۔ لہٰذا اگر سورج غروب ہو جائے تو بھی نماز فاسد نہیں ہوگی۔
دوسری وجہ طلوع شمس کے بعد تو کسی نماز کا وقت ہی نہیں ہے اسی لیے طلوع شمس کی وجہ سے نماز فاسد ہو جائے گی اور غروب شمس کے بعد مغرب کا وقت شروع ہو جاتا ہے تو اسی وجہ سے عصر کی نماز ہو جاتی ہے۔

وَعَنْ اَنَسٍؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ نَسِيَ صَلٰوةً اَوْنَامَ عَنْهَا فَكَفَّارَتُهَا اَنْ
حضرت انسؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص نماز بھول گیا اس سے
يُّصَلِّيَهَا اِذَا ذَكَرَهَا وَفِيْ رِوَايَةٍ لَا كَفَّارَةَ لَهَا اِلَّا ذَالِكَ. (صحیح البخاری و صحیح مسلم)
سو گیا اس کا کفارہ یہ ہے کہ جب یاد آئے اسے پڑھ لے۔ ایک روایت میں ہے اس کا کوئی کفارہ نہیں ہے مگر یہی۔

تشریح: حاصل حدیث اگر کوئی شخص نماز کو بھول گیا یا سو گیا تو جب نماز کی یاد آجائے تو نماز پڑھ لے اس کا کفارہ یہی ہے۔
شرط کی جانب امران مذکور ہیں۔ نسی، نام اور جزاء کی جانب تاخیر امر واحد مذکور ہے۔
اذا ذکرھا۔ ذکر مذکور ہے اور ذکر تو نسی کا مقابل ہے لیکن نوم کا مقابل نہیں۔ تو شرط و جزاء میں مطابقت نہیں۔
جواب-۱: جزاء کی جانب عبارت محذوف ہے۔ اذا ذکرھا استیقظ۔ اب مطابقت ہوگئی نسیان کا مقابل ذکر اور نوم کا مقابل استیقاظ ہے۔
معنی اگر نماز بھول گیا تھا تو یاد آ گیا پڑھ لے اور اگر سو گیا تھا اٹھ کر پڑھ لے۔ یہ کلام عرب میں ہوتا رہتا ہے کہ معطوف کو مع حرف عطف کے حذف کر دیتے ہیں۔ اس کی نظیر وسرابیل تقیکم الحر آگے والبرد محذوف ہے لیکن واضح ہونے کی وجہ سے ذکر نہیں اب شرط و جزاء میں عدم مناسبت نہیں۔
جواب-۲: جزاء میں ذکر سے مراد عام ہے وہ یاد آنا خواہ نسیان کے بعد ہو یا نوم کے بعد ہو۔ تو یہ دونوں کی جزاء ہے کوئی الگ چیز نہیں۔
سوال: اس سے معلوم ہوا کہ جس وقت میں بھی نماز یاد آئے فوراً قضاء کر لی جائے خواہ بے وضو ہو یا با وضو ہو ستر عورت ہو یا نہ ہو خواہ اوقات مکروہ ہوں حالانکہ ان چیزوں کے بغیر تو نماز صحیح ہی نہیں ہوتی۔ احناف کہتے ہیں کہ اوقات مکروہ میں جس طرح عامد کے لیے اوقات مکروہ میں نماز قضاء کرنا جائز نہیں اسی طرح نائم اور ناسی کے لیے بھی اوقات مکروہ میں نماز قضاء کرنا جائز نہیں۔ شوافع کہتے ہیں کہ ناسی و نائم کے لیے اوقات مکروہ میں نماز قضا کرنا جائز ہے۔
ائمہ کے دلائل۔ شوافع کی دلیل:۔ یہی حدیث انس ہے۔ اس میں مطلق آیا یصلیھا اذا ذکرھا۔
احناف کی دلیل: احادیث نہی کا عموم ہے۔ عامد، ناسی اور نائم سب کو شامل ہے بمصلی دون مصلی کی قید کے ساتھ مقید نہیں تخصیص نہیں؟
جواب-۱: احناف کی طرف سے اس دلیل کا جواب بالا جماع اس حدیث کو اپنے اطلاق پر باقی نہیں رکھتے بلکہ بعض قیود لگاتے ہو مثلاً تحصیل طہارت ستر عورت وغیرہ۔ تو ہم بھی ایک قید لگا دیں گے وہ یہ ہے کہ مناسب وقت ہونا چاہیے اور وقت غیر مکروہ ہو اس قید پر قرینہ احادیث نہی عن الصلوٰۃ فی الاوقات المکروہۃ ہے۔
جواب-۲: اور نیز یہ حدیث پر دال ہے زیادہ سے زیادہ نائم اور ناسی کے لیے ان اوقات میں نماز پڑھنا مباح ہے (اباحت ہے) اور احادیث نہی کا مدلول حرمت ہے اور مبیح اور محرم میں جب تعارض ہو جائے تو ترجیح محرم کو ہوتی ہے اور خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل اس کا قرینہ ہے۔ لیلۃ التعریس والا عمل کہ نماز کو دوسرے مقام پر جا کر ادا کیا۔ فقہاء نے یہی مسئلہ نکالا کہ نماز کو مؤخر کیا اس لیے کہ یہ وقت مناسب نہیں تھا آگے جا کر مناسب وقت میں نماز کو ادا کیا۔ کفارۃ کا مطلب بعض حضرات کے نزدیک فوت شدہ نماز کی قضاء بھی ہے اور دوبارہ اگلے

دن کی نماز کے ساتھ اس کو دوبارہ پڑھنا بھی ہے۔ یہ حدیث جمہور کی دلیل ہے کہ بس ایک مرتبہ قضاء ہے۔

وَعَنْ اَبِیْ قَتَادَةَؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَیْسَ فِی النَّوْمِ تَفْرِیْطٌ اِنَّمَا التَّفْرِیْطُ

حضرت ابو قتادہؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سو جانے میں کوئی قصور نہیں۔ سوائے

فِی الْیُقْظَةِ فَاِذَا نَسِیَ اَحَدُکُمْ صَلٰوةً اَوْ نَامَ عَنْهَا فَلْیُصَلِّهَا اِذَا ذَکَرَهَا فَاِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی قَالَ وَاَقِمِ

اس کے نہیں قصور بیداری میں ہے۔ جس وقت ایک تمہارا نماز بھول جائے یا اس سے سو جائے اس کو پڑھ لے جب اس کو یاد آئے کیونکہ اللہ تعالیٰ

الصَّلٰوةَ لِذِکْرِیْ. (پ ۱۶ رکوع ۱۰). (صحیح مسلم)

نے فرمایا ہے اور قائم کر میری نماز میرے یاد کرنے کے وقت روایت کیا اس کو مسلم نے۔

تشریح: حاصل حدیث:۔ حدیث کے پہلے جملہ سے مقصود نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا ہے؟ جب لیلۃ التعریس کے موقع پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی نماز قضاء ہوگئی تو صحابہ کرامؓ انتہائی غمگین تھے اور سخت پریشان تھے۔ نماز کے قضاء ہونے کی وجہ سے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اس جملہ کے ذریعے تسلی دی کہ تمہاری نماز تو نیند کی وجہ سے قضا ہوئی ہے کوئی بیداری میں تو قضاء نہیں ہوئی' نیند کی وجہ سے کوئی کمی کوتاہی نہیں ہے' کمی کوتاہی یہ ہے کہ انسان بیدار ہو اور لہو ولعب میں اور دنیاوی کام میں مشغول ہونے کی وجہ سے نماز فوت ہو جائے۔ آپ کی نماز تو نیند کی وجہ سے قضاء ہوئی ہے۔

دوسرے حصے میں ماقبل والی حدیث کا مضمون ہے اور اس پر وہی سوال وجواب ہیں۔ اس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بطور استشہاد کے یہ آیت تلاوت فرمائی: قولہ' واقم الصلوٰة لذکری. اشکال شاہد اور مشہود لہ میں مطابقت نہیں۔ استشہاد منطبق نہیں اس لیے کہ حدیث میں ذکر سے مراد ذکر الصلوٰۃ ہے اور آیت کریمہ میں ذکر سے مراد ذکر اللہ ہے۔ ذکر اللہ کے لیے نماز کو قائم کرو۔

جواب-۱: اصل میں قرأتیں دو ہیں ایک تو یہی مشہور ہے اور دوسری قرأت اقم الصلوٰۃ لذکری اور یہ استشہاد اسی قرأت ثانیہ کے اعتبار سے ہے۔

جواب-۲: مضاف محذوف ہے اصل میں ہے وقت ذکر صلوٰتی لام یعنی وقت کے ہے لام وقتیہ اب بھی مطابقت ہوگی دونوں میں ذکر صلوٰۃ مراد ہے۔

جواب-۳: ذکر اللہ اور ذکر الصلوٰۃ میں اتحاد ہے نماز بھی ذکر اللہ ہے' ذکر اللہ کا یاد آنا نماز کا یاد آنا ہے۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ

عَنْ عَلِیٍّ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ یَا عَلِیُّ ثَلَاثٌ لَا تُؤَخِّرْهَا اَلصَّلٰوةُ اِذَا اَتَتْ وَالْجَنَازَةُ

حضرت علیؓ سے روایت ہے بے شک نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے علی تین چیزوں میں دیر نہ کر نماز' جس وقت اس کا وقت آئے اور جنازہ

اِذَا حَضَرَتْ وَالْاَیِّمُ اِذَا وَجَدْتَ لَهَا کُفُوًا. (رواہ الترمذی)

جس وقت تیار ہو اور عورت بیوہ جب تو اس کا ہم قوم پائے روایت کیا اس کو ترمذی نے۔

تشریح: لسان نبوت سے حضرت علیؓ کو تین کاموں میں تاخیر نہ کرنے کی نصیحت فرمائی جا رہی ہے۔ پہلے تو نماز کے بارے میں فرمایا کہ جب نماز کا وقت مختار ہو جائے تو اس میں تاخیر نہ کرنا چاہئے بلکہ سب سے پہلے نماز پڑھو اس کے بعد کوئی دوسرا کام کرو۔

دوسرے نمبر پر جنازہ کے بارے میں فرمایا ہے کہ جس وقت جنازہ تیار ہو جائے تو اس کی نماز اور اس تدفین میں قطعاً تاخیر نہ کرنی چاہئے۔ علامہ اشرفؒ کا قول علامہ طیبی شافعی نقل کرتے ہیں کہ اس سے یہ معلوم ہوا کہ جنازہ کی نماز اوقات مکروہہ (یعنی آفتاب نکلنے ڈوبنے کے وقت اور نصف النہار کے وقت) میں پڑھنی مکروہ نہیں ہے۔ ہاں اگر یہ صورت ہو کہ جنازہ ان اوقات سے پہلے آجائے تو پھر ان اوقات میں نماز پڑھنی مکروہ

ہوگی۔یہی سجدہ تلاوت کا حکم ہے۔بہر حال ان تینوں اوقات مکروہہ کے علاوہ تمام اوقات میں حتیٰ کہ فجر کی نماز سے پہلے و بعد میں اور عصر کی نماز کے بعد بھی یہ دونوں چیزیں یعنی نماز جنازہ اور سجدہ تلاوت مطلقاً مکروہ نہیں ہیں۔تیسری چیز آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ فرمائی کہ بے خاوند عورت کا کفو یعنی ہم قوم مرد جب بھی مل جائے اس کے نکاح میں تاخیر نہ کرنی چاہئے۔ایم بے خاوند عورت کو کہتے ہیں خواہ وہ کنواری ہو یا مطلقہ بیوہ ہو مگر علامہ طیبیؒ فرماتے ہیں کہ ''ایم'' اس کو کہتے ہیں جس کا زوج (یعنی جوڑہ) نہ ہو خواہ وہ مرد ہو یا عورت اور عورت خواہ ثیب ہو یا باکرہ!۔

''کفو'' کا مطلب یہ ہے کہ مردان جملہ اوصاف میں عورت کے ہم پلہ و برابر ہو۔

۱-نسب ۲-اسلام ۳-حریت ۴-دیانت ۵-مال۔ ۶-پیشہ

اس موقع پر حدیث کی مناسبت سے ایک تکلیف دہ صورت حال کی طرف مسلمانوں کی توجہ دلا دینا ضروری ہے۔آج کل یہ عام رواج سا ہوتا جا رہا ہے کہ لڑکیوں کی شادی میں بہت تاخیر کی جاتی ہے اکثر تاخیر تو تہذیب جدید کی اتباع اور رسم ورواج کی پابندی کا نتیجہ ہوتی ہے۔یہ چیز نہ صرف یہ کہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم وفرمان کے سراسر خلاف ہے لڑکیوں کی فطرت اور ان کے جذبات کا گلا گھونٹ کر ان پر ظلم کے مترادف بھی ہے چنانچہ اسکے نتائج آج کل جس انداز سے سامنے آرہے ہیں اسے ہر شخص جانتا ہے کہ زنا کی لعنت عام ہو گئی ہے۔بے حیائی و بے غیرتی کا دور دورہ ہے اور اخلاق و کردار انتہائی پستیوں میں گرتے جا رہے ہیں۔

پھر نہ صرف یہ کہ کنواری لڑکیوں کی شادی میں تاخیر کی جاتی ہے بلکہ اگر کوئی عورت شوہر کے انتقال یا طلاق کی وجہ سے بیوہ ہو جاتی ہے تو اس کے دوبارہ نکاح کو انتہائی معیوب سمجھا جاتا ہے اس طرح اس بے چاری کے تمام جذبات وخواہشات کو فنا کے گھاٹ اتار کر اس کی پوری زندگی کو حرمان و یاس، رنج والم اور حسرت و بے کیفی کی بھینٹ چڑھا دیا جاتا ہے۔

یہ تو تقریباً سب ہی جانتے ہیں کہ تمام اہل سنت والجماعت کا متفقہ طور پر یہ عقیدہ ہے کہ جو عورت کسی معمولی سی سنت کا بھی انکار کرے یا اس کی تحقیر کرے تو وہ کافر ہو جاتا ہے اور یہ بھی لوگ جانتے ہیں کہ عورت کا نکاح کرنا پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وہ عظیم ومشہور سنت ہے جس کی تاکید بے شمار احادیث سے ثابت ہے۔لیکن افسوس ہے کہ مسلمان جو اسلام کا دعوی کرتے ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات اقدس سے محبت کا اقرار کرتے ہیں مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس سنت پر پابندی کے ساتھ عمل کرنے کا کوئی جذبہ نہیں رکھتے۔کتنے تعجب کی بات ہے کہ کوئی شخص تو اپنی مجبوریوں کی آڑ لے کر لڑکیوں کی شادی میں تاخیر کرتا ہے۔کوئی تہذیب جدید اور فیشن کا دلدادہ ہو کر اس سعادت سے محروم رہتا ہے اور کوئی شخص طعن وتشنیع کے خوف سے بیوہ کی شادی کرنے سے معذور بنتا ہے گویا وہ لوگوں کے طعن وتشنیع کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت پر ترجیح دیتا ہے حالانکہ دانش مندی کا تقاضا تو یہ ہے کہ وہ لوگوں کے اس طعن وتشنیع کو اپنے لئے باعث سعادت اور قابل فخر جانے کہ انبیاء علیہم السلام اور خدا کے نیک بندوں کے اچھے کاموں پر ہمیشہ پر ہمیشہ ہی لوگوں نے طعن وتشنیع کی ہے مگر ان لوگوں نے خدا کے حکم کی اطاعت وفرمانبرداری اور نیک کاموں میں ک بھی کوتاہی یا قصور نہیں کیا۔

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْوَقْتُ الْاَوَّلُ مِنَ الصَّلَاةِ رِضْوَانُ اللّٰهِ
حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نماز کا اول وقت اللہ کی خوشنودی کا ہے
وَالْوَقْتُ الْاٰخِرُ عَفْوُ اللّٰهِ ۔ (رواه الترمذی)
اور آخری وقت اللہ کے معاف کر دینے کا سبب ہے۔روایت کیا اس کو ترمذی نے۔

تشریح:۔ اس حدیث کی تشریح ماقبل دلائل میں گزر چکی ہے۔نماز کے میں ہے۔

وَعَنْ اُمِّ فَرْوَةَ قَالَتْ سُئِلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَيُّ الْاَعْمَالِ اَفْضَلُ قَالَ الصَّلَاةُ لِاَوَّلِ وَقْتِهَا
حضرت ام فروہؓ سے روایت ہے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا کون سا عمل افضل ہے فرمایا نماز کو اول وقت پر پڑھنا۔

رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِیُّ وَاَبُوْدَاؤدَ وَقَالَ التِّرْمِذِیُّ لَا یُرْوَی الْحَدِیْثُ اِلَّامِنْ حَدِیْثِ عَبْدِاللّٰہِ بْنِ

روایت کیا اس کو احمدؒ ترمذیؒ ابو داؤد نے ترمذی نے کہا یہ حدیث روایت نہیں کی جاتی مگر عبداللہ

عُمَرَ الْعُمَرِی وَھُوَ لَیْسَ بِالْقَوِی عِنْدَ اَھْلِ الْحَدِیْثِ.

بن عمرؓ کی حدیث سے اور محدثین کے نزدیک وہ قوی نہیں ہے۔

تشریح: دوسری احادیث میں جن اعمال کو افضل کہا گیا ہے وہاں افضلیت اضافی مراد ہے یعنی بعض اعمال بعض حیثیت سے افضل ہیں اور بعض اعمال کو دوسری وجوہ اور حیثیت سے دوسرے اعمال پر فضیلت حاصل ہے لیکن نماز علی الاطلاق یعنی بہمہ وجوہ ایمان کے بعد تمام اعمال سے افضل واشرف ہے۔

ترمذیؒ نے اس حدیث کے بارے میں کہا ہے کہ اس کے راوی صرف ایک یعنی عبداللہ ابن عمر عمری ہیں اور وہ بھی محدثین کے نزدیک قوی نہیں ہیں۔ عبداللہ ابن عمر عمری کے بارے میں غالباً پہلے بھی کسی حدیث کی تشریح میں بتایا جاچکا ہے کہ یہ حضرت عمر فاروقؓ کے خاندان سے ہیں اس لئے انہیں عمری کہا جاتا ہے ان کا سلسلہ نسب یہ ہے عبداللہ ابن عمر ابن حفص ابن عاصم ابن عمر فاروقؓ۔ بہرحال ترمذیؒ کے کہنے کا مقصد یہ ہے کہ یہ حدیث مرتبہ صحت کو نہیں پہنچتی حالانکہ دوسرے حضرات نے کہا ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے۔

وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ مَا صَلَّی رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ صَلَاةً لِوَقْتِهَا الْاٰخِرِ مَرَّتَیْنِ حَتّٰی

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی آخر وقت پر دوبارہ نماز نہیں پڑھی۔ یہاں تک کہ وفات دی

قَبَضَهُ اللّٰہُ تَعَالٰی. (رواہ الترمذی)

ان کو اللہ تعالیٰ نے (روایت کیا اس کو ترمذی نے)

تشریح: حاصل حدیث:۔ الفصل الثانی کے بعد چار حدیثوں کی تفصیل ماقبل میں گزر چکی۔

وَعَنْ اَبِیْ اَیُّوْبَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَا یَزَالُ اُمَّتِیْ بِخَیْرٍ اَوْ قَالَ عَلَی الْفِطْرَةِ

حضرت ابوایوبؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری امت ہمیشہ بھلائی پر رہے گی۔ یا فرمایا فطرت پر جب تک

مَالَمْ یُؤَخِّرُوا الْمَغْرِبَ اِلٰی اَنْ تَشْتَبِکَ النُّجُوْمُ رَوَاهُ اَبُوْدَاؤدَ وَرَوَاهُ الدَّارِمِیُّ عَنِ الْعَبَّاسِ.

مغرب کو موخر نہ کریں گے یہاں تک کہ بہت ہوں ستارے۔ روایت کیا اس کو ابوداؤدؒ نے اور روایت کیا دارمیؒ نے ابن عباسؓ سے۔

تشریح: حاصل حدیث:۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مغرب میں تعجیل افضل ہے اور یہ بالاجماع مسئلہ ہے۔

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَوْ لَا اَنْ اَشُقَّ عَلٰی اُمَّتِیْ لَاَمَرْتُهُمْ اَنْ

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر میں اپنی امت پر مشکل نہ جانتا میں حکم کرتا

یُؤَخِّرُو الْعِشَاءَ اِلٰی ثُلُثِ اللَّیْلِ اَوْ نِصْفِهٖ. (رواہ احمد بن حنبل و الترمذی و ابن ماجه)

تاخیر کریں عشا کی نماز کو تہائی رات یا آدھی رات تک۔ روایت کیا اس کو احمدؒ ترمذی اور ابن ماجہ نے۔

تشریح: حاصل حدیث حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر مجھے اپنی امت پر مشقت کا خوف نہ ہوتا مشقت کا تو میں عشاء کی نماز کو ثلث اللیل یا نصف اللیل تک موخر کرنے کا حکم کرتا۔ وجوبی طور پر اس سے معلوم ہوا کہ تاخیر افضل ہے۔

سوال: حکم تو موجود ہے تو پھر لو لا کو کیوں ذکر کیا؟

جواب: یہ جو حکم ہے یہ استحبابی ہے وجوبی نہیں۔ اگر مشقت کا خوف نہ ہوتا تو میں وجوبی حکم دیتا کہ عشاء کو مؤخر کرو۔

وَعَنْ مُعَاذِبْنِ جَبَلٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَعْتِمُوْا بِھٰذِہِ الصَّلَاۃِ فَاِنَّکُمْ قَدْ فُضِّلْتُمْ
حضرت معاذ بن جبلؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس نماز کو تاخیر سے پڑھو تحقیق تم اس کے ساتھ دوسری تمام امتوں
بِھَا عَلٰی سَائِرِ الْاُ مَمِ وَلَمْ تُصَلِّھَا اُمَّۃٌ قَبْلَکُمْ۔ (رواہ ابوداؤد)
پر فضیلت دیئے گئے ہو اور تم سے پہلے کسی امت نے یہ نماز نہیں پڑھی۔ روایت کیا اس کو ابوداؤد نے۔

تشریح: حاصل حدیث:۔ اس نماز کو عتمہ میں (تاریکی میں) داخل کرو اس لیے کہ یہ عشاء کی نماز تمہاری فضیلت ہے تمہاری خصوصیت ہے تم سے پہلے امتوں نے اس کو نہیں پڑھا۔ عتمہ اس اندھیرے کو کہتے ہیں جو غیبوبت شفق کے بعد ہو اس سے مراد عشاء کی نماز ہے تو اس حدیث سے عشاء کی نماز کی فضیلت معلوم ہوئی اور دوسرے حصہ میں فرمایا کہ عشاء کی نماز صرف تمہاری خصوصیت ہے لہٰذا تم اس کی حفاظت کرو۔ **قولہ'** امۃ الخ کا لفظ کہا اس سے معلوم ہوا کہ بعض انبیاء نے عشاء کی نماز پڑھی ہے۔ **واللہ اعلم بالصواب۔**

وَعَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِیْرٍ قَالَ اَنَا اَعْلَمُ بِوَقْتِ ھٰذِہِ الصَّلَاۃِ صَلٰوۃِ الْعِشَاءِ الْاٰخِرَۃِ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ
حضرت نعمان بن بشیرؓ سے روایت ہے کہا کہ میں اس عشاء آخرہ کے وقت کو خوب اچھی طرح جانتا ہوں نبی صلی اللہ علیہ وسلم
صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُصَلِّیْھَا لِسُقُوْطِ الْقَمَرِ لِثَالِثَۃٍ۔ (رواہ ابوداؤد، دارمی)
اس کو پڑھتے تھے جس وقت تیسری رات کا چاند ڈوبتا۔ روایت کیا اس کو ابوداؤد و ترمذی نے'

تشریح: حاصل حدیث حضرت نعمان بن بشیرؓ فرماتے ہیں کہ میں اس نماز کے وقت کو زیادہ جانتا ہوں اس صلوٰۃ سے مراد صلوٰۃ العشاء الاخیرہ ہے۔ باقی الاخیرۃ کا لفظ ایک وہم کو دور کرنے کے لیے کیونکہ اہل عرب مغرب کی نماز کو بھی عشاء سے تعبیر کرتے تھے اس لیے اخیرہ کی قید لگائی کہ عشاء کی نماز سے مراد مغرب کی نہیں ورنہ ہماری زبان میں اخیرہ کہنے کی ضرورت نہیں تھی۔ فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نماز عشاء تیسری رات کے چاند کے غروب ہونے کے وقت میں پڑھتے تھے۔ شوافع میں سے ایک شخص نے کہا کہ تیسری رات کے چاند شفق بمعنی حمرۃ کے بعد غروب ہوتا ہے تو معلوم ہوا کہ عشاء کا وقت شفق بمعنی حمرۃ کے بعد شروع ہوتا ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت میں نماز پڑھا کرتے تھے تو لہٰذا یہ ہماری دلیل ہے۔

علامہ ابن حجر عسقلانی نے لکھا ہے کہ یہ شوافع کی تائید ہے۔

احناف کی طرف سے جواب! تیسری رات کے چاند غروب ہونے کا وقت مختلف ہوتا رہتا ہے۔ چنانچہ علماء ہیئت نے جو بیان کیا ہے اس کا حاصل یہ ہے کہ تیسری رات کا چاند کبھی تو غروب آفتاب کے ۲ گھنٹے ۱۴ منٹ بعد غروب ہوتا ہے اس سے پہلے افق پر باقی رہتا ہے اور کبھی ۲ گھنٹے ۵۸ منٹ کے بعد غروب ہوتا ہے اور اس سے پہلے افق پر باقی رہتا ہے اور کبھی ۳ گھنٹے ۱۴ منٹ تک۔ تو آپ کا شفق بمعنی حمرۃ اتنی دیر تک باقی رہ سکتی ہے۔ ہرگز نہیں، پس یہ دعویٰ ہے جس کی کوئی دلیل نہیں۔

سوال: حضرت نعمان بن بشیرؓ نے اپنے اعلم ہونے کا دعویٰ کیسے کر دیا یہ تو یہ تو خود غرضی ہے جو ناپسندیدہ ہے۔

جواب: دوسرے کو ترغیب دینے کیلئے کسی کو اعتماد دلانے کیلئے کسی مصلحت کیلئے کوئی حرج نہیں۔ ہاں اگر عجب اور فخر کے طور پر ہو تو جائز نہیں۔

سوال: ایک طرف اکابر صحابہؓ اور ایک طرف یہ نعمان بن بشیرؓ انہوں نے کیسے اعلم کا دعویٰ کیا؟

جواب: انہوں نے اکابر صحابہؓ کے اعتبار سے ان کے مقابلے میں دعویٰ نہیں کیا بلکہ حاضرین مجلس میں سے اپنے جیسوں کے اعتبار سے فرمایا۔ اس سے اگلی دو حدیثیں ماقبل میں لکھ چکے ہیں واللہ الموفق۔

وَعَنْ رَافِعِ بْنِ خَدِيْجٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَسْفِرُوْا بِالْفَجْرِ فَاِنَّهٗ اَعْظَمُ

حضرت رافع بن خدیج سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا روشنی میں پڑھو تم نماز فجر کو پس یہ بات بہت بڑی ہے

لِلْاَجْرِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْدَاوٗدَ وَالدَّارِمِيُّ وَلَيْسَ عِنْدَ النَّسَائِيِّ فَاِنَّهٗ اَعْظَمُ لِلْاَجْرِ.

واسطے اجر کے۔ روایت کیا اس کو ترمذی ابوداؤد اور دارمی نے۔ نسائی نے یہ لفظ نقل نہیں کیے۔ فانه اعظم للاجر۔

تشریح: بظاہر اس حدیث سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ عصر کی نماز جلدی یعنی ایک مثل سایہ پہنچنے کے وقت یا اس کے تھوڑی دیر کے بعد پڑھی جاتی ہوگی جیسا کہ آئمہ ثلثہ اور صاحبین کا مسلک ہے اور ایک روایت کے مطابق حضرت امام اعظمؒ کا بھی یہی مسلک ہے اور بعض حضرات نے فتوی بھی اسی روایت پر دیا ہے۔ مگر حضرت امام اعظمؒ کا مشہور مسلک یہ ہے کہ عصر کا وقت دو مثل سایہ کے بعد ہوتا ہے چنانچہ ان کی طرف سے اس حدیث کی یہ تاویل کی جائے گی کہ ہوسکتا ہے کہ گرمیوں میں ایسا ہوتا ہو کیونکہ اس وقت دن بڑا ہوتا ہے۔ نیز حضرت ابن ہمامؒ نے ہدایہ کی شرح میں لکھا ہے کہ اگر عصر کی نماز سورج کے متغیر ہونے سے پہلے پڑھی جائے تو غروب آفتاب تک بقیہ وقت میں حدیث میں مذکور جیسا عمل بڑی آسانی سے کیا جاسکتا ہے چنانچہ جن لوگوں نے امراء و حکام کے ہمراہ کھانا پکانے والے ماہرین کو سفر میں کھانا پکاتے ہوئے دیکھا ہوگا وہ اسے بعید نہیں جانیں گے۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ

عَنْ رَّافِعِ بْنِ خَدِيْجٍ قَالَ كُنَّا نُصَلِّي الْعَصْرَ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ تُنْحَرُ الْجَزُوْرُ

حضرت رافع بن خدیج سے روایت ہے کہا کہ ہم عصر کی نماز پڑھتے تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ پھر اونٹ ذبح کیا جاتا۔

فَتُقَسَّمُ عَشَرَ قِسَمٍ ثُمَّ تُطْبَخُ فَنَاكُلُ لَحْمًا نَضِيْجًا قَبْلَ مَغِيْبِ الشَّمْسِ. (صحيح البخاری و صحيح مسلم)

پھر دس حصوں میں تقسیم کیا جاتا۔ پھر پکایا جاتا پھر ہم سورج کے غروب ہونے سے پہلے پکا ہوا گوشت کھالیتے۔

تشریح: بظاہر اس حدیث سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ عصر کی نماز جلدی یعنی ایک مثل سایہ پہنچنے کے وقت یا اس کے تھوڑی دیر کے بعد پڑھی جاتی ہوگی جیسا کہ آئمہ ثلثہ اور صاحبین کا مسلک ہے اور ایک روایت کے مطابق حضرت امام اعظمؒ کا بھی یہی مسلک ہے اور بعض حضرات نے فتوی بھی اسی روایت پر دیا ہے مگر حضرت امام اعظمؒ کا مشہور مسلک یہ ہے کہ عصر کا وقت دو مثل سایہ کے بعد ہوتا ہے چنانچہ ان کی طرف سے اس حدیث کی یہ تاویل کی جائے گی کہ ہوسکتا ہے کہ گرمیوں میں ایسا ہوتا ہو کیونکہ اس وقت دن بڑا ہوتا ہے۔ نیز حضرت ابن ہمامؒ نے ہدایہ کی شرح میں لکھا ہے کہ اگر عصر کی نماز سورج کے متغیر ہونے سے پہلے پڑھی جائے تو غروب آفتاب تک بقیہ وقت میں حدیث میں مذکور جیسا عمل بڑی آسانی سے کیا جاسکتا ہے چنانچہ جن لوگوں نے امراء و حکام کے ہمراہ کھانا پکانے والے ماہرین کو سفر میں کھانا پکاتے ہوئے دیکھا ہوگا وہ اسے بعید نہیں جانیں گے۔

عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ مَكَثْنَا ذَاتَ لَيْلَةٍ نَنْتَظِرُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلٰوةَ الْعِشَاءِ

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہا کہ ایک رات ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پچھلی عشاء کی نماز کیلئے انتظار کرتے تھے پس اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم

الْاٰخِرَةِ فَخَرَجَ اِلَيْنَا حِيْنَ ذَهَبَ ثُلُثُ اللَّيْلِ اَوْ بَعْدَهٗ فَلَا نَدْرِيْ اَشَيْءٌ شَغَلَهٗ فِيْ اَهْلِهٖ اَوْ غَيْرُ ذَالِكَ

ہماری طرف نکلے جس وقت تہائی رات گزر چکی تھی۔ یا اس کے بعد ہم نہیں جانتے کہ گھر میں کسی مشغولیت کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نہ آئے یا کوئی اور

فَقَالَ حِيْنَ خَرَجَ اِنَّكُمْ لَتَنْتَظِرُوْنَ صَلٰوةً مَا يَنْتَظِرُهَا اَهْلُ دِيْنٍ غَيْرُكُمْ وَلَوْلَا اَنْ يَّثْقُلَ عَلٰى اُمَّتِيْ

بات تھی فرمایا جس وقت باہر تشریف لائے تم ایک ایسی نماز کا انتظار کر رہے ہو کہ تمہارے سوا کوئی اور دین والا اس کا انتظار نہیں کرتا اور اگر یہ بات نہ ہو کہ میری

لَصَلَّيْتُ بِهِمْ هٰذِهِ السَّاعَةَ ثُمَّ اَمَرَ الْمُؤَذِّنَ فَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَصَلّٰى. (صحیح مسلم)

امت پر گراں گزرے گی یہ بات میں اس وقت اس نماز کو پڑھاتا۔ پھر موذن کو حکم دیا پس تکبیر کہی نماز کی اور نماز پڑھی۔ روایت کیا اس کو مسلم نے۔

تشریح: حاصل حدیث: حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ ایک رات ہم عشاء الاخیرہ کی نماز کے لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا انتظار کرتے رہے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم رات کے اخیری حصہ میں تہائی حصہ میں تشریف لائے بلکہ ثلث اللیل کے بعد تشریف لائے۔ (اَوْ بمعنی بَلْ کے ہے) جیسے آیت کریمہ "الف او یزیدون" آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تاخیر امر عارض کی وجہ سے ہوئی یعنی مثلاً ازواج مطہراتؓ کی وجہ سے یا خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طبیعت کا مقتضا ہوا اس تاخیر کا سبب کیا ہوا۔ صحابیؓ کہتے ہیں لا ندری الغرض تشریف لانے کے بعد صحابہ کو تسلی دینے کے لیے ارشاد فرمایا کہ تم نے جو نماز کے انتظار کی مشقت اٹھائی یہ بھی اجر وثواب سے خالی نہیں۔ فرمایا تم سے پہلے کسی دین والوں نے اس چیز کی انتظار نہیں کی جس کی تم انتظار کر رہے تھے۔ باقی دین والے جو ہیں ان پر عشاء کی نماز تھی ہی نہیں اب تم پر فرض ہے اس لیے تم اس کی انتظار کرتے رہے۔ پھر فرمایا کہ اگر مجھے میری اُمت پر یہ گراں نہ ہوتا تو میں البتہ نماز پڑھاتا' ان کو یہ نماز اسی وقت میں یعنی اتنی تاخیر کا حکم دیتا پھر موذن کو حکم دیا پھر اقامت کہی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھائی تو اس سے معلوم ہوا کہ عشاء اخیرہ میں افضل تاخیر ہی ہے۔ بشرطیکہ تقلیل جماعت کا اندیشہ نہ ہو۔

وَعَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَؓ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي الصَّلَوٰاتِ نَحْوًا مِنْ

حضرت جابر بن سمرہؓ سے روایت ہے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم تمہاری نمازوں کی مانند نماز پڑھا کرتے تھے اور عشاء کی

صَلٰوتِكُمْ وَكَانَ يُؤَخِّرُ الْعَتَمَةَ بَعْدَ صَلٰوتِكُمْ شَيْئًا وَكَانَ يُخَفِّفُ الصَّلٰوةَ (مسلم)

نماز کو تمہاری نماز سے کچھ دیر سے پڑھتے اور نمازیں سبک پڑھا کرتے تھے۔ روایت کیا اس کو مسلم نے

تشریح: حاصل حدیث: آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صرف مسنون قرأت پر اکتفاء کرتے تھے' باقی تعدیل ارکان پوری طرح کرتے تھے۔ گو اس سے معلوم ہوا کہ امام کو صرف مسنون قرأت پر اکتفاء کرنا چاہیے۔ (نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جو اطالت قرأت کرتے وہ مقتدیوں کی رضامندی تھی)۔

وَعَنْ اَبِیْ سَعِيْدٍ قَالَ صَلَّيْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَاةَ الْعَتَمَةِ فَلَمْ يَخْرُجْ حَتّٰى

حضرت ابو سعیدؓ سے روایت ہے ہم نے ایک مرتبہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عشاء کی نماز پڑھی۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم

مَضٰى نَحْوٌ مِنْ شَطْرِ اللَّيْلِ فَقَالَ خُذُوْا مَقَاعِدَكُمْ فَاَخَذْنَا مَقَاعِدَنَا فَقَالَ اِنَّ النَّاسَ قَدْ صَلُّوْا وَاَخَذُوْا

تشریف نہ لائے یہاں تک کہ آدھی رات گزر گئی پس فرمایا اپنی جگہوں کو لازم پکڑو ہم اپنی جگہ پر بیٹھے رہے فرمایا لوگوں نے

مَضَاجِعَهُمْ وَاِنَّكُمْ لَنْ تَزَالُوْا فِیْ صَلَاةٍ مَا انْتَظَرْتُمُ الصَّلَاةَ وَلَوْلَا ضَعْفُ الضَّعِيْفِ وَسَقَمُ السَّقِيْمِ

نماز پڑھ لی ہے اور سو گئے ہیں اور اپنے سونے کی جگہ پکڑی ہے اور تحقیق تم ہمیشہ ہو نماز میں جب تک انتظار کرتے ہو نماز کا۔ اگر ضعیف کا ضعف

لَاَخَّرْتُ هٰذِهِ الصَّلٰوةَ اِلٰى شَطْرِ اللَّيْلِ. (رواہ ابوداؤ والنسائی)

اور بیمار کی بیماری نہ ہو اس نماز کو آدھی رات تک دیر کرتا۔ روایت کیا اس کو ابوداؤد اور نسائی نے۔

تشریح: حاصل حدیث:۔ اور حضرت ابو سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عشاء کی نماز پڑھنے کا ارادہ کیا۔ پس حضور صلی اللہ علیہ وسلم گھر سے باہر تشریف نہیں لائے یہاں تک کہ نصف رات کے قریب حصہ گزر چکا تھا' تشریف لا کر فرمایا کہ لازم پکڑو تم اپنے بیٹھنے کی جگہ کو۔ الخ اور لوگوں نے تو نماز پڑھ لی اور وہ اپنے خواب گاہوں پر لیٹ چکے ہیں اور تم نماز کی انتظار کر رہے ہو یہ تمہارا انتظار کرنا بھی اجر وثواب سے خالی نہیں۔

قولہ' ان الناس قد صلوا ...... الخ لوگوں سے کیا مراد ہے اس سے مراد دوسرے دین والے مغرب کی نماز پڑھ کر سو چکے ہیں کیونکہ دوسرے دین والوں کے لیے عشاء کی نماز تھی ہی نہیں یا مراد یہ ہے کہ مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علاوہ باقی محلے والے عشاء کی نماز پڑھ کر فارغ ہو کر سو چکے ہیں اور تم چونکہ مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم والے ہو اس لیے عشاء کی نماز کا انتظار کر رہے ہو۔ اس سے بھی تاخیر افضل معلوم ہوئی۔ اگلی دو روایتیں ماقبل میں ان کی تشریح ہو چکی ہے۔

وَعَنْ اُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَشَدَّ تَعْجِيْلًا لِلظُّهْرِ مِنْكُمْ وَاَنْتُمْ اَشَدَّ
حضرت ام سلمہؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ظہر کی نماز تم سے جلد پڑھتے تھے اور تم عصر کی نماز
تَعْجِيْلًا لِلْعَصْرِ مِنْهُ. (رواه احمد بن حنبل الترمذی)
ان سے جلدی پڑھتے ہو۔ روایت کیا اس کو احمد نے ترمذی نے۔

تشریح: حاصل حدیث:۔ یہ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ عصر کی نماز میں تاخیر کرنا مستحب ہے جیسا کہ حضرت امام اعظم کا مسلک ہے۔

وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا كَانَ الْحَرُّ اَبْرَدَ بِالصَّلَاةِ وَاِذَا كَانَ
حضرت انسؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس وقت گرمی ہوتی نماز کو ٹھنڈا کر کے پڑھتے اور جب سردی ہوتی
الْبَرْدُ عَجَّلَ. (رواه النسائی)
جلد پڑھتے روایت کیا اس کو نسائی نے۔

تشریح: اس حدیث سے پتہ چلتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم گرمیوں میں ظہر کو ٹھنڈا کر کے پڑھتے اور سردیوں میں جلدی پڑھتے تھے۔

وَعَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ قَالَ قَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّهَا سَتَكُوْنُ عَلَيْكُمْ بَعْدِيْ
حضرت عبادہؓ بن صامت سے روایت ہے کہا کہ میرے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے
اُمَرَاءُ يَشْغَلُهُمْ اَشْيَاءُ عَنِ الصَّلَاةِ لِوَقْتِهَا حَتّٰى يَذْهَبَ وَقْتُهَا فَصَلُّوا الصَّلَاةَ لِوَقْتِهَا فَقَالَ رَجُلٌ
بعد امراء ہوں گے ان کو بہت سی چیزیں مشغول رکھیں گی نماز سے یہاں تک کہ اس کا وقت جاتا رہے گا۔ تم نماز وقت پر پڑھ لو ایک آدمی نے کہا
يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اُصَلِّيْ مَعَهُمْ قَالَ نَعَمْ. (رواه ابوداؤد)
اے اللہ کے رسول میں ان کے ساتھ نماز پڑھ لوں فرمایا ہاں۔ روایت کیا کو اس کو ابوداؤد نے۔

تشریح: حاصل حدیث:۔ اس کا مضمون حدیث ابوفرزہ والا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بطور پیشین گوئی کے فرمایا کہ عنقریب میرے بعد ایسے ظالم فساق حکمران آئیں گے جو نماز کو اپنے وقت مستحب سے مؤخر کریں گے۔

قولہ' يشغلهم. (روکے رکھیں گی اشیاء ان کو نماز سے) جب وقت گزر جائے گا تو نماز پڑھیں گے۔ ایک صحابیؓ نے عرض کیا کیا ہم ان کے ساتھ نماز پڑھ لیں یعنی اپنی نماز پڑھنے کے بعد فرمایا ہاں پڑھ لینا تا کہ تمہارے اوپر بغاوت کا الزام نہ آئے۔

وَعَنْ قَبِيْصَةَ بْنِ وَقَّاصٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَكُوْنُ عَلَيْكُمْ اُمَرَاءُ مِنْ بَعْدِيْ
حضرت قبیصہؓ بن وقاص سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے بعد تمہارے حاکم ہوں گے نماز کو تاخیر سے پڑھیں گے
يُؤَخِّرُوْنَ الصَّلَاةَ فَهِيَ لَكُمْ وَهِيَ عَلَيْهِمْ فَصَلُّوْا مَعَهُمْ مَا صَلُّوا الْقِبْلَةَ. (رواه ابوداؤد)
پس وہ تمہارے لئے فائدہ ہے اور ان پر وبال ہے ان کے ساتھ نماز پڑھو جب تک وہ قبلہ کی طرف نماز پڑھیں۔ روایت کیا اس کو ابوداؤد نے۔

تشریح: حاصل حدیث:۔قوله' فهی لكم: یہ جونماز جماعت کے ساتھ ان کے ساتھ ادا کی جائے گی یہ تمہارے فائدہ کے لیے ہے اوران پر اس تاخیر کا ضرر ہوگا) فرمایا تم ان کے ساتھ شریک ہو سکتے ہو جب تک ان میں کوئی کفریہ علامت نہ پائی جائے۔(مثلاً قبلہ کی طرف منہ نہ کریں تو یہ کفریہ علامت ہے) یہ کنایہ ہے جب تک وہ اسلام پر باقی رہیں تم ان کے ساتھ شریک رہو۔ یہ معنی نہیں کہ فاسق و فاجر کو امام بنالیں۔(اپنی نماز پہلے پڑھ لو اصل یہی ہے پھر جماعت میں اگر شریک ہو جاؤ الخ)

وَعَنْ عُبَيْدِاللّٰهِ بْنِ عَدِيٍّ بْنِ الْخَيَارِ اَنَّهٗ دَخَلَ عَلٰى عُثْمَانَ وَهُوَ مَحْصُوْرٌ فَقَالَ اِنَّكَ اِمَامُ عَآمَّةٍ
حضرت عبیداللہ بن عدی بن خیارؓ سے روایت ہے بے شک وہ عثمان پر داخل ہوا جب کہ وہ اپنے گھر میں بند تھے پس کہا تم امام ہو
وَّنَزَلَ بِكَ مَا تَرٰى وَيُصَلِّيْ لَنَااِمَامُ فِتْنَةٍ وَّنَتَحَرَّجُ فَقَالَ الصَّلٰوةُ اَحْسَنُ مَا يَعْمَلُ النَّاسُ فَاِذَا
سب کے اور پہنچی ہے تم کو وہ مصیبت جو دیکھتے ہو اور ہمیں فتنہ کا امام نماز پڑھاتا ہے اور ہم گناہ سمجھتے ہیں۔فرمایا نماز وہ اچھا عمل ہے جو لوگ کرتے
اَحْسَنَ النَّاسُ فَاَحْسِنْ مَعَهُمْ وَاِذَا اَسَآءُ وا فَاجْتَنِبْ اِسَآءَ تَهُمْ. (صحیح البخاری)
ہیں جس وقت لوگ نیکی کریں تو بھی ان کے ساتھ نیکی کر اور جب برائی کریں ان کی برائی سے الگ رہ روایت کیا ہے اس کو بخاری نے۔

تشریح: حاصل حدیث:۔حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب محصور تھے تو حضرت عبیداللہ بن عدی بن الخیار ان پر داخل ہوئے اور فرمایا کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہمارے امام برحق ہیں۔آپؓ ہم سب کے امام ہیں آپؓ پر تو مصیبت اتر پڑی ہے اور ہمیں امام فتنہ نماز پڑھاتا ہے باغیوں کا سردار (کنعانہ ابن بشر) نماز پڑھاتا ہے ہمیں اس کے پیچھے نماز پڑھنے میں حرج ہے ہم گناہ سمجھتے ہیں ہماری طبیعت نماز میں کھلتی نہیں ہے۔ اس موقع پر جو جواب ارشاد حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دیا وہ امام برحق ہی دے سکتا ہے۔فرمایا! نماز لوگوں کے اعمال میں سے سب سے اچھا عمل ہے جب تک لوگ اچھے عمل کرتے رہیں تم بھی ان کے ساتھ شریک ہو جایا کرو چونکہ نماز بھی اچھا عمل ہے اس لیے شریک ہو جایا کرو اور جب لوگ برے عمل کرنا شروع کر دیں تو پھر ان سے اجتناب کیا کرو۔اس سے معلوم ہوا کہ فاسق اور باغی کے پیچھے نماز پڑھ لینی چاہیے اور جائز ہے۔

بَابُ فَضَائِلِ الصَّلٰوةِ

نماز کے فضائل کا بیان

پہلے باب میں بھی نماز کی فضیلت کا بیان اور اس باب میں بھی نماز کی فضیلت کا بیان ہے مگر فرق یہ ہے کہ پہلے باب میں مطلق نمازوں کی فضیلت کا بیان تھا اور اس مین خاص خاص نمازوں کی فضیلت کا بیان ہے۔(فجر وعصر) ورنہ اس طرح ماقبل والے باب کے ساتھ تکرار ہو جائے گی۔

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ

وَعَنْ عُمَارَةَ بْنِ رُوَيْبَةٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَنْ يَّلِجَ النَّارَ اَحَدٌ
حضرت عمارہ بن رویبہؓ سے روایت ہے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا فرماتے تھے وہ شخص ہرگز آگ میں داخل نہ ہوگا
صَلّٰى قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوْبِهَايَعْنِي الْفَجْرَ وَالْعَصْرَ. (صحیح مسلم)
جس نے سورج طلوع ہونے اور غروب ہونے سے پہلے نماز پڑھی۔یعنی فجر اور عصر کی نماز روایت کیا اس کو مسلم نے۔

تشریح: قوله' قبل طلوع الشمس و قبل غروب الشمس صلوٰۃ الفجر اور صلوٰۃ العصر سے یہ عبارت ہے۔حاصل

حدیث ان دونمازوں پر مداومت یہ نجات عن النار کا ذریعہ ہے یعنی مطلق دخول نہیں ہوگا بشرطیکہ مانع موجود نہ ہو۔

سوال: نجاۃ عن النار کے لیے صرف دونمازیں کافی ہیں یہ تو نصوص قطعیہ کے تو خلاف ہے؟

جواب: یہ دونمازیں ایسی ہیں جوزیادہ باعث مشقت ہیں' صبح کے وقت نوم کا غلبہ ہوتا ہے اور عصر کا وقت مصروفیت کے غلبہ کا وقت ہوتا ہے جوان موانع کے باوجود ان پر مداومت کرلے گا وہ باقی نمازوں پر بطریق اولیٰ کرلے گا۔

وَعَنْ اَبِیْ مُوْسٰیؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ صَلَّی الْبُرْدَیْنِ دَخَلَ الْجَنَّۃَ۔ (صحیح البخاری و صحیح مسلم)

حضرت ابوموسیٰؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے دونمازیں ٹھنڈے وقت کی پڑھیں جنت میں داخل ہوگیا۔

تشریح: بردین' دین کی دوطرفین' اس سے مراد فجر اور عصر ہیں باقی ان کو بردین سے اس لیے تعبیر کیا کہ دن کی طرفین میں ادا کی جاتی ہیں۔ان اوقات میں ٹھنڈک ہوتی ہے اور دوسرا قول اس سے مراد فجر ومغرب ہیں۔

پہلا قول راجح ہے۔حاصل حدیث جس نے صلوٰۃ العصر والفجر پڑھی وہ جنت میں داخل ہوگا۔بدخول اولیٰ۔بشرطیکہ مانع موجود نہ ہو؟

وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَتَعَاقَبُوْنَ فِیْکُمْ مَلَائِکَۃٌ بِاللَّیْلِ وَمَلَائِکَۃٌ

حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں رات اور دن کو فرشتے باری باری آتے ہیں اور وہ فجر اور عصر کی نماز میں جمع

بِالنَّھَارِ وَیَجْتَمِعُوْنَ فِیْ صَلٰوۃِ الْفَجْرِ وَصَلٰوۃِ الْعَصْرِ ثُمَّ یَعْرُجُ الَّذِیْنَ بَاتُوْا فِیْکُمْ فَیَسْاَلُھُمْ رَبُّھُمْ

ہوتے ہیں۔پھر چڑھتے ہیں وہ فرشتے جنہوں نے تم میں رات گزاری ہوتی ہے۔ان سے ان کا رب پوچھتا ہے حالانکہ وہ ان کو خوب جانتا ہے کس طرح

وَھُوَ اَعْلَمُ بِھِمْ کَیْفَ تَرَکْتُمْ عِبَادِیْ فَیَقُوْلُوْنَ تَرَکْنٰھُمْ وَھُمْ یُصَلُّوْنَ وَاَتَیْنٰھُمْ وَھُمْ یُصَلُّوْنَ۔ (صحیح البخاری و صحیح مسلم)

چھوڑا ہے تم نے میرے بندوں کو وہ کہتے ہیں ہم نے ان کو چھوڑا اس حال میں کہ وہ نماز پڑھتے تھے اور ہم ان کے پاس گئے جب کہ وہ نماز پڑھتے تھے۔

تشریح: حاصل حدیث:۔اس حدیث میں صلوٰۃ الفجر اور صلوٰۃ العصر کی فضیلت کو بیان کیا گیا ہے کہ یہ **ملائکۃ اللیل و ملائکۃ النھار** کے اجتماع کا وقت ہے کیونکہ رات کے فرشتے صبح کی نماز کے وقت حاضر ہوتے ہیں اور صبح کے فرشتے عصر کی نماز کے وقت حاضر ہوتے ہیں۔بخلاف دوسری نمازوں کے کہ ان میں یا تو **ملائکۃ النھار** ہوتے ہیں جیسے ظہر اور یا **ملائکۃ اللیل** ہوتے ہیں جیسے مغرب وعشاء۔یتعاقبون کا فاعل کیا ہے؟ اس میں دو قول ہیں۔

(۱) یتعاقبون میں فاعل جمع ضمیر ہے اور ملائکۃ باللیل اس ضمیر سے بدل ہے جیسے واسروا النجوی الذین ظلموا میں ہے۔

(۲) واؤ ضمیر صرف فاعل کے جمع ہونے کی علامت ہے آگے اس کا فاعل ہے ملائکہ باللیل۔یہ اَکَلُوْنِی الْبَرَاغِیْثُ کی قبیل سے ہے کھایا مجھ کو بچھوؤں نے اس میں واؤ صرف جمع کی علامت ہے۔

سوال: یتعاقبون اور یجتمعون میں تعارض ہے اس لیے کہ تعاقب تو اجتماع کے مغایر ہے پہلے حصہ سے معلوم ہوتا ہے کہ فرشتے آتے جاتے رہتے ہیں اور دوسرے حصے سے معلوم ہوتا ہے وہ ایک وقت میں جمع ہوجاتے ہیں؟

جواب: ابتداء کے اعتبار سے تعاقب ہے اور بقاء کے اعتبار سے اجتماع ہے۔یہ ملائکہ حفظہ ہوتے ہیں یا حفیظہ کے علاوہ ہوتے ہیں تو راجح قول یہی ہے کہ حفظہ کے علاوہ ہوتے ہیں۔یہ آتے کیوں ہیں؟ جواب: اس لیے آتے ہیں تاکہ اعمال کو ضبط کیا جائے۔پھر وہ ملائکہ جنہوں نے رات گزاری ہوتی ہے۔

(کیف ترکتم) تم میں چڑھتے ہیں پس اللہ تعالیٰ ان سے سوال کرتے ہیں حالانکہ اللہ زیادہ جاننے والے ہوتے ہیں تو یہ سوال تحصیل علم کے لیے نہیں ہوتا بلکہ اور غرض ہوتی ہے وہ یہ کہ تاکہ فرشتوں کے اس سوال کے فی غیر محلہ ہونے پر (فی غیر المحل) خود فرشتوں سے

اقرار کرایا جائے۔فرشتوں نے اعتراض کیا تھاقالوا اتجعل فیها من یفسد فیها ویسفک الدماء کہ آپ ان کو کیوں پیدا کررہے ہیں اس لیئے کہ یہ تو زمین میں فساد اور خون ریزی کریں گے تو اللہ ان کے اس سوال کے فی غیر المحل ہونے پر اللہ اقرار کراتے ہیں وہ کہتے ہیں تیرے بندوں کو نماز پڑھنے کی حالت میں چھوڑ کر آئے ہیں۔

سوال: بظاہر حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ سوال صرف ملائکۃ اللیل سے ہوتا ہے تو اس کی تخصیص کی کیا وجہ ہے؟

جواب-۱: رات کے اعمال اَعْسَر اور اشق ہوتے ہیں اور بندے ہوتے ہیں۔افضل اس بناء پر تخصیص کی۔اس لیے ان کے بارے میں رات کے فرشتوں سے سوال ہوتا ہے۔

جواب-۲: سوال دونوں قسم کے فرشتوں سے ہوتا ہے لیکن یہاں راوی نے صرف ملائکہ باللیل کا تذکرہ کیا۔

وَعَنْ جُنْدُبِ الْقَسْرِيِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ صَلَّى صَلٰوةَ الصُّبْحِ فَهُوَ فِيْ ذِمَّةِ اللّٰهِ فَلَا يَطْلُبَنَّكُمُ اللّٰهُ مِنْ ذِمَّتِهٖ بِشَيْءٍ فَإِنَّهٗ مَنْ يَّطْلُبُهٗ مِنْ ذِمَّتِهٖ بِشَيْءٍ يُّدْرِكْهُ ثُمَّ يَكُبُّهٗ عَلٰى وَجْهِهٖ فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ) وَفِيْ نُسَخِ الْمَصَابِيْحِ الْقُشَيْرِيْ بَدَلَ الْقَسْرِيِّ

حضرت جندب قسری سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص صبح کی نماز پڑھ لیتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کے ذمہ میں ہے پس تم سے اللہ تعالیٰ اپنے ذمہ کیلئے کوئی چیز طلب نہ کرے اس لئے کہ اگر اس نے اپنے ذمہ کیلئے کسی چیز کیساتھ طلب کرلیا اس کو پالے گا پھر اس کو منہ کے بل دوزخ میں ڈال دے گا۔روایت کیا اسکو مسلم نے مصابیح کے بعض نسخوں میں قسری کی بجائے قشیری ہے۔

تشریح: حاصل حدیث:۔جو شخص صبح کی نماز کو باجماعت پڑھ لیتا ہے وہ اللہ کی طرف سے امن کا مستحق ہوجاتا ہے لہٰذا اس کو ایذاء پہنچا کر اللہ کے اس امن والے عہد کو تھوڑا نہ جائے۔بشرطیکہ کسی مالا یعنی کا مرتکب نہ ہو۔یعنی اس کے مال جان کی طرف تعرض نہیں کرنا چاہیے یا یہ کہ اس کو دنیا میں کوئی عذاب نہ دے۔آگے وعید فرمائی کہ جس نے اس کو ایذاء پہنچا کر نقض عہد کیا اللہ اس سے نقض عہد کے بارے میں مطالبہ کریں گے اور مواخذہ کریں گے تو انتقاماً جہنم میں اوندھے منہ گرائیں گے۔

وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ يَعْلَمُ النَّاسُ مَا فِي النِّدَآءِ وَالصَّفِّ الْاَوَّلِ ثُمَّ لَمْ يَجِدُوْا اِلَّا اَنْ يَّسْتَهِمُوْا عَلَيْهِ لَاسْتَهَمُوْا وَلَوْ يَعْلَمُوْنَ مَا فِي التَّهْجِيْرِ لَاسْتَبَقُوْا اِلَيْهِ وَلَوْ يَعْلَمُوْنَ مَا فِي الْعَتَمَةِ وَالصُّبْحِ لَاَتَوْهُمَا وَلَوْ حَبْوًا. (صحيح البخاري و صحيح مسلم)

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر لوگ معلوم کرلیں کہ اذان کہنے میں اور پہلی صف میں کھڑے ہونے میں کیا ثواب ہے پھر نہ پائیں کوئی وجہ ترجیح مگر یہ کہ قرعہ اندازی کریں اس پر البتہ قرعہ ڈالیں اور اگر جانیں ظہر کی طرف جلدی جانے میں کیا ہے البتہ جلدی کریں اس کی طرف اور اگر جان لیں نماز عشاء اور صبح میں کیا ثواب ہے ضرور آئیں اگر چہ اپنے سرین پر گھسٹ کر آئیں۔

تشریح: حاصل حدیث:۔حدیث کے پہلے حصہ سے اذان اور صف اول کی فضیلت معلوم ہوئی' فرمایا کہ اگر لوگ اس اجر وثواب کو جان لیں (یعنی اس کا مشاہدہ کرلیں کیونکہ نفس علم تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خبر دینے کی وجہ سے ہوگیا ہے) جو اجر وثواب اذان اور صف اول میں شمولیت کی وجہ سے ملتا ہے پھر وہ وجوہ ترجیح میں سے کسی وجہ ترجیح کو نہ پائیں۔سوائے یہ کہ قرعہ اندازی کرنی پڑے تو قرعہ اندازی کریں گے۔چنانچہ جنگ قادسیہ میں اذان دینے کے لیے قرعہ ڈالا گیا۔حدیث کے دوسرے حصہ میں فرمایا جو اجر وثواب تہجیر میں ہے اگر اس کا لوگوں کو مشاہدہ ہوجائے تو لوگ اس کی طرف سبقت کریں گے۔

تھجیر کا معنی ہے نماز ادا کرنے کے لیے مسجد میں جلدی جانا نہ کہ نماز کو جلدی ادا کرنا۔لہٰذا اس جملے سے جلدی ادائیگی صلوٰۃ پر

استدلال نہیں کیا جاسکتا۔(یہ تجبیر بھی انتظار صلوٰۃ ہے)اس لیے جلدی جانا یہ بھی نماز ہی کے حکم میں ہے۔اس پر اجر وثواب ملے گا۔تیسرے حصہ میں فرمایا کہ اگر عشاء اور صبح کی نماز کے اجر وثواب کا مشاہدہ ہوجائے تو یہ ان کو ادا کرنے کیلئے آئیں گے۔اگر چہ گھسٹ کر کیوں نہ آئیں۔قوله' ولو حبوا الخ حبوا کہتے ہیں بچہ کا سینہ کے بل چلنا' یعنی اگر ان کو مسجد کی طرف گھسٹ کر بھی آنا پڑے تو ضرور آئیں گے۔

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ صَلٰوةٌ اَثْقَلَ عَلَى الْمُنَافِقِيْنَ مِنَ الْفَجْرِ وَالْعِشَآءِ
اسی (ابو ہریرہؓ) سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا منافقوں پر صبح اور عشا سے بڑھ کر کوئی نماز بھاری نہیں
وَلَوْ يَعْلَمُوْنَ مَافِيْهِمَا لَاَتَوْهُمَا وَلَوْ حَبْوًا (صحيح البخاری و صحيح مسلم)
اور اگر وہ جان لیں ان میں ثواب کیا ہے ضرور آئیں وہ اگر چہ اپنے سرین پر چل کر۔

تشریح: حاصل حدیث:۔منافقین پر فجر اور عصر کی نماز انتہائی زیادہ گراں اور بھاری ہے کیونکہ فجر نیند کا وقت اور عصر مشغولیت کا وقت ہے اور فرمایا کہ اگر ان کو ان نمازوں میں جو اجر وثواب ہے ان کا مشاہدہ ہوجائے تو لاتوهما ولو حبواً الخ

وَعَنْ عُثْمَانَؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ صَلَّى الْعِشَآءَ فِيْ جَمَاعَةٍ فَكَاَنَّمَا
حضرت عثمانؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے عشا کی نماز با جماعت کے ساتھ پڑھی گویا اس نے
قَامَ نِصْفَ الَّيْلِ وَمَنْ صَلَّى الصُّبْحَ فِيْ جَمَاعَةٍ فَكَاَنَّمَا صَلَّى الَّيْلَ كُلَّهٗ. (صحيح مسلم)
آدھی رات قیام کیا جس نے صبح کی نماز جماعت کے ساتھ پڑھی اس نے ساری رات قیام کیا۔روایت کیا اس کو مسلم نے۔

تشریح: حاصل حدیث:۔جس نے عشاء کی نماز با جماعت پڑھی پس گویا کہ اس نے نصف الیل کا قیام کیا اور جس نے صبح کی نماز پڑھی اس نے گویا پوری رات کا قیام کیا۔اس میں دو صورتیں ہیں۔پہلی صورت:۔عشاء کی نماز با جماعت ادا کی تو آدھی رات کے قیام کے برابر ثواب ملے گا اور دوسری آدھی رات' صبح کی نماز با جماعت پڑھی تو اب پوری رات کے قیام کا ثواب ہوگیا۔

دوسری صورت صبح کی نماز با جماعت پڑھنے سے پوری رات کے قیام کا ثواب ملتا ہے تو پہلی صورت میں عشاء اور فجر کا ثواب برابر ہے اور دوسری صورت میں فجر کی نماز کا ثواب دگنا ہے۔بہر حال اس حدیث سے عشاء اور فجر کی نماز کی فضیلت معلوم ہوئی۔

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَغْلِبَنَّكُمُ الْاَعْرَابُ عَلَى اِسْمِ صَلٰوتِكُمُ
حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔گنوار تم پر نماز مغرب کا نام رکھنے میں
الْمَغْرِبِ قَالَ وَيَقُوْلُ الْاَعْرَابُ هِيَ الْعِشَآءُ وَقَالَ لَا يَغْلِبَنَّكُمُ الْاَعْرَابُ عَلَى اسْمِ صَلٰوتِكُمُ الْعِشَآءُ
غالب نہ آجائیں وہ اس کو عشا کہتے ہیں اور فرمایا گنوار تم پر عشا کا نام رکھنے میں غالب نہ آجائیں اللہ کی کتاب میں اس کا نام عشا ہے
فَاِنَّهَا فِيْ كِتَابِ اللّٰهِ الْعِشَآءُ فَاِنَّهَا تُعْتِمُ بِحِلَابِ الْاِبِلِ . (صحيح مسلم)
اور وہ اونٹوں کو دوہنے کی وجہ سے دیر کرتے ہیں۔روایت کیا اس کو مسلم نے۔

تشریح: حاصل حدیث:۔فرمایا مغرب کو عشاء نہ ہوتا کہ اشتباہ اور التباس نہ ہو۔جیسا کہ اعرابی مغرب کو عشاء کہتے تھے اور فرمایا کہ عشاء کو عتمہ نہ کہو۔بس مغرب کو مغرب اور عشاء کو عشاء کہو۔قرآن میں ہے: ومن بعد صلوٰة العشاء. باقی ان کے عتمہ کہنے کی وجہ یہ ہے کہ کیونکہ یہ نماز عتمہ میں پڑھی جاتی تھی' اونٹنیوں کے دودھ دوہنے میں اشتعال کی وجہ سے اس کو عتمہ کہا گیا باقی احادیث میں آیا ہے یا تو یہ قبل النہی ہے یا احادیث نہی میں مراد عادت بنانا ہے کہ عادت نہ بناؤ یہاں اگر کوئی ایسا ہے وہ عشاء کو عتمہ کے نام ہی سے پہچانتا ہے تو پھر جائز ہے۔

حاصل حدیث غیروں کی اصطلاح سے اجتناب کیا جائے۔

خلاصہ کلام:۔اس حدیث میں اصطلاح جاہلیت جوغیر اسلامی ہوں ان سے بچنے کا حکم دیا گیا ہے چونکہ اعرابی مغرب کی نماز کو عشاء کے ساتھ تعبیر کرتے تھے اس لیے فرمایا کہ تم اس کو مغرب سے تعبیر کرو وہ تمہارے اوپر مغرب کو عشاء سے تعبیر کرنے میں غالب نہ آئیں بلکہ ان کے اوپر تم غالب آجاؤ مغرب کے نام کے ساتھ اور اسی طرح وہ تمہارے اوپر عشاء کو عتمہ کہنے میں غالب نہ آئیں تم اس کو عشاء ہی سے تعبیر کرو کیونکہ کتاب اللہ میں عشاء کو اسی نام کے ساتھ موسوم کیا گیا ہے۔چنانچہ فرمایا:ومن بعد صلوٰۃ العشاء)

وجہ تسمیہ۔مغرب کو عشاء سے اس لیے تعبیر کرتے ہیں یہ اعرابی اونٹوں کا دودھ نکالنے کی وجہ سے اس کو عتمہ کے وقت میں ادا کرتے تھے تو یہ تسمیہ الشئی باسم وقتیہ ہے۔**قولہ' فانها تعتیم بحلاب الابل:** تعتم اس کو دو طرح ضبط کیا گیا ہے۔مجہول ہو تو معنی یہ ہوگا کہ یہ نماز عتمہ کے وقت میں اونٹنیوں کا دودھ دوہنے کی وجہ سے داخل کردی جاتی ہے۔

وَعَنْ عَلِيٍّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَوْمَ الْخَنْدَقِ حَبَسُوْنَا عَنْ صَلٰوةِ الْوُسْطٰى
حضرت علیؓ سے روایت ہے کہا کہ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خندق کے دن فرمایا کافروں نے
صَلٰوةِ الْعَصْرِ مَلَأَ اللّٰهُ بُيُوْتَهُمْ وَقُبُوْرَهُمْ نَارًا. (صحیح البخاری و صحیح مسلم)
ہم کو درمیانی نماز جو عصر کی نماز ہے سے روکے رکھا اللہ ان کے گھروں کو اور قبروں کو آگ سے بھردے۔

تشریح: حاصل حدیث:۔غزوہ خندق کے موقع پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی عصر کی نماز فوت ہوگئی تھی تو چونکہ کفار اس کا سبب بنے تھے اس لیے بددعا فرمائی کہ اللہ ان کے گھروں کو اور ان کی قبروں کو آگ سے بھردے کیونکہ انہی کی وجہ سے بیعت میں مشقتیں بھی پیش آئیں' انہی کی وجہ سے ہماری نماز بھی قضاء ہوگئی۔

سوال: طائف میں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس سے بھی زیادہ مشقتیں اور مصیبتیں پہنچیں تھیں' جسم لہولہان ہوگیا لیکن اس موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بددعا نہیں فرمائی' یہاں غزوہ خندق میں کیوں یہ دعا فرمائی؟

جواب: کفار حق اللہ کو ادا کرنے میں حائل تھے یہاں بددعا (رکاوٹ) حقوق اللہ تھی لنفسہ نہیں تھی' وہاں طائف کے موقع پر تکلیفیں اگرچہ زیادہ پہنچی تھیں مگر کفار حقوق اللہ کو ادا کرنے میں حائل نہیں تھے اس لیے وہاں بددعا نہیں فرمائی۔صلوٰۃ الوسطیٰ تفسیر میرٹھی صلوٰۃ الوسطیٰ کا مصداق صلوٰۃ العصر کو قرار دیا۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِيْ

عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ وَسَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَاةُ الْوُسْطٰى
حضرت ابن مسعودؓ اور سمرہ بن جندبؓ سے روایت ہے ان دونوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نماز سطی عصر کی نماز ہے۔
صَلَاةُ الْعَصْرِ. (رواہ الترمذی)
روایت کیا اس کو ترمذی نے۔

تشریح: حاصل حدیث:۔صلوٰۃ الوسطیٰ کا مصداق کیا چیز ہے؟

احناف کا مذہب یہ ہے کہ آیت کریمہ میں بھی اور یہاں بھی صلوٰۃ الوسطیٰ کا مصداق صلوٰۃ العصر ہے۔

احناف کی دلیل (۱) حدیث علی عن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بالتصریح فرمایا اور دوسری دلیل یہی قول ابن مسعودؓ و سمرۃ بن جندبؓ ہے۔

مالکیہ اور شوافع کے نزدیک صلوٰۃ الوسطیٰ کا مصداق صلوٰۃ الفجر ہے۔ان کی دلیل وعن مالک بلغه ان علی ابن ابی طالبؓ وعبداللہ ابن عباسؓ کانا یقولان الصلوٰۃ الوسطیٰ الصلوٰۃ الصبح تو اس سے معلوم ہوا کہ صلوٰۃ الوسطیٰ کا مصداق صلوٰۃ الصبح ہے۔

اس حدیث کا جواب: ایک طرف صحابہؓ کے آثار ہیں اور ایک طرف مرفوع احادیث ہیں۔ لہٰذا مرفوع احادیث کو ترجیح ہوگی۔

سوال: حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان نقل کیا کہ صلوٰۃ الوسطیٰ صلوٰۃ العصر ہے اور یہاں کہہ رہے ہیں صلوٰۃ الصبح ہے تو یہ حضرت علیؓ کا قول پہلی حدیث کے خلاف ہے؟ جواب: جب تک احادیث مرفوعہ کا علم نہیں ہوا تھا اس وقت یہ ان کا اجتہاد تھا اور بھی صلوٰۃ الوسطیٰ کے بارے میں بہت سے اقوال ہیں' کوئی نماز ایسی نہیں کہ جس کے بارے میں یہ نہ کہا گیا ہو کہ یہ صلوٰۃ الوسطیٰ ہے خواہ فرضی ہو یا نفلی لیکن احناف کے نزدیک اصح عصر کی نماز ہے اور شوافع اور مالکیہ کے نزدیک فجر ہے۔ وسطیٰ یہ فعلی کا وزن ہے اور کلام عرب میں جو افضلیت چیز ہو اس کو اوسط یعنی فضلی اسے تعبیر کرتے ہیں اسی سے مؤنث وسطیٰ ہے۔ ذا فضلیت یا توسط کی وجہ سے صلوٰۃ العصر کو صلوٰۃ الوسطیٰ کہتے ہیں۔ بایں طور کہ دو نمازیں نہاری اس سے پہلے ہیں فجر اور ظہر اور دو لیلی اس کے بعد ہیں' مغرب اور عشاء لیکن راجح اول ہے۔ (افضلیت) امام طحاویؒ نے اس کا مصداق بیان کرنے کے لیے مستقل باب قائم کیا ہے اس میں ادلہ اور جوابات پیش کیے ہیں۔ شوافع کہتے ہیں کہ دو لیلی نمازیں پہلے اور دو بعد میں ہیں۔ پہلے مغرب و عشاء اور بعد میں ظہر و عصر ہیں۔ لہٰذا اس لیے مراد فجر ہے اس کو توسط حاصل ہے۔

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِیْ قَوْلِهٖ تَعَالٰی اِنَّ قُرْآنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُوْدًا
حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان میں بے شک قرآن فجر کا حاضر کیا گیا۔
قَالَ تَشْهَدُهٗ مَلَآئِكَةُ اللَّیْلِ وَمَلَآئِكَةُ النَّهَارِ. (رواه الترمذی)
فرمایا رات اور دن کے فرشتے اس میں حاضر ہوتے ہیں۔ روایت کیا اس کو ترمذی نے۔

تشریح: حاصل حدیث: قولہ' ان قرآن الفجر کان مشھوداً (الآیۃ) کی تفسیر کرتے ہوئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس وقت میں ملائکہ اللیل و النہار حاضر ہوتے ہیں چونکہ آیت کا ورود فجر کے بارے میں ہے اس لیے آپ نے فجر کی وجہ تسمیہ بیان فرمائی۔ اگر ورود عصر کے بارے میں بھی ہوتا اس کی وجہ تسمیہ بھی یہی بیان فرماتے کیونکہ اس وقت بھی فرشتے حاضر ہوتے ہیں۔ واللہ علم بالصواب

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ

عَنْ زَیْدِ بْنِ ثَابِتٍ وَّعَائِشَةَ قَالَا اَلصَّلٰوةُ الْوُسْطٰی صَلَاةُ الظُّهْرِ رَوَاهُ مَالِكٌ عَنْ زَیْدٍ وَالتِّرْمِذِیُّ
حضرت زید بن ثابت اور حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہا ان دونوں نے درمیانی نماز ظہر کی نماز ہے۔ روایت کیا اس کو مالک نے زید سے اور
عَنْهُمَا تَعْلِیْقًا.
ترمذی نے دونوں نے تعلیقاً۔

تشریح: حاصل حدیث:۔ یہاں تیسرا قول صلوٰۃ الوسطیٰ کے بارے میں بیان ہوا کہ اس سے مراد صلوٰۃ الظہر ہے۔ یہ قول زید بن ثابتؓ کا ہے تعلیق کا مطلب یہ ہے اس کی سند علامہ ترمذی نے ذکر نہیں کی۔ اس حدیث کا جواب ماقبل میں گزر چکا کہ اس زمانے کا اجتہاد ہے جب کہ ان کو مرفوع احادیث کا علم نہیں ہوا تھا۔

وَعَنْ زَیْدِ بْنِ ثَابِتٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یُصَلِّی الظُّهْرَ بِالْهَاجِرَةِ وَلَمْ یَكُنْ
حضرت زید بن ثابتؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ظہر کی نماز سویرے پڑھتے
یُصَلِّیْ صَلَاةً اَشَدَّ عَلٰی اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مِنْهَا فَنَزَلَتْ حَافِظُوْا عَلٰی
اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ پر اس سے بڑھ کر کوئی نماز نہ تھی پس یہ آیت اتری سب نمازوں کی حفاظت کرو

الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوۃِ الْوُسْطٰی وَقَالَ اِنَّ قَبْلَھَا صَلَاتَیْنِ وَ بَعْدَ ھَا صَلَاتَیْنِ. (رواہ احمد بن حنبل و ابوداؤد)
اور درمیانی نماز کی اور کہا اس سے پہلے دو نمازیں ہیں اور اس کے بعد دو نمازیں ہیں روایت کیا اس کو احمد ابو داؤد نے۔

تشریح: حاصل حدیث:۔اس سے بھی زید بن ثابتؓ نے استدلال کیا کہ صلوٰۃ الوسطٰی کے مصداق صلوٰۃ الظہر ہے۔دو نمازیں اس سے پہلے ہیں ایک لیلی عشاء اور نہاری فجر اور دو بعد میں ہیں ایک لیلی اور نہاری عصر اور مغرب حدیث کا جواب یہ راوی کا اپنا اجتہاد ہے۔

وَعَنْ مَالِکٍ بَلَغَۃٗ اَنَّ عَلِیَّ بْنَ اَبِیْ طَالِبٍ وَ عَبْدَاللّٰہِ بْنَ عَبَّاسٍ کَانَ یَقُوْ لَا نِ الصَّلٰوۃُ الْوُسْطٰی
حضرت مالکؒ سے روایت ہے اسے خبر پہنچی کہ علی ابن طالبؓ اور عبداللہ بن عباسؓ دونوں کہا کرتے تھے
صَلَاۃُ الصُّبْحِ رَوَاہُ فِی الْمُوطَّا وَرَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَابْنِ عُمَرَ تَعْلِیْقًا.
درمیانی نماز صبح کی نماز ہے۔روایت کیا اس کو موطا میں اور روایت کیا اس کو ترمذی نے ابن عباسؓ سے اور ابن عمرؓ سے تعلیقاً۔

وَعَنْ سَلْمَانَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ مَنْ غَدَا اِلٰی صَلَاۃِ الصُّبْحِ غَدَا
حضرت سلمانؓ سے روایت ہے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا فرماتے تھے جو کوئی علی الصبح کی
بِرَایَۃِ الْاِیْمَانِ وَمَنْ غَدَا اِلَی السُّوْقِ غَدَا بِرَایَۃِ اِبْلِیْسَ. (رواہ ابن ماجۃ)
نماز کی طرف چلا وہ ایمان کا جھنڈا لے کر چلا۔اور جو صبح صبح بازار کی طرف گیا ابلیس کا جھنڈا لے کر چلا۔روایت کیا اس کو ابن ماجہ نے۔

تشریح: حاصل حدیث:۔اس حدیث میں حزب اللہ اور حزب الشیطان کی مثال بیان کی گئی ہے کہ جو شخص صبح کی نماز پڑھنے کے لیے مسجد کی طرف چلتا ہے گویا اس کے ہاتھ میں ایمان کا جھنڈا ہے۔یہ حزب اللہ ہے اور جو شخص صبح کے وقت بازار کی طرف چلتا ہے گویا اس کے ہاتھ میں شیطان کا جھنڈا ہے تو حزب الشیطان ہے۔اب جس کا جی چاہے حزب اللہ اختیار کرے اور جو چاہے حزب الشیطان اختیار کرے۔حدیث کا مصداق وہ تاجر ہے جو صبح کی نماز ادا کیے بغیر تجارت کے لیے بازار کی طرف چلتا ہے جو نماز پڑھ کر جاتا ہے وہ حزب اللہ ہے اور جو نہیں پڑھ کر جاتا وہ حزب الشیطان ہے۔

بَابُ الْاُذَانِ

اذان کا بیان

ربط: ماقبل میں میقات الصلوٰۃ کا بیان تھا اب جن اشیاء سے نمازوں کے اوقات کی پہچان ہوتی ہے اس کا ذکر ہونا چاہیے اور وہ آذان ہے یہ اوقات صلوٰۃ کے پہچاننے کی علامت ہے اس لیے عنوان قائم کیا باب المیقات کے بعد۔باب الاذان۔اذان کے متعلق پہلی بات۔ اذان کا لغوی معنی واصلاحی معنی کیا ہے؟ اذان کا لغوی معنی ہے الاعلام۔

اصطلاحی معنی۔ **الاعلام باوقات الصلوٰۃ فی اوقاتٍ مخصوصۃٍ لصیغۃٍ مخصوصۃٍ بکلماتٍ مخصوصۃ.** اس کے علاوہ جو بچے کے کان میں اذان کہی جاتی ہے وہ مجازاً اذان کی تعریف پر صادق آتی ہے۔

دوسری بات: اذان کی مشروعیت کب ہوئی؟ مکی ہے یا مدنی؟ قبل الہجرۃ بعد الہجرۃ؟ بعد الہجرت مشروعیت ہوئی۔مدینہ میں شروع ہوئی۔

تیسری بات: اذان کی مشروعیت کیسے ہوئی؟ اس کی تفصیل یہ ہے کہ جب صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم ہجرت کر کے مدینہ منورہ آئے تو اپنے اپنے اندازے کے ساتھ نماز کے لیے جمع ہو جاتے تھے۔ظاہر ہے کہ اس جمع ہونے میں دشواری تھی کیونکہ کسی کا تتبع کس کی طرف اور کسی کا

کس کی طرف تھا۔ اس لیے ضرورت تھی کہ کوئی وقت متعین ہونا چاہیے تو چنانچہ باہم مشورہ ہوا کہ کوئی علامت مقرر کی جائے۔ ایک رائے یہ آئی کہ نماز کے وقت میں آگ روشن کی جائے جس سے دھواں وغیرہ اُٹھے گا تو سب کو علم ہو جائے گا لیکن اس رائے کو پسند نہیں کیا گیا اس لیے کہ اس میں مجوسیوں کے ساتھ تَشَبّہ ہے اور ایک رائے یہ آئی کہ سینگ (قَرْن) بجایا جائے لیکن اس کو بھی پسند نہیں کیا گیا اس لیے کہ سینگ بجانا یہود کا عمل تھا اور تیسری رائے یہ آئی کہ ناقوس کو بجایا جائے' ناقوس کا معنی یہ ہے کہ ایک خشبہ طویلہ (لمبی لکڑی) کو دوسری چھوٹی لکڑی پر مارا جائے اس سے آواز پیدا ہوگی لیکن اس کو بھی پسند نہیں کیا گیا اس لیے کہ اس میں تشبہ بالنصاریٰ ہے۔ الغرض کوئی رائے طے نہ ہوئی۔ بالآخر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رائے دی کہ **الصلوٰۃ جامعۃ الصلوٰۃ جامعۃ** کے کلمہ الفاظ سے نماز کے وقت میں اعلان کیا جائے۔ چنانچہ اس پر وقتی طور پر عمل شروع ہوا لیکن اس سے بھی **کماینبغی** فائدہ نہ ہوا۔ پھر دوبارہ مشورہ ہوا' نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارادہ فرمایا فیصلہ کرلیا کہ ناقوس بجانے کی اجازت دے دی جائے کیونکہ یہود کی بنسبت نصاریٰ مسلمانوں کے زیادہ قریب ہیں لیکن اس پر عمل کی نوبت نہ آئی۔

اسی اثناء میں اسی دوران حضرت عبداللہ بن زید ابن عبدربہ نے خواب دیکھا کہ ایک شخص سبز کپڑے پہنے ہوئے ناقوس اٹھائے ہوئے ہے۔ حضرت عبداللہ بن زید ابن عبدربہ نے سوال کیا کہ کیا تم اس کو بیچتے ہو تو اس نے کہا تم اس کے ساتھ کیا کرو گے' انہوں نے فرمایا کہ ہم اس کے ذریعے لوگوں کو نماز کے لیے بلائیں گے' اس نے کہا میں تمہیں اس کے لیے کلمات نہ بتلا دوں تو انہوں نے کہا ضرور بتلا دیں' تو پھر یہ اذان کے کلمات سکھلائے تو صبح حضرت عبداللہ ابن زید ابن عبدربہ نے یہ خواب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو سنایا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ رؤیا سچی ہے یہ سکھانے والا فرشتہ تھا چونکہ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ جہر الصوت بلند آواز والے تھے تو اس لیے ان کو حکم دیا کہ تم اذان کہو۔ (حضرت عبداللہ بن زید نے ان کو اذان سکھائی پھر حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اذان کہی) اور چونکہ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسلام کے لیے توحید کی طرف بہت سی تکلیفیں برداشت کی تھیں اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی تسلی و دلجوئی کیلئے ان کو اذان کا حکم دیا۔ چنانچہ اس اذان کو کہنے والے سب سے پہلے شخص حضرت بلال حبشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہوئے اور چونکہ حضرت عبداللہ بن زید ابن عبدربہ نے خواب دیکھا اس لیے ان کی دلجوئی اقامت کے لیے ان کو حکم دیا کہ تم اقامت کہو۔ لکھا ہے کہ یہ خواب دیکھنے والے ایک ہی رات میں ۱۴ صحابہؓ تھے لیکن سنانے میں پہل حضرت عبداللہ بن زید ابن عبدربہ نے کی۔

سوال: اذان تو شعائر اسلام میں سے ہے اس کی بنیاد ایک صحابی کے خواب پر کیسے؟ نبی کی رؤیا تو حجت ہو سکتی ہے لیکن غیر نبی صحابی کی رویا کیسے حجت ہو سکتی ہے تو اسلام کا مفاد اس پر کیسے؟

جواب: جب اللہ کا نبی تصدیق کردے تو حجت بن جاتی ہے جب غیر نبی کی رویا کو نبی کی تصدیق حاصل ہو جائے تو تصدیق کی وجہ سے حجت شرعیہ بن جاتی ہے۔ باقی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ تصدیق یا تو وحی کی وجہ سے تھی یا اجتہاد کی وجہ سے تھی۔ دونوں احتمال ہیں جیسا کہ بعض روایات میں آتا ہے کہ جب یہ بات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کہی گئی فرمایا: **قد سبقت الوحی** کہ وحی اس سے پہلے نازل ہو چکی ہے اس کے ساتھ ساتھ تعامل امت بھی ہے۔ چنانچہ اجماع ہو گیا ان کلمات کے اذان ہونے پر ادلہ قطعیہ سے ثابت ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب سنا تو فرمایا یہ کلمات میں نے شب معراج میں سنے تھے اس پر لوگوں نے اعتراض کردیا کہ پھر یہ بات مشورے میں کیوں نہیں رکھی۔ درمختار پر حاشیہ طحاوی کے نام سے اس کی وجہ یہ لکھی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو بیان نہیں کیا اس احتمال کی وجہ سے کہ یہ شاید اس عالم بالا کی ہی خصوصیت ہو کیونکہ اور بھی بہت ساری چیزیں دیکھیں تھیں جو اس عالم کیساتھ خاص تھیں لیکن جب خواب سنا تو شرح صدر ہو گیا کہ یہ اس عالم کی خصوصیت نہیں۔ چوتھی بات کہ اذان کا حکم کیا ہے؟ پانچوں نمازوں کیلئے اذان مسنون ہے۔

سوال: اگر کسی بستی والے ترک اذان پر اتفاق کرلیں تو ان سے قتال واجب ہے اس سے معلوم ہوا کہ اذان واجب ہے؟

جواب: قتال اس وجہ سے نہیں کیا جائے گا کہ یہ واجب ہے بلکہ یہ اس وجہ سے کیا جائے گا کہ یہ سنت (مسنون) ہونے کے ساتھ ساتھ شعائر اسلام میں سے بھی ہے اور جو شعائر اسلام کی توہین کرے تو اس سے قتال واجب ہے۔

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ

عَنْ اَنَسٍؓ قَالَ ذَكَرُوْا النَّارَ وَالنَّاقُوْسَ فَذَكَرُوا الْيَهُوْدَ وَالنَّصَارٰى فَاُمِرَ بِلَالٌ اَنْ يَشْفَعَ الْاَذَانَ وَاَنْ
حضرت انسؓ سے روایت ہے کہا کہ صحابہؓ نے آگ اور ناقوس کا ذکر کیا پس انہوں نے یہود و نصاریٰ کا ذکر کیا پس بلال حکم کئے گئے کہ اذان کا
يُّوْتِرَ الْاِقَامَةَ قَالَ اِسْمَاعِيْلُ فَذَكَرْتُهُ لِاَيُّوْبَ فَقَالَ اِلَّا الْاِقَامَةَ . (صحيح البخاری وصحيح مسلم)
کلمہ جفت کہیں۔ اور اقامت اکہری کہیں۔ اسماعیلؒ نے کہا میں نے اس بات کا ذکر ایوبؒ سے کیا تو انہوں نے کہا کہ مگر قد قامت الصلوٰۃ۔

تشریح: سوال: حضرت انسؓ نے اولاً نار اور ناقوس کو ذکر کیا اور آگے ذکر کیا' یہود و نصاریٰ کو تو اس سے معلوم ہوا کہ یہودی آگ جلاتے تھے اور نصاریٰ ناقوس بجاتے تھے؟ دوسری بات درست ہے کہ نصاریٰ ناقوس بجاتے تھے' پہلی درست نہیں کہ یہود آگ جلاتے تھے اس لیے کہ آگ تو مجوسی جلایا کرتے تھے؟ یہود تو قرن بجاتے تھے تو یہ انطباق کیسے؟

جواب-۱: یہود کی دو جماعتیں تھیں۔ ایک جماعت سینگ بجاتی تھی اور دوسری آگ جلاتی تھی تو یہاں وہ جماعت مراد ہے جو آگ جلاتی تھی۔

جواب-۲: یہود دونوں عمل کرتے تھے' تارۃً آگ جلانے پر عمل کرتے تھے اور تارۃً سینگ بجاتے تھے تو چونکہ دونوں عمل تھے اس لیے ان میں سے ایک آگ والے کو حضرت انس نے ذکر کر دیا۔

جواب-۳: یہ صنعت احتباق (استخدام) ہے۔ صنعت احتباق کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ جملہ اولیٰ میں کسی لفظ کو قرینہ بنا کر اس کے مقابل کوئی جملہ ثانیہ حذف کر دیا جائے اور یہ جملہ ثانیہ میں کسی لفظ کو قرینہ بنا کر اس کے مقابل کو جملہ اولیٰ میں حذف کر دیا جائے۔

یہاں پر جملہ اولیٰ میں نار کو قرینہ بنا کر جملہ ثانیہ میں مجوس کے لفظ کو حذف کر دیا اور جملہ ثانیہ میں یہود کو قرینہ بنا کر جملہ اولیٰ میں قرن بوک کو حذف کر دیا۔ اِدھر سے اُدھر اُدھر سے اِدھر' اصل میں عبارت یوں تھی: ذكروا النار والناقوس والبوک وذكروا المجوس والنصارىٰ واليهود.

فامر بلالؓ: سوال: یہ فاء منطبق نہیں ہوتی اس سے تو معلوم ہوتا ہے کہ جس مجلس میں یہ مشورہ ہوا اس میں یہ حکم دیا گیا سچ بتلاؤ اسی وقت حکم کیا گیا؟ (ہرگز نہیں) یہاں تو بہت سے مراحل گزرے تو اس فاء کو منطبق کر کے دکھاؤ؟

جواب: حروف عاطفہ ایک دوسرے کے معنے میں استعمال ہوتے رہتے ہیں یہاں فاء ثم کے معنے میں ہے اور ثم تراخی کیلئے آتا ہے۔ یہ فاء ہر جگہ تعقیب مع الوصل کیلئے نہیں ہوتی۔ یہاں پر فاء کا ترتب محذوف پر ہے جیسے فقلنا اضرب بعصاک الحجر فانفجرت. جیسے اس کا ترتب محذوف پر ہے۔ اسی طرح فامر کا ترتب بھی محذوف پر ہے کہ قصہ چلتا رہا' خواب سنایا گیا تو پھر حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اذان کا حکم دیا گیا۔

قوله' ان يشفع الاذان یہ کہ شفعًا شفعًا کہیں اذان کو لیکن کلمہ تکبیر کے ماسوا کیونکہ وہ چار مرتبہ ہے۔ اکثر کلمات کے اعتبار سے فرمایا کہ شفعاً شفعاً کہیں اور یہ کہ اقامت میں ایتار کریں۔ یعنی اقامت کے اندر فرادی فرادی کلمات کہیں۔ اس حدیث کے ایک راوی اسماعیل کہتے ہیں کہ میں نے یہ حدیث اپنے استاد ایوب کو سنائی تو ایوب نے کہا کہ اس میں اضافہ کرو الاالاقامة پوری حدیث ابھی نہیں ہوئی اس میں ایک لفظ اور بھی ہے پوری حدیث اس طرح ہے۔ ان يوتر الاقامة الاالاقامة (کیسی عبارت بن گئی) باقی اس استثناء کا معنی کیا ہے۔ مستثنیٰ منہ پوری اقامت ہے اور مستثنیٰ قدقامت الصلوٰة کے الفاظ ہیں۔ معنی بجز قدقامت الصلوٰة کے یعنی قدقامت الصلوٰة کے کلمے کے ماسوا میں ایثار کا حکم ہے۔ قدقامت الصلوٰة یہ شفعاً (دوبارہ ہے) ہے۔

مسئلہ: اقامت میں شفع ہے یا ایتار؟ پہلا قول: احناف کے نزدیک جسطرح کلمات اذان شفعاً شفعاً ہیں اسی طرح کلمات اقامت بھی شفعاً شفعاً ہیں۔ اذان اور اقامت میں کوئی فرق نہیں الاذان الاقامة۔ الا یہ کہ قدقامت الصلوٰة کے الفاظ کا فرق ہے۔ دوسرا قول:۔ شوافع کے نزدیک اقامت میں ایثار ہے بجز قدقامت الصلوٰة کے۔ شروع میں تکبیر کا کلمہ دو مرتبہ ہے اور حیعلتین کے بعد اللہ اکبر بھی دو مرتبہ ہے۔

تیسرا قول: مالکیہ کے نزدیک اقامت میں ایتار ہے حتیٰ کہ قدقامت الصلوٰۃ میں بھی ایتار ہے تو احناف کے مذہب کے مطابق اقامت کے کلمات (۱۷) اور شوافع کے نزدیک (۱۱) مالکیہ کے نزدیک چونکہ قدقامت الصلوٰۃ بھی ایک مرتبہ ہے اس لیے ان کے نزدیک ۱۰ کلمات ہیں لیکن اصل میں اختلاف اقامت میں شفعاً اور ایتار کا ہے اور پھر آیا ایتار قدقامت الصلوٰۃ کے ماسوا میں ہے یا قدقامت الصلوٰۃ میں بھی ایتار ہے۔ یہ اصل اختلاف ہے تو اس کے لحاظ سے یہ تعداد اقامت کتنی بنتی ہے۔

احناف کے دلائل: پہلی دلیل: احادیث ابومحذورہ فصل ثانی کی دوسری روایت میں فرمایا: **والاقامہ سبع عشرۃ کلمۃ** اقامت کے سترہ کلمے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سکھلائے تو یہ سترہ کلمات ایتار کی صورت میں نہیں ہو سکتے بلکہ شفعاً ہو تو پھر سترہ کلمات ہو سکتے ہیں۔ دیگر روایات میں بھی اقامت میں اثنیت کا ذکر ہے۔

دوسری دلیل: حدیث عبداللہ بن زید ابن عبدربہ اگلے صفحہ پر ہے اس میں فرمایا: وکذا الاقامۃ. اس کا حاصل یہ ہے کہ **ملک نازل من السماء** نے جس طرح مجھے اذان سکھلائی اسی طرح تکبیر (اقامت) بھی سکھلائی تو یہاں پر اقامت کو تشبیہ دی گئی ہے اذان کے ساتھ جس طرح اذان کے کلمات دو مرتبہ ہیں اسی طرح اقامت کے کلمات بھی دو مرتبہ ہیں۔

تیسری دلیل: اقامت حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ' حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا عمل اقامت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پردہ فرما جانے کے بعد مَثْنیٰ مَثْنیٰ رہا ہے۔ چنانچہ امام طحاویؒ نے اس کو ذکر کیا ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ اذان و اقامت دونوں میں بھی ثنیٰ ثنیٰ کہتے تھے۔

چوتھی دلیل: اس پر اجماع ہے کہ حیعلتین کے بعد کلمہ تکبیر میں تثنیہ ہے۔ اقامت اور اذان دونوں میں جب یہ متحد الحکم ہوئے تو اس پر قیاس کا مقتضیٰ یہ ہے کہ بقیہ کلمات میں بھی حکم میں اتحاد ہو یعنی شفعاً شفعاً ہو۔

پانچویں دلیل: نیز اذان کا اختتام لا الٰہ الا اللہ پر ہوتا ہے اور اقامت کے اختتامی کلمات بھی یہی ہیں تو جب یہ (دونوں اذان و اقامت) متحد الحکم ہوئے اختتامی کلمہ میں تو اس پر بھی قیاس کا مقتضیٰ یہ ہے کہ باقی کلمات (اذان و اقامت) میں بھی متحد الحکم ہوں۔ دونوں شفعاً شفعاً ہوں۔ **واللہ اعلم بالصواب۔**

شوافع کے دلائل: پہلی دلیل: یہی حدیث انس ہے۔ **وان یوتر الاقامۃ** بمع اس استثناء کے جو حضرت ابوایوب انصاری کی روایت میں مذکور ہے۔

دوسری دلیل: فصل ثانی کی پہلی حدیث: **عن ابن عمر قال کان الاذان علی عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مرتین مرتین والاقامۃ مرۃ مرۃ غیر انہ کان یقول قدقامت الصلوٰۃ قدقامت الصلوٰۃ** کہ اذان نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں شفعاً شفعاً کہی جاتی تھی اور اقامت کے کلمات صرف ایک ایک مرتبہ کہے جاتے تھے۔ قدقامت الصلوٰۃ کے علاوہ یہ الفاظ دو مرتبہ کہے جاتے تھے تو معلوم ہوا کہ اقامت میں ایتار ہے۔ قدقامت الصلوٰۃ کے ماسوا ہیں۔

مالکیہ کی دلیل: حدیث انس ہے مگر بغیر استثناء کے وہ کہتے ہیں کہ الا الاقامۃ یہ استثناء ایوب کا قول ہے۔

احناف کی طرف سے ایتار والی روایات کا جواب۔

جواب–۱: یہ بیان جواز پر محمول ہے اور یہاں مسئلہ جواز اور عدم جواز کا نہیں بلکہ راجح مرجوح کا مسئلہ ہے۔

جواب–۲: یہ ایتار بحسب الکلمات مراد نہیں بلکہ ایتار **بحسب الصوت وَالنَّفَسْ** مراد ہے۔ یعنی ہر دو کلمے ایک سانس میں کہے جائیں اور استدلال تب تام ہوتا ہے جب کہ ایتار ہی **بحسب الکلمات** ہو لیکن اس تاویل کے مطابق آگے **اِلَّا الاقامۃ** کا استثناء منطبق نہیں ہوتا اس لیے کہ اس کا مطلب یہ ہوگا کہ حکم کیے گئے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ کہ اذان شفعاً کہیں اور یہ کہ ایتار کریں اقامت میں یعنی ایک سانس میں ہر دو کلمے کہیں مگر قدقامت الصلوٰۃ یعنی قدقامت الصلوٰۃ کو دو سانسوں میں کہیں حالانکہ یہ تو عمل کے خلاف ہے احناف کے قول کے خلاف ہے۔

جواب-۱: اِلَّا یہ کہ کہاجائے کہ یہ مدرج من الراوی ہے۔جیسا کہ مالکیہ نے اس کا قول کیا ہے:

جواب-۱: انطباق کی صورت یہ ہے کہ یہ استثناء ماقبل والی کلام کے مفہوم سے ہے جس سے مقصود ایک وہم کا ازالہ کرنا ہے۔گویا الاالاقامہ یہ دفع دخل مقدر ہے۔ماقبل سے شبہ ہوا کہ جب ایتار بحسب الصوت والنفس ہے تو اذان اور اقامت کے کلمات مساوی ہو گئے تو الاالاقامة لاکر بتلایا کہ اس شبہ کو دور کیا کہ اذان اور اقامت کے کلمات میں قدقامت الصلوٰۃ کا فرق اور ایتار والی روایات کا ہے۔

جواب-۳: یہ ایتار ابتدا زمانے پر محمول ہے بعد میں اس کو منسوخ کر دیا گیا۔اس پر قرینہ بھی موجود ہے۔وہ قرینہ یہ ہے کہ حضرت سوید بن غفلہؓ یہ رواۃ میں سے ایک راوی ہیں۔یہ اس دن مدینہ منورہ پہنچے جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس دنیا سے رخصت ہوئے۔یہ روایت طحاوی میں مذکور ہے یہ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق ارشاد فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت بلالؓ کو سنا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے کے بعد وہ اذان اور اقامت دونوں کو مثنٰی مثنٰی کہتے تھے۔یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس دنیا سے چلے جانے کے بعد کا واقعہ ہے ورنہ اس کا مطلب یہ ہوگا کہ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ان کی زندگی میں ایتار پر عمل کرتے رہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے رخصت ہو جانے کے بعد ایتار پر عمل کرنا چھوڑ دیا بلکہ مثنٰی مثنٰی کہنے لگ گئے یہ تو صحیح نہیں ہے۔

جواب-۴: نیز اثنیت والی روایات مثبت بالزیادۃ ہیں کہ اس سے معلوم ہوتا کہ اقامت مثنٰی مثنٰی ہے اور مثبت زیادۃ کو عندالتعارض ترجیح ہوتی ہے بنسبت بغیر المثبت بالزیادۃ کے لہٰذا یہ راجح ہوں گی۔

مسئلہ-۳: ابتداء اذان میں کلمہ تکبیر کتنی مرتبہ ہے؟ آیا اس میں تربیع ہے یا نہیں؟

جمہور احناف کہتے ہیں اس میں تربیع ہے یہ کلمہ تکبیر چار مرتبہ ہے اور مالکیہ کہتے ہیں کہ کلمہ تکبیر میں تربیع نہیں بلکہ اس میں اثنیت ہے دو مرتبہ ہے۔

جمہور احناف کی ادلہ آگے آرہی ہیں۔

وَعَنْ اَبِیْ مَحْذُوْرَۃَؓ قَالَ اَلْقٰی عَلَیَّ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ التَّاذِیْنَ ھُوَ بِنَفْسِہٖ فَقَالَ قُلْ
حضرت ابومحذورہؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو اذان کہنا سکھلائی خود اپنے نفس کے ساتھ فرمایا اللہ بہت بڑا ہے اللہ بہت
اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ . اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ . اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ . اَشْھَدُ اَنَّ
بڑا ہے اللہ بہت بڑا ہے اللہ بہت بڑا ہے۔گواہ ہوں میں اس کا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں گواہ ہوں میں کہ اللہ کے ساتھ کوئی معبود نہیں میں اس کا
مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ . ثُمَّ تَعُوْدُ فَتَقُوْلُ اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ . اَشْھَدُ
گواہ ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہین میں گواہ ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔پھر دوبارہ کہہ میں گواہ ہوں کہ اللہ کے سوا
اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ . اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ . اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ . حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃِ
کوئی معبود نہیں میں گواہ ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں میں گواہ ہوں کہ محمد صلی اللہ علی وسلم اللہ کے رسول ہیں گواہ ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے
حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃِ . حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ . حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ . اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ . لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ (صحیح مسلم)
رسول ہیں۔آؤ تم نماز پر آؤ نماز پر آؤ کامیابی پر آؤ کامیابی پر اللہ بہت بڑا ہے اللہ بہت بڑا ہے نہیں کوئی معبود مگر اللہ۔روایت کیا اس کو مسلم نے۔

تشریح: جمہور حضرات کے دلائل:۔پہلی دلیل جمہور حضرات کی۔اس میں صراحۃً چار مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خود تعلیم دی تو معلوم ہوا کہ تربیع ہے۔

دوسری دلیل: فصل ثانی کی دوسری حدیث ابی محذورہ جس میں انہوں نے اذان کے انیس کلمات سکھلائے تو یہ انیس کلمات تب ہی ہوں گے جب اذان میں تربیع ہو۔

تیسری دلیل: اس سے اگلی روایت۔ اس میں بھی صراحتہً ترجیع کا ذکر ہے اور اسی طرح اذان بلال اور اذان ملک نازل من السماء اور حدیث عبداللہ بن زید بن عبدربہ میں ترجیع کا ذکر ہے۔

مالکیہ حضرات کے دلائل کا ذکر ہے۔ مالکیہ کی دلیل یہی حدیث انس ہے۔ ان یشفع الاذان. تو معلوم ہوا کہ جس طرح باقی کلمات میں اثنیت ہے اسی طرح کلمہ تکبیر میں بھی اثنیت ہے۔ دلیل کا جواب یہ حکم شفع کا کلمہ تکبیر کے ماسوا میں ہے۔

مسئلہ نمبر ۳: ترجیع اذان کی سنتوں میں سے ہے یا نہیں؟ اس میں دو قول ہیں ترجیع کا مطلب یہ ہے کہ شہادتین کو دومرتبہ آہستہ کہنے کے بعد دو مرتبہ بلند آواز سے کہا جائے۔ پہلا قول۔ احناف اور حنابلہ کے نزدیک ترجیع سنن الاذان میں سے نہیں۔

دوسرا قول۔ شوافع اور مالکیہ کے نزدیک سنن الاذان میں سے ہے۔

احناف کے دلائل: دلیل-۱: مابعد میں آنے والی حدیث عبداللہ بن زید ابن عبدربہ جس میں اذان ملک نازل من السماء کا تذکرہ ہے اس میں ترجیع کا ذکر نہیں۔ دلیل-۲: اذان حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سفر و حضر کے مؤذن تھے اسی طرح حضرت سعد اذان جو مؤذن مسجد قباء تھے اور اسی طرح اذان عبداللہ ابن ام مکتوم جو مؤذن تھے مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے ان کی اذانوں میں ترجیع نہیں تھی اور نیز ایک عقلی دلیل ذہن میں رکھ لو۔ دلیل-۳: کلمات اذان دو قسم پر ہیں: (۱) کچھ ایسے ہیں جو ایک ہی جگہ کہے جاتے ہیں جیسے حیّ علیٰ الصلوٰۃ۔ (۲) کچھ کلمات ایسے ہیں جو دو جگہ کہے جاتے ہیں مثلاً اللہ اکبر اللہ اکبر اور شہادت توحید (یقال فی موضعٍ واحد یقال فی موضعین) اب ہم دیکھتے ہیں کہ مقام اول میں جن کلمات میں ضعف ہے (وہ) مقام ثانی میں ان کا نصف ہے اور جو کلمات مقام ثانی میں ایک مرتبہ ہیں مقام اول میں دو مرتبہ ہیں۔ مثلاً شہادۃ توحید مقام ثانی (آخر) میں ایک مرتبہ ہے مقام اول میں دو مرتبہ ہے اور تکبیر مقام ثانی میں دو مرتبہ ہے تو لہٰذا اس کا تقاضا یہ ہے کہ مقام اول میں اس کا ضعف ہو اور وہ چار ہے تو لہٰذا تکبیر ابتداء اذان میں چار مرتبہ ہوگی باقی مالکیہ اور شوافع کی دلیل بھی احادیث ابی محذورہ ہیں کہ اس میں ترجیع فی الاذان کا ذکر ہے۔ (بڑی حیرت کی بات ہے۔ مسئلہ اقامت میں احادیث ابی محذورہ احناف کی دلیل ہے اور مسئلہ ترجیع میں شوافع کی دلیل ہے)

دلیل کا جواب-۱: یہ تعلیم پر محمول ہے اور ظاہر ہے تعلیم کیلئے دوبارہ کلمات کو لوٹایا جاتا ہے۔ یہ سنن الاذان ہونے کی حیثیت کی وجہ سے نہیں تھا اور حضرت ابومحذورہ نے اس کو سنن الاذان میں سے سمجھا اور اس پر اپنی ساری زندگی مکہ میں عمل کرتے رہے۔

جواب-۲: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جتنی مقدار رفع الصوت چاہتے تھے اتنی مقدار وہ رفع صوت نہیں کر رہے تھے تو اس لیے رفع صوت مطلوبہ کو چاہنے کے لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم دوبارہ لٹانے کا حکم دیا۔ اصل میں واقعہ یہ ہوا کہ غزوہ حنین سے واپسی کے موقع پر ایک مقام پر صحابی نے اذان دی اور وہاں بچے کھیل رہے تھے تو بچے نقل اتارنے لگے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان بچوں کو پکڑ لاؤ تو سب بچے بھاگ گئے لیکن یہ ابومحذورہ ہاتھ لگ گئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اب نقل اتارو تو انہوں نے نقل جب اتاری لیکن جب شہادتین پر خصوصاً اشھدان محمداً رسول اللہ پر پہنچے تو آواز کو آہستہ کر دیا کیونکہ اصل مسئلہ مختلف فیہ یہی تھا۔ اس لیے آہستہ کہا۔ ابو محذورہ فرماتے ہیں کہ اس وقت میری کیفیت یہ تھی کہ دنیا میں سب سے زیادہ مبغوض نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نہیں تھا تو کیسے اقرار کرتا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنی آواز کو بلند کرو تو انہوں نے اپنی آواز کو بلند کیا تو یہ ترجیع ہوگئی اس کو ابومحذورہ نے سنن الاذان میں سے سمجھ لیا۔ ابومحذورہ نے اس وقت اسلام قبول کر لیا اور فرماتے ہیں اب یہ کیفیت ہوگئی کہ دنیا سے سب سے زیادہ محبوب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی نہیں تھا کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے شریر کے سر پر ہاتھ پھیرا تھا۔ تو گویا سر پر ہاتھ رکھنے سے پہلے کیفیت یہ تھی کہ دنیا میں سب سے زیادہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مبغوض نہیں تھا اور سر پر ہاتھ رکھنے کے بعد کیفیت بالکل عکس مستوی ہوگئی۔ اب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ محبوب کوئی نہیں تھا۔ حضرت ابومحذورہ نے زندگی بھر کمال محبت کی وجہ سے اپنے سر کے بال نہیں کٹوائے۔

سوال: جب یہ ترجیع بطور تعلیم کے تھی تو اس کو انہوں نے اپنی اذان میں باقی کیوں رکھا؟ ہر دونوں صورتوں پر سوال وارد ہوتا ہے؟

جواب: چونکہ یہ ترجیع ان کے ایمان لانے کا سبب بنی تھی لہٰذا اس موقع کو یادگار بنانے کیلئے باقی رکھا یا پھر یہ کہ یہ ابو محذورہ مکہ مکرمہ کے مؤذن تھے اور مکہ میں بڑی اذیتیں کفار نے پہنچائی تھیں۔ توحید رسالت پر احد احد کہنے پر سزائیں ملیں اس وجہ سے اس کو باقی رکھا تا کہ توحید اچھی طرح راسخ ہو جائے اس لئے وہ اس کو عمل میں لاتے رہے۔ صحابہ کرامؓ نے بھی ان کو نہ روکا کیونکہ یہ انہی کی خصوصیت تھی۔

سوال: مثبت بالزیادۃ والا اصول یہاں کیوں نہیں چلایا کہ دوسری روایات میں ترجیع کاملہ ہے اور یہ زیادتی ہے؟

جواب: اگر یہ احتمال ہوتا تو ہم یہ اصول چلا دیتے اس میں خصوصیت کا احتمال ہے۔

سوال: تعلیم والے جواب پر ایک اشکال ہے کہ فصل ثانی کی تیسری روایت سے ترجیع کا سنت اذان ہونا معلوم ہوتا ہے اس روایت میں ہے **قلت یا رسول اللّٰہ علمنی سنة الاذان قال فمسح الخ ...... ترفع بها صوتک ثم تقول اشهدان لاالٰہ الاّ اللّٰہ الخ ......اشهدان محمداً رّسول اللّٰہ ...... تخفض بهما صوتک ثم ترفع صوتک بالشهادة الخ.** اس میں تو صراحۃً **تخفض بهما** اور **ترفع** کے الفاظ ہیں۔ یہ روایت منطبق نہیں ہوتی؟

جواب-۱: یہ رواۃ کا تصرف ہے۔ یہ روایت بالمعنی کی قبیل سے ہے اس میں الفاظ ایسے لائے ہیں کہ جن سے معلوم ہوتا ہے یہ ترجیع سنن الاذان میں سے ہے۔ جواب-۲: ہمزہ استفہام کا محذوف ہے اتخفض کیا تو آواز کو پست کرتا ہے اور آگے ترفع بھی ارفع کے لیے یعنی اپنی آواز کو بلند کرے۔ الغرض حاشیہ نصیریہ میں یہ اشکال اٹھایا اور اس کے یہ جواب دیئے ہیں لیکن بایں ہمہ جھگڑا راجح مرجوح کا ہے جواز عدم جواز کا نہیں۔ (ترجیع راجح ہے یا مرجوح؟) تو اس اختلاف کی وجہ سے اذان کے کلمات کی تعداد میں بھی اختلاف ہو گیا چونکہ احناف تربیع کے قائل ہیں ترجیع کے نہیں اس لیے احناف کے نزدیک ۱۵ کلمات اذان ہیں اور چونکہ تربیع کے بھی قائل ہیں اور ترجیع کے بھی قائل ہیں۔ اس لیے ان کے نزدیک کلمات اذان ۱۹ ہیں اور چونکہ ترجیع کے قائل ہیں تربیع کے نہیں اس لیے ان کے نزدیک ۱۷ ہیں لیکن یہ اصل اختلاف نہیں۔ اصل اختلاف کا مبنی دو مسئلوں میں اختلاف ہے تربیع اور ترجیع کا مسئلہ۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ

عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ کَانَ الْاَذَانُ عَلٰی عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَرَّتَیْنِ وَ الْاِ قَامَةُ مَرَّةً مَرَّةً
حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہا کہ اذان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں دو دو بار اور تکبیر ایک ایک بار سوا اس کے کہ موذن کہتا
غَیْرَ اَنَّهٗ کَانَ یَقُوْلُ قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوةُ. قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوةُ (رواہ ابوداؤد و النسائی ، الدارمی)
قد قامت الصلوٰۃ قد قامت الصلوٰۃ دو بار۔ روایت کیا اس کو ابوداؤد اور نسائی اور دارمی نے۔

تشریح: حضرت ابن عمرؓ نے جو یہ فرمایا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک زمانہ میں اذان کے کلمات دو دو مرتبہ کہے جاتے تھے تو اس سے مراد یہ ہے کہ شروع میں اللہ اکبر چار مرتبہ کہتے تھے اور آخر میں لا الہ الا اللہ ایک مرتبہ کہتے تھے ان دونوں کلمات کے علاوہ باقی کلمات دو دو مرتبہ کہے جاتے تھے۔

اقامت میں جس طرح قد قامت الصلوٰۃ کا استثناء کیا گیا ہے اسی طرح تکبیر یعنی اللہ اکبر کو بھی مستثنیٰ کرنا مناسب تھا کیونکہ تکبیر بھی بلا اختلاف اول و آخر میں مکرر ہے۔

وَعَنْ اَبِیْ مَحْذُوْرَةَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَلَّمَهُ الْاَذَانَ تِسْعَ عَشْرَةَ کَلِمَةً وَالْاِ قَامَةَ سَبْعَ
ابو محذورہؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو کلمات اذان کے انیس کلمات سکھلائے اور تکبیر کے

عَشَرَةَ كَلِمَةً رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْدَاؤدَ وَالنِّسَائِيُّ وَالدَّارِمِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ.

سترہ کلمات۔ روایت کیا ابو داؤد نسائی دارمی ابن ماجہ نے

تشریح: یہ حدیث ترجیع پر مشتمل ہے اور ترجیع پر مشتمل ہے۔ یہ حدیث شوافع کے مسلک کی تائید کرتی ہے کہ ان کے یہاں آذان کے کلمات انیس ہوتے ہیں اور تکبیر کے بارے میں حنفیہ کے مسلک کے موافق ہے۔

وَعَنْهُ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ عَلِّمْنِيْ سُنَّةَ الْاَذَانِ قَالَ فَمَسَحَ مُقَدَّمَ رَأْسِهٖ قَالَ تَقُوْلُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ

ابومحذورہؓ سے روایت ہے کہا کہ میں نے کہا اے اللہ کے رسول مجھے اذان کا طریقہ سکھلائی۔ کہا پس میرے سر کے اگلے حصہ پر ہاتھ پھیرا کہا

اَللّٰهُ اَكْبَرُ، اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ. تَرْفَعُ بِهَا صَوْتَكَ ثُمَّ تَقُوْلُ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ، اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ

تو اللہ اکبر اللہ اکبر اللہ اکبر بلند کر تو اس کے ساتھ اپنی آواز کو پھر اشھدان لااله الاالله اشھدان لااله

اِلَّا اللّٰهُ. اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ، اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ. تَخْفِضُ بِهَا صَوْتَكَ ثُمَّ

الا الله، اشھدان محمد رسول الله اشھد ان محمد رسول الله. اس کے ساتھ اپنی آواز کو پست کر پھر

تَرْفَعُ صَوْتَكَ بِالشَّهَادَةِ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ، اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ، اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ

اپنی آواز کو بلند کر کلمات شہادت کے ساتھ یعنی کہہ اشھد ان لااله الا الله اشھدان لا اله الا الله اشھدان محمد رسول

اللّٰهِ، اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ. حَيَّ عَلَى الصَّلٰوةِ، حَيَّ عَلَى الصَّلٰوةِ. حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ، حَيَّ

الله اشھد ان محمد رسول الله حی علی الصلوة حی علی الصلوة. حی علی الفلاح حی

عَلَى الْفَلَاحِ. فَاِنْ كَانَ صَلٰوةُ الصُّبْحِ قُلْتَ اَلصَّلٰوةُ خَيْرٌ مِّنَ النَّوْمِ، اَلصَّلٰوةُ خَيْرٌ مِّنَ النَّوْمِ. اَللّٰهُ

علی الفلاح اگر صبح کی نماز ہے تو کہہ الصلوة خیر من النوم الصلوة خیر من النوم الله

اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ، لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ. (رواہ ابوداؤد)

اکبر الله اکبر لا اله الا الله. روایت کیا اس کو ابوداؤد نے۔

تشریح: تقول قل کے معنی میں ہے۔ باقی اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حیعلتین کے بعد صبح کی اذان میں الصلوة خیر من النوم الصلوة خیر من النوم کہا۔ ان الفاظ کا اضافہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہی فرمایا بعد میں نہیں ہوا۔ جیسا کہ بعض تابعین کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی مرضی سے یہ الفاظ درج کروائے تھے۔ یہ حضرت کا اضافہ نہیں باقی اس کے بارے میں آئمہ کا کوئی اختلاف نہیں۔

وَعَنْ بِلَالٍ قَالَ قَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تُثَوِّبَنَّ فِيْ شَيْءٍ مِنَ الصَّلٰوةِ اِلَّا فِيْ

حضرت بلالؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا کسی نماز میں بھی سوائے صبح کی

صَلٰوةِ الْفَجْرِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ اَبُوْ اِسْرَائِيْلَ الرَّاوِيْ لَيْسَ هُوَ بِذَالِكَ

نماز کے تھویب نہ کر روایت کیا اس کو ترمذی نے اور ابن ماجہ نے۔ ترمذی نے کہا ابو اسرائیل راوی

الْقَوِيُّ عِنْدَ اَهْلِ الْحَدِيْثِ.

محدثین کے نزدیک ایسا قوی نہیں ہے۔

تشریح: حاصل حدیث کا یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نمازوں میں سے کسی نماز کی اذان میں تھویب نہ کرو مگر فجر کی اذان

میں۔ باقی تثویب کے تین معنے بیان کیے گئے ہیں۔ (۱) نماز فجر کی اذان میں حیعلتین کے بعد الصلوٰۃ خیرٌ من النوم کا کلمہ کہنا یہاں حدیث میں ہی تثویب کا معنی مراد ہے۔ تثویب بایں معنی بالا جماع مسنون ہے اور یہ فجر کے ساتھ مخصوص ہے۔ دوسری نمازوں کی اذانوں میں یہ کلمات نہیں کہے جاسکتے۔ (۲) اقامت کہنا یہ بھی بالا جماع مسنون ہے۔ (۳) اذان اور اقامت کے درمیان کسی مناسب کلمے کے ذریعے نماز کی اطلاع دینا' اس میں نزاع ہے اس میں اختلاف ہوا کہ اس کا حکم کیا ہے۔ قاضی ابو یوسف کے نزدیک خواص کیلئے تثویب جواز کے قائل ہیں بلکہ مستحسن کہا ہے کیونکہ یہ بھی قاضی تھے تو خواص کے لیے تثویب اس میں کوئی حرج نہیں اباحت ہے۔ جمہور کہتے ہیں جائز نہیں' اس سے اذان کی حیثیت ختم ہو جائے گی۔ ابو یوسف اباحت کے قائل ہیں۔ بشرطیکہ بوقت ضرورت ہو لیکن عبادۃ اور سنت سمجھ کر اس کا التزام صحیح نہیں۔

قولہ' قال الترمذی الخ. امام ترمذی اس دلیل کے جوابات دے رہے ہیں۔ جواب-۱: یہ حدیث سنداً ضعیف ہے جب آئمہ کی جانب سے اس کے مضمون کو تلقی بالقبول حاصل ہے جس کی وجہ سے اس کی سند کا ضعف مضر نہیں۔

جواب-۲: اس مسئلے کا استدلال صرف اسی حدیث مسند میں منحصر و بند نہیں اور احادیث سے تثویب کا ناجائز ہونا ثابت ہوتا ہے۔

وَعَنْ جَابِرٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لِبِلَالٍ اِذَااَذَّنْتَ فَتَرَسَّلْ وَاِذَا اَقَمْتَ فَاحْدُرْ
حضرت جابرؓ سے روایت کہا کہ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بلالؓ کیلئے فرمایا جب تو اذان کہے پس ٹھہر ٹھہر کر کہہ
وَاجْعَلْ بَیْنَ اَذَانِکَ وَاِقَامَتِکَ قَدْرَ مَایَفْرَغُ الْاٰکِلُ مِنْ اَکْلِہٖ وَالشَّارِبُ مِنْ شُرْبِہٖ وَالْمُعْتَصِرُ اِذَا
اور جب تکبیر کہے تو جلد کہہ اور اپنی اذان اور تکبیر میں اس قدر ٹھہر کہ کھانا کھانے والا کھالے اور پینے والا اپنے پینے سے فارغ ہو جائے
دَخَلَ لِقَضَآءِ حَاجَتِہٖ وَلَا تَقُوْمُوْا حَتّٰی تَرَوْنِیْ رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَقَالَ لَانَعْرِفُہٗ اِلَّا مِنْ حَدِیْثِ
اور استنجا کرنے والا جب قضائے حاجت کیلئے داخل ہوا ہے بیت الخلا میں اور جب تک مجھے نہ دیکھو کھڑے نہ ہو۔ روایت کیا اس کو ترمذی نے اور کہا
عَبْدِالْمُنْعِمِ وَھُوَ اِسْنَادٌ مَجْھُوْلٌ.
ہم اس حدیث کو نہیں پہچانتے مگر عبدالمنعم کی حدیث سے اور اس کی سند مجہول ہے۔

تشریح: اس حدیث میں تین مسئلے بیان ہوئے ہیں:

مسئلہ-۱: ترسیل فی الاذان۔ ترسل کلمات اذان کو ٹھہر ٹھہر کر وقفے سے کہنا اور صدر فی الاقامہ تکبیر میں کلمات کو بغیر وقفے کے کہنا روانگی کے ساتھ اس میں کسی کا اختلاف نہیں۔

مسئلہ-۲: اذان اور اقامت کے درمیان اتنا وقفہ ہونا چاہیے کہ جتنے وقفہ میں حاجت مند اپنی حاجت سے فارغ ہو جائے' کھانے والا کھانے سے فارغ' پینے والا پینے سے اور طبعی تقاضا کرنے والا قضائے حاجت کرنے والا اپنی قضائے حاجت سے فارغ ہو جائے لیکن یہ حکم مغرب کی نماز کے ماسوا کیلئے ہے اس میں تعجیل افضل ہے؟

مسئلہ-۳: امام کے آنے سے پہلے مقتدیوں کو کھڑا نہیں ہونا چاہیے (یعنی تم کھڑے نہ ہو جب تک تم مجھ کو دیکھ نہ لو' آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا حجرہ مبارک بالکل مسجد کے ساتھ تھا تو نظر آجاتے تھے) منع فرمایا کیوں؟ اس لیے کہ اس میں یعنی پہلے صفوں میں کھڑے ہونے میں کوئی فائدہ نہیں خواہ مخواہ مشقت ہے اور نیز پہلے پہلے صفوں میں کھڑے ہو جانا گویا یہ امام کو مجبور کرنا ہے کہ جلدی آ و یہ تمہارے (امام) منصب کے خلاف ہے اس لیے کہ امام تو تابع نہیں ہوتا متبوع ہوتا ہے۔ دوسرا احتمال یہ ہے کہ اقامت نہ کہو بلکہ میرے آنے کے بعد اقامت کہا کرو۔

وَعَنْ زِیَادِ بْنِ الْحَارِثِ الصُّدَائِیِّ قَالَ اَمَرَنِیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنْ اُذِّنَ فِیْ صَلٰوۃِ
حضرت زیاد بن حارث صدائیؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے صبح کی نماز کیلئے اذان کا حکم دیا

الْفَجْرِ فَاَذَّنْتُ فَارَادَ بِلَالٌ اَنْ يُّقِيْمَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اَخَاصُدَاءٍ قَدْ اَذَّنَ
میں نے اذان کہی بلالؓ نے اقامت کہنا چاہی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تحقیق صداء کے بھائی نے اذان کہی ہے اور جو شخص اذان کہے
وَمَنْ اَذَّنَ فَهُوَ يُقِيْمُ. (رواه الترمذی و ابوداؤد و ابن ماجه)
وہی تکبیر کہے۔ روایت کیا اس کو ترمذی ابوداؤد اور ابن ماجہ نے۔

تشریح: صدائی: یہ صدا کی طرف منسوب ہیں۔ یمن کے ایک قبیلہ کا نام ہے۔ یہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو فجر کی اذان کا حکم دیا' میں نے اذان دی اور اقامت کے وقت حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ پہنچ گئے۔ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ نے اقامت کا ارادہ کیا' حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اذان تو رضا صدائی نے دی ہے اور قاعدہ اور ضابطہ ہے کہ جو اذان دے وہی تکبیر کہے' اقامت بھی وہی کہے گا۔

مسئلہ غیر مؤذن کے اقامہ کہنے کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ مالکیہ کی طرف منسوب یہ ہے کہ کسی قسم کی کراہت نہیں اور شوافع کے نزدیک مطلقاً کراہت ہے اور احناف کے ہاں تفصیل ہے۔ اگر مؤذن پر ملال ہو۔ اگر ناراض ہونے کا اندیشہ ہو تو اس صورت میں خلاف اولیٰ ہے اور اگر ملال و ناراض ہونے کا اندیشہ نہ ہو تو پھر خلاف اولیٰ بھی نہیں ہے۔ بظاہر یہ حدیث شوافع کی دلیل ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اقامت کا ارادہ فرمایا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اخاللصدائی قد اذن اور قاعدہ اور ضابطہ یہ ہے من اذن فهو يقيم. اس میں ملال و عدم ملال ناراضگی وغیرہ کا ذکر نہیں۔ معلوم ہوا کہ مطلق کراہت ہے شوافع کی دلیل کا احناف کی طرف سے جواب۔

جواب-۱: یہ زیاد بن الحارث الصدائی کی تطییب قلبی کے لیے تھا کوئی حکم شرعی نہیں تھا۔

جواب-۲: ملفوظ تھانویہ میں حضرت تھانوی نے دیا کہ یہ فرمایا من حیث الانتظام تھا۔ ایک نظم کو برقرار رکھنے کے لیے منع فرمایا تاکہ انتظامی معاملات میں خلل نہ ہو۔ ظاہر ہے کہ اگر یہ اقامت کہتے تو نظم خراب ہو جاتا اس لیے منع فرمایا کہ من اذن فهو تقيم. (قد اذن ان الصدائی) واللہ اعلم بالصواب اس پر قرائن اور دلائل بھی ہیں۔ بسا اوقات اذان حضرت بلالؓ کہتے اور اقامت حضرت عبداللہ بن ام مکتوم کہتے اور بسا اوقات اس کے برعکس ہوتا تو معلوم ہوا کہ کوئی شرعی حکم نہیں۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ كَانَ الْمُسْلِمُوْنَ حِيْنَ قَدِمُوا الْمَدِيْنَةَ يَجْتَمِعُوْنَ فَيَتَحَيَّنُوْنَ
حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ مسلمان جب مدینہ آئے نماز کیلئے وقت کا اندازہ لگایا کرتے تھے اور کوئی بھی
لِلصَّلٰوةِ وَلَيْسَ يُنَادِيْ بِهَا اَحَدٌ فَتَكَلَّمُوْا يَوْمًا فِيْ ذَالِكَ فَقَالَ بَعْضُهُمْ اِتَّخِذُوْا مِثْلَ نَاقُوْسِ
نماز کیلئے بلاتا نہیں تھا ایک دن انہوں نے اس کے متعلق بات چیت کی بعض نے کہا
النَّصَارٰى وَقَالَ بَعْضُهُمْ قَرْنًا مِثْلَ قَرْنِ الْيَهُوْدِ فَقَالَ عُمَرُ اَوَلَا تَبْعَثُوْنَ رَجُلًا يُّنَادِيْ بِالصَّلٰوةِ فَقَالَ
نصاریٰ کی طرح ناقوس بناؤ اور بعض نے کہا یہودیوں کی مانند سینگ۔ عمرؓ نے کہا تم ایک آدمی کیوں نہیں بھیجتے جو نماز کی آواز دے۔
رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا بِلَالُ قُمْ فَنَادِ بِالصَّلٰوةِ. (صحيح البخاری و صحيح مسلم)
نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بلالؓ کیلئے فرمایا کھڑا ہو پس نماز کیلئے آواز دے۔

تشریح: مسلمان جب ہجرت کر کے مدینہ آئے تو فیتحینون الصلوٰۃ نماز کے لیے اندازہ کرتے تھے یعنی اندازہ کے ذریعے نماز کیلئے اکٹھے ہو جاتے' کوئی اطلاع دینے کے لیے نہیں جاتا تھا تو ایک دن اس بارے میں مشورہ ہوا۔ مختلف ارائیں سامنے آئیں۔

ناقوس بجانے کے قرن بجانے کی لیکن ان کو پسند نہ کیا گیا' حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کیا تم ایسا آدمی نہیں بھیجتے جو نماز کیلئے اطلاع کرے یعنی یہ کلمات کہے الصلوٰۃ جامعۃ. پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حکم دیا یا بلال قم فناد الصلوٰۃ. نادِ یہاں نداء لغوی معنے میں ہے کوئی شرعی معنی مراد نہیں۔ اگر شرعی ہو تو تمام نصوص کے ساتھ تعارض پیدا ہو جائے گا۔ چنانچہ کچھ دن اس پر عمل رہا لیکن کما ینبغی فائدہ نہ ہوا۔ بقیہ تفصیل ما قبل میں گزر چکی ہے۔

وَعَنْ عَبْدِاللهِ بْنِ زَيْدِ بْنِ عَبْدِرَبِّهٖ قَالَ لَمَّا اَمَرَرَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالنَّا قُوْسِ يُعْمَلُ

حضرت عبداللہ بن زید بن عبدربہؓ سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ناقوس تیار

لِيُضْرَبَ بِهٖ لِلنَّاسِ لِجَمْعِ الصَّلَاةِ طَافَ بِیْ وَاَنَا نَائِمٌ رَجُلٌ يَحْمِلُ نَاقُوْسًا فِي يَدِهٖ فَقُلْتُ يَا عَبْدَاللهِ

کرنے کا حکم دیا تاکہ لوگوں کو نماز کیلئے جمع کرنے کیلئے مارا جائے مجھے خواب آئی میں سویا ہوا تھا ایک آدمی

اَتَبِيْعُ لِلنَّاقُوْسَ قَالَ وَمَا تَصْنَعُ بِهٖ قُلْتُ نَدْعُوْ بِهٖ اِلَى الصَّلٰوةِ قَالَ اَفَلَا اَدُلُّكَ عَلٰى مَاهُوَ خَيْرٌ مِنْ

اپنے ہاتھ میں ناقوس اٹھائے ہوئے ہے میں نے کہا اے اللہ کے بندے تو ناقوس بیچے گا۔ اس نے کہا تو اس کو لے کر کیا کرے گا۔

ذٰلِكَ فَقُلْتُ لَهٗ بَلٰى قَالَ فَقَالَ تَقُوْلُ اللهُ اَكْبَرُ اِلٰى اٰخِرِهٖ وَكَذَا الْاِ قَامَةَ فَلَمَّا اَصْبَحْتُ آتَيْتُ

میں نے کہا ہم نماز کیلئے بلائیں گے۔ کہا میں تجھے ایسی بات نہ بتلاؤں جو اس سے بہتر ہے میں نے کہا کیوں نہیں پس اس نے کہا تو کہہ اللہ اکبر آخر تک

رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَخْبَرْ تُهٗ بِمَا رَاَيْتُ فَقَالَ اِنَّهَا لَرُؤْيَا حَقٌّ اِنْ شَآءَ اللهُ تَعَالٰى فَقُمْ مَعَ

اور اسی طرح تکبیر جبکہ میں نے صبح کی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور میں نے جو خواب دیکھا تھا بیان کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تحقیق یہ خواب البتہ حق

بِلَالٍ فَاَلْقِ عَلَيْهِ مَا رَاَيْتَ فَلْيُؤَذِّنْ بِهٖ فَاِنَّهٗ اَنْدٰى صَوْتًا مِنْكَ فَقُمْتُ مَعَ بِلَالٍ فَجَعَلْتُ اُلْقِيْهِ عَلَيْهِ

ہے اگر خدا نے چاہا بلالؓ کے ساتھ کھڑا ہو اور اس کو بتلا جو تو نے دیکھا ہے کیونکہ وہ تجھ سے بلند آواز ہے میں بلالؓ کے ساتھ کھڑا ہوا میں اس کو بتلانے

وَيُؤَذِّنُ بِهٖ قَالَ فَسَمِعَ بِذٰلِكَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ وَهُوَ فِيْ بَيْتِهٖ فَخَرَجَ يَجُرُّرِ دَاءَهٗ يَقُوْلُ يَا رَسُوْلَ اللهِ

لگا۔ وہ اذان دیتے تھے کہ جب اس کو عمرؓ بن خطاب نے سنا وہ اپنے گھر میں تھے باہر نکلے اپنی چادر کھینچتے تھے کہتے تھے اے اللہ کے رسول

وَالَّذِیْ بَعَثَكَ بِالْحَقِّ فَقَدْ رَاَيْتُ مِثْلَ مَارَاٰی فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلِلّٰهِ الْحَمْدُ

اس ذات کی قسم جس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حق کے ساتھ بھیجا ہے البتہ میں نے بھی اس کی مانند خواب دیکھا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

رَوَاهُ اَبُوْدَاؤدَ وَ الدَّرامِیُّ وَ ابْنُ مَاجَةَ اِلَّا اَنَّهٗ لَمْ يَذْكُرِ الْاِ قَامَةَ وَقَالَ التِّرْمِذِیُّ هٰذَا حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ

فرمایا پس اللہ کے لئے تعریف ہے۔ روایت کیا اس کو ابوداؤد دارمی اور ابن ماجہ نے مگر اس نے تکبیر کا ذکر نہیں کیا۔ ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن صحیح

لٰكِنَّهٗ لَمْ يُصَرِّحْ قِصَّةَ النَّا قُوْسِ.

ہے لیکن اس نے ناقوس کا قصہ بیان نہیں کیا

تشریح: اس میں صرف ترجمہ اور تھوڑی تفصیل ہے۔ باقی قصہ ما قبل میں گزر چکا۔ یہاں ذکر ہوا کہ ناقوس کا حکم دے دیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے' تو اس میں تاویل کریں گے۔ ناقوس کا حکم دینے کے قریب تھے کیونکہ وہاں نصاریٰ ہی زیادہ نہیں رہتے تھے اور ناقوس بجانا یہ نصاریٰ کا عمل تھا اس لیے حکم دینے کے قریب تھے کہ اس سے زیادہ پتہ نہ چلتا کہ نصاریٰ کے ساتھ تشبیہ ہے بخلاف یہود کے وہ وہیں رہتے تھے اگر نار کے جلانے کا حکم دینے کا ارادہ فرماتے تو یہود خوش ہو جاتے کہ واہ واہ! ہمارے دین پر عمل کرنا شروع کر دیا۔ باقی یہاں

اگرچہ نار کا ذکر نہیں ہے لیکن مجلس میں مشورہ میں نار کا تذکرہ بھی ہوا تھا۔ باقی انشاء اللہ یہ بطور تبرک کیلئے تعلیق نہیں۔

وَعَنْ اَبِی بَکْرَۃَ قَالَ خَرَجْتُ مَعَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِصَلَاۃِ الصُّبْحِ فَکَانَ لَا یَمُرُّ بِرَجُلٍ

حضرت ابوبکرۃؓ سے روایت ہے کہا کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صبح کی نماز کیلئے نکلا آپ کسی شخص کے پاس سے نہ گزرتے تھے

اِلَّا نَادَاہُ بِالصَّلَاۃِ اَوْحَرَّکَہُ بِرِجْلِہٖ۔ (رواہ ابوداؤد)

مگر اس کو نماز کیلئے بلاتے یا اس کے پاؤں کو ہلاتے۔

تشریح: حضرت ابی بکرۃؓ فرماتے ہیں کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ فجر کی نماز کیلئے نکلا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نہیں گزرتے تھے مگر آواز دیتے اطلاع دیتے اس کو نماز کی یا حرکت دیتے اس کو اپنے پاؤں مبارک کے ساتھ۔ یعنی پاؤں کی تحریک سے جگاتے تھے۔
باقی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تحریک بالرجل پر اپنی تحریک بالرجل کو قیاس نہیں کرنا چاہیے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تحریک بالرجل کو تو سعادت سمجھتے تھے کہیں تم بھی پاؤں سے جگانا شروع کردو کہ حدیث پر عمل کررہے ہیں۔ (یہ اذی ہوگی)

وَعَنْ مَالِکٍ بَلَغَہٗ اَنَّ الْمُؤَذِّنَ جَآءَ عُمَرَ یُؤْذِنُہٗ لِصَلَاۃِ الصُّبْحِ فَوَجَدَہٗ نَائِمًا فَقَالَ الصَّلَاۃُ خَیْرٌ مِّنَ

حضرت مالکؒ سے روایت ہے کہا موذن حضرت عمرؓ کو نماز کی اطلاع دینے کیلئے آیا ان کو پایا کہ وہ سوئے ہوئے ہیں پس کہا

النَّوْمِ فَاَمَرَہٗ عُمَرُ اَنْ یَجْعَلَھَا فِی نِدَاءِ الصُّبْحِ۔ (رواہ موطاء)

الصلوٰۃ خیر من النوم حضرت عمرؓ نے اس کو حکم دیا کہ اس کو صبح کی نماز میں کہے۔ روایت کیا اس کو موطا میں۔

تشریح: قولہ یوذنہ تاکہ صبح کی نماز کی اذان کیلئے اطلاع دیں تو اس کو سویا ہوا پایا۔ پس اس مؤذن نے کہا الصلوٰۃ خیرٌ مّن النوم۔ تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا اس کلمہ کو صبح کی اذان میں کردو۔ اس حدیث کی بناء پر بعض لوگوں کو زعم ہوا انہوں نے یہ سمجھا کہ الصلوٰۃ خیرٌ من النوم کا اضافہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کیا ہے۔ اگرچہ اس سے قبل نہیں تھا حالانکہ ماقبل میں حدیث ابومحذورہ گزر چکی ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ مجھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح کی اذان میں الصلوٰۃ خیر مّن النوم کی تعلیم دی۔
حدیث کا جواب: حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ فرمانا اس بناء پر تھا کہ اے مؤذن اس کلمے کو جس موقع پر جگہ پر کہنے کا حکم دیا وہیں اس کو کہو وہیں رکھو یعنی فجر کی اذان میں، کسی سوئے ہوئے کو نماز کے لیے جگانے کیلئے اس کلمہ کو استعمال نہ کرو اس کی جگہ کو تبدیل نہ کرو۔ واللہ الموفق۔

وَعَنْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ سَعْدِ بْنِ عَمَّارِ بْنِ سَعْدٍ مُؤَذِّنُ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ حَدَّثَنِی

حضرت عبدالرحمٰن بن سعد بن عمار بن سعدؓ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے موذن ہیں اپنے باپ سے وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں۔

اَبِی عَنْ اَبِیْہِ عَنْ جَدِّہٖ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَمَرَ بِلَالًا اَنْ یَّجْعَلَ اِصْبَعَیْہِ فِی اُذُنَیْہِ

بے شک نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بلالؓ کو حکم دیا کہ اپنی انگلیاں اپنے کانوں میں ڈالے اور فرمایا یہ بات بہت بلند کرنے والی ہے

وَقَالَ اِنَّہٗ اَرْفَعُ لِصَوْتِکَ۔ (رواہ ابن ماجہ)

تیری آواز کو روایت کیا اس کو ابن ماجہ نے۔

تشریح: قولہ فی اذنیہ ای فی صماخ اذنیہ۔ اس سے معلوم ہوا کہ اذان کے وقت انگلیاں کانوں میں داخل کرنا مستحب ہے اس سے آواز بلند ہوتی ہے کیونکہ جب انگلیاں کان میں داخل کرلے گا تو زور لگائے گا آواز بلند ہوئی یہاں اپنی آواز سنانی ہے کسی کی آواز کو سننا تو نہیں اس لیے کانوں میں انگلیاں دے۔

بَابُ فَضْلِ الْاَذَانِ وَاِجَابَةِ الْمُؤَذِّنِ

اذان اور اذان کا جواب دینے کی فضیلت کا بیان

اذان اللہ تعالیٰ کے اذکار میں ایک بہت بڑے رتبہ کا ذکر ہے۔ اس میں توحید اور رسالت کی شہادت اعلان کے ساتھ ہوتی ہے اس سے اسلام کی شان وشوکت ظاہر ہوتی ہے یہی وجہ ہے کہ اذان دینے کی فضیلت اور اس کا ثواب بہت زیادہ ہے چنانچہ اس عنوان کے تحت وہ احادیث ذکر کی جائیں گی جن سے معلوم ہوگا کہ اذان دینا درحقیقت برکت وسعادت سے اپنا دامن بھرنا ہے۔

اب اس میں کلام ہے کہ آیا اذان کہنا زیادہ افضل ہے یا امامت کرنا؟ چنانچہ مختار اور معتمد قول یہ ہے کہ اگر کسی شخص کو یہ یقین ہو کہ وہ امامت کے پورے حقوق بجالائے گا تو اس کیلئے امامت کرنا افضل ہوگا۔ ورنہ بصورت دیگر اس کیلئے اذان کہنا ہی افضل ہوگا۔

علماء کا اس معاملہ میں اختلاف ہے کہ آیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اذان کہی ہے یا نہیں؟ گو ایک حدیث میں وارد ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اذان کہی ہے مگر بعض حضرات نے اس کے معنی یہ بیان کئے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دے کر اذان کہلائی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس حکم کو اس طرح تعبیر کیا گیا ہے جیسا کہ محاورہ میں کہا جاتا ہے کہ فلاں بادشاہ نے قلعہ بنایا ہے حالانکہ بادشاہ خود اپنے ہاتھ سے قلعہ نہیں بناتا بلکہ اس کا مطلب یہی ہوتا ہے کہ اس نے حکم دے کر قلعہ بنوایا ہے۔ دارقطنیؒ کی ایک روایت میں اس کی تصریح بھی ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اذان کہنے کا حکم کیا تھا (نہ کہ خود اذان دی تھی) واللہ اعلم۔

اذان کا جواب دینا واجب ہے اگر کئی آدمی مل کر اذان دیں تو اس شکل میں حرمت اول کیلئے ہوگی یعنی اس کا جواب دینا چاہئے اور اگر کوئی شخص کئی طرف سے یعنی مختلف محلوں کی مساجد سے اذان سنے تو صرف اپنی مسجد کے مؤذن کا جواب دینا واجب ہوگا اور اگر کوئی شخص اذان کے وقت مسجد میں بیٹھا ہوا ہو تو اس کیلئے اذان کا جواب واجب نہیں ہے کیونکہ اس شکل میں تو اسے اجابت فعلی حاصل ہے۔ اس مسئلہ میں علماء کا اختلاف ہے کہ قرآن پڑھنے والا شخص اذان کا جواب دے یا نہ دے چنانچہ اس سلسلہ میں مختار قول یہ ہے کہ وہ اذان کا جواب نہ دے۔

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ

عَنْ مُعَاوِيَةَؓ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ الْمُؤَذِّنُوْنَ اَطْوَلُ النَّاسِ اَعْنَاقًا
حضرت معاویہؓ سے روایت ہے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا فرماتے تھے قیامت کے دن اذان دینے والوں کی گردنیں
يَوْمَ الْقِيٰمَةِ. (صحیح مسلم)
لمبی ہوں گی۔ روایت کیا اس کو مسلم نے۔

تشریح: حاصل حدیث:۔ مؤذن قیامت کے دن لمبی گردنوں والے ہوں گے۔ اطول الناس اعناقاً یہ کنایہ ہے اس بات سے کہ یہ سرداروں کی طرح ہوں گے جیسے دنیا میں اس کی گردنیں اونچی رہتی ہیں اس طرح قیامت کے دن مؤذن سردار ہوں گے جیسے عرب میں کہا جاتا ہے جس کے پاس مال زیادہ ہو اس کو کہتے ہیں عنق من المال۔ مال کی وجہ سے اس کی گردن لمبی ہے یا یہ کنایہ ہے اس بات سے کہ مؤذنین اپنی امیدوں میں ناکام نہیں ہوں گے یا یہ کنایہ ہے اس بات سے کہ یہ اجر وثواب کے اعتبار سے اکثر رجاء ہوں گے۔ ان کو اپنی نیکیوں کے مقبول عنداللہ ہونے کی زیادہ امید

ہوگی۔(یا یہ کنایہ ہے کہ عام لوگوں کی بنسبت اکثر شوقاً الی رحمت اللہ ہوں گے)۔اس کے پاس اجر وثواب زیادہ ہوگا باقیوں کی بنسبت۔

وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا نُوْدِيَ لِلصَّلٰوةِ اَدْبَرَ الشَّيْطَانُ لَهٗ
حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب نماز کیلئے اذان کہی جاتی ہے پیٹھ پھیر کر شیطان بھاگ جاتا ہے۔
ضُرَاطٌ حَتّٰى لَا يَسْمَعَ التَّاذِيْنَ فَاِذَا قُضِيَ النِّدَآءُ اَقْبَلَ حَتّٰى اِذَا ثُوِّبَ بِالصَّلٰوةِ اَدْبَرَ حَتّٰى اِذَا قُضِيَ
اس کیلئے بائی کی آواز ہوتی ہے اذان نہیں سنتا جب اذان ختم ہوجاتی ہے آجاتا ہے۔ جب تکبیر کہی جاتی ہے پیٹھ دے کر بھاگتا ہے
التَّثْوِيْبُ اَقْبَلَ حَتّٰى يَخْطُرَ بَيْنَ الْمَرْءِ وَنَفْسِهٖ يَقُوْلُ اُذْكُرْ كَذَا اُذْكُرْ كَذَا لِمَالَمْ يَكُنْ يَّذْكُرُ حَتّٰى
جب تکبیر ختم ہوجاتی ہے آتا ہے یہاں تک کہ آدمی اور اس کے دل میں وسوسے ڈالتا ہے کہتا ہے فلاں بات یاد کر فلاں بات یاد کر جو اس کو
يَظَلَّ الرَّجُلُ لَا يَدْرِيْ كَمْ صَلّٰى. (صحيح البخاری و صحيح مسلم)
پہلے یاد نہیں ہوتی یہاں تک کہ آدمی کو پتہ نہیں چلتا کہ اس نے کس قدر نماز پڑھی ہے۔

تشریح: حاصل حدیث:۔ جب نماز کے لیے اذان کہی جاتی ہے تو شیطان بھاگ پڑتا ہے اس کی ہوا خارج ہوجاتی ہے۔ یہ ہوا کا خارج ہونا غیر اختیاری ہوتا ہے۔ اذان کے سننے کی وجہ سے اس پر ہیبت اور خوف طاری ہوجاتا جو اس ہوا کے خروج کا سبب بنتا ہے۔ جب اذان ختم ہوجاتی ہے تو پھر آجاتا ہے یہاں تک کہ جب نماز کے لیے اقامت کہی جاتی ہے تو پھر بھاگ جاتا ہے۔ یہاں تثویب کا معنی اقامت ہے تثویب کے تین معنے ماقبل میں گزر چکے ہیں۔ جب اقامت ختم ہوجاتی ہے تو پھر آجاتا ہے حتیٰ کہ آدمی اور اس کے درمیان حائل ہوجاتا ہے وسوسے ڈالتا ہے نماز کے دوران اس کو کہتا ہے فلاں بات کو یاد کر...... فیکٹری کا حساب کرلے دکان کا حساب کرلے وغیرہ۔

بالآخر اس کو بھلا دیتا ہے کہ کتنی رکعتیں نماز کی پڑھی ہیں۔

سوال: کیا اذان واقامت زیادہ افضل ہیں نماز سے کہ شیطان اذان واقامت کے وقت میں بھاگ جاتا ہے اور نماز کے وقت میں آجاتا ہے وسوسہ اندازی کرنے کیلئے؟ بظاہر اس حدیث سے تو اذان واقامت کا افضل ہونا معلوم ہوتا ہے؟

جواب: اس حدیث سے صرف اتنا ہی معلوم ہوا کہ اذان واقامت شیطان پر اثقل ہیں اور کسی چیز کا اثقل ہونا افضل ہونے کو مستلزم نہیں بلکہ بعض فضائل جزئیہ بھی ہوتے ہیں لیکن مجموعی طور پر ان کی افضلیت نہیں ہوتی تو یہ فضیلت جزئیہ ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ اذان دین کے اہم اصولوں پر مشتمل ہے خصوصی طور پر دعوت انبیاء علیہم السلام پر مشتمل ہونے کی وجہ سے اس کو فضیلت ہے۔ انبیاء علیہم السلام کی دعوت مبداء معاد و معاش تھی تو انسان کے لیے یہی کامیابی کے اصول ہیں۔ اذان میں بھی مبداء اور معاد اور معاش کا ذکر ہے۔ تین مسئلے بیان ہوئے ہیں اذان کے اندر الله اکبر الله اکبر یہ مبداء کے مسئلے کا بیان ہے کیونکہ اکبریت تب ہوگی جب وجود ہوگا اور اشهدان محمداً رسول الله یہ معاش کا مسئلہ ہے کہ اس کی زندگی حیات طیبہ بن جائے اور حیات طیبہ جب ہی بنے گی جب کہ شہادت رسالت ہو۔ حی علی الفلاح میں یہ معاد کا مسئلہ ہے کہ فلاح کامل مرنے کے بعد آخرت میں حاصل ہوگی۔ واللہ اعلم بالصواب

وَعَنْ اَبِيْ سَعِيْدِ نِ الْخُدْرِيِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَسْمَعُ مَدٰى صَوْتِ
حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں سنتے انتہا جن اور انسان اور نہ کوئی چیز
الْمُؤَذِّنِ جِنٌّ وَّلَا اِنْسٌ وَّلَا شَيْءٌ اِلَّا شَهِدَ لَهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ. (صحيح البخاری)
موذن کی آواز کو مگر قیامت کے دن اس کے لئے گواہ ہوں گے۔ روایت کیا اس کو بخاری نے

تشریح: حاصل حدیث:۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا موذن کی اذان آواز کی انتہاء کو نہیں سنتا کوئی انسان نہ جن اور نہ

کوئی اور چیز مگر قیامت کے دن اس کے لیے وہ چیز گواہی دے گی اس کے ایمان کی گواہی اس میں مدئی کی قید بیان واقع کیلئے ہے کوئی احتراز مقصود نہیں قرینہ مابعد میں آ جائے گا۔

وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرِوبْنِ الْعَاصِؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا سَمِعْتُمُ الْمُؤَذِّنَ
حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاصؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم موذن کو سنو پس کہو جس طرح موذن
فَقُوْلُوْا مِثْلَ مَا يَقُوْلُ ثُمَّ صَلُّوْا عَلَيَّ فَاِنَّهُ مَنْ صَلّٰى عَلَيَّ صَلٰوةً صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ بِهَا عَشْرًا ثُمَّ سَلُوا اللّٰهَ
کہتا ہے پھر درود مجھ پر بھیجو اس لئے کہ جس نے ایک مرتبہ مجھ پر درود بھیجا اللہ تعالیٰ اس پر دس بار رحمت بھیجتا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ سے
لِيَ الْوَسِيْلَةَ فَاِنَّهَا مَنْزِلَةٌ فِي الْجَنَّةِ لَا تَنْبَغِيْ اِلَّا لِعَبْدٍ مِّنْ عِبَادِ اللّٰهِ وَاَرْجُوْا اَنْ اَكُوْنَ اَنَا هُوَ فَمَنْ
میرے لئے وسیلہ مانگو پس بیشک وہ جنت میں ایک درجہ ہے اللہ کے بندوں میں سے ایک بندے کے لئے وہ لائق ہے اور مجھے امید ہے کہ وہ میں
سَاَلَ لِيَ الْوَسِيْلَةَ حَلَّتْ عَلَيْهِ الشَّفَاعَةُ. (صحیح مسلم)
ہوں گا۔ جس نے میرے لئے وسیلہ مانگا میری شفاعت اس پر واجب ہوگئی۔ روایت کیا اس کو مسلم نے

تشریح: حدیث کے ابتدائی حصہ میں فرمایا کہ جب تم مؤذن کو سنو۔

سوال: مسموع تو ہمیشہ اصوات ہوتی ہیں جواہر اور اجسام نہیں' مؤذن تو مسموع نہیں ہے؟

جواب: مطلب یہ ہے کہ مؤذن کی اذان کی آواز کو سنو تو کہو اس کی مثل جو کہتا ہے مؤذن یعنی اس کی اذان کا جواب دو۔

مسئلہ-۱: مؤذن کی اجابت سے کیا مراد ہے۔ مؤذن کی اجابت کی دو قسمیں ہیں۔

(۱) اجابت فعلی (۲) اجابت قولی۔ اجابت فعلی اذان کے بعد نماز کی تیاری کرنا' نماز پڑھنا۔ اجابت فعلی بالاتفاق واجب ہے۔ اجابت قولی یہ ہے کہ جو کلمات مؤذن کہتا جاتا ہے اس کو سامع بھی کہتا جائے یعنی اس کی اذان کا جواب دے۔ اس میں اختلاف ہے کہ اس کا کیا حکم ہے؟

اس میں دو قول ہیں: (۱) مستحب علیٰ وجہ التاکید ہے (۲) اجابت قولی واجب ہے۔

اہل ظواہر کے نزدیک ہر حال میں اجابت قولی واجب ہے۔

احناف کے نزدیک اگر چہ دونوں قول ہیں لیکن راجح قول مستحب علیٰ وجہ التاکید کا ہے۔

اصحاب ظواہر کی دلیل یہی حدیث ہے۔ قولوا امر ہے اور امر وجوب کیلئے ہے۔ اب جو احناف پر اعتراض ہوگا کہ یہاں امر وجوب کیلئے ہے جواب حدیث میں امر یعنی استحباب کے ہے واجب کے نہیں۔ قرینہ اس پر (صارف من الوجوب احادیث) وہ روایت ہے جو اس باب میں ہے جس کا مضمون یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مؤذن کی اذان کی آواز کو سنا اور اجابت قولی کو ترک کر دیا۔ اگر واجب ہوتی تو ترک نہ فرماتے۔

مسئلہ-۲: اجابت قولی کن کلمات کے ساتھ ہے؟ جمہور کا قول' حیعلتین کے ماسوا کی اجابت کلمات اذان کہنے کے ساتھ ہے اور حیعلتین کی اجابت حَوْقَلَتَیْن کے ساتھ ہے۔ (**لاحول ولا قوۃ الا باللّٰہ**)

سوال: یہاں حدیث میں آیا مثل مایقول۔ اس کا مقتضی تو یہ ہے کہ حی علی اللتین کی اجابت بھی انہی کلمات کے ساتھ ہیں جیسے مؤذن کہے ویسے سامع کہے؟

جواب-۱: یہ (مماثلت) حیعلتین کے ماسوا کے اعتبار سے ہے اس پر قرینہ روایات مفصلہ ہیں۔ حدیث عمر میں **قال حیّ علی الفلاح قال لاحول ولا قوۃ اِلَّا باللّٰہ** کے الفاظ ہیں۔

جواب-۲: حدیث عبداللہ بن عمرو بن العاص مبہم ہے۔ مثل مایقول مبہم ہے کہ اس کے جواب میں کون سے کلمات کہنے ہیں کون

سے نہیں۔ مابعد والی حدیث عمر مفسر ہے۔ مبہم کو مفسر پر محمول کیا جائے گا۔

جواب-۳: کلمات کی حیثیتیں مختلف ہیں۔ حیعلتین کے کلمات مؤذن دعوت ہونے کی حیثیت سے کہتا ہے اور سامع اس کو ذکر اللہ ہونے کی حیثیت سے کہتا ہے۔ (قیاس کا مقتضیٰ بھی یہی ہے کہ یہ مماثلت حیعلتین کے ماسوا میں ہونی چاہیے) ان کے ماسوا دیگر کلمات میں ذکر اللہ بننے کی صلاحیت موجود ہے اس لیے سامع وہی کلمات کہہ دے اور ان دونوں میں دعوت ہی کی صلاحیت موجود ہے ذکر نہیں اس لیے ان کے عوض میں ایسے کلمات ہونے چاہئیں جن میں ذکر اللہ کی صلاحیت موجود ہو اور اس کو اپنی طرف سے تجویز کرنے کے بجائے کلمات منقولہ ماثورہ کو عمل میں لایا جائے۔

قوله' ثم صلوا علَیَّ: ثم تراخی کیلئے ہے۔ اذان سننے سے فارغ ہونے کے بعد اوّلاً درود پڑھے اور پھر وسیلہ کی دعا کرے۔ درود پڑھے اس لیے کہ جو شخص مجھ پر ایک مرتبہ درود پڑھتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر دس رحمتیں بھیجتے ہیں۔

سوال: یہ تو پھر عمل صالح کیلئے قاعدہ کلیہ ہے۔ **من جاء بالحسنة فله عشر الخ.** یہاں کوئی تخصیص تو معلوم نہ ہوئی؟

جواب: کیا پتہ ممکن ہے یہ دس رحمتیں مخصوصہ ایسی ہوں کہ دوسری نیکیوں سے بڑھی ہوئی ہوں۔ لہٰذا تخصیص باقی رہی۔ دیندار لوگ دعائے وسیلہ کو تو عمل میں لاتے ہیں مگر دُرود شریف کو عمل میں نہیں لاتے۔ اس حدیث سے دُرود شریف کو بھی عمل لانے کا حکم کیا گیا باقی یہ حکم مؤذن کو بھی ہے۔ اذان سے پہلے دُرود پڑھنے کا حکم نہیں ہے بعد میں ہے۔

قوله' ثم سلوا الله لی الوسيلة: یہاں وسیلہ کا ذکر ہے اسم دو ہیں مسمیٰ ایک ہے وسیلہ۔ منزلہ فی المحمود۔

مقام محمود: جس شخص کو وہ مرتبہ حاصل ہو جائے گا اس کو اللہ کا قرب حاصل ہو جائے گا اس لیے وسیلہ کہہ دیا جب اس کو مرتبہ حاصل ہوگا تو ساری مخلوق اس کی تعریف کرے گی اس لیے اس کو مقام محمود کہتے ہیں۔

قوله' وارجو الان اکون الخ: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں امید کرتا ہوں کہ وہ شخص میں ہی ہوں۔ یہ فرمانا محمول ہے تواضع پر یا آیت کریمہ کے نزول کے بعد کا واقعہ ہے۔ آگے فرمایا کہ جو شخص میرے لیے وسیلہ کا سوال کرے اس کے لیے شفاعت حلال ہو جائے گی۔ یعنی وہ میری شفاعت کا مستحق ہو جائے گا۔ **حلت عليه الشفاعة** کا مطلب یہ نہیں کہ اس پر میری شفاعت اتر پڑے گی یعنی حلال ہو جائے گی پہلے حرام تھی اب حلال کیونکہ شفاعت تو ہر ایک کیلئے ہوگی۔

سوال: شفاعت تو ہر شخص کیلئے ہوگی ساری اُمت کے لیے تو پھر تخصیص کیوں فرمائی؟ تخصیص کی وجہ کیا ہے۔

جواب: شفاعت مخصوصہ مراد ہے مطلق شفاعت نہیں۔

سوال: **ثم سلو الله لی الوسيلة:** امت کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے وسیلہ کا حکم کیوں دیا؟

جواب-۱: تاکہ اُمت کو میرا قرب حاصل ہو جائے۔ مقام وسیلہ مقام محمود ملنے کا وعدہ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اللہ تعالیٰ نے تو فرمالیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر حال میں مقام وسیلہ ملنا ہے لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے شفقت فرماتے ہوئے اپنی اُمت پر وسیلہ کا حکم دیا۔ یہ بالکل ایسا ہی ہے کہ جیسے بچہ نے انعام لینا ہو وہ والد سے کہتا ہے وہ مجھے اس کے ذریعے انعام دلوائے۔

جواب-۲: اس میں کیا استبعاد ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مقام محمود کے عطا کیے جانے میں من جانب اللہ امت کی دعاؤں کی بھی مداخلت ہو۔ حضرت مجدد الف ثانیؒ کے بارے میں لکھا ہے ان کا کشف ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حق جل شانہ کی جانب سے مقام محمود ملنا اُمت کی جتنی حق دار دعاؤں پر موقوف تھا وہ مدد میری دعاؤں پر پورا ہو گیا' اس پر بعض لوگوں نے طعنے دیئے؟ جواب: کسی کے کشف پر کوئی اعتراض نہیں ہوسکتا جس کا جی چاہے تسلیم کرے ورنہ نہ کرے۔

وَعَنْ عُمَرَؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا قَالَ الْمُؤَذِّنُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ فَقَالَ
حضرت عمرؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب موذن کہے اللہ اکبر اللہ اکبر کہے

اَحَدُکُمُ اللّٰہُ اَکْبَرُ اللّٰہُ اَکْبَرُ ثُمَّ قَالَ اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ قَالَ اَشْھَدُ اَنْ لَّااِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ ثُمَّ قَالَ اَشْھَدُ
اللہ اکبر اللہ اکبر پھر جب موذن کہے اشھدان لا الہ الا اللہ کہے اشھدان لا الہ الا اللہ پھر جب کہے اشھد ان
اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ قَالَ اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ ثُمَّ قَالَ حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃِ قَالَ لَا حَوْلَ وَلَا
محمد رسول اللہ کہے اشھدان محمد رسول اللہ پھر جب کہے حی علی الصلوٰۃ کہے لا حول ولا
قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ ثُمَّ قَالَ حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ قَالَ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ ثُمَّ قَالَ اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ قَالَ
قوۃ الا باللہ پھر کہے حی علی الفلاح کہے لا حول ولا قوۃ الا باللہ پھر جب کہے اللہ اکبر اللہ اکبر کہے
اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ ثُمَّ قَالَ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ قَالَ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مِنْ قَلْبِہٖ دَخَلَ الْجَنَّۃَ. (صحیح مسلم)
اللہ اکبر اللہ اکبر پھر جب کہے لا الہ الا اللہ کہے لا الہ الا اللہ اپنے دل کے صدق سے جنت میں داخل ہوگا۔روایت کیا اس کو مسلم نے

تشریح: اجتماع میں اللہ اکبر کو دو مرتبہ اور اسی طرح مابعد کے جوابات میں ایک ایک ذکر کیا' وجہ اس کی یہ ہے کہ یہ بتلانا ہے جو پہلی مرتبہ کا جواب ہے' وہی دوسری مرتبہ کا جواب ہے۔دخول سے مراد دخول جنت بدخول اولیٰ ہے۔بشرطیکہ کوئی مانع موجود نہ ہو۔

وَعَنْ جَابِرٍؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ قَالَ حِیْنَ یَسْمَعُ النِّدَآءَ اَللّٰھُمَّ رَبَّ ھٰذِہِ
حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص کہے جس وقت اذان سنتا ہے اے اللہ پروردگار
الدَّعْوَۃِ التَّامَّۃِ وَالصَّلٰوۃِ الْقَآئِمَۃِ اٰتِ مُحَمَّدَنِ الْوَسِیْلَۃَ وَالْفَضِیْلَۃَ وَابْعَثْہُ مَقَامًا مَّحْمُوْدَنِ الَّذِیْ
اس پکار پوری کے اور نماز قائمہ کے دے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو وسیلہ اور بزرگی اور پہنچا ان کو مقام محمود پر جس کا تو نے وعدہ کیا ہے قیامت کے دن
وَعَدتَّہٗ حَلَّتْ لَہٗ شَفَاعَتِیْ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ .(بخاری)
اس پر میری شفاعت واجب ہو جاتی ہے روایت کیا اس کو بخاری نے۔

تشریح: حاصل حدیث:۔صاحب مشکوٰۃ نے پہلے اجابت قولی کرنی تھی اس کے مطابق پہلے حدیث لائے اور پھر دعائے وسیلہ کرنی تھی وہ دعائے وسیلہ کونسی ہے؟ اس کی حدیث لائے' کیسی ترتیب ہے۔ قولہ' انک لاتخلف المیعاد. یہ حدیث سے ثابت نہیں ہے اور اسی طرح والدرجۃ الرفیعۃ اگر چہ یہ ثابت تو ہے مگر مشہور یہی ہے جو یہاں مذکور ہے۔

وَعَنْ اَنَسٍؓ قَالَ کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُغِیْرُ اِذَا طَلَعَ الْفَجْرُ وَکَانَ یَسْتَمِعُ الْاَذَانَ فَاِنْ
حضرت انسؓ سے روایت ہے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جس وقت صبح ظاہر ہوتی حملہ کرتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم
سَمِعَ اَذَانًا اَمْسَکَ وَاِلَّا اَغَارَ فَسَمِعَ رَجُلًا یَقُوْلُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ
اذان سنتے اگر اذان سن لیتے تو رک جاتے اور حملہ نہ کرتے وگرنہ حملہ کر دیتے ایک آدمی کو سنا کہہ رہا ہے اللہ اکبر اللہ اکبر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے
عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَلَی الْفِطْرَۃِ ثُمَّ قَالَ اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ
فرمایا یہ اسلام پر ہے پھر اس نے کہا اشھدان لا الہ الا اللہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو آگ سے
خَرَجْتَ مِنَ النَّارِ فَنَظَرُوْا اِلَیْہِ فَاِذَا ھُوَ رَاعِیْ مِعْزًی. (صحیح مسلم)
نکل آیا۔صحابہؓ نے اس کی طرف دیکھا وہ بکریوں کا چرواہا تھا۔روایت کیا اس کو مسلم نے۔

تشریح: حاصل حدیث:۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم طلوع فجر کے وقت حملہ کرتے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم جس بستی پر حملہ کرنا

ہوتا تھا اس کی طرف کان دھرتے۔ اگر اس سے اذان کی آواز سنتے تو حملہ کرنے سے رُک جاتے اگر اذان کی آواز نہ سنتے تو حملہ کردیتے تو یہ اذان علامت ہوتی تھی کہ یہ مسلمان ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اگر کسی بستی نے اذان کے ترک پر اتفاق کرلیا تو اس سے قتال کیا جائے گا نہ کہ قتل۔ پھر قتال میں بعض ان کے مریں گے اور بعض ان کے مریں گے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے اللہ اکبر کہنے پر فرمایا: علی الفطرة ای کمال الفطرة اور اشھدان لا الہ الا اللہ کہنے پر فرمایا۔ قوله' خرجت من النار تو نے آگ سے خلاصی پالی۔ اولاً اللہ اکبر محض وجود باری کے اقرار پر بشارت نہیں فرمائی۔ خرجت من النار اس لیے کہ وہ توحید تو فطری تھی جب شہادت توحید ہوئی تو یہ توحید شرعی ہوگئی۔ اس پر بشارت دی تو معلوم ہوا کہ محض وجود باری تعالیٰ کی اقرار پر رہائی نہ ہوگی بلکہ شہادت توحید و رسالت کا اقرار بھی ضروری ہے اور شہادت توحید وہی معتبر ہوگی جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق ہوگی۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا: خرجت من النار تو صحابہ کرامؓ نے تکنا شروع کردیا کہ کونسا خوش نصیب شخص ہے جس کے بارے میں فرمایا یہ بشارت دی تو دیکھا وہ ایک چرواہا بکریوں کو چرانے والا تھا۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ چرواہا بھی اکیلے وقت میں ہو تو وہ بھی اذان کہے اور نماز پڑھے۔ اگر کوئی اور ہو تو آجائے گا ورنہ اس کے ساتھ فرشتے تو نماز میں شریک ہوجائیں گے۔

وَعَنْ سَعْدِ بْنِ اَبِیْ وَقَّاصٍؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَالَ حِیْنَ یَسْمَعُ الْمُؤَذِّنَ
حضرت سعدؓ بن ابی وقاص سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص کہے جس وقت اذان سنتا ہے
اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِیْکَ لَهٗ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ رَضِیْتُ بِاللّٰهِ رَبًّا وَّبِمُحَمَّدٍ
اشهدان لا اله الا الله وحده لاشریک له وان محمدا عبده ورسوله راضی ہوا میں اللہ سے کہ وہ رب ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ
رَّسُوْلًا وَّبِالْاِسْلَامِ دِیْنًا غُفِرَ لَهٗ ذَنْبُهٗ. (صحيح مسلم)
وہ رسول ہے اور اسلام سے کہ وہ دین ہے۔ اس کے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔ روایت کیا اس کو مسلم نے۔

تشریح: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ دعائے وسیلہ کے ساتھ یہ دعاء بھی پڑھ لینی چاہیے اس سے اس کے گناہ بخش دیئے جائیں گے۔

وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ مُغَفَّلٍؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بَیْنَ كُلِّ اَذَانَیْنِ صَلٰوةٌ بَیْنَ كُلِّ
حضرت عبداللہ بن مغفلؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ سلم نے فرمایا ہر دو اذانوں کے درمیان نماز ہے
اَذَانَیْنِ صَلٰوةٌ ثُمَّ قَالَ فِی الثَّالِثَةِ لِمَنْ شَآءَ. (صحيح البخاری و صحيح مسلم)
ہر دو اذانوں کے درمیان نماز ہے تیسری مرتبہ فرمایا ہر اس شخص کیلئے جو چاہے۔

تشریح: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر اذان و اقامت کے درمیان نماز ہے۔ تغلیبی طور پر تکبیر کو بھی اذان سے تعبیر کردیا۔ یہ دو مرتبہ ارشاد فرمایا پھر تیسری مرتبہ فرمایا ہر اس شخص کے لیے جو چاہے یعنی جو اس وقفہ کے دوران نماز پڑھنا چاہے پڑھ سکتا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جب کچھ دیر ہوتی تو صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی اس وقت نفل پڑھ لیتے تھے۔ یہ حکم مغرب کے ماسوا (میں ہے) کے اعتبار سے ہے کیونکہ مغرب میں بالاجماع تعجیل افضل ہے۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَلْاِمَامُ ضَامِنٌ وَالْمُؤَذِّنُ مُؤْتَمَنٌ اَللّٰهُمَّ اَرْشِدِ
حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا امام ضامن ہے اور موذن امانت دار ہے۔

الْاَئِمَّةَ وَاغْفِرْ لِلْمُؤَذِّنِيْنَ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَاَبُوْدَاوٗدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَ الشَّافِعِيُّ وَفِي اُخْرٰى لَهٗ بِلَفْظِ الْمَصَابِيْحِ
اے اللہ اماموں کو ہدایت کر اور موذنوں کو بخش دے۔ روایت کیا اس کو داؤد ترمذی اور شافعی نے اور دوسری روایت شافعی مصابیح کے لفظ کے ساتھ ہے۔

تشریح: الامام ضامن الخ امام ضامن ہے یعنی مقتدی کی قرأت کا ضامن ہے کہ وہ مقتدی کی قرأت کا کفیل بن جائے گا یا مطلب یہ ہے کہ خشوع وخضوع کا ضامن ہے یا مطلب یہ ہے کہ مقتدی کی نماز کا باعتبار صحت وفساد کے ضامن ہے کہ اگر امام کی نماز فاسد ہے تو اس مقتدی کی بھی فاسد' اگر امام کی صحیح ہے تو مقتدی کی بھی صحیح ہے اور فرمایا موذن امین ہے' یعنی اوقات کا امین ہے کیونکہ لوگ اپنے صیام و صلوٰۃ کے اندر موذنین کا اعتبار کرتے ہیں' فرمایا اے موذن تو بھی خیانت نہ کر۔

اللّٰھُمَّ ارشد الائمة واغفر للموذنين. جو جس کا مستحق تھا ویسی ہی اس کے لیے دعا فرمائی چونکہ امام نے مقتدی بنا ہوتا ہے اس لیے اس کیلئے دعا فرمائی یا اللہ ان اماموں کو ہدایت دے اور موذن چونکہ امین ہوتا ہے اس امانت کی ادائیگی کی تعیین نہیں ہوسکتی اس میں کمی کوتاہی ہو جاتی ہے اس لیے اس کے لیے مغفرت کی دعا فرمائی۔ نیز چونکہ موذن نے اونچی جگہ پر اذان دینا ہوتی ہے (پہلے زمانہ میں تھا) اس میں نظر کی حفاظت بسا اوقات نہیں ہوتی اس لیے مغفرت کی دعا کی اس کے حال کے مناسب یہی دعا تھی۔

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اَذَّنَ سَبْعَ سِنِيْنَ مُحْتَسِبًا كُتِبَ لَهٗ
حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے سات برس تک ثواب کی نیت سے اذان کہی اس کیلئے آگ سے
بَرَاءَةٌ مِنَ النَّارِ. (رواه الترمذی وابوداؤد و ابن ماجه)
خلاصی لکھ دی جاتی ہے۔ روایت کیا اس کو ترمذی' ابوداؤد اور ابن ماجہ نے۔

تشریح: حاصل حدیث: سات سال کی قید لگائی۔ اگر یہ تحدید کے لیے ہے تو حکمت اس کی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہے یا یہ کنایہ اکثریت سے ہے مطلب یہ ہے کہ اس نے اپنی زندگی کا معتد بہ حصہ اس نے اذان دی ہو۔ دوسری قید محتسباً اس کا معنی یہ ہے کہ اجر و ثواب کی نیت ہو اور اجرۃ ومعاوضہ طلب کرنے والا نہ ہو۔ چنانچہ اس میں اختلاف ہو گیا کہ اذان واقامت اور علوم اسلامیہ کی تعلیم پر مواخذہ اور اجرت لینا جائز ہے یا نہیں ہے۔ متقدمین حنفیہ کہتے ہیں کہ اجرت لینا جائز نہیں۔ لہٰذا ان کے نزدیک یہ قید احترازی ہوگی اور متاخرین حنفیہ جواز کے قائل ہیں۔ امام صاحب کے نزدیک چونکہ یہ اذان واقامت دینی امور ہیں اور دینی امور پر اجرت لینا لوگوں کے تنفر کا باعث ہے اور نیز یہ نیابت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس لیے یہ جائز نہیں ہے اور متاخرین حنفیہ اور شوافع کے نزدیک نظام کو برقرار رکھنے کے لیے جائز ہے اور نیز قیاس کا مقتضی بھی یہی ہے قاضی کے نفقے پر اس کو قیاس کر لو کہ وہ امور مسلمین میں محبوس ہوتا ہے اس کا نفقہ مسلمانوں کے ذمہ ہے۔

وَعَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعْجَبُ رَبُّكَ مِنْ رَاعِي غَنَمٍ فِي
حضرت عقبہ بن عامرؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تیرا رب بکریوں کے چرواہے سے تعجب کرتا ہے۔ پہاڑ کی چوٹی میں
رَأْسِ شَظِيَّةٍ لِلْجَبَلِ يُؤَذِّنُ بِالصَّلَاةِ وَيُصَلِّي فَيَقُوْلُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ اُنْظُرُوْا اِلٰى عَبْدِي هٰذَا يُؤَذِّنُ وَيُقِيْمُ
نماز کیلئے اذان کہتا ہے اور نماز پڑھتا ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میرے اس بندے کی طرف دیکھو مجھ سے ڈرتے ہوئے اذان کہتا ہے اور نماز پڑھتا ہے۔
الصَّلَاةَ يَخَافُ مِنِّي قَدْ غَفَرْتُ لِعَبْدِي وَاَدْخَلْتُهُ الْجَنَّةَ. (رواه ابوداؤد والسنن نسائی)
میں نے اپنے بندے کو بخش دیا اور میں نے اس کو جنت میں داخل کیا۔ روایت کیا اس کو ابوداؤد اور نسائی نے۔

تشریح: حاصل حدیث: یعجب سوال: تعجب تو ہمیشہ اس چیز پر ہوتا ہے جس کا سبب خفی ہو اور اللہ سے تو کوئی مخفی نہیں ہے۔

جواب: یہ تعجب کنایہ ہے خوشی اور راضی ہونے سے۔ فرمایا اللہ خوش ہوتے ہیں۔ اس بکریوں کے چرواہے سے جو بلند پہاڑ کی چوٹی میں نماز کے

لیے اذان کہتا ہے اور نماز پڑھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: اے لوگو! میرے اس بندے کی طرف دیکھو یہ اذان کہہ رہا ہے اور نماز کو قائم کر رہا ہے۔

یقیم اس کے مطلب ہیں۔(۱) یہ شخص پابندی سے نماز پڑھتا ہے قائم کرتا ہے۔

(۲) نماز کیلئے اقامت کہتا ہے معنی اول راجح ہے۔ نماز پڑھتا ہے مجھ سے ڈرتے ہوئے یہ کام تب ہی ہوگا جب اخلاص کامل ہوگا۔ اللہ فرماتے ہیں میں نے اس کو بخش دیا ہے اور اس کو میں نے داخل کر دیا یعنی داخل کرنے کا حکم دے دیا اس کا فرشتوں کے سامنے اظہار کر دیا ہے۔

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثَةٌ عَلٰى كُثْبَانِ الْمِسْكِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ
حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تین شخص مشک کے ٹیلوں پر ہوں گے قیامت کے دن ایک غلام جس نے
عَبْدٌ اَدّٰى حَقَّ اللهِ وَحَقَّ مَوْلَاهُ وَرَجُلٌ اَمَّ قَوْمًا وَهُمْ بِهٖ رَاضُوْنَ وَرَجُلٌ يُنَادِيْ بِالصَّلٰوةِ الْخَمْسِ كُلَّ
اللہ تعالیٰ کا حق ادا کیا اور اپنے مالک کا حق اور وہ شخص کہ قوم کا امام ہے اور وہ اس سے راضی ہیں اور تیسرا وہ شخص کہ اذان دیتا ہے۔ ہر
يَوْمٍ وَّلَيْلَةٍ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ.
دن اور رات پانچوں نمازوں کیلئے۔ روایت کیا اس کو ترمذی نے اور کہا یہ حدیث غریب ہے۔

تشریح: تین شخص ایسے ہیں جو قیامت کے دن مشک کے ٹیلے پر ہوں گے۔(۱) وہ غلام جو حق اللہ کو بھی ادا کرے اور حق مولیٰ کو بھی ادا کرے۔(۲) ایسا امام جس سے اس کی قوم راضی ہو جس سے اس کے مقتدی خوش ہوں اس کے تقویٰ وطہارت اور علم صحیح پر نہ کہ ان کے ہاں ملانے پر۔(۳) ایسا موذن جو پانچوں نمازوں کے لیے اذان دیتا ہو یہ تینوں شخص میں ہاں یہ کستوری کے ٹیلے پر ہوں گے۔

وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْمُؤَذِّنُ يُغْفَرُ لَهٗ مَدٰى صَوْتِهٖ وَيَشْهَدُ لَهٗ كُلُّ
حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اذان دینے والے شخص کیلئے اس کی آواز کے موافق بخشش کی جاتی ہے اور ہر تر اور خشک اس
رَطْبٍ وَّيَابِسٍ وَشَاهِدُ الصَّلَاةِ يُكْتَبُ لَهٗ خَمْسٌ وَّعِشْرُوْنَ صَلَاةً وَّ يُكَفَّرُ عَنْهُ مَا بَيْنَهُمَا رَوَاهُ اَحْمَدُ
کیلئے گواہی دیتے ہیں اور نماز کیلئے حاضر ہونے والے کیلئے پچیس نمازیں لکھی جاتی ہیں اور دو نمازوں کے درمیان اس نے جو گناہ کئے ہوتے ہیں معاف کر دیئے
وَاَبُوْدَاوٗدَ وَ ابْنُ مَاجَةَ وَرَوَى النَّسَائِيُّ اِلٰى قَوْلِهٖ كُلُّ رَطْبٍ وَّيَابِسٍ وَقَالَ لَهٗ مِثْلُ اَجْرِ مَنْ صَلّٰى.
جاتے ہیں۔ روایت کیا اس کو ابوداؤد نے ابن ماجہ نے اور روایت کیا نسائی نے اس کے قول رطب ویابس تک اور کہا اس کیلئے ثواب مانند اس شخص کی جو نماز پڑھے۔

تشریح: حاصل حدیث:۔ یعنی اگر اس کے اتنے گناہ ہوں کہ اگر بالفرض وہ زمین پر بچھا دیئے جائیں عرضاً، طولاً یمیناً اور شمالاً اور وہ اتنے فاصلے تک پہنچ جائیں جہاں تک موذن کی آواز جاتی ہے تو وہ صاف کر دیئے جائیں گے یا مطلب یہ ہے کہ اتنے فاصلے میں جو گناہ کیے ہوئے ہیں وہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔ الغرض بہر تقدیر یہ کنایہ ہے وسعت وسیلہ سے کہ ہر گناہ کی بخشش ہو جائے گی۔

یعنی صغائر نہ کہ کبائر کی (نیز موذن کی اذان سننے کی وجہ سے جو نماز پڑھنے آیا اس کا ثواب بھی موذن کو ملے گا کیونکہ الدال علی الخیر کفاعلہ) یکفر عنه سے مراد یا تو موذن کے گناہ یا شاہد الصلوٰۃ کے گناہ ہیں اس میں دونوں احتمال ہیں۔

وَعَنْ عُثْمَانَ بْنِ اَبِي الْعَاصِ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللهِ اجْعَلْنِيْ اِمَامَ قَوْمِيْ قَالَ اَنْتَ اِمَامُهُمْ وَاقْتَدِ
حضرت عثمانؓ بن ابی وقاص سے روایت ہے کہا کہ میں نے کہا اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم مجھے میری قوم کا امام بنا دیں فرمایا تو ان کا
بِاَضْعَفِهِمْ وَاتَّخِذْ مُؤَذِّنًا لَا يَاْخُذُ عَلٰى اَذَانِهٖ اَجْرًا. (رواه احمد بن حنبل و ابوداؤد، والنسائی)
امام ہے ان کے ضعیف کے ساتھ اقتداء کر اور ایسا موذن مقرر کر جو اذان کہنے پر اجرت نہ لے روایت کیا اس کو احمد، ابوداؤد اور نسائی نے۔

تشریح: اجعلنی امام قومی اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عثمان بن ابی وقاصؓ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عہدہ کا مطالبہ کیا چونکہ ان کی قوم میں کوئی اور ان کے علاوہ امامت کے فرائض کو کما ینبغی انجام دینے والا کوئی نہ ہوگا اس وجہ سے انہوں نے اس عہدہ کا مطالبہ کیا۔ اتخذ مؤذناً اس سے معلوم ہوا کہ مؤذن کو امام کے مشورے سے مقرر کرنا چاہیے۔

وَعَنْ اُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ عَلَّمَنِي رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ اَقُوْلَ عِنْدَاَذَانِ الْمَغْرِبِ اَللّٰهُمَّ هٰذَا اِقْبَالُ
حضرت ام سلمہؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو سکھلایا کہ میں مغرب کی اذان کے وقت کہوں اے اللہ یہ تیری رات کے
لَيْلِكَ وَاِدْبَارُ نَهَارِكَ وَاَصْوَاتُ دُعَائِكَ فَاغْفِرْلِي رَوَاهُ اَبُوْدَاؤدَ وَالْبَيْهَقِي فِي الدَّعْوَاتِ الْكَبِيْرِ.
آنے اور دن کے جانے کا وقت ہے اور تیرے پکارنے والوں کا وقت پس مجھ کو بخش دے۔ روایت کیا اس کو ابوداؤد اور بیہقی نے دعوات کبیر میں۔

تشریح: یہ دعا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اُم سلمہؓ کو سکھلائی تھی لیکن محدثین نے اس کو بیان کر کے بتلایا کہ یہ صرف حضرت اُم سلمہؓ کے ساتھ خاص نہیں ہے یہ ہر ایک کیلئے ہے اور یہ صرف مغرب کے ساتھ خاص ہے کہ دعائے وسیلہ کے ساتھ یہ دعا بھی پڑھ لینی چاہیے۔ ان تقول ای اُدْعُوْا! کے معنی نہیں ہے۔

وَعَنْ اَبِي اُمَامَةَ اَوْبَعْضُ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ بَلَالًا اَخَذَ فِي الْاِ قَامَةِ
حضرت ابو امامہؓ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض صحابہؓ سے روایت ہے کہا بلالؓ نے اقامت کہنا شروع کی
فَلَمَّا اَنْ قَالَ قَدْ قَامَتِ الصَّلَاةُ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَقَامَهَا اللهُ وَاَدَامَهَا وَقَالَ فِي
جب اس نے قد قامت الصلوٰۃ کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قائم رکھے اللہ تعالیٰ اس کو اور ہمیشہ رکھے باقی تکبیر میں
سَائِرِ الْاِ قَامَةِ كَنَحْوِ حَدِيْثِ عُمَرَ فِي الْاَذَانِ. (رواہ، ابوداؤد)
عمرؓ کی حدیث کے مطابق فرمایا جو اذان کے بارہ میں ہے روایت کیا اس کو ابوداؤد نے

تشریح: اقامت کے جواب میں بھی وہی الفاظ کہے جائیں گے جو اذان کے جواب میں کہے جاتے ہیں لیکن قدقامت الصلوٰۃ کے جواب میں اقامھا الله وادامھا کہے جائیں گے۔

وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يُرَدُّ الدُّعَاءُ بَيْنَ الْاَذَانِ وَالْاِقَامَةِ. (رواہ ابوداؤد و الترمذی)
حضرت انسؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اذان اور اقامت کے درمیان دعا رد نہیں کی جاتی روایت کیا اس کو ابوداؤد اور ترمذی نے

تشریح: اذان اور اقامت کے درمیان جو وقفہ ہے اس دوران جو دعا کی جائے وہ رد نہیں کی جاتی اس وقت میں یہ وقت قبولیت دعا کا ہے۔ لہٰذا ہر شخص کو چاہیے کہ دعائے وسیلہ کے ساتھ ساتھ اپنی ضروریات کی بھی دعا کرے۔ بعض نے اس کا مطلب یہ بیان کیا کہ اذان کی ابتداء سے آخر تک جو وقفہ ہے اس طرح اقامۃ کی ابتداء سے آخر تک جو وقفہ ہے یہ مراد ہے اگر اس میں دعا کرے تو رد نہیں کی جاتی لیکن یہ صحیح نہیں ہے اس لیے کہ اس میں اجابت قولی فوت ہو جائے گی۔

سوال: بسا اوقات جو دعا کرتے ہیں اثر ظاہر نہیں ہوتا؟

جواب: قبولیت کی شرائط کا پایا جانا بھی تو ضروری ہے۔ ان شرائط میں سے کسی کے مفقود ہونے کی وجہ سے قبولیت کا اثر ظاہر نہیں ہوتا۔ مثلاً ایک سبب عدم قبولیت کا اکل ربٰو ہے یا اکل حرام پھر قبولیت کی مختلف صورتیں ہیں یا تو دعا سے آنے والی مصیبت جو ہوتی ہے وہ دور کر دی جاتی ہے لیکن آدمی کو پتہ نہیں ہوتا تو یہ ذخیرہ تو بن جاتی ہے کہ اس کا بدلہ قیامت کے دن دیا جائے گا جب کل قیامت کے دن یہ دیکھے گا تو یہ تمنا کرے گا کہ کاش میری کوئی دعا بھی قبول نہ ہوتی۔

وَعَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثِنْتَانِ لَا تُرَدَّانِ اَوْقَلَّمَا تُرَدَّانِ

حضرت سہل بن سعدؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دو دعائیں رد نہیں کی جاتیں یا فرمایا کم ہی رد کی جاتی ہیں

الدُّعَاءُ عِنْدَ النِّدَاءِ وَعِنْدَ الْبَأْسِ حِيْنَ يَلْحَمُ بَعْضُهُمْ بَعْضًا وَفِي رِوَايَةٍ وَتَحْتَ الْمَطَرِ رَوَاهُ اَبُوْدَاؤدَ

اذان کے نزدیک اور دوسری لڑائی میں جس وقت بعض بعض کے ساتھ ملتے ہیں ایک روایت میں ہے مینہ میں روایت کیا اس کو ابوداؤد نے

وَالدَّارِمِيُّ اِلَّا اَنَّهُ لَمْ يَذْكُرْ وَ تَحْتَ الْمَطَرِ.

اور دارمی نے مگر دارمی نے تحت المطر کا لفظ ذکر نہیں کیا۔

تشریح: دو دعائیں ایسی ہیں یا دو وقت ایسے ہیں ان میں دعا رد نہیں کی جاتی۔ اذان کے وقت اور گھمسان کی لڑائی کے وقت اور ایک حدیث میں تحت المطر کا ذکر بھی ہے ظاہر پہلی دو ہیں۔

وَعَنْ عَبْدِاللهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ رَجُلٌ يَا رَسُوْلَ اللهِ اِنَّ الْمُؤَذِّنِيْنَ يَفْضُلُوْنَنَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ

حضرت عبداللہ بن عمروؓ سے روایت ہے کہا ایک شخص نے اے اللہ کے رسول موذن ہم سے فضیلت لے جائیں گے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُلْ كَمَا يَقُوْلُوْنَ فَاِذَا انْتَهَيْتَ فَسَلْ تُعْطَ. (رواہ ابوداؤد)

نے فرمایا جس طرح وہ کہتے ہیں تو بھی کہہ جس وقت تو فارغ ہو پس سوال کر دیا جائے گا روایت کیا اس کو ابوداؤد نے۔

تشریح: اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دوسری چیز اذان کے جواب سے فراغت کے بعد دعا مانگنے کو بتا کر اس طرف اشارہ کر دیا کہ اگر اذان کا جواب دینے کے بعد دعا مانگی جائے تو فضیلت و بزرگی میں اور اضافہ ہوگا۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی شخص اذان کے وقت مسجد میں موجود ہو تو اسے بھی اذان کے کلمات کا جواب دینا چاہئے۔ جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ اذان کے وقت مسجد میں موجود شخص کو اذان کا جواب دینا ضروری نہیں ہے کیونکہ اس وقت جب اجابت فعلی حاصل ہے تو اجابت قولی کی کیا ضرورت ہے۔ دل کو لگنے والی بات نہیں ہے۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ

وَعَنْ جَابِرٍؓ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنَّ الشَّيْطٰنَ اِذَا سَمِعَ النِّدَاءَ بِالصَّلَاةِ

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا فرماتے تھے تحقیق شیطان جس وقت نماز کی اذان سنتا ہے بھاگ

ذَهَبَ حَتّٰى يَكُوْنَ مَكَانَ الرَّوْحَاءِ قَالَ الرَّاوِي وَالرَّوْحَاءُ مِنَ الْمَدِيْنَةِ عَلٰى سِتَّةٍ وَّثَلَاثِيْنَ مِيْلاً (رواہ صحیح مسلم)

جاتا ہے یہاں تک کہ روحاء مکان تک پہنچ جاتا ہے۔ راوی نے کہا روحاء مدینہ سے چھتیس میل دور ہے روایت کیا اس کو مسلم نے۔

تشریح: شیطان سے مراد جنس شیطان ہے حدیث کے آخری حصہ کا مطلب یہ ہے کہ آذان سن کر شیطان نماز پڑھنے والے سے اتنا دور ہو جاتا ہے جتنا دور مدینہ سے روحاء ہے۔

وَعَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ اَبِي وَقَّاصٍ قَالَ اِنِّي لَعِنْدَ مُعَاوِيَةَ اِذَا اَذَّنَ مُؤَذِّنُهُ فَقَالَ مُعَاوِيَةُ كَمَا قَالَ مُؤَذِّنُهُ حَتّٰى

حضرت علقمہ بن وقاصؓ سے روایت ہے کہا کہ میں معاویہؓ کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ اس کے موذن نے اذان کہی معاویہؓ نے کہا

اِذَا قَالَ حَيَّ عَلَى الصَّلٰوةِ قَالَ لَا حَوْلَ وَ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللهِ فَلَمَّا قَالَ حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ قَالَ لَا حَوْلَ

جس طرح موذن کہتا تھا۔ جب اس نے حی علی الصلوہ کہا معاویہؓ نے لاحول ولاقوۃ الا باللہ کہا جس وقت اس نے حی علی الفلاح کہا معاویہؓ نے

وَلَاقُوَّةَ اِلَّا بِاللهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ وَ قَالَ بَعْدَ ذٰلِکَ مَا قَالَ الْمُؤَذِّنُ ثُمَّ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى
لاحول ولا قوۃ الا باللہ العظیم کہا اس کے بعد کہا جو کچھ موذن نے کہا تھا۔ پھر کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے
اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ ذٰلِکَ. (رواہ احمد بن حنبل)
اس طرح فرماتے تھے۔ روایت کیا اس کو احمد نے۔

وَعَنْ اَبِی هُرَيْرَةَ قَالَ كُنَّا مَعَ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَامَ بِلَالٌ يُنَادِی فَلَمَّا سَكَتَ
حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔ بلالؓ نے کھڑے ہو کر اذان کہی جس وقت وہ خاموش ہو گیا۔
قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَالَ مِثْلَ هٰذَا يَقِيْنًا دَخَلَ الْجَنَّةَ. (رواہ النسائی)
نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے ایسا کہا یقین کے ساتھ جنت میں داخل ہوگا۔ روایت کیا اس کو نسائی نے۔

تشریح: مطلب یہ ہے کہ جو شخص مکمل یقین کے ساتھ ان کلمات کو آذان میں کہے یا آذان کے جواب میں کہے تو وہ جنت میں داخل ہونے کا مستحق ہوگا یا نجات پانے والوں کے ہمراہ جنت میں داخل ہوگا۔

وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ النَّبِیُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا سَمِعَ الْمُؤَذِّنَ يَتَشَهَّدُ قَالَ وَ اَنَا وَاَنَا. (ابوداؤد)
حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب موذن کو سنتے کہ شہادتین کہہ رہا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے اور میں بھی اور میں بھی۔ روایت کیا اس کو ابوداؤد نے

تشریح: انا وانا یعنی میں بھی گواہی دیتا ہوں میں بھی گواہی دیتا ہوں۔ اشهدان محمداً رسول الله. یہ الفاظ فرماتے (ظاہراً معلوم) تھے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جیسے اُمت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی گواہی دینے کی مکلف ہے اسی طرح خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی اپنی رسالت کی گواہی دینے کے مکلف تھے۔ بعض نے کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے۔ اَنِّیْ اشهد محمّداً رسول الله.

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ اَذَّنَ ثِنْتَی عَشْرَةَ سَنَةً وَجَبَتْ لَهُ الْجَنَّةُ
حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے بارہ سال اذان کہی جنت اس پر واجب ہو جاتی ہے اور ہر روز اس
وَ كُتِبَ لَهُ بِتَاذِيْنِهٖ فِی كُلِّ يَوْمٍ سِتُّوْنَ حَسَنَةً وَلِكُلِّ اِقَامَةٍ ثَلَاثُوْنَ حَسَنَةً. (رواہ ابن ماجه)
کے اذان کہنے کی وجہ سے ساٹھ نیکیاں لکھی جاتی ہیں اور ہر تکبیر کے بدلے تیس نیکیاں لکھی جاتی ہیں۔ روایت کیا اس کو بیہقی نے دعوات کبیر میں۔

وَعَنْهُ قَالَ كُنَّا نُؤْمَرُ بِالدُّعَاءِ عِنْدَ اَذَانِ الْمَغْرِبِ رَوَاهُ الْبَيْهَقِیُّ فِی الدَّعْوَاتِ الْكَبِيْرِ.
اسی (ابن عمرؓ) سے روایت ہے کہا کہ ہم حکم دیئے گئے تھے ساتھ دعا کے نزدیک مغرب کی اذان کے روایت کیا اس کو بیہقی نے دعوت کبیر میں۔

تشریح: وعن ابن عمر الخ وعن قال كنا نؤمر بالدعاء الخ سے وہی دعا مراد ہے جو ام سلمہؓ کو لکھوائی تھی۔

باب فیه فصلان

اذان کے بعض احکام کا بیان

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ

عَنِ ابْنِ عُمَرؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ بِلَالًا يُّنَادِىْ بِلَيْلٍ فَكُلُوْا وَاشْرَبُوْا
حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بے شک بلالؓ رات سے اذان کہے گا پس کھاؤ اور پیو
حَتّٰى يُنَادِىَ ابْنُ اُمِّ مَكْتُوْمٍ قَالَ وَكَانَ ابْنُ اُمِّ مَكْتُوْمٍ رَجُلًا اَعْمٰى لَا يُنَادِىْ حَتّٰى يُقَالَ لَهٗ اَصْبَحْتَ
حتیٰ کہ ابن ام مکتومؓ اذان کہے اور ابن ام مکتومؓ نابینا تھے اس وقت تک اذان نہیں کہتے تھے جب تک کہ اسے کہا جاتا تو نے صبح کر دی
اَصْبَحْتَ. (صحیح البخاری و صحیح مسلم)
تو نے صبح کر دی۔

تشریح: اس باب کے اندر وہ احادیث ہوں گی جو کہ ما قبل کا تتمہ ہیں اور مابعد میں صاحب مشکوٰۃ اس کا حوالہ بھی دیں گے۔
اس روایت کا حاصل یہ ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ رات کی اذان دیا کرتے تھے چونکہ یہ اذان جلدی دیتے تھے اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم کھاتے پیتے رہو جب تک کہ ابن ام مکتومؓ اذان نہ دے دیں۔ درمیان میں راوی نے ابن ام مکتومؓ کا تعارف کرا دیا کہ وہ نابینا صحابیؓ تھے وہ اذان نہیں دیتے تھے یہاں تک کہ ان کو اطلاع دی جاتی اور ان کو کہا جاتا اصبحت اصبحت صبح ہونے کے قریب ہوگئی ہے اب اذان دے دو۔

اس حدیث پر سوال ہے کہ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ رات کو اذان دیتے تھے اور ابن ام مکتومؓ صبح کی اذان دیتے تھے اور دوسری حدیث سے معلوم ہوتا ہے۔ حضرت ابن ام مکتومؓ رات کو اذان دیتے تھے اور حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ صبح کی اذان دیا کرتے تھے تو دونوں میں تعارض ہوگیا؟

جواب: ذمہ داریوں کے اوقات مختلف ہوتے رہتے تھے۔ اس حدیث میں اس زمانے کے واقعہ کا بیان ہے جس زمانے میں حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ذمہ داری رات کو اذان دینے کی تھی اور حضرت ابن ام مکتومؓ صبح کی اذان دیا کرتے تھے اور دوسری احادیث میں دوسرے زمانے کے واقعہ کا بیان ہے۔

مسئلہ فقہی: اذان فجر قبل از وقت جائز ہے یا نہیں؟ (یہ اختلاف صرف فجر کے بارے میں ہے، باقی نمازوں کی اذان قبل از وقت جائز نہیں بالاتفاق)

احناف میں سے طرفین کے نزدیک قبل از وقت اذان فجر جائز نہیں اور شوافع اور قاضی ابو یوسفؒ کے نزدیک جائز ہے بعض شوافع نے کہا کہ عشاء ہی سے دے سکتے ہیں اور بعض نے کہا نصف اخیری سے اور بعض نے کہا ثلث اللیل سے دے سکتے ہیں۔ راجح نصف اخیر میں ہے۔ باقی احناف میں سے طرفین کے دلائل یہ ہیں:

پہلی دلیل: طحاوی میں روایت مذکور ہے۔ حدیث عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے جس کا مضمون یہ ہے کہ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں مؤذنین رات کو اذان نہ دیتے تھے بلکہ طلوع فجر کے بعد اذان دیتے تھے۔ دوسری دلیل: وہ احادیث متعلقہ باذان الفجر جن میں ہے کہ تبیین فجر سے پہلے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اذان فجر کہنے سے منع فرمایا۔

تیسری دلیل: وہ احادیث متعلقہ باذان الفجر کہ جن میں یہ بات مذکور ہے کہ ایک موقع پر حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اذان فجر قبل از وقت دے دی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جاؤ اعلان بالاعادہ کرو۔ الا ان العبد قد نام۔ ان سے غلطی کا اعلان کروایا اگر قبل از وقت اذان دینا جائز ہوتا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت بلالؓ سے غلطی کا اعلان نہ کرواتے۔

چوتھی دلیل: قیاس کا مقتضیٰ بھی یہی ہے کہ باقی نمازوں پر قیاس کرتے ہوئے اذان فجر بھی قبل از وقت جائز نہیں ہونی چاہیے۔

پانچویں دلیل: مقصد اذان کا مقتضیٰ بھی یہی ہے کہ یہ وقت سے پہلے نہیں ہونی چاہئے اس لئے کہ اذان سے مقصد لوگوں کو نماز کی اطلاع دینی ہے اگر قبل از وقت دے دی تو مقصد تو حاصل نہ ہوا۔

شوافع اور قاضی ابو یوسفؒ کی دلیل یہی حدیث ابن عمرؓ ہے۔ طریق استدلال یہ ہے کہ یہ اذان بلال رات کو نماز فجر کیلئے ہوتی تھی تو معلوم ہوا کہ قبل از وقت اذان فجر جائز ہے اس دلیل کا جواب طرفین کی طرف سے۔ ہم تسلیم کرتے ہیں کہ یہ اذان بلال رات میں ہوتی تھی لیکن ہم اس بات کو تسلیم نہیں کرتے کہ یہ لصلوٰۃ الفجر ہوتی تھی بلکہ دوسرے مقاصد کیلئے اور اعراض اخریٰ کی خاطر ہوتی تھی۔ مثلاً تہجد کے جگانے کے لیے سحری کھانے والوں کے لیے۔ یہ اس لیے ہوتی تھی تاکہ تہجد پڑھنے والے بیدار ہو جائیں' سحری کھانے والے سحری کھالیں جو پہلے سے بیدار ہیں وہ واپس لوٹ کر کوئی اور کام کرلیں۔ اس کا ثبوت دوسری احادیث سے بھی ملتا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں ہر طرح کے لوگ رہتے تھے۔ (خلاصہ یہ اذان ان مقاصد کے لیے ہوتی تھی للتسحیر للتهجد ایقاظاً للنائمین ارجاع القانتین تھی)

باقی رہی یہ بات مسئلہ کہ ان مقاصد کے لیے تہجد وغیرہ کے لیے اذان جائز بھی ہے یا نہیں؟ ہاں جائز ہے لیکن اس کو سنت کا درجہ حاصل نہیں۔

قولہ' و کان ابن ام مکتومؓ اس عبارت سے راوی نے ابن ام مکتوم کا تعارف کرایا کہ وہ نابینا صحابیؓ تھے۔ ان کی اذان لصلوٰۃ الفجر ہوتی تھی اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہیں حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اذان دھوکے میں نہ ڈالے وہ تو جلدی اذان دے دیتے ہیں اور حضرت عبداللہ ابن ام مکتوم یہ خود بخود اذان نہیں دیتے بلکہ یہ وقت بتلانے پر اذان دیتے ہیں اس سے معلوم ہوا کہ کسی کے تعارف کے لیے عیب بیان کرنا جائز ہے۔ نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ اعمیٰ بھی اذان دے سکتا ہے۔ بشرطیکہ وقت بتلانے والا کوئی معتبر آدمی ہو۔

قولہ' لاینادی حتّٰی یقال لهٗ اصبحت اصبحت:

سوال: اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ابن ام مکتومؓ صبح صادق کے طلوع ہونے کے بعد اذان دیتے تھے (اصبحت صبح ہوگئی صبح ہوگئی) اور ماقبل میں سحری کے کھانے پینے کی انتہا اذان ابن ام مکتومؓ کو قرار دیا ہے تو معلوم ہوا کہ طلوع فجر کے بعد اذان ہو رہی ہے اور کھانا بھی چل رہا ہے حالانکہ فقہاء کہتے ہیں طلوع فجر صادق کے ہونے کے بعد کھانا پینا صائم کے لیے حرام ہے؟

جواب: اصبحت بمعنی قاربت کے ہے یعنی صبح ہونے کے قریب ہوگئی یہ مجاز بالمشارفت ہے۔

وَعَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَمْنَعَنَّكُمْ مِنْ سُحُوْرِكُمْ
حضرت سمرہؓ بن جندب سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بلالؓ کی
اَذَانُ بِلَالٍ وَلَا الْفَجْرُ الْمُسْتَطِيْلُ وَلٰكِنَّ الْفَجْرَ الْمُسْتَطِيْرَ فِي الْاُفُقِ (رواه مسلم وَ لَفْظُهٗ لِلتِّرْمِذِيِّ)
اذان تمہیں سحری کھانے سے نہ روکے اور نہ فجر دراز لیکن فجر پھیلی ہوئی کنارے میں روایت کیا اس کو مسلم نے اور لفظ اس کے ترمذی کیلئے ہیں

تشریح: قولہ' ولا الفجر المستطیل الخ فرمایا فجر مستطیل سحری کھانے سے مانع نہیں ہے بلکہ فجر مستطیر مانع ہے کیونکہ

یہ فجر صادق ہوتی ہے۔ فجر مستطیل مشرق کی جانب سے ایک روشنی نمودار ہوتی ہے طولاً مغرب کی طرف اس کو صبح کاذب کہتے ہیں۔ یہ تھوڑی دیر رہتی ہے۔ اس کے بعد ایک روشنی نمودار ہوتی ہے جو عرضاً شمالاً جنوباً ہوتی ہے اس کو فجر مستطیر کہتے ہیں۔

وَعَنْ مَّالِكِ بْنِ الْحُوَيْرِثِ قَالَ اَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَا وَابْنُ عَمٍّ لِّي فَقَالَ اِذَا سَافَرْتُمَا
حضرت مالکؓ بن حویرث سے روایت ہے کہا کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا میں اور میرے چچا کا بیٹا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
فَاَذِّنَا وَاَقِيْمَا وَلْيَؤُمَّكُمَا اَكْبَرُكُمَا. (صحيح البخاری)
جب تم سفر کرو تو اذان کہو اور تکبیر بھی کہو اور چاہے کہ امام بنے جو تم سے بڑا ہے۔

تشریح: حاصل حدیث:۔ مالک بن الحویرث کہتے ہیں کہ میں بمع اپنے چچا کے بیٹے کے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم دونوں سفر کرو تو اذان کہو اور اقامت کہو اور چاہیے کہ امامت کرائے تم میں سے جو بڑا ہو۔ یہی مضمون ہدایہ میں ابن ابی ملیکہ سے نقل کیا گیا ہے یہاں مشکوٰۃ میں مالک بن الحویرث سے یہ نقل کیا گیا ہے صحیح یہی ہے۔

سوال: اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ دونوں اذان کہیں اور دونوں اقامت کہیں حالانکہ یہ واقع میں صحیح نہیں ہے؟

جواب-۱: یہ تشنیہ تخییر کیلئے ہے معنی یہ ہے کہ تم دونوں میں سے کسی ایک کی ذمہ داری ہے لاعلیٰ التعین اذان واقامت کی بخلاف امامت کے اس میں شرط کا پایا جانا ضروری ہے کہ تم میں سے جو بڑا ہے وہ امامت کروائے۔

جواب-۲: دونوں اذان کہیں ایک مشاورۃً اور ایک مباشرۃً۔

جواب-۳: دونوں کہیں ایک مؤذن ہونے کی حیثیت سے اور ایک اجابت کی حیثیت سے۔ مباشرۃً اجابۃً (الراجع ھوالاول) امامت کے بارے میں فرمایا کہ تم میں سے بڑا امامت کرائے۔

سوال: جبکہ فقہاء لکھتے ہیں اعلم، پھر اقراء پھر اسن امامت کرائے؟

جواب: چونکہ یہ دونوں علم اور قرأت کے اعتبار سے برابر ہی تھے اس لیے اس صورت میں اسن کو ترجیح دی اور باقی سب مرجحات میں مساوی ہو تو ترجیح عمر کے اعتبار سے ہوتی ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مسافر کو اذان واقامت دونوں کہنی چاہئیں۔ احناف کے ہاں اگر صرف اقامت پر اکتفاء کیا جائے تو یہ بھی جائز ہے اذان دینا مستحب ہے اور باقی آئمہ اذان واقامت دونوں کے مسنون ہونے کے قائل ہیں احناف کی طرف سے جواب یہ ہے کہ اذان کا ذکر تحصیل ثواب کی حیثیت سے ہے نہ کہ مسنون ہونے کی حیثیت سے ہے۔

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ لَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلُّوْا كَمَا رَاَيْتُمُوْنِيْ اُصَلِّيْ وَاِذَا حَضَرَتِ
اسی (مالکؓ) سے روایت ہے کہا کہ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نماز پڑھو جس طرح مجھ کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھتے ہو اور جب
الصَّلٰوةُ فَلْيُؤَذِّنْ لَكُمْ اَحَدُكُمْ ثُمَّ لِيَؤُمَّكُمْ اَكْبَرُكُمْ. (صحيح البخاری و صحيح مسلم)
نماز کا وقت ہو پس چاہئے کہ تم میں سے ایک اذان کہے پھر جو تم میں سے بڑا ہے امام بنے۔

تشریح: حاصل حدیث:۔ صلوا کمارأیتمونی اصلی. نماز پڑھو جیسا کہ مجھ کو نماز پڑھتا دیکھو جیسے میں نے نماز پڑھی ویسی ہی پڑھو غیر مقلد اس سے استدلال کرتے ہیں کہ قرأت فاتحہ پر کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قرأت فاتحہ کی۔ لہٰذا قرأت فاتحہ ثابت ہوئی۔

جواب: یہاں تو رویۃ کا لفظ ہے اور قرأت تو مسموعات کی قبیل سے ہے نہ کہ مبصرات کی قبیل سے اس کا مطلب یہ ہے کہ رکوع وسجود قیام وغیرہ میری طرح کرو۔ آگے فرمایا جب نماز کا وقت آجائے تو تم میں سے ایک اذان کہے اور تم میں سے بڑا امامت کرائے۔ بشرطیکہ باقی اوصاف میں برابر ہوں۔

عمر سے مراد وہ عمر ہے جو ایمان و اسلام کی حالت میں گزری ہو یعنی جس شخص کو اسلام قبول کئے ہوئے بہت عرصہ ہو گیا ہو وہ حکماً ان لوگوں سے بڑا قرار دیا جائے گا جو اس کے بعد ایمان و اسلام کی سعادت سے مشرف ہوئے ہیں خواہ وہ عمر میں ان سب سے چھوٹا ہی کیوں نہ ہو کیونکہ پہلے اسلام قبول کرنیوالے شخص کو دین و شریعت کا علم بعد میں اسلام کا حلقہ بگوش ہونے والوں سے زیادہ ہوتا ہے۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ حِیْنَ قَفَلَ مِنْ غَزْوَةِ خَیْبَرَ سَارَ لَیْلَةً

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہا کہ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب خیبر کی جنگ سے واپس آئے رات بھر چلے

حَتّٰی اِذَا اَدْرَکَهُ الْکَرٰی عَرَّسَ وَقَالَ لِبِلَالٍ اِکْلَأْ لَنَا اللَّیْلَ فَصَلّٰی بِلَالٌ مَا قُدِّرَ لَهٗ وَنَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ

جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اونگھ پہنچی اترے اور بلالؓ کو کہا ہماری حفاظت کر رات بھر بلالؓ نے نماز پڑھی جتنی ان کیلئے مقدور کی گئی تھی اور رسول اللہ

صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَاَصْحَابُهٗ فَلَمَّا تَقَارَبَ الْفَجْرُ اسْتَنَدَ بِلَالٌ اِلٰی رَاحِلَتِهٖ مُوَجِّهَ الْفَجْرِ فَغَلَبَتْ

صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ سو گئے جب فجر نزدیک ہوئی بلالؓ نے فجر کی طرف منہ کر کے اپنے اونٹ کے ساتھ ٹیک لگا لی۔

بِلَالًا عَیْنَاهُ وَهُوَ مُسْتَنِدٌ اِلٰی رَاحِلَتِهٖ فَلَمْ یَسْتَیْقِظْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَلَا بِلَالٌ وَّلَا

بلالؓ پر اس کی آنکھیں غالب آ گئیں اور وہ اپنے اونٹ کا تکیہ لگائے ہوئے تھے نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہ بلالؓ

اَحَدٌ مِّنْ اَصْحَابِهٖ حَتّٰی ضَرَبَتْهُمُ الشَّمْسُ فَکَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَوَّلَهُمْ اسْتِیْقَاظًا

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ میں سے کوئی بھی بیدار نہ ہوا۔ یہاں تک کہ ان کو دھوپ پہنچی

فَفَزِعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَیْ بِلَالُ فَقَالَ بِلَالٌ اَخَذَ بِنَفْسِی الَّذِیْ اَخَذَ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سب سے پہلے بیدار ہوئے پس گھبرائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پس کہا اے بلالؓ تجھے کیا ہوا بلالؓ نے کہا میرے

بِنَفْسِکَ قَالَ اقْتَادُوْا فَاقْتَادُوْا رَوَاحِلَهُمْ شَیْئًا ثُمَّ تَوَضَّأَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَاَمَرَ

نفس پر وہ چیز غالب آ گئی جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نفس پر ہوئی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کھینچ لے چلو پس کھینچ لے گئے وہ اپنے اونٹ پھر

بِلَالًا فَاَقَامَ الصَّلٰوةَ فَصَلّٰی بِهِمُ الصُّبْحَ فَلَمَّا قَضَی الصَّلٰوةَ قَالَ مَنْ نَسِیَ الصَّلٰوةَ فَلْیُصَلِّهَا اِذَا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کیا۔ بلالؓ کو حکم دیا اس نے نماز کی تکبیر کہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص نماز بھول جائے اس کو پڑھ لے

ذَکَرَهَا فَاِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی قَالَ وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِکْرِیْ.(پ ۱۶ رکوع ۱۰) (صحیح مسلم)

جس وقت اسے یاد آئے پس تحقیق اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اور نماز کو قائم کرو وقت یاد کرنے میرے روایت کیا اس کو مسلم نے۔

تشریح: خیبر مدینہ سے تقریباً سو میل کے فاصلہ پر ہے۔ بنو نضیر کے یہودی جب مدینہ سے اجڑے تو خیبر جا بسے اور پھر خیبر یہودیوں کی سازشوں کا اڈا اور مرکز بن گیا۔ لہٰذا اسلام کی حفاظت کی خاطر اس بات کی ضرورت محسوس کی گئی کہ ان کے اس شر انگیز رجحان کو توڑ دیا جائے چنانچہ سات ہجری میں تقریباً سولہ سو مسلمان مجاہدین کا لشکر سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی قیادت میں خیبر روانہ ہوا اور وہاں پہنچ کر اس کا محاصرہ کر لیا گیا۔ یہ محاصرہ تقریباً دس روز تک جاری رہا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح نصیب فرمائی اور خیبر کے تمام قلعوں پر قبضہ ہو گیا۔ اس غزوہ کی کامیابی کا سہرا حضرت علیؓ کے سر رہا اور انہیں ''فاتح خیبر'' کے عظیم لقب سے نوازا گیا کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلامی لشکر کا جھنڈا انہی کے ہاتھ میں دیا تھا اور یہی اسلامی لشکر کی کمانڈ کر رہے تھے۔ اس کے علاوہ خدا تعالیٰ نے ان سے ایک خاص بہادری یہ ظاہر کرائی کہ خیبر کا پھاٹک جو ستر آدمیوں سے بھی نہیں اٹھتا تھا انہوں نے تنہا اسے اکھاڑ پھینکا۔ جب فتح خیبر ہو گیا تو مسلمانوں اور وہاں کے

یہودیوں کے درمیان ایک معاہدہ طے پایا جس کی دو خاص دفعات یہ تھیں۔

ا۔ جب تک مسلمان چاہیں گے یہودیوں کو خیبر میں رہنے دیں گے اور جب نکالنا چاہیں گے تو ان کو خیبر سے نکلنا ہوگا۔

۲۔ پیداوار کا ایک حصہ مسلمانوں کو دیا جائے گا۔

بہر حال حدیث میں مذکورہ واقعہ اسی غزوہ سے واپسی کے وقت پیش آیا تھا۔

اب یہاں ایک سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ طلوع آفتاب کے بعد جب آنکھ کھل گئی تو اسی جگہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قضا نماز کیوں نہ پڑھ لی؟ اور صحابہؓ کو وہاں سے روانہ ہونے کا حکم دینے کا سبب کیا تھا؟ چنانچہ اس سلسلہ میں علماء کے مختلف اقوال ہیں حنفی علماء جن کے نزدیک طلوع آفتاب کے وقت قضا نماز پڑھنا منع ہے فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جگہ سے کوچ کرنے کا حکم اس وجہ سے دیا تھا تا کہ آفتاب بلند ہو جائے اور نماز کیلئے وقت مکروہ نکل جائے۔

شافعی علماء جن کے ہاں طلوع آفتاب کے وقت قضا پڑھنی جائز ہے کہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم وہاں سے قضا نماز پڑھے بغیر فوراً اس لئے روانہ ہوئے کہ وہ جگہ شیاطین کا مسکن تھی جیسا کہ دوسری روایتوں میں اس کی تصریح موجود ہے چنانچہ مسلمؒ ہی کی روایت کے الفاظ یہ ہیں کہ دھوپ پھیل جانے پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حکم دیا کہ ہر شخص اپنی سواری کی خبال پکڑ لے (اور روانہ ہو جائے اس لئے کہ اس جگہ ہمارے پاس شیطان آ گیا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلالؓ کو صرف تکبیر کہنے کا حکم دیا' اذان کیلئے نہیں فرمایا۔ اس سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ قضا نماز کیلئے اذان دینا ضروری نہیں ہے جیسا کہ قول جدید کے مطابق حضرت امام شافعیؒ کا مسلک یہی ہے۔ لیکن شافعی علماء کے نزدیک قول قدیم کے مطابق صحیح اور معتدل مسلک یہی ہے کہ قضاء نماز کیلئے بھی اذان کہنی چاہیے۔

بعض روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت نماز کیلئے اذان کہی گئی تھی چنانچہ ہدایہ میں مذکور ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لیلۃ التعریس (یعنی مذکورہ رات) کی صبح کو نماز فجر کی قضا اذان و تکبیر کے ساتھ پڑھی تھی۔

شیخ ابن الہمامؒ نے اس سلسلہ میں مسلمؒ اور ابوداؤدؒ کی کئی حدیثیں نقل کی ہیں اور فرمایا ہے کہ مسلمؒ کی اس روایت میں جو کچھ ذکر کیا گیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلالؓ کو تکبیر کہنے کا حکم دیا چنانچہ انہوں نے تکبیر کہی۔ غیر مرادف نہیں ہے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بارہ میں صحیح طور پر یہ ثابت ہو چکا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت اذان و تکبیر کے ساتھ نماز پڑھی تھی۔ لہٰذا اس روایت میں فاقام الصلوۃ کے معنی یہ ہیں کہ ''چنانچہ انہوں نے نماز کیلئے اذان کے بعد تکبیر کہی''۔

یہ حدیث حدیثُ لیلۃ التعریس کے نام سے مشہور ہے۔ مشکوٰۃ کی اس روایت کے مطابق یہ واقعہ غزوہ سے واپسی کے موقعہ پر پیش آیا اور غزوہ خیبر سن ۷ ہجری میں ہوا ہے تو معلوم ہوا کہ یہ واقعہ بھی سن ۷ ہجری کا ہے۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ غزوہ خیبر سے واپسی پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ ساری رات چلتے رہے۔ یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اونگھ نے پا لیا۔

مگر وہ اونگھ جس کا اثر آنکھوں پر ہو دل پر نہ ہو۔ حضرت بلالؓ کو فرمایا کہ تم ہماری رات کا خیال رکھیو یعنی کہیں نماز نہ چلی جائے' ہمیں نماز کے وقت جگا دینا۔ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سوچا کہ ویسے بیٹھنے کے بجائے نفل نماز پڑھ لوں' پھر انہوں نے نماز پڑھی جتنی مقدر تھی اور رسول اللہ سو گئے اور سب صحابہ بھی سو گئے۔ پس جب فجر ہونے کے قریب ہوئی تو حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ فجر کی طرف یعنی مشرق کی طرف رخ کر کے اپنی سواری کے ساتھ ٹیک و سہارا لگا کر بیٹھ گئے یہاں تک کہ ان کو بھی نیند آ گئی۔ سورج کے طلوع ہونے تک کسی کی آنکھ نہ کھلی اور جب سورج طلوع ہو گیا اور بلند ہو گیا تو سب سے پہلے جاگنے والے (بیدار ہونے والے) حضور صلی اللہ علیہ وسلم تھے' آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہاں سے صحابہؓ کو آگے چلنے کا حکم دیا' یہ حکم کیوں دیا؟ شوافع کہتے ہیں جگہ کے نامناسب اثرات کی وجہ سے۔ احناف کہتے ہیں کہ یہ مکروہ وقت تھا اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہاں سے چلنے کا حکم دیا تا کہ مقررہ وقت ختم ہو جائے۔ یہ مسنون ہے کہ فوت شدہ نمازوں کو قضا کرنے کے لیے

تکبیر بھی کہی جائے اور اذان بھی کہی جائے۔

سوال: اس حدیث میں تو صرف اقامت کا ذکر ہے اذان کا نہیں اور مسنون تو اذان مع الاقامۃ ہے؟

جواب: بعض دوسری روایات میں اذان کا ذکر بھی موجود ہے یا پھر تعارض ہے مثبت اور نافی میں اور تعارض کے وقت مثبت کو ترجیح ہوتی ہے۔

سوال: مقام کے مناسب تو نوم تھی نسیان نہیں تھی۔ کیونکہ نماز کی قضاء کا سبب نوم ہی تھی تو نسیان کا ذکر کیوں کیا؟

جواب-۱: نوم کا بھی ذکر ہے یہاں اختصاراً بیان نہیں کیا

جواب-۲: تسلی دینے کے لیے نسیان کو ذکر کیا کیونکہ نسیان کم عذر ہے اور نوم قوی عذر ہے جب کم عذر سے جزع فزع نہیں ہونی چاہیے تو بڑے عذر اور قوی عذر سے بطریق اولیٰ نہیں ہونی چاہیے۔اس نوم میں حکمت یہ تھی کہ اُمت کو قضاء نماز کا عملی نمونہ پیش کرنا تھا۔

سوال: حدیث لیلۃ التعریس اور اس حدیث کے درمیان تعارض ہے جس کا مضمون یہ تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں میری آنکھیں سوتی ہیں اور میرا دل نہیں سوتا' دل بیدار رہتا ہے' جب دل بیدار تھا تو نماز کے وقت کا علم کیوں نہ ہوا؟

جواب-۱: دل غیر محسوسات کا ادراک کرتا ہے بلاواسطہ اور محسوسات کا ادراک کرتا ہے بالواسطہ وقت کا ادراک محسوسات میں سے ہے اس کا علم آنکھوں سے ہوتا ہے۔ جواب-۲: دوسری حدیث میں جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے وہ اکثر احوال کے اعتبار سے ہے اور یہ واقعہ ان اکثر احوال کے خلاف ہے۔خرق عادت کے طور پر ہے لمصلحۃٍ یعنی قضا شدہ نماروں کے مسئلے کو بتلانا ہے۔

وَعَنْ اَبِیْ قَتَادَۃَؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا اُقِیْمَتِ الصَّلٰوۃُ فَلَا تَقُوْمُوْا حَتّٰی
حضرت ابو قتادہؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب نماز کی تکبیر کہی جائے پس کھڑے نہ ہو یہاں تک کہ
تَرَوْنِیْ قَدْ خَرَجْتُ (صحیح البخاری و صحیح مسلم)
مجھ کو دیکھو میں نکل آیا ہوں۔

تشریح: سوال: بظاہر حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اقامت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے آنے سے پہلے ہو جاتی تھی اور مقتدی بعد میں کھڑے ہوتے تھے؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم کھڑے نہ ہو یہاں تک کہ تم مجھ کو دیکھ لو کہ حجرہ شریفہ سے نکل چکا ہوں اور اصل مسئلہ یہ ہے کہ اقامت امام کے آنے کے بعد شروع کی جائے' اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آنے سے پہلے ہی اقامت کہہ دی جاتی تھی؟

جواب-۱: ایسا کرنا بھی جائز ہے اور اگر متعد بہ فصل نہ ہو تو اس کے اعادہ کی بھی ضرورت نہیں لیکن افضل صورت یہ ہے کہ امام کے مسجد میں آجانے کے بعد تکبیر کہی جائے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ابتداء میں یہ عمل بیان جواز کیلئے ہوتا تھا۔

جواب-۲: چونکہ حضرت بلال ہمیشہ تیار رہتے تھے جونہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم حجرہ شریفہ میں سے نکلتے فوراً تکبیر شروع کر دیتے تھے لیکن دوسرے لوگوں کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نکلنے کا بعد میں علم ہوتا تو اس صحابی نے جیسے دیکھا ویسا ہی بیان کر دیا۔ حقیقتاً تکبیر پہلے نہیں ہوتی تھی تو حضرت بلال جو مکبر تھے ان کے اعتبار سے پہلے نہیں ہوتی تھی عام لوگوں کے اعتبار سے پہلے ہو جاتی تھی۔ بہر تقدیر مسئلہ یہ ہے کہ امام کی اگر انتظار کرنا پڑ جائے تو انتظار جالساً ہونی چاہیے نہ کہ قائماً اس لیے قائماً ممکن ہے وقفہ طویلہ ہو جائے تو مشقت ہو۔اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کو فرمایا تم میرے انتظار میں کھڑے نہ ہو۔ یہاں تک کہ مجھے آتا ہوا دیکھ لو۔

مسئلہ-۱: امام کی عدم موجودگی میں امام کی انتظار جالساً ہونی چاہیے نہ کہ قائماً اس حدیث کا مدلول یہی ہے۔

مسئلہ-۲: جب امام مسجد میں موجود ہو تو مقتدیوں کو کب کھڑا ہونا چاہیے' مالکیہ کہتے ہیں اس میں کوئی تحدید نہیں جب چاہیں کھڑے ہو جائیں۔ طرفین کی طرف منسوب ہے کہ جب مکبر حیعلتین پر پہنچے (میں شروع ہو جائے) اس وقت مقتدیوں کو کھڑا ہونا چاہیے اور جب مکبر

قد قامت الصلوٰۃ پر پہنچے تو امام کو تکبیر تحریمہ کہہ دینی چاہیے۔ اس کے جوابات مندرجہ ذیل ہیں۔

جواب-۱: طرفین کا یہ قول مؤول ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اگر مقتدیوں کو تاخیر ہو جائے کھڑے ہونے میں جو مباح تاخیر ہے تو زیادہ سے زیادہ حیعلتین تک ہونی چاہیے اس سے زیادہ نہیں ہونی چاہیے تو یہ تاخیر سے احتراز ہے نہ کہ تقدیم سے۔ اس لیے جمہور کا مذہب یہ ہے کہ تسویۃ الصفوف کے بعد تکبیر کہی جائے۔ پہلے صفیں درست ہونی چاہئیں۔ جیسا کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں اس پر عمل ہوتا تھا۔ باقی رہی یہ بات کہ طرفین کی یہ تاویل منقولی ہے یا جعلی ہے؟ درمختار کا حاشیہ طحاوی کے نام سے مشہور ہے اس میں یہ تصریح موجود ہے کہ یہ تاخیر سے احتراز ہے تقدیم سے احتراز کیلئے نہیں لیکن یہ نسخہ عام نہیں ملتا۔

جواب-۲: اور نیز جہاں یہ مسئلہ متون کے اندر لکھا ہوا ہے وہاں یہ بھی لکھا ہے کہ یہ مستحبات میں سے ہے (باب استحبات کے بعد لکھا ہے) اور قاعدہ اور ضابطہ یہ ہے کہ جب کسی مستحب پر عمل سے سنت مؤکدہ کا ترک یا اس میں خلل لازم آئے تو ایسے مستحب کو چھوڑ دیا جاتا ہے اور ظاہر ہے کہ اگر مقتدی حیعلتین پر کھڑے ہو جائیں تو تسویہ صفوف نہ ہوگا حالانکہ تسویہ صفوف تو قریب الی الواجب ہے۔

جواب-۳: جب کسی مستحب کے ساتھ واجب والا معاملہ ہو جائے تو اس مستحب کا ترک واجب اور چھوڑنا ضروری ہو جاتا ہے اور یہاں موجودہ زمانے میں تو یہ شعار بن چکا ہے۔ لہٰذا اس کا ترک ضروری ہے۔

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اُقِیْمَتِ الصَّلٰوةُ فَلَا تَاْتُوْهَا تَسْعَوْنَ
حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس وقت نماز کیلئے تکبیر کہی جائے تو دوڑتے ہوئے
وَاْتُوْهَا تَمْشُوْنَ وَعَلَیْکُمُ السَّکِیْنَةَ فَمَا اَدْرَکْتُمْ فَصَلُّوْا وَمَا فَاتَکُمْ فَاَتِمُّوْا متفق علیه و فی روایة
نہ آؤ اور تم چلتے ہوئے آؤ اور لازم ہو تم پر وقار پس جو تم پالو پس پڑھو اور جو تم سے رہ جائے پس پورا کرو۔ اور مسلم کی ایک روایت میں ہے
لِمُسْلِمٍ فَاِنَّ اَحَدَکُمْ اِذَا کَانَ یَعْمِدُ اِلَی الصَّلٰوةِ فَهُوَ فِی الصَّلٰوةِ۔
بے شک ایک تمہارا جب نماز کا قصد کرتا ہے وہ نماز میں ہے۔ (اور یہ باب دوسری فصل سے خالی ہے)

تشریح: سوال: اس حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جب تکبیر شروع ہو جائے تو پھر دوڑنا نہیں چاہیے حالانکہ دوڑنا تو جمیع اوقات میں ممنوع ہے؟ جواب: تکبیر کے شروع ہونے کے وقت تکبیر تحریمہ کے اجر و ثواب کو پانے کے لیے احتمال و اندیشہ ہو سکتا تھا کہ شاید دوڑنا مباح ہو تو فرمایا اس اجر و ثواب کو پانے کے لیے بھی دوڑنا درست نہیں تو دوسرے اوقات پر بطریق اولیٰ درست نہیں ہوگا۔

سوال: قرآن میں تو آیا فاسعوا الی ذکر اللہ اور یہاں حدیث میں آیا لا تسعوا ان میں تو تعارض ہو گیا ہے؟

جواب: آیت کریمہ میں سعی سے مراد دوڑنا نہیں بلکہ اہتمام شروع کر دینا مراد ہے کہ نماز کا اہتمام کرو اور حدیث میں سعی سے مراد دوڑنا ہے لہٰذا ان میں کوئی تعارض نہیں ہے۔ آگے فرمایا کہ تم نماز کیلئے دوڑو نہیں بلکہ وقار سے چلو اور سکون کے ساتھ چلو اور جتنی مقدار نماز تم امام کے ساتھ پالو تو اس کو پڑھ لو باقی کو قضا کر لو۔ (نماز کا احترام کرو)

قولہ' مافاتکم فاتموا: مسئلہ مسبوق جو نماز امام کے ساتھ پڑھتا ہے یہ اس کی ابتدائی نماز ہے یا اخیری نماز ہے اور سلام پھیرنے کے بعد یعنی امام کے فارغ ہونے کے بعد جو نماز پڑھتا ہے یہ اس کی ابتدائی نماز ہے یا اخیری۔ احناف کہتے ہیں جس طرح امام کی اخیری نماز ہے اسی طرح اس مسبوق کی نماز بھی اخیری نماز ہے اور امام کے فارغ ہونے کے بعد مسبوق کی نماز ابتدائی نماز ہے اور شوافع اس کا برعکس کہتے ہیں کہ جو امام کے ساتھ پڑھے گا وہ ابتدائی ہوگی اور جو بعد میں پڑھے گا وہ اخیری ہوگی۔ فاتموا کا جملہ شوافع کے موافق ہے اور احناف کے خلاف ہے۔ شوافع کہتے ہیں اتمام کہتے ہیں بقیہ کو پورا کرنا اور اتمام تب ہی ہوگا جب پہلے کچھ ہو (کسی چیز کے بقیہ کو عمل میں لانا اتمام ہے) تو معلوم ہوا کہ اس کی ابتدائی نماز امام کے ساتھ ہو گئی اب اس کی آخری نماز ہے۔ احناف کی طرف سے جواب یہ ہے کہ دوسری روایات میں اس مضمون کے متعلق فاقضوا کا لفظ

بھی ہے اور قضاء وہی ہوگی جو رہی ہوئی ہو اور رہی ہوئی ابتدائی ہے۔ احناف کے نزدیک فاقضوا والی روایات زیادہ راجح ہیں۔ وہ اسکو اپنی اصل پر رکھتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اتموا میں تاویل کرلو کہ بقیہ کو پورا کرو اداء ہو یا قضاء (تعمیم ہے) اور نیز احناف کے مذہب کے مطابق امام کے ساتھ موافقت ہے اخیری ہونے میں کیفیت دونوں کی ایک ہے۔

وَهٰذَا الْبَابُ خَالٍ عَنِ الْفَصْلِ الثَّانِیْ (اور اس باب میں دوسری فصل نہیں ہے)

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ

عَنْ زَیْدِ بْنِ اَسْلَمَ قَالَ عَرَّسَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَیْلَةً بِطَرِیْقِ مَکَّةَ وَوَکَّلَ بِلَالًا اَنْ یُّوْقِظَهُمْ

حضرت زید بن اسلمؓ سے روایت ہے کہا کہ ایک رات مکہ کے راستہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم اترے اور بلالؓ کو مقرر کیا

لِلصَّلٰوةِ فَرَقَدَ بِلَالٌ وَرَقَدُوْا حَتّٰی اسْتَیْقَظُوْا وَقَدْ طَلَعَتْ عَلَیْهِمُ الشَّمْسُ فَاسْتَیْقَظَ الْقَوْمُ فَقَدْ فَزِعُوْا

کہ نماز کیلئے ان کو جگائے بلالؓ سو گئے اور وہ بھی سو گئے یہاں تک کہ جاگے اور سورج ان پر طلوع ہو چکا تھا پس لوگ بیدار ہوئے

فَاَمَرَهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَنْ یَّرْکَبُوْا حَتّٰی یَخْرُجُوْا مِنْ ذٰلِکَ الْوَادِیْ وَقَالَ اِنَّ هٰذَا

اور وہ گھبرائے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو حکم دیا کہ سوار ہوں اور اس وادی سے نکل جائیں پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

وَادٍ بِهٖ شَیْطَانٌ فَرَکِبُوْا حَتّٰی خَرَجُوْا مِنْ ذٰلِکَ الْوَادِیْ ثُمَّ اَمَرَهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَنْ

انکو اترنے کا حکم دیا اور یہ کہ وضو کریں اور بلالؓ کو حکم دیا کہ نماز کیلئے اذان کہے یا تکبیر کہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

یَّنْزِلُوْا وَاَنْ یَّتَوَضَّئُوْا وَاَمَرَ بِلَالًا اَنْ یُّنَادِیَ لِلصَّلٰوةِ اَوْ یُقِیْمَ فَصَلّٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِالنَّاسِ

لوگوں کو نماز پڑھائی پھر پھرے اور دیکھا کہ وہ گھبرائے ہوئے ہیں فرمایا اے لوگو اللہ نے

ثُمَّ انْصَرَفَ وَقَدْ رَاٰی مِنْ فَزَعِهِمْ فَقَالَ یَا اَیُّهَا النَّاسُ اِنَّ اللّٰهَ قَبَضَ اَرْوَاحَنَا وَلَوْ شَآءَ لَرَدَّهَا اِلَیْنَا فِیْ حِیْنٍ

ہماری روحوں کو قبض کرلیا اور اگر وہ چاہتا اس وقت کے غیر میں پھیر دیتا جس وقت ایک تمہارا نماز سے

غَیْرِ هٰذَا فَاِذَا رَقَدَ اَحَدُکُمْ عَنِ الصَّلٰوةِ اَوْ نَسِیَهَا ثُمَّ فَزِعَ اِلَیْهَا فَلْیُصَلِّهَا کَمَا یُصَلِّیْهَا فِیْ وَقْتِهَا ثُمَّ الْتَفَتَ

سو جائے یا اس کو بھول جائے پھر اس کی طرف گھبرائے پس چاہئے کہ اس کو پڑھ لے جس طرح وقت میں پڑھتا ہے۔

رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِلٰی اَبِیْ بَکْرِنِ الصِّدِّیْقِ فَقَالَ اِنَّ الشَّیْطَانَ اَتٰی بِلَالًا وَّهُوَ قَائِمٌ یُصَلِّیْ

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو بکر صدیقؓ کی طرف دیکھا اور فرمایا۔ شیطان بلالؓ کے پاس آیا

فَاَضْجَعَهٗ ثُمَّ لَمْ یَزَلْ یُهَدِّئُهٗ کَمَا یُهَدَّءُ الصَّبِیُّ حَتّٰی نَامَ ثُمَّ دَعَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِلَالًا

اور وہ کھڑا ہوا نماز پڑھ رہا تھا اس کو لٹا دیا پھر اس کو تھپکتا رہا جس طرح بچے کو تھپکی دی جاتی ہے یہاں تک کہ وہ سو گیا۔

فَاَخْبَرَ بِلَالٌ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَ الَّذِیْ اَخْبَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَبَابَکْرٍ

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بلالؓ کو بلایا بلالؓ نے اسی طرح خبر دی جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو بکرؓ کو خبر دی تھی۔

فَقَالَ اَبُوْبَکْرٍ اَشْهَدُ اَنَّکَ رَسُوْلُ اللّٰهِ (رَوَاهُ مُوَطَّا مَالِکٌ مُرْسَلًا)

ابو بکرؓ نے کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے سچے رسول ہیں۔ روایت کیا اس کو مالک نے مرسل۔

تشریح: اس حدیث میں لیلۃ التعریس والا قصہ بیان کیا ہے اس حدیث میں ہے کہ یہ واقعہ مکہ سے مدینہ کی طرف جاتے ہوئے درمیان میں پیش آیا اور پچھلی ماقبل والی روایت سے معلوم ہوتا ہے یہ واقعہ مدینہ کی طرف جاتے ہوئے خیبر کے درمیان پیش آیا؟ ان روایات میں تعارض ہے اور اسی طرح اس حدیث میں فرمایا حتّٰی استیقظ آگے کوئی تفصیل نہیں۔ پہلی حدیث میں آیا کہ سب سے پہلے بیدار ہونے والے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تھے؟ وقال ھذا وادٍ بہ شیطانٌ. اس سے استدلال کرتے ہوئے شوافع کہتے ہیں اس جگہ سے نکلنے کا حکم اس لیے دیا کہ یہ جگہ مناسب نہیں تھی شیطانی اثرات تھے' کوئی کہے کہ یہ بدشگونی ہے؟ جواب: بدشگونی نہیں وحی کے ذریعہ معلوم ہوگیا تھا یہ اخبار عن المغیبات کی قبیل سے ہے نہ کہ بدشگونی کی قبیل سے۔

اَوْ یقیم' اَوْ بمعنی واؤ کے ہے تو معلوم ہوا کہ اذان واقامت دونوں کا حکم دیا تھا اور پہلی حدیث میں صرف اقامت کا حکم آیا ہے۔ یہاں تفصیل ہے وہاں اختصار ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھائی۔ اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صحابہؓ کی طرف متوجہ ہوئے تو صحابہ کو غمگین حالت میں دیکھا تو فرمایا اے لوگو! اللہ نے ہماری روحوں کو قبض کر لیا تھا اگر اللہ چاہتے تو لوٹا دیتے اس روح کو ہماری طرف اس طلوع شمس کے وقت کے ماسوا وقت میں۔ قبض روح دو قسم پر ہے۔ (۱) روح جسد سے ہی خارج ہو جائے یعنی موت۔ (۲) جسم میں باقی وموجود رہے لیکن اعضاء معطل ہو جائیں اور بے حس ہو جائیں یہاں دوسرا معنی مراد ہے۔ پھر فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی ایک نماز سے سو جائے یا بھول جائے تو جب اسے یاد آئے یا وہ نیند سے بیدار ہو تو اسے چاہیئے کہ وہ نماز پڑھ لے۔ جیسا کہ اس کو اس کے وقت میں ادا کرنا تھا تو یہاں نسیان اور نوم دونوں کا ذکر آیا۔ نیز اس سے معلوم ہوا کہ فوت شدہ نمازوں کے ادا کرنے کیلئے وہی اوقات ہیں جو دوسری نمازوں کے لیے ہیں اور اس کو اسی نماز کے وقت میں ادا کرنا چاہیے۔

قولہ ثم التفت الخ پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف متوجہ ہوئے پس فرمایا کہ شیطان حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آیا تھا' اس (بلالؓ) کے دل میں وسوسہ اندازی کرنا شروع کر دی اس کو کہا کہ کچھ آرام کر لو (یہ نماز پڑھ رہے تھے) پھر شیطان ان کو تھپکی دیتا رہا جیسے بچہ کو سلانے کے لیے تھپکی دی جاتی ہے یہاں تک کہ بلالؓ سو گئے۔ پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بلایا' بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی یہی بات سنائی تو ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا اشھد انک رسول اللّٰہ. حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پتہ چل گیا تھا کہ یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بطور وحی کے بتلایا ہے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بتلایا تمام صحابہ میں سے عظمت کو بتلانے کے لیے باقی حضرت بلالؓ کی نوم کا تذکرہ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ تھا۔ تحقیقی بات یہ ہے کہ یہ لیلۃ التعریس والا واقعہ کم از کم ۲ مرتبہ پیش آیا (اس کے بارے میں ۵ قسم کی روایات مذکور ہیں) ورنہ جو روایات میں تعارض ہے اس کو اٹھانا دشوار ہے۔

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ خَصْلَتَانِ مُعَلَّقَتَانِ فِی اَعْنَاقِ الْمُؤَذِّنِیْنَ
حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دو چیزیں موذنوں کی گردنوں میں لٹکی ہوئی ہیں
لِلْمُسْلِمِیْنَ صِیَامُھُمْ وَصَلَاتُھُمْ. (رواہ ابن ماجہ)
مسلمانوں کیلئے ان کی نماز اور ان کے روزے۔ روایت کیا اس کو ابن ماجہ نے۔

تشریح: اس حدیث میں مؤذنین کی ذمہ داری کا بیان فرمایا کہ مؤذنین اپنی ذمہ داری کا احساس کریں اوقات میں گڑبڑ نہ کریں کیونکہ لوگوں کے صیام وصلوٰۃ انہی سے متعلق ہیں کہیں ایسا نہ ہو کہ ان کی معمولی کوتاہی کی وجہ سے ان کے صلوٰۃ اور صیام وغیرہ خراب ہو جائیں۔

بَابُ الْمَسَاجِدِ وَ مَوَاضِعِ الصَّلوٰةِ

مساجد اور نماز کے مقامات کا بیان

باب المساجد ومواضع الصلوٰۃ میں مواضع الصلوٰۃ کا ذکر ذکر العام بعد الخاص ہے۔ مسجد خاص اور مواضع الصلوٰۃ عام ہے خواہ مسجد ہو یا مسجد کے علاوہ۔

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ لَمَّا دَخَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْبَيْتَ دَعَا فِيْ نَوَاحِيْهِ
حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہا کہ جس وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم بیت اللہ میں داخل ہوئے اس کے سب گوشوں میں دعا
كُلِّهَا وَلَمْ يُصَلِّ حَتّٰى خَرَجَ مِنْهُ فَلَمَّا خَرَجَ رَكَعَ رَكْعَتَيْنِ فِيْ قُبُلِ الْكَعْبَةِ وَقَالَ هٰذِهِ الْقِبْلَةُ
کی اور نماز نہیں پڑھی پس جس وقت نکلے نبی صلی اللہ علیہ وسلم دو رکعتیں کعبہ کے سامنے پڑھیں اور فرمایا یہ قبلہ ہے۔
(رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَ رَوَاهُ مُسْلِمٌ عَنْهُ وَ عَنْ اُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ)
روایت کیا اس کو بخاری نے اور روایت کیا اس کو مسلم نے اسامہ بن زیدؓ سے۔

تشریح: حاصل حدیث:۔ هٰذه القبلة: مطلب یہ ہے کہ یہ کعبہ قبلہ ہے تا قیامت۔ اب نسخ اس میں نہیں ہوگا۔ یہ مطلب نہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جس حصہ کے سامنے نماز پڑھی وہی حصہ و جہت قبلہ ہے۔ اس حدیث کا مدلول یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کعبہ کے اندر نماز نہیں پڑھی۔

وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُمَرَؓ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ الْكَعْبَةَ هُوَ وَاُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ
حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ میں داخل ہوئے وہ اور اسامہ بن زیدؓ
رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَعُثْمَانُ بْنُ طَلْحَةَ الْحَجَبِيُّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَبِلَالُ بْنُ رَبَاحٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَاَغْلَقَهَا
اور عثمان طلحہ الحجبیؓ اور بلال بن رباحؓ پس اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر کعبہ بند کردیا
عَلَيْهِ وَمَكَثَ فِيْهَا فَسَاَلْتُ بِلَالًا حِيْنَ خَرَجَ مَا ذَا صَنَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ جَعَلَ
اور اس میں ٹھہرے جس وقت نکلے میں نے بلالؓ سے پوچھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا
عَمُوْدًا عَنْ يَّسَارِهٖ وَعَمُوْدَيْنِ عَنْ يَّمِيْنِهٖ وَثَلٰثَةَ اَعْمِدَةٍ وَّرَآءَهٗ وَكَانَ الْبَيْتُ يَوْمَئِذٍ عَلٰى سِتَّةِ اَعْمِدَةٍ
کیا پس کہا ایک ستون بائیں جانب کیا دو ستون دائیں جانب اور تین ستون اپنے پیچھے اور ان دنوں بیت اللہ کے چھ ستون تھے
ثُمَّ صَلّٰى. (صحيح البخاري و صحيح مسلم)
پھر نماز پڑھی۔

تشریح: هو و اسامة: اسامۃ کا عطف کرنا تھا دخل کی ضمیر متصل پر اس لیے ضمیر منفصل کے ذریعے عطف کیا قاعدہ کے مطابق۔حاصل حدیث:۔تین صحابہؓ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کعبۃ اللہ میں داخل ہوئے' پس کعبۃ اللہ کا دروازہ بند کر دیا۔

قولہ' اغلقها. غالق کون تھا' دروازہ بند کرنے والا کون تھا۔یعنی بلال ابن رباح تھے۔بعض روایات میں اغلقا کے الفاظ ہیں دونوں قریب والے مراد لے لو۔عثمان بن طلحہ اور بلال بن رباح اور بعض روایات میں اغلقوا کے الفاظ ہیں۔مراد چونکہ سب کی مرضی شامل تھی اس لیے سب کی طرف نسبت کر دی اور کعبۃ اللہ میں تھوڑی دیر ٹھہرے راوی عبداللہ بن عمرؓ کہتے ہیں کہ میں نے بلال بن رباحؓ سے پوچھا جس وقت کہ وہ کعبۃ اللہ سے باہر آئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا کام کیا؟ تو بلال نے کہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس طرح کھڑے ہوئے کہ ایک ستون آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بائیں جانب اور دو دائیں جانب اور تین ستون آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے تھے' تو پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو رکعت نماز پڑھی۔

سوال: حدیث ابن عمرعن بلال کا مدلول یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی ہے اور حدیث ابن عباس عن اسامہ بن زیدؓ کا مدلول یہ ہے کہ لم یصل اب ان دونوں روایتوں میں تعارض ہے۔

جواب: رفع تعارض کی کئی صورتیں ہیں۔رفع تعارض کی صورت (۱) بصورت ترجیح۔حدیث ابن عمرعن بلال بن رباح والی روایت کو ترجیح حاصل ہے۔حدیث ابن عباس عن اسامہ بن زید کے مقابلے میں اس لیے کہ حدیث ابن عمر مثبت ہے اور حدیث ابن عباس نافی ہے اور جب مثبت اور منفی میں تعارض ہو جائے تو ترجیح مثبت کو ہوتی ہے۔(۲) بصورت تطبیق۔پھر تطبیق کی بھی مختلف تقریریں ہیں۔(۱) کعبۃ اللہ میں داخل ہونے کا واقعہ دو مرتبہ ہوا۔مرۃ صلی جس کو نقل کیا عبداللہ بن عمرعن بلال بن رباح نے۔مرۃ لم یصل جس کو نقل کیا ابن عباس عن اسامہ بن زید نے۔(۲) آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم داخل ہونے کے بعد دعا میں مشغول ہو گئے۔اسامہ بن زید دور تھے اور حضرت بلال قریب تھے۔اسی اثناء میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دو رکعت نماز پڑھی' حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جان لیا بوجہ قرب کے اور اسامہ بن زید چونکہ دور تھے اور اندھیرا تھا اس لیے وہ سمجھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اول تا آخر دعا میں مشغول رہے تو علم مختلف ہو گئے۔ہر ایک نے اپنے علم کے مطابق بیان کر دیا۔(۳) چونکہ یہ فتح مکہ کا واقعہ ہے اور اس زمانے میں بیت اللہ کے اندر بت رکھے ہوئے تھے تو اسامہ بن زیدؓ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پانی لانے کے لیے باہر بھیج دیا تاکہ بیت اللہ کو صاف کریں اور اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو رکعت نماز پڑھی تو اسامہ بن زید کو علم نہ ہو سکا اور حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ چونکہ وہیں موجود تھے اس لیے ان کو علم ہو گیا۔

سوال: کعبۃ اللہ کا دروازہ کیوں بند کروایا؟ جواب-۱: تاکہ کوئی سنت نہ سمجھ لے یا تاکہ خلوت حاصل ہو جائے بھیڑ اور ہجوم نہ ہو۔

بیت اللہ میں نماز کا حکم۔ابن جریر طبری کے نزدیک کعبہ میں نہ فرض نماز جائز ہے نہ ہی نفل' امام مالک کے نزدیک نفل جائز ہے فرض نماز جائز نہیں۔امام ابو حنیفہؒ امام شافعیؒ اور جمہور کے نزدیک کعبہ میں فرض بھی ادا ہو جاتے ہیں۔نفل بھی جمہور کی دلیل یہ ہے کہ استقبال قبلہ شرط ہونے میں فرض اور نفل برابر ہیں۔نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بیت اللہ کے اندر نفل پڑھنے سے ثابت ہو گیا کہ جو استقبال قبلہ صحت صلوۃ کیلئے شرط ہے۔وہ اندر نماز پڑھنے سے بھی حاصل ہو جاتا ہے۔صحت نماز کیلئے بیت اللہ کے کسی جز کی طرف منہ ہو جانا کافی ہے اور اندر نماز پڑھنے سے ایسا ہو جاتا ہے۔

اگر نمازی کے آگے سے حدیث میں مذکورہ چیزوں میں سے کوئی گزر جائے تو نماز ٹوٹ جاتی ہے یا نہیں؟ اصحاب ظواہر کے نزدیک عورت' گدھے اور کتے کے گزرنے سے نماز ٹوٹ جاتی ہے۔امام احمد کی اس مسئلہ میں دو روایتیں ہیں ایک یہ کہ کلب اسود کے علاوہ کسی چیز کے سامنے سے گزرنے سے نماز نہیں ٹوٹتی۔

دوسری روایت یہ ہے کہ ان تینوں چیزوں کے گزر جانے سے نماز ٹوٹ جاتی ہے۔امام ابو حنیفہ' امام مالک' امام شافعی اور جمہور سلف کے نزدیک کسی چیز کے بھی نمازی کے آگے سے گزرنے سے نماز نہیں ٹوٹتی۔

جن حضرات کے نزدیک ان تین چیزوں میں سے کسی کے گزرنے سے نماز فاسد ہو جاتی ہے۔ان کا استدلال اس زیر بحث حدیث سے ہے۔جمہور کی طرف سے اس کے دو جواب دیئے گئے ہیں۔

بعض نے کہا ہے کہ یہ حدیث منسوخ ہے۔ تقطع الصلوۃ میں قطع سے مراد قطع خشوع ہے۔ یعنی ان چیزوں کے سامنے سے گزر جانے سے نماز کا خشوع باقی نہیں رہتا۔ نمازی کی توجہ بٹ جاتی ہے۔ اس پر سوال پیدا ہوسکتا ہے کہ قطع خشوع میں انکی کیا خصوصیت ہے۔ کوئی چیز بھی نماز کے دوران سامنے آجائے تو توجہ منتشر ہوجاتی ہے۔ جواب: ان تین کی تخصیص اس لئے کی گئی ہے کہ ان کے سامنے آجانے سے قطع خشوع کا زیادہ خطرہ ہوتا ہے کیونکہ گدھے اور کتے میں ایذاء رسانی کا احتمال ہوتا ہے اور عورت کے سامنے آجانے کی صورت میں برے خیالات کا خطرہ ہوتا ہے۔ اس باب کی آخری حدیث میں یہ لفظ ہیں۔ "اذا صلی احدکم الی غیر السترة فانه یقطع صلوته الحمارو الخنزیر والیهودی والمجوسی والمرأة. اس میں سب کے نزدیک قطع سے مراد قطع خشوع ہی ہوگا۔ اس لئے کہ اس میں عورت، حمار اور کلب کے علاوہ خنزیر، یہودی اور مجوسی کا بھی ذکر ہے ظاہر ہے ان کے گزرنے سے کسی کے نزدیک بھی نماز نہیں ٹوٹتی۔

حنفیہ اور جمہور کے دلائل کئی ہیں۔ مثلاً فصل ثانی میں حضرت فضل بن عباسؓ کی حدیث ہے بحوالہ ابوداؤد و نسائی' اتا نا رسول الله صلی الله علیه وسلم ونحن فی بادیة لنا ومعه عباس فصلی فی صحراء لیس بین یدیه سترة وحمارة لنا وکلبة تعبثان بین یدیه فما بالیٰ بذلک. فصل ثانی کی آخری حدیث عن ابی سعید قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم لایقطع الصلوة شئی فادرء واما استطعتم فانما هو شیطان. رواہ ابوداؤد۔

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ صَلٰوةٌ فِیْ مَسْجِدِیْ هٰذَا خَیْرٌ مِّنْ
حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری اس مسجد میں
اَلْفِ صَلٰوةٍ فِیْمَا سِوَاهُ اِلَّا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ. (صحیح البخاری و صحیح مسلم)
نماز پڑھنا دوسری مساجد کی نسبت ہزار نماز کا ثواب ہے سوائے مسجد الحرام کے۔

تشریح: حاصل حدیث:۔ قال النبی صلی الله علیه وسلم الخ :آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ایک نماز میری اس مسجد میں زیادہ بہتر ہے ہزار نماز سے جو میری اس مسجد کے ماسوا اور مسجد میں ہو بجز مسجد حرام کے۔ اور اس مسجد میں نماز پڑھنا دوسری مساجد کی نسبت ہزار نماز کا ثواب ہے۔ یہ کوئی تحدید نہیں مطلب یہ ہے کہ ہزار نمازوں سے زیادہ بہتر ہے۔ دوسری روایات میں تفصیل ہے بعض میں ۲۵ ہزار بعض میں ۵۰ ہزار کے برابر اجر وثواب کا ذکر آتا ہے۔

قولہ' فی مسجدی هٰذا اشکال: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں اس وقت مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم تو مختصر سی تھی بعد میں توسیع ہوتی گئی تو کیا مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے اضافہ شدہ حصے میں نماز پڑھنے کا اجر وثواب وہی ہے یا نہیں؟

جواب: راجح قول یہی ہے کہ اجر وثواب وہی ہے۔ چنانچہ دوسری حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر میری مسجد صنعاء یمن شہر تک بھی پہنچ جائے وسیع ہوجائے تو اس کا اجر وثواب وہی ہے۔ باقی رہا یہ سوال کہ اس ھذا اسم اشارہ کا فائدہ کیا ہے؟ جواب: اس سے مقصود مدینہ کی دوسری مساجد کو خارج کرنا ہے مثلاً مسجد قباء وغیرہ کو۔

مسجد حرام مستثنیٰ ہے اس لیے کہ اس میں ایک نماز پڑھنے کا ثواب ایک لاکھ نمازوں کے برابر ثواب ملتا ہے۔

وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ نِالْخُدْرِیِّؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَا تُشَدُّ الرِّحَالُ اِلَّا اِلٰی ثَلٰثَةِ
حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کجاوے نہ باندھے جائیں
مَسَاجِدَ مَسْجِدِ الْحَرَامِ وَالْمَسْجِدِ الْاَقْصٰی وَمَسْجِدِیْ هٰذَا. (صحیح البخاری و صحیح مسلم)
مگر تین مسجدوں کی طرف مسجد حرام اور مسجد اقصیٰ اور میری یہ مسجد۔

تشریح: یہ حدیث حدیث شد الرحال کے نام سے مشہور ہے۔ اس سے الرحال لغت میں کجاوے کو باندھنا ہے اور مراد اس سے سفر طویل ہے یہ سفر طویل سے کنایہ ہے۔ حاصل حدیث کا یہ ہے کہ بغرض اجر وثواب وعبادت کرنے کیلئے مساجد ثلثہ مذکورہ کی طرف سفر

کرنا ان کی فضیلت کی بناء پر جائز ہے اوران مساجد ثلثہ مذکورہ کے ماسوا کسی مسجد کی طرف سفر کرنا جائز نہیں ہے۔ جواس لیے ان مساجد ثلثہ کے ماسوا روئے زمین پر مساجد ہیں وہ سب مسجد ہونے کی حیثیت سے یکساں ہیں۔ اس لحاظ سے ان کوفضیلت حاصل نہیں ہاں کسی دوسرے عوارض کی وجہ سے فضیلت حاصل ہوگی اور اجر وثواب میں تفاوت ہوسکتا ہے۔ مثلاً اس مسجد کا امام صالح ہوصلحاء کی مسجد اور یا اس مسجد میں جماعت کثیرہ ہووغیرہ تو ان کی طرف سفر کرنا شرعاً جائز نہیں بخلاف ان مساجد ثلثہ کے کہ ان کی ذاتی فضیلت ہے اور ذاتی فضیلت کی بناء پر سفر کرنا شرعاً جائز ہے۔ وہ مساجد ثلثہ یہ ہیں: مسجد الحرام، مسجد اقصیٰ، مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم۔

مسئلہ: اس حدیث کے تحت مسئلہ ہے کہ روضۂ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے لیے (کی نیت سے) شرعاً سفر کرنا جائز ومباح ہے یا نہیں؟ جمہور علماء کا مذہب یہ ہے کہ صرف جائز ومباح ہی نہیں بلکہ افضل العبادات ہے۔ یہ قربت کا ذریعہ ہے ابن تیمیہؒ کہتے ہیں روضۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے لیے سفر کرنا جائز نہیں بلکہ اگر جانا بھی ہے زیارت کے لیے تو نیت مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی کرے۔ ابن تیمیہ کی دلیل یہی حدیث ہے: **لاتشدالرحال الاّ الی ثلثة مساجد ثلثة.** طریق استدلال یہ ہے کہ مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سفر کرنے کی اجازت دی گئی ہے۔ بس جس نے روضہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کرنا ہو وہ مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی نیت کر کے آئے۔ اگر نیت روضۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہو تو یہ جائز نہیں۔

جواب: یہ استدلال تب تام ہوسکتا ہے جب مستثنیٰ منہ عام مقدر مانا جائے۔ تقدیری عبارت اس طرح ہوگی۔ **لاتشدالرحال الیٰ مکان من الامکنة الاّ الیٰ ثلثه مساجد.** اب یہ استدلال تام ہوگا کہ جگہوں میں کسی جگہ کی طرف سفر کرنا جائز نہیں مگر تین مسجدوں کی طرف تو روضۂ رسول اللہ مساجد میں سے تو ہے نہیں اس لیے نہی کے تحت بدستور داخل رہے گا جبکہ جمہور کے نزدیک مستثنیٰ منہ عام نہیں بلکہ خاص مقدر ہے وہ ہے مسجد کا لفظ۔ تقدیری عبارت اس طرح ہوگی۔ **لاتشدالرحال الیٰ مسجد من المساجد لا الیٰ ثلثه مساجد.** رہی یہ بات کہ مسجد (مستثنیٰ منہ خاص) کے مقدر ماننے پر کوئی قرینہ بھی ہے یا نہیں؟ مشکوٰۃ کی شروح میں یہ بات لکھی ہے کہ مسند احمد کی روایت میں مستثنیٰ منہ کا لفظ مسجد مذکور ہے۔ نیز اگر مستثنیٰ کے عموم کو تسلیم کرلیا جائے تو بہت سے سفر (متاثر ہوں گے) ممنوع ہوجائیں گے۔ مثلاً سفر برائے طلب علم۔ سفر برائے زیارت والدین۔ سفر برائے تجارت وغیرہ۔ حالانکہ یہ اسفار بالاجماع امت مباح اور ذافضیلت ہیں ان کا ممنوع ہونا لازم آئے گا۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ کا یہ استدلال ان کا تفرد ہے کوئی باعث طعن وتشنیع نہیں ہر شخص کے کچھ نہ کچھ تفردات ہوتے ہیں اور کسی شخص کے تفرد کو طعن وتشنیع کا نشانہ نہیں بنایا جاسکتا کیونکہ شیخ الاسلام ایسے شخص ہیں جنہوں نے اسلام کیلئے بہت قربانیاں دی ہیں۔

ابن تیمیہ کی طرف سے جواب یہ ہے کہ یہ اسفار مکان کے لیے نہیں ہوتے بلکہ لمقاصد اخریٰ ہوتے ہیں جبکہ روضۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سفر برائے مکان ہے۔ جمہور کی طرف سے جواب: یہ سفر بھی مکان کے لیے نہیں بلکہ برائے مکین ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب کوئی روضۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کر کے آئے تو اس کو یوں کہنا چاہیے **زُرْتُ النّبی صلی الله علیه وسلم . زُرْتُ قبر النّبی صلی الله علیه وسلم** نہ کہے۔ (قول مالک)

امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ زرت قبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم کہنا مکروہ ہے۔ اس حدیث سے اصل مقصود سد الباب الفساد ہے وہ اس طرح کہ زمانہ جاہلیت میں بعض لوگوں نے بعض جگہوں سے شعائر اللہ کا معاملہ کرلیا تھا اور ان کی طرف بغرض اجر وثواب سفر کرتے تھے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمادیا۔ **لاتشدالرحال الاّ الیٰ ثلثة مساجد** .تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصود اس قسم کے سفر سے ممانعت ہے۔

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَا بَیْنَ بَیْتِیْ وَمِنْبَرِیْ رَوْضَةٌ مِّنْ
حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے گھر اور میرے منبر کے درمیان کا (ٹکڑا زمین کا)
رِیَاضِ الْجَنَّةِ وَمِنْبَرِیْ عَلٰی حَوْضِیْ. (صحیح البخاری و صحیح مسلم)
ایک باغ ہے جنت کے باغوں میں سے اور میرا منبر میرے حوض پر ہے۔

تشریح: حاصل حدیث:۔ بیتی میں اضافت عہد کیلئے ہے۔ مراد حجرۂ عائشہؓ ہے۔ فرمایا میرے حجرے اور میرے منبر کے درمیان یہ سارا روضة من ریاض الجنة ہے یعنی جنت کا ٹکڑا ہے۔

باقی رہی یہ بات کہ اس کا کیا مطلب ہے؟ (۱) یہ حقیقت پر محمول ہے کہ حقیقت میں یہ جنت کا ٹکڑا ہے۔

سوال: جنت میں بیٹھنے والے کو نہ بھوک نہ پیاس نہ کوئی حاجت ہوگی حالانکہ جو اس جگہ پر بیٹھنے والا ہو اس (جالس فی ھذا المقام) کو پیاس، بھوک وحاجت وغیرہ کی بھی ضرورت پڑتی ہے تو یہ جنت کا ٹکڑا کیسے ہے؟

جواب-۱: ہر شئی تاثیر کی کماینبغی تب ظاہر ہوتی ہے جب وہ اپنے محل پر ہو اور محل کی تبدیلی سے تاثیرات میں بھی تبدیلی آجاتی ہے۔ جب اس ٹکڑے کو جنت سے لایا گیا تو اس کا اثر کماینبغی ظاہر نہیں ہو رہا تاکہ ایمان بالغیب باقی رہے۔ البتہ یہ اس جگہ کی خصوصیت ہے کہ نماز سے پہلے لوگ اس جگہ پر بیٹھے تلاوت کر رہے ہوتے ہیں اس طرح بیٹھے ہوتے ہیں کہ بالکل ایک بال کی جگہ بھی نہیں ہوتی بالکل متصل لیکن جب نماز کے لیے کھڑے ہوتے ہیں تو کسی کو باہر جانے کی ضرورت نہیں ہوتی جگہ بن جاتی ہے باقی یہ کیسے بنتی ہے واللہ اعلم۔

یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ ہے جو کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پردہ فرما جانے کے بعد بھی ظاہر ہو رہا ہے۔ الغرض: تین جنتیں ہیں عالم دنیا میں (۱) مابین بیتی ومنبری (۲) عالم برزخ میں قبر (۳) عالم آخرت میں جنت حقیقی۔

جواب-۲: یہ مجازی معنی پر محمول ہے تشبیہ بلیغ پر محمول ہے کہ یہ روضة کروضة من ریاض الجنة ہے۔ تشبیہ جس طرح جنت میں ہر لمحہ ہر لحظہ حق جل شانہ کی مخصوص تجلیات کا ظہور ہوتا ہے اسی طرح اس روضہ میں بھی ہر لحظہ ہر لمحہ حق جل شانہ کی خاص تجلیات اور رحمتوں کا ظہور ہوتا رہتا ہے۔ اس پر لیلاً و نهاراً ساعةً فساعةً لحظةً فلحظةً حق جل شانہ کی مخصوص تجلیات ورحمتوں کا ظہور ہوتا رہتا ہے۔

جواب-۳: (مجاز ہے): اس میں عبادت کرنا جنت میں پہنچنے کا ذریعہ ہے روضة من ریاض الجنة تک پہنچنے کا ذریعہ ہے یہ بالکل ایسے ہی جیسے الجنة تحت ظلال السیوف یعنی مجاہدین کا جہاد جنت تک پہنچنے کا ذریعہ ہے اور اسی طرح الجنة تحت اقدام الامھات۔ یعنی خدمت ام جنت میں پہنچنے کا ذریعہ ہے۔ اسی طرح بیمار پرسی کرنے والا جنت کے میوے کھائے گا یعنی بیماری پرسی جنت کے میوے کھانے کا ذریعہ ہے۔ دوسرے حصہ میں ارشاد فرمایا:۔ منبری علیٰ حوضی. میرا منبر میرے حوض پر ہے، یا تو اپنے حقیقی معنی پر ہے کہ میرا یہی منبر آخرت میں حوض پر قائم کر دیا جائے گا یا یہ مجازی معنی پر محمول ہے کہ میرے منبر سے جو علوم ومعارف بیان کیے جاتے ہیں ان کو حاصل کرنا سبب ہے عالم آخرت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حوض سے منتفع ہونے کا تو دنیا میں حوض کوثر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا منبر اور آخرت میں حوض کوثر حقیقی۔ لہٰذا دنیاوی حوض سے جس نے نفع حاصل کر لیا عقائد صحیح کر لیے تو اس کو امید کرنی چاہیے کہ وہ آخرت میں بھی حوض کوثر سے منتفع ہوگا۔

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ ؓ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْتِيْ مَسْجِدَ قُبَاءٍ كُلَّ سَبْتٍ مَّاشِيًا وَّرَاكِبًا
حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہر ہفتہ کو مسجد قبا میں پیادے یا سوار ہوکر آتے
فَيُصَلِّيْ فِيْهِ رَكْعَتَيْنِ . (صحیح البخاری و صحیح مسلم)
وہاں دو رکعتیں پڑھتے۔

تشریح: حاصل حدیث:۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہر ہفتہ کے دن مسجد قباء میں تشریف لاتے اور مرةً ماشیاء اور مرةً راکبًا کبھی پیدل اور کبھی سوار اور اس میں دو رکعت نماز پڑھتے، کمال کر دی صاحب مشکوٰۃ نے انہوں نے یہ حدیث لاکر بتلا دیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مسجد قباء کی طرف جانا یہ شد الرحال کے تحت داخل نہیں ہے۔ اس لیے کہ یہ سفر طویل نہیں ہے بلکہ یہ تو مدینہ منورہ کا ایک محلہ ہے۔ باقی آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد قباء میں تشریف کیوں لے جاتے تھے؟ تاکہ معذور لوگوں کو بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کا موقعہ مل جائے جو مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں نہیں آسکتے تھے تاکہ وہ لوگ بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت وصحبت

سے مشرف وفیض یاب ہو جائیں اور اگر کوئی بیمار ہے تو اس کی بیمار پرسی ہو جائے۔ الغرض یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان پر شفقت فرماتے ہوئے مسجد قباء میں تشریف لے جاتے تھے۔ باقی رہی یہ بات کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہفتہ کے دن کیوں جاتے تھے کیا یہ باعث فضیلت ہے؟

جواب: ہفتہ کے دن کی تعیین من حیث الانتظام تھی۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جمعہ کے دن سے معلوم ہو جاتا کہ فلاں فلاں صحابی بیمار ہیں تو ہفتہ کے دن جاتے تو ان کی عیادت بھی ہو جاتی۔ اس لیے نہیں جاتے تھے ہفتہ کے دن مسجد قباء میں جانا زیادہ اجر و ثواب کا باعث ہے۔ باقی آپ صلی اللہ علیہ وسلم وہاں جا کر دو رکعت نماز پڑھتے تھے تو یہ بات بتلا کر راوی نے بتلایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ معمول تھا کہ جب کبھی کسی مسجد میں جاتے تو دو رکعت نماز پڑھتے یعنی تحیۃ المسجد کی جب کسی مسجد میں جانا ہوتا تو دو رکعتیں تحیۃ المسجد کی پڑھتے۔

وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَحَبُّ الْبِلَادِ اِلَى اللّٰهِ مَسَاجِدُهَا
حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مکانوں میں سے سب سے زیادہ محبوب اللہ کی طرف مسجدیں ہیں
وَاَبْغَضُ الْبِلَادِ اِلَى اللّٰهِ اَسْوَاقُهَا. (صحيح مسلم)
اور سب سے برے مکانوں میں سے اللہ کے نزدیک بازار ہیں۔ روایت کیا اس کو مسلم نے۔

تشریح: حاصل حدیث کا یہ ہے کہ سب سے زیادہ اللہ کو محبوب جگہیں مسجدیں ہیں اور سب سے زیادہ مبغوض جگہیں بازار ہیں۔

سوال: سب سے مبغوض جگہیں تو شراب خانے بے حیائی کے اڈے اور مواضع کفر ہیں، سینما وغیرہ ہیں جن میں برائی ہی برائی ہے؟

جواب: ان جگہوں میں سے جن میں جانا فی الجملہ مباح ہے ان جگہوں میں سے سب سے زیادہ مبغوض بازار ہیں۔ یہ مبغوض ہونا مطلقاً امکنہ کے اعتبار سے نہیں جبکہ شراب خانے مواضع کفر اور سینما وغیرہ ان میں تو جانا ہی جائز نہیں۔ یہ اسی طرح ہے جیسے طلاق ابغض المباحات ہے۔ باقی بلد سے مراد شہر نہیں بلکہ بلد سے مراد ہر وہ جگہ جس میں آبادی کی صلاحیت ہو بالفعل آبادی کا ہونا ضروری نہیں ہے۔

وَعَنْ عُثْمَانَؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ بَنٰى لِلّٰهِ مَسْجِدًا بَنَى اللّٰهُ لَهٗ بَيْتًا
حضرت عثمانؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اللہ کیلئے مسجد بنائے اللہ تعالیٰ اس کا گھر
فِي الْجَنَّةِ. (صحيح البخاری و صحيح مسلم)
جنت میں بناتا ہے۔

تشریح: جس نے اللہ کی رضا کیلئے مسجد تعمیر کی اللہ اس کے لیے جنت میں ایک گھر بناتے ہیں جس گھر کے بانی اللہ ہوں اس گھر کی عظمت کا اندازہ کیسے لگایا جا سکتا ہے؟ لفظ مسجداً میں تنکیر (عمومیت) تقلیل کیلئے ہے۔ یعنی اگرچہ کوئی شخص مسجد کتنی ہی چھوٹی کیوں نہ بنائے اسے اس کا بدلہ اسی طرح دیا جائے گا۔ جس طرح کسی بڑی اور عالیشان مسجد بنانے والے کو۔ چنانچہ روایت میں یہ الفاظ ہیں اگرچہ وہ مسجد بٹیر کے گھونسلہ کی مانند ہو۔

یہ مسجد کی تنگی و اختصار میں مبالغہ ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ خدا تو نیت کو دیکھتا ہے اگر کوئی شخص دنیا کی شہرت اور نمائش کے جذبہ سے بالاتر ہو کر محض خدا کی رضا و خوشنودی کی غرض سے اور اپنی نیت کے پورے اخلاص کے ساتھ مسجد بناتا ہے تو وہ جنت میں خدا کی طرف سے ایک مکان کا حقدار ہوگا اگرچہ اس کی بنائی ہوئی مسجد کتنی چھوٹی اور مختصر کیوں نہ ہو۔

وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ غَدَا اِلَى الْمَسْجِدِ اَوْرَاحَ
حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اول روز یا آخر روز مسجد کی طرف گیا
اَعَدَّ اللّٰهُ لَهٗ نُزُلَهٗ مِنَ الْجَنَّةِ كُلَّمَا غَدَا اَوْ رَاحَ. (صحيح البخاری و صحيح مسلم)
اللہ تعالیٰ اس کی مہمانی جنت میں تیار کرتا ہے۔ جب بھی صبح صبح جاتا ہے یا پچھلے پہر۔

تشریح: جو شخص صبح کے وقت جائے مسجد کی طرف یا شام کے وقت جائے مسجد کی طرف نماز کے لیے (نمازی کو قتل کرنے کیلئے نہیں) تو اللہ اس کے لیے مہمانی تیار کرتے ہیں۔ یہ صبح شام نماز کے لیے آ رہا ہے اللہ کے ہاں اس کے لیے کھانے تیار ہو رہے ہیں' صبح کے وقت بھی اور شام کے وقت بھی۔ سبحان اللہ

وَعَنْ اَبِیْ مُوْسَی الْاَشْعَرِیِّ ؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَعْظَمُ النَّاسِ اَجْرًا فِی

حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لوگوں میں بڑا ازروئے ثواب کے

الصَّلٰوۃِ اَبْعَدُھُمْ فَاَبْعَدُھُمْ مَمْشًی وَّالَّذِیْ یَنْتَظِرُ الصَّلٰوۃَ حَتّٰی یُصَلِّیَھَا مَعَ الْاِمَامِ اَعْظَمُ اَجْرًا مِّنَ

نماز میں وہ شخص ہے جو ان کا دور کا ہے پس دور کا ہے ازروئے چلنے کے اور جو شخص انتظار کرتا ہے نماز کی یہاں تک کہ امام کے ساتھ پڑھتا ہے

الَّذِیْ یُصَلِّیْ ثُمَّ یَنَامُ. (صحیح البخاری و صحیح مسلم)

اس کو زیادہ ثواب ہے بنسبت اس شخص کے جو نماز پڑھے اور سو رہے۔

تشریح: حاصل حدیث کا یہ ہے کہ ابعدللدار من المسجد یعنی جس کا گھر مسجد سے زیادہ دور ہو وہ زیادہ اجر و ثواب کا مستحق ہے کیونکہ یہ دور سے چل کر آئے گا اور اس کے قدم زیادہ ہوں گے تو اجر و ثواب بھی ملے گا۔ قریب الدار ہونا یہ فضیلت ذاتی ہے قرب مسجد کی وجہ سے خواہ نماز پڑھنے آئے یا نہ آئے اور بعید الدار کو فضیلت تب حاصل ہوگی ذا فضیلت تب بنے گا جب وہ نماز پڑھنے کے لیے مسجد میں آئے۔ آگے فرمایا وہ شخص بھی زیادہ اجر و ثواب کا مستحق ہے جو کہ عشاء کی نماز کا انتظار کرتا رہتا ہے اور نماز باجماعت ادا کر کے پھر سوتا ہے اس شخص کے مقابلے میں جو عشاء کی نماز اکیلا پڑھ کر گھر میں سو جائے' یعنی کسی اپنے دوسرے کام میں مشغول ہو جائے۔

وَعَنْ جَابِرٍ ؓ قَالَ خَلَتِ الْبِقَاعُ حَوْلَ الْمَسْجِدِ فَاَرَادَ بَنُوْ سَلِمَةَ اَنْ یَّنْتَقِلُوْا قُرْبَ الْمَسْجِدِ فَبَلَغَ

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہا کہ مسجد نبوی کے گرد سے کچھ مکان خالی ہوئے بنو سلمہ نے ارادہ کیا کہ مسجد کے قریب منتقل ہو جائیں۔

ذٰلِکَ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَھُمْ بَلَغَنِیْ اَنَّکُمْ تُرِیْدُوْنَ اَنْ تَنْتَقِلُوْا قُرْبَ الْمَسْجِدِ قَالُوْا

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بات پہنچی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے خبر پہنچی ہے کہ تم مسجد کے قریب منتقل ہونا چاہتے ہو۔ انہوں نے کہا

نَعَمْ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ قَدْ اَرَدْنَا ذَالِکَ فَقَالَ یَا بَنِیْ سَلِمَةَ دِیَارُکُمْ تُکْتَبُ اٰثَارُکُمْ دِیَارُکُمْ تُکْتَبُ

ہاں اے اللہ کے رسول ہم نے اس بات کا ارادہ کیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے بنو سلمہ اپنے گھروں میں ٹھہرے رہو تمہارے نقش

اٰثَارُکُمْ. (صحیح مسلم)

قدم لکھے جائیں گے۔ اپنے گھروں میں ٹھہرو تمہارے نقش قدم لکھے جائیں گے۔ روایت کیا اس کو مسلم نے۔

تشریح: حاصل حدیث:۔ مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے اردگرد کچھ جگہیں یعنی گھر خالی ہوئے۔ پس بنو سلمہ نے ارادہ کیا کہ وہ مسجد کے قریب آ جائیں اس کی طرف منتقل ہو جائیں۔ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خبر پہنچی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو سلمہ سے پوچھا کہ واقعی ایسا ہے' انہوں نے کہا جی ہاں یا رسول اللہ! ہم مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب آنا چاہتے ہیں' ہمارا ارادہ یہی ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم وہیں رہو' اپنے گھروں کو لازم پکڑو' یہ حکم بنو سلمہ کو دیا کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ میں سے ہونے کی وجہ سے وہ نماز باجماعت پڑھنے کے لیے مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں آتے تھے۔ ان کا آنا متیقن تھا اس لیے یہ حکم دیا ورنہ اب اگر مشورہ دیا جائے تو حالت کو دیکھ کر دینا چاہیے۔ ایک شخص ہے جو نماز باجماعت پڑھنے کا اہتمام کرتا ہے' کوئی مانع موجود نہیں ہے تو ایسے شخص کو مشورہ دو کہ وہ گھر مسجد سے دور بنائے تاکہ اس کا اجر و ثواب زیادہ ہو اور اگر کوئی شخص بالکل کمزور ہے طاقت نہیں ہے چلنے کی یا نماز میں سستی کرتا ہے تو اس کو

مشورہ دو کہ وہ مسجد کے قریب گھر بنائے تاکہ کسی نہ کسی وقت تو اس کو نماز کا خیال آجائے اور نماز پڑھ لے اس کو مشقت نہ ہو چلنے کی۔

اس حدیث سے بھی بعید الدار ہونے کی فضیلت معلوم ہوئی۔ یہ تب ہے جب کہ وہ نماز باجماعت ادا کرنے کے لیے آئے۔

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ ؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ سَبْعَةٌ یُظِلُّهُمُ اللّٰهُ فِیْ ظِلِّهٖ یَوْمَ لَا

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سات شخص ہیں اللہ تعالیٰ ان کو اپنے سایہ میں رکھے گا کہ اس دن

ظِلَّ اِلَّا ظِلُّهٗ اِمَامٌ عَادِلٌ وَّشَابٌّ نَشَأَ فِیْ عِبَادَةِ اللّٰهِ وَرَجُلٌ قَلْبُهٗ مُعَلَّقٌ بِالْمَسْجِدِ اِذَا خَرَجَ مِنْهُ

اس کے سوا کسی کا سایہ نہیں ہوگا۔ امام عدل کرنے والا اور جوان آدمی کہ اپنی جوانی اللہ کی عبادت میں خرچ کرے اور وہ شخص کہ اس کا دل مسجد کے ساتھ لٹکا ہوا ہے

حَتّٰى یَعُوْدَ اِلَیْهِ وَرَجُلَانِ تَحَابَّا فِی اللّٰهِ اجْتَمَعَا عَلَیْهِ وَتَفَرَّقَا عَلَیْهِ وَرَجُلٌ ذَكَرَ اللّٰهَ خَالِیًا فَفَاضَتْ

جب اس سے نکل جاتا ہے یہاں تک کہ اس کی طرف پھر آئے اور دو شخص کہ محبت رکھتے ہوں اللہ کیلئے اس پر اکٹھے ہوں اور اس پر جدا ہوتے ہیں اور ایک وہ

عَیْنَاهُ وَرَجُلٌ دَعَتْهُ امْرَاَةٌ ذَاتُ حَسَبٍ وَّجَمَالٍ فَقَالَ اِنِّیْ اَخَافُ اللّٰهَ وَرَجُلٌ تَصَدَّقَ بِصَدَقَةٍ

آدمی جو تنہائی میں اللہ کو یاد کرتا ہے پس اس کی آنکھیں بہہ پڑتی ہیں اور ایک وہ آدمی اس کو ایک صاحب حسب اور جمال عورت اپنی طرف بلاتی ہے وہ کہتا ہے

فَاَخْفَاهَا حَتّٰى لَا تَعْلَمَ شِمَالُهٗ مَا تُنْفِقُ یَمِیْنُهٗ. (صحیح البخاری و صحیح مسلم)

میں اللہ سے ڈرتا ہوں اور ایک وہ آدمی جو اللہ کیلئے صدقہ کرتا ہے اس کو چھپاتا ہے یہاں تک کہ اس کا بایاں ہاتھ نہ جانے کہ دائیں نے کیا خرچ کیا ہے۔

تشریح: حاصل حدیث:۔ اس حدیث میں ان سات شخصوں کا بیان ہے جن کو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اپنے عرش کے سائے کے نیچے جگہ دیں گے۔ اس کو عرش کا سایہ حاصل ہوگا وہ یہ ہیں (۱) امام عادل (۲) وہ خوش قسمت نوجوان جس کی جوانی عبادت میں گزری ہو۔

(۳) وہ آدمی جس کا دل مسجد میں لٹکا ہوا ہو۔ (۴) وہ دو شخص جن کی محبت و دشمنی اللہ کی رضا کے لیے ہو۔ جدائی بھی اللہ کی رضا کیلئے ہو۔

(۵) وہ شخص جس نے تنہائی کی حالت میں خلوت کی حالت میں اللہ کا ذکر کیا اور اس کی آنکھیں بہہ پڑیں، اس کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے، یہ اس لیے کہ یہ صرف اخلاص کی وجہ سے ہوگا۔ (۶) وہ آدمی جس کو ایک خوبصورت حسین و جمیل حسب والی عورت پھنسانا چاہے اپنی خواہش کو پورا کرانے کے لیے پس وہ یہ کہہ دے کہ میں اللہ سے ڈرتا ہوں۔

چنانچہ شاہ ولی عبدالعزیز کے زمانے کے ایک طالب علم کا واقعہ لکھا ہے۔ ایک عورت نے اس طالب علم سے خواہش کا اظہار کیا اور اس نے انکار کیا، عورت نے اصرار کیا، طالب علم نے کہا اچھا ٹھہر جاؤ میں پیشاب کر کے آتا ہوں، لیٹرین میں جا کر سارے جسم پر گندگی (پاخانہ لیپ دیا) اب باہر آیا اس عورت نے کہا نکالو اس کو یہ تو کوئی پاگل ہے مجنوں ہے۔ وہ طالب علم نہر سے غسل کر کے درس گاہ میں گیا، استاد نے کہا جنت کی خوشبو آرہی ہے، طالب علم غمگین ہوا کہ شاید مجھ سے بدبو آرہی ہے اور وہ اس کو خوشبو کہہ رہے ہیں۔ الغرض استاد نے کہا جنت کی خوشبو آرہی ہے، طالب علم نے واقعہ سنایا، استاد نے کہا کہ تجھے حضرت یوسف علیہ السلام کی سنت پر عمل کرنے کی وجہ سے اللہ نے جنت کی خوشبو دنیا میں سونگھا دی، سبحان اللہ۔ استاد بھی قابل و کامل تھے۔

(۷) وہ آدمی جو ایک دائیں ہاتھ سے صدقہ کرے بائیں ہاتھ کو پتہ نہ چلے یعنی اگر بالفرض بائیں ہاتھ میں شعور ہوتا تو وہ ادراک کر سکتا۔ یہاں صدقہ نافلہ مراد ہے واجبہ نہیں اور نہ ہی زکوٰۃ مراد ہے۔ باقی باب کے ساتھ مناسبت ایک جملے کے ساتھ ہے۔ وہ رجل قلبہ معلق فی المسجد ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ صَلٰوةُ الرَّجُلِ فِی الْجَمَاعَةِ تَضْعُفُ عَلٰى صَلٰوتِهٖ فِیْ

اسی (ابو ہریرہؓ) سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آدمی کا جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا پچیس درجے زیادہ ہوتی ہے اسکے

بَیْتِهٖ وَفِیْ سُوْقِهٖ خَمْسًا وَّعِشْرِیْنَ ضِعْفًا وَّذَالِكَ اَنَّهٗ اِذَا تَوَضَّأَ فَاَحْسَنَ الْوُضُوْءَ ثُمَّ خَرَجَ اِلَى الْمَسْجِدِ

اپنے گھر یا بازار میں نماز پڑھنے سے اور یہ اس لئے کہ وضو کرتا ہے پس اچھا وضو کرتا ہے پھر مسجد کی طرف نکلتا ہے اس کو نہیں نکالتی

لَا يُخْرِجُهُ اِلَّا الصَّلٰوةُ لَمْ يَخْطُ خُطْوَةً اِلَّا رُفِعَتْ لَهٗ بِهَا دَرَجَةٌ وَّحُطَّ عَنْهُ بِهَا خَطِيْئَةٌ فَاِذَا صَلّٰى لَمْ
مگر نماز نہیں رکھتا وہ کوئی قدم مگر اس کا درجہ بلند کیا جاتا ہے اور اس کی وجہ سے اس کے گناہ گرائے جاتے ہیں جس وقت نماز پڑھتا ہے
تَزَلِ الْمَلٰئِكَةُ تُصَلِّيْ عَلَيْهِ مَادَامَ فِيْ مُصَلَّاهُ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَيْهِ اَللّٰهُمَّ ارْحَمْهُ وَلَا يَزَالُ اَحَدُكُمْ فِيْ
ہمیشہ فرشتے اس کیلئے دعا کرتے رہتے ہیں جب تک وہ اپنی نماز کی جگہ پر بیٹھا رہتا ہے (کہتے ہیں) یا اللہ اس پر رحمت کر اے اللہ اس پر رحم کر اور ہمیشہ
صَلٰوةٍ مَّا انْتَظَرَ الصَّلٰوةَ وَ فِيْ رِوَايَةٍ اِذَا دَخَلَ الْمَسْجِدَ كَانَتِ الصَّلٰوةُ تَحْبِسُهٗ وَزَادَ فِيْ دُعَآءِ
ایک تمہارا نماز میں رہتا ہے جب تک وہ نماز کا انتظار کرتا ہے۔ ایک روایت میں ہے جب مسجد میں داخل ہوتا ہے نماز اس کو روک لیتی ہے اور فرشتوں
الْمَلٰئِكَةِ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَهٗ اَللّٰهُمَّ تُبْ عَلَيْهِ مَالَمْ يُؤْذِ فِيْهِ مَالَمْ يُحْدِثْ فِيْهِ. (صحیح البخاری و صحیح مسلم)
کی دعا میں یہ الفاظ زیادہ نقل کئے اے اللہ اس کو بخش دے اے اللہ اس پر رجوع کر جب تک اس میں ایذا نہ دے جب تک اس میں بے وضو نہ ہو۔

تشریح: اس حدیث میں نماز باجماعت کی فضیلت کا بیان ہے اور اس مصلی پر ملائکہ کی دعا کا بیان ہے۔

وَعَنْ اَبِيْ اُسَيْدٍؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا دَخَلَ اَحَدُكُمُ الْمَسْجِدَ فَلْيَقُلْ
حضرت ابو سیدؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس وقت ایک تمہارا مسجد میں داخل ہو پس چاہیے کہ کہے اے اللہ میرے لئے
اَللّٰهُمَّ افْتَحْ لِيْ اَبْوَابَ رَحْمَتِكَ وَاِذَا خَرَجَ فَلْيَقُلْ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْئَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ. (صحیح مسلم)
اپنی رحمت کے دروازے کھول دے اور جس وقت نکلے پس چاہیے کہ کہے اے اللہ بے شک میں تجھ سے تیرا فضل مانگتا ہوں روایت کیا اس کو مسلم نے

تشریح: حاصل حدیث:۔ اس حدیث میں دخول فی المسجد اور خروج من المسجد کی دعا کا بیان ہے۔ مسجد میں دخول کے بعد چونکہ اس نے عبادت کرنا ہوتی ہے اور عبادت کی قبولیت برحمت الٰہی ہے اس لیے دخول کے وقت یہ دعا کی۔ اللّٰهم افتح لی ابواب رحمتک. اور خروج کے بعد عموماً طلب رزق کی ضرورت ہوتی ہے اس لیے فضل الٰہی کو طلب کرنے کی دعا کی۔

وَعَنْ اَبِيْ قَتَادَةَؓ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا دَخَلَ اَحَدُكُمُ الْمَسْجِدَ فَلْيَرْكَعْ
ابو قتادہؓ سے روایت ہے بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس وقت ایک تمہارا مسجد میں داخل ہو چاہیے کہ
رَكْعَتَيْنِ قَبْلَ اَنْ يَّجْلِسَ. (صحیح البخاری و صحیح مسلم)
دو رکعتیں پڑھے اس سے پہلے کہ اس میں بیٹھے۔

تشریح: حاصل حدیث:۔ جب کوئی مسجد میں داخل ہو تو اس کو تحیۃ المسجد کی دو رکعتیں پڑھنی چاہئیں۔ تحیۃ المسجد کی رکعتیں واجب ہیں یا مستحب۔ اہل ظواہر کے نزدیک واجب ہیں اور جمہور کے ہاں مستحب ہیں۔

اہل ظواہر کی دلیل یہی حدیث الباب ہے۔ طریق استدلال یہ ہے کہ فلیرکع۔ یہ امر کا صیغہ ہے اور امر وجوب کے لیے آتا ہے۔

جمہور کی طرف سے اس دلیل کا جواب: حدیث میں امر استحباب کے لیے ہے وجوب کے لیے نہیں ہے۔ استحباب پر قرینہ وہ روایات ہیں جن میں یہ بات مذکور ہے۔ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے بارے میں کہ وہ مسجد میں جاتے تھے اور کوئی نماز پڑھے بغیر باہر آ جاتے تھے۔ اگر تحیۃ المسجد پڑھنا واجب ہوتا تو صحابہؓ ترک نہ کرتے بلکہ ضرور اس پر عمل کرتے۔ باقی رہی یہ بات دخول میں تخصیص ہے یا نہیں جمہور کے نزدیک کوئی تخصیص نہیں' خواہ جلوس ہو یا مرور ہو یا کسی اور عبادت کے لیے ہو۔ مثلاً تکرار مسجد میں دخول کے بعد رکعتین پڑھنا مستحب ہے۔

اس میں وقت کے اعتبار سے تخصیص ہے یا نہیں احناف کے نزدیک تخصیص ہے بشرطیکہ وقت مکروہ نہ ہو بلکہ صالح للصلوٰۃ ہو۔ قولہ' قبل ان یجلس (کی قید) دخول فی المسجد کے بعد جلوس مفوت للاستحباب ہوگا یا نہیں یعنی مسجد میں داخل ہونے کے بعد اگر وہ دو رکعتیں

پڑھنے سے پہلے بیٹھ گیا تو آیا یہ جلوس دو رکعتوں کو ساقط کر دے گا یا نہیں جمہور کے نزدیک جلوس مفوّت للاستحباب نہیں۔ جلوس کے بعد بھی استحباب باقی رہے گا لیکن اولیٰ یہ ہے کہ جلوس سے پہلے پڑھے تو جمہور کے نزدیک قبل ان یجلس کی قید اولویت کیلئے ہوگی۔

اور بعض حضرات کے نزدیک تفصیل ہے اگر جلوس نسیاناً ہو تو یہ مفوت نہیں اگر عمداً ہو تو یہ مفوت ہے۔ اور بعض حضرات کہتے ہیں کہ اگر جلوس عمداً ہو کر غیر طویل ہو تو یہ بھی مفوت نہیں اور اگر عمداً ہو کر طویل ہو تو مفوت ہے۔ ان حضرات کے نزدیک قبل ان یجلس کی قید احتراز کیلئے ہوگی۔

وَعَنْ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَقْدَمُ مِنْ سَفَرٍ اِلَّا نَهَارًا
حضرت کعبؓ بن مالکؓ سے روایت ہے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سفر سے واپس نہیں آتے تھے
فِي الضُّحٰى فَاِذَا قَدِمَ بَدَأَ بِالْمَسْجِدِ فَصَلّٰى فِيْهِ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ جَلَسَ فِيْهِ. (صحیح البخاری و صحیح مسلم)
مگر دن کو چاشت کے وقت جس وقت آتے مسجد میں پہلے جاتے اس میں دو رکعت پڑھتے پھر اس میں بیٹھتے۔

تشریح: حاصل حدیث:۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب سفر سے واپس تشریف لے آتے تو مسجد میں تشریف لے جاتے۔ مسجد میں جانے کی وجہ یہ ہوتی تھی کہ تا کہ سفر کی انتہا بھی عبادت ہی ہو۔ نیز تا کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو زیارت کی سعادت حاصل ہو جائے۔

لہٰذا ہر شخص کو چاہیے کہ جب سفر سے واپس آئے تو پہلے مسجد میں جائے اور دو رکعت نماز پڑھے۔ نہاراً کی قید اتفاقی ہے اگر شادی شدہ سفر سے رات کو واپس آئے تو پہلے گھر میں اطلاع دے پھر آئے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اکثر چاشت کے وقت میں سفر سے واپس آیا کرتے تھے۔

وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ سَمِعَ رَجُلًا يَّنْشُدُ ضَآلَّةً فِي
حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص کسی کو سنے کہ کوئی گمشدہ چیز
الْمَسْجِدِ فَلْيَقُلْ لَا رَدَّهَا اللّٰهُ عَلَيْكَ فَاِنَّ الْمَسَاجِدَ لَمْ تُبْنَ لِهٰذَا. (صحیح مسلم)
مسجد میں تلاش کر رہا ہے پس چاہئے کہ کہے اللہ اس کو تجھ پر نہ پھیرے۔ کیونکہ مسجدیں اس لئے نہیں بنائی گئیں۔ روایت کیا اس کو مسلم نے۔

تشریح: حاصل حدیث کا یہ ہے کہ کسی شخص کی کوئی چیز مسجد کے باہر گم ہو جائے اور وہ اس کو مسجد میں اونچی آواز کے ساتھ تلاش واعلان کرے تو اس کے جواب میں سامع یہ کہے لا ردّھا اللہ علیک. بعض نے کہا فانّ المساجد لم تبن لہٰذا کے الفاظ بھی ساتھ کہے۔ اس میں اختلاف ہے کہ لا ردھا اللہ سے مقصود کیا ہے؟ منع للشدت ہے یا للرفق ہے؟

جواب: اگر یہی مذکور یعنی ردھا لا کا مدخول ہو تو یہ منع للشدت کی قبیل سے ہوگا۔ معنی یہ ہوگا کہ خدا کرے وہ چیز تجھے نہ ملے اور اگر لا کا مدخول محذوف ہے تو اس صورت میں منع الرفق کی قبیل سے ہوگا۔ ای لاتنشد ردھا اللہ علیک معنی ہوگا کہ اے شخص تو اعلان نہ کر مسجد میں یہاں تلاش نہ کر و اللہ کرے تمہیں یہ چیز مل جائے۔

اس پر اشکال ہوگا جب کسی کو دعا دینی ہو تو حرف عطف لاتے ہیں۔ یوں کہنا چاہیے تھا لا وردّھا اللہ علیک. چنانچہ حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کسی نے دعا دی اور یوں کہا لا وَيَرْحَمُكَ اللّٰهُ (جواب) حرف عطف کو ذکر نہیں کیا سختی والا پہلو باقی رکھنے کیلئے اگر حرف عطف ذکر کر دیا جاتا تو رفق والا پہلو ہی متعین ہو جاتا۔

قولہ فانّ المساجد. اس میں اختلاف ہے کہ یہ قول (فلیقل) کے تحت داخل ہے یا نہیں اس میں دو قول ہیں۔

(۱) داخل ہے (۲) داخل نہیں۔ بلکہ یہ قول مذکور کی تعلیل ہے۔ علت نہی اس بات پر ترغیب ہے کہ مسجد میں گمشدہ سامان کو تلاش کرنا یہ مسجد کے موضوع لہ کے خلاف ہے۔ اگر سامان مسجد میں گم ہو تو پھر اعلان کی گنجائش ہے۔

وَعَنْ جَابِرٍؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اَكَلَ مِنْ هٰذِهِ الشَّجَرَةِ الْمُنْتِنَةِ فَلَا يَقْرَبَنَّ
حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اس بدبو دار درخت سے کھائے وہ ہماری

مَسْجِدَنَا فَاِنَّ الْمَلٰئِکَةَ تَتَاَذّٰی مِمَّا یَتَاَذّٰی مِنْهُ الْاِنْسُ. (صحیح البخاری و صحیح مسلم)

مسجد کے قریب نہ آئے کیونکہ فرشتے ایذا پاتے ہیں اس چیز سے جس سے انسان ایذا پاتے ہیں۔

تشریح: فرمایا کہ مسجد میں تھوکنا گناہ ہے اور اس کا کفارہ یہ ہے کہ اس کو دفن کر دیا جائے یہ کچی مسجد کا حکم ہے اگر پکی مسجد میں ہو تو اس کو دھو دینا چاہیے۔ الغرض یہ کنایہ ہے اس نجاست کے ازالے سے مطلب یہ ہے کہ جس طرح بدبودار چیزوں سے انسانوں کو تکلیف پہنچتی ہے اسی طرح فرشتے بھی ان سے تکلیف محسوس کرتے ہیں۔ لہٰذا مسلمانوں کو چاہئے کہ وہ پیاز و لہسن وغیرہ کھا کر مسجدوں میں نہ آئیں کیونکہ مسجد میں فرشتوں کے حاضر ہونے کی جگہیں ہیں اس لئے انہیں تکلیف ہوگی اس حکم میں ہر وہ چیز داخل ہے جو بدبودار ہو اس کا تعلق خواہ کھانے پینے سے ہو یا رہن سہن سے مثلاً منہ غلاظت و بدبو بغل وغیرہ کی گندگی و تعفن وغیرہ وغیرہ۔ پھر مسجد ہی کی طرح ان دوسری جگہوں کا بھی یہی حکم ہے جہاں مجالس عبادت و وعظ منعقد ہوتی ہوں یا جہاں قرآن و حدیث کی تعلیم ہوتی ہو یا جہاں ذکر و تسبیح کے حلقے ہوتے ہوں کہ ان مقامات پر بھی بدبودار چیزوں کے ہمراہ نہ جانا چاہیے۔

وَعَنْ اَنَسٍؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَلْبُزَاقُ فِی الْمَسْجِدِ خَطِیْئَةٌ وَّکَفَّارَتُهَا دَفْنُهَا (صحیح البخاری وغیرہ)

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مسجد میں تھوکنا گناہ ہے اور اس کا کفارہ اس کا دفن کر دینا ہے۔

تشریح: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ پاک اشیاء جن کا وجود مکروہ سمجھا جاتا ہے ان کا مسجد میں ڈالنا منع ہے۔ بیعۃ۔ نصاریٰ کے عبادت خانہ کو کہتے ہیں جسے ہمارے یہاں گرجا کہا جاتا ہے۔ یہ حضرات جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر مشرف باسلام ہوئے تھے نصاریٰ قوم سے تھے چنانچہ جب وہ لوگ ایمان و اسلام کی دولت سے بہرہ ور ہو گئے تو ان کی خواہش ہوئی کہ اپنے گرجا کو جو پہلے مذہب کی یادگار عبادت گاہ ہے توڑ ڈالیں اور اس جگہ برکت حاصل کرنے کیلئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وضو کا بچا ہوا دھان مقدس سے نکلا ہوا متبرک پانی چھڑک ڈالیں تا کہ اس جگہ ایک دوسرے مذہب کی عبادت گاہ ہونے کی وجہ سے وہاں کفر و شرک کے جو جراثیم پیدا ہو گئے ہیں وہ اس پانی کی برکت سے ختم ہو جائیں اور وہاں دین اسلام کے فیوض و برکات پھیل جائیں۔ چنانچہ لفظ فاستوھبناہ میں اسی طرف اشارہ ہے۔

حدیث کے آخری جملہ کا مطلب یہ ہے کہ اگر دھوپ و گرمی کی شدت اور طویل مسافت کی وجہ سے یہ پانی خشک ہونے لگے اور تمہیں اس بات کا خدشہ ہو کہ منزل مقصود تک پہنچتے پہنچتے یہ پانی بالکل ہی خشک ہو جائے گا تو اس پانی میں دوسرا پانی ملا لینا لیکن اس سے یہ نہ سمجھ لینا کہ اور پانی ملا لینے سے اس پانی کی برکت و فضیلت ختم ہو گئی ہے یا کم ہو گئی ہے بلکہ یہ تو پہلا پانی جو چھاگل میں تھا بعد میں ڈالے جانے والے اس پانی میں خیر و برکت کی زیادتی کرے گا یا پھر بعد میں ڈالے جانے والے اس دوسرے پانی میں منجانب اللہ یہ شرف و فضیلت پیدا ہو جائے گی کہ اس پانی کی وجہ سے چھاگل میں موجود پہلے پانی میں مزید خیر برکت ہو جائے گی اور حاصل یہ کہ مزید پانی ملا لینے سے خیر و برکت زیادہ ہی ہوگی کم نہ ہوگی یہ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ آب زم زم کو باعث خیر و برکت جاننا اور پھر اسے بطور تبرک دوسری جگہ لے جانا جائز ہے۔

نیز اس پر قیاس کیا جاتا ہے کہ علماء و مشائخ اور اولیاء اللہ کے جھوٹے کھانے اور پانی یا ان کے بدن کے اترے ہوئے کپڑوں کو خیر و برکت کا باعث جاننا اور انہیں متبرک سمجھ کر استعمال کرنا جائز ہے بشرطیکہ اس میں حدود شرع سے تجاوز نہ ہو یعنی ان چیزوں کو متبرک و مقدس سمجھ کر ان کی حدیث سے زیادہ تعظیم و تکریم یا نعوذ باللہ ان کی پرستش نہ ہونے لگے۔

وَعَنْ اَبِیْ ذَرٍّؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عُرِضَتْ عَلَیَّ اَعْمَالُ اُمَّتِیْ حَسَنُهَا وَسَیِّئُهَا

حضرت ابوذرؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھ پر میری امت کے اعمال پیش کئے گئے

فَوَجَدْتُّ فِیْ مَحَاسِنِ اَعْمَالِهَا الْاَذٰی یُمَاطُ عَنِ الطَّرِیْقِ وَوَجَدْتُّ فِیْ مَسَاوِیْ اَعْمَالِهَا النُّخَاعَةَ

اس کے نیک اور اس کے برے میں نے اس کے نیک عملوں میں پایا ہے ایذا کہ دور کی جائے راستہ سے اور میں نے اس کے برے اعمال میں پایا

تَكُوْنُ فِي الْمَسْجِدِ لَا تُدْفَنُ. (صحیح مسلم)

تھوک کہ مسجد میں ہو جسے دفن نہیں کیا جاتا۔ روایت کیا اس کو مسلم نے۔

تشریح: قوله عرضت علی اعمال امتی. عرض اعمال معراج کی شب میں ہوا۔ فلیطالع ثم۔

وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا قَامَ اَحَدُكُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ فَلَا يَبْصُقْ

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس وقت ایک تمہارا مسجد کی طرف کھڑا ہو اس میں اپنے آگے نہ تھوکے

اَمَامَهُ فَاِنَّمَا يُنَاجِي اللّٰهَ مَادَامَ فِيْ مُصَلَّاهُ وَلَا عَنْ يَمِيْنِهٖ فَاِنَّ عَنْ يَّمِيْنِهٖ مَلَكًا وَّلْيَبْصُقْ عَنْ يَّسَارِهٖ اَوْ

سوائے اس کے نہیں کہ وہ اللہ سے سرگوشی کرتا ہے جب تک وہ نماز کی جگہ میں ہوتا ہے اور نہ اپنی دائیں جانب تھوکے اس لئے کہ اس کی دائیں جانب

تَحْتَ قَدَمَيْهِ فَيَدْفِنُهَا وَفِيْ رِوَايَةِ اَبِيْ سَعِيْدٍ تَحْتَ قَدَمِهِ الْيُسْرٰى. (صحیح البخاری و صحیح مسلم)

فرشتے ہیں اور چاہئے کہ اپنے بائیں یا پاؤں کے نیچے تھوکے پھر اس کو دفن کرے ابوسعیدؓ کی ایک روایت میں ہے۔ اپنے بائیں پاؤں کے نیچے

تشریح: حاصل حدیث کا یہ ہے کہ اگر دوران صلوٰۃ تھوک کا غلبہ ہو جائے اور ضبط نہ ہو سکے تو سامنے نہ تھوکے احترام قبلہ کی وجہ سے دوسری وجہ مذکور ہے کہ یہ مناجات مع اللہ کی حالت ہے اور دائیں طرف بھی نہ تھوکے اس لیے کہ اس کو شرافت حاصل ہے جانب یسار پر۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ دائیں جانب فرشتہ ہوتا ہے سوال: فرشتہ تو بائیں جانب بھی ہوتا ہے؟

جواب-۱: نماز کے دوران کاتب حسنات ہی رہتا ہے نہ کہ کاتب سیئات۔ جواب-۲: اس سے مراد کاتب نہیں بلکہ فرشتہ معاون صلوٰۃ مراد ہے جو کہ دائیں جانب ہوتا ہے اور بائیں جانب شیطان ہوتا ہے اس لیے بائیں جانب تھوکے بشرطیکہ کوئی نمازی نہ ہو اگر نمازی ہو تو تحت قدمہ الیسریٰ تھوکے اور اگر مسجد پکی نہ ہو اگر پکی ہو تو کپڑا استعمال کرے جیسا کہ دوسری روایات میں مذکور ہے۔

وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فِيْ مَرَضِهِ الَّذِيْ لَمْ يَقُمْ

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی اس بیماری میں فرمایا جس سے اٹھے نہیں تھے

مِنْهُ لَعَنَ اللّٰهُ الْيَهُوْدَ وَالنَّصَارٰى اِتَّخَذُوْا قُبُوْرَ اَنْبِيَآءِ هِمْ مَسَاجِدَ. (صحیح البخاری و صحیح مسلم)

اللہ یہود و نصاریٰ پر لعنت کرے انہوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو سجدہ گاہ بنالیا۔

تشریح: حاصل حدیث:۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مرض الوفات میں فرمایا اللہ تعالیٰ یہود و نصاریٰ پر لعنت کرے کہ انہوں نے انبیاء علیہم السلام کی قبروں کو سجدہ گاہ بنالیا۔ قوله اتخذو اقبور انبیاء هم مساجد. اس کے دو مطلب ہیں۔

(۱) یہود و نصاریٰ نے قبور انبیاء علیہم السلام کو سجدہ کرنا شروع کر دیا۔ (۲) انہوں نے قبور انبیاء علیہم السلام کو اکھاڑ کر اس کی جگہ عبادت خانے بنالیے۔ پہلی صورت میں وجہ لعنت شرک ہے۔ دوسری صورت میں توہین انبیاء علیہم السلام۔

سوال: یہود پر تو یہ صادق آتا ہے کہ انہوں نے قبور انبیاء کو سجدہ گاہ بنالیا اور نصاریٰ پر صادق نہیں آتا کیونکہ ان کے نبی تو صرف حضرت عیسیٰ علیہ السلام تھے اور وہ بھی آسمان پر اٹھالئے گئے تھے۔ جواب: صاحب مشکوٰۃ نے اگلی حدیث میں خود فرمایا کہ انہوں نے (نصاریٰ نے) صلحاء کی قبروں کو سجدہ گاہ بنالیا تھا اور صلحاء کی قبور کو سجدہ گاہ بنانا یہ انبیاء کی قبور کو سجدہ گاہ بنانا ہے۔

وَعَنْ جُنْدُبٍؓ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اَلَا وَاِنَّ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ كَانُوْا يَتَّخِذُوْنَ

حضرت جندبؓ سے روایت ہے کہا کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا فرماتے تھے خبردار تحقیق جو لوگ کہ تم سے پہلے تھے اپنے

قُبُوْرَ اَنْبِيَآءِ هِمْ وَصَالِحِيْهِمْ مَسَاجِدَ اَلَا فَلَا تَتَّخِذُوا الْقُبُوْرَ مَسَاجِدَ اِنِّيْ اَنْهٰكُمْ عَنْ ذَالِكَ. (مسلم)

انبیاء اور نیک لوگوں کی قبروں کو سجدہ گاہ بنالیتے تھے۔ خبردار پس انکی قبروں کو سجدہ گاہ نہ بناؤ میں تم کو اس سے روکتا ہوں۔ روایت کیا اسکو مسلم نے۔

تشریح: اس حدیث میں بھی قبور کو سجدہ گاہ بنانے سے منع فرمایا گیا ہے۔

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِجْعَلُوْا فِیْ بُیُوْتِکُمْ مِنْ صَلاَتِکُمْ
حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنے گھروں میں بھی نماز پڑھا کرو
وَلاَ تَتَّخِذُوْھَا قُبُوْرًا. (صحیح البخاری و صحیح مسلم)
اوران کو قبریں نہ بناؤ۔

تشریح: حاصل حدیث:۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنے گھروں میں نفلی نماز پڑھ لیا کرو اور گھروں کو قبریں نہ بناؤ۔ پہلا مطلب: بایں طور کہ گھروں میں نفلی نماز پڑھنا چھوڑ دو۔ اس لیے کہ اگر نماز پڑھنا چھوڑ دو گے تو گھر قبور کی طرح ہو جائیں گے اور ان میں رہنے والے بمنزل مردوں کے اور مدفونین مقبورین کے ہو جائیں گے۔

دوسرا مطلب: گھروں کے اندر قبریں نہ بناؤ اس لیے کہ اگر ہم نے گھروں میں قبریں بنالیں تو ان کی طرف منہ ہونے کی وجہ سے نماز نہیں پڑھ سکو گے۔ جیسا کہ قبرستان میں نہیں پڑھ سکتے حالانکہ گھر میں تو نماز پڑھنی چاہیے۔

تیسرا مطلب: اپنے گھروں کو قبرستان میں نہ بناؤ اس لیے کہ زیارت قبور کا مقصد جو ہے اس میں خلل ہوگا اور وہ تذکیر آخرت ہے یہ باقی نہیں رہے گا۔ چوتھا مطلب: اگر کوئی تمہارے گھر میں آ جائے تو اس کا اکرام کرو۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ

وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَابَیْنَ الْمَشْرِقِ وَ الْمَغْرِبِ قِبْلَۃٌ.(رواہ الترمذی)
حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مشرق اور مغرب کے درمیان قبلہ ہے۔ روایت کیا اس کو ترمذی نے۔

تشریح: فرمایا کہ مشرق و مغرب کے درمیان قبلہ ہے یہ حکم اہل مدینہ کے لیے ہے جو مدینہ کے اردگرد والے ہیں ان کے قبلہ کا بیان ہے ہمارے لیے قبلہ مابین الشمال والجنوب ہے۔

وَعَنْ طَلْقِ بْنِ عَلِیٍّ قَالَ خَرَجْنَا وَفْدًا اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَبَایَعْنَاہُ وَصَلَّیْنَا مَعَہٗ
حضرت طلقؓ بن علی سے روایت ہے کہا کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں وفد بن کر حاضر ہوئے ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت کی
وَاَخْبَرْنَاہُ اَنَّ بِاَرْضِنَا بِیْعَۃً لَّنَا فَاسْتَوْھَبْنَاہُ مِنْ فَضْلِ طَھُوْرِہٖ فَدَعَا بِمَاءٍ فَتَوَضَّاَ وَتَمَضْمَضَ ثُمَّ صَبَّہٗ
اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دی کہ ہمارے علاقہ میں ہمارا ایک بیعہ ہے۔ ہم نے حضرت کا بچا ہوا پانی وضو کا مانگا۔
لَنَا فِیْ اِدَاوَۃٍ وَّاَمَرَنَا فَقَالَ اخْرُجُوْا فَاِذَا اَتَیْتُمْ اَرْضَکُمْ فَاکْسِرُوْا بِیْعَتَکُمْ وَانْضَحُوْا مَکَانَھَا بِھٰذَا
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پانی منگوایا پھر کلی کی پھر اس کو ڈالا ہمارے لئے ایک چھاگل میں اور ہم کو حکم دیا پس فرمایا جاؤ جس وقت اپنی زمین میں پہنچو اپنا
الْمَآءِ وَاتَّخِذُوْھَا مَسْجِدًا قُلْنَا اِنَّ الْبَلَدَ بَعِیْدٌ وَالْحَرُّ شَدِیْدٌ وَالْمَآءُ یُنْشَفُ فَقَالَ مُدُّوْہُ مِنَ الْمَآءِ
بیعہ توڑ ڈالو اور اس کی جگہ یہ پانی چھڑ کو اور اس کو مسجد بنالو ہم نے کہا تحقیق شہر دور ہے اور گرمی سخت ہے اور پانی خشک ہو جائے گا فرمایا اس میں اور پانی
فَاِنَّہٗ لاَ یَزِیْدُہٗ اِلاَّ طِیْبًا. (رواہ النسائی)
بڑھا دو اس لئے کہ وہ نہیں زیادہ کرے گا اس کو مگر برکت میں روایت کیا اس کو نسائی نے۔

تشریح: حاصل حدیث:۔ حضرت طلق بن علیؓ فرماتے ہیں کہ ہم وفد کی شکل میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ سے بیعت اسلام کی پھر ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھی' پھر ہم نے بتلایا کہ ہمارا گرجا ہے اس کو کیا کیا جائے؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے تبرک مانگا کہ اپنے وضو کا بچا ہوا پانی دیدیں۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پانی منگوایا پھر وضو فرمایا اور اس پانی کو ایک برتن میں ڈال دیا۔ ظاہر یہ ہے کہ وضو کے درمیان جو پانی برتن میں گرتا رہا اس کو جمع کر کے ان کو دیدیا اور دوسرا احتمال یہ ہے کہ وضو کے بعد جو پانی برتن میں بچ گیا تھا اس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کلی فرما کر مشکیزہ میں ڈال دیا۔ صحابہؓ نے عرض کیا کہ ہمارا سفر طویل ہے اور گرمی سخت ہے یہ پانی تھوڑا ہے کہیں ختم نہ ہو جائے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس میں اور پانی ملالو یہ تھوڑا پانی زائد پانی کو بھی بابرکت بنادے گا یا مطلب یہ ہے کہ یہ زائد پانی اس میں اضافہ نہیں کرے گا سوائے برکت اور خوشبو کے۔ اس کے بعد فرمایا کہ گرجے کو گرادینا اور پانی کو اس کی جگہ چھڑک دینا تاکہ شیطانی اثرات زائل ہو جائیں اور یہی مسئلہ ہے کہ اگر کسی علاقے کے غیر مسلم مسلمان ہو جائیں تو وہ اپنے گرجا کو توڑ دیں اور اس جگہ مسجد بنالیں۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ تبرک لینا بھی جائز ہے۔

وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ اَمَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِبِنَاءِ الْمَسْجِدِ فِي الدُّوْرِ وَاَنْ يُنَظَّفَ
حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے محلوں میں مسجدیں بنانے کا حکم دیا اور یہ کہ پاک کی جائیں اور ان کو خوشبو
وَيُطَيَّبَ. (رواه ابوداؤد و الترمذی، ابن ماجة)
لگائی جائے۔ روایت کیا اس کو ابوداؤد اور ترمذی اور ابن ماجہ نے۔

تشریح: حاصل حدیث:۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ محلوں میں دوسری مسجد بنانا اس طور پر کہ پہلے والی مسجد کی جماعت میں کمی نہ ہو جائز ہے چونکہ محلوں میں دار ہوتے ہیں اس لیے دور سے تعبیر کر دیا اور فرمایا کہ مسجد کو پاک صاف رکھا جائے۔

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا اُمِرْتُ بِتَشْيِيْدِ الْمَسَاجِدِ قَالَ ابْنُ
حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھ کو مسجد کے بلند بنانے کا حکم نہیں دیا گیا۔
عَبَّاسٍ لَتُزَخْرِفُنَّهَا كَمَا زَخْرَفَتِ الْيَهُوْدُ وَ النَّصَارٰى. (رواه ابوداؤد)
ابن عباسؓ نے کہا البتہ تم زینت کرو گے ان کی جیسے ان کو مزین کیا یہود و نصاریٰ نے روایت کیا اس کو ابوداؤد نے۔

تشریح: حاصل حدیث کا یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے تشیید مساجد کا حکم نہیں کیا گیا۔ تشید مساجد یعنی پختہ مسجد بنانا ضرورت کی بناء پر جائز ہے۔ البتہ نقش و نگار اگر مال وقف سے ہے تو جائز نہیں اور اگر ذاتی مال سے ہو تو جائز ہے اور جو زیب و زینت نمازی کی توجہ کو منتشر کر دے وہ مکروہ ہے۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ تم مساجد کو مزین کرو گے جیسے یہود و نصاریٰ اپنی عبادت گاہوں کو مزین کرتے تھے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ فرمان یا تو بطور اجتہاد کے ہے۔ زیادہ ظاہر یہی ہے کہ یہ مسموع من النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے ورنہ اتنی بڑی بات کیسے انہوں نے کردی۔

وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ مِنْ اَشْرَاطِ السَّاعَةِ اَنْ يَّتَبَاهَى النَّاسُ فِي
حضرت انسؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کی علامتوں میں سے ہے کہ لوگ مسجدوں میں فخر
الْمَسَاجِدِ. (رواه ابواؤد، والنسائي و الدارمي و ابن ماجه)
کریں گے۔ روایت کیا اس کو ابوداؤد نے نسائی اور دارمی نے اور ابن ماجہ نے۔

تشریح: حاصل حدیث:۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کی علامات میں سے ایک یہ ہے کہ لوگ فخر کریں گے مسجدوں میں۔اس کے دو مطلب ہیں: (۱) لوگ مسجدوں کی وجہ سے فخر کریں گے کہ میری مسجد عمدہ ہے دوسرا کہے گا میری مسجد عمدہ ہے۔
(۲) لوگ اتنے احمق ہو جائیں گے کہ مسجدوں میں بیٹھ کر لوگوں پر فخر کریں گے (نسب مال وغیرہ کے اعتبار سے) پہلا معنی راجح ہے۔

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عُرِضَتْ عَلَيَّ اُجُوْرُ اُمَّتِي حَتّٰى الْقَذَاةُ يُخْرِجُهَا
اور اسی (حضرت انسؓ) سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھ پر میری امت کے ثواب پیش کئے گئے یہاں تک کہ ثواب
الرَّجُلُ مِنَ الْمَسْجِدِ وَعُرِضَتْ عَلَيَّ ذُنُوْبُ اُمَّتِي فَلَمْ اَرَ ذَنْبًا اَعْظَمَ مِنْ سُوْرَةٍ مِنَ الْقُرْاٰنِ اَوْاٰيَةٍ
کوڑے اور خاک کا جس کو آدمی مسجد سے نکالتا ہے اور روبرو کئے مجھ پر میری امت کے گناہ پس نہیں دیکھا میں نے کوئی گناہ بہت بڑا قرآن
اُوْتِيْهَا رَجُلٌ ثُمَّ نَسِيَهَا. (رواہ الترمذی و ابوداؤد)
کی سورت سے یا آیت سے کہ دیا گیا ہو وہ ایک شخص پھر بھلا دیا اسکو روایت کیا اس کو ترمذی اور ابوداؤد نے۔

تشریح: قولہ' عَلَيَّ اجور اُمتی ای عَلَيَّ اجور اعمال اُمتی: یعنی مجھ پر میری اُمت کے اعمال کے اجر و ثواب پیش کئے گئے۔ یہاں تک کہ اس تنکے کے نکالنے کا اجر و ثواب جس کو آدمی نکالتا ہے مسجد سے اور پیش کیے گئے مجھ پر میری امت کے گناہ پس نہیں دیکھا میں نے زیادہ بڑا گناہ کہ قرآن کی ایک سورۃ یا آیت جو آدمی کو یاد ہو پھر اس نے اس کو بھلا دیا ہو۔ یہ عرض اعمال کا واقعہ یا تو شب معراج یا عالم ارواح کا ہے۔

سوال: اعظم ذنب تو کفر و شرک ہے یہاں نسیان کو اعظم ذنب کیسے قرار دیا گیا ہے؟

جواب: قرآن مجید کی سورۃ کا بھول جانا نعمت کی (ناقدری) ناشکری کے اعتبار سے ہے کہ تنکا اٹھانا بظاہر چھوٹا سا عمل ہے اس پر اتنا بڑا ثواب ہے تو قرآن کتنا بڑا عمل اور ثواب ہے جو اس کو بھلا دیتا ہے وہ اس نعمت کی ناشکری کرتا ہے۔اس وجہ سے اس کو اعظم ذنب کہا۔

سوال: نسیان تو ذنب نہیں چہ جائیکہ اعظم ذنب ہو اور نسیان پر اور مواخذہ ہی نہیں ہے؟

جواب: حدیث کے اندر مراد ترک ہے۔ ذکر کیا نسیان کو مراد لیا ترک کو اس لیے کہ ترک نسیان کا سبب ہے۔

سوال: نسیان کی حد کیا ہے؟ جواب: حافظ کے حق میں یہ ہے کہ بغیر دیکھ کر نہ پڑھ سکے اور ناظرہ خواں کیلئے یہ ہے کہ وہ دیکھ کر نہ پڑھ سکے۔

وَعَنْ بُرَيْدَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَشِّرِ الْمَشَّائِيْنَ فِي الظُّلَمِ اِلَى الْمَسَاجِدِ
حضرت بریدہؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اندھیروں میں مسجد کی طرف چل کر آنے والوں کو پورے
بِالنُّوْرِ التَّامِّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَ اَبُوْدَاؤدَ وَ رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ وَاَنَسٍ.
نور کے ساتھ خوشخبری دے قیامت کے دن۔ روایت کیا اس کو ترمذی اور ابوداؤد نے اور روایت کیا اس کو ابن ماجہ نے سہل بن سعد اور انسؓ سے

تشریح: حاصل حدیث:۔ نور تام: وہ نور جو راستہ میں ختم نہ ہوگا اور منافقین کا نور راستہ میں ختم ہو جائے گا اور یہ خوشخبری ان نمازیوں کے لیے ہے جو کثرت سے مسجد میں آنے جانے والے ہیں کیونکہ مبالغہ کا صیغہ استعمال کیا گیا ہے۔

وَعَنْ اَبِي سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا رَاَيْتُمُ الرَّجُلَ يَتَعَاهَدُ
حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم کسی آدمی کو دیکھو کہ وہ مسجد کی خبر گیری کرتا ہے
الْمَسْجِدَ فَاشْهَدُوْا لَهٗ بِالْاِيْمَانِ فَاِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى يَقُوْلُ اِنَّمَا يَعْمُرُ مَسَاجِدَ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ
اس کے ایمان کی گواہی دو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے سوائے اس کے نہیں کہ اللہ کی مسجدوں کو وہی شخص آباد کرتا ہے جو اللہ اور آخرت کے دن کے

الْاٰخِرِ. (رواه الترمذی و ابن ماجة والدرامی)

ساتھ ایمان لایا روایت کیا اس کو ترمذی نے اور ابن ماجہ اور دارمی نے۔

تشریح: جب کوئی شخص مستور الحال ہو اور وہ مسجد کی دیکھ بھال کررہا ہے تو آپ اس کے ایمان کی گواہی دیں کہ وہ مردمؤمن ہے اور اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا اطاعت شعار فرمانبردار بندہ ہے۔

وَعَنْ عُثْمَانَ بْنِ مَظْعُوْنٍ قَالَ يَا رَسُوْلَ اللهِ ائْذَنْ لَنَا فِي الْاِخْتِصَاءِ فَقَالَ

حضرت عثمان بن مظعونؓ سے روایت ہے کہا کہ اے اللہ کے رسول ہم کو خصی ہوجانے کی اجازت دیں

رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ مِنَّا مَنْ خَصٰى وَلَا اخْتَصٰى اِنَّ خِصَاءَ اُمَّتِ الصِّيَامُ فَقَالَ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہم میں وہ نہیں ہے جو خصی کرے یا خصی ہو۔ میری امت کا خصی ہونا روزہ رکھنا۔ عرض کیا

ائْذَنْ لَنَا فِي السِّيَاحَةِ فَقَالَ اِنَّ سِيَاحَةَ اُمَّتِي الْجِهَادُ فِي سَبِيْلِ اللهِ فَقَالَ ائْذَنْ لَنَا فِي التَّرَهُّبِ فَقَالَ

ہم کو سیاحت کی اجازت دیں فرمایا میری امت کی سیاحت اللہ تعالیٰ کے راستہ میں جہاد کرنا ہے کہا اجازت دیں ہم کو راہب بننے کی فرمایا

اِنَّ تَرَهُّبَ اُمَّتِي الْجُلُوْسُ فِي الْمَسَاجِدِ اِنْتِظَارَ الصَّلَاةِ. (رواه فی شرح السنة)

میری امت کا راہب بننا نماز کے انتظار میں مسجدوں میں بیٹھنا ہے۔ روایت کیا اس کو شرح السنہ میں۔

تشریح: حاصل حدیث:۔ واضح ہے۔ تین سوال اور ان کے جواب کا ذکر ہے۔ پہلا سوال اختصاء کے بارے میں اور دوسرا سیاحت کے بارے میں اور تیسرا رہبانیت کے بارے میں' اس کے جواب میں فرمایا کہ جس طرح ان کو رہبانیت کا اجر و ثواب ملتا تھا تم کو انتظار صلوٰۃ کا اتنا اجر و ثواب ملے گا۔

وَعَنْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ عَائِشٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَاَيْتُ رَبِّيْ عَزَّوَجَلَّ فِي

حضرت عبدالرحمٰن بن عائشؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے اللہ تعالیٰ کو نہایت اچھی صورت میں دیکھا پس

اَحْسَنِ صُوْرَةٍ قَالَ فِيْمَا يَخْتَصِمُ الْمَلَاُ الْاَعْلٰى قُلْتُ اَنْتَ اَعْلَمُ قَالَ فَوَضَعَ كَفَّهٗ بَيْنَ كَتِفَيَّ فَوَجَدْتُ

فرمایا ملاء اعلیٰ کے فرشتے کس چیز میں گفتگو کرتے ہیں میں نے کہا تو خوب جانتا ہے پس اس نے اپنا ہاتھ میرے کندھوں کے درمیان رکھا میں نے

بَرْدَهَا بَيْنَ ثَدْيَيَّ فَعَلِمْتُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَ تَلَا وَ كَذٰلِكَ نُرِيْ اِبْرَاهِيْمَ مَلَكُوْتَ

اس کی سردی اپنے سینے میں پائی میں نے جان لی وہ چیز کہ آسمانوں اور زمین میں تھی۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی اور اسی طرح

السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلِيَكُوْنَ مِنَ الْمُوْقِنِيْنَ رَوَاهُ الدَّارِمِيُّ مُرْسَلًا وَلِلتِّرْمِذِيِّ نَحْوُهٗ عَنْهُ وَعَنِ ابْنِ

دکھلایا ہم نے ابراہیمؑ کو بادشاہت آسمانوں اور زمین کی تا کہ ہوجائے وہ یقین کرنے والوں سے روایت کیا اس کو دارمی نے مرسل اور ترمذی کیلئے

عَبَّاسٍ وَ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ وَزَادَفِيْهِ قَالَ يَا مُحَمَّدُ هَلْ تَدْرِيْ فِيْمَ يَخْتَصِمُ الْمَلَاُ الْاَعْلٰى قُلْتُ نَعَمْ فِي

ہے اسی طرح اس سے اور ابن عباسؓ اور معاذ بن جبلؓ سے اور اس میں زیادہ کیا کہ فرمایا اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کیا تو جانتا ہے مقربین فرشتے کس

الْكَفَّارَاتِ وَ الْكَفَّارَاتُ الْمُكْثُ فِي الْمَسَاجِدِ بَعْدَ الصَّلٰوةِ وَالْمَشْيُ عَلَى الْاَقْدَامِ اِلَى الْجَمَاعَاتِ

چیز میں گفتگو کرتے ہیں میں نے کہا ہاں گفتگو کرتے ہیں کفارات میں اور گناہ جھڑتے ہیں نمازوں کے بعد مسجدوں میں بیٹھ رہنا اور جماعت کیلئے

وَاِبْلَاغُ الْوُضُوءِ فِي الْمَكَارِهِ وَمَنْ فَعَلَ ذٰلِكَ عَاشَ بِخَيْرٍ وَ مَاتَ بِخَيْرٍ وَ كَانَ مِنْ خَطِيئَتِهٖ كَيَوْمِ
پیادہ پا چلنا اور تکلیف میں پورا وضو کرنا جس نے کیا اس طرح زندہ رہے گا بھلائی کے ساتھ اور مرے گا بھلائی کے ساتھ اور اپنے گناہوں سے
وَلَدَتْهُ اُمُّهُ وَقَالَ يَا مُحَمَّدُ اِذَا صَلَّيْتَ فَقُلْ اَللّٰهُمَّ اِنِّي اَسْئَلُكَ فِعْلَ الْخَيْرَاتِ وَ تَرْكَ الْمُنْكَرَاتِ
پاک ہو جائے گا۔ اس دن کی مانند جس دن اس کی ماں نے اس کو جنا فرمایا اے محمد جب تو نماز پڑھ چکے تو کہہ اے اللہ میں تجھ سے سوال کرتا ہوں
وَحُبَّ الْمَسَاكِيْنِ فَاِذَا اَرَدْتَ بِعِبَادِكَ فِتْنَةً فَاقْبِضْنِيْ اِلَيْكَ غَيْرَ مَفْتُوْنٍ قَالَ وَالدَّرَجَاتُ اِفْشَاءُ
نیکی کرنے کا برائیوں کے چھوڑنے کا اور مسکینوں کی دوستی کا اور جب تو اپنے بندوں کے ساتھ فتنہ کا ارادہ کرے مجھ کو اپنی طرف اٹھا لے بغیر فتنہ کے
السَّلَامِ وَ اِطْعَامُ الطَّعَامِ وَالصَّلٰوةُ بِاللَّيْلِ وَ النَّاسُ نِيَامٌ وَلَفْظُ هٰذَا الْحَدِيْثِ كَمَا فِي الْمَصَابِيْحِ لَمْ
اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے درجات دیئے ہیں پھیلانا سلام کا اور کھانا کھلانا اور رات کو نماز پڑھنا جب کہ لوگ سوئے ہوئے ہوں۔ اس حدیث کے لفظ
اَجِدْهُ عَنْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ اِلَّا فِي شَرْحِ السُّنَّةِ.
جس طرح مصابیح میں ہیں میں نے نہیں پائے عبدالرحمٰن سے مگر شرح السنہ میں

تشریح: حاصل حدیث:۔ حدیث کے ابتدائی حصہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے اپنے رب عزوجل کو دیکھافی احسن صورۃ اس کے بارے میں دو احتمال ہیں:

(۱) رَاَیْتُ کی ضمیر فاعل سے حال ہو۔ اس صورت میں معنی یہ ہوگا کہ میں نے اپنے رب کو دیکھا اس حال میں کہ میں انتہائی عمدہ صورت میں تھا۔ فی ھٰذہ الصورۃ فلا اشکال فیہ۔ (۲) یہ حال ہو مفعول بہ رب سے اس صورت میں معنی یہ ہوگا کہ میں نے اپنے رب کو دیکھا اس حال میں کہ میرا رب انتہائی عمدہ صورت میں تھا۔ اس پر اشکال ہوگا کہ صورت تو جسم کی ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ تو جسم سے پاک ہیں؟

جواب: یہ رویت مقام میں ہوئی اور مقام میں غیر متشکل کو متشکل دکھایا جاتا ہے تو لہٰذا استحال لازم نہیں آتا۔ دارمی نے باب باندھا **رویت الرب فی المقام** یہ روایت دارمی کی ہے یہ اس باب میں ہے تو اس سے معلوم ہوا کہ رویت فی المقام ہے۔

جواب: صورت بمعنی صفت کے ہے غیر مصور چیز کے بارے میں کہا جاتا ہے صورۃ مثلاً اور کہا جاتا صورت مسئلہ یہ ہے یعنی مسئلہ کی صفت یہ ہے یہاں بھی باری تعالیٰ کی صفات مراد ہیں۔ اللہ نے فرمایا یہ مقربین ملائکہ کس بات میں جھگڑا اور مناظرہ کر رہے ہیں۔ میں نے کہا **انت اعلم** آپ زیادہ جانتے ہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں پس رکھا اللہ نے اپنے کف کو میرے دو کندھوں کے درمیان۔ (**فوضع کفه الله من قبيل المتشابهات عندالمتقدمين التوفيض والتسليم به** ......به. یعنی ہم جانتے ہیں اللہ کی کف ہے مگر اس بات کا عقیدہ ہے کہ مخلوق جیسا نہیں بلکہ کما یلیق شانہ۔ متاخرین کے نزدیک یہ کنایہ ہے۔ مزید فضل و احسان فرمانے سے جیسے کوئی بادشاہ کسی پر اشد مہربان ہو جائے تو اپنے ہاتھ سے تھپکی دیتا ہے اسی طرح اللہ نے مزید فضل و کرم فرمایا)۔ **و وجدت بر دھا** ٹھنڈک کو محسوس کیا اپنے دونوں ثدیوں کے درمیان یہ کنایہ ہے حق جل شانہ کے فیض کے اثر کے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب اطہر تک پہنچنے سے جس کا اثر یہ ہوا کہ مجھے آسمانوں اور زمین کی اشیاء کا علم حاصل ہو گیا۔

سوال: آسمانوں اور زمین کی اشیاء کا علم ممکن بھی ہے یا نہیں؟ جواب: ممکن ہے۔ **وكذالک نری ابراهيم ملكوت السموات والارض وليكون من الموقنين.** ای محبین، بعض حضرات اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو علم کلی یعنی ماکان و مایکون کا علم تھا۔ طریقہ استدلال **فعلمت ما** میں کلمہ ما عموم کیلئے ہے تو معنی یہ ہوا کہ مجھے آسمانوں اور زمین کا ہر ہر ذرہ معلوم ہو گیا اور اسی طرح یہ لوگ شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی اشعۃ اللمعات کی عبارت سے اس مقام میں ناجائز فائدہ اٹھاتے ہیں۔ (ان سے اس مقام میں کچھ تسامح ہوا ہے)

جواب کا حاصل ہم تسلیم کرتے ہیں کہ کلمہ ما میں عموم ہے لیکن اتنا عموم نہیں جتنا تم نے سمجھ لیا ہے یہ ایسے ہی ہے جیسے ہر انسان کے بارے

میں اللہ کا فرمان ہے وعلمک مالم تکن تعلم. یہاں بھی کلمہ ما کھڑا ہے اگر ہر انسان ہر ذرہ کا عالم ہوا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور دوسرے لوگوں میں فرق کیسے ہوا لہٰذا کہنا پڑے گا کہ عموم استغراقی مراد نہیں بلکہ عموم عرفی مراد ہے۔ یعنی جن چیزوں کا علم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کے مناسب تھا ان کا علم ہو گیا کیونکہ نصوص قطعیہ دال ہیں اس بات پر کہ ما کان و ما یکون کا عالم ہونا مختص ہے اللہ تعالیٰ کے ساتھ۔ دوسرا جواب یہ بھی ہے کہ اس روایت کے راوی عبدالرحمٰن بن عائش ہیں ان سے صرف یہی روایت مروی ہے اور جس راوی سے صرف ایک روایت ہو وہ مجہول بحسب الروایۃ ہو جاتا ہے۔ (لا بحسب العدالت) اور مجہول بحسب الروایت ہونا استدلال میں قادح ہو جاتا ہے۔

لم اجدہ الخ سے صاحب مشکوٰۃ کے صاحب مصابیح پر اعتراض کا بیان کہ عبدالرحمٰن بن عائش والی روایت صرف شرح السنہ میں ہے۔ لہٰذا اس کو الصحاح کے عنوان کے تحت ذکر نہ کرتے۔

وَعَنْ اَبِیْ اُمَامَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْ لُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ثَلَاثَۃٌ کُلُّھُمْ ضَامِنٌ عَلَی اللّٰہِ رَجُلٌ خَرَجَ غَازِیاً فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ فَھُوَ ضَامِنٌ عَلَی اللّٰہِ حَتّٰی یَتَوَ فَّاہُ فَیُدْ خِلَہُ الْجَنَّۃَ اَوْ یَرُدَّہٗ بِمَانَالَ مِنْ اَجْرٍ اَوْغَنِیْمَۃٍ وَرَجُلٌ رَاحَ اِلَی الْمَسْجِدِ فَھُوَ ضَامِنٌ عَلَی اللّٰہِ وَرَجُلٌ دَخَلَ بَیْتَہٗ بِسَلَامٍ فَھُوَ ضَامِنٌ عَلَی اللّٰہِ. (رواہ ابو داؤد)

ترجمہ: اور حضرت ابو امامہؓ راوی ہیں کہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ تین شخص ایسے ہیں جن کا اللہ تعالیٰ (اس بات کیلئے) ذمہ دار ہے (کہ وہ انہیں دنیا و آخرت کی آفات و مصیبتوں سے محفوظ رکھے گا) ایک تو وہ شخص جو خدا کی راہ میں جہاد کیلئے نکلا چنانچہ وہ خدا کی ذمہ داری میں ہے کہ یا تو اسے موت (یعنی شہادت کا درجہ) دے کر جنت میں پہنچا دے یا اس کو ثواب و مال غنیمت دے کر گھر واپس پہنچا دے (چنانچہ پہلی اور دوسری صورت یعنی شہادت و ثواب میں تو اسے دین کی سعادت حاصل ہوتی ہے اور تیسری یعنی مال غنیمت میں دنیا کی سعادت و بھلائی ملتی ہے) اور دوسرا وہ شخص ہے جو (نماز کیلئے) مسجد جائے تو اللہ اس کا بھی ضامن ہے (کہ عبادت کیلئے اس کی کوشش اور اس کا ثواب ضائع نہ کرے گا) اور تیسرا وہ شخص ہے جو اپنے گھر میں سلام کرتا ہوا داخل ہو تو وہ بھی اللہ تعالیٰ کی ذمہ داری میں ہے۔ (ابوداؤد)

تشریح: اللہ تعالیٰ پر پہلے شخص کیلئے جو ذمہ ہے اسے تو بیان کر دیا گیا ہے کہ اسے دین اور دنیا دونوں جگہ کیا کیا انعامات ملیں گے لیکن دوسرے اور تیسرے شخص کیلئے جو ذمہ اللہ پر ہے چونکہ وہ ظاہر تھا اس لئے اس کو بیان کرنے کی ضرورت محسوس نہیں کی گئی۔ ''گھر میں سلام کرتا ہوا داخل ہو'' اس کے دو معنی ہیں ایک تو یہ کہ گھر میں داخل ہو تو گھر والوں کو سلام کرے۔ چنانچہ اس صورت میں اس کیلئے اللہ پر ذمہ ہے کہ اس کو اور اس کے گھر والوں کو خیر و برکت سے نوازے گا اور ان پر اپنی رحمتوں اور عنایتوں کے دروازے کھول دے گا۔ دوسرے معنی یہ ہیں کہ جب گھر میں داخل ہو جائے تو لوگوں کی صحبت سے امن و سلامتی حاصل کرنے کیلئے گھر ہی میں رہنا اپنے اوپر لازم کر لے اور گھر سے باہر نہ نکلے چنانچہ اس صورت میں اس کیلئے اللہ پر یہ ذمہ ہے کہ وہ اسے مصائب و آفات سے محفوظ و سلامت رکھے گا۔

وَعَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ خَرَجَ مِنْ بَیْتِہٖ مُتَطَھِّرًا اِلٰی صَلَاۃٍ مَکْتُوْبَۃٍ فَاَجْرُہٗ کَاَجْرِ الْحَاجِّ الْمُحْرِمِ وَمَنْ خَرَجَ اِلٰی تَسْبِیْحِ الضُّحٰی لَا یُنْصِبُہٗ اِلَّا اِیَّاہُ فَاَجْرُہٗ کَاَجْرِ الْمُعْتَمِرِ وَصَلَاۃٌ عَلٰی اِثْرِ صَلَاۃٍ لَا لَغْوَ بَیْنَھُمَا کِتَابٌ فِیْ عِلِّیِّیْنَ. (رواہ احمد وابو داؤد)

ترجمہ: اور حضرت ابو امامہؓ راوی ہیں کہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو شخص وضو کر کے گھر سے نکلے اور فرض نماز ادا کرنے کیلئے مسجد جائے تو اس کو اتنا ثواب ملے گا جتنا احرام باندھ کر حج کرنے (جانے) والے کو ملتا ہے اور جو شخص چاشت کی (نفل) نماز ہی کیلئے تکلیف اٹھا کر (گھر سے) نکلے (یعنی بغیر کسی غرض اور ریا کے محض چاشت کی نماز پڑھنے ہی کے قصد سے گھر سے نکلے) تو اس کا ثواب

عمرہ کرنے والے کے ثواب کے برابر ہے اور (ایک) نماز کے بعد (دوسری) نماز پڑھنا اور ان دونوں نمازوں کے درمیانی وقت میں لغو بے ہودہ باتیں نہ کرنا ایسا عمل ہے جو علیین میں لکھا جاتا ہے۔ (احمد، ابوداؤد)

تشریح: اس حدیث میں وضو کو احرام سے اور نماز کو حج سے مشابہت دی گئی ہے اور دونوں میں تشبیہ کی وجہ یہ ہے کہ جس طرح حاجی حج کے ارادہ سے گھر سے نکلتا ہے اور احرام باندھ کر حج کو جاتا ہے تو جس وقت وہ گھر سے نکلتا ہے اسی وقت سے اسے ثواب ملنا شروع ہو جاتا ہے اور اس کے ثواب کا سلسلہ اس کے واپس آجانے تک جاری رہتا ہے۔ اسی طرح جب کوئی شخص محض نماز کے ارادہ سے نکلتا ہے تو وہ جس وقت گھر سے نکلتا ہے اسے بھی اسی وقت سے ثواب ملنا شروع ہو جاتا ہے اور جب تک وہ نماز وغیرہ سے فارغ ہو کر گھر واپس نہیں آجاتا اسے ثواب برابر ملتا ہے لیکن اتنی بات بھی سمجھ لیجئے کہ نمازی اور حاجی کے ثواب میں یہ برابری بہمہ وجوہ نہیں ہے ورنہ تو حج کرنے کے کوئی معنی نہیں رہ جائیں گے۔ یعنی اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ ثواب میں دونوں بالکل برابر ہیں کیونکہ حاجی کا ثواب نمازی کے ثواب سے بہت زیادہ ہوتا ہے۔

اس حدیث سے یہ بات بھی معلوم ہوگئی کہ حج کی بہ نسبت عمرہ کو وہی حیثیت حاصل ہے جو فرض نماز کی بہ نسبت نفل نماز کو حاصل ہے۔

کتاب فی علیین سے حدیث کے آخری جزو کا مطلب کنایۃً یہ معلوم ہوتا ہے کہ جو شخص نماز کی مداومت و محافظت کرے یعنی تمام نمازوں کو پابندی سے ادا کرتا ہے اور نماز کو اس کی تمام شرائط و آداب کا لحاظ کرتے ہوئے اس طرح پڑھتا رہے کہ اس کے اس عمل اور نیت میں نماز کے منافی کسی چیز کا دخل نہ ہو تو یہ ایک ایسی چیز ہے جس سے اعلیٰ اور بہتر کوئی عمل نہیں ہے۔ جو فرشتے نیکیاں لکھنے پر مامور ہیں ان کے دفتر کا نام علیین ہے کہ تمام نیک اعمال وہیں جمع ہوتے ہیں۔

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا مَرَرْتُمْ بِرِیَاضِ الْجَنَّةِ فَارْتَعُوْا قِیْلَ یَارَسُوْلَ للّٰهِ وَمَا رِیَاضُ الْجَنَّةِ قَالَ الْمَسَاجِدُ قِیْلَ وَمَا الرَّتْعُ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ: سُبْحَانَ اللهِ وَالْحَمْدُلِلّٰهِ وَلَآاِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَکْبَرُ. (رواه الترمذی)

ترجمہ: اور حضرت ابوہریرہؓ راوی ہیں کہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جب تم جنت کے باغوں میں جایا کرو تو وہاں میوہ کھایا کرو۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا گیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! دنیا میں جنت کے باغ کہاں ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا مسجدیں (جنت کے باغ ہیں) پھر پوچھا گیا کہ یارسول اللہ! میوہ کھانا کیا ہے یعنی ان میں میوہ کس طرح کھایا کریں؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا سبحان اللہ والحمدللہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر مسجدوں میں ان کلمات کا ورد رکھنا میوہ کھانا ہے۔ (ترمذی)

تشریح: مساجد کو جنت کے باغ اس لئے کہا گیا ہے کہ ان میں عبادت کرنا اور نماز پڑھنا جنت کے باغوں کے حاصل ہونے کا سبب ہے۔ رتع دراصل اسے کہتے ہیں کہ باغ میں جا کر اچھی طرح میوے اور لذیذ چیزیں کھائی جائیں اور نہر وغیرہ کی سیر کی جائے جیسا کہ باغوں میں جانے والے لوگ یہ کیا کرتے ہیں پھر یہ لفظ ثواب عظیم کے مرتبہ پر پہنچنے کے معنی میں استعمال کیا گیا ہے۔

بہر حال۔ اس حدیث کا حاصل یہ ہے کہ جب تم مسجدوں میں جاؤ تو مذکورہ تسبیحات پڑھا کرو کیونکہ اس سے بہت زیادہ ثواب حاصل ہوتا ہے۔

وَعَنْهُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اَتَى الْمَسْجِدَ لِشَئِیٍ فَهُوَ حَظُّهٗ (رواه ابو داؤد)

ترجمہ: اور حضرت ابوہریرہؓ راوی ہیں کہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو شخص (دین یا دنیا کے) جس کام کیلئے مسجد میں آئے گا اسے اسی میں سے حصہ ملے گا۔ (ابوداؤد)

تشریح: مطلب یہ ہے کہ جو شخص مسجد میں جس غرض سے آئے گا وہی اس کا نصیب ہوگا۔ یعنی اگر عبادت کیلئے آئے گا تو اسے ثواب ملے گا اور اگر کسی دنیوی زندگی کی غرض سے آئے گا تو گرفتار وبال ہوگا۔ گویا یہ حدیث مضمون کے اعتبار سے نیت کی مشہور حدیث انما الاعمال بالنیات کا ایک جزو ہے۔

وَعَنْ فَاطِمَةَ بِنْتِ الْحُسَيْنِ عَنْ جَدَّتِهَا فَاطِمَةِ الْكُبْرٰى قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا
حضرت فاطمہ بنت حسینؓ اپنی دادی فاطمہ کبریٰ سے روایت کرتی ہیں کہا نبی صلی اللہ علیہ وسلم جس وقت مسجد میں داخل ہوتے درود بھیجتے۔
دَخَلَ الْمَسْجِدَ صَلّٰى عَلٰى مُحَمَّدٍ وَسَلَّمَ وَقَالَ رَبِّ اغْفِرْلِي ذُنُوبِي وَافْتَحْ لِي اَبْوَابَ رَحْمَتِكَ
محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اور سلام کہتے اے رب میرے بخش دے مجھ کو میرے گناہ اور کھول میرے لئے اپنی رحمت کے دروازے
وَاِذَا خَرَجَ صَلّٰى عَلٰى مُحَمَّدٍ وَسَلَّمَ وَقَالَ رَبِّ اغْفِرْلِي ذُنُوبِي وَافْتَحْ لِي اَبْوَابَ فَضْلِكَ رَوَاهُ
اور جس وقت نکلتے درود بھیجتے او پر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اور فرماتے اے رب میرے مجھ کو میرے گناہ بخش دے اور اپنے فضل کے دروازے
التِّرْمِذِيُّ وَاَحْمَدُ وَابْنُ مَاجَةَ وَفِي رِوَايَتِهِمَا قَالَتْ اِذَا دَخَلَ الْمَسْجِدَ وَكَذَا اِذَا خَرَجَ قَالَ بِسْمِ اللّٰهِ
میرے لئے کھول دے روایت کیا اس کو ترمذی نے احمد اور ابن ماجہ نے اور ان دونوں کی روایت میں کہا جس وقت مسجد میں داخل ہوتے
وَالسَّلَامُ عَلٰى رَسُولِ اللّٰهِ بَدَلَ صَلّٰى عَلٰى مُحَمَّدٍ وَسَلَّمَ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ لَيْسَ اِسْنَادُهُ بِمُتَّصِلٍ
اور اسی طرح جس وقت نکلتے کہتے اللہ کے نام کے ساتھ اور سلام ہو اللہ کے رسول پر بجائے صل علی محمد وسلم کے
وَفَاطِمَةُ بِنْتُ الْحُسَيْنِ لَمْ تُدْرِكْ فَاطِمَةَ الْكُبْرٰى.
اور ترمذی نے کہا اس کی سند متصل نہیں ہے فاطمہ بنت حسینؓ نے نہیں پایا فاطمہ کبریٰ کو۔

تشریح: مسجد میں دخول اور مسجد سے خروج کی دعا کا بیان ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے درود سلام وغیرہ کے الفاظ اس طرح نہیں فرمائے کہ اللهم صل على یا اللهم اغفر لمحمد کیونکہ درود وسلام کے ساتھ اسم شریف کو مناسبت ہے اسی طرح رب اغفرلی ارشاد فرمانے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تواضع وانکساری کا اظہار ہوتا ہے یا پھر کہا جائے گا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ الفاظ امت کی تعلیم کیلئے فرمائے تا کہ لوگوں کو یہ معلوم ہو جائے کہ درود وسلام کن الفاظ کے ذریعہ بھیجا جاتا ہے۔

فاطمہ صغری جو اس حدیث کی راوی اور حضرت امام حسینؓ کی صاحبزادی ہیں۔ انہوں نے اپنی دادی حضرت فاطمہ زہراء بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ نہیں پایا ہے۔ کیونکہ ان کے وقت میں حضرت امام حسینؓ کی عمر صرف آٹھ سال کی تھی لہٰذا اس حدیث کی سند متصل نہیں ہوئی کیونکہ درمیان کا ایک راوی متروک ہے۔ وعن ابی امامة قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ثلاثة کلهم ضامن علی اللہ رجل خرج غازیا فی سبیل اللہ فهو ضامن علی اللہ حتی یتوفاہ فیدخلہ الجنۃ او یردہ بما نال من اجر او غنیمۃ ورجل راح الی المسجد فهو ضامن علی اللہ ورجل دخل بیتہ بسلام فهو ضامن علی اللہ۔ (رواہ ابوداؤد)

اور حضرت ابوامامہؓ راوی ہیں کہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تین شخص ایسے ہیں جن کا اللہ تعالیٰ (اس بات کیلئے) ذمہ دار ہے (کہ وہ انہیں دنیا و آخرت کی آفات و مصیبتوں سے محفوظ رکھے گا) ایک تو وہ شخص جو خدا کی راہ میں جہاد کیلئے نکلا چنانچہ وہ خدا کی ذمہ داری میں ہے کہ یا تو اسے موت (یعنی شہادت کا درجہ) دے کر جنت میں پہنچا دے یا اس کو ثواب و مال غنیمت دے کر گھر واپس پہنچا دے (چنانچہ پہلی اور دوسری صورت یعنی شہادت وثواب میں تو اسے دین کی سعادت حاصل ہوتی ہے اور تیسری یعنی مال غنیمت میں دنیا کی سعادت و بھلائی ملتی ہے) اور دوسرا وہ شخص ہے جو (نماز کیلئے) مسجد جائے تو اللہ اس کا بھی ضامن ہے (کہ عبادت کیلئے اس کی کوشش اور اس کا ثواب ضائع نہ کرے گا) اور تیسرا وہ شخص ہے جو اپنے گھر میں سلام کرتا ہوا داخل ہو تو وہ بھی اللہ تعالیٰ کی ذمہ داری میں ہے۔ (ابوداؤد)

تشریح: اللہ تعالیٰ پر پہلے شخص کیلئے جو ذمہ ہے اسے تو بیان کر دیا گیا ہے کہ اسے دین اور دنیا دونوں جگہ کیا کیا انعامات ملیں گے لیکن دوسرے اور تیسرے شخص کیلئے جو ذمہ اللہ پر ہے چونکہ وہ ظاہر تھا اس لئے اس کو بیان کرنے کی ضرورت محسوس نہیں کی گئی "گھر میں سلام کرتا ہوا داخل ہو" اس کے دو معنی ہیں ایک تو یہ کہ گھر میں داخل ہو تو گھر والوں کو سلام کرے۔ چنانچہ اس صورت میں اس کیلئے اللہ پر یہ ذمہ ہے کہ اس کو

اور اس کے گھر والوں کو خیر و برکت سے نوازے گا اور ان پر اپنی رحمتوں اور عنایتوں کے دروازے کھول دے گا دوسرے معنی یہ ہیں کہ جب گھر میں داخل ہو جائے تو لوگوں کی صحبت سے امن و سلامتی حاصل کرنے کیلئے گھر ہی میں رہنا اپنے اوپر لازم کر لے اور گھر سے باہر نہ نکلے چنانچہ اس صورت میں اس کیلئے اللہ پر یہ ذمہ ہے کہ وہ اسے مصائب و آفات سے محفوظ و سلامت رکھے گا۔

وعنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من خرج من بيته متطهرا الى صلاة مكتوبة فاجره كاجر الحاج المحرم ومن خرج الى تسبيح الضحى لا ينصبه الا اياه فاجره كاجر المعتمر وصلاة على اثر صلاة لا لغو بينهما كتاب في عليين. (رواه احمد وابو دائود)

اور حضرت ابوامامہؓ راوی ہیں کہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جو شخص وضو کر کے گھر سے نکلے اور فرض نماز ادا کرنے کیلئے مسجد جائے تو اس کو اتنا ثواب ملے گا جتنا احرام باندھ کر حج کرنے (جانے) والے کو ملتا ہے اور جو شخص چاشت کی (نفل) نماز ہی کیلئے تکلیف اٹھا کر (گھر سے) نکلے (یعنی بغیر کسی غرض اور ریا کے محض چاشت کی نماز پڑھنے ہی کے قصد سے گھر سے نکلے) تو اس کا ثواب عمرہ کرنے والے کے ثواب کے برابر ہے۔ اور (ایک) نماز کے بعد (دوسری) نماز پڑھنا اور ان دونوں نمازوں کے درمیانی وقت میں لغو بے ہودہ باتیں نہ کرنا ایسا عمل ہے جو علیین میں لکھا جاتا ہے۔ (احمد، ابوداؤد)

تشریح: اس حدیث میں وضو کو احرام سے اور نماز کو حج سے مشابہت دی گئی ہے اور دونوں میں تشبیہ کی وجہ یہ ہے کہ جس طرح حاجی حج کے ارادہ سے گھر سے نکلتا ہے اور احرام باندھ کر حج کو جاتا ہے تو جس وقت وہ گھر سے نکلتا ہے اسی وقت سے اسے ثواب ملنا شروع ہو جاتا ہے اور اس کے ثواب کا سلسلہ اس کے واپس آ جانے تک جاری رہتا ہے اسی طرح جب کوئی شخص محض نماز کے ارادہ سے نکلتا ہے تو وہ جس وقت گھر سے نکلتا ہے اسے بھی اسی وقت سے ثواب ملنا شروع ہو جاتا ہے اور جب تک وہ نماز وغیرہ سے فارغ ہو کر گھر واپس نہیں آ جاتا اسے ثواب برابر ملتا ہے لیکن اتنی بات بھی سمجھ لیجئے کہ نمازی اور حاجی کے ثواب میں یہ برابری بہمہ وجوہ نہیں ہے ورنہ تو حج کرنے کے کوئی معنی نہیں رہ جائیں گے۔ یعنی اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ ثواب میں دونوں بالکل برابر ہیں کیونکہ حاجی کا ثواب نمازی کے ثواب سے بہت زیادہ ہوتا ہے۔

اس حدیث سے یہ بات بھی معلوم ہوگئی کہ حج کی بہ نسبت عمرہ کو وہی حیثیت حاصل ہے جو فرض نماز کی بہ نسبت نفل نماز کو حاصل ہے۔ کتاب فی علیین سے حدیث کے آخری جزو کا مطلب کنایۃ یہ معلوم ہوتا ہے کہ جو شخص نماز کی مداومت و محافظت کرے یعنی تمام نمازوں کو پابندی سے ادا کرتا ہے اور نماز کو اس کی تمام شرائط و آداب کا لحاظ کرتے ہوئے اس طرح پڑھتا رہے کہ اس کے اس عمل اور نیت میں نماز کے منافی کسی چیز کا دخل نہ ہو تو یہ ایک ایسی چیز ہے جس سے اعلیٰ اور بہتر کوئی عمل نہیں ہے۔ جو فرشتے نیکیاں لکھنے پر مامور ہیں ان کے دفتر کا نام علیین ہے کہ تمام نیک اعمال وہیں جمع ہوتے ہیں۔

وعن ابى هريرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا مررتم برياض الجنة فارتعوا قيل يا رسول الله وما رياض الجنة قال المساجد قيل وما الرتع يا رسول الله قال سبحان الله والحمد لله ولا اله الا الله والله اكبر. (رواه الترمذى)

''اور حضرت ابو ہریرہؓ راوی ہیں کہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم جنت کے باغوں میں جایا کرو تو وہاں میوہ کھایا کرو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ یا رسول اللہ! دنیا میں جنت کے باغ کہاں ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مسجدیں (جنت کے باغ ہیں) پھر پوچھا گیا کہ یا رسول اللہ! میوہ کھانا کیا ہے (یعنی ان میں میوہ کس طرح کھایا کریں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر مسجدوں میں ان کلمات کا ورد رکھنا میوہ کھانا ہے''۔ (ترمذی)

تشریح: مساجد کو جنت کے باغ اس لئے کہا گیا ہے کہ ان میں عبادت کرنا اور نماز پڑھنا جنت کے باغوں کے حاصل ہونے کا سبب ہے۔ رتع دراصل اسے کہتے ہیں کہ باغ میں جا کر اچھی طرح میوے اور لذیذ چیزیں کھائی جائیں اور نہر وغیرہ کی سیر کی جائے جیسا کہ باغوں میں جانے والے لوگ یہ کیا کرتے ہیں پھر یہ لفظ ثواب عظیم کے مرتبہ پر پہنچنے کے معنی میں استعمال کیا گیا ہے۔

بہر حال اس حدیث کا حاصل یہ ہے کہ جب تم مسجدوں میں جاؤ تو مذکورہ تسبیحات پڑھا کرو کیونکہ اس سے بہت زیادہ ثواب حاصل ہوتا ہے۔

وعنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من اتی المسجد لشئی فھو حظہ (رواہ ابوداؤد)

''اور حضرت ابو ہریرہؓ راوی ہیں کہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جو شخص (دین یا دنیا کے) جس کام کیلئے مسجد میں آئے گا اسے اسی میں سے حصہ ملے گا''۔ (ابوداؤد)

تشریح۔ مطلب یہ ہے کہ جو شخص مسجد میں جس غرض سے آئے گا وہی اس کا نصیب ہوگا۔ یعنی اگر عبادت کیلئے آئے گا تو اسے ثواب ملے گا اور اگر کسی دنیوی زندگی کی غرض سے آئے گا تو گرفتار وبال ہوگا۔ گویا یہ حدیث مضمون کے اعتبار سے نیت کی مشہور حدیث انما الاعمال بالنیات کا ایک جزو ہے۔ آپ دونوں کو ملالیں۔ پہلی روایت کو بھی اور دوسری کو بھی۔

وَعَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ اَبِيهِ عَنْ جَدِّهٖ قَالَ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ تَنَاشُدِ
حضرت عمرو بن شعیبؓ اپنے باپ سے وہ اپنے دادا سے روایت بیان کرتا ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع کیا ہے۔
الْاَشْعَارِ فِي الْمَسْجِدِ وَعَنِ الْبَيْعِ وَالْاِشْتِرَاءِ فِيهِ وَ اَنْ يَتَحَلَّقَ النَّاسُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ قَبْلَ الصَّلَاةِ فِي
مسجد میں شعر پڑھنے سے اور خرید وفروخت کرنے سے اور یہ کہ لوگ جمعہ کے دن مسجد میں نماز سے پہلے حلقہ باندھ
الْمَسْجِدِ. (رواہ ابوداؤد والترمذی)
کر بیٹھیں۔ روایت کیا اس کو ابوداؤد اور ترمذی نے۔

تشریح: حاصل حدیث:۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسجد میں تین باتوں سے منع فرمایا'

(۱) مسجد میں نامناسب برے اشعار پڑھنے سے۔ وہ اشعار جو مذموم ہیں' اشعار مذمومہ یا وہ اشعار جو اہل حق کی مذمت پر محمول ہوں' اگر مؤمنین کی مدح میں یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحابہؓ کی مدح میں ہوتو وہ جائز ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خود حضرت حسان کو منبر پر بٹھا کر اشعار سنا کرتے تھے تو معلوم ہوا کہ موجودہ زمانے میں جو نظمیں ونعتیں جو مساجد میں ہوتی ہیں یہ جائز ہے۔

(۲) مسجد میں خرید وفروخت سے منع فرمایا معتکف کو بیع وشراء کی اجازت ہے بشرطیکہ مبیع کو مسجد میں حاضر نہ کرے (۳) مسجد میں جمعہ سے پہلے حلقہ بنا کر بیٹھنے سے منع فرمایا اس لیے کہ یہ حلقہ بنا کر بیٹھنا خطبہ کے سننے میں مخل ہے۔ لہٰذا خطبہ کے دوران حلقہ بنا کر بیٹھنا درست نہیں۔

وَعَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا رَاَيْتُمْ مَنْ يَبِيْعُ اَوْ يَبْتَاعُ فِي
حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس وقت تم دیکھو کسی شخص کو کہ وہ بیچتا ہے یا خریدتا ہے
الْمَسْجِدِ فَقُوْلُوْا لَا اَرْبَحَ اللّٰهُ تِجَارَتَكَ وَ اِذَا رَاَيْتُمْ مَنْ يَنْشُدُ فِيهِ ضَالَّةً فَقُوْلُوْا لَا رَدَّهَا اللّٰهُ
مسجد میں کہو اللہ تیری تجارت میں نفع نہ دیوے اور اگر دیکھو تم کہ کوئی شخص اپنی گمشدہ چیز مسجد میں تلاش کر رہا ہے کہو اللہ تجھ پر نہ
عَلَيْكَ. (رواہ الترمذی و الدارمی)
لوٹائے۔ روایت کیا اس کو ترمذی اور دارمی نے۔

تشریح: حاصل حدیث:۔ جب تم کسی کو مسجد میں خرید وفروخت کرتے دیکھو تو اس کو کہو لا اربح اللہ تجارتک اللہ نہ نفع دے تیری تجارت کا اس میں دو احتمال ہیں کہ امر یہ شدت رفق سے ہے یا شدت بددعا کی قبیل سے ہے اس کا دارومدار لا کے مدخول کے مذکور ومعدوم ہونے پر ہے اور اگلے جملے کی وضاحت بھی ماقبل میں گزر چکی ہے۔ فلاتعودہ یہ وضع الشئی فی غیر محلہ ہے اور ظالم ہونے کی وجہ سے بددعا کا مستحق ہے۔

وَعَنْ حَكِيْمِ بْنِ حِزَامٍ قَالَ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يُسْتَقَادَ فِي الْمَسْجِدِ وَ اَنْ

حضرت حکیمؓ بن حزام سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے کہ مسجد میں قصاص لیا جائے

يُنْشَدَ فِيْهِ الْاَشْعَارُ وَاَنْ تُقَامَ فِيْهِ الْحُدُوْدُ. رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ فِيْ سُنَنِهٖ وِصَاحِبُ جَامِعِ الْاُصُوْلِ فِيْهِ عَنْ

اور یہ کہ اس میں اشعار پڑھے جائیں اور یہ کہ اس میں حدیں قائم کی جائیں۔ روایت کیا اس کو ابوداؤد نے اپنی سنن میں اور صاحب جامع الاصول میں

حَكِيْمٍ وَفِي الْمَصَابِيْحِ عَنْ جَابِرٍ.

حکیم سے اور مصابیح میں جابر سے۔

تشریح: قصاص فی المسجد سے نہی کی علت اور اقامت حدود فی المسجد سے نہی کی علت یہ ہے کہ اس میں مسجد کے تلوث بالدم ہونے کا خطرہ ہے۔ وفی الجامع الاصول الخ سے صاحب مشکوٰۃ صاحب مصابیح پر اعتراض کر رہے ہیں کہ اس حدیث کے بارے میں کتب حدیث میں بتلایا گیا ہے کہ یہ حکیم بن حزامؓ کے واسطے سے منقول ہے لیکن مصابیح میں یہ جابرؓ کے واسطے سے منقول ہے اور جابرؓ والی حدیث ہمیں نہیں ملی۔

وَعَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ قُرَّةَ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنْ هَاتَيْنِ الشَّجَرَتَيْنِ يَعْنِى الْبَصَلَ

حضرت معاویہؓ سے روایت ہے اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں بے شک نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں درختوں کے کھانے سے منع کیا ہے۔ یعنی لہسن اور پیاز

وَالثُّوْمَ وَقَالَ مَنْ اَكَلَهُمَا فَلَا يَقْرَبَنَّ مَسْجِدَنَا وَقَالَ اِنْ كُنْتُمْ لَا بُدَّ اٰكِلِيْهِمَا فَاَمِيْتُوْهُمَا طَبْخًا. (رواہ ابوداؤد)

اور فرمایا جو شخص ان دونوں کو کھائے ہماری مسجد کے قریب نہ آئے اور فرمایا اگر تم نے ضروری طور پر ان کو کھانا ہے۔ ان کی بو کو پکا کر کھالو۔ روایت کیا اس کو ابوداؤد نے۔

تشریح: حاصل حدیث:۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دو پودوں یعنی وصل اور تھوم کے کھانے سے منع فرمایا۔ آگے راوی تفسیر کر رہے ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے ان کو کھالیا وہ ہماری مسجد کے قریب بھی نہ آئے۔ مسجد سے مراد معاشرہ مسلمین ہے۔ فرمایا اگر تم نے کھانے ہی ہیں تو پھر ان کو پکا کر ان کی بدبو کو زائل کر کے پھر کھاؤ۔

وَعَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْاَرْضُ كُلُّهَا مَسْجِدٌ اِلَّا الْمَقْبَرَةَ وَالْحَمَّامَ (ابوداؤد وغیرہ)

حضرت ابوسعیدؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا زمین سب کی سب مسجد ہے سوائے قبرستان اور حمام کے روایت کیا اس کو ابوداؤد ترمذی اور دارمی نے۔

تشریح: حاصل حدیث:۔ فرمایا تمام روئے زمین جائے نماز ہے۔ بشرطیکہ وہ اپنی اصلی حالت پر ہو عوارض کی وجہ سے متاثر نہ ہو۔ (مسجد سے لغوی معنی مراد ہے) مگر قبرستان اور حمام قبرستان کا استثناء کیا اس لیے کہ اس میں ابہام شرک ہے اور دوسرا تعظیم قبور ہے اور حمام کا استثناء اس میں نماز پڑھنا اس لیے جائز نہیں کہ یہ مواضع مختقرہ ہیں لیکن اگر ان دونوں جگہوں میں نماز پڑھ لی جائے تو ہو جائے گی۔

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يُصَلّٰى فِيْ سَبْعَةِ مَوَاطِنَ فِي الْمَزْبَلَةِ

حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہا منع کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سات جگہوں میں نماز پڑھنے سے نجاست پڑنے کی جگہ میں جانوروں کے ذبح ہونے کی

وَالْمَجْزَرَةِ وَالْمَقْبَرَةِ وَقَارِعَةِ الطَّرِيْقِ وَفِي الْحَمَّامِ وَفِيْ مَعَاطِنِ الْاِبِلِ وَفَوْقَ ظَهْرِ بَيْتِ اللّٰهِ. (ابن ماجہ وغیرہ)

جگہ میں اور مقبروں میں اور چوراہوں میں اور حمام میں اور اونٹوں کے بندھنے کی جگہ میں اور بیت اللہ کی چھت کے اوپر روایت کیا اس کو ترمذی اور ابن ماجہ نے۔

تشریح: سوال: بظاہر دونوں حدیثوں میں تعارض ہے۔ پہلی حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ صرف دو جگہوں میں نماز پڑھنا منع ہے اور اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے سات جگہوں میں نماز پڑھنا منع ہے اس حدیث میں مزید پانچ اور کا بھی ذکر ہے؟

جواب: پہلی حدیث کا مطلب یہ ہے کہ مقبرہ اور حمام اور وہ جگہیں جو ان دونوں کے حکم میں ہوں ان میں نماز نہیں پڑھ سکتے اب کوئی اشکال نہیں رہا۔
حاصل حدیث کا یہ ہے سات جگہوں میں نماز پڑھنے سے منع فرمایا۔(۱) المزبلة' گوبر کے ڈالنے کی جگہ' علت نہی جگہ کا نجس ہونا ہے۔
(۲) مجزرہ' ذبح کرنے کی جگہ' علت نہی جگہ کا نجس ہونا۔(۳) مقبرہ علت نہی ابہام شرک کی وجہ سے (۴) قارعة الطریق گزرگاہ میں نماز پڑھنے سے منع فرمایا علت نہی تا کہ گزرنے والوں کو تشویش نہ ہو' نہ خود گنہگار ہو اور نہ دوسروں کو گنہگار کرے' کوئی آگے سے گزرے گا تو یہ مصلی شک میں پڑ جائے گا کہ میری نماز ہوئی ہے یا نہیں (۵) حمام علت نہی یہ غسالة الناس کے گرنے کی جگہ ہے نیز مواضع تحقرۃ میں سے ہے۔(۶) معاطن الابل' اونٹوں کے باڑے میں نماز پڑھنے سے منع فرمایا' علت نہی یہ ہے کہ اسے اس جگہ نماز پڑھنے میں یکسوئی حاصل نہیں ہوگی اور ضرر کا بھی اندیشہ ہے۔(۷) کعبة اللہ کی چھت پر نماز پڑھنے سے منع فرمایا' علت نہی احترام کعبہ۔ پہلی دو جگہوں میں نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے اور آخری پانچ مواضع میں نماز پڑھنا مکروہ تنزیہی ہے' اگر ان جگہوں پر نماز پڑھے گا تو نماز ہو جائے گی۔ واللہ اعلم بالصواب۔

وَعَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلُّوْا فِي مَرَابِضِ الْغَنَمِ وَلَا تُصَلُّوْا فِي
حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز نہ پڑھو بکریوں کے باندھنے کی جگہ میں اور نہ نماز پڑھو
اَعْطَانِ الْاِبِلِ. (رواه الترمذی)
اونٹوں کے باندھنے کی جگہ میں۔ روایت کیا اس کو ترمذی نے۔

تشریح: بکریوں کے باڑے میں نماز پڑھنے کی اجازت دی اور اونٹوں کے باڑے میں نماز پڑھنے سے منع فرمایا۔ وجہ فرق نجاست و عدم نجاست نہیں بلکہ وجہ فرق ایذا رسانی کا ہونا نہ ہونا ہے۔ ضرر اور عدم ضرر کا ہونا ہے۔ مرابض الغنم وغیرہ میں نماز کے پڑھنے کا مسئلہ کتاب الطہارۃ میں گزر چکا ہے۔ وہاں ملاحظہ فرمائیں۔

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زَائِرَاتِ الْقُبُوْرِ وَالْمُتَّخِذِيْنَ عَلَيْهَا
حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ لعنت کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبروں کی زیارت کرنے والی عورتوں پر اور جو قبروں پر
الْمَسَاجِدَ وَالسُّرُجَ. (رواه ابوداؤد و الترمذی والنسائی)
مسجدیں پکڑیں اور چراغ روشن کریں۔ روایت کیا اس کو ابوداؤد' ترمذی اور نسائی نے۔

تشریح: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان عورتوں پر لعنت فرمائی جو قبور کی زیارت کرنے والی ہیں۔
مسئلہ: زیارات قبور للنساء جائز ہے یا نہیں؟ اس پر تو اتفاق ہے کہ ابتداء زیارت قبور ممنوع تھی مردوں کے لیے اور عورتوں دونوں کے لیے۔ بعد میں رجال کے لیے اباحت ہوگئی' پھر آیا عورتوں کیلئے اباحت ہوئی یا نہیں؟
اس میں دو قول ہیں: (۱) بعض حضرات کے نزدیک اباحت للنساء نہیں ہوئی۔ اس صورت میں حدیث اپنے ظاہر پر ہے۔
(۲) اباحت دونوں کیلئے ہوگئی' مردوں کے لیے بھی اور عورتوں کیلئے بھی یہ جمہور کا مذہب ہے اس صورت میں اشکال ہوگا کہ پھر لعنت کیسے فرمائی؟
جواب: (۱) یہ حدیث اباحت سے پہلے کی ہے۔ جواب (۲) اس کا مصداق وہ عورتیں ہیں جو شریعت کی رعایت نہ رکھ سکیں۔
اب گویا کہ عورتوں کی دو قسمیں ہیں۔(۱) وہ عورتیں جو زیارت قبور کے وقت حدود شرعی کو برقرار رکھتی ہوں ان کے لیے زیارت مباح ہے۔
(۲) وہ عورتیں جو زیارت قبور کے وقت حدود شریعت کی رعایت نہ رکھ سکتی ہوں ان کے لیے زیارت قبور جائز نہیں ہے۔ اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں پر بھی لعنت فرمائی جو قبور پر چراغ جلانے والے ہیں۔ بشرطیکہ کوئی مصلحت نہ ہو' لعنت کی وجہ یہ ہے کہ اس چراغ جلانے میں مال کا ضیاع اور اسراف ہے اور نیز اس میں قبور کی تعظیم بھی ہے جو شریعت کی جانب سے مامور نہیں ہے' ہاں اگر کوئی مصلحت ہو چراغ جلانے میں مثلاً تا کہ کوئی راستہ دیکھ لے وغیرہ تو پھر جلانا جائز ہے۔ باب الجنائز میں یہ حدیث دوبارہ آئے گی جواب (۳) اس سے مراد وہ عورتیں ہیں جنہوں نے

زیارات قبور کواپنا پیشہ بنا رکھا ہو۔ بقرینہ زائرات القبور اس میں یہی الفاظ ہیں کبھی کبھار تذکرآ خرت کیلئے جانے والی اس سے مستثنیٰ ہیں۔

وَعَنْ اَبِی اُمَامَةَ قَالَ اِنَّ حِبْرًا مِّنَ الْیَهُوْدِ سَئَالَ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَیُّ الْبُقَاعِ خَیْرٌ فَسَکَتَ

ابوامامہؓ سے روایت ہے کہ ایک یہودی عالم نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ کونسی جگہ بہتر ہے۔ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم جواب دینے سے چپ رہے

عَنْهُ وَقَالَ اَسْکُتُ حَتّٰی یَجِیْءَ جِبْرِیْلُ فَسَکَتَ وَجَآءَ جِبْرِیْلُ عَلَیْهِ السَّلَامُ فَسَئَالَ فَقَالَ مَا الْمَسْئُوْلُ

اوردل میں کہا کہ میں چپ رہوں گا۔ یہاں تک کہ جبرئیل آئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم چپ رہے اور جبرئیل آئے۔ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا اس نے

عَنْهَا بِاَعْلَمَ مِنَ السَّائِلِ وَلٰکِنْ اَسْئَلُ رَبِّیْ تَبَارَکَ وَ تَعَالٰی ثُمَّ قَالَ جِبْرِیْلُ یَا مُحَمَّدُ اِنِّیْ دَنَوْتُ مِنَ

کہا جس سے پوچھا گیا ہے اس کو پوچھنے والے سے زیادہ علم نہیں۔ لیکن میں اپنے رب تبارک وتعالیٰ سے سوال کروں گا۔ پھر جبریلؑ نے کہا اے محمد میں اللہ کے

اللّٰهِ دُنُوًّا مَا دَنَوْتُ مِنْهُ قَطُّ قَالَ وَ کَیْفَ کَانَ یَا جِبْرِیْلُ قَالَ کَانَ بَیْنِیْ وَبَیْنَهٗ سَبْعُوْنَ اَلْفَ حِجَابٍ مِنْ

اس قدر نزدیک ہوا آج تک کبھی اتنا زیادہ نزدیک نہیں ہوا۔ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا کیسے اے جبرئیل کہا میرے اور اس کے درمیان ستر ہزار نور کے

نُوْرٍ فَقَالَ شَرُّ الْبِقَاعِ اَسْوَاقُهَا وَ خَیْرُ الْبِقَاعِ مَسَاجِدُهَا رَوَاهُ حِبَّانُ فِیْ صَحِیْحِهٖ عَنْ اِبْنِ عُمَرَ.

پردے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے بدترین جگہیں بازار ہیں اور بہترین جگہیں مسجدیں ہیں۔ روایت کیا اس کو ابن حبان نے اپنی صحیح میں ابن عمرؓ سے۔

تشریح: حاصل حدیث کا یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک یہودی عالم نے سوال کیا کہ ای البقاع خیر تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم خاموش رہے کوئی جواب نہ دیا۔ (قال اسکت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دل میں سوچا' خیال کیا کہ میں خاموش رہوں گا یہاں تک کہ جبرئیل علیہ السلام آئیں گے)۔ پس حضور صلی اللہ علیہ وسلم خاموش رہے اور جبرئیل علیہ السلام تشریف لائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جبرئیل علیہ السلام سے یہی سوال کیا۔ جبرئیل علیہ السلام نے کہا ماالمسؤل عنها با علم من السائل۔ اور لیکن میں اپنے رب سے جا کر سوال کرتا ہوں پھر آ کر بتلاؤں گا۔

قولہ' ثم قال میں ثم تراخی کیلئے ہے یعنی یہ گئے سوال کیا وہاں سے جواب حاصل کیا پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تشریف لائے' پھر فرمایا یا محمد الخ جبرئیلؑ فرماتے ہیں کہ مجھے اللہ کا قرب اتنا نصیب ہوا کہ اس سے پہلے اتنا قرب کبھی بھی حاصل نہیں ہوا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بتاؤ تو سہی اے جبرئیل علیہ السلام کیسے ہوا؟ جبرئیل علیہ السلام نے کہا کہ اتنا قرب ہوا کہ میرے درمیان اور اللہ کے درمیان ستر ہزار نوری پردے کا فاصلہ رہ گیا تھا' یہ قرب اس لیے کہ یہ سفر بارگاہ الٰہی میں سفر علم تھا اور نیز یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قاصد تھے اور علم مساجد سے متعلق تھا فرمایا شر البقاع اسواقها وخیر البقاع مساجدها۔ یہاں شر البقاع کا ذکر پہلے کیا اس لیے کہ دفع مضرت جلب منفعت سے اولیٰ ہوتی ہے اور اسی بات کی طرف اشارہ کر دیا کہ خیر البقاع میں جاؤ یا نہ جاؤ کم از کم شر البقاع میں تو نہ جاؤ۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عالم الغیب صرف اللہ ہی کی ذات ہے نہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم عالم الغیب ہیں اور نہ ہی جبرئیل علیہ السلام والصلوٰۃ عالم الغیب ہیں۔ واللہ اعلم بالصواب۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ مَنْ جَآءَ مَسْجِدِیْ هٰذَا لَمْ

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا فرماتے تھے جو شخص میری اس مسجد میں آئے نہیں آتا

یَاْتِ اِلَّا لِخَیْرٍ یَتَعَلَّمُهٗ اَوْ یُعَلِّمُهٗ فَهُوَ بِمَنْزِلَةِ الْمُجَاهِدِ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَ مَنْ جَآءَ لِغَیْرِ ذٰلِکَ فَهُوَ

مگر کسی خیر کیلئے اس کو سیکھتا ہے یا اس کو سکھائے وہ مجاہد کی مانند اللہ کے راستہ میں جہاد کرتا ہے اور جو اسکے علاوہ کسی اور کام کیلئے آئے اس کی مثال

بِمَنْزِلَةِ الرَّجُلِ يَنْظُرُ اِلَى مَتَاعِ غَيْرِهٖ. (رواه ابن ماجة والبيهقى شعب الايمان)

اس شخص کی مانند ہے جو غیر کے اسباب کی طرف دیکھتا ہے روایت کیا اس کو ابن ماجہ اور بیہقی نے شعب الایمان میں۔

تشریح: مسجدی ہذا یہ کوئی احتراز کے لیے نہیں ہے چونکہ وہیں اسی مسجد میں بیٹھے تھے تو محل کلام ہونے کی وجہ سے تخصیص فرمائی۔ حاصل حدیث کا یہ ہے کہ جو شخص تعلیم و تعلم کی نیت سے مسجد میں جاتا ہے تو ایسا شخص مجاہد فی سبیل اللہ کی طرح ہے۔ (کیونکہ جس طرح مجاہد کا نفع متعدی ہوتا ہے اسی طرح اس کا بھی نفع متعدی ہوتا ہے اور جس طرح جہاد بعض صورتوں میں فرض عین اور بعض صورتوں میں فرض کفایہ ہو جاتا ہے اسی طرح بعض چیزوں کو سیکھنا و سکھانا فرض عین اور بعض کو فرض کفایہ ہو جاتا ہے) لیکن جو شخص بنیت فاسدہ تعلیم و تعلم کی نیت کے علاوہ کے ساتھ مسجد میں آئے مثلاً سونے وغیرہ کے لیے آرام کے لیے یا کسی اور غرض کیلئے یہ اس شخص کی طرح ہے جو اپنے غیر کے سامان کی طرف دیکھے۔ یعنی جیسے یہ شخص جو دوسرے کے سامان کی طرف دیکھ رہا ہے اپنے پاس کچھ نہیں ہے یہ شخص سوائے حسرت اور افسوس کے کچھ نہیں کر سکتا۔ اسی طرح جو شخص تعلیم و تعلم کی نیت کے علاوہ کے ساتھ مسجد میں آیا ہو تو وہ قیامت کے دن اس شخص کے اجر و ثواب کو جو تعلیم و تعلم کے لیے مسجد میں آیا ہو دیکھ کر افسوس اور حسرت کرے گا۔

سوال: من جاء لغير ذالك: اس میں تو نماز بھی داخل ہو گئی حالانکہ یہ داخل نہیں ہے؟ جواب: نماز تو اصل کلام میں داخل ہی نہیں ہے۔ زیر بحث ہی نہیں ہے کیونکہ یہ تو مساجد کا موضوع لہ ہے لغير ذالك سے مراد نماز کے علاوہ دوسرے امور ہیں۔

وَعَنِ الْحَسَنِ مُرْسَلًا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَاْتِي عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ يَكُوْنُ حَدِيْثُهُمْ فِي

حضرت حسنؓ سے مرسل روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لوگوں پر ایک زمانہ آئے گا ان کی باتیں

مَسَاجِدِهِمْ فِي اَمْرِ دُنْيَاهُمْ فَلَا تُجَالِسُوْهُمْ فَلَيْسَ لِلّٰهِ فِيْهِمْ حَاجَةٌ رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِي شُعَبِ الْاِيْمَان.

مسجدوں میں ہوں گی دنیا کے متعلق ان کے پاس نہ بیٹھو ان میں اللہ کو کچھ حاجت نہیں ہے۔ روایت کیا اس کو بیہقی نے شعب الایمان میں۔

تشریح: حاصل حدیث:۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! لوگوں پر ایسا زمانہ آئے گا کہ لوگ مساجد میں بیٹھ کر اپنی دنیاوی معاملے کی باتیں کریں گے، فرمایا تم ان کی مجالست اختیار نہ کرو، پس نہیں ہے اللہ کے لیے ان کے بارے میں کوئی حاجت 'فليس لله فيهم حاجة. یہ کنایہ ہے کہ ان کا عمل اللہ تعالیٰ کے ہاں مقبول نہیں ہو گا ورنہ اللہ کو تو کسی کے بھی عمل کی کوئی ضرورت نہیں۔

وَعَنِ السَّائِبِ بْنِ يَزِيْدَؓ قَالَ كُنْتُ نَائِمًا فِي الْمَسْجِدِ فَحَصَبَنِيْ رَجُلٌ فَنَظَرْتُ فَاِذَا هُوَ عُمَرُ بْنُ

حضرت سائب بن یزیدؓ سے روایت ہے میں مسجد میں سویا ہوا تھا مجھ کو ایک شخص نے کنکری ماری میں نے دیکھا اچانک وہ عمر بن

الْخَطَّابِؓ فَقَالَ اذْهَبْ فَاْتِنِيْ بِهٰذَيْنِ فَجِئْتُهُ بِهِمَا فَقَالَ مِمَّنْ اَنْتُمَا اَوْ مِنْ اَيْنَ اَنْتُمَا قَالَا مِنْ اَهْلِ

خطاب تھے کہا جا ان دو شخصوں کو میرے پاس لاؤ میں ان دونوں کو لایا پس کہا تم کن لوگوں میں سے ہو یا تم دونوں کہاں کے ہوں

الطَّائِفِ قَالَ لَوْ كُنْتُمَا مِنْ اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ لَاَوْجَعْتُكُمَا تَرْفَعَانِ اَصْوَاتَكُمَا فِيْ مَسْجِدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ

ان دونوں نے کہا ہم طائف کے رہنے والے ہیں فرمایا اگر تم مدینہ کے رہنے والے ہوتے میں تم کو تکلیف دیتا تم رسول اللہ

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (صحيح البخارى)

صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں آواز بلند کرتے ہو۔ روایت کیا اس کو بخاری نے۔

تشریح: حاصل حدیث:۔ حضرت سائب بن یزیدؓ فرماتے ہیں کہ میں مسجد میں سویا ہوا تھا کہ ایک آدمی نے مجھے کنکری (پتھر مارا) ماری، میں نے اچانک دیکھا تو وہ عمر بن الخطابؓ تھے۔ حضرت عمر بن الخطابؓ نے فرمایا جاؤ ان دو آدمیوں کو میرے پاس پکڑ کر لاؤ میں ان کو پکڑ کر

لایا' حضرت عمر بن الخطابؓ نے پوچھا تم کون سے قبیلے سے ہو؟ یا فرمایا کہ کہاں سے آئے ہو؟ راوی کو شک ہے۔ انہوں نے کہا ہم طائف والوں میں سے ہیں' عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا! اگر تم مدینہ والوں میں سے ہوتے تو میں تمہاری سخت پٹائی کرتا' تم مسجد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں آواز اپنی بلند کر رہے ہو لیکن رعایت فرمائی کچھ نہیں کہا یا (سزا نہیں دی) تو مسافرت کی وجہ سے (مسافر ترقی کا مستحق ہوتا ہے) یا یہ کہ تم یہاں کے باشندے نہیں ہو اس لیے تمہیں مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی حرمت کا علم نہیں ہوا۔ تو معلوم ہوا کہ مسجد میں بلا ضرورت بلند آواز کرنا جائز نہیں۔ (نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ مسافر اور مقیم میں فرق ہے) باقی رہا یہ مسئلہ کہ رفع الصوت بالذکر جائز ہے یا نہیں؟ جائز ہے بشرطیکہ دوسرے کو ایذاء نہ ہو۔

وَعَنْ مَالِکٍ قَالَ بَنٰی عُمَرُ رَحْبَةً فِی نَاحِیَةِ الْمَسْجِدِ تُسَمَّی الْبُطَیْحَاءَ وَقَالَ مَنْ کَانَ یُرِیْدُ اَنْ
حضرت مالکؒ سے روایت ہے کہا کہ عمرؓ نے ایک چبوترہ بنوایا تھا جس کا نام بطیحا تھا اور فرمایا جو شخص بے معنی بات کرنا چاہے
یَلْفَظَ اَوْ یُنْشِدَ شِعْرًا اَوْیَرْ فَعَ صَوْتَهٗ فَلْیَخْرُجْ اِلٰی هٰذِهِ الرَّحْبَةِ. (رواه فی الموطا)
یا شعر پڑھنا چاہے یا اپنی آواز بلند کرنے کا ارادہ کرے وہ اس چبوترہ کی طرف نکل جائے۔ روایت کیا اس کو موطا نے۔

تشریح: حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مسجد کے ایک طرف وجانب میں ایک میدان بنایا جس کا نام رکھا گیا: بطیحاء اس کو بطیحاء کہتے تھے اس لیے کہ اس میں کنکریاں وغیرہ تھیں اور فرمایا کہ جو شخص شور وشغب کرنا چاہے یا اشعار کہنا چاہے یا اپنی آواز کو بلند کرے تو وہ اس رحبہ میں جا کر یہ کام کرے' مسجد میں نہ کرے۔ تو معلوم ہوا کہ مسجد کے ارد گرد کوئی ایسی جگہ ہونی چاہیے جس میں مباح امور کے لیے مشورہ وغیرہ کیا جائے۔

وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ رَاَی النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ نُخَامَةً فِی الْقِبْلَةِ فَشَقَّ ذَالِکَ عَلَیْهِ حَتّٰی رُئِیَ فِیْ
حضرت انسؓ سے روایت ہے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قبلہ کی جانب رینٹھ کو دیکھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ بات شاق گزری یہاں تک کہ اس کا اثر آپ صلی اللہ علیہ وسلم
وَجْهِهٖ فَقَامَ فَحَکَّهٗ بِیَدِهٖ فَقَالَ اِنَّ اَحَدَکُمْ اِذَا قَامَ فِی الصَّلٰوةِ فَاِنَّمَا یُنَاجِیْ رَبَّهٗ وَاَنَّ رَبَّهٗ بَیْنَهٗ وَبَیْنَ
کے چہرہ پر دیکھا گیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے اور اس کو اپنے ہاتھ کے ساتھ کھرچا اور فرمایا جس وقت ایک تمہارا نماز میں کھڑا ہو سوائے اس کے نہیں وہ اپنے
الْقِبْلَةِ فَلَا یَبْزُقَنَّ اَحَدُکُمْ قِبَلَ قِبْلَتِهٖ وَلٰکِنْ عَنْ یَّسَارِهٖ اَوْ تَحْتَ قَدَمِهٖ ثُمَّ اَخَذَ طَرَفَ رِدَآئِهٖ فَبَصَقَ
رب سے سرگوشی کرتا ہے اور تحقیق اس کا رب اس کے اور قبلہ کے درمیان ہوتا ہے تم میں سے کوئی اپنے قبلہ کی جانب نہ تھوکے لیکن اپنی بائیں جانب یا اپنے پاؤں کے نیچے
فِیْهِ ثُمَّ رَدَّ بَعْضَهٗ عَلٰی بَعْضٍ فَقَالَ اَوْ یَفْعَلُ هٰکَذَا. (صحیح البخاری)
پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی چادر کا کنارہ پکڑا اس میں تھوکا پھر اس کے بعض کو بعض سے ملا دیا پس فرمایا یا اس طرح کرے۔ روایت کیا اس کو بخاری نے۔

تشریح: حاصل حدیث:۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قبلہ میں تھوک کو پڑا ہوا دیکھا' فی القبلة یعنی مسجد کی اس دیوار میں جو قبلہ کو ملتی ہے اس میں تھوک پڑا دیکھا' آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ بہت گراں گزرا' یہاں تک کہ ناگواری کے آثار آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہرہ انور پر دکھائی دیئے گئے' آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کو گوارا نہ کر سکے' برداشت نہ کر سکے فوراً اپنے ید مبارک سے اس کو کھرچا اور باہر پھینک دیا' پھر فرمایا جو شخص تم میں سے نماز کے لیے کھڑا ہو پس وہ اپنے رب سے سرگوشی کرتا ہے اور بے شک اس کا رب اس مصلی اور اس کے قبلہ کے درمیان میں ہے۔ لہٰذا کوئی بھی قبلہ کی جانب نہ تھوکے اور لیکن اپنی بائیں جانب تھوکے بشرطیکہ کوئی نمازی نہ ہو۔ انّ ربهٗ بینهٗ وبین القبلة.

سوال: اس سے تو اللہ تعالیٰ کیلئے جہت لازم آئی حالانکہ اللہ تعالیٰ جنس اور جہات سے پاک ہے؟

جواب: یہ کنایہ ہے اس بات سے کہ سامنے والی جہت مناجات مع اللہ والی جہت ہے تو مناجات مع اللہ والی جہت ہونے کی وجہ سے معظم ہے۔ لہٰذا اس کی توہین نہیں ہونی چاہیئے' نیز احترام قبلہ بھی ہے۔ اگر بائیں جانب نمازی ہے تو پھر اپنے قدموں کے نیچے پھینک دے یہ سب باتیں اس صورت میں ہیں جب مسجد سے باہر ہو کسی صحراء وغیرہ میں نماز پڑھ رہا ہو کیونکہ مسجد میں تھوکنے سے مسجد کی عظمت متاثر ہوگی۔

اگر مسجد میں نماز پڑھ رہا ہے تو پھر یہی صورت متعین ہے کہ کپڑے وغیرہ میں ڈال کر اس کو مسل دے۔

وَعَنِ السَّائِبِ بْنِ خَلَّادٍ وَهُوَ رَجُلٌ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ رَجُلًا اَمَّ قَوْمًا

سائب بن خلادؓ سے روایت ہے کہا جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا صحابی ہے۔ کہا ایک آدمی ایک قوم کا امام تھا اس نے

فَبَصَقَ فِي الْقِبْلَةِ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْظُرُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

قبلہ کی طرف تھوکا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم دیکھ رہے تھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم جس وقت فارغ ہوئے اس کی قوم کو کہا یہ شخص تم کو نماز نہ پڑھائے۔

لِقَوْمِهٖ حِيْنَ فَرَغَ لَا يُصَلِّيْ لَكُمْ فَاَرَادَ بَعْدَ ذٰلِكَ اَنْ يُّصَلِّيَ لَهُمْ فَمَنَعُوْهُ فَاَخْبَرُوْهُ بِقَوْلِ رَسُوْلِ اللّٰهِ

اسکے بعد اس نے ان کو نماز پڑھانے کا ارادہ کیا انہوں نے اسے روک دیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کی خبر دی اس نے یہ بات رسول اللہ

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ ذٰلِكَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ نَعَمْ وَحَسِبْتُ اَنَّهٗ قَالَ

صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں اور میرا خیال ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو نے اللہ

اِنَّكَ قَدْ اٰذَيْتَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ. (رواه ابوداؤد)

اور اس کے رسول کو ایذا دی ہے۔ روایت کیا اس کو ابوداؤد نے۔

تشریح: وهو رجل: یہ نچلے راوی کی کلام ہے یہ تردد کو دفع کرنے کے لیے کہا' وجہ تردد یہ ہے کہ حاضرین مجلس میں سے کسی نے یہ شک کیا یہ سمجھ لیا کہ اس کو صحابیت حاصل نہیں ہے۔ راوی نے بتا دیا کہ هو رجل من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم .
حاصل حدیث:۔ واضح ہے کہ ایک آدمی نے قوم کی امامت کی اور قبلہ کی جانب میں اس نے تھوک دیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم دیکھ رہے تھے جس وقت وہ نماز سے فارغ ہوا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی قوم کو کہا کہ یہ شخص تم کو آئندہ نماز نہ پڑھائے۔ خود اس امام کو نہیں کہا سخت غصے کی وجہ سے اس کو مخاطب بنانے کے قابل بھی نہ سمجھا۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جو شخص کسی قوم کا رہنما یا مقتدیٰ ہوگا' چھوٹے سے جرم کی وجہ سے اس سے بڑا مواخذہ ہوگا عہدے سے ہٹا دیا جائے گا۔ جیسا کہ اس امام کو امامت والے عہدے سے معزول کر دیا گیا۔ اس کے بعد وہ شخص جب نماز کا وقت آیا تو اس نے نماز پڑھانے کا ارادہ کیا' مصلے پر آیا کیونکہ امام تھا ذمہ داری تھی تو قوم نے اس کو روک دیا کہ امام صاحب آپ پیچھے آ جائیں۔ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان اس کو سنایا' وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں گیا' یہ قصہ سنایا اور پوچھا' نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا کہ ہاں میں نے کہا ہے۔ راوی کہتے ہیں کہ میں گمان کرتا ہوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ الفاظ بھی فرمائے۔ انک قداذیت اللہ و رسولہٗ. ہر نافرمانی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف پہنچاتی ہے۔

وَعَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ قَالَ احْتُبِسَ عَنَّا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ غَدَاةٍ عَنْ صَلَاةِ الصُّبْحِ

حضرت معاذ بن جبلؓ سے روایت ہے کہا کہ ایک دن صبح کی نماز میں ہم سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیر کی قریب تھا کہ ہم سورج کی ٹکیہ دیکھ

حَتّٰى كِدْنَا نَتَرَاٰى عَيْنَ الشَّمْسِ فَخَرَجَ سَرِيْعًا فَثُوِّبَ بِالصَّلَاةِ فَصَلّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

لیتے آپ جلد نکلے نماز کی تکبیر کہی گئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھائی اور اپنی نماز میں تخفیف کی جب سلام پھیرا اپنی آواز سے پکارا اور فرمایا اپنی

وَسَلَّمَ وَتَجَوَّزَ فِيْ صَلَاتِهٖ فَلَمَّا سَلَّمَ دَعَا بِصَوْتِهٖ فَقَالَ لَنَا عَلٰى مَصَافِّكُمْ كَمَا اَنْتُمْ ثُمَّ انْفَتَلَ اِلَيْنَا ثُمَّ

اپنی صفوں پر بیٹھے رہو جس طرح کہ تم بیٹھے ہوئے ہو پھر ہماری طرف پھرے اور فرمایا آگاہ رہو میں تم کو بیان کرتا ہوں مجھ کو کس چیز نے آج صبح تم سے روکا

قَالَ اَمَا اِنِّيْ سَاُحَدِّثُكُمْ مَا حَبَسَنِيْ عَنْكُمُ الْغَدَاةَ اِنِّيْ قُمْتُ مِنَ اللَّيْلِ فَتَوَضَّأْتُ وَصَلَّيْتُ مَا قُدِّرَلِيْ

ہے میں رات کو کھڑا ہوا پس میں نے وضو کیا اور نماز پڑھی جو میرے مقدر میں تھی میں اپنی نماز میں اونگھا یہاں تک کہ میں بھاری ہوا نا گہاں

فَنَعَسْتُ فِيْ صَلَاتِيْ حَتّٰى اسْتَثْقَلْتُ فَاِذَا اَنَا بِرَبِّيْ تَبَارَکَ وَ تَعَالٰى فِيْ اَحْسَنِ صُوْرَةٍ فَقَالَ يَا

میں نے اپنے پروردگار بابرکت اور بلند قدر کو نہایت اچھی صورت میں دیکھا۔ پس کہا اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں نے کہا حاضر ہوں اے میرے

مُحَمَّدُ قُلْتُ لَبَّيْکَ رَبِّ قَالَ فِيْمَ يَخْتَصِمُ الْمَلَأُ الْاَعْلٰى قُلْتُ لَا اَدْرِيْ قَالَهَا ثَلَاثًا قَالَ فَرَاَيْتُهٗ

رب فرمایا مقربین فرشتے کس چیز میں گفتگو کر رہے ہیں میں نے کہا میں نہیں جانتا اللہ تعالیٰ نے یہ کلمہ تین دفعہ فرمایا حضرت نے فرمایا میں نے اللہ تعالیٰ

وَضَعَ کَفَّهٗ بَيْنَ کَتِفَيَّ حَتّٰى وَجَدْتُّ بَرْدَ اَنَامِلِهٖ بَيْنَ ثَدْيَيَّ فَتَجَلّٰى لِيْ کُلُّ شَيْءٍ وَعَرَفْتُ فَقَالَ

کو دیکھا کہ اس نے اپنا ہاتھ میرے کندھوں کے درمیان رکھا۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کی انگلیوں کی سردی میں نے اپنی چھاتی میں محسوس کی میرے

يَامُحَمَّدُ قُلْتُ لَبَّيْکَ رَبِّ قَالَ فِيْمَ يَخْتَصِمُ الْمَلَأُ الْاَعْلٰى قُلْتُ فِي الْکَفَّارَاتِ قَالَ مَاهُنَّ قُلْتُ

لئے ہر چیز ظاہر ہوگئی اور میں نے پہچان لیا پس فرمایا اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں نے کہا حاضر ہوں اے میرے رب فرمایا مقربین فرشتے کس چیز

مَشْيُ الْاَقْدَامِ اِلَى الْجَمَاعَاتِ وَالْجُلُوْسُ فِي الْمَسَاجِدِ بَعْدَ الصَّلَوَاتِ وَ اِسْبَاغُ الْوُضُوْءِ حِيْنَ

میں گفتگو کرتے ہیں میں نے کہا کفارات میں کہا اور وہ کیا میں نے کہا قدموں کے ساتھ جماعت کی طرف چلنا نماز کے بعد مسجدوں میں بیٹھ رہنا اور

الْکَرِيْهَاتِ قَالَ ثُمَّ فِيْمَ قُلْتُ فِي الدَّرَجَاتِ قَالَ وَمَا هُنَّ قُلْتُ اِطْعَامُ الطَّعَامِ وَلِيْنُ الْکَلَامِ وَ الصَّلٰوةُ

پورا کرنا وضو کراہت کے وقت فرمایا پھر کس چیز میں میں نے کہا درجات میں فرمایا وہ کیا ہیں میں نے کہا کھانا کھلانا اور بات میں نرمی کرنا اور رات کو

بِاللَّيْلِ وَالنَّاسُ نِيَامٌ قَالَ سَلْ قُلْتُ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْأَلُکَ فِعْلَ الْخَيْرَاتِ وَتَرْکَ الْمُنْکَرَاتِ وَحُبَّ

نماز پڑھنا جس وقت لوگ سوئے ہوئے ہوں فرمایا سوال کر میں نے کہا اے اللہ تجھ سے نیکیوں کے کرنے کا برائیوں کو چھوڑنے کا مسکینوں کی دوستی کا

الْمَسَاکِيْنِ وَاَنْ تَغْفِرَلِيْ وَتَرْحَمَنِيْ وَاِذَا اَرَدْتَ فِتْنَةً فِيْ قَوْمٍ فَتَوَفَّنِيْ غَيْرَ مَفْتُوْنٍ وَاَسْأَلُکَ حُبَّکَ

سوال کرتا ہوں اور یہ کہ تو مجھ کو بخش دے اور مجھ پر رحم فرما اور جس وقت کسی قوم کے ساتھ تو فتنہ کا ارادہ کرے مجھ کو مارے غیر فتنہ کے اور سوال کرتا ہوں

وَحُبَّ مَنْ يُّحِبُّکَ وَحُبَّ عَمَلٍ يُّقَرِّبُنِيْ اِلٰى حُبِّکَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّهَا حَقٌّ

میں تجھ سے تیری محبت کا اور اس شخص کی محبت کا جو تجھ سے محبت رکھتا ہے اور اس عمل کی محبت کا جو مجھ کو تیری محبت کے قریب کر دے۔ رسول اللہ صلی

فَادْرُسُوْهَا ثُمَّ تَعَلَّمُوْهَا رَوَاهُ اَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ وَالتِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ سَأَلْتُ

اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ خواب حق ہے اس کو یاد رکھو اور لوگوں کو سکھلاؤ۔ روایت کیا اس کو احمد نے اور ترمذی نے اور کہا

مُحَمَّدَ ابْنَ اِسْمٰعِيْلَ عَنْ هٰذَا الْحَدِيْثِ فَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ.

یہ حدیث حسن صحیح ہے اور میں نے محمد بن اسماعیل سے اس حدیث کے متعلق سوال کیا پس کہا یہ حدیث صحیح ہے۔

تشریح: معاذ بن جبلؓ فرماتے ہیں رک گئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس آنے سے ایک صبح فجر کی نماز کے وقت میں یہاں تک کہ قریب ہو گئے ہم کہ دیکھ لیں سورج کی شعاع کو یعنی بہت زیادہ تاخیر ہوگئی سورج نکلنے کے قریب تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم جلدی سے گھر سے نکلے پس اقامت کہی گئی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھائی اور تخفیف کی نماز میں قرأت کے اعتبار سے۔ پس جب سلام پھیرا تو بلند آواز سے پکارا (اعلان) کیا کہ تم اپنی جگہ پر بیٹھے رہو کوئی اُٹھ کر نہ جائے پھر ہماری طرف متوجہ ہوئے پھر فرمایا کہ عنقریب میں تم کو بتلاتا ہوں وہ چیز کہ جس نے روک دیا مجھ کو ہمارے پاس آنے سے صبح کے وقت میں وہ یہ ہے کہ میں رات کو نماز کے لیے کھڑا ہوا وضو کیا اور نماز پڑھی اتنی مقدار جو میرے لیے مقدر ہو چکی تھی پس مجھے اونگھ آ گئی نماز میں یہاں تک کہ میں بوجھل ہو گیا یعنی نیند مجھ پر غالب آ گئی پس اچانک میں

نے دیکھا اپنے رب کو انتہائی عمدہ صورت میں آگے وہی قصہ ہے جو ماقبل میں گزر چکا اس میں کچھ اضافہ ہے۔ یہاں ایک لفظ آیا ہے: فتجلی لی کل شئی: ملحدین کہتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم عالم الغیب ہیں کیونکہ یہاں پر کل استغراق کیلئے ہیں ہر چیز کائنات کی واضح ہوگئی۔

جواب: استغراق کی دو قسمیں ہیں: حقیقی اور عرفی اور کل کا مفاد استغراق کبھی حقیقی ہوتا ہے اور کبھی عرفی ہوتا ہے۔ حقیقی یہ ہے کہ جس چیز کو شامل ہو اس کے ہر ہر فرد کو شامل ہو جیسے عالم الغیب والشهادة اور ان الله علیٰ کلّ شئی قدیر. اور عرفی یہ ہے کہ جتنا عرف عام میں سمجھا جاتا ہو اس کو شامل ہو جیسے مختصر المعانی میں ہے۔ جَمَعَ الامیر المصاغة کہ امیر نے سناروں کو جمع کیا اس سے عرف عام میں یا تو اس کے شہر کے سنار مراد ہیں یا زیادہ سے زیادہ اس کے ملک کے اور اس کی سلطنت کے جو سنار ہیں وہ مراد ہیں سارے مراد نہیں۔ اب ہم کہتے ہیں کل بھی کبھی کبھی استغراق حقیقی کیلئے ہوتا ہے جیسے ان الله علیٰ کل شئی قدیر. اور کبھی استغراق عرفی کیلئے ہوتا ہے یہاں بھی عرفی استغراق مراد ہے اور قرآن مجید میں بھی کئی جگہوں میں کل عرفی آیا ہے جیسے فتحنا علیهم ابواب کل شئی. یہ مغضوب علیہ جو قوم تھیں ان کے بارے میں فرمایا کیا ان کو نبوت بھی دی گئی تھی، ہرگز نہیں اس طرح بلقیس کے بارے میں فرمایا واوتیت من کل شئی اور سولہ پارہ میں فرمایا وَاٰتینا من کل شئی سببا. ان سب میں استغراق عرفی مراد ہے۔ بس فتجلی کل شئی سے مراد یہ ہے ہر وہ چیز جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کے لائق تھی وہ واضح ہوگئی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کا علم ہوگیا۔ اس حدیث سے یہ فضیلت معلوم ہوئی کہ مسجد میں پیدل چل کر آنا نماز کے لیے یہ ایسی عبادت ہے جو مکفرات میں سے ہے اور فرشتے اس کے بارے میں بحث ومباحثہ کرتے ہیں۔

وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِذَا دَخَلَ

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاصؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب مسجد میں داخل ہوتے فرماتے پناہ پکڑتا ہوں میں اللہ کے

الْمَسْجِدَ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْمِ وَبِوَجْهِهِ الْكَرِيْمِ وَسُلْطَانِهِ الْقَدِيْمِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ قَالَ فَإِذَا قَالَ

ساتھ جو بڑا ہے اور اس کی بزرگ ذات کے ساتھ اور اس کی قدیم سلطنت کے ساتھ شیطان مردود سے۔ فرمایا جس وقت کوئی یہ کہتا ہے شیطان کہتا ہے

ذٰلِکَ قَالَ الشَّيْطَانُ حَفِظَ مِنِّي سَائِرَ الْيَوْمِ. (رواہ ابوداؤد)

محفوظ رہا میرے شر سے تمام دن روایت کیا اس کو ابوداؤد نے۔

تشریح: حاصل حدیث:۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب کوئی شخص مسجد میں داخل ہونے کا ارادہ کرے تو وہ شیطان مردود سے پناہ مانگے، پس جس نے ایسا کرلیا اس دن وہ اللہ کی رحمت کی محرومی سے محفوظ ہوگیا۔

سوال: بسا اوقات یہ دعا پڑھنے والا بھی اس دن میں معصیت اور گناہوں میں مبتلا ہوجاتا ہے؟

جواب: حفاظت ابلیس سے ہوتی ہے اس کی ذریت سے نہیں۔ اس کی ذریت معنوی کی وجہ سے گناہوں میں مبتلا ہوجاتا ہے یا پھر فی الجملہ حفاظت ہوتی ہے جس کی مقدار اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے یا کفر وشرک سے حفاظت ہوجاتی ہے یا یہ ہے کہ شیطان سے تو حفاظت ہوجاتی ہے مگر بری عادات اور برے دوست سے نہیں ہوتی، برے ماحول، بری عادات اور برے معاشرے اور دیگر عوارض کی وجہ سے بھی انسان گناہوں میں مبتلا ہوجاتا ہے۔

وَعَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَللّٰهُمَّ لَا تَجْعَلْ قَبْرِي وَثَنًا يُعْبَدُ

حضرت عطاء بن یسار سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے اللہ میری قبر کو بت نہ بنا کہ اس کی پوجا کی جائے۔

اِشْتَدَّ غَضَبُ اللّٰهِ عَلٰى قَوْمٍ اِتَّخَذُوْا قُبُوْرَ اَنْبِيَائِهِمْ مَسَاجِدَ. (رواہ مالک مرسلا)

سخت ہوا غضب اللہ کا اس قوم پر جس نے اپنے نبیوں کی قبروں کو سجدہ گاہ بنالیا۔ روایت کیا اس کو مالک نے مرسل۔

تشریح: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا فرمائی کہ یا اللہ میری قبر کو عبادت گاہ نہ بنانا۔ سوال: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا کیوں فرمائی؟

جواب: اُمت پر شفقت فرماتے ہوئے کیونکہ اگر انہوں نے ایسا کرلیا تو اشتد غضب الله. اللہ کا غضب ان پر اتر پڑے گا۔

جیسا کہ پہلے لوگوں نے انبیاء کرام علیہم السلام کی قبور کو سجدہ گاہ بنایا تو اللہ کا عتاب ان پر آیا۔ کہیں میری اُمت پر ایسا کرنے سے عذاب نہ آ جائے۔ عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عدم جواز پر استدلال: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک جوں کی توں بلا تغیر موجود ہے اس کے ساتھ عرس والا معاملہ کرنا جائز نہیں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کے دن کی مثل تو آئے گی بعینہ وہ دن تو نہیں آئے گا تو اس دن کو منانا بطریق اولیٰ جائز نہیں۔ یہ حضرت تھانویؒ نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے۔

وَعَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتَحِبُّ الصَّلَاةَ فِي الْحِيطَانِ قَالَ بَعْضُ
حضرت معاذ بن جبلؓ سے روایت ہے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم باغوں میں نماز پڑھنا پسند فرماتے تھے حدیث کے بعض
رُوَاتِهِ يَعْنِي الْبَسَاتِينَ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ لَا نَعْرِفُهُ اِلَّا مِنْ حَدِيثِ الْحَسَنِ بْنِ
راویوں نے کہا ہے کہ حیطان کے معنی باغ ہیں۔ روایت کیا اس کو احمد اور ترمذی نے کہا ترمذی نے یہ حدیث غریب ہے ہم اس کو نہیں پہچانتے
اَبِي جَعْفَرٍ قَدْ ضَعَّفَهُ يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ وَغَيْرُهُ.
مگر حسن بن ابی جعفر کی حدیث سے یحییٰ بن سعید وغیرہ نے اس کو ضعیف کہا ہے۔

تشریح: آپ صلی اللہ علیہ وسلم باغات میں نفل نماز پڑھنے کو اس لیے پسند فرماتے تھے کہ ایک تو یکسوئی حاصل ہوتی ہے۔(۲) کسی کے وہاں سے گزرنے کا اندیشہ نہیں ہوتا۔ باقی راوی نے حیطان کی البساتین کے ساتھ تفسیر کی اگر یہ تفسیر نہ کرتے تو یہ مطلب بھی ہو سکتا تھا کہ دیوار کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے تھے تاکہ کسی گزرنے والے کو تکلیف نہ ہو لیکن صاحب البیت ادری بما فیہ۔ گھر والا زیادہ جانتا ہے گھر میں کیا کچھ ہے۔ راوی زیادہ جانتا ہے کیا مراد ہے۔

وَعَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَاةُ الرَّجُلِ فِي بَيْتِهِ بِصَلَاةٍ
حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آدمی کی نماز گھر میں ایک
وَصَلَاتُهُ فِي مَسْجِدِ الْقَبَائِلِ بِخَمْسٍ وَعِشْرِينَ صَلَاةً وَصَلَاتُهُ فِي الْمَسْجِدِ الَّذِي يُجَمَّعُ فِيهِ
نماز ہے اور محلہ کی مسجد میں پچیس نمازوں کے برابر ہے اور اس کی نماز اس مسجد میں جس میں جمعہ ہوتا ہے
بِخَمْسِمِائَةِ صَلَاةٍ وَصَلَاتُهُ فِي الْمَسْجِدِ الْاَقْصٰى بِخَمْسِينَ اَلْفَ صَلَاةٍ وَصَلَاتُهُ فِي مَسْجِدِي
پانچ سو نماز کے برابر ہے اور اس کی نماز مسجد اقصیٰ میں پچاس ہزار نمازوں کے برابر ہے اور اس کی نماز میری مسجد میں
بِخَمْسِينَ اَلْفَ صَلَاةٍ وَصَلَاتُهُ فِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ بِمِائَةِ اَلْفِ صَلَاةٍ. (رواه ابن ماجة)
پچاس ہزار نمازوں کے برابر اور اس کی نماز مسجد حرام میں ایک لاکھ نمازوں کے برابر ہے روایت کیا اس کو ابن ماجہ نے۔

تشریح: قبائل و محلوں کی مسجد میں نماز پڑھنے سے ۲۵ نمازوں کا ثواب ملتا ہے بنسبت اس کے کہ وہ اپنے گھر میں نماز پڑھے اور جامع مسجد میں نماز پڑھنے سے پانچ سو نمازوں کا ثواب اور مسجد اقصیٰ میں نماز پڑھنے سے اجر و ثواب پچاس ہزار نمازوں کا اور مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں بھی ۵۰ ہزار نمازوں کا ثواب ملتا ہے تو معلوم ہوا کہ مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اور مسجد اقصیٰ میں ثواب برابر ہے نماز پڑھنے کے اعتبار سے اور مسجد حرام میں نماز پڑھنے سے ایک لاکھ نمازوں کا اجر و ثواب ملتا ہے۔ اس کی تفصیل ماقبل میں گزر چکی ہے۔

وَعَنْ اَبِي ذَرٍّ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ اَيُّ مَسْجِدٍ وُضِعَ فِي الْاَرْضِ اَوَّلُ قَالَ
حضرت ابوذرؓ سے روایت ہے کہا کہ میں نے کہا اے اللہ کے رسول سب سے پہلے کون سی مسجد زمین میں بنائی گئی

اَلْمَسْجِدُ الْحَرَامُ قَالَ قُلْتُ ثُمَّ اَیٌّ قَالَ الْمَسْجِدُ الْاَقْصٰی قُلْتُ کَمْ بَیْنَھُمَا قَالَ اَرْبَعُوْنَ عَامًا ثُمَّ

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مسجد حرام میں نے کہا پھر کون سی فرمایا مسجد اقصیٰ۔ میں نے کہا ان دونوں کے درمیان

اَلْاَرْضُ لَکَ مَسْجِدٌ فَحَیْثُ مَا اَدْرَکَتْکَ الصَّلٰوۃُ فَصَلِّ۔ (صحیح البخاری و صحیح مسلم)

کتنی مدت تھی فرمایا چالیس سال پھر ساری زمین تیرے لئے مسجد ہے جہاں تجھ کو نماز پائے نماز پڑھ لے۔

تشریح: حاصل حدیث کا یہ ہے کہ ابوذرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ روئے زمین پر کونسی مسجد کی بناء سب سے پہلے کی گئی؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مسجد حرام کی پھر میں نے سوال کیا کہ پھر کونسی مسجد اس کے بعد بنائی گئی؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پھر مسجد اقصیٰ کی میں نے کہا ان دونوں مسجدوں کی تعمیروں کے درمیان کتنا فاصلہ ہے؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا چالیس برس کا۔

اس پر ایک تاریخی اشکال ہے وہ یہ ہے کہ حدیث میں آیا مسجد اقصیٰ اور مسجد حرام کی تعمیر کے درمیان چالیس برس کا فاصلہ ہے اور تاریخ میں ہے کہ مسجد اقصیٰ کے بانی حضرت سلیمان علیہ السلام ہیں اور مسجد حرام کے بانی حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں تو ان بانیوں کے درمیان تو ہزار برس سے زائد کا فاصلہ ہے۔ ابراہیم علیہ السلام تو ہزار برس پہلے تھے اور سلیمان علیہ السلام ہزار برس بعد میں؟

جواب-۱: حدیث میں بنائین مشہورین کے درمیان فاصلہ کو بیان کرنا مقصود نہیں ہے بلکہ مراد یہ ہے کہ سب سے پہلے مسجد حرام کی تعمیر نوع انسانی میں سے حضرت آدم علیہ السلام نے کی ہے اس کے بعد خود انہوں نے ہی مسجد اقصیٰ کی بناء رکھی۔ چالیس برس کے بعد چنانچہ مؤرخ ابن ہشام نے لکھا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام نے سب سے پہلے مسجد حرام کی تعمیر کی پھر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کو حکم ہوا کہ جاؤ شام میں وہاں مسجد اقصیٰ کی تعمیر کرو۔

جواب-۲: حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مسجد حرام کی تعمیر کی پھر چالیس برس کے بعد حضرت یعقوب علیہ السلام نے مسجد اقصیٰ کی بنیاد رکھی۔ سوال: مشہور بانی تو حضرت سلیمان علیہ السلام ہیں۔ جواب: حضرت سلیمان علیہ السلام کا بانی ہونا متمم ہونے کے اعتبار سے ہے۔ علامہ طیبی نے کہا یہاں وضع کا لفظ ہے۔ ثم الارض لک مسجد. پھر تیرے لیے تمام زمین جائے نماز ہے۔ یہ جملہ ارشاد فرمایا کہ اس وہم میں نہ پڑنا کہ اگر مسجد حرام و مسجد اقصیٰ و مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں پہنچیں گے تو نماز پڑھیں گے اگر حاضر ہو جاؤ تو خوش قسمتی ورنہ ساری روئے زمین مسجد ہے اس میں نماز پڑھ لو۔ بشرطیکہ عوارض سے متاثر نہ ہو جیسے مذبح باڑہ وغیرہ۔

باب الستر
ستر ڈھانکنے کا بیان
اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ

عَنْ عُمَرَ بْنِ اَبِیْ سَلَمَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ رَأَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُصَلِّیْ فِیْ
حضرت عمر بن ابی سلمہؓ سے روایت ہے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے کہ ایک کپڑے میں
ثَوْبٍ وَاحِدٍ مُشْتَمِلًا بِہٖ فِیْ بَیْتِ اُمِّ سَلَمَۃَ وَاضِعًا طَرَفَیْہِ عَلٰی عَاتِقَیْہِ. (صحیح البخاری و صحیح مسلم)
اشتمال کئے ہوئے نماز پڑھ رہے ہیں۔ ام سلمہؓ کے گھر میں اس کی دونوں طرفیں اپنے کندھوں پر رکھی ہوئی ہیں۔

تشریح: حاصل حدیث:۔(ستر اگر بفتح السین ہو تو اس کا معنی ہوتا ہے پردہ کرنا یعنی مواضع عورت کو ڈھانپنا اور اگر بکسر السین ہو تو اس کا معنی ہوتا ہے پردہ) اس میں اختلاف ہے کہ نماز کے صحیح ہونے کے لیے اعضاء کا ستر شرط ہے یا نہیں؟ جمہور کے نزدیک جس طرح خارج عن الصلوٰۃ ستر عورت فرض ہے اسی طرح نماز میں بھی ستر عورت فرض ہے لیکن مالکیہ کچھ فرق کرتے ہیں کہ ستر عورت عن الناس تو فرض ہے نماز میں فرض نہیں۔ ثمرہ اختلاف اس صورت میں ظاہر ہوگا کہ ایک شخص بند کوٹھڑی میں ننگے نماز پڑھ رہا ہے کوئی اس کو دیکھنے والا نہیں ہے تو ایسے شخص کی نماز جمہور کے نزدیک صحیح نہیں ہوگی اور مالکیہ کے نزدیک صحیح ہو جائے گی۔ باقی حاصل حدیث کا یہ ہے کہ حضرت عمر بن ابی سلمہؓ کہتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ام سلمہ ام المؤمنینؓ کے گھر میں نماز پڑھی ایک کپڑے میں اس حال میں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کپڑے کا اشتمال کرنے والے تھے۔

اشتمال کا معنی: اشتمال کہتے ہیں کہ کپڑے کی دو طرفوں میں سے ایک جانب جو دائیں کندھے پر ہو اس کو دائیں کندھے کے نیچے سے نکال کر بائیں کندھے پر ڈال دیا جائے اور جو بائیں کندھے پر ہو اس کو بائیں کندھے کے نیچے سے نکال کر دائیں کندھے پر ڈال دیا جائے اور پھر دونوں کو سینے پر گرہ لگا دی جائے۔ اسی کو مخالفۃ بھی کہتے ہیں اور توشح بھی اور مخالفت بین طرفی الثوب بھی کہتے ہیں کے اسم چار قسم کے مسمّٰی اشتمال، مخالفۃ، توشح، مخالفہ بین طرفی الثوب۔ باقی رہی یہ بات کہ اگر ایک کپڑے میں نماز پڑھنے کی ضرورت پیش آجائے تو بطور اشتمال کے کپڑا پہنے یا بطور ازار کے۔

قول فیصل یہ ہے کہ اگر کپڑا بڑا ہو تو بطور اشتمال کے اور اگر چھوٹا ہو تو بطور ازار کے اوڑھے اور اس اشتمال میں فائدہ یہ ہے کہ اس میں ستر عورت زیادہ ہے ادب زیادہ ہے جب رکوع میں جائے گا تو کپڑا گرے گا نہیں اور نہ ہی ستر پر نظر پڑے گی اور نہ ہی کھلے گا۔ تو اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ایک کپڑے میں نماز پڑھنا جائز ہے۔

وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا یُصَلِّیَنَّ اَحَدُکُمْ فِی الثَّوْبِ الْوَاحِدِ
حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی شخص تم میں سے ایک کپڑے میں نماز نہ پڑھے
لَیْسَ عَلٰی عَاتِقَیْہِ مِنْہُ شَیْءٌ. (صحیح البخاری و صحیح مسلم)
جب کہ اسکے کندھوں پر اس سے کوئی چیز نہ ہو۔

تشریح: حاصل حدیث یہ ہے کہ اگر ایک کپڑے میں نماز پڑھنے کی ضرورت پیش آ جائے تو اگر کندھے ننگے ہوں تو اس وقت نماز نہیں پڑھنی چاہیے۔ یہ اس وقت ہے جب کہ کپڑا بڑا ہو وسیع ہو لیکن اگر کپڑا چھوٹا ہو اور تنگ ہو تو ستر کی مقدار پر ڈال کر اگر کسی نے نماز پڑھ لی تو جائز ہے۔

مسئلہ: اس میں اختلاف ہو گیا کہ ثوب واحد میں نماز پڑھنے کے وقت کندھوں کا چھپانا ضروری ہے یا نہیں؟ اگر ایک ثوب میں نماز پڑھے تو عندالجمہور کندھوں کو چھپانا ضروری نہیں ہے۔ حنابلہ کے نزدیک ضروری ہے حنابلہ کی دلیل یہی حدیث الباب ہے اس دلیل کا جواب۔ یہ بیان افضلیت پر محمول ہے۔

وَعَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ صَلّٰى فِيْ ثَوْبٍ وَّاحِدٍ فَلْيُخَالِفْ
اسی (ابو ہریرہؓ) سے روایت ہے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا فرماتے تھے جو شخص ایک کپڑے میں نماز پڑھے اسکو چاہیے کہ اس کی
بَيْنَ طَرَفَيْهِ. (صحيح البخاري)
دونوں طرفوں میں مخالفت کرے روایت کیا اس کو بخاری نے

تشریح: حاصل حدیث: قوله فليخالف: اس کو اشتمال بھی کہتے ہیں۔

وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ صَلّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ خَمِيْصَةٍ لَّهَا اَعْلَامٌ فَنَظَرَ اِلٰى اَعْلَامِهَا
حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک چادر میں نماز پڑھی جس میں دھاریاں تھیں۔
نَظْرَةً فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ اذْهَبُوْا بِخَمِيْصَتِيْ هٰذِهٖ اِلٰى اَبِيْ جَهْمٍ وَّاْتُوْنِيْ بِاَنْبِجَانِيَّةِ اَبِيْ جَهْمٍ فَاِنَّهَا
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی دھاریوں کو دیکھا جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے پھرے فرمایا میری اس چادر کو ابوجہم کے پاس لے جاؤ
اَلْهَتْنِيْ اٰنِفًا عَنْ صَلٰوتِيْ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَفِيْ رِوَايَةٍ لِّلْبُخَارِيِّ قَالَ كُنْتُ اَنْظُرُ اِلٰى عَلَمِهَا وَاَنَا فِي
اور ابوجہم کی انبجانی (چادر) میرے پاس لے آؤ اس نے مجھ کو نماز میں مشغول کر دیا ہے۔ (متفق علیہ) بخاری کی ایک روایت میں ہے میں نے
الصَّلٰوةِ فَاَخَافُ اَنْ يَّفْتِنَنِيْ .
اس کی دھاریاں دیکھی ہیں میں نماز میں تھا میں ڈرتا ہوں کہ مجھ کو فتنہ میں ڈالے۔

تشریح: حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک منقش چادر میں نماز پڑھی اور دوران صلوٰۃ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر اس کے نقش ونگار پر پڑ گئی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا کہ میری یہ چادر ابوجہم کے پاس لیجاؤ اور اس سے سادی چادر لے آؤ یعنی جس میں نقش ونگار نہ ہوں کیونکہ یہ مجھ کو میری نماز سے ہٹا رہی تھی۔

ابوجہم کو چادر واپس کرنے کی وجہ: درحقیقت یہ چادر ابوجہم نے ہی ابتداء ہدیہ میں دی تھی جس کو اولاً نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قبول فرمالیا تھا۔ ابوجہم کی دلداری کے لیے بعد میں جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو اپنے حال کے مناسب نہ پایا تو اس وجہ سے واپس کر دی اور ہدیہ کی واپسی پر دل شکنی کے مداوے کے لیے ایک دوسری چادر سیدھی سادھی طلب کی تاکہ ابوجہم رنجیدہ نہ ہوں۔ (یہ مطالبہ اپنی غرض ومفاد کیلئے نہیں تھا)

سوال: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز اس منقش چادر کی وجہ سے متاثر ہو گئی کیف کان؟

جواب: اس اشکال کو دور کرنے کے لیے (کمال کر دی صاحب مشکوٰۃ نے) فوراً دوسری روایت لے کر آئے جس میں لفظ: فاخاف ان يفتنني ہیں کہ بالفعل متاثر نہیں ہوئی تھی صرف اندیشہ تھا اور چونکہ یہ نماز نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز تھی اس لیے تعلیماً للامت اس چادر کو واپس کر دیا کہ اگر تمہیں نماز میں اسی قسم کا واقعہ پیش آ جائے تو تم تو اس میں منہمک ہو جاؤ گے الهتني انفا. پہلی روایت کو مجاز بالمشارفت پر محمول کریں گے بقرینہ بخاری کے ان الفاظ کے فاخاف ان يفتنني.

سوال: باقی رہی یہ بات کہ ابوجہم کو کیوں واپس کردی؟ کیا اس سے اس کی نماز متاثر نہیں ہوگی؟ جواب: اس لیے تو واپس نہیں کی کہ وہ اس کو نماز کے دوران استعمال کریں بلکہ اس لیے واپس کی تا کہ کسی اور کام میں استعمال کریں (اور دوسری چادر کے ساتھ تبادلہ کر لیں) سادی چادر غیر منقش چادر یہ انبجان کی طرف منسوب ہے اس علاقہ کی بنی ہوئی چادریں سادی ہوتی تھیں۔

وَعَنْ اَنَسٍؓ قَالَ كَانَ قِرَامٌ لِعَائِشَةَ رضي الله عنها سَتَرَتْ بِهٖ جَانِبَ بَيْتِهَا فَقَالَ لَهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ
حضرت انسؓ سے روایت ہے کہا کہ حضرت عائشہؓ کا ایک پردہ تھا جس کے ساتھ اپنے گھر کی ایک جانب کو ڈھانکا ہوا تھا نبی صلی اللہ علیہ وسلم
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمِيْطِيْ عَنَّا قِرَامَكِ هٰذَا فَاِنَّهٗ لَا يَزَالُ تَصَاوِيْرُهٗ تَعْرِضُ لِيْ فِيْ صَلٰوتِيْ. (صحيح البخاری)
نے اسے کہا اپنا یہ پردہ مجھ سے ہٹا دے اس کی تصویریں نماز میں میرے سامنے آتی رہی ہیں۔ روایت کیا اس کو بخاری نے۔

تشریح: حاصل حدیث:۔ سوال: اگر یہ تصاویر ذی روح کی تھیں تو پھر رکھا کیوں گیا؟ اگر غیر روح کی تھیں تو پھر ہٹانے کا حکم کیوں دیا؟
جواب: اگر یہ تصاویر ذی روح ذی صورت کی ہیں تو یہ حرمت تصاویر کے پہلے کا واقعہ ہے اور اگر غیر ذی روح و ذی صورت کی ہیں تو امیطی کا حکم اولویت کی بناء پر تھا (ہے) نبی کریم صلی اللہ علیہ سلم کے مناسب شان نہ ہونے کی وجہ سے۔ اس سے خیالات نماز کے اندر آتے ہیں۔ (تو معلوم ہوا کہ نماز کی جگہ ایسی چیز کا لٹکانا جو خیالات کے منقسم ہونے کا باعث ہو جائز نہیں۔)

وَعَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ اُهْدِيَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرُّوْجُ حَرِيْرٍ فَلَبِسَهٗ ثُمَّ صَلّٰى فِيْهِ
حضرت عقبہ بن عامرؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک ریشمی قبا تحفہ بھیجی گئی آپ نے اسے پہنا
ثُمَّ انْصَرَفَ فَنَزَعَهٗ نَزْعًا شَدِيْدًا كَالْكَارِهِ لَهٗ ثُمَّ قَالَ لَا يَنْبَغِيْ هٰذَا لِلْمُتَّقِيْنَ. (صحيح البخاری و صحيح مسلم)
پھر اس میں نماز پڑھی پھر نماز سے پھرے تو اس کو مکروہ رکھنے والے کی طرح سختی سے اتارا پھر فرمایا یہ پرہیز گاروں کیلئے لائق نہیں۔

تشریح: حاصل حدیث:۔ قوله فروج حرير: ایسا کوٹ جس کی پچھلی جانب شگاف ہو۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ہدیہ میں پیش کیا گیا تھا۔ سوال: مُہدی کون تھا؟ جواب: یا تو روم کے بادشاہ نے پیش کیا یا اسکندریہ کا بادشاہ مقوقس نامی نے یہ ہدیہ پیش کیا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو پہنا اور اس کے ساتھ نماز پڑھائی اور جب نماز سے فارغ ہوئے تو اس کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جلدی سے اتارا۔ گویا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کو سخت ناپسند اور ناگوار سمجھ رہے ہیں۔ معلوم ہوا کہ بادشاہوں کے ہدیے قبول کیے جا سکتے ہیں۔
سوال: ریشمی کوٹ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیسے پہن لیا؟ لبس حریر للرجال تو حرام ہے؟ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں نماز کیسے پڑھائی؟
جواب: حرمت لبس حریر للرجال سے پہلے کا واقعہ ہے، پھر اتارا کیوں ناگوار کیوں سمجھا؟ جواب یا تو لبس حریر کی حرمت کا حکم نماز ہی میں ہو گیا اس لیے نماز سے فارغ ہونے کے بعد اتار دیا۔ جواب نمبر (۲) یا اپنی شان کے مناسب نہ سمجھا کیونکہ یہ عجمی لوگوں کا لباس ہے اور ابھی تک حرمت کا حکم نازل نہیں ہوا تھا۔ (اس صورت میں لاينبغي هذا للمتقين اپنے اصل معنی پر ہوگا۔ البتہ پہلی صورت پر اشکال ہوگا کہ لاينبغي کا کیا معنے ہے جب کہ حرمت کا حکم تھا؟ جواب: لاينبغي بمعنی لايجوز کے ہے اور متقین بمعنی مسلمین کے ہے باقی مسلمین مؤمنین کو متقین کے ساتھ تعبیر کیا کیوں؟ ترغیب دینی ہے کہ مسلمین کو متقی ہونا چاہیے۔ (معلوم ہوا کہ ہدیہ کا بھیجا ہوا کپڑا وغیرہ قبول کرنا جائز ہے اور جب تک اس پر نجاست کا تعین نہ ہو بغیر دھوئے اس کو پہن سکتے ہیں اور اس کے ساتھ نماز پڑھ سکتے ہیں) والله اعلم بالصواب۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِيْ

عَنْ سَلَمَةَ بْنِ الْاَكْوَعِ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّيْ رَجُلٌ اَصِيْدُ اَفَاُصَلِّيْ فِي الْقَمِيْصِ الْوَاحِدِ
حضرت سلمہ بن اکوعؓ سے روایت ہے کہا کہ میں نے کہا اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں شکار کھیلتا ہوں ایک ہی قمیص میں نماز پڑھ لوں

قَالَ نَعَمْ وَازْرُرْهُ وَلَوْ بِشَوْكَةٍ. (رواه ابوداؤد والنسائی نحوه)

فرمایا ہاں گھنڈی لگالے اگر چہ کانٹے کے ساتھ۔ روایت کیا اس کو ابوداؤد نے اور روایت کیا نسائی نے مانند اس کی۔

تشریح: حاصل حدیث:۔ حضرت سلمہ بن الاکوع رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ سوال کیا اور اس لیے کیا کہ فرمایا میں شکاری آدمی ہوں اور شکاری آدمی کو شکار کے پیچھے اس کو پکڑنے کے لیے بھاگنا پڑتا ہے شکاری کے لیے تو جتنے کم کپڑے ہوں گے اتنا ہی بھاگنا آسان ہوگا (اس لیے اس کے لیے ہلکا لباس چاہیے) اس لیے یہ اجازت مانگی کہ میں ایک قمیص میں نماز پڑھ سکتا ہوں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں نماز پڑھ سکتا ہے لیکن اس کو کوئی کنڈی منڈی لگالینا اگر چہ وہ کانٹے ہی کی کیوں نہ ہو تا کہ رکوع سجود کے وقت کشف عورت نہ ہو۔

وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ بَيْنَمَا رَجُلٌ يُصَلِّيْ مُسْبِلٌ اِزَارَهُ قَالَ لَهُ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذْهَبْ

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہا کہ ایک آدمی ایک مرتبہ اپنی چادر لٹکائے ہوئے نماز پڑھ رہا تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جا اور وضو کر وہ گیا

فَتَوَضَّأْ فَذَهَبَ وَتَوَضَّأَ ثُمَّ جَآءَ فَقَالَ رَجُلٌ يَا رَسُوْلَ اللهِ مَالَكَ اَمَرْتَهُ اَنْ يَتَوَضَّأَ قَالَ اِنَّهُ كَانَ يُصَلِّيْ

اور اس نے وضو کیا ایک آدمی نے کہا اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو وضو کرنے کا کیوں حکم دیا ہے فرمایا وہ نماز پڑھ رہا

وَهُوَ مُسْبِلٌ اِزَارَهُ وَاِنَّ اللهَ لَا يَقْبَلُ صَلَاةَ رَجُلٍ مُسْبِلٍ اِزَارَهُ. (رواه ابوداؤد)

تھا اور اس نے ازار لٹکائی ہوئی تھی اور اللہ تعالیٰ اس شخص کی نماز قبول نہیں کرتا جو چادر لٹکائے ہوئے نماز پڑھے۔ روایت کیا اس کو ابوداؤد نے۔

تشریح: حاصل حدیث:۔ اس میں یہ واقعہ بیان کیا کہ ایک شخص اسبال ازار کیے ہوئے نماز پڑھ رہا تھا۔ اسبال ازار کہتے ہیں کپڑے کو ٹخنوں سے نیچے تک لٹکانا' حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو فرمایا جا وضو کر وہ چلا گیا' وضو کر کے واپس آیا' حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے وجہ پوچھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کا حکم کس لیے دیا' نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تو اسبال ازار کیے ہوئے نماز پڑھ رہا تھا اور اس شخص کی نماز اللہ تعالیٰ قبول نہیں فرماتے جو اس حال میں نماز پڑھے کہ اسبال کیے ہوئے ہو۔

اذهب فتوضا: سوال: بظاہر یہ حکم وضو منطبق نہیں ہوتا' اس لیے کہ اسبال ازار تو کوئی نواقض وضو میں سے نہیں ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیسے حکم دیا؟

جواب-۱: چونکہ اس شخص نے اسبال ازار کیا ہوا تھا نماز میں اور اسبال زار معصیت ہے اور نفوس میں یہ بات راسخ تھی کہ وضو مکفر للمعصیت ہے اس لیے حکم دیا تا کہ معصیت مٹ جائیں سوال پھر نماز کا حکم کیوں دیا؟ جواب: اسبال ازار معصیت ہے اور معصیت کے ساتھ جو نماز ادا کی جائے اس کا اعادہ مستحب ہوتا ہے اس لیے نماز کے اعادہ کا بھی حکم دیا۔

جواب-۲: تا کہ یہ غور و فکر کرے کہ میں وضو کے وقت کونسی معصیت کا مرتکب ہوا ہوں۔

جواب-۳: چونکہ اسبال ازار معصیت ہے اور معصیت یہ نجاست باطنیہ میں سے ہے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے طہارت ظاہرہ کا حکم دیا تا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس حکم کی برکت سے نجاست باطنہ کا اثر بھی ختم ہو جائے اور نیز صاحب مرقات نے یہ کہا ہے کہ لایقبل میں قبولیت کامل کی نفی ہے جب قبول کامل نہ ہوا تو معلوم ہوا کہ ساری شرائط متاثر ہو گئیں اور قبولیت کی شرائط میں سے ایک شرط طہارت بھی ہے۔ لہٰذا یہ بھی متاثر ہو گئی اس لیے وضو کا حکم دیا تا کہ اس پر قبولیت کامل مرتب ہو سکے۔ اسبال ازار مطلقاً حرام ہے خواہ خارج عن الصلوٰۃ ہو یا داخل فی الصلوٰۃ ہو۔ یہاں پر چونکہ یہ واقعہ نماز میں پیش آیا تھا اس لیے نماز کی تخصیص کر دی۔

وَعَنْ عَآئِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تُقْبَلُ صَلَاةُ حَائِضٍ اِلَّا بِخِمَارٍ

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بالغہ عورت کی نماز اوڑھنی کے بغیر نہیں ہوتی۔ روایت کیا اس کو ابوداؤد اور ترمذی نے۔

(رواه ابوداؤد والترمذی)

تشریح: حاصل حدیث:۔ فرمایا بالغہ عورت کی نماز قبول نہیں ہوتی مگر اوڑھنی دوپٹہ کے ساتھ۔ یہاں قبولیت مطلق کی نفی ہے یعنی بالکل ہوتی ہی نہیں یعنی بالغہ عورت کی نماز بغیر دوپٹہ کے نہیں ہوتی تو معلوم ہوا کہ عورت کے لیے ستر راٌس بھی شرط ہے۔ باقی یہاں حائض سے مراد بالغہ ہے اس لیے کہ حائضہ پر تو نماز ہوتی ہی نہیں۔ چہ جائیکہ قبول نہ ہو پھر بالغہ کو حائضہ سے تعبیر کیوں کیا؟ جواب: یہ حیض سبب بنتا ہے بلوغ کے معلوم کرنے کے لیے اس لیے حیض سے تعبیر کر دیا۔ باقی تائے تانیث کی بھی ضرورت نہیں اس لیے کہ حیض عورت ہی کو آتا ہے مرد کو نہیں آتا۔

وَعَنْ اُمِّ سَلَمَةَ اَنَّهَا سَاَلَتْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَتُصَلِّي الْمَرْاَةُ فِي دِرْعٍ وَمَارٍ لَيْسَ عَلَيْهَا
حضرت ام سلمہؓ سے روایت ہے اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کیا عورت کرتے اور اوڑھنی میں نماز پڑھ لے جبکہ اس پر تہبند نہ ہو فرمایا جب کرتا
اِزَارٌ قَالَ اِذَا كَانَ الدِّرْعُ سَابِغًا يُغَطِّي ظُهُوْرَ قَدَمَيْهَا. رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَذَكَرَ جَمَاعَةً وَقَفُوْهُ عَلٰى اُمِّ سَلَمَةَ
پورا ہو اور اس کے قدموں کی پشت کو ڈھانکے۔ روایت کیا اس کو ابوداؤد نے اور ایک جماعت محدثین کی بیان کی جنہوں نے اسے ام سلمہؓ پر موقوف کیا ہے۔

تشریح: حاصل حدیث:۔ حضرت ام سلمہؓ نے یہ سوال کیا کہ عورت دو کپڑوں میں (قمیص اور خمار میں) نماز پڑھ سکتی ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں پڑھ سکتی ہے۔ بشرطیکہ اس کی قمیص اتنی وسیع ہو کہ اس کے قدمین کی ظہر مستور ہو جائیں۔ اب اس میں اختلاف ہے کہ عورت کے قدمین کی ظہر ستر کے تحت داخل ہے یا نہیں؟ جمہورؒ کے نزدیک داخل نہیں ہے۔ حنابلہ کے نزدیک داخل ہے۔ لہٰذا نماز کے دوران اس کا ستر واجب ہے۔ اگر کشف قدم ظاہر ہو جائے دوران صلوٰۃ تو نماز ہو جائے گی۔ بظاہر یہ حدیث حنابلہ کے موافق اور جمہور کے خلاف ہے۔

جواب-۱: یہ ہے کہ یہ اولویت کی بناء پر ہے۔

جواب-۲: یہ قید اس لیے لگائی تاکہ کشف ساقین لازم نہ آئے رکوع وسجود کی حالت میں جو کہ بالاجماع ستر میں سے ہے۔

جواب-۳: جو اسی حدیث سے سمجھا جا رہا ہے کہ یہ حدیث موقوف ہے یہ حضرت ام سلمہؓ کا اپنا اجتہاد ہے جو دوسری احادیث کے مقابلے میں حجت نہیں۔

وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنِ السَّدْلِ فِي الصَّلَاةِ وَاَنْ يُغَطِّيَ
حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہا کہ بے شک نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز میں سدل سے منع کیا ہے اور اس بات سے بھی منع کیا ہے کہ
الرَّجُلُ فَاهُ. (رواہ ابوداؤد والترمذی)
آدمی اپنا منہ ڈھانکے۔ روایت کیا اس کو ابوداؤد ترمذی نے۔

تشریح: حاصل حدیث:۔ اس حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سدل فی الصلوٰۃ سے منع فرمایا۔ سدل مطلقاً مکروہ تحریمی ہے خواہ خارج عن الصلوٰۃ ہو یا داخل فی الصلوٰۃ ہو نماز کے دوران ہو باقی فی الصلوٰۃ کی تخصیص اس لیے کی کہ اس صورت میں قباحت اور زیادہ بڑھ جاتی ہے۔ باقی سدل کا معنی کیا ہے؟ اس کے دو معنے ہیں (۱) کپڑے کو اس طور پر لپیٹ لینا اوڑھنا کہ رکوع، سجود میں ہاتھ باہر نہ نکل سکیں۔ ظاہر ہے کہ اس صورت میں رکوع سجود سنت کے مطابق نہ ہوگا اور نیز اس میں تشبیہ بالیہود بھی ہے۔ (۲) چادر یا رومال کو وسط راٌس پر ڈال کر اس کی دونوں جانبوں کو کھلا چھوڑ دیا جائے اور کندھوں پر چادر یا رومال ڈال کر اس کی دونوں جانبیں کھلی چھوڑ دی جائیں۔ یہ بھی سدل میں داخل ہے۔ اس سے اس لئے منع کیا کہ اس میں تفاخر بھی ہے۔ یعنی تکبر اور فخر کی علامت ہے اور دوسرا اس حدیث میں دوران صلوٰۃ منہ کو ڈھانپنے سے منع فرمایا۔ ظاہر ہے کہ اس سے قرأت کما ینبغی (منفرد ہونے کی حالت میں) ادا نہیں کر سکے گا اور اگر ہاتھ سے منہ کو ڈھانپے تو اس میں وضع الید والی سنت فوت ہو جائے گی اور اگر کپڑے سے کرے گا تو یہ تشبہ بالاعاجم اور مجوسیوں کے ساتھ مشابہت ہے اس لیے یہ صحیح نہیں ہے۔

وَعَنْ شَدَّادِ بْنِ اَوْسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَالِفُوا الْيَهُوْدَ فَاِنَّهُمْ لَا يُصَلُّوْنَ فِيْ
حضرت شداد بن اوسؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مخالفت کرو یہود کی تحقیق وہ اپنی جوتیوں اور موزوں میں نماز

نِعَالِهِمْ وَلَا خِفَافِهِمْ. (رواه ابوداؤد)
نہیں پڑھتے۔ روایت کیا اس کو ابوداؤد نے۔

تشریح: حاصل حدیث:۔ کا یہ ہے کہ تم یہود کی مخالفت کرو' یہود جوتا پہن کر نماز پڑھنے کو جائز نہیں سمجھتے اور نہ موزے پہن کر نماز پڑھنے کو جائز سمجھتے ہیں لہٰذا تم جوتا پہن کر نماز پڑھو۔

مسئلہ: جوتا پہن کر نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ اس پر تو اجماع ہے کہ نماز حافیا اور متنعلا دونوں صورتوں میں بالاتفاق جائز ہے' البتہ اس بات میں اختلاف ہے کہ افضل کیا ہے؟ اس میں علماء کے دو گروہ ہو گئے ہیں۔ علماء کی ایک جماعت کہتی ہے نماز حافیا افضل ہے اور دوسرا گروہ کہتا ہے کہ متنعلا افضل ہے' حافیا کے قائلین کہ اس میں ادب زیادہ ہے' کمال ادب کو اس میں دخل ہے متنعلا کے قائلین کہتے ہیں کہ یہ تو کمال لباس ہے نعلین بھی کمال لباس میں داخل ہیں اور نیز یہود کی مخالفت ہے۔ البتہ ان پر اعتراض ہوگا کہ یہود کی تو مخالفت ہوگئی لیکن ادھر نصاریٰ کی موافقت ہوگئی حالانکہ دونوں کی مخالفت ضروری ہے۔ اس وجہ سے شاہ ولی اللہ کا فیصلہ حجت اللہ البالغہ میں یہ ہے کہ نماز حافیا و متنعلا متساوی ہیں کسی کو دوسرے پر ترجیح حاصل نہیں کیونکہ افضلیت کے دلائل یکساں ہیں۔ ایک اور قول فیصل بھی ہے وہ یہ کہ ماحول اور معاشرہ کا اعتبار ہے اگر ماحول یہود والا ہو تو متنعلا اور اگر نصاریٰ والا ہو تو حافیا۔ لیکن ہمارے معاشرہ میں بہتر یہ ہے کہ جوتے پہن کر نماز پڑھی جائے۔ ایک تو اس وجہ سے کہ ہمارے عرف و معاشرہ میں جوتے پہن کر نماز پڑھنے کو معیوب سمجھا جاتا ہے اور دوسرا اس وجہ سے کہ ہمارے جوتوں کی بناوٹ اس طرح کی ہے کہ کما ینبغی سجدہ نہیں ہوسکتا۔ باقی اگر یہ دو صورتیں نہ ہوں تو پھر آپ بے شک جوتے پہن کر خلوت میں نماز پڑھ سکتے ہیں برکت کو حاصل کرنے کے لیے تاکہ حدیث پر عمل ہو جائے بشرطیکہ جوتے پر کوئی نجاست وغیرہ یا گندگی نہ لگی ہوئی ہو۔ مثلاً آپ نیا جوتا لے کر آئے ہیں تو اس کو پہن کر آپ نماز پڑھ سکتے ہیں لیکن لوگوں کے سامنے نہیں فتنہ کا اندیشہ ہے۔

وَعَنْ اَبِى سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ قَالَ بَيْنَمَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي بِاَصْحَابِهٖ اِذْ خَلَعَ نَعْلَيْهِ
حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہا کہ ایک مرتبہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کو نماز پڑھاتے تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی جوتیاں اتار لیں
فَوَضَعَهُمَا عَنْ يَسَارِهٖ فَلَمَّا رَاٰى ذٰلِكَ الْقَوْمُ اَلْقَوْا نِعَالَهُمْ فَلَمَّا قَضٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ
اور ان کو اپنی بائیں جانب رکھا۔ جب یہ لوگوں نے دیکھا انہوں نے اپنی جوتیاں نکال ڈالیں۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پوری کی فرمایا
وَسَلَّمَ صَلَاتَهٗ قَالَ مَا حَمَلَكُمْ عَلٰى اِلْقَائِكُمْ نِعَالَكُمْ قَالُوْا رَاَيْنَاكَ اَلْقَيْتَ نَعْلَيْكَ فَاَلْقَيْنَا نِعَالَنَا
کیا باعث ہوا کہ تم نے اپنی جوتیاں اتار دیں انہوں نے کہا ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی جوتی اتار دی ہے ہم نے
فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ جِبْرِيْلَ اَتَانِيْ فَاَخْبَرَنِيْ اَنَّ فِيْهِمَا قَذَرًا اِذَا جَآءَ اَحَدُكُمُ
اپنی جوتیاں اتار لیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جبریلؑ میرے پاس آیا اور اس نے مجھ کو خبر دی ان میں نجاست ہے۔ جس وقت ایک تمہارا مسجد
الْمَسْجِدَ فَلْيَنْظُرْ فَاِنْ رَاٰى فِيْ نَعْلَيْهِ قَذَرًا فَلْيَمْسَحْهُ وَلْيُصَلِّ فِيْهِمَا. (رواه ابوداؤد و الدارمي)
میں آئے پس چاہیے کہ دیکھے اگر جوتیوں کو نجاست وغیرہ لگی ہوئی ہو تو اس کو پونچھ ڈالے پھر ان میں نماز پڑھ لے۔ روایت کیا اس کو ابوداؤد و دارمی نے۔

تشریح: یہ حدیث حدیث القاء النعلین کے نام سے مشہور ہے۔ حاصل حدیث کا یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو نماز پڑھائی نعلین کے ملبوس ہونے کی حالت میں یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ نے بھی جوتے پہنے ہوئے تھے۔ اسی اثناء میں نماز کے دوران آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جوتے اتار دیئے اور صحابہؓ نے بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کرتے ہوئے جوتے اتار دیئے جب نماز سے فارغ ہوئے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ تم نے جوتے کیوں اتار دیئے؟ انہوں نے عرض کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی

اتباع کرتے ہوئے ہم نے بھی اتار دیئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے پاس تو جبرئیل علیہ السلام آئے تھے انہوں نے بتایا کہ جوتوں کے ساتھ گندگی لگی ہوئی ہے۔ اس لیے میں نے اتارے۔ آپ کے جوتوں میں تو قذر نہیں ہے پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب کوئی تم میں سے مسجد میں آئے تو اپنے جوتوں کو دیکھ لے اگر اس میں قذر ہو تو اس کو صاف کرے اور پھر اگر چاہے تو اس کو پہن کر نماز پڑھے۔

سوال: کہ (اگر نمازی کو دوران صلوٰۃ یہ معلوم ہو جائے کہ میں حامل نجاست ہوں تو اس کی نماز صحیح قول کے مطابق فاسد ہو جاتی ہے) یہاں پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حامل نجاست کی حالت میں نماز پڑھائی اور نجاست کے ہوتے ہوئے اس پر بناء کی یہ کیسے جائز ہے؟

جواب-۱: ہم تسلیم کرتے ہیں کہ قذر کا معنی نجاست ہے یہ نجاست اتنی مقدار ہوگی جو شرعاً معاف ہے۔ لہٰذا بناء جائز ہوئی۔

جواب-۲: ہم تسلیم ہی نہیں کرتے کہ قذر کا معنی گندگی اور نجاست ہے بلکہ قذر کا معنی وہ چیز جس کو طبیعت ناپسند سمجھے۔ مثلاً خروج ماء من الانف یا بلغمی مادہ وغیرہ ہے۔

سوال: یہ عمل تو عمل کثیر ہے؟ جو کہ مفسد للصلوٰۃ ہے؟ جواب-۱: ہم تسلیم نہیں کرتے کہ یہ عمل کثیر ہے۔ جواب-۲: یہ اس وقت کا قصہ ہے جبکہ عمل کثیر سے مفسد للصلوٰۃ ہونے کا حکم ابھی نازل نہیں ہوا تھا۔

سوال: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا قول تو موجب ہے ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فعل بھی موجب ہے یا نہیں؟ بظاہر تو موجب معلوم ہوتا ہے جیسا کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں جوتے اتار دیئے جواب کما مر؟

وَعَنْ اَبِی هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا صَلّٰی اَحَدُکُمْ فَلَا یَضَعْ نَعْلَیْهِ عَنْ
حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس وقت ایک تمہارا نماز پڑھے اپنی جوتیاں اپنی دائیں جانب اور
یَمِیْنِهٖ وَلَا عَنْ یَسَارِهٖ فَتَکُوْنَ عَنْ یَمِیْنِ غَیْرِهٖ اِلَّا اَنْ لَا یَکُوْنَ عَلٰی یَسَارِهٖ اَحَدٌ وَ لْیَضَعْهُمَا بَیْنَ
بائیں جانب نہ رکھے وہ دوسرے شخص کی دائیں جانب ہوگی مگر یہ کہ اس کی بائیں جانب کوئی نہ ہو۔ اس کو اپنے پاؤں کے درمیان رکھے۔ ایک
رِجْلَیْهِ وَفِیْ رِوَایَةٍ اَوْلِیُصَلِّ فِیْهِمَا. (رواہ ابوداؤد روی ابن ماجۃ، معناہ)
روایت میں ہے یا ان کے سمیت نماز پڑھ لے۔ روایت کیا اس کو ابوداؤد نے اور روایت کیا ہے ابن ماجہ نے معنی اس کا۔

تشریح: حاصل حدیث:۔ فرمایا کوئی شخص اپنے جوتوں کو نہ دائیں طرف اور نہ بائیں طرف رکھے اس لیے کہ جب وہ اپنے بائیں جانب رکھے گا وہ دوسرے نمازی کی دائیں جانب ہوگا جو اپنے لیے پسند وہ دوسرے کیلئے پسند اور جو اپنے لیے ناپسند وہ دوسروں کے لیے بھی ناپسند ہونا چاہئے۔ ہاں اگر نمازی نہ ہو بائیں جانب تو پھر بائیں طرف رکھ لے اس میں کوئی حرج نہیں اور چاہیے کہ وہ اپنے سامنے رکھ لے اس سے نہ چوری کا اندیشہ ہوگا اور نہ نماز میں خلل واقع ہوگا بلکہ اس سے یکسوئی حاصل ہوگی یا ان کو پہن کر نماز پڑھ لے اگر چاہے۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ

وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدِنِ الْخُدْرِیِّ قَالَ دَخَلْتُ عَلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَرَأَیْتُهٗ یُصَلِّیْ عَلٰی
حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے کہا میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر داخل ہوا میں نے دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک چٹائی پر نماز پڑھ رہے ہیں اس
حَصِیْرٍ یَسْجُدُ عَلَیْهِ قَالَ وَرَاَیْتُهٗ یُصَلِّیْ فِیْ ثَوْبٍ وَّاحِدٍ مُتَوَشِّحًا بِهٖ. (صحیح مسلم)
پر سجدہ کرتے ہیں اور کہا کہ میں نے دیکھا ایک کپڑے میں نماز پڑھ رہے ہیں جس کو بغل سے نکال کر لیا ہوا ہے۔ روایت کیا اس کو مسلم نے۔

تشریح: معلوم ہوا کہ نمازی اور زمین کے درمیان اگر کوئی چیز حائل ہو تو یہ منافی نہیں متوشحا کا مطلب یہ ہے کہ چادر اوڑھے ہوئے تھے۔

وَعَنْ عَمْرِو ابْنِ شُعَيْبٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ قَالَ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ

حضرت عمرو بن شعیبؓ اپنے باپ سے اس نے اپنے دادا سے روایت کیا کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ نماز پڑھتے ہیں کبھی

حَافِيًا وَّ مُنْتَعِلًا. (رواه ابوداؤد)

ننگے پاؤں اور کبھی جوتا پہن کر روایت کیا اس کو ابوداؤد نے۔

تشریح: حاصل حدیث:۔یعنی تارۃ حافیا اور تارۃ منتعلا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز پڑھتے ہوئے اوقات مختلفہ میں دیکھا۔

وَعَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ قَالَ صَلّٰى جَابِرٌ فِيْ اِزَارٍ قَدْ عَقَدَهٗ مِنْ قِبَلِ قَفَاهُ وَ ثِيَابُهٗ مَوْضُوْعَةٌ عَلَى

حضرت محمد بن منکدرؒ سے روایت ہے کہا کہ ہم کو جابرؓ نے ایک ہی ازار میں نماز پڑھائی جس کو باندھا گدی کی جانب اور اس کے کپڑے

الْمِشْجَبِ فَقَالَ لَهٗ قَائِلٌ تُصَلِّيْ فِيْ اِزَارٍ وَاحِدٍ فَقَالَ اِنَّمَا صَنَعْتُ ذٰلِكَ لِيَرَانِيْ اَحْمَقُ مِثْلُكَ

سرپایہ (کھونٹی) پر رکھے ہوئے تھے کسی نے جابرؓ کو کہا ایک تہبند میں نماز پڑھتے ہو پس کہا سوائے اس کے نہیں میں نے کیا ہے یہ تاکہ تجھ جیسا احمق

وَاَيُّنَا كَانَ لَهٗ ثَوْبَانِ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (رواه البخاری)

مجھ کو دیکھ لے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ہم سے کس کے پاس دو کپڑے تھے۔ روایت کیا اس کو بخاری نے۔

تشریح: حاصل حدیث:۔مشجب کہتے ہیں کہ وہ متعدد لکڑیاں جن کی قوام زمین پر ہوں متفرق طور پر اور ان کے روٗس ملے ہوئے ہوں۔ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک کپڑے میں نماز پڑھی اور آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دوسرے کپڑے مشجب پر لٹکے ہوئے تھے ایک شخص نے کہا کہ تم خلاف سنت کر رہے ہو باوجود اس کے کہ آپؓ کے پاس اور کپڑے پڑے ہیں پھر بھی ایک کپڑے میں نماز پڑھ رہے ہو حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا کہ یہ میں نے تیرے جیسے احمق کی مثل کے لیے ایک کپڑے میں نماز پڑھی تاکہ تیرے جیسے احمق کو مسئلہ معلوم ہو جائے کہ ایک کپڑے میں نماز پڑھنا جائز ہے۔ احمق ہمارے عرف میں تو بڑا سخت لفظ ہے مگر یہاں یہ مراد نہیں بلکہ اس سے مراد جو احکام شرع سے واقف نہ ہو۔ آگے فرمایا کہ ہم میں سے کسی کے پاس حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں دو کپڑے نہیں تھے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں تو ایک کپڑے میں نماز پڑھنا یہ شائع ذائع ہے لیکن بایں ہمہ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مقصد بیان جواز بتلانا ہے ورنہ افضل یہ ہے کہ تین کپڑوں میں نماز ہو قمیص، ازار، عمامہ وغیرہ۔

وَعَنْ اُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ قَالَ الصَّلٰوةُ فِي الثَّوْبِ الْوَاحِدِ سُنَّةٌ كُنَّا نَفْعَلُهٗ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

حضرت ابی بن کعبؓ سے روایت ہے کہا کہ نماز ایک کپڑے میں سنت ہے ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک کپڑے میں نماز پڑھ لیتے

وَسَلَّمَ وَلَا يُعَابُ عَلَيْنَا فَقَالَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ اِنَّمَا كَانَ ذٰلِكَ اِذْ كَانَ فِي الثِّيَابِ قِلَّةٌ فَاَمَّا اِذَا وَسَّعَ اللّٰهُ

تھے اور ہم پر عیب نہ لگایا جاتا تھا۔ ابن مسعودؓ نے کہا یہ اس لئے تھا کہ کپڑوں کی قلت تھی۔ لیکن جس وقت اللہ تعالیٰ نے کشادگی کر دی نماز دو کپڑوں

فَالصَّلٰوةُ فِي الثَّوْبَيْنِ اَزْكٰى. (رواه احمد بن حنبل)

میں افضل ہے۔ روایت کیا اس کو احمد نے۔

تشریح: نماز ایک کپڑے میں سنت سے ثابت ہے یعنی ایک کپڑے کے اندر نماز پڑھنے کا جواز یہ بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے سے ثابت ہے۔ حضرت کعب ابن مالکؓ کہتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایسا کرتے تھے اور ہم پر عیب گیری نہیں کی جاتی تھی یعنی انگلیاں نہیں اٹھائی جاتی تھیں۔ ابن مسعودؓ نے فرمایا میں مانتا ہوں کہ اس وقت کپڑے نہیں تھے اس لیے ایک کپڑے میں نماز پڑھتے تھے لیکن دو کپڑوں میں نماز پڑھنا افضل و ازکیٰ ہے۔ ازکیٰ ہونا مطلق نہیں بلکہ ایک کے اعتبار سے ازکیٰ ہے۔ اگرچہ تین کپڑے کے اعتبار سے یہ کم درجہ ہے افضل تین کپڑے ہیں۔

باب السترة

سترہ کا بیان

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ

عَنِ ابْنِ عُمَرَؓ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَغْدُوْا اِلَى الْمُصَلّٰى وَالْعَنَزَةُ بَيْنَ يَدَيْهِ تُحْمَلُ

حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صبح عیدگاہ کی طرف جاتے برچھی ان کے آگے اٹھائی جاتی اور عیدگاہ میں گاڑی جاتی۔

وَتُنْصَبُ بِالْمُصَلّٰى بَيْنَ يَدَيْهِ فَيُصَلِّيْ اِلَيْهَا. (صحیح البخاری)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی طرف نماز پڑھتے۔ روایت کیا اس کو بخاری نے۔

تشریح: متعلق صلوٰۃ میں سے سترہ بھی ہے۔ سترہ متقدم عن الصلوٰۃ ہونے میں ستر کے ساتھ اشتراک ہے اس لیے باب الستر کے بعد باب السترۃ قائم کیا۔ اگرچہ ستر فرض ہے اس لیے مقدم کیا اور سترۃ مستحب ہے اس وجہ سے مؤخر ہے لیکن بہتر ماخذ مادہ اشتقاق میں بھی اشتراک ہے اس اعتبار سے باب کے ساتھ مناسبت ہے۔ سترۃ سے مراد وہ لکڑی جس کو نمازی اپنے آگے گاڑتا ہے اس کا فائدہ نمازی کو بھی ہوتا ہے سامنے سے گزرنے والے کو بھی' گزرنے والا گناہ گار نہیں ہوتا اور نمازی کی یکسوئی باقی رہتی ہے۔ نیز نمازی کو تشویش نہیں ہوگی۔

سترہ ایک ذراع سے کم نہیں ہونا چاہیے لمبائی میں اور موٹائی میں ایک انگلی سے باریک نہیں ہونا چاہیے۔

باقی حاصل حدیث کا یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم صبح کے وقت عیدگاہ کی طرف تشریف لے جاتے اور عنزہ آپ کے سامنے ہوتا تھا جس کو اٹھائے ہوتے تھے اور عیدگاہ میں آپ کے سامنے گاڑ دیا جاتا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی طرف رخ کر کے نماز پڑھایا کرتے تھے۔

عنزہ: یہ نیزے سے چھوٹی لکڑی اور عام لکڑی سے بڑی ہوتی تھی اور اس کے آگے لوہا لگا ہوتا تھا۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سترۃ الامام سترۃ القوم ہے اور نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ قرأۃ الامام قرأت القوم ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

وَعَنْ اَبِيْ جُحَيْفَةَؓ قَالَ رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَكَّةَ وَهُوَ بِالْاَبْطَحِ فِيْ قُبَّةٍ حَمْرَآءَ

حضرت ابوجحیفہؓ سے روایت ہے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں ابطح میں تھے چمڑے کے

مِنْ اَدَمٍ وَرَأَيْتُ بِلَالًا اَخَذَ وَضُوْءَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرَأَيْتُ النَّاسَ يَبْتَدِرُوْنَ ذَالِكَ

ایک سرخ خیمہ میں اور میں نے بلالؓ کو دیکھا کہ اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وضو سے بچا ہوا پانی لیا اور میں نے لوگوں

الْوَضُوْءَ فَمَنْ اَصَابَ مِنْهُ شَيْئًا تَمَسَّحَ بِهٖ وَمَنْ لَّمْ يُصِبْ مِنْهُ اَخَذَ مِنْ بَلَلِ يَدِ صَاحِبِهٖ ثُمَّ رَأَيْتُ بِلَالًا

کو دیکھا جلدی لیتے تھے اس پانی کو جس کو مل جاتا اپنے بدن پر مل لیتا اور جس کو نہ ملتا اپنے ساتھی کے ہاتھ سے تری لے لیتا۔ پھر میں نے بلالؓ کو

اَخَذَ عَنَزَةً فَرَكَزَهَا وَخَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ حُلَّةٍ حَمْرَآءَ مُشَمِّرًا صَلّٰى اِلَى

دیکھا کہ برچھی پکڑی اور اس کو گاڑ دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سرخ جوڑے میں نکلے دامن اٹھائے ہوئے تھے برچھی کی طرف منہ کر کے

الْعَنَزَةِ بِالنَّاسِ رَكْعَتَيْنِ وَرَأَيْتُ النَّاسَ وَالدَّوَابَّ يَمُرُّوْنَ بَيْنَ يَدَى الْعَنَزَةِ. (صحیح البخاری و صحیح مسلم)
لوگوں کو دو رکعتیں پڑھائیں اور میں نے لوگوں کو دیکھا اور چوپایوں کو وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے گزرتے تھے برچھی کے پرے سے۔

تشریح: حدیث کے ابتدائی حصہ میں یہ بات مذکور ہے کہ حضرت ابی جحیفہ کہتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا مقام ابطح میں وہاں پر چمڑے کا سرخ خیمہ لگایا ہوا تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں وضو فرمایا اور حضرت بلالؓ نے اس پانی کو لے لیا یعنی وہ پانی جو وضو کے دوران اعضاء سے گر کر کسی برتن میں جمع کر لیا گیا تھا (نہ وہ پانی جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وضو فرمانے کے بعد برتن میں بچا ہوا تھا) راوی کہتے ہیں میں نے دیکھا کہ لوگ اس میں چھینا جھپٹی کر رہے ہیں برکت حاصل کرنے کے لیے جس کو مل جاتا ز ہے قسمت اس کو اپنے جسم پر مل لیتا اور جس کو نہ ملتا وہ اپنے دوسرے ساتھی کی ہاتھ کی تری کو لے کر اپنے جسم اور چہرہ وغیرہ پر مل لیتا تھا۔

سوال: یہ تو ماء مستعمل ہے احناف کے نزدیک تو ماء مستعمل نجس ہے، فکیف الاستعمال یجوز؟

جواب: جو احناف ماء مستعمل کو نجس قرار دیتے ہیں وہ بھی کہتے ہیں کہ ماء نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس سے مستثنیٰ ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ماء مستعمل طاہر بھی ہے اور مطہر بھی۔ تو اس سے معلوم ہوا کہ تبرک باثار الصالحین جائز ہے۔

ثم رَأَيْتُ ...... الخ کہ بلالؓ نے عنزۃ (برچھی) لیا اور اس کو گاڑ دیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے سرخ حلہ میں آپ عنزۃ (برچھی) کی طرف رخ کر کے لوگوں کو دو رکعت نماز پڑھائی۔

سوال: فقہاء کہتے ہیں حلہ حمراء مرد کے لیے پہننا جائز نہیں؟

جواب-۱: حلہ حمراء کی حرمت سے پہلے کا یہ قصہ ہے۔

جواب-۲: یہ محض سرخ نہ تھا بلکہ اس میں سرخ دھاریاں تھی اور اس کا پہننا جائز ہے اور فقہاء کا قول محمول ہے جو محض سرخ ہو۔

وَرَأَيْتُ النَّاسَ الخ: لوگ اور جانور عنزہ کے سامنے سے گزر رہے تھے تو معلوم ہوا کہ سترۃ الامام سترۃ القوم ہے۔

وَعَنْ نَّافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَؓ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَعْرِضُ رَاحِلَتَهُ فَيُصَلِّيْ اِلَيْهَا مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ
حضرت نافع ابن عمرؓ سے روایت کرتے ہیں کہ بے شک نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی سواری کا اونٹ بٹھاتے اور اس کی طرف نماز پڑھتے (متفق علیہ) بخاری نے زیادہ کیا میں
وَزَادَ الْبُخَارِيُّ قُلْتُ اَفَرَأَيْتَ اِذَا هَبَّتِ الرِّكَابُ قَالَ كَانَ يَاْخُذُ الرَّحْلَ فَيُعَدِّلُهُ فَيُصَلِّيْ اِلٰى اٰخِرَتِهٖ
نے ابن عمر سے کہا کہ جب اونٹ پانی پینے اور چرنے کو جاتے تو کیا کرتے تھے کہا آپ کجاوہ کو درست کر کے رکھ لیتے اور اس کی پچھلی لکڑی کی طرف منہ کر کے نماز پڑھ لیتے۔

تشریح: حاصل حدیث نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی سواری کو عرضاً بٹھا کر اس کی طرف رخ کر کے نماز پڑھتے تھے، یعنی سترہ اس سواری کو بناتے تھے تو معلوم ہوا کہ اگر سترہ کے لیے کوئی اور چیز نہ ملے تو جانور کی سواری کو بھی سترہ بنایا جا سکتا ہے۔

قوله' وزاد البخاری الخ: ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے نافع سے پوچھا کہ جب سواریاں نہیں ہوتی تھیں وہ پانی وغیرہ گھاس چارہ وغیرہ چرنے کیلئے چلی جاتی تھیں تو پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کس کو سترہ بناتے تھے تو انہوں نے کہا کہ مؤخرة الرحل کجاوے کی لکڑی کو سترہ بنا لیتے تھے۔ حضرت نافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خادم تھے اور سفر میں اکثر ساتھ رہتے تھے اس لیے ان سے پوچھا اور بسا اوقات خود حضرت نافع کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سترہ بنا لیتے ان کو کہتے کہ آگے بیٹھ جاؤ ان کی پیٹھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہوتی تھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی طرف رخ کر کے نماز پڑھ لیتے تھے تو معلوم ہوا کہ سترہ صرف لاٹھی میں بند نہیں ہے مؤخرة الرحل اور آخرتہ دونوں کا ایک ہی معنی ہے کجاوے کی وہ لکڑی جس سے سوار سہارا لگاتا ہے۔

وَعَنْ طَلْحَةَ ابْنِ عُبَيْدِاللّٰهِؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا وَضَعَ اَحَدُكُمْ بَيْنَ يَدَيْهِ
حضرت طلحہ بن عبید اللہؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس وقت ایک تمہارا اپنے آگے سترہ کجاوے کی پچھلی

مِثْلَ مُؤْخِرَةِ الرَّحْلِ فَلْيُصَلِّ وَلَا يُبَالِ مَنْ مَرَّ وَرَآءَ ذٰلِكَ . (صحیح مسلم)

لکڑی کی مانند رکھے پس نماز پڑھے پھر پرواہ نہ کرے جو اس کے پرے گزرے۔ روایت کیا اس کو مسلم نے۔

تشریح: حاصل حدیث:۔ مؤخرۃ الرحل کجاوے کی وہ لکڑی جس کے ساتھ راکب ٹیک لگاتا ہے۔ جب اتنی مقدار سترہ گاڑ دیا جائے تو یہ سترہ کافی ہو جائے گا۔ آگے فرمایا لایبال من مرّ وراء ذالک. اس جملے کے دو مطلب ہیں (۱) مَنْ یہ لایبال کا مفعول ہو اب معنی یہ ہوگا کہ نمازی سامنے سے گزرنے والے کی پرواہ نہ کرے یعنی یہ خیال نہ کرے کہ (قطع الصلوٰۃ کی) اس کے گزرنے کی وجہ سے میری نماز میں خلل واقع ہو گیا ہے۔ (۲) مَنْ یہ لایبال کا فاعل بن رہا ہو اب معنی یہ ہوگا کہ سامنے سے گزرنے والا پروا نہ کرے۔ (اپنے گنہگار ہونے کی) یعنی یہ خیال نہ کرے گزرنے کی وجہ سے میں گنہگار ہو گیا اس لیے کہ وہ تو سترہ سے باہر سے گزر رہا ہے۔

وَعَنْ اَبِیْ جُهَيْمٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ يَعْلَمُ الْمَارُّ بَيْنَ يَدَىِ الْمُصَلِّىْ مَاذَا عَلَيْهِ لَكَانَ

حضرت ابو جہیمؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر نمازی کے آگے سے گزرنے والے کو علم ہو کہ اس کو کس قدر گناہ ہے

اِنْ يَّقِفَ اَرْبَعِيْنَ خَيْرًا لَّهُ مِنْ اَنْ يَّمُرَّ بَيْنَ يَدَيْهِ قَالَ اَبُو النَّضْرِ لَا اَدْرِىْ قَالَ اَرْبَعِيْنَ يَوْمًا اَوْ شَهْرًا اَوْ سَنَةً

اس کیلئے چالیس سال تک ٹھہرے رہنا اس سے بہتر ہے کہ وہ گزرے۔ ابو نضرؒ نے کہا میں نہیں جانتا چالیس دن یا چالیس مہینے یا چالیس برس۔

تشریح: حاصل حدیث حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نمازی کے سامنے سے گزرنے والا اگر اس عذاب کا مشاہدہ کرلے جو نمازی کے آگے سے گزرنے پر ہوتا ہے تو البتہ اگر وہ چالیس تک کھڑا رہے تو اس کے لیے بہتر ہوگا اس کے لیے بنسبت اس کے کہ وہ نمازی کے آگے سے گزرے اس کے نچلے راوی ابو النضر کہتے ہیں مجھے معلوم نہیں کہ چالیس سے کیا مراد ہے؟ یوم! سال یا مہینہ مراد ہیں البتہ راجح سال ہے جیسا کہ دوسری روایت سے اس کی تعیین سال سے معلوم ہوئی ہے۔ یعنی عمر کا ایک معتد بہ وقت گزر جائے تو بھی کھڑا رہے گا اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ نمازی کے سامنے سے گزرنے پر کتنا گناہ ہے بعض روایات میں تو مائتہ عام سو برس کا بھی ذکر ہے کہ سو برس کھڑے رہنے کو برداشت کرلے گا۔

وَعَنْ اَبِیْ سَعِيْدٍؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا صَلّٰى اَحَدُكُمْ اِلٰى شَىْءٍ يَّسْتُرُهُ

حضرت ابو سعیدؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس وقت تم میں سے کوئی نماز پڑھے کسی چیز کی طرف کہ اس کو لوگوں

مِنَ النَّاسِ فَاَرَادَ اَحَدٌ اَنْ يَّجْتَازَ بَيْنَ يَدَيْهِ فَلْيَدْفَعْهُ فَاِنْ اَبٰى فَلْيُقَاتِلْهُ فَاِنَّمَا هُوَ شَيْطَانٌ هٰذَا لَفْظُ

سے ڈھانکے کوئی شخص اس کے آگے سے گزرنے کا ارادہ کرے پس چاہئے کہ باز رکھے اگر نہ مانے اس سے لڑائی کرے سوائے اس کے نہیں

الْبُخَارِىِّ وَلِمُسْلِمٍ مَعْنَاهُ.

وہ شیطان ہے یہ لفظ بخاری کے ہیں اور مسلم کیلئے ہے اس کا معنی۔

تشریح: حاصل حدیث:۔ فرمایا سترہ قائم کرنے کے بعد اگر کوئی شخص نمازی اور اس کے سترہ کے درمیان سے گزرتا ہے تو اس کو روکا جائے اگر رک جائے تو فبہا اگر نہ رکے اس سے قتال کیا جائے۔ قتال کا حقیقی معنی مراد نہیں بلکہ یہ کنایہ ہے کہ اس سے سختی کا معاملہ کیا جائے سختی سے روکا جائے گا۔ سبحان اللہ وغیرہ کہنے کے ساتھ لیکن اگر اس کو کوئی چیز ایسی لگ جائے جس سے وہ مر جائے تو قصاص نہیں لیا جائے گا۔ بالا جماع۔

باقی دیت ہوگی یا نہیں فیہ قولان) باقی قتال کا حقیقی معنی کیوں مراد نہیں؟ اس لیے کہ نماز میں خشوع وخضوع سے رہنا چاہیے اور خشوع وخضوع یہ وصف ہے اور لڑائی اور قتال میں ایک ذات کا ختم کرنا ہے تو اس صورت میں وصف کو باقی رکھنے کے لیے ایک ذات کو ختم کرنا لازم آتا ہے اور یہ عقلاً جائز نہیں ہے فرمایا گزرنے والا شیطان ہے شیطان کی طرح ہے یہ اس لیے کہ شیطان نے اس کو آگے گزرنے پر آمادہ کیا ہے اس لیے بطور مبالغہ کے زجراً شیطان کہا یا یوں کہو کہ شیطان من الانس ہے نہ کہ من الجن ہے۔

وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ تَقْطَعُ الصَّلٰوۃَ الْمَرْاَۃُ وَالْحِمَارُ
حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نماز کو عورت، گدھا اور کتا توڑ دیتا ہے
وَالْکَلْبُ وَیَقِیْ ذٰلِکَ مِثْلُ مُؤْخَرَۃِ الرَّحْلِ. (صحیح مسلم)
اور بچاتا ہے کجاوے کی پچھلی لکڑی کی مانند کسی چیز کا سامنے رکھنا۔ روایت کیا اس کو مسلم نے۔

تشریح: حاصل حدیث:۔ اگر نمازی کے آگے سے حدیث میں مذکورہ چیزوں میں سے کوئی گزر جائے تو نماز ٹوٹ جاتی ہے یا نہیں؟ اصحاب ظواہر کے نزدیک عورت، گدھے اور کتے کے گزرنے سے نماز ٹوٹ جاتی ہے۔ امام احمد کی اس مسئلہ میں دو روایتیں ہیں ایک یہ کہ کلب اسود کے علاوہ کسی چیز کے سامنے سے گزرنے سے نماز نہیں ٹوٹتی۔

دوسری روایت یہ ہے کہ ان تینوں چیزوں کے گزر جانے سے نماز ٹوٹ جاتی ہے۔ امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام شافعی اور جمہور سلف کے نزدیک کسی چیز کے بھی نماز کے آگے سے گزرنے سے نماز نہیں ٹوٹتی۔

جن حضرات کے نزدیک ان تین چیزوں میں سے کسی کے گزرنے سے نماز فاسد ہو جاتی ہے ان کا استدلال اس زیر بحث حدیث سے ہے۔ جمہور کی طرف سے اس کے دو جواب دیئے گئے ہیں۔

(۱) بعض نے کہا ہے کہ یہ حدیث منسوخ ہے۔ (۲) تقطع الصلوۃ میں قطع سے مراد قطع خشوع ہے۔ یعنی ان چیزوں کے سامنے سے گزر جانے سے نماز کا خشوع باقی نہیں رہتا۔ نمازی کی توجہ بٹ جاتی ہے۔ اس پر سوال پیدا ہوسکتا ہے کہ قطع خشوع میں ان کی کیا خصوصیت ہے۔ کوئی چیز بھی نماز کے دوران سامنے آجائے تو توجہ منتشر ہو جاتی ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ ان تین کی تخصیص اس لئے کی گئی ہے کہ ان کے سامنے آجانے سے قطع خشوع کا زیادہ خطرہ ہوتا ہے کیونکہ گدھے اور کتے میں ایذا رسانی کا احتمال ہوتا ہے اور عورت کے سامنے آجانے کی صورت میں برے خیالات کا خطرہ ہوتا ہے۔ اس باب کی آخری حدیث میں یہ لفظ ہیں ''اذا صلی احد کم الی غیر السترۃ فانہ یقطع صلوتہ الحمار والخنزیر والیھودی والمجوسی والمراۃ'' اس میں سب کے نزدیک قطع سے مراد قطع خشوع ہی ہوگا۔ اس لئے کہ اس میں عورت، حمار اور کلب کے علاوہ خنزیر، یہودی اور مجوسی کا بھی ذکر ہے۔ ظاہر ہے ان کے گزرنے سے کسی کے نزدیک بھی نماز نہیں ٹوٹتی۔

حنفیہ اور جمہور کے نزدیک دلائل کئی ہیں۔ مثلاً۔

(۱) فصل ثانی میں حضرت فضل بن عباسؓ کی حدیث ہے۔ بحوالہ ابوداؤد و نسائی۔ اتانا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ونحن فی بادیۃ لنا ومعہ عباس فصلی فی صحراء لیس بین یدیہ سترۃ وحمارۃ لنا و کلبۃ تعبثان بین یدیہ فما بالیٰ بذلک۔

(۲) فصل ثانی کی آخری حدیث عن ابی سعید قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لا یقطع الصلوۃ شئی وادرأوا ما استطعتم فانما ھو شیطان۔ رواہ ابوداؤد

سوال: یہ تو ہر چیز میں ہے کہ ہر چیز کا مرور قاطع خشوع وخضوع صلوٰۃ ہے تو پھر ان تین کی تخصیص کیوں کی؟

جواب: ان کے ساتھ شیطان کا تعلق زیادہ ہوتا ہے، زیادہ دخیل ہیں، خشوع وخضوع کے قاطع ہونے میں کسی اور چیز کا مرور قاطع خشوع ہو یا نہ ہو یہ تو ہیں ہی ان کے مرور سے ضرور نماز میں خلل پیدا ہوگا۔

وَعَنْ عَائِشَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھَا قَالَتْ کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُصَلِّیْ مِنَ اللَّیْلِ وَاَنَا مُعْتَرِضَۃٌ
حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم رات کو نماز پڑھتے اور میں آپ کے اور قبلہ کے
بَیْنَہٗ وَبَیْنَ الْقِبْلَۃِ کَاعْتِرَاضِ الْجَنَازَۃِ. (صحیح البخاری و صحیح مسلم)
درمیان عرض میں لیٹی ہوتی مانند عرض میں ہونے جنازے کے۔

تشریح: حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم رات کو نماز پڑھتے اور میں آپ کے اور قبلہ کے درمیان لیٹی ہوئی تھی جیسے جنازہ پڑا ہوا ہوتا ہے تو اس سے معلوم ہوا کہ عورت کا سامنے ہونا قاطع للصلوٰۃ نہیں۔

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ قَالَ اَقْبَلْتُ رَاكِبًا عَلٰى اَتَانٍ وَاَنَا يَوْمَئِذٍ قَدْ نَاهَزْتُ الْاِحْتِلَامَ وَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى
حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے میں گدھی پر سوار ہو کر آیا اور میں ان دنوں بلوغت کے قریب تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ بِالنَّاسِ بِمِنًى اِلٰى غَيْرِ جِدَارٍ فَمَرَرْتُ بَيْنَ يَدَيْ بَعْضِ الصَّفِّ فَنَزَلْتُ
لوگوں کو منیٰ میں نماز پڑھا رہے تھے بغیر دیوار کے میں بعض صف کے آگے سے گزرا اور اترا میں نے
وَاَرْسَلْتُ الْاَتَانَ تَرْتَعُ وَدَخَلْتُ فِي الصَّفِّ فَلَمْ يُنْكِرْ ذٰلِكَ عَلَيَّ اَحَدٌ۔ (صحیح البخاری و صحیح مسلم)
گدھی چھوڑ دی چرتی تھی اور میں صف میں داخل ہوگیا۔ اس بات کا مجھ پر کسی نے انکار نہیں کیا۔

تشریح: حاصل حدیث:۔ کا یہ ہے کہ ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ میں گدھی پر سوار ہو کر آیا اور میں اسی دن بلوغ کے قریب ہوا تھا۔ **قدنا هذت الاحتلام** یہ بات بتائی اس لیے کہ کوئی کہے کہ تم نے نماز کیوں نہیں پڑھی' کہا میں ابھی تک بالغ نہیں ہوا تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت لوگوں کو منیٰ میں نماز پڑھا رہے تھے جدار کے غیر کی طرف 'الی غیر جدار اس غیر میں دو احتمال ہیں:

(۱) غیر صفتیہ ہو اس صورت میں معنی یہ ہوگا الشئی مغایر للجدار یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جدار کے علاوہ کسی اور چیز کو سترہ بنایا ہوا تھا' سترہ جدار نہیں تھا۔ (۲) غیر دون کے معنے میں ہو' معنی جدار کے علاوہ کی طرف۔ یعنی سترہ بالکل ہی نہیں تھا' بغیر سترہ کے نماز پڑھا رہے تھے' بعض علماء نے اس وجہ سے مستقل باب قائم کیا' باب صلوٰۃ بدون السترۃ۔ یہاں اتان کا گزر ہوا' راوی کہتے ہیں بعض صفوں کے درمیان سے گزرا' میں گدھی سے اترا اور اس کو ایسے ہی چھوڑ دیا' وہ چر رہی تھی اور میں صحن میں داخل ہوگیا اور اس کو کسی نے مجھ پر ناگوار نہ سمجھا۔ یہاں سامنے گدھی پھرتی اور چرتی رہی' معلوم ہوا کہ ان کا مرور قاطع للصلوٰۃ نہیں۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِيْ

وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا صَلّٰى اَحَدُكُمْ فَلْيَجْعَلْ تِلْقَاءَ وَجْهِهٖ
حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس وقت کوئی تم میں سے نماز پڑھے وہ اپنے چہرہ کے سامنے کوئی چیز رکھے۔ پس اگر نہ پائے
شَيْئًا فَاِنْ لَّمْ يَجِدْ فَلْيَنْصِبْ عَصَاهُ فَاِنْ لَّمْ يَكُنْ مَعَهٗ عَصًا فَلْيَخْطُطْ خَطًّا ثُمَّ لَا يَضُرُّهٗ مَا مَرَّ اَمَامَهٗ (رواہ ابوداؤد وابن ماجہ)
کوئی چیز کھڑا کرے اپنا عصا اگر اسکے پاس عصا بھی نہ ہو پس چاہیے کہ خط کھینچے پھر اس کو جو بھی آگے سے گزرے گا ضرر نہ دے گا۔ روایت کیا اس کو ابوداؤد اور ابن ماجہ نے

تشریح: فرمایا: اگر سترہ کے لیے کوئی چیز نہ ملے تو لکیر کھینچ دے' لکیر کھینچنے کی تین صورتیں ہیں۔

(۱) شمالاً جنوباً ہلالی شکل میں لکیر کھینچی جائے۔ (۲) طولاً لکیر کھینچی جائے۔ (۳) عرضاً کھینچی جائے۔ اس میں اختلاف ہے کہ سترہ نہ ہونے کی صورت میں یہ لکیر سترہ کے قائم مقام ہوگی یا نہیں اس کا اعتبار ہوگا یا نہیں۔ جمہور اس بات کے قائل ہیں کہ اس لکیر کا کوئی اعتبار نہیں ہوگا۔ حنابلہ کہتے ہیں اس کا اعتبار ہوگا اور ان کی دلیل یہی حدیث الباب ہے۔ جواب: یہ حدیث سنداً ضعیف ہے۔ اس اختلاف کا دارومدار اس بات پر ہے کہ یہ حدیث صحۃ کے درجے میں ثابت ہے یا نہیں جمہور کے نزدیک یہ حدیث صحۃ کے اعتبار سے اس درجے کی نہیں کہ اس سے لکیر کو سترہ کے قائم مقام ٹھہرایا جائے اور حنابلہ کے نزدیک اس درجہ تک پہنچی ہوئی ہے لیکن بایں ہمہ احناف میں سے ابن ہمام کہتے ہیں کہ کچھ نہ ہونے سے لکیر کھینچ لینا زیادہ بہتر ہے۔ اس لکیر کھینچنے سے کم از کم یکسوئی تو حاصل ہوجائے گی۔ اگرچہ سترہ کے قائم مقام نہیں۔

وَعَنْ سَهْلِ بْنِ اَبِي حَثْمَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا صَلّٰى اَحَدُكُمْ اِلٰى سُتْرَةٍ

حضرت سہل بن ابی حثمہؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس وقت کوئی تم میں سے سترہ کی طرف نماز پڑھے

فَلْيَدْنُ مِنْهَا لَا يَقْطَعُ الشَّيْطَانُ صَلَاتَهُ. (رواہ ابوداؤد)

اس کے نزدیک کھڑا ہوتا کہ شیطان اس کی نماز کو اس پر قطع نہ کرے روایت کیا اس کو ابوداؤد نے۔

تشریح: حاصل حدیث۔ سترہ کی طرف کوئی رخ کر کے نماز پڑھے تو اس کے قریب ہو کر پڑھے تا کہ نہ قطع کرنے شیطان اس پر اس کی نماز کو یعنی کسی کو گزرنے پر آمادہ نہ کرے۔

وَعَنِ الْمِقْدَادِ بْنِ الْاَسْوَدِ قَالَ مَارَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي اِلٰى عُوْدٍ وَلَا عَمُوْدٍ

حضرت مقداد بن اسودؓ سے روایت ہے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی لکڑی یا ستون یا درخت کی طرف نماز پڑھتے ہوئے کبھی نہیں دیکھا۔

وَلَا شَجَرَةٍ اِلَّا جَعَلَهُ عَلٰى حَاجِبِهِ الْاَيْمَنِ اَوِ الْاَيْسَرِ وَ لَا يَصْمُدُ لَهُ صَمْدًا. (رواہ ابوداؤد)

مگر وہ اس کو اپنے دائیں یا بائیں ابرو کی طرف کرتے اور اس کی سیدھ کا قصد نہ کرتے۔ روایت کیا اس کو ابوداؤد نے۔

تشریح: حاصل حدیث:۔ کا یہ ہے کہ راوی کہتے ہیں نہیں دیکھا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کہ نماز پڑھ رہے ہوں کسی لکڑی کی طرف اور نہ کسی شجر (درخت) کی طرف مگر بناتے اس کو اپنی دائیں یا بائیں ابرو پر۔ بالکل محاذات میں نہ کرتے تھے یہ اس لیے نہیں کرتے تھے تا کہ شرک کا ابہام نہ ہو اور اصنام کے ساتھ تشبہ نہ ہو کہ سترہ ہی کو سجدہ کر رہا ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سترہ کو بالکل محاذات میں نہیں گاڑنا چاہیے بلکہ دائیں یا بائیں جانب ہو۔

وَعَنِ الْفَضْلِ بْنِ عَبَّاسٍ قَالَ اَتَانَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَحْنُ فِي بَادِيَةٍ لَنَا وَمَعَهُ عَبَّاسٌ

حضرت فضل ابن عباسؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے ہم اپنے جنگل میں تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عباسؓ تھے۔

فَصَلّٰى فِي صَحْرَاءَ لَيْسَ بَيْنَ يَدَيْهِ سُتْرَةٌ وَحِمَارَةٌ لَنَا وَ كَلْبَةٌ تَعْبَثَانِ بَيْنَ يَدَيْهِ فَمَا بَالٰى

آپ نے جنگل میں نماز پڑھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے سترہ نہ تھا اور ہماری گدھی اور کتیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے کھیلتی تھیں۔

بِذٰلِكَ. (رواہ ابوداؤد و النسائی، نحوہ)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی پرواہ نہیں کی۔ روایت کیا اس کو ابوداؤد نے اور روایت کیا نسائی نے اس کی مانند

تشریح: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ان چیزوں کا مرور قاطع للصلوٰۃ نہیں حالانکہ سترہ بھی نہیں تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ بیان جواز کے لیے کیا تھا۔

وَعَنْ اَبِي سَعِيْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَقْطَعُ الصَّلَاةَ شَيْءٌ وَادْرَأُوْا مَا

حضرت ابوسعیدؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علی وسلم نے فرمایا نماز کو کوئی چیز نہیں توڑتی اور نمازی کے آگے گزرنے سے جس قدر

اسْتَطَعْتُمْ فَاِنَّمَا هُوَ شَيْطَانٌ. (رواہ ابوداؤد)

ہو سکے دور کرو سوائے اس کے نہیں وہ شیطان ہے۔ روایت کیا اس کو ابوداؤد نے۔

تشریح: حاصل حدیث:۔ کوئی چیز نماز کو قطع نہیں کرتی یعنی کسی چیز کا گزرنا اور اگر کوئی گزرے بھی تو اس کو اپنی وسعت کے مطابق روکو کیوں کہ گزرنے والا شیطان ہے اس کے دو مطلب ماقبل میں گزر چکے ہیں۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ

وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كُنْتُ اَنَامُ بَيْنَ يَدَىْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرِجْلَاىَ فِىْ قِبْلَتِهٖ فَاِذَا

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے سوتی تھی میرے پاؤں قبلہ کی طرف ہوتے جس وقت آپ سجدہ کرتے مجھ کو

سَجَدَ غَمَزَنِىْ فَقَبَضْتُ رِجْلَىَّ وَاِذَا قَامَ بَسَطْتُّهُمَا قَالَتْ وَالْبُيُوْتُ يَوْمَئِذٍ لَيْسَ فِيْهَا مَصَابِيْحُ.

ٹھوکتے میں اپنے پاؤں سمیٹ لیتی اور جس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوتے میں پھیلا دیتی۔ کہا ان دنوں گھروں میں چراغ نہیں ہوتے تھے۔

(صحیح البخاری و صحیح مسلم)

تشریح: حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے سوئی ہوئی تھی اور میرے پاؤں آپ کے قبلہ کی جانب ہوتے، پس جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم سجدہ کرتے تو میرے پاؤں کو دباتے میں سمیٹ لیتی اور جب آپ قیام فرماتے تو پھر میں بچھا لیتی۔

قوله' والبيوت يومئذٍ الخ : سے دفع دخل مقدر جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ دباتے آپؐ پیچھے سمیٹ لیتی تو پھر دوبارہ کیوں پھیلاتی تھیں؟ جواب دیا عذر یہ پیش کیا کہ اس وقت گھروں میں چراغ نہیں ہوتے تھے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا قیام لمبا ہو جاتا تھا مجھ پر نیند غالب آجاتی جس کی وجہ سے میرے پاؤں پھر بچھ جاتے' پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب سجدہ فرماتے تو پاؤں دباتے میں پیچھے ہٹا لیتی تو اس سے معلوم ہوا کہ غمز مراۃ قاطع للصلوٰۃ نہیں تو عورت کا مرور بھی قاطع للصلوٰۃ نہیں۔ نیز اس سے معلوم ہوا کہ مس المراۃ ناقض للوضوء نہیں حتیٰ کہ دوران صلوٰۃ بھی ناقض نہیں ہے۔

وَعَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ يَعْلَمُ اَحَدُكُمْ مَالَهٗ فِىْ اَنْ يَمُرَّ بَيْنَ

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر ایک تمہارا جان لے کہ اپنے نمازی بھائی کے آگے سے گزرنے میں

يَدَىْ اَخِيْهِ مُعْتَرِضًا فِى الصَّلَاةِ كَانَ لَاَنْ يُّقِيْمَ مِائَةَ عَامٍ خَيْرٌ لَّهٗ مِنَ الْخَطْوَةِ الَّتِىْ خَطَا. (رواہ ابن ماجۃ)

کس قدر گناہ ہے نماز میں سامنے آئے البتہ یہ کہ سو برس ٹھہرے اس کیلئے اس قدم سے بہتر ہے جو اس نے اٹھایا روایت کیا اس کو ابن ماجہ نے۔

تشریح: اس میں علم سے مراد علم بالمشاہدہ ہے۔ یہ دلیل قرینہ ہے اس بات پر کہ جہاں اربعین مطلق آیا ہے وہاں بھی اربعین سنت مراد ہے۔

وَعَنْ كَعْبِ الْاَحْبَارِ قَالَ لَوْ يَعْلَمُ الْمَارُّ بَيْنَ يَدَىِ الْمُصَلِّىْ مَاذَا عَلَيْهِ لَكَانَ اَنْ يُّخْسَفَ بِهٖ خَيْرًا لَّهٗ

حضرت کعبؓ احبار سے روایت ہے کہا کہ اگر نمازی کے آگے سے گزرنے والے جان لے اس پر کیا گناہ ہے البتہ ہو کہ اسے دھنسا دیا جائے

مِنْ اَنْ يَّمُرَّ بَيْنَ يَدَيْهِ وَفِىْ رِوَايَةٍ اَهْوَنَ عَلَيْهِ. (رواہ امام مالک)

اس سے بہتر ہے کہ اس کے آگے سے گزرے۔ ایک روایت میں ہے اس پر آسان ہے۔ روایت کیا اس کو مالک نے۔

تشریح: نمازی کے سامنے سے گزرنا اتنا بڑا گناہ ہے کہ اگر گزرنے والے کو اس کے عذاب کا مشاہدہ ہو جائے تو وہ زمین میں دھنس جانے کو بہتر سمجھے گا بنسبت اس کے کہ وہ نمازی کے سامنے سے گزرے۔ ایک روایت میں ہے کہ اس پر زیادہ اھون ہے۔ اس کی تفصیل ماقبل میں گزر چکی ہے۔

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا صَلّٰى اَحَدُكُمْ اِلٰى غَيْرِ السُّتْرَةِ فَاِنَّهٗ

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس وقت ایک تمہارا سترہ کے

يَقْطَعُ صَلاتَهُ الْحِمَارُ وَالْخِنْزِيْرُ وَالْيَهُوْدِيُّ وَ الْمَجُوْسِيُّ وَالْمَرْأَةُ وَتُجْزِئُ عَنْهُ اِذَا مَرُّوْا بَيْنَ يَدَيْهِ
بغیر نماز پڑھے اس کی نماز گدھا خنزیر یہودی مجوسی اور عورت کاٹ دیتی ہے اور اس کو کفایت کرتا ہے کہ پتھر پھینکنے کے
عَلٰى قَذْفَةٍ بِحَجَرٍ. (رواہ ابوداؤد)
اندازے پرسے گزریں۔روایت کیااس کوابوداؤد نے۔

تشریح: حاصل حدیث:۔ جب کوئی بغیر سترہ کے نماز پڑھے گا تو اس کی نماز کو یہ چیزیں قطع کر دیں گی۔ حمار خنزیر یہودی مجوسی اور مرأۃ کا گزرنا اور کفایت کر جائے گا اس سے جب کہ گزریں وہ اس کے سامنے ایک پتھر کے پھینکنے کی مقدار پر یعنی اگر پتھر پھینکا جائے وہ جس مقدار پر پہنچے اگر اس مقدار سے باہر باہر سے گزریں تو نماز قطع نہیں ہوگی۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ان کا مرور قاطع للصلوٰۃ ہے یعنی خشوع وخضوع۔ صلوٰۃ کے لیے قاطع ہے۔

علی قذفة بحجر چنانچہ علماء نے اس کا اندازہ لگایا ہے تین صفوں کی مقدار کے ساتھ۔ اگر تین صفوں کے بقدر آگے سے گزرے گا تو گنہگار نہیں ہوگا۔ اب یہ حدیث حنابلہ کے موافق بھی ہے اور مخالف بھی ہے اس میں خنزیر اور یہودی و مجوسی کا ذکر ہے۔ اب ہم کہتے ہیں اے حنابلہ تم تین کے بارے میں کہتے ہو کہ یہ قاطع للصلوٰۃ ہیں جب کہ اس حدیث میں خنزیر اور یہودی و مجوسی کے مرور کا بھی ذکر ہے۔ یہاں بھی یقطع کے الفاظ ہیں۔ فماهو جوابكم فهو جوابنا: لامحالہ تم یہی کہو گے کہ اس سے قطع خشوع و خضوع صلوٰۃ مراد ہے۔ ہم کہتے ہیں' ان تین کو بھی تسلیم کرلو کہ اس سے مراد بھی قطع خشوع وخضوع صلوٰۃ ہے' باقی پھر ان کی تخصیص کیوں کی حالانکہ ہر چیز کا مرور خشوع وخضوع صلوٰۃ کے لیے قاطع ہے۔

جواب: ان کی تخصیص اس لیے کی کہ ان کے ساتھ شیطان کا اثر زیادہ ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

باب صفة الصلوة

صفت نماز کا بیان

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ

عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ ؓ اَنَّ رَجُلًا دَخَلَ الْمَسْجِدَ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَالِسٌ فِىْ نَاحِيَةِ
حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے ایک آدمی مسجد میں داخل ہوا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں ایک طرف
الْمَسْجِدِ فَصَلّٰى ثُمَّ جَآءَ فَسَلَّمَ عَلَيْهِ فَقَالَ لَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَلَيْكَ السَّلَامُ
بیٹھے ہوئے تھے اس نے نماز پڑھی پھر آیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اور تجھ پر سلام ہے
اِرْجِعْ فَصَلِّ فَاِنَّكَ لَمْ تُصَلِّ فَرَجَعَ فَصَلّٰى ثُمَّ جَآءَ فَسَلَّمَ عَلَيْهِ فَقَالَ وَعَلَيْكَ السَّلَامُ اِرْجِعْ فَصَلِّ
واپس جا نماز پڑھ تو نے نماز نہیں پڑھی وہ واپس گیا نماز پڑھی پھر آیا اور سلام کہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اور تجھ پر سلام ہے واپس جا نماز پڑھ
فَاِنَّكَ لَمْ تُصَلِّ فَقَالَ فِى الثَّالِثَةِ اَوْ فِى الَّتِىْ بَعْدَهَا عَلِّمْنِىْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَقَالَ اِذَا قُمْتَ اِلَى
تو نے نماز نہیں پڑھی۔ تیسری مرتبہ یا تیسری مرتبہ کے بعد اس نے کہا مجھ کو سکھلائیں اے اللہ کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

الصَّلٰوۃِ فَاَسْبِغِ الْوُضُوْءَ ثُمَّ اسْتَقْبِلِ الْقِبْلَۃَ فَکَبِّرْ ثُمَّ اقْرَأْ بِمَا تَیَسَّرَ مَعَکَ مِنَ الْقُرْاٰنِ ثُمَّ ارْکَعْ حَتّٰی
جس وقت تو نماز کی طرف کھڑا ہو پس پورا وضو کر پھر قبلہ کے سامنے کھڑا ہو پس اللہ اکبر کہہ پھر پڑھ جو آسان ہو تیرے ساتھ قرآن سے
تَطْمَئِنَّ رَاکِعًا ثُمَّ ارْفَعْ حَتّٰی تَسْتَوِیَ قَائِمًا ثُمَّ اسْجُدْ حَتّٰی تَطْمَئِنَّ سَاجِدًا ثُمَّ ارْفَعْ حَتّٰی تَطْمَئِنَّ
پھر رکوع کر یہاں تک کہ ٹھہرے تو رکوع میں پھر اپنا سر اٹھا یہاں تک کہ سیدھا کھڑا ہو پھر سجدہ کر یہاں تک کہ مطمئن ہو
جَالِسًا ثُمَّ اسْجُدْ حَتّٰی تَطْمَئِنَّ سَاجِدًا ثُمَّ ارْفَعْ حَتّٰی تَطْمَئِنَّ جَالِسًا وَّفِیْ رِوَایَۃٍ ثُمَّ ارْفَعْ حَتّٰی
تو سجدہ کرنیوالا پھر سر اٹھا حتیٰ کہ مطمئن ہو تو بیٹھنے والا پھر سجدہ کر یہاں تک کہ مطمئن ہو تو سجدہ کرنیوالا پھر سر اٹھا یہاں تک کہ مطمئن ہو تو بیٹھنے والا۔
تَسْتَوِیَ قَائِمًا ثُمَّ افْعَلْ ذٰلِکَ فِیْ صَلٰوتِکَ کُلِّھَا. (صحیح البخاری و صحیح مسلم)
ایک روایت میں ہے پھر اپنا سر اٹھا یہاں تک کہ سیدھا کھڑا ہو پھر اپنی ساری نماز میں اسی طرح کر۔

تشریح: ماقبل سے ربط: اولاً نماز کے وقت کو بتلایا اور پھر علامات کو بتلایا پھر جگہ بتلائی' پھر پڑھنے کیلئے ستر فرض ہونا بتایا۔ اگر صحراء میں ہو سترہ بھی ہونا چاہیے اب پڑھنی کیسی ہے اس کا طریقہ بیان کر رہے ہیں۔

یہ حدیث حدیث مُسئی الصلوٰۃ کے نام سے محدثین کے ہاں مشہور ہے۔

حاصل حدیث:۔ حضرت ابو ہریرۃؓ فرماتے ہیں ایک شخص مسجد میں داخل ہوا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مسجد کے کونے میں تشریف فرما تھے۔ اس نے آ کر نماز پڑھی' پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا' سلام کیا' حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وعلیکم السلام **ارجع فصل فانک لم تصل**. وہ گیا اس نے جا کر نماز پڑھی' پھر آیا سلام کیا' حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام کا جواب دینے کے بعد پھر وہی فرمایا: **ارجع فصل فانک لم تصل**. الغرض تیسری یا چوتھی مرتبہ کے بعد اس شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے تو ایسے ہی نماز پڑھنی آتی ہے۔ آپ مجھ کو سکھلا دیں کیسے نماز پڑھنی ہے۔ پھر آگے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کا پورا طریقہ بتلایا جو کہ حدیث میں مذکور ہے۔

اس میں کلام اختلاف ہے کہ یہ رجل کون تھے' کہا گیا ہے کہ یہ خلاد بن رافع تھے۔ اس پر اشکال ہوگا کہ اسماء الرجال کی کتابوں میں ہے کہ یہ خلاد بن رافع غزوہ بدر میں شہید ہو گئے تھے جبکہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ غزوہ خیبر کے موقع سن ۷ ہجری میں مشرف باسلام ہوئے جبکہ غزوہ بدر سن ۲ ہجری میں یہ صحابی شہید ہو گئے تھے اور غزوہ بدر پہلے ہوا اور غزوہ خیبر بعد میں ہوا تو بعد والے صحابی پہلے صحابی جو کہ تین چار برسوں پہلے شہید ہو گئے ہیں ان کا واقعہ کیسے بیان کر رہے ہیں؟

جواب-۱: یہ روایت مرسل صحابی کی قبیل سے ہے یعنی ابو ہریرہؓ نے کسی دوسرے صحابی سے سن کر نقل کی ہے۔ باقی رہی بات کہ اس شخص کی نماز میں کمی کوتاہی کیا تھی جس کی وجہ سے دوبارہ نماز پڑھنے کا حکم ہوا۔

جواب-۲: تعدیل ارکان کو کماینبغی بجانہ لاتا تھا تعدیل ارکان کا معنی یہ ہے کہ ارکان اتنی مقدار رہوں کہ اعضاء کا اضطراب ختم ہو جائے۔

تعدیل ارکان کی حیثیت کیا ہے؟ طرفین کے نزدیک واجب ہے اور ابو یوسف کے نزدیک اور باقی آئمہ کے نزدیک رکن ہے (مابعد میں مفصل بیان آئے گا) ابو یوسف اور باقی آئمہ کا استدلال اس حدیث سے ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی نماز کے بارے میں فرمایا کہ تو نے نماز ہی نہیں پڑھی' سرے سے نماز کی نفی کر دی' اس لئے کہ اس نے تعدیل ارکان چھوڑ دیئے اگر تعدیل ارکان فرض (رکن) نہ ہوتے تو نماز کی نفی کرتے۔ طرفین کی طرف سے۔ جواب (۱) **لم تصل** ہیں۔ نفی کمال کی نفی ہے' نفس نماز کی نفی نہیں۔

جواب (۲) یہ خبر واحد ہے اس سے زیادہ سے زیادہ وجوب ثابت ہو سکتا ہے' رکنیت ثابت نہیں ہو سکتی کیونکہ رکنیت نفس رکوع و سجود کی کتاب اللہ سے ثابت ہے۔ جیسا کہ آیت کریمہ میں ہے: **وارکعوا واسجدوا**. اس کا مدلول نفس رکوع اور نفس سجود ہے جس کو رکن قرار دیا

جائے گا اور اس حدیث سے تعدیل ارکان کو واجب قرار دیا جائے گا تا کہ ہر ذی حق کو اس کا حق مل جائے۔ نیز اگر اس تعدیل ارکان کو بھی فرض قرار دیں تو خبر واحد سے کتاب اللہ پر زیادتی لازم آئے گی اور خبر واحد سے کتاب اللہ پر زیادتی جائز نہیں ہے۔

سوال: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو اول مرحلہ میں تعلیم کیوں نہیں فرمائی بلکہ تیسری یا چوتھی مرتبہ کے بعد تعلیم فرمائی۔ بظاہر تو یہ تقریر علی الخطاء کی قبیل سے ہے جو نبی کی شان کے مناسب نہیں؟ (وہ غلطی کر رہا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کو دیکھ رہے ہیں)؟

جواب-۱: یہ تقریر علی الخطاء کی قبیل سے نہیں بلکہ یہ تاخیر تحقق الخطاء کی قبیل سے ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سمجھا کہ اس کو مسئلہ تو معلوم ہے لیکن اس کو غلطی لگی اس نے سستی سے ایسے کیا ہے پھر دوسری مرتبہ بھی یہی سمجھا' تیسری یا چوتھی مرتبہ کے بعد اس نے ایسا کیا تو پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہوا کہ اس کو مسئلہ معلوم نہیں ہے۔ چنانچہ اس نے خود بھی اقرار کر لیا کہ مجھے مسئلہ معلوم نہیں۔

جواب-۲: اس وجہ سے بھی تاخیر فرمائی تا کہ تعلیم کی کچھ قدر تو ہو۔ انتظار کے بعد جو تعلیم ہو وہ زیادہ راسخ فی الذھن اور زیادہ قدر والی ہوتی ہے۔ چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو اس کو طریقہ سکھلایا وہ مذکور ہے جس میں کچھ باتیں احناف کے موافق ہیں اور کچھ احناف کے خلاف ہیں۔

قوله' فقال اذا قمت الى الصلوٰة ۔الخ فرمایا: جب نماز کا ارادہ کرے تو وضو کامل کرو پھر استقبال قبلہ کرو یعنی تکبیر تحریمہ کہو پھر قرأت کرو جو آپ کو آسان لگے قرآن سے۔ **ثم اقرأ بما تیسر** :معلوم ہوا مطلق قرأۃ رکن ہے سورۃ فاتحہ کی قرأت کی تخصیص نہیں اس مسئلہ میں یہ احناف کی دلیل ہوئی کہ نفس قرأت تو رکن ہے اور فاتحہ واجب تو ہے لیکن رکن نہیں۔ (مابعد میں مسئلہ آئے گا فاتحہ کی رکنیت وعدم رکنیت کے بارے میں)

قوله' ثم ارکع حتی تطمئن ۔الخ پھر رکوع کرو یہاں تک مطمئن ہو جاؤ اس حال میں کہ رکوع کرنے والا ہے پھر اٹھاؤ اپنے سر کو یہاں تک کہ سیدھے کھڑے ہو جاؤ' پھر سجدہ کرو یہاں تک کہ مطمئن ہو جاؤ تو پھر اٹھو سجدہ سے مطمئن ہو کر بیٹھ جاؤ پھر دوسرا سجدہ کرو اطمینان سے پھر دوسرے سجدہ سے سر اٹھاؤ اور اطمینان سے بیٹھ جاؤ۔

قوله' ثم ارفع حتی تطمئن جالساً: دوسرے سجدہ میں اٹھنے کے بعد پہلی یا تیسری رکعت میں بیٹھ جاتا یا کھڑا ہونا ہوتا ہے' یہاں بیٹھنے کا ذکر ہے؟ اس کو جلسہ استراحت کہتے ہیں۔ جلسہ استراحت یہ ہے کہ پہلی یا تیسری رکعت میں دوسرے سجدہ سے سر اٹھانے کے بعد تھوڑی دیر بیٹھ کر اٹھنا' اس میں اختلاف ہوا کہ جلسہ استراحت ہے یا نہیں۔ اس مسئلہ کی تفصیل آگے ملاحظہ فرمائیں۔ احناف جلسہ استراحت کے قائل نہیں اور شوافع قائل ہیں۔ بظاہر یہ حدیث شوافع کے موافق اور احناف کے خلاف ہے۔ اس مسئلہ میں احناف کی طرف سے حدیث کا جواب۔

جواب-۱: جو اسی کتاب میں مذکور ہے (**وفی روایة ثم ارفع حتّٰی تستوی قائماً**) کہ اس واقعہ سے متعلق شدہ دوسری روایت اس کے معارض موجود ہے' اس میں ہے جب دوسرے سجدہ سے سر اٹھائے تو سیدھا کھڑا ہو جائے۔ معلوم ہوا جلسہ استراحت نہیں' تو یہ حدیث ابو ہریرہؓ سالم عن المعارض ہونے کی وجہ سے قابل استدلال نہیں۔

جواب-۲: یہ عذر پر محمول ہے یعنی جب کوئی عذر وغیرہ ہو جلسہ استراحت کر لو۔ واللہ اعلم بالصواب اس حدیث سے چند باتوں کی طرف اشارہ ملتا ہے پہلی چیز تو یہ کہ عالم اور ناصح کیلئے یہی مناسب ہے کہ وہ کسی جاہل اور غلط کام کرنے والے کو نہایت نرمی اور اخلاق کے ساتھ سمجھائے اور اس کے ساتھ نصیحت کا ایسا نرم معاملہ کرے کہ وہ شخص اس کی بات کو ماننے اور اس پر عمل پیرا ہونے پر خود مجبور ہو جائے کیونکہ بسا اوقات نصیحت کے معاملہ میں بداخلاقی وترش روئی اصلاح وسدھار پیدا کرنے کی بجائے اور زیادہ ضد وہٹ دھرمی اور گمراہی کا سبب بن جاتی ہے۔ دوسری چیز یہ ثابت ہوتی ہے کہ ملاقات کے وقت اگرچہ وہ مکرر اور تھوڑی دیر کے بعد ہی ہو سلام کرنا مستحب ہے۔ تیسری چیز یہ ثابت ہوتی ہے کہ اگر کوئی شخص اپنی نماز کے واجبات میں کچھ خلل ونقصان پیدا کرے تو اس کی نماز صحیح ادا نہیں ہوتی اور وہ حقیقی معنی میں نمازی نہیں کہلاتا بلکہ اس کے بارے میں یہی کہا جائے گا کہ اس شخص نے نماز نہیں پڑھی۔ پہلی روایت میں جلسہ استراحت یعنی پہلی اور تیسری رکعت میں دوسرے سجدہ سے اٹھ کر بیٹھنے کا بھی ذکر کیا گیا ہے۔ چنانچہ امام شافعیؒ کے نزدیک جلسہ استراحت سنت ہے مگر حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ

کے نزدیک سنت نہیں ہے اس کی مفصل تحقیق ان شاء اللہ آگے آئے گی۔

عَنْ عَآئِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتَفْتِحُ الصَّلٰوةَ بِالتَّكْبِيْرِ
حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز تکبیر کے ساتھ
وَالْقِرَاءَةِ بِالْحَمْدِ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ وَ كَانَ اِذَا رَكَعَ لَمْ يُشْخِصْ رَاْسَهٗ وَلَمْ يُصَوِّبْهُ وَلٰكِنْ بَيْنَ
اور قرأت الحمدللہ رب العلمین کے ساتھ شروع کرتے اور جب رکوع کرتے نہ اپنے سر کو بلند کرتے اور نہ پست کرتے لیکن
ذٰلِكَ وَكَانَ اِذَا رَفَعَ رَاْسَهٗ مِنَ الرُّكُوْعِ لَمْ يَسْجُدْ حَتّٰى يَسْتَوِيَ قَائِمًا وَّكَانَ اِذَا رَفَعَ رَاْسَهٗ مِنَ
اس کے درمیان رکھتے اور جس وقت اپنا سر رکوع سے اٹھاتے سجدہ نہ کرتے یہاں تک کہ سیدھے کھڑے ہوتے اور جس وقت اپنا
السَّجْدَةِ لَمْ يَسْجُدْ حَتّٰى يَسْتَوِيَ جَالِسًا وَّكَانَ يَقُوْلُ فِيْ كُلِّ رَكْعَتَيْنِ التَّحِيَّةُ وَكَانَ يَفْرِشُ رِجْلَهُ
سر سجدہ سے اٹھاتے یہاں تک کہ سیدھے بیٹھ جاتے اور ہر دو رکعات کے بعد التحیات پڑھا کرتے اور اپنا بایاں پاؤں بچھاتے
الْيُسْرٰى وَيَنْصِبُ رِجْلَهُ الْيُمْنٰى وَكَانَ يَنْهٰى عَنْ عُقْبَةِ الشَّيْطَانِ وَيَنْهٰى اَنْ يَّفْتَرِشَ الرَّجُلُ ذِرَاعَيْهِ
وہ دایاں پاؤں کھڑا رکھتے اور شیطان کے عقبہ سے منع کرتے تھے اور منع فرماتے کہ آدمی درندوں کی طرح
افْتِرَاشَ السَّبُعِ وَكَانَ يَخْتِمُ الصَّلٰوةَ بِالتَّسْلِيْمِ. (صحیح مسلم)
اپنے دونوں ہاتھ بچھائے اور ختم کرتے نماز کو سلام کے ساتھ۔ روایت کیا اس کو مسلم نے۔

تشریح: حاصل حدیث:۔ حدیث کے ابتدائی حصہ میں یہ بات مذکور ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نماز کا افتتاح تکبیر تحریمہ کے ساتھ فرماتے تھے۔ اس پر اجماع ہے کہ نماز کا افتتاح تکبیر تحریمہ سے ہوگا۔ باقی تکبیر تحریمہ کی حیثیت اور الفاظ کی بحث گزر چکی ہے۔

تحریما التکبیر وتحلیلها التسلیم والی حدیث میں دوسرا مسئلہ یہ بتلایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم قرأت کا آغاز وافتتاح الحمدللہ رب العالمین سے کرتے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم تسمیہ نہیں پڑھتے تھے؟ اس میں دو احتمال ہیں: ایک احتمال یہ ہے کہ تسمیہ بالکلیہ نہیں پڑھتے تھے اور دوسرا احتمال یہ ہے کہ اخفاء پڑھتے تھے۔ (اس سے معلوم ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تسمیہ جہراً نہیں پڑھتے تھے) چنانچہ مالکیہ پہلے احتمال کی طرف گئے ہیں۔ مالکیہ کا مذہب یہ ہے تسمیہ بالکل نہیں ہے نہ سراً نہ جہراً اور احناف کہتے ہیں تسمیہ ہے لیکن جہراً نہیں بلکہ سراً ہے اور شوافع کہتے ہیں جہراً ہے۔ یہ حدیث احناف کے موافق ہے اس میں صرف یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تسمیہ نہیں پڑھتے تھے اور اس پر کیا قرینہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جہراً تسمیہ نہیں پڑھتے تھے۔ یہ روایات ہیں۔ انس بن مالک کہتے ہیں میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھی اور ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پیچھے پڑھی اور عمرؓ کے پیچھے نماز پڑھی سب کے سب **لایجهرون بسم الله الرحمٰن الرحیم**۔ بعض روایات میں آتا ہے کہ **کلهم یخفون بسم الله الرحمٰن الرحیم**۔ اور بعض میں آتا ہے کہ **کانوا یسرون بسم الله الرحمٰن الرحیم**۔ معلوم ہوا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جہراً کی نفی کرنا چاہتے ہیں نہ کہ نفس تسمیہ کی۔ لہٰذا جن روایات میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فاتحہ سے قرأت شروع کرتے تھے وہ جہراً پر محمول ہے اور نیز یہ حدیث تسمیہ کے جز ہونے یا نہ ہونے کے مسئلے میں بھی احناف کی دلیل ہے۔ احناف کا مذہب یہ ہے کہ تسمیہ فاتحہ کا جزو نہیں اگر جزو ہوتی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس کو بھی جہراً پڑھتے۔

مسئلہ ۳: **وکان اذا رکع** رکوع کی حالت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حالت کا بیان: کہ رکوع میں نہ خفض ہوتا تھا اور نہ ہی رفع بلکہ ظہر اور راس میں مساوات ہوتی تھی۔ **وکان اذا رفع راسهٗ من الرکوع الخ**.

مسئلہ ۴: جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم رکوع سے سر اٹھاتے تو نہیں سجدہ کرتے تھے یہاں تک کہ سیدھے کھڑے ہو جاتے۔ یہ شوافع کے

نزدیک واجب اور احناف کے نزدیک سنت مؤکدہ قریبہ الی الوجوب ہے۔

مسئلہ-۵: سجدہ کی کیفیت کا بیان۔ مسئلہ-۶: جلسہ بین السجدتین کا بیان۔

مسئلہ-۷: تشہد کے پڑھنے کا بیان کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہر دو رکعت کے بعد تشہد پڑھتے تھے اس میں فی بمعنی بعد کے ہے۔

مسئلہ-۸: قعدہ میں جلوس کی کیفیت کا بیان کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم افتراش کر کے بیٹھتے تھے۔ افتراش کا معنی یہ ہے کہ بائیں پاؤں کو بچھا کر دائیں کو کھڑا کر لیا جائے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اسی طرح بیٹھتے تھے۔

و کان عقبة الشیطان ۔الخ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عقبۃ الشیطان سے منع فرمایا عقبۃ الشیطان کے دو معنے ہیں۔

(۱) اپنی سرین کو زمین پر بچھا کر ساقین کو کھڑا کر لیا جائے اور اپنے دونوں ہاتھوں کو زمین پر بچھا لیا جائے' یہ کتے کے بیٹھنے کی طرح کی شکل بن جاتی ہے۔ (۲) دو سجدوں کے درمیان ایڑیوں کے سہارے پر بیٹھ جانا' ایڑیوں کو کھڑا کر کے ان پر سرین کو جمانا' عقبۃ الشیطان بالمعنی الاول بالاتفاق مکروہ تحریمی ہے اور بالمعنی الثانی مکروہ تنزیہی ہے۔ یہ اس صورت میں ہے جب عذر نہ ہو اور اگر عذر ہو تو پھر اس میں کوئی حرج نہیں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی نماز کو تسلیم کے ساتھ ختم کرتے تھے اس تسلیم کے بارے میں بحث گزر چکی ہے۔

عَنْ اَبِیْ حُمَیْدِنِ السَّاعِدِیِّؓ قَالَ فِیْ نَفَرٍ مِّنْ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَا اَحْفَظُکُمْ
حضرت ابو حمیدؓ ساعدی سے روایت ہے اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ کی ایک جماعت میں کہا کہ میں تم سب سے زیادہ
بِصَلٰوۃِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ رَاَیْتُہٗ اِذَا کَبَّرَ جَعَلَ یَدَیْہِ حِذَآءَ مَنْکِبَیْہِ وَاِذَا رَکَعَ اَمْکَنَ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز یاد رکھتا ہوں۔ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے جس وقت اللہ اکبر کہتے دونوں ہاتھ اپنے کندھوں کے
یَدَیْہِ مِنْ رُکْبَتَیْہِ ثُمَّ ھَصَرَ ظَھْرَہٗ فَاِذَا رَفَعَ رَاْسَہٗ اسْتَوٰی حَتّٰی یَعُوْدَ کُلُّ فَقَارٍ مَّکَانَہٗ فَاِذَا سَجَدَ وَضَعَ
مقابل لے جاتے اور جب رکوع کرتے اپنے ہاتھوں سے گھٹنوں کو پکڑتے پھر اپنی پیٹھ جھکاتے جس وقت سر اٹھاتے سیدھے کھڑے ہوتے
یَدَیْہِ غَیْرَ مُفْتَرِشٍ وَّلَا قَابِضِھِمَا وَاسْتَقْبَلَ بِاَطْرَافِ اَصَابِعِ رِجْلَیْہِ الْقِبْلَۃَ فَاِذَا جَلَسَ فِی الرَّکْعَتَیْنِ
یہاں تک کہ ہر جوڑ اپنی جگہ آ جاتا جس وقت سجدہ کرتے اپنے دونوں ہاتھوں کو رکھتے زمین پر نہ بچھاتے اور نہ سکیڑتے۔
جَلَسَ عَلٰی رِجْلِہِ الْیُسْرٰی وَنَصَبَ الْیُمْنٰی فَاِذَا جَلَسَ فِی الرَّکْعَۃِ الْاٰخِرَۃِ قَدَّمَ رِجْلَہُ الْیُسْرٰی
اپنے پاؤں کی انگلیوں کا رخ قبلہ کی طرف کرتے۔ جب دو رکعت کے بعد بیٹھتے اپنے بائیں پاؤں پر بیٹھتے اور دائیں کو کھڑا کرتے۔ جس وقت
وَنَصَبَ الْاُخْرٰی وَقَعَدَ عَلٰی مَقْعَدَتِہٖ. (رواہ البخاری)
آخری رکعت میں بیٹھتے بایاں پاؤں آگے نکالتے اور دوسرے کو کھڑا کرتے اور اپنی کولی پر بیٹھتے روایت کیا اس کو بخاری نے۔

تشریح: حاصل حدیث۔ الخ

سوال: یہاں ان صحابیؓ نے احفظیت اور اعلمیت کا دعویٰ کیسے کر دیا۔ ظاہر ہے کہ اکابر صحابہؓ سے تو زیادہ محفوظ رکھنے والے نہیں تھے؟

جواب: احفظیت اور اعلمیت کا دعویٰ اپنے ساتھیوں کے اعتبار سے ہے نہ کہ اکابر صحابہؓ کے اعتبار سے۔

(۲) اپنے ظن غالب کے اعتبار سے دعویٰ کیا اور ہر شخص کو اپنے ظن کے مطابق کلام کرنے کا حق ہے۔ صحابہؓ نے کہا کہ اچھا بتلاؤ کیا طریقہ ہے تو انہوں نے بتلایا کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم تکبیر کہتے تو اپنے دونوں ہاتھوں کو اپنے دونوں کندھوں کے برابر کرتے۔ اس سے معلوم ہوا کہ رفع ید کندھوں کے برابر ہوتا تھا۔ اس مسئلہ میں تو تین قسم کی روایات ہیں۔

(۱) رفع ید بحذاء المنکبین' کندھوں کے برابر (۲) رفع ید بحذاء فروع اذنین. دونوں کانوں کی محاذات یعنی لَو تک ہوتا تھا

(۳) رفع ایدی بحذاء الاذنین. دونوں کانوں کے برابر۔ احناف اس میں تطبیق یوں دیتے ہیں کہ کفین کندھے کی محاذات میں اور ابہامین کانوں کی لَو کی محاذات میں اور انگلیاں کانوں کی محاذات میں ہوتی تھیں۔ دوسری تطبیق کی صورت یہ ہے کہ یہ احوال مختلفہ پر محمول ہے کبھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس طرح اور کبھی اس طرح فرماتے۔ بیان جواز کے لیے شوافع حذاء المنکبین والی روایات کو لیتے ہیں وہ اسی کے قائل ہیں تو ان روایات کا جواب-۱: یہ ہے کہ حذاء منکبین سے جواز بتلانا مقصود ہے حصر مقصود نہیں۔

جواب-۲: یہ حالت عذر پر محمول ہے۔ مثلاً سردی کے موسم میں سخت سردی ہو اور کمبل اوڑھے ہوئے ہو تو ہاتھ نکالنا مشکل ہو جاتا ہے تو اس صورت میں کندھوں کے برابر اٹھالے (اس پر قرینہ یہ ہے کہ حضرت وائل ابن حجر فرماتے ہیں کہ میں ایک دفعہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھی۔ صحابہؓ کمبل اوڑھے ہوئے تھے اور تکبیر کہی اور رفع ید بحذاء المنکبین تھا اور دوسرے سال گیا تو رفع ید بحذاء الاذنین تھا' معلوم ہوا کہ یہ عذر پر محمول اور دیگر عدم عذر پر محمول ہیں۔

واذا رکع الخ اور جب رکوع فرماتے تو اپنے ہاتھوں کو گھٹنے پر رکھتے نہ بالکل زمین پر چپٹے ہوئے اور نہ بالکل سمیٹے ہوئے اور آگے قعدہ میں بیٹھنے کی صورت کا بیان ہے۔ پہلے قعدہ میں جلوس کی کیفیت افتراش اور دوسرے قعدہ میں تورک کی ہوتی تھی۔ حدیث میں یہی مذکور ہے۔ اب تورک کا معنی کیا ہے اس کی دو صورتیں ہیں۔

(۱) دائیں پاؤں کو کھڑا کر کے بائیں پاؤں کو باہر نکال کر ایک طرف سرین کو زمین پر جما دینا۔ (۲) دونوں پاؤں کو ایک طرف نکال کر سرین کو زمین پر جا کر بیٹھ جانا۔ قعدہ میں بیٹھنے کا طریقہ اور اس میں آئمہ کا اختلاف۔ وکان یفرش رجله الیسری وینصب رجله الیمنی (یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھنے کیلئے اپنا بایاں پیر بچھاتے اور دایاں پیر کھڑا رکھتے تھے) اس عبارت سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دونوں قعدوں میں اسی طرح بیٹھتے تھے چنانچہ حضرت امام اعظمؒ کا یہی مسلک ہے کہ دونوں قعدوں میں اسی طرح بیٹھنا چاہئے۔

آئندہ آنے والی حدیث جو حضرت ابو حمید ساعدیؓ سے منقول ہے اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پہلے قعدہ میں افتراش (یعنی پاؤں بچھانا ہی اختیار کرتے تھے مگر دوسرے قعدہ میں تورک یعنی (کولہوں پر بیٹھنا) اختیار فرماتے تھے چنانچہ حضرت امام شافعیؒ کا مسلک یہی ہے کہ پہلے قعدہ میں تو افتراش ہونا چاہئے اور دوسرے قعدہ میں تورک۔

حضرت امام مالکؒ کے نزدیک دونوں قعدوں میں تورک ہی ہے اور حضرت امام احمدؒ کا مسلک یہ ہے کہ جس نماز میں دو تشہد ہوں تو اس کے آخری تشہد میں تورک ہونا چاہئے اور جس نماز میں ایک ہی تشہد اس میں افتراش ہونا چاہئے۔

امام اعظمؒ کے مسلک کی دلیل۔ بنیادی طور پر حضرت امام اعظمؒ کے مسلک کی دلیل یہی حدیث ہے کہ نہ صرف یہی حدیث بلکہ اور بہت سی احادیث وارد ہیں جن میں مطلقاً پاؤں کے بچھانے کا ذکر ہے۔ نیز یہ بھی وارد ہے کہ تشہد میں سنت یہی ہے اور یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بغیر پہلے اور دوسرے قعدہ کی قید کے تشہد میں اسی طرح بیٹھا کرتے تھے۔ پھر دوسری چیز یہ بھی ہے کہ تشہد میں بیٹھنے کا جو طریقہ امام اعظمؒ نے اختیار کیا ہے وہ دوسرے طریقوں کے مقابلہ میں زیادہ با مشقت اور مشکل ہے اور احادیث میں صراحت کے ساتھ یہ بات کہی گئی ہے کہ اعمال میں زیادہ افضل واعلیٰ عمل وہی ہے جس کے کرنے میں مشقت اور دشواری زیادہ برداشت کرنی پڑے۔

جن احادیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں یہ منقول ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم دوسرے قعدہ میں کولہوں پر بیٹھتے تھے۔ جیسا کہ امام شافعیؒ کا مسلک ہے وہ اس بات پر محمول ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حالت ضعف اور کبر سنی میں اس طرح بیٹھتے تھے کیونکہ دوسرے قعدہ میں زیادہ دیر تک بیٹھنا ہوتا ہے اور کولہوں پر بیٹھنا زیادہ آسان ہے۔

جواب: یہ اختلاف اولویت وعدم اولیت کا ہے جواز اور عدم جواز کا نہیں۔

عَنِ ابْنِ عُمَرَؓ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ حَذْوَ مَنْكِبَيْهِ اِذَا افْتَتَحَ الصَّلٰوةَ
حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہا کہ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ہاتھ اپنے کندھوں کے درمیان تک

وَاِذَا كَبَّرَ لِلرُّكُوْعِ وَاِذَا رَفَعَ رَاْسَهُ مِنَ الرُّكُوْعِ رَفَعَهُمَا كَذَالِكَ وَقَالَ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ رَبَّنَا

اٹھاتے جب نماز شروع کرتے اور جس وقت رکوع کی تکبیر کہتے اور جس وقت اپنا سر رکوع سے اٹھاتے اس طرح اٹھاتے اور کہتے سمع اللہ لمن حمدہ

لَكَ الْحَمْدُ وَكَانَ لَا يَفْعَلُ ذَالِكَ فِي السُّجُوْدِ. (صحيح البخارى و صحيح مسلم)

ربنا لک الحمد اور سجدوں میں اس طرح نہ کرتے۔

تشریح: فرمایا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز کا افتتاح فرماتے تو اپنے ہاتھوں کو اپنے منکبین تک اٹھاتے (جواب گزر چکے) اور جب تکبیر کہتے رکوع کے لیے تو پھر رفع یدفرماتے اور جب رکوع سے سر اٹھاتے تو پھر ہاتھ کو اٹھاتے تو یہاں تین دفعہ ہاتھ اٹھانے کا ذکر ہے۔تکبیر تحریمہ کے وقت میں یہ محل اختلاف ونزاع نہیں۔البتہ دوسرے دو جگہیں متنازع فیہ ہیں۔

حاصل حدیث سے معلوم ہوا کہ تکبیر تحریمہ کے وقت رفع یدین کے علاوہ نماز کے اندر دو موقعوں پر رفع یدین ہوا تھا۔

(۱) رکوع میں جاتے وقت (۲) رکوع سے سر اٹھاتے وقت اس دو رفع یدین میں نزاع ہے۔تنازع فی رفع یدین کے متعلق مشکوٰۃ شریف میں یہ پہلی روایت ہے (بحث اپنی جگہ پر آجائے گی) رکوع سے سر اٹھاتے وقت یہ کہتے سمع اللہ لمن حمدۃ ربنا لک الحمد. (اس کے الفاظ مختلف ہیں۔ ربنالک الحمد' ربنا ولک الحمد' اللّٰھُمَّ ربنا لک الحمد' اللّٰھُمَّ ربّنا ولک الحمد. المشهور هو الاول۔

مسئلہ تسمیع اور تحمید کس کا وظیفہ ہے' احناف کے نزدیک امام کا وظیفہ صرف تسمیع ہے سمع اللہ لمن حمدہٗ اور مقتدی کا وظیفہ صرف تحمید ہے۔ربنا لک الحمد۔باقی یہ حدیث تو اس کے خلاف ہے۔اس حدیث کا جواب یہ محمول ہے حالت انفراد پر۔

وَعَنْ نَّافِعٍ (رحمة الله عليه) اَنَّ ابْنَ عُمَرَؓ كَانَ اِذَا دَخَلَ فِي الصَّلٰوةِ كَبَّرَ وَرَفَعَ يَدَيْهِ وَ اِذَا رَكَعَ

حضرت نافع سے روایت ہے بے شک ابن عمرؓ جس وقت نماز میں داخل ہوتے تکبیر کہتے اور اپنے دونوں ہاتھ اٹھاتے اور جس وقت رکوع کرتے

رَفَعَ يَدَيْهِ وَاِذَا قَالَ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ رَفَعَ يَدَيْهِ وَاِذَا قَامَ مِنَ الرَّكْعَتَيْنِ رَفَعَ يَدَيْهِ وَرَفَعَ ذَالِكَ

اپنے دونوں ہاتھ اٹھاتے اور جس وقت کہتے سمع اللہ لمن حمدہ اپنے دونوں ہاتھ اٹھاتے اور جس وقت دونوں رکعتوں سے اٹھتے اپنے دونوں ہاتھ اٹھاتے اور

ابْنُ عُمَرَ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

ابن عمرؓ نے اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک مرفوع کیا روایت کیا اس کو بخاری نے۔

تشریح: رفع یدین سے متعلق مشکوٰۃ شریف میں دوسری روایت ابن عمرؓ ہی سے ہے لیکن فرق یہ ہے کہ یہ ان کا عمل ہے اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل ہے۔یہاں تیسرا رفع یدین معلوم ہوا قیام الی الرکعة الثالثة کے موقع پر رفع یدین۔تو یہ تیسرا متنازع رفع یدین ہو گیا۔دو پہلے گزر چکے۔

وَعَنْ مَالِكِ بْنِ الْحُوَيْرِثِؓ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا كَبَّرَ رَفَعَ يَدَيْهِ حَتّٰى

حضرت مالک بن حویرثؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس وقت تکبیر کہتے اپنے دونوں ہاتھ اٹھاتے یہاں تک کہ

يُحَاذِيَ بِهِمَا اُذُنَيْهِ وَاِذَا رَفَعَ رَاْسَهُ مِنَ الرُّكُوْعِ فَقَالَ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ فَعَلَ مِثْلَ ذٰلِكَ وَفِيْ

ان کو اپنے کانوں کے برابر لے جاتے اور جس وقت رکوع سے اپنا سر اٹھاتے کہتے سمع اللہ لمن حمدہٗ اسی طرح کرتے۔

رِوَايَةٍ حَتّٰى يُحَاذِيَ بِهِمَا فُرُوْعَ اُذُنَيْهِ. (صحيح البخارى و صحيح مسلم)

ایک روایت میں ہے یہاں تک کہ کانوں کے اوپر کی جانب کے برابر ہو جاتے۔(متفق علیہ)

تشریح: تکبیر تحریمہ کے وقت رفع یدین بحذاء فروع اذنیہ کے مسئلے میں یہ احناف کے موافق دلیل ہے۔ حتیٰ یحاذی بھما فروع اذنیہ اس میں متنازع رفع یدین صرف ایک ہے۔

وَعَنْهُ اَنَّهُ رَاَی النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یُصَلِّیْ فَاِذَا کَانَ فِیْ وِتْرٍ مِّنْ صَلٰوتِہٖ لَمْ یَنْھَضْ حَتّٰی
حضرت مالکؓ سے کہ اس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا نماز پڑھتے جس وقت اپنی نماز کی طاق رکعت میں ہوتے نہ کھڑے ہوتے یہاں تک
یَسْتَوِیَ قَاعِدًا. (صحیح البخاری)
سیدھے بیٹھتے۔ روایت کیا اس کو بخاری نے۔

تشریح: حاصل حدیث:۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم طاق رکعت کے بعد سیدھے بیٹھ جاتے۔ اگر نماز ثنائی یا ثلاثی (فجر و مغرب) ہوتو پہلی رکعت کو ادا کرنے کے بعد دوسری رکعت کی طرف اٹھنے سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھ جاتے اور اگر نماز رباعی ہوتی تو پھر پہلی اور تیسری رکعت میں دوسری رکعت اور تیسری رکعت کی طرف اٹھنے سے پہلے بیٹھ جاتے۔ یہ جلسہ استراحت ہے۔

جلسہ استراحت سنت ہے یا نہیں؟۔ حضرت امام شافعیؒ کے نزدیک جلسہ استراحت سنت ہے اور اس کا طریقہ وہی ہے جو پہلے قعدہ میں بیٹھنے کا ہے نیز یہ کہ بیٹھنے کے بعد دونوں ہاتھوں سے زمین کا سہارا لے کر اٹھنا چاہئے۔

حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ اور امام احمدؒ کا مختار قول یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا جلسہ استراحت کرنا چونکہ کبر سنی اور ضعف کی وجہ سے تھا اس لئے جس شخص کو جلسہ استراحت کی حاجت نہ ہو اس کیلئے یہ سنت نہیں ہے۔

حضرت امام شافعی کی مستدل یہی حدیث ہے اور حضرت امام اعظمؒ کی دلیل حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت ہے جس کو ترمذیؒ نے بھی نقل کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم (پہلی اور تیسری رکعت کے دوسرے سجدہ سے) پشت قدم پر یعنی بغیر بیٹھے ہوئے اٹھتے تھے اگرچہ اس حدیث کے بعض طریق ضعیف ہیں لیکن حدیث صحیح الاصل ہے۔

حضرت ابن ابی شیبہ حضرت ابن مسعودؓ کے بارے میں نقل کرتے ہیں کہ "وہ اپنے پشت قدم پر بغیر بیٹھے ہوئے اٹھتے تھے" نیز انہوں نے حضرت علیؓ حضرت عمرؓ حضرت ابن عمرؓ اور حضرت ابن زبیرؓ کے بارے میں بھی اسی طرح نقل کیا ہے اور حضرت نعمان ابن ابی عباس کے بارے میں نقل کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ "میں نے بہت سے صحابہ کو دیکھا ہے کہ وہ جب پہلی اور تیسری رکعت میں سجدہ سے سر اٹھاتے تھے تو جس حالت میں ہوتے تھے اسی حالت میں بغیر بیٹھے ہوئے اٹھتے تھے۔

بہرحال۔ اس سلسلہ میں بہت زیادہ احادیث و آثار وارد ہیں اور جو احادیث اس کے برعکس وارد ہیں ان کا محمول کبر سنی اور ضعف ہے جیسا کہ اس حدیث کے بارے میں ذکر کیا گیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کبر سنی اور ضعف کی وجہ سے جلسہ استراحت اختیار فرماتے تھے۔

عَنْ وَّائِلِ بْنِ حُجْرٍؓ اَنَّهُ رَاَی النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ رَفَعَ یَدَیْهِ حِیْنَ دَخَلَ فِی الصَّلٰوۃِ کَبَّرَ ثُمَّ
حضرت وائلؓ بن حجر سے روایت ہے تحقیق اس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا اپنے دونوں ہاتھ اٹھاتے جب نماز میں داخل ہوتے تکبیر کہتے پھر اپنے ہاتھ
اِلْتَحَفَ بِثَوْبِہٖ ثُمَّ وَضَعَ یَدَهُ الْیُمْنٰی عَلَی الْیُسْرٰی فَلَمَّا اَرَادَ اَنْ یَّرْکَعَ اَخْرَجَ یَدَیْهِ مِنَ الثَّوْبِ ثُمَّ
کپڑے میں ڈھانک لیتے پھر اپنا دایاں ہاتھ بائیں پر رکھتے جب رکوع کرنے کا ارادہ کرتے کپڑے سے اپنے ہاتھ نکالتے پھر ان کو اٹھاتے پھر تکبیر کہتے پس
رَفَعَهُمَا وَکَبَّرَ فَرَکَعَ فَلَمَّا قَالَ سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَهُ رَفَعَ یَدَیْهِ فَلَمَّا سَجَدَ سَجَدَ بَیْنَ کَفَّیْهِ. (صحیح مسلم)
رکوع کرتے جس وقت سمع اللہ لمن حمدہ کہتے اپنے دونوں ہاتھ اٹھاتے جب سجدہ کرتے دونوں ہاتھ اپنی ہتھیلیوں کے درمیان رکھتے۔ روایت کیا اس کو مسلم نے۔

تشریح: حاصل حدیث:۔ حضرت وائل بن حجر حضرمی ہیں۔ حضرموت کے شمار کردہ رئیسوں میں سے ہیں جب یہ اپنے قبیلے کی

طرف ایلچی بن کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے تو آپ نے اپنی چادر مبارک زمین پر بچھادی اوران کواس پر بٹھایا پھرانہوں نے اسلام قبول کیا علقمہ اور عبدالجبار ان کے صاحبزادے ہیں۔ مسئلہ نمبر۱: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز میں شروع ہوتے تو تکبیر کہتے' تکبیر تحریمہ کا مسئلہ اجماعی ہے پھر اپنے کپڑے کے ساتھ التحاف فرماتے یعنی اپنے ہاتھوں کو اپنے کپڑے میں داخل کر لیتے۔ اس التحاف فی الثوب کی دوصورتیں ہیں جو چادر اوڑھی ہوئی ہے اس میں داخل کر لیتے ہیں یا آستین میں داخل کر لیتے' باقی آپ کیوں کرتے تھے سردی سے بچنے کیلئے ایسا کرتے تھے۔

مسئلہ-۲: ثم وضع یدہٗ الیمنیٰ الخ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھتے۔ اس مسئلہ میں اختلاف ہے کہ وضع الیدین مسنون ہے یا ارسال۔ اس مسئلے میں یہ حدیث جمہور کے موافق ہے اور مالکیہ کے خلاف ہے جمہور کہتے ہیں وضع الیدین مسنون ہے اور مالکیہ کی طرف منسوب یہ ہے کہ ارسال ہے اور وضع الیدین کی صورت یہ ہے کہ یدیمنی کے بطن کو یہ یسریٰ کے رسغ پر رکھا جائے۔ بایں طور کہ ابہام اور خنصر کا حلقہ بن جائے۔

مسئلہ-۳: محل وضع الیدین کیا ہے' احناف کے نزدیک محل وضع الیدین تحت السرۃ ہے اور شوافع کے نزدیک فوق السرۃ ہے۔ اور بعض آئمہ کا مذہب یہی ہے اور غیر مقلد تو فوق الصدر کرتے ہیں۔ (باقی اس مسئلہ میں حدیث کا اس کی طرف کوئی تعرض نہیں) اس سلسلے میں احناف کی دلیل حدیث علیؓ ہے۔ السنة الكف على الكف تحت السّرة جس میں تحت السترۃ کے الفاظ واضح دلیل ہے کہ ہاتھوں کو ناف کے نیچے باندھیں گے۔ یہ روایت مسند احمد میں ہے۔

اور شوافع کی دلیل حدیث وائل بن حجرؓ ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ انہوں نے دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھا۔ فوق السرۃ۔ یعنی ناف کے اوپر ہاتھ رکھا۔

احناف کی طرف سے پہلا جواب: قرب کی وجہ سے انہوں نے ایسے تعبیر کر دیا۔ دوسرا جواب یہ حدیث سنداً قوی نہیں بنسبت حدیث علی کے۔ اس حدیث میں متنازع فیہ رفع یدین دو (ایک تکبیر تحریمہ کا اور دوسرا بعد الرکوع قبل السجود کے) مذکور ہیں۔

یہ احناف کے موافق ہے اس مسئلے میں فلما سَجَد سَجَد بین کفیه. جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم سجدہ فرماتے تو سجدہ دونوں ہتھیلیوں کے درمیان فرماتے۔ معلوم ہوا کہ سجدہ اس طریقے سے ہونا چاہیے کہ چہرہ دونوں ہتھیلیوں کے درمیان ہو۔ واللہ اعلم بالصواب

وَعَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍؓ قَالَ كَانَ النَّاسُ يُؤْمَرُوْنَ اَنْ يَّضَعَ الرَّجُلُ الْيَدَ الْيُمْنٰى عَلٰى ذِرَاعِهِ الْيُسْرٰى
حضرت سہل بن سعدؓ سے روایت ہے کہا کہ لوگوں کو حکم دیا جاتا تھا کہ آدمی رکھے اپنا دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر
فِي الصَّلٰوةِ. (رواه البخاری)
نماز میں۔ روایت کیا اس کو بخاری نے۔

تشریح: اس میں رجل کی قید احتراز کے لیے نہیں عورت کے لیے بھی یہی حکم ہے کیونکہ احکم الحاکمین اور پروردگار عالم کے سامنے کھڑے ہونے والے کیلئے لازم ہے کہ وہ ادب واحترام کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑے بلکہ انتہائی ادب واحترام کے ساتھ کھڑا رہے۔ باقی وضع ید والے مسئلے میں یہ جمہور کی دلیل ہے اس میں نفس وضع کا بیان ہے۔ محل وضع کی طرف کوئی تعرض نہیں' عورت کیلئے حکم یہ ہے کہ وہ ہاتھ فوق الصدر باندھے۔

وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَؓ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا قَامَ اِلَى الصَّلٰوةِ يُكَبِّرُ حِيْنَ يَقُوْمُ
حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز کی طرف کھڑے ہوتے تکبیر کہتے جس وقت کھڑے ہوتے
ثُمَّ يُكَبِّرُ حِيْنَ يَرْكَعُ ثُمَّ يَقُوْلُ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ حِيْنَ يَرْفَعُ صُلْبَهٗ مِنَ الرَّكْعَةِ ثُمَّ يَقُوْلُ وَهُوَ
پھر تکبیر کہتے جس وقت رکوع کرتے پھر کہتے سمع اللہ لمن حمدہ جب رکوع سے اپنی پیٹھ اٹھاتے پھر کہتے جب کہ کھڑے ہوتے

قَائِمٌ رَبَّنَا لَکَ الْحَمْدُ ثُمَّ یُکَبِّرُ حِیْنَ یَھْوِیْ ثُمَّ یُکَبِّرُ حِیْنَ یَرْفَعُ رَأْسَهٗ ثُمَّ یُکَبِّرُ حِیْنَ یَسْجُدُ ثُمَّ
ربنا لک الحمد پھر تکبیر کہتے جس وقت جھکتے پھر تکبیر کہتے جس وقت سر اٹھاتے پھر تکبیر کہتے۔ جس وقت سجدہ کرتے پھر
یُکَبِّرُ حِیْنَ یَرْفَعُ رَأْسَهٗ ثُمَّ یَفْعَلُ ذٰلِکَ فِی الصَّلٰوۃِ کُلِّھَا حَتّٰی یَقْضِیَھَا وَیُکَبِّرُ حِیْنَ یَقُوْمُ مِنَ الثِّنْتَیْنِ
تکبیر کہتے جس وقت اپنا سر اٹھاتے پھر اس طرح اپنی ساری نماز میں کرتے یہاں تک کہ پورا کرتے اور تکبیر کہتے جس وقت
بَعْدَ الْجُلُوْسِ. (صحیح البخاری و صحیح مسلم)
دو رکعتوں کے بعد بیٹھ کر کھڑے ہوتے۔

تشریح: (اس حدیث میں تکبیرات انتقال کا بیان ہے) ہاتھ اٹھانے کا ذکر نہیں کیا گیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہر رفع و خفض کے وقت تکبیر کہتے تھے۔ سوائے قومہ کے۔ چنانچہ مجموعی طور پر چار رکعتوں میں کل تکبیرات بائیس (۲۲) بنتی ہیں۔ من الرکعة ای من الرکوع

وَعَنْ جَابِرٍؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَفْضَلُ الصَّلٰوۃِ طُوْلُ الْقُنُوْتِ. (صحیح مسلم)
حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نمازوں میں بہتر وہ ہے جو لمبے قیام والی ہو۔ روایت کیا اس کو مسلم نے۔

تشریح: حاصل حدیث، فرمایا: نماز کے ارکان میں سے افضل ترین رکن لمبی قرأت ہے۔ یا دوسرا ترجمہ: افضل ترین نماز لمبے قیام والی نماز ہے، بہر تقدیر مضاف محذوف ماننا پڑے گا۔ مبتداء کی جانب ہو تو یوں کہیں گے افضل ارکان الصلوٰۃ طول القنوت یا خبر کی جانب مضاف محذوف مانیں تو یوں کہیں گے۔ افضل الصلوٰۃ ذات طول القنوت۔ اس میں کلام ہے کہ نماز میں قیام افضل ہے یا سجدہ۔ امام صاحب فرماتے ہیں قیام افضل ہے وجہ اس کی یہ ہے کہ قیام کی حالت میں قرأت زیادہ کی جاتی ہے اور سجدہ میں تسبیح پڑھی جاتی ہے اور ظاہر ہے کہ قرآن تسبیح سے افضل ہے۔ بعض کے نزدیک سجدہ افضل ہے ان کی دلیل وہ حدیث ہے جس میں یہ کہا گیا کہ سجدہ کی حالت میں بندہ کو قرب الٰہی زیادہ ہوتا ہے۔ جواب: اس حدیث کا جواب یہ ہے کہ سجدہ کی فضیلت جزوی ہے جیسے اذان میں فضیلت ہے باقی افعال پر۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ

عَنْ اَبِیْ حُمَیْدِ السَّاعِدِیِّ قَالَ فِیْ عَشَرَۃٍ مِّنْ اَصْحَابِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَنَا اَعْلَمُکُمْ
حضرت ابو حمید ساعدیؓ سے روایت ہے اس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دس صحابہؓ میں کہا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز
بِصَلَاۃِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالُوْا فَاعْرِضْ قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا
تم سب سے زیادہ جانتا ہوں۔ انہوں نے کہا پس بیان کر کہا نبی صلی اللہ علیہ وسلم جس وقت نماز کی طرف کھڑے ہوتے
قَامَ اِلَی الصَّلَاۃِ رَفَعَ یَدَیْهِ حَتّٰی یُحَاذِیَ بِھِمَا مَنْکِبَیْهِ ثُمَّ یُکَبِّرُ ثُمَّ یَقْرَاُ ثُمَّ یُکَبِّرُ وَیَرْفَعُ یَدَیْهِ حَتّٰی
اپنے دونوں ہاتھ اٹھاتے یہاں تک کہ ان کو کندھوں کے برابر کرتے پھر تکبیر کہتے پھر پڑھتے پھر تکبیر کہتے اور دونوں ہاتھ کندھوں کے برابر تک
یُحَاذِیَ بِھِمَا مَنْکِبَیْهِ ثُمَّ یَرْکَعُ وَیَضَعُ رَاحَتَیْهِ عَلٰی رُکْبَتَیْهِ ثُمَّ یَعْتَدِلُ فَلَا یُصَبِّیْ رَأْسَهٗ وَلَا یُقْنِعُ ثُمَّ
اٹھاتے۔ پھر رکوع کرتے اپنی ہتھیلیاں گھٹنوں پر رکھتے پھر کمر سیدھی کرتے نہ اپنے سر کو جھکاتے اور نہ بلند کرتے۔ پھر
یَرْفَعُ رَأْسَهٗ فَیَقُوْلُ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ ثُمَّ یَرْفَعُ یَدَیْهِ حَتّٰی یُحَاذِیَ بِھِمَا مَنْکِبَیْهِ مُعْتَدِلًا ثُمَّ یَقُوْلُ
اپنا سر اٹھاتے اور کہتے سمع اللہ لمن حمدہ پھر اپنے دونوں ہاتھ اٹھاتے یہاں تک کہ کندھوں کے برابر کرتے اس حال میں کہ سیدھے کھڑے ہوتے

اللّٰہُ اَکْبَرُ ثُمَّ یَھْوِیْ اِلَی الْاَرْضِ سَاجِدًا فَیُجَافِیْ یَدَیْہِ عَنْ جَنْبَیْہِ وَیَفْتَحُ اَصَابِعَ رِجْلَیْہِ ثُمَّ یَرْفَعُ رَاْسَہٗ

پھر فرماتے اللہ اکبر پھر سجدہ کرنے کیلئے زمین کی طرف جھکتے اپنے دونوں ہاتھ اپنے پہلوؤں سے دور رکھتے اپنے پاؤں کی انگلیاں کھولتے

وَیَثْنِیْ رِجْلَہُ الْیُسْرٰی فَیَقْعُدُ عَلَیْھَا ثُمَّ یَعْتَدِلُ حَتّٰی یَرْجِعَ کُلُّ عَظْمٍ فِیْ مَوْضِعِہٖ مُعْتَدِلًا ثُمَّ یَسْجُدُ ثُمَّ

پھر اپنا سر اٹھاتے اور اپنا بایاں پاؤں موڑتے اس پر بیٹھتے پھر سیدھے ہوتے یہاں تک کہ ہر ہڈی اپنی جگہ آ جاتی اس حال میں کہ برابر ہوتے پھر

یَقُوْلُ اللّٰہُ اَکْبَرُ وَ یَرْفَعُ وَیَثْنِیْ رِجْلَہُ الْیُسْرٰی فَیَقْعُدُ عَلَیْھَا ثُمَّ یَعْتَدِلُ حَتّٰی یَرْجِعَ کُلُّ عَظْمٍ اِلٰی

سجدہ کرتے پھر کہتے اللہ اکبر اور اٹھتے اور بایاں پاؤں موڑتے اس پر بیٹھتے پھر اعتدال کرتے یہاں تک کہ ہر ہڈی اپنی جگہ آجاتی

مَوْضِعِہٖ ثُمَّ یَنْھَضُ ثُمَّ یَصْنَعُ فِی الرَّکْعَۃِ الثَّانِیَۃِ مِثْلَ ذٰلِکَ ثُمَّ اِذَا قَامَ مِنَ الرَّکْعَتَیْنِ کَبَّرَوَرَفَعَ یَدَیْہِ

پھر کھڑے ہوتے پھر دوسری رکعت میں اس طرح کرتے پھر جس وقت دو رکعت پڑھ کر کھڑے ہوتے اللہ اکبر کہتے اور دونوں ہاتھ

حَتّٰی یُحَاذِیَ بِھِمَا مَنْکِبَیْہِ کَمَا کَبَّرَ عِنْدَ افْتِتَاحِ الصَّلٰوۃِ ثُمَّ یَصْنَعُ ذٰلِکَ فِیْ بَقِیَّۃِ صَلَاتِہٖ حَتّٰی اِذَا

کندھوں تک اٹھاتے۔ جیسے کہ انہوں نے تکبیر کہی تھی نماز کے شروع کرنے کے وقت پھر اپنی باقی نماز میں اسی طرح کرتے یہاں تک کہ

کَانَتِ السَّجْدَۃُ الَّتِیْ فِیْھَا التَّسْلِیْمُ اَخْرَجَ رِجْلَہُ الْیُسْرٰی وَقَعَدَ مُتَوَرِّکًا عَلٰی شِقِّہِ الْاَیْسَرِ ثُمَّ سَلَّمَ

جب وہ سجدہ ہوتا جس کے پیچھے سلام ہے اپنا بایاں پاؤں نکالتے اور کولھے پر بیٹھتے بائیں جانب پر پھر سلام پھیرتے۔ انہوں نے

قَالُوْا صَدَقْتَ ھٰکَذَا کَانَ یُصَلِّیْ رَوَاہُ اَبُوْدَاوٗدَ وَالدَّارِمِیُّ وَرَوَی التِّرْمِذِیُّ وَابْنُ مَاجَۃَ مَعْنَاہُ وَقَالَ

کہا تو نے سچ کہا۔ اسی طرح آپؐ نماز پڑھا کرتے تھے۔ روایت کیا اس کو ابو داؤد نے اور دارمی نے اور روایت کیا ہے

التِّرْمِذِیُّ ھٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ وَفِیْ رِوَایَۃٍ لِاَبِیْ دَاوٗدَ مِنْ حَدِیْثِ اَبِیْ حُمَیْدٍ ثُمَّ رَکَعَ

ترمذی نے اور ابن ماجہ نے اس کا معنی اور کہا ترمذی نے یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ ابو داؤد کی ایک روایت میں ہے ابو حمید کی

فَوَضَعَ یَدَیْہِ عَلٰی رُکْبَتَیْہِ کَاَنَّہٗ قَابِضٌ عَلَیْھِمَا وَوَتَّرَ یَدَیْہِ فَنَحَّاھُمَا عَنْ جَنْبَیْہِ وَقَالَ ثُمَّ سَجَدَ فَاَمْکَنَ

روایت سے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے رکوع کیا پھر اپنے ہاتھ اپنے گھٹنوں پر رکھے گویا ان کو پکڑنے والے ہیں اور اپنے دونوں ہاتھوں کو چلے کی

اَنْفَہٗ وَجَبْھَتَہُ الْاَرْضَ وَنَحّٰی یَدَیْہِ عَنْ جَنْبَیْہِ وَوَضَعَ کَفَّیْہِ حَذْوَ مَنْکِبَیْہِ وَفَرَّجَ بَیْنَ فَخِذَیْہِ غَیْرَ

مانند کیا پس دور رکھا کہنیوں کو اپنے پہلوؤں سے اور راوی نے کہا پھر سجدہ کیا اپنی ناک اور پیشانی کو زمین پر ٹھہرایا اور علیحدہ کیا دونوں ہاتھوں کو

حَامِلٍ بَطْنَہٗ عَلٰی شَیْءٍ مِنْ فَخِذَیْہِ حَتّٰی فَرَغَ ثُمَّ جَلَسَ فَافْتَرَشَ رِجْلَہُ الْیُسْرٰی وَاَقْبَلَ بِصَدْرِ الْیُمْنٰی

پہلوؤں سے دور کیا اپنے دونوں کندھوں کے برابر رکھے اور دونوں رانوں کے درمیان کشادگی کی۔ اپنے پیٹ کو اپنے رانوں پر لگانے والے نہیں

عَلٰی قِبْلَتِہٖ وَوَضَعَ کَفَّہُ الْیُمْنٰی عَلٰی رُکْبَتِہِ الْیُمْنٰی وَکَفَّہُ الْیُسْرٰی عَلٰی رُکْبَتِہِ الْیُسْرٰی وَ اَشَارَ

تھے یہاں تک فارغ ہوئے پھر بیٹھے اپنا بایاں پاؤں بچھایا اور دائیں کی پشت قبلہ کی طرف کی اور دایاں ہاتھ دائیں گھٹنے پر اور بایاں ہاتھ بائیں گھٹنے

بِاِصْبَعِہٖ یَعْنِی السَّبَّابَۃَ وَفِیْ اُخْرٰی لَہٗ وَاِذَا قَعَدَ فِی الرَّکْعَتَیْنِ قَعَدَ عَلٰی بَطْنِ قَدَمِہِ الْیُسْرٰی وَنَصَبَ

پر اور اپنی انگلی کے ساتھ اشارہ کیا یعنی سبابہ انگلی سے ایک دوسری روایت میں ہے جب دو رکعتوں پر بیٹھتے اپنے بائیں پاؤں کے تلوے پر بیٹھتے اور

اَلْيُمْنٰى وَاِذَا كَانَ فِي الرَّابِعَةِ اَفْضٰى بِوَرِكِهِ الْيُسْرٰى اِلَى الْاَرْضِ وَاَخْرَجَ قَدَمَيْهِ مِنْ نَاحِيَةٍ وَّاحِدَةٍ.
دایاں کھڑے کرتے اور جس وقت چوتھی رکعت میں ہوتے بایاں کولھا زمین پر لگاتے اور دونوں قدم ایک طرف نکال دیتے۔

تشریح: یہ پانچویں روایت ہے جو مختلف فیہ رفع یدین کے متعلق ہے۔ اور یہ چار اختلافی مسئلوں میں احناف کے خلاف ہے اور شوافع کے موافق ہے۔ (۱) رفع یدین کے مسئلے میں (۲) جلسہ استراحت کے مسنون ہونے کے مسئلہ میں
(۳) پہلے قعدے میں افتراش اور دوسرے قعدہ میں تورک افضل ہونے کے مسئلہ میں ہے۔
(۴) رفع یدین حذو منکبیہ بھی کے مسئلے میں شوافع کی دلیل ہے۔ جواب اپنے مقام پر آجائیں گے ان شاء اللہ۔

انا اعلمکم بصلوۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یعنی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کے طریقہ کو تم سے زیادہ اچھی طرح جانتا ہوں ان الفاظ سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی شخص کسی خاص مصلحت وضرورت کی بنا پر بغیر کسی غرور تکبر اور نفسانیت کے اظہار حقیقت کے طور پر اپنے علم کی زیادتی کا دعوی کرے تو جائز ہے۔

تکبیر تحریمہ سے پہلے ہاتھ اٹھانے چاہئیں۔ حدیث کے الفاظ **رفع یدیه حتی یحاذی بهما منکبیه ثم یکبر** سے بصراحت معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز کیلئے کھڑے ہوتے تو پہلے رفع یدین کرتے اس کے بعد تکبیر تحریمہ کہتے چنانچہ امام اعظمؒ کا مسلک بھی یہی ہے کہ پہلے ہاتھ اٹھائے جائیں اس کے بعد تکبیر تحریمہ کہی جائے۔

سجدہ کی تکمیل زمین پر ناک اور پیشانی دونوں رکھنے سے ہوتی ہے۔ **فامکن انفه و جبهته الارض** سے معلوم ہوا کہ سجدہ پیشانی اور ناک دونوں کو زمین پر رکھ کر کرنا چاہئے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مستقل طور پر سجدہ اسی طرح کرتے تھے اور احادیث بھی اسی طرح موافق وارد ہیں لہٰذا سجدہ مکمل تو جب ہی ہوتا ہے کہ ناک اور پیشانی دونوں کو زمین پر رکھا جائے۔ اگر کسی مجبوری اور عذر کی بناء پر سجدہ میں ان دونوں میں سے کسی ایک کو زمین پر نہیں رکھا تو مکروہ نہیں ہے اور اگر بغیر کسی عذر اور مجبوری کے ایسا کیا تو اس میں یہ صورت ہوگی کہ اگر زمین پر پیشانی رکھی ہے ناک نہیں رکھی تو یہ متفقہ طور پر جائز ہوگا البتہ سجدہ مکروہ ہوگا اور اگر پیشانی نہیں رکھی بلکہ ناک رکھی تو امام اعظمؒ کے نزدیک یہ بھی بکراہت جائز ہے مگر حضرت امام ابو یوسفؒ اور حضرت امام محمدؒ کے نزدیک جائز نہیں ہے اور اسی پر فتوی ہے۔

سبابہ کی تحقیق۔ سبابہ شہادت کی انگلی کو کہتے ہیں۔ "سب" کے لغوی معنی گالی کے ہیں ایام جاہلیت میں اہل عرب جب کسی کو گالی دیتے تھے اس انگلی کو اٹھاتے تھے اس مناسبت سے اس انگلی کا نام اسی وقت سے سبابہ رائج ہوگیا پھر بعد میں اس انگلی کا اسلامی نام مسبحہ اور سباحہ ہوگیا کیونکہ تسبیح و توحید کے وقت اس انگلی کو اٹھاتے ہیں۔

بہرحال۔ حدیث کے الفاظ کا مطلب یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے التحیات میں کلمہ شہادت پڑھتے وقت اس انگلی سے اس طرح اشارہ کیا کہ نفی یعنی اشھد ان لا الہ کہتے وقت انگلی اٹھائی اور اثبات یعنی الا اللہ کہتے وقت انگلی رکھ دی۔

وَعَنْ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ اَنَّهُ اَبْصَرَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ قَامَ اِلَى الصَّلٰوةِ رَفَعَ يَدَيْهِ حَتّٰى
حضرت وائل بن حجرؓ سے روایت ہے تحقیق اس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا جس وقت نماز کی طرف کھڑے ہوتے دونوں ہاتھ اٹھاتے یہاں
كَانَتَا بِحِيَالِ مَنْكِبَيْهِ وَحَاذٰى اِبْهَامَيْهِ اُذُنَيْهِ ثُمَّ كَبَّرَ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَفِيْ رِوَايَةٍ يَرْفَعُ لَهُ اِبْهَامَيْهِ اِلٰى
تک کہ دونوں کندھوں کے برابر ہو جاتے اور اٹھاتے اپنے انگوٹھے کانوں کے برابر پھر تکبیر کہتے۔ روایت کیا اس کو ابوداؤد نے ایک روایت میں
شَحْمَةِ اُذُنَيْهِ.
ہے انگوٹھے اٹھاتے اپنے کانوں کی لوؤں تک۔

تشریح: یہ احناف کی دلیل ہے تکبیر کے وقت ہاتھوں کو کانوں تک اٹھانے کے مسئلے میں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہاتھ اٹھانے کے بعد تکبیر کہتے تھے اور انگوٹھوں کو کانوں کی لو تک اٹھاتے تھے۔

وَعَنْ قَبِيصَةَ بْنِ هُلْبٍ عَنْ اَبِيهِ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَؤُمُّنَا فَيَأْخُذُ شِمَالَهُ
حضرت قبیصہ بن ہلبؓ سے روایت ہے وہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہماری امامت کراتے پس اپنا بایاں ہاتھ
بِيَمِيْنِهٖ. (رواہ الترمذی و ابن ماجه)
دائیں سے پکڑتے۔ روایت کیا اس کو ترمذی اور ابن ماجہ نے۔

تشریح: اس میں قیام کی حالت میں وضع الیدین کی کیفیت کا بیان ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ وضع ہے نہ کہ ارسال جیسا کہ بعض حضرات کا مسلک ہے۔

وَعَنْ رِفَاعَةَ بْنِ رَافِعٍ قَالَ جَآءَ رَجُلٌ فَصَلّٰى فِي الْمَسْجِدِ ثُمَّ جَاءَ فَسَلَّمَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ
حضرت رفاعہ بن رافعؓ سے روایت ہے کہا کہ ایک آدمی آیا اس نے مسجد میں نماز پڑھی پھر آیا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کہا۔
وَسَلَّمَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَعِدْ صَلَاتَكَ فَاِنَّكَ لَمْ تُصَلِّ فَقَالَ عَلِّمْنِيْ يَا رَسُوْلَ اللهِ
نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے فرمایا اپنی نماز دہرالے تو نے نماز نہیں پڑھی پس اس نے کہا مجھ کو سکھلا دیں اے اللہ کے رسول میں
كَيْفَ اُصَلِّيْ قَالَ اِذَا تَوَجَّهْتَ اِلَى الْقِبْلَةِ فَكَبِّرْ ثُمَّ اقْرَاْ بِاُمِّ الْقُرْآنِ وَمَاشَآءَ اللهُ اَنْ تَقْرَاَ فَاِذَا رَكَعْتَ
کس طرح نماز پڑھوں فرمایا جس وقت تو قبلے کی طرف منہ کرے پس اللہ اکبر کہہ پھر سورہ فاتحہ پڑھ اور جو اللہ چاہے کہ تو پڑھے
فَاجْعَلْ رَاحَتَيْكَ عَلٰى رُكْبَتَيْكَ وَمَكِّنْ رُكُوْعَكَ وَامْدُدْ ظَهْرَكَ فَاِذَا رَفَعْتَ فَاَقِمْ صُلْبَكَ
جس وقت تو رکوع کرے اپنے ہاتھوں کو اپنے گھٹنوں پر رکھ اور ٹھہرا اپنے رکوع میں اور پھیلا اپنی کمر کو جس وقت تو اپنا سر اٹھائے سیدھی کر اپنی پیٹھ اور اٹھا اپنے سر کو
وَارْفَعْ رَاْسَكَ حَتّٰى تَرْجِعَ الْعِظَامُ اِلٰى مَفَاصِلِهَا فَاِذَا سَجَدْتَ فَمَكِّنِ السُّجُوْدَ فَاِذَا رَفَعْتَ
یہاں تک کہ ہڈیاں اپنے جوڑوں کو پھر آئیں۔ جس وقت تو سجدہ کرے ٹھہر واسطے سجدہ کے جس وقت تو اپنا سر اٹھائے
فَاجْلِسْ عَلٰى فَخِذِكَ الْيُسْرٰى ثُمَّ اصْنَعْ ذٰلِكَ فِيْ كُلِّ رَكْعَةٍ وَسَجْدَةٍ حَتّٰى تَطْمَعِنَّ هٰذَا لَفْظُ
بائیں ران پر بیٹھ پھر اس طرح اپنی ہر رکعت میں کر سجدہ میں حتیٰ کہ تو اطمینان کرے۔ یہ لفظ مصابیح کے ہیں۔
الْمَصَابِيْحِ وَرَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ مَعَ تَغْيِيْرٍ يَسِيْرٍ وَرَوَى التِّرْمِذِيُّ وَ النَّسَائِيُّ مَعْنَاهُ وَفِيْ رِوَايَةٍ لِلتِّرْمِذِيِّ
روایت کیا اس کو ابو داؤد نے تھوڑی تبدیلی کے ساتھ اور روایت کیا ترمذی نے اور نسائی نے معنی اس کا۔ ترمذی کی ایک روایت میں ہے
قَالَ اِذَا قُمْتَ اِلَى الصَّلَاةِ فَتَوَضَّاْ كَمَا اَمَرَكَ اللهُ بِهٖ ثُمَّ تَشَهَّدْ فَاَقِمْ فَاِنْ كَانَ مَعَكَ قُرْآنٌ فَاقْرَاْ وَ
فرمایا جس وقت تو نماز کی طرف کھڑا ہو وضو کر جس طرح تجھ کو اللہ نے حکم دیا پھر کلمہ شہادت پڑھ پس اچھی طرح نماز ادا کر اگر تیرے ساتھ قرآن ہو
اِلَّا فَاحْمَدِ اللهَ وَ كَبِّرْهُ وَهَلِّلْهُ ثُمَّ ارْكَعْ.
پس پڑھ اگر نہ یاد ہو الحمد للہ کہہ واللہ اکبر کہہ لا الہ الا اللہ کہہ پھر رکوع کر۔

تشریح: حاصل حدیث:۔ اس حدیث میں جو قصہ مذکور ہے اس طرح کا قصہ ماقبل میں خلاد بن رافع کا بھی ذکر ہو چکا ہے۔

ظاہر یہی ہے کہ دونوں شخصوں کے واقعات ہیں۔ باقی یہ دلیل ہے آئمہ ثلثہ کی اس مسئلے میں کہ تعدیل ارکان فرض ہے۔ جواب: **لم تصل** میں کمال کی نفی ہے **لم تصل** صلوٰۃ کاملۃ باقی تفصیل ماقبل میں گزر چکی ہے۔ **ثم تشهد فا قم الخ** تشہد کے معنے میں دو احتمال ہیں۔(۱) اذان کہو اور تکبیر کہو۔(۲) کلمہ شہادت کہو یعنی وضو کے بعد کی دعاؤں میں سے دعا پڑھو جس میں تشہد کا لفظ ہے اور نماز قائم کرو۔ اس کا مضمون اور حدیث مسیئ الصلوٰۃ کا مضمون مختلف ہے۔ اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ اگر قرآن نہ آتا ہو تو نماز کی چھٹی نہیں ہوگی بلکہ **لا الٰہ الا اللہ** تسبیح وغیرہ پڑھتا رہے باقی کوئی اعادہ بھی ہے یا نہیں اس میں دو قول ہیں: (۱) اعادہ نہیں (۲) اعادہ ہے۔

وَعَنِ الْفَضْلِ بْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الصَّلَاةُ مَثْنٰى مَثْنٰى تَشَهُّدٌ فِيْ
حضرت فضل بن عباسؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نماز دو دو رکعت ہے۔ ہر دو رکعت کے بعد تشہد ہے
كُلِّ رَكْعَتَيْنِ وَتَخَشُّعٌ وَّتَضَرُّعٌ وَّتَمَسْكُنٌ ثُمَّ تُقْنِعُ يَدَيْكَ يَقُوْلُ قَدْ اَرْفَعُهُمَا اِلٰى رَبِّكَ مُسْتَقْبِلًا
اور خشوع ہے اور عاجزی اور مسکنت ظاہر کرنا ہے پھر تو اپنے ہاتھ اٹھائے فضلؓ کہتا ہے کہ اپنے پروردگار کی طرف ان کو بلند کر
بِبُطُوْنِهِمَا وَجْهَكَ وَتَقُوْلُ يَا رَبِّ يَا رَبِّ وَمَنْ لَّمْ يَفْعَلْ ذٰلِكَ فَهُوَ كَذَا وَ كَذَا وَفِيْ رِوَايَةٍ فَهُوَ
دونوں ہتھیلیاں اپنے منہ کے سامنے کر اور کہہ اے میرے رب اے میرے رب اور جس شخص نے نہ کیا پس وہ شخص ایسا ایسا ہے ایک روایت میں
خِدَاجٌ. (رواہ الترمذی)
ہے پس وہ ناقص ہے۔ روایت کیا اس کو ترمذی نے۔

تشریح: حدیث کے ابتدائی حصہ میں فرمایا کہ نماز دو دو رکعتیں ہیں (نفل نماز کی مقدار کو بیان کیا)

مسئلہ: کہ نفلی نماز کے اندر ایک تکبیر تحریمہ کے ساتھ چار رکعتیں زیادہ افضل ہیں یا دو رکعتیں۔ اس میں اختلاف ہے امام صاحب کے نزدیک مطلقاً چار رکعتیں افضل ہیں، خواہ دن میں پڑھے یا رات میں اور شوافع کے نزدیک مطلقاً دو رکعتیں افضل ہیں خواہ دن کے نوافل ہوں یا رات کے۔ صاحبین کے نزدیک رات کے نوافل ہوں تو دو دو افضل اور دن کے نوافل ہوں تو چار چار افضل ہیں۔

احناف کی دلیل-۱: وہ حدیث عائشہؓ جس میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صلوٰۃ اللیل کی کیفیت بیان فرماتی ہیں **یصل اربعاً** ظاہر ہے کہ تکبیر واحدۃ کے ساتھ چار رکعتیں پڑھتے تھے۔

دلیل-۲: وہ روایات جو چاشت کی نماز سے متعلق ہیں ان میں بھی ہے **یصل اربعاً**۔

دلیل-۳: وہ روایات جن میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم قبل از ظہر چار رکعتیں پڑھتے تھے اب اس میں دو احتمال ہیں۔

(۱) یا تو یہ چار رکعتیں زوال کے متصل بعد ہوتی تھیں یا ظہر کی سنن قبلیہ ہوں گی یہ بھی تو نفل ہیں۔ ظاہر ہے کہ یہ بھی تکبیر واحدۃ کے ساتھ ہوتی تھیں۔ (۲) ایک موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ام سلمہؓ کو فرمایا اے ام سلمہؓ اجر و ثواب بقدر مشقت کے ہے اور ظاہر ہے کہ ایک تحریمہ کے ساتھ چار رکعتوں میں مشقت زیادہ ہے۔

شوافع کی دلیل: یہی حدیث فضل بن عباسؓ ہے اس میں الصلوٰۃ سے نفل نماز مراد ہے اور اس میں مثنیٰ مثنیٰ کے الفاظ ہیں۔ اس دلیل کے امام صاحب کی طرف سے جوابات: **جواب-۱:** نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مقصود کے بارے میں دو احتمال ہیں۔ (۱) افضلیت کو بتلانا ہو۔ (۲) اباحت کو بتلانا ہو کہ نماز کم از کم دو رکعتیں ہیں ایک نہیں۔ **اذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال**۔ اگر مقصود اول ہو تو پھر استدلال تام ہوگا اگر مقصود ثانی ہو تو پھر استدلال تام نہیں، ہم کہتے ہیں کہ مقصود ثانی ہے۔

جواب-۲: مابعد والا جملہ پہلے جملے کی تفسیر ہے۔ یعنی ہر دو رکعت کے بعد التحیات ہے خواہ چار رکعتوں والی نماز ہو یا دو رکعت والی نماز

ہو۔صاحبین حضرات کی دلیل: ۔ یہ قیاس کرتے ہیں تراویح پر اس لئے رات کو دو دو رکعت اور دن کو چار چار رکعت قرار دی ہیں۔ قوله' ثم تقنع چونکہ اس کا معنی واضح نہیں تھا اس لیے راوی نے آگے اس کا معنی بیان کر دیا کہ اپنے ہاتھ اٹھاؤ کہ ہاتھوں کی بطون وچہرہ کے محاذات میں ہوں یہ کہتے ہوئے یارب یارب۔ اس حدیث سے معلوم ہوا دعا کرنا نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر یہ مستحب ہے جو لم یفعل جواب نہیں کرے گا فھو خداج اس کو نقصان ہے۔ اس حدیث میں مستحب کے ترک پر خداج کا اطلاق کیا گیا ہے کیونکہ دعا مانگنا بعد صلوٰۃ مستحب ہے۔ خداج ای ذو خداج.

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ

وَعَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ الْمُعَلّٰى قَالَ صَلّٰى لَنَا اَبُوْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيّ فَجَهَرَ بِالتَّكْبِيْرِ حِيْنَ رَفَعَ
حضرت سعید بن حارث بن معلیٰؓ سے روایت ہے کہا کہ حضرت ابو سعید خدریؓ نے ہم کو نماز پڑھائی
رَاْسَهُ مِنَ السُّجُوْدِ وَ حِيْنَ سَجَدَ وَحِيْنَ رَفَعَ مِنَ الرَّكْعَتَيْنِ وَقَالَ هٰكَذَا رَاَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ
پس پکار کر تکبیر کہی جس وقت اپنا سر سجدے سے اٹھایا اور جب سجدہ کیا اور جب دو رکعتوں سے اٹھے اور کہا اس طرح میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو
وَسَلَّمَ. (رواه البخاری)
دیکھا ہے روایت کیا اس کو بخاری نے۔

تشریح: سوال: بلند آواز سے تکبیر کہنا تو تمام میں ضروری ہے تو پھر تین کی تخصیص کیوں کی؟ جواب: ممکن ہے کہ مجلس کے اندر انہی تین تکبیروں کے بارے میں بحث ومباحثہ ہو رہا ہو تو اس وجہ سے ان کی تخصیص کر دی ہو ورنہ کوئی باقیوں کی نفی مقصود نہیں۔

وَعَنْ عِكْرِمَةَ قَالَ صَلَّيْتُ خَلْفَ شَيْخٍ بِمَكَّةَ فَكَبَّرَ اثْنَتَيْنِ وَعِشْرِيْنَ تَكْبِيْرَةً فَقُلْتُ لِابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّهُ
حضرت عکرمہؓ سے روایت ہے کہا کہ میں نے مکہ میں ایک بوڑھے شخص کے پیچھے نماز پڑھی اس نے بائیس تکبیرات کہیں میں نے ابن عباسؓ کو کہا یہ
اَحْمَقُ فَقَالَ ثَكِلَتْكَ اُمُّكَ سُنَّةُ اَبِى الْقَاسِمِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ . (رواه البخاری)
احمق ہے کہا ابن عباسؓ نے تیری ماں تجھ کو گم کرے یہ ابو القاسم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے روایت کیا اس کو بخاری نے۔

تشریح: اصل اعتراض کا منشاء یہ تھا کہ بنوامیہ نے تکبیرات خفض کو بالکل چھوڑ دیا تھا اور حضرت عکرمہؓ ان کے ساتھ رہتے سہتے تھے اس لیے ان سے متاثر ہوئے تھے۔ جب مکہ میں تشریف لائے اور شیخ ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پیچھے نماز پڑھی اور انہوں نے سنت کے مطابق نماز پڑھائی ۲۲ تکبیریں کہیں تو ابن عباسؓ کو جا کر کہا کہ وہ تو احمق ہے۔ ابن عباسؓ نے سمجھایا کہ اے عکرمہ کیا کہہ رہے ہو سوچ سمجھ کر کہو یہ تو ابو القاسم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے بنوامیہ نے جو بالکل تکبیرات خفض کو چھوڑ دیا ہے یہ غلطی پر ہیں۔ انہوں نے سنت کے مطابق نماز پڑھائی ہے۔

وَعَنْ عَلِيِّ بْنِ الْحُسَيْنِ مُرْسَلًا قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُكَبِّرُ فِى الصَّلَاةِ كُلَّمَا
حضرت علی بن حسینؓ سے روایت ہے مرسل طور پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم تکبیر کہتے جب جھکتے اور اٹھتے۔ پس ہمیشہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی
خَفَضَ وَرَفَعَ فَلَمْ تَزَلْ تِلْكَ صَلَاتُهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى لَقِيَ اللّٰهَ. (رواه مالک)
یہ نماز رہی یہاں تک کہ ملاقات کی اللہ تعالیٰ سے۔ روایت کیا اس کو مالک نے۔

تشریح: صاحب مشکوٰۃ نے یہ روایت لا کر اشارہ کر دیا کہ تکبیرات خفض کا نسخ نہیں ہوا تھا تکبیرات خفض بھی اور تکبیرات رفع بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری زندگی باقی رہیں۔ بنو اُمیہ کا تکبیرات خفض کا ترک کرنا خطاء ہے۔

وَعَنْ عَلْقَمَةَ قَالَ لَنَا ابْنُ مَسْعُوْدٍ اَلَا اُصَلِّي بِكُمْ صَلَاةَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَصَلّٰى وَلَمْ
حضرت علقمہؒ سے روایت ہے کہا کہ ابن مسعودؓ نے ایک مرتبہ ہم کو کہا میں تم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جیسی نماز پڑھاؤں۔
يَرْفَعْ يَدَيْهِ اِلَّا مَرَّةً وَاحِدَةً مَعَ تَكْبِيْرِ الْاِفْتِتَاحِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَ اَبُوْدَاوٗدَ وَ النَّسَائِيُّ وَقَالَ اَبُوْدَاوٗدَ
پس نماز پڑھائی۔ نہ اٹھائے ہاتھ مگر ایک مرتبہ ہی تکبیر افتتاح کے ساتھ۔ روایت کیا اس کو ترمذی نے اور ابو داؤد اور نسائی نے
لَيْسَ هُوَ بِصَحِيْحٍ عَلٰى هٰذَا الْمَعْنٰى.
اور کہا ابوداؤد نے اس معنی میں یہ صحیح نہیں ہے۔

تشریح: حاصل حدیث: ایک مرتبہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے کہا کہ میں تم کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جیسی نماز پڑھ کے نہ دکھلاؤں۔ ظاہر ہے کہ انہوں نے کہا ہوگا کیوں نہیں ضرور دکھائیں تو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کا عملی نمونہ پیش کیا۔ اس نقشے میں صرف تکبیر تحریمہ کے وقت رفع یدین کیا اس کے ماسوا کہیں کسی موقع پر بھی نہیں کیا۔ یہ حدیث رفع یدین کے مسئلے میں احناف کے موافق ہے اور شوافع کے خلاف ہے اس لیے صاحب مشکوٰۃ نے قال ابوداؤد سے اس روایت پر اعتراض کر دیا کہ یہ روایت اس معنی پر صحیح نہیں یعنی ترک رفع یدین فی غیر تکبیر تحریمہ کے مسئلے میں صحیح نہیں ہے۔

مسئلہ رفع یدین

اس بات پر آئمہ کا اجماع ہے کہ تکبیر تحریمہ کے وقت رفع یدین مسنون ہے اور اس بات پر بھی اجماع ہے کہ عندالسجود اور عندالرفع من السجود رفع یدین مسنون ہیں لیکن اس بات میں اختلاف ہو گیا کہ عندالرکوع اور عندالرفع من الرکوع رفع یدین ہے یا نہیں؟ مسنون ہے یا نہیں؟

چار آئمہ کا اس میں اختلاف ہے۔ ان میں سے پہلے دو کا مسلک:۔

پہلا مسلک: امام صاحب اور امام مالکؒ کے نزدیک رفع یدین مسنون نہیں۔

دوسرا مسلک: دو آئمہ کا مسلک امام شافعی اور امام احمد بن حنبلؒ کے نزدیک رفع یدین مسنون ہے جبکہ امام شافعیؒ کا ایک دوسرا قول یہ بھی ہے کہ رکعۃ ثالثہ کے لیے قیام کے وقت بھی رفع یدین ہے لیکن امام شافعی کا مشہور قول یہی ہے۔ **عندالرکوع عندالرفع من الرکوع** مسنون ہے اور نیز آئمہ کا یہ اختلاف و جھگڑا استنان اور عدم استنان میں ہے۔ یعنی مسنون ہونے اور عدم مسنون مستحب ہونے اور نہ ہونے میں ہے جواز عدم جواز میں نہیں۔ لہٰذا شوافع کے نزدیک رفع یدین نہ کرنے والوں کی نماز ہو جائے گی اور احناف کے نزدیک رفع یدین کرنے والوں کی بھی نماز ہو جائے گی تو کوئی فساد اور عدم کا جھگڑا نہیں بخلاف موجودہ دور کے غیر مقلدین کے ان کا اختلاف فساد اور عدم فساد جواز اور عدم جواز کا ہے اس سے ہم یہاں پر سب آئمہ کا اختلاف بیان کریں گے۔ موجودہ دور کے غیر مقلدین کا اختلاف یہاں بیان نہیں کریں گے۔ غنیۃ المصلی ایک کتاب ہے اس میں رفع یدین کو مکروہ لکھا ہے اور ہدایہ کی ایک شرح ہے جس میں شارح نے رفع یدین کو مفسد للصلوٰۃ قرار دیا ہے لیکن علماء نے اس کو پسند نہیں کیا۔

دلائل احناف: دلیل-۱: حدیث علقمہ عن عبداللہ بن مسعود۔ چونکہ یہ شوافع کے خلاف تھی اس لیے صاحب مشکوٰۃ نے قال ابوداؤد سے اس پر اعتراض کر دیا۔ اعتراض: تکبیر تحریمہ کے ماسوا بقیہ مواقع میں ترک رفع یدین میں یہ حدیث صحیح نہیں ہے۔

جوابات من جانب الاحناف: جواب-۱: ہم آپ سے دریافت کرتے ہیں یہ حدیث کیوں صحیح نہیں ہے عدم صحت کی وجہ کیا ہے؟ اگر صحیح نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اس میں اس کی سند میں ایک راوی عاصم بن کلیب ہیں جن پر کلام کی گئی اس لیے یہ صحیح نہیں ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ کوئی گیا گزرا راوی نہیں یہ مسلم شریف کے رواۃ میں سے ہے۔ امام مسلم نے اس کی روایات اپنی کتاب میں لی ہیں اور اصول یہ طے ہوا ہے کہ شیخین بالکل مجروح راویوں کی (متکلم فیہ راویوں کی) روایات کو نہیں لیتے۔ تو یہ دلیل ہے اس بات کی عاصم بن کلیب متکلم فیہ نہیں۔ اگر ان پر جرح بھی کی گئی ہے تو وہ بھی معتبر نہیں۔

جواب-۲: نیز ہم استفسار کرتے ہیں کہ یہ جو تم نے کہا ہے **لیس بصحیح** تو کونسی صحت کی نفی کی گئی ہے یہ صحیح لذاتہ کی نفی ہے یا مطلق صحیح کی نفی ہے۔ خواہ لغیرہ ہو یا لذاتہ ہو اگر تم کہو کہ یہ صحیح لذاتہ کی نفی ہے (یہ صحیح لذاتہ نہیں ہے) تو **علی سبیل التسلیم** مسلمہ ہے لیکن یہ کوئی مضر نہیں کیونکہ استدلال کے صحیح ہونے کے لیے حدیث کا مطلقاً صحیح ہونا کافی ہے۔ صحیح لذاتہ ہونا کوئی فرض واجب نہیں اور اگر تم کہو کہ مطلق صحت کی نفی ہے تو یہ مضر اور نقصان دہ تو ہے لیکن مسلمہ نہیں، سند صحیح! کیوں تسلیم نہیں کرتے اس لیے کہ امام ترمذی نے کہا **ھذا حدیث حسن** اور **حدیث حسن** صحیح لغیرہ کے حکم میں ہوتی ہے۔ اور امام نسائی نے بھی اس کی تصحیح کی ہے۔ اس کے علاوہ اور بھی محدثین نے اس کو صحیح قرار دیا تو لہٰذا صحیح کی نفی مطلقاً صحیح نہیں ہے۔

جواب-۳: امام داؤد نے باب قائم کیا "**باب من لم یذکر الرفع عندالرکوع**" ابوداؤد میں یہ باب قائم ہے اس کے تحت اس حدیث کو نقل کیا پوری سند کے ساتھ، پھر اس کے بعد امام داؤد نے کچھ نہیں کہا اور امام ابوداؤد کا خاموش رہنا (ایسے نہیں ہوتا) یہ دلیل ہوتی ہے اس بات کی کہ وہ روایت قابل استدلال ہوتی ہے۔ نسخہ ابوداؤد ص ۷۶ مطبع دہلی مجتبائی۔ اس نسخہ کے متن میں امام داؤد نے کچھ نہیں کہا البتہ اس نسخہ کے حاشیہ میں دوسرے نسخہ کی علامت دے کر لکھا ہے **ھذا مختصر من طویل**..........الخ۔

امام ابوداؤد کی یہ کلام اس نسخہ میں موجود ہے ممکن ہے یا لوگوں نے ملا دیا ہو یا یہ الحاقی ہو۔ امام ابوداؤد کا دوسرا نسخہ مطبع لکھنؤ ۱۳۱۸ ہجری ص ۱۱۳ پر اس روایت کو نقل کرنے کے بعد کچھ نہیں لکھا اور نہ حاشیہ میں کچھ لکھا ہے تو الغرض کسی نسخہ میں بھی یہ الفاظ **لیس ھو بصحیح** کے نہیں ہیں جہاں ہیں وہ الحاقی ہیں اور مزے کی بات یہ ہے اس لکھنؤ والے نسخہ پر حاشیہ بھی غیر مقلد کا ہے لیکن پہلے غیر مقلد خائن نہیں تھے (تو اس لیے نہ حاشیہ میں مذکور اور نہ متن ہے)

جواب-۴: صاحب مشکوٰۃ سے تسامح ہو گیا ہے کہ اس باب میں امام ابوداؤد نے ایک حدیث ترک رفع یدین کی ذکر کی ہے جو کہ حدیث براء بن عازب ہے اس حدیث براء بن عازب پر امام ابوداؤد نے اعتراض کر دیا۔ **لیس ھو بصحیح الخ** تو اس کو صاحب مشکوٰۃ نے حدیث عبداللہ بن مسعودؓ کے ساتھ جوڑ دیا۔

دوسری دلیل: حدیث براء بن عازب بھی تو احناف کی قوی دلیل ہے۔ اس کا جواب بھی ابوداؤد میں آ جائے گا۔

تیسری دلیل؟ حدیث ابن عباسؓ جو کہ کنز العمال میں ہے۔ جس میں یہ ہے کہ **اَرْفَعُوْا ایدیکم** اور **سبعہ مواطن لاترفعوا ایدکم الاسبعة مواطن** والی حدیث جس میں ان میں سے ایک تکبیر تحریمہ ہے۔

چوتھی دلیل: حدیث جابر بن عبداللہؓ یہ حدیث قولی ہے جس کا مضمون یہ ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں ہم نماز پڑھتے رہتے تھے اور رفع یدین عندالرکوع اور عندالرفع من الرکوع کرتے رہتے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا تو سخت ناراضگی کا اظہار فرمایا اور فرمایا کیا ہو گیا مجھ کو میں تم کو دیکھتا ہوں کہ تم ہاتھ اٹھاتے ہو ہلاتے ہو سرکش گھوڑوں کی دموں کے ہلانے کی طرح **اسکنوا فی الصلوٰۃ**۔ نماز میں سکون اختیار کرو، آرام سے رہا کرو اس حدیث پر بھی بہت سے مخالفین نے اشکالات کیے ہیں مگر اپنے مقام میں ہر ہر اعتراض کا تسلی بخش جواب دیا گیا ہے۔

پانچویں دلیل: قیاس، ماقبل پر دو اجماع گزر چکے ہیں، اس پر اجماع ہے کہ تکبیر تحریمہ کے وقت رفع یدین مسنون ہے اور اس پر بھی اجماع ہے کہ عندالسجود ترک رفع یدین مسنون نہیں۔ اب ہم دیکھتے ہیں کہ تکبیر عندالرکوع کی مشابہت تکبیر تحریمہ کے ساتھ ہے۔ یا تکبیر عندالسجود کے ساتھ ہے جس کے ساتھ مشابہت ہو گی اسی کا حکم ہو گا **من تشبہ بقوم فھو منھم**۔

تو غور وفکر کرنے کے بعد معلوم ہوا کہ اس کی مشابہت تکبیر عندالسجود کے ساتھ ہے تکبیر تحریمہ کے ساتھ نہیں اس لیے کہ تکبیر تحریمہ تو عند الاحناف واجب اور باقی آئمہ کے نزدیک ایک رکن ہے اور تکبیر عندالرکوع مسنون ہے اور سجدہ اور رکوع دونوں مسنون ہیں۔ (لہٰذا اس حکم ہوگا) تو تکبیر عندالسجود میں ترک رفع یدین اجماعی ہے تو اس کے ساتھ مشابہت کا مقتضی بھی یہی ہے کہ تکبیر عندالرکوع میں بھی ترک رفع یدین ہو۔

چھٹی دلیل: ابن رشد نے نقل کیا ہے کہ امام مالکؒ کے زمانے میں مدینہ میں لوگوں کا تعامل بھی ترک رفع یدین تھا۔ یہی وجہ ہے کہ امام مالکؒ نے رفع یدین کی حدیثیں تو ذکر کی ہیں لیکن عمل ترک رفع یدین کا تھا' تعامل مدینہ کی وجہ سے اور نیز حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں جو فوجی چھاؤنی کوفہ میں بنائی گئی' کوفہ یہ عالم اسلام کا بڑا علمی مرکز تھا۔ اس پر سب رواۃ کا اجماع ہے کہ کوفہ والوں کا عمل ترک رفع یدین کا تھا اور مؤرخین نے لکھا ہے کہ کوفہ میں ۱۵۰۰ پندرہ سو صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی تشریف آوری ہوئی اور وہ کوفہ میں رہے اور یہاں عمل ترک رفع یدین کا تھا تو عالم اسلام کے ''عظیم ترین مرکز کوفہ اور مدینہ میں یہی عمل تھا۔

شوافع کی ادلہ: باقی شوافع کی چار دلیلیں جو فصل اول میں گزر چکی ہیں۔ (۱) حدیث ابن عمرؓ (دونوں کو ایک شمار کرو)
(۲) حدیث مالک بن الحویرث (۳) حدیث وائل بن حجر (۴) حدیث ابو حمید ن الساعدی ان سب دلائل کے جواب دیئے جائیں گے پہلے ہر دلیل کا خصوصی جواب یعنی ہر دلیل کا مستقل جواب اور پھر آخر میں عمومی جواب دیئے جائیں گے۔

خصوصی جوابات: پہلی دلیل کا خصوصی جواب-۱: حدیث ابن عمرؓ قابل استدلال نہیں۔ دوسری حدیث ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کے معارض ہے۔ جس کا مضمون یہ ہے کہ تکبیر تحریمہ کے ماسوا رفع یدین کا انکار ہے باقی یہ حدیث ہے کہاں؟ دو کتابوں میں' مسند ابوعوانہ اور مسند حمیدی کے اندر ہے اور مسند حمیدی کے جس نسخے میں یہ روایت موجود ہے یہ پورے ملک میں صرف خانقاہ سراجیہ کندیاں شریف میں ہے باقی نسخوں میں گڑبڑ ہے۔ ''حدیث اور اہل حدیث'' میں اس کا عکس موجود ہے۔ الفاظ حدیث' (اذا اراد ان یرکع ...... فلا یرفع بهما)

جواب-۲: طحاوی میں حضرت مجاہد تابعیؒ حضرت ابن عمرؓ کے بارے میں یہ نقل کرتے ہیں۔ یہ کہتے ہیں کہ ان کا عمل ترک رفع یدین کا تھا اور جب صحابی کا عمل اپنی روایت کے خلاف ہو تو یہ قوی دلیل ہے اس بات کی کہ ان کو علم ہو چکا کہ یہ حدیث منسوخ ہو چکی ورنہ صحابی سے یہ کیسے متصور ہو سکتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ان کی موجودگی میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی روایت پر عمل کرتا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد اس کو چھوڑ دے روایت کو صحیح سمجھتے ہوئے اس کے خلاف عمل کرنے والا اسقطت عدالتهٗ ولم تقبل روايتهٗ حالانکہ سب صحابہؓ کی عدالت مجماع علیہ ہے۔

دوسری دلیل کا خصوصی جواب: (حدیث مالک بن الحویرث کا جواب) یہ حدیث رفع یدین کے مواقع کے بیان میں مضطرب ہے جو کہ قادح للاستدلال ہے۔ بعض جگہ دو دفع رفع یدین مذکور ہے اور بعض جگہ یہ تین جگہ مذکور ہے۔ لہٰذا یہ حدیث مضطرب ہے۔

تیسری دلیل کا جواب: حدیث وائل بن حجر کا جواب یہ ہے کہ طحاوی میں ہے کہ ابراہیم نخعی کے سامنے جب وائل بن حجر کی حدیث کو پیش کیا تو ابراہیم نخعی نے کہا (سخت ناراض ہوئے) اگر وائل بن حجر نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک مرتبہ (مرۃً) رفع یدین کرتے دیکھا تو حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو پچاس مرتبہ رفع یدین نہ کرتے دیکھا ہے یہ اشارہ کر دیا کہ حدیث وائل بن حجر کے مقابلے میں حدیث عبداللہ بن مسعودؓ راجح ہے کیونکہ جس درجہ ملازمت وصحبت حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حاصل ہے وہ اس درجہ کی وائل بن حجر کو نہیں۔ (صحابہ گمان کرنے لگ گئے کہ کہیں یہ اہل بیت میں سے نہ ہو)۔

چوتھی دلیل کا جواب: حدیث ابوحمید الساعدی کا جواب یہ ہے کہ یہ قابل استدلال نہیں تین وجہ سے۔
(۱) اس کی سند میں ایک راوی عبدالحمید بن جعفر ضعیف ہیں۔ (۲) اس کی سند میں محمد بن عمرو بن عطاء روایت کر رہے ہیں۔ حضرت ابوقتادہ سے اور محمد بن عمرو بن عطاء کا لقاء ابوقتادہ سے ثابت نہیں تو درمیان میں انقطاع آ گیا' یہ حدیث منقطع ہے۔
(۳) محمد بن عمرو بن عطاء اور ابوقتادہ کے درمیان رجل مجهول کا واسطہ ہے تو اس رجل مجهول مطلق کا واسطہ ہونے کی وجہ سے قابل استدلال نہیں۔ چنانچہ امام طحاوی نے دلائل سے ثابت کر دیا ہے کہ جب ابوقتادہ کی وفات ہوئی تو محمد بن عمرو بن عطاء ابھی پیدا بھی نہ ہوئے

تھے جب پیدا نہ ہوئے تو لقاء کیسے؟ باقی رہا تصدیق نامہ تو تصدیق نامے کو نقل کرنے والے صرف ایک ہی راوی ہیں۔ باقی جمہور رواۃ اس کو نقل نہیں کر رہے تو معلوم ہوا کہ یہ تصدیق بھی شاذ ہوئی (حاشیہ نصیریہ)

چاروں دلیلوں کا مشترکہ جواب: جناب تقریب تام نہیں ہے ان حدیثوں کا مدلول وجود رفع یدین ہے اور یہ محل نزاع نہیں جبکہ محل نزاع بقائے رفع یدین ہے جو ان حدیثوں میں مذکور نہیں۔

مخالفین کہتے ہیں جناب! ان حدیثوں کا مدلول وجود رفع یدین بھی ہے بقائے رفع یدین بھی ہے کان نظر نہیں آتا۔ کان فعل مضارع پر داخل ہو کر استمرار اور دوام کا فائدہ دیتا ہے۔ جواب: یہ کوئی قاعدہ کلیہ نہیں ہے۔ جناب کتاب الطہارۃ میں ایک حدیث گزری ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری زندگی میں ایک آدھ مرتبہ کا واقعہ ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے متعدد ازواج مطہرات سے جماع کیا اور راوی **کان یطوف** کے الفاظ ذکر کر رہا ہے۔

جواب -۲: مشترکہ: ہم تسلیم کر لیتے ہیں کہ رفع یدین ہے لیکن روایات دو قسم کی ہیں۔ (۱) احادیث رفع یدین (۲) احادیث ترک رفع یدین ہم کہتے ہیں احادیث ترک رفع یدین راجح ہیں بنسبت احادیث رفع یدین کے۔ وجوہ ترجیح کیا ہیں۔ جن میں سے بعض یہ ہیں' دس بیان کی جائیں گی۔

وجہ ترجیح -۱: احادیث ترک رفع یدین اوفق بالقرآن ہونے کی وجہ سے راجح ہیں کیونکہ قرآن میں آیا **قد افلح المؤمنون الذین هم فی صلاتهم خاشعون** اور خشوع حرکت نہ کرنے رفع یدین نہ کرنے میں ہے۔ لہٰذا یہ راجح ہوئیں۔

وجہ ترجیح -۲: یہ **اقرب الی السکون** ہونے کی وجہ سے راجح ہیں۔ جو سکون نماز میں مطلوب ہے اور نماز کی روح ہے۔

وجہ ترجیح -۳: احادیث ترک رفع یدین **بجمیع اجزائه محکم** ہیں۔ کوئی حصہ منسوخ نہیں جب احادیث رفع یدین کے بعض حصے بالاجماع منسوخ ہیں۔ مثلاً **رفع الیدین عند السجود و عند الرفع من السجود** یہ حدیث میں مذکور ہے مگر بالاجماع منسوخ ہے۔

وجہ ترجیح -۴: احادیث ترک رفع یدین کے رواۃ اکابر صحابہؓ ہیں اور احادیث رفع یدین کے رواۃ اصاغر صحابہؓ ہیں لہٰذا اکابر کو اصاغر پر ترجیح ہوگی۔

وجہ ترجیح -۵: احادیث ترک رفع یدین کے رواۃ افقہ صحابہؓ ہیں بنسبت احادیث رفع یدین کے رواۃ کے۔ چنانچہ شوافع میں سے امام اوزاعیؒ اور امام صاحبؒ کی ایک دفعہ مکہ مکرمہ میں ایک مقام پر ملاقات ہوئی تو مناظرہ ہوا۔ امام اوزاعیؒ نے کہا کہ آپ رفع یدین کیوں نہیں کرتے' امام صاحب نے فرمایا بسند صحیح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بقاء ثابت نہیں ہے۔ امام اوزاعیؒ نے اس پر ایک سند پڑھی اور کہا ثابت ہے سند یہ ہے۔ **حدثنی الزهری عن سالم عن ابیه عن ابن عمرؓ رسول اللّٰه الخ** امام صاحب نے سند پڑھی **حدثنا حماد عن ابراهیم النخعی عن علقمه و الاسود عن عبداللّٰه ابن مسعودؓ** امام اوزاعیؒ نے کہا کہ میری سند عالی ہے کیونکہ وسائط کم ہیں' امام ابو حنیفہؒ نے کہا کہ میری سند کے رواۃ افقہ ہیں' وہ خاموش ہو گئے تو الغرض افقہ صحابہؓ کی روایات کو ترجیح ہوتی ہے بنسبت غیر افقہ کے۔

وجہ ترجیح -۶: احادیث ترک رفع یدین میں اضطراب نہیں ہے کسی قسم کا بھی جبکہ رفع یدین والی روایات میں اضطراب ہے تو غیر مضطرب احادیث راجح ہوتی ہیں بنسبت ان احادیث کے جن میں اضطراب ہو۔

وجہ ترجیح -۷: ترک رفع یدین کی احادیث موافق قیاس ہیں (قیاس گزر چکا) اور رفع یدین کی احادیث خلاف قیاس ہیں۔

وجہ ترجیح -۸: احادیث ترک رفع یدین کو عالم اسلام کے دو بڑے عظیم مرکزوں کے تعامل کی موافقت حاصل ہے اہل کوفہ کی اور بقول امام رشد کے پورے امام مالکؒ کے زمانے میں اہل مدینہ کے تعامل کی اور احادیث رفع یدین کو موجودہ زمانہ کے غیر مقلدین کے تعامل کی موافقت حاصل ہے۔

وجہ ترجیح -۹: احادیث ترک رفع یدین کے رواۃ کا اپنی روایات کے خلاف عمل ثابت نہیں جبکہ رفع یدین کے رواۃ کا عمل اپنی روایات کے خلاف ہے تو جن کے خلاف عمل ثابت نہیں ان کو ترجیح ہوگی۔

وجہ ترجیح -۱۰: احادیث ترک رفع یدین کی روایات کو امام ابو حنیفہؒ اور امام مالکؒ جیسے عظیم امام ہیں اور احادیث رفع یدین کو ترجیح دینے والے امام شافعیؒ اور امام احمد بن حنبلؒ جیسے امام ہیں۔ آپ خود اندازہ لگائیں فضائل ومناقب میں جو مقام امام ابو حنیفہؒ اور امام مالکؒ کا

امام شافعیؒ اور امام احمد بن حنبلؒ کا نہیں اور مرجح کی قوت سے ترجیح میں قوت پیدا ہو جاتی ہے۔ لہٰذا احادیث ترک رفع یدین کو ترجیح حاصل ہوگی۔ واللہ اعلم بالصواب. تلك عشرة كاملة.

وَعَنْ اَبِیْ حُمَیْدِ السَّاعِدِیِّ قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا قَامَ اِلَی الصَّلٰوۃِ اِسْتَقْبَلَ
حضرت ابوحمید ساعدیؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس وقت نماز کی طرف کھڑے ہوتے قبلہ کی طرف منہ کرتے اور دونوں
الْقِبْلَةَ وَرَفَعَ یَدَیْہِ وَقَالَ اللّٰہُ اَکْبَرُ. (رواہ ابن ماجة)
ہاتھ اٹھاتے اور کہتے اللہ اکبر۔ روایت کیا اس کو ابن ماجہ نے۔

تشریح: حاصل حدیث:۔ یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ تھا کہ جیسے سامنے کی چیزیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم دیکھتے تھے ایسے ہی پیچھے کی چیزیں دیکھتے تھے۔ قرینہ یہ ہے کہ بعض محدثین نے دس روایات کو باب المعجزات میں لکھا ہے۔ جس سے معلوم ہوا کہ یہ معجزہ ہے اور بعض نے کہا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کندھے مبارک پر جو مہر نبوت تھی اس میں دو سوئی کی نوک کے برابر سوراخ تھے جو آنکھوں کا کام دیتے تھے بہرحال یہ بھی تو معجزہ ہے۔

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ صَلّٰی بِنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الظُّهْرَ وَفِیْ مُؤَخَّرِ الصُّفُوْفِ رَجُلٌ
حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہا ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھائی ظہر کی اور صفوں کے پیچھے ایک آدمی تھا جس نے بری طرح نماز پڑھی
فَاَسَاءَ الصَّلَاةَ فَلَمَّا سَلَّمَ نَادَاهُ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَا فُلَانُ اَلَا تَتَّقِی اللّٰہَ اَلَا تَرٰی کَیْفَ
جس وقت اس نے سلام پھیرا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو آواز دی اے فلاں شخص تو اللہ سے نہیں ڈرتا تو دیکھتا نہیں کس طرح نماز پڑھتا ہے۔ تمہارا خیال
تُصَلِّیْ اِنَّکُمْ تَرَوْنَ اَنَّهٗ یَخْفٰی عَلَیَّ شَیْءٌ مِّمَّا تَصْنَعُوْنَ وَاللّٰہِ اِنِّیْ لَاَرٰی مِنْ خَلْفِیْ کَمَا اَرٰی مِنْ بَیْنِ یَدَیَّ. (رواہ احمد بن حنبل)
ہے کہ تم جو کچھ کرتے ہو مجھ پر پوشیدہ رہتا ہے اللہ کی قسم میں اپنے پیچھے سے دیکھتا ہوں جس طرح اپنے آگے سے دیکھتا ہوں۔ روایت کیا اس کو احمد نے۔

تشریح: اللہ تعالیٰ نے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس دنیا میں شریعت حق دے کر مبعوث فرمایا تو جہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت و نبوت کے دلائل و شواہد میں بہت ساری چیزیں دیں وہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کچھ معجزات بھی عنایت فرمائے تاکہ اس کے ذریعہ لوگوں کے ذہن و فکر پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت و برتری اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سچائی و صداقت عیاں ہو سکے۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خصوصیت حاصل تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جس طرح اپنے سامنے اور آگے کی چیزوں کو دیکھ لیتے تھے ایسے ہی اپنے پیچھے کی چیزوں کو بھی دیکھنے پر قادر تھے اور یہ دیکھنا خرق عادت یعنی معجزہ کے طور پر ہوتا تھا جس کی رہنمائی وحی الہام کے ذریعہ ہوتی تھی۔

مگر اتنی بات یاد رکھ لیجئے کہ اس معجزہ سے یہ ثابت نہیں کیا جا سکتا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو علم غیب حاصل تھا کیونکہ اول تو یہ بتایا جا چکا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خصوصیت صرف معجزہ کے طور پر حاصل تھی۔ دوسرے، یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس وصف پر از خود قادر نہ تھے بلکہ اس سلسلہ میں وحی الہام کے ذریعہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رہنمائی کی جاتی تھی۔ پھر یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ وصف ہمیشہ حاصل نہیں رہتا تھا بلکہ کبھی کبھی ایسا ہو جاتا تھا اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو علم غیب حاصل ہوتا تو نہ صرف یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم وحی و الہام کی رہنمائی کے بغیر از خود اس وصف پر قادر ہوتے بلکہ یہ وصف آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہمیشہ ہمیشہ حاصل ہوتا چنانچہ اس کی تائید خود ایک روایت سے ہوتی ہے کہ:

''غزوہ تبوک کے موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی کہیں غائب ہوگئی جب بہت زیادہ تلاش کے بعد بھی اس کا کہیں پتہ نہ چلا تو منافقین نے کہنا شروع کیا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم تو یہ کہتے ہیں کہ میں آسمان کی باتیں تم تک پہنچاتا ہوں تو کیا وہ اتنا بھی نہیں جان سکتے کہ ان کی اونٹنی کہاں ہے؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''خدا کی قسم! میں تو صرف انہی چیزوں کو جان سکتا ہوں جن کے بارے میں میرا خدا مجھے علم

دے اور اب میرے خدا نے مجھے (بتادیا اور) دکھادیا ہے کہ میری اونٹنی فلاں جگہ ہے اور اس کی مہار ایک درخت کی شاخ میں اٹکی ہوئی ہے"۔

اس کے علاوہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد بھی منقول ہے کہ "میں انسان ہوں، میں تو (اللہ تعالیٰ کے بتائے بغیر) یہ بھی نہیں جانتا کہ اس دیوار کے پیچھے کیا ہے؟ شیخ سعدیؒ نے اس حقیقت کی ترجمانی اس طرح کی ہے

گہے برطارم اعلی نشینم گہے برپشت پائے خود نہ بینم

بہر حال۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حالت نماز آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دوسری حالتوں کے مقابلہ میں زیادہ افضل و اعلی ہوتی تھی اس لئے دوسرے مواقع کی بہ نسبت آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر حالت نماز میں کائنات کی چیزوں کی حقیقت و معرفت کامل طور پر واضح وظاہر ہوتی تھی۔ پھر یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نماز میں خدا کے سامنے حاضر ہونا اور متوجہ الی اللہ ہونے کے یہ معنی نہیں تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کائنات سے بے خبر ہوجاتے تھے بلکہ نماز کی حالت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم اشیاء کائنات سے پوری پوری طرح باخبر رہتے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا احساس و شعور پوری قوت سے اشیاء عالم کا ادراک کرتا تھا۔ چنانچہ خدا کے وہ نیک و فرمانبردار بندے بھی جو ریاضت و مجاہدہ اور تعلق مع اللہ کی بنا پر کاملین کے درجہ میں ہوتے ہیں حالت نماز میں کائنات کی اشیا سے باخبر رہتے تھے۔ اگر ایک طرف ان کے قلوب بارگاہ خداوندی میں پوری طرح حاضر رہتے ہیں تو دوسری طرف ان کے احساس و شعور دنیا کی چیزوں سے بھی مطلع رہتے ہیں اسی وجہ سے مشائخ کہتے ہیں کہ نماز مقام کشف و حضور ہے نہ محل غیبت اور استغراق۔

بعض حضرات نے ان تمام مباحث سے ہٹ کر یہ بھی کہا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں مونڈھوں کے درمیان دو سوراخ تھے جن کے ذریعہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پیچھے کی جانب دیکھتے تھے۔ یہ روایت صحیح نہیں ہے اور نہ اس کا کوئی ثبوت ہے بلکہ کسی ذہن کی اختراع محض ہے۔

بَابُ مَا یُقْرَأُ بَعْدَ التَّکْبِیْرِ

تکبیر تحریمہ کے بعد پڑھی جانے والی چیزوں کا بیان (الفصل الاول)

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَسْکُتُ بَیْنَ التَّکْبِیْرِ وَبَیْنَ الْقِرَآءَةِ

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تکبیر تحریمہ اور قرأت کے درمیان چپ رہتے میں نے کہا اے اللہ کے

اِسْکَاتَةً فَقُلْتُ بِاَبِیْ اَنْتَ وَاُمِّیْ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ اِسْکَاتُکَ بَیْنَ التَّکْبِیْرِ وَبَیْنَ الْقِرَآئَةِ مَا تَقُوْلُ قَالَ

رسول میرا ماں باپ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر قربان ہو تکبیر تحریمہ اور قرأت کے درمیان آپ صلی اللہ علیہ وسلم کیا کہتے ہیں فرمایا میں کہتا

اَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ بَاعِدْ بَیْنِیْ وَبَیْنَ خَطَایَایَ کَمَا بَاعَدْتَّ بَیْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ اَللّٰهُمَّ نَقِّنِیْ مِنَ

ہوں اے اللہ دوری ڈال میرے اور میرے گناہوں کے درمیان جس طرح تو نے مشرق اور مغرب میں دوری رکھی۔

الْخَطَایَا کَمَا یُنَقَّی الثَّوْبُ الْاَبْیَضُ مِنَ الدَّنَسِ اَللّٰهُمَّ اغْسِلْ خَطَایَایَ بِالْمَآءِ وَالثَّلْجِ وَالْبَرَدِ۔ (صحیح البخاری و صحیح مسلم)

اے اللہ پاک کر مجھ کو گناہوں سے جیسے پاک کیا جاتا ہے سفید کپڑا میل سے اے اللہ دھو ڈال میرے گناہوں کو پانی برف اور اولوں کے ساتھ۔

تشریح: حاصل حدیث:۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ دعائیں امت کی تعلیم کیلئے تھیں۔ اس مسئلے میں اختلاف ہوا کہ تکبیر اور قرأۃ کے درمیان کوئی ذکر ہے یا نہیں؟ جمہور کے نزدیک ذکر ہے پھر اختلاف ہے کہ وہ ذکر کیا ہے احناف کہتے ہیں ثنائے معروفہ اور قاضی ابو یوسفؒ کے نزدیک ثنائے معروفہ اور توجیہ (اللهم انی وجهت۔ الخ) کا مجموعہ اور شوافع کے نزدیک صرف توجیہ ہے۔

احناف کی دلیل فصل ثانی کی پہلی روایت عن عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جس میں صرف ثناء مذکور ہے۔

اس حدیث پر اعتراض کا جواب -ا: ہمارا استدلال صرف اس حدیث میں بند نہیں ہے حاشیہ نصیریہ میں اور بھی اس مضمون

کی احادیث مذکور ہیں۔ جو مندرجہ ذیل ہیں۔

(۱) حدیث عبداللہ بن مسعودؓ (طبرانی) اور (۲) حدیث جابرؓ (دارقطنی) قال ابن جوزی رجال اسناده کلهم ثقات.

علامہ ابن جوزی آئمہ جرح وتعدیل میں سے بڑے متشدد ہیں جو جرح میں سخت ہیں وہ اس حدیث کے رواۃ کی توثیق کر رہے ہیں۔

(۳) حدیث انسؓ اس کے بارے میں رجال اسناده کلهم ثقات. کہا بطور تائید کے حدیث عائشہؓ

جواب-۲: اس حدیث کی ایک سند امام مسلم نے ایسی ذکر کی ہے جس میں کوئی راوی بھی متکلم فیہ نہیں ہے۔ الغرض اگر ایک حدیث بھی صحیح سند سے ثابت ہو جائے تو وہ بھی استدلال کے لیے صحیح ہو جاتی ہے۔

شوافع کا استدلال مابعد والی حدیث علیؓ سے ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ محمول ہے نوافل پر قرینہ ودلیل فصل ثانی کی آخری حدیث عن محمد بن مسلمه کے یہ الفاظ ہیں۔ ان رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا قام يصلى تطوعاً لہٰذا یہ ادعیہ بھی نوافل پر محمول ہوں گی۔

قاضی ابو یوسفؒ فرماتے ہیں کہ توجیہ بعض احادیث میں مطلق آئی ہے لہٰذا (دونوں ثناء اور انی وجہت۔ الخ کو) جمع کرلو۔

طرفین کہتے ہیں، توجیہ صرف نفلوں میں آئی ہے قرینہ یہ ہے کہ دوسری احادیث میں اور ادعیہ بھی آئی ہیں وہ بھی نوافل کے بارے میں ہیں۔

جواب-۳: ابتداء میں توجیہ تھی بعد میں منسوخ ہو گیا۔ جواب-۴: احادیث توجیہ خصوصیت پر محمول ہیں یعنی اگر ایسا موقع ہے کہ سب ذوق وشوق والے ہوں تو پھر فرضوں میں بھی ان کو عمل میں لایا جا سکتا ہے۔

وَعَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا قَامَ اِلَى الصَّلٰوةِ وَفِي رِوَايَةٍ كَانَ اِذَا افْتَتَحَ
حضرت علیؓ سے روایت ہے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جس وقت نماز کی طرف کھڑے ہوتے ایک روایت میں ہے نماز شروع کرتے اللہ اکبر کہتے پھر
الصَّلٰوةَ كَبَّرَ ثُمَّ قَالَ وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِيْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِيْفًا وَّمَا اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ
کہتے متوجہ کیا میں نے اپنا چہرہ اس ذات کیلئے جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ایک طرف کا ہو کر اور نہیں ہوں میں شرک کرنے والوں سے بے شک
اِنَّ صَلٰوتِيْ وَنُسُكِيْ وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِيْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَبِذٰلِكَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ
میری نماز اور میری عبادت میرا زندہ رہنا اور میرا مرنا اللہ کے واسطے ہے جو سب جہانوں کا پالنے والا ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور اس بات کا
الْمُسْلِمِيْنَ اَللّٰهُمَّ اَنْتَ الْمَلِكُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ اَنْتَ رَبِّيْ وَاَنَا عَبْدُكَ ظَلَمْتُ نَفْسِيْ وَاعْتَرَفْتُ
مجھے حکم دیا گیا ہے اور میں ہوں مسلمانوں سے اے اللہ تو بادشاہ ہے نہیں کوئی معبود مگر تو میرا پروردگار ہے اور میں تیرا بندہ ہوں میں نے اپنے نفس پر ظلم کیا اور
بِذَنْبِيْ فَاغْفِرْلِيْ ذُنُوْبِيْ جَمِيْعًا اِنَّهٗ لَا يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ وَاهْدِنِيْ لِاَحْسَنِ الْاَخْلَاقِ لَا يَهْدِيْ
اقرار کرتا ہوں اپنے گناہوں کا پس بخش دے میرے گناہوں کو سب کو تحقیق شان یہ ہے نہیں کوئی بخشتا گناہ مگر تو ہی اور ہدایت دے مجھ کو بہترین اخلاق کی نہیں راہ دکھلاتا
لِاَحْسَنِهَا اِلَّا اَنْتَ وَاصْرِفْ عَنِّيْ سَيِّئَهَا لَا يَصْرِفُ عَنِّيْ سَيِّئَهَا اِلَّا اَنْتَ لَبَّيْكَ وَسَعْدَيْكَ وَالْخَيْرُ
بہترین اخلاق کی مگر تو اور پھیر مجھ سے برے اخلاق نہیں پھیرتا برے اخلاق سے مگر تو حاضر ہوں میں تیری خدمت میں اور حکم بجالانے کو تیرا خیر تمام کی تمام تیرے
كُلُّهٗ فِيْ يَدَيْكَ وَالشَّرُّ لَيْسَ اِلَيْكَ اَنَا بِكَ وَاِلَيْكَ تَبَارَكْتَ وَتَعَالَيْتَ اَسْتَغْفِرُكَ وَاَتُوْبُ
ہاتھ میں ہے اور برائی کی نسبت تیری طرف نہیں ہے میں تیری قوت کے ساتھ قائم ہوں تو برکت والا ہے اور بلند تجھ سے بخشش مانگتا ہوں اور تیری طرف رجوع
اِلَيْكَ وَاِذَا رَكَعَ قَالَ اَللّٰهُمَّ لَكَ رَكَعْتُ وَبِكَ اٰمَنْتُ وَلَكَ اَسْلَمْتُ خَشَعَ لَكَ سَمْعِيْ
کرتا ہوں اور جس وقت رکوع کرتے کہتے اے اللہ تیرے لئے میں نے رکوع کیا اور تیرے ساتھ میں ایمان لایا اور تیرے واسطے میں مطیع ہوا عاجزی کی تیرے

وَبَصَرِیْ وَمُخِّیْ وَعَظْمِیْ وَعَصَبِیْ فَاِذَ رَفَعَ رَأْسَهٗ قَالَ اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا لَکَ الْحَمْدُ مِلْأَ السَّمٰوٰتِ

لئے میرے کان نے آنکھ نے گودے نے ہڈی اور میرے پٹھے نے اور جس وقت سر اٹھاتے کہتے اے اللہ رب ہمارے تیرے لئے حمد ہے۔ آسمانوں بھر اور زمین

وَالْاَرْضِ وَمَا بَیْنَهُمَا وَمِلْأَ مَا شِئْتَ مِنْ شَیْءٍ بَعْدُ وَاِذَا سَجَدَ قَالَ اَللّٰهُمَّ لَکَ سَجَدْتُّ وَبِکَ

بھر اور جوان دونوں کے درمیان ہے اور بھرائی اسکی جو تو چاہے کسی چیز سے پیدا کرنا بعد اسکے اور جس وقت سجدہ کرتے کہتے اے اللہ تیرے لئے میں نے سجدہ کیا اور

اٰمَنْتُ وَلَکَ اَسْلَمْتُ سَجَدَ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ خَلَقَهٗ وَصَوَّرَهٗ وَشَقَّ سَمْعَهٗ وَبَصَرَهٗ تَبَارَکَ اللّٰهُ اَحْسَنَ

تیرے ساتھ ایمان لایا اور تیرے لئے اسلام لایا سجدہ کیا میرے منہ نے اس ذات کے لئے جس نے اس کو پیدا کیا اور صورت دی اور کھولے کان اور آنکھیں بہت

الْخَالِقِیْنَ ثُمَّ یَکُوْنُ مِنْ اٰخِرِ مَا یَقُوْلُ بَیْنَ التَّشَهُّدِ وَالتَّسْلِیْمِ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِیْ مَا قَدَّمْتُ وَمَا اَخَّرْتُ

بابرکت ہے اللہ بہترین ہے پیدا کرنے والوں کا پھر آخر میں کہتے تشہد اور اسلام کے درمیان اے اللہ مجھ کو بخش دے جو میں نے آگے گناہ کئے اور جو میں نے

وَمَا اَسْرَرْتُ وَمَا اَعْلَنْتُ وَمَا اَسْرَفْتُ وَمَا اَنْتَ اَعْلَمُ بِهٖ مِنِّیْ اَنْتَ الْمُقَدِّمُ وَاَنْتَ الْمُؤَخِّرُ لَا اِلٰهَ اِلَّا

پیچھے گناہ کئے اور جو پوشیدہ کئے اور جو ظاہر کئے اور جو زیادتی کی میں نے اور وہ گناہ کہ تو زیادہ جانتا ہے مجھ سے تو ہے آگے کرنیوالا اور تو ہے پیچھے کرنے والا

اَنْتَ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ).و فی روایة اللشافعی و الشر لیس الیک و المهدی من هدیت انک

نہیں کوئی معبود مگر تو روایت کیا اس کو مسلم نے ایک روایت میں ہے شافعی کیلئے اور شر کی نسبت تیری طرف نہیں ہے اور ہدایت یافتہ وہ ہے جس کو تو

بک و الیک لا منجا منک و لا ملجا الا الیک تبارکت.

ہدایت دے میں قائم ہوں تیری قوت کے ساتھ اور رجوع کرتا ہوں تیری طرف نہیں نجات تجھ سے اور نہیں پناہ گاہ مگر تیری طرف بابرکت ہے تو۔

تشریح: حاصل حدیث۔ اس حدیث میں تکبیر تحریمہ اور قرأۃ لفاتحہ کے درمیان توجیہ کا ذکر ہے رکوع کی دعا کا ذکر ہے توجیہ کی دعا اور سجدہ کی دعا اور تشہد اور سلام کے درمیان دعا کا ذکر ہے یہ محمول نوافل پر ہیں یا یہ دعائیں اس وقت تھیں جب مخصوص اذکار کی تعیین نہیں ہوئی تھی۔ **و الشر لیس الیک** (یعنی برائی تیری طرف منسوب نہیں ہے) کا مطلب یہ ہے کہ از راہ ادب و تعظیم برائی کی نسبت تیری طرف نہیں کی جاتی اگرچہ برائی و بھلائی کا خالق تو ہی ہے اگر تو نے ایک طرف بھلائی کو پیدا کیا ہے تو دوسری طرف برائی کی بھی تخلیق کی ہے اور حقیقت یہ ہے کہ اگر حق تعالیٰ نے برائی کو پیدا کیا ہے تو اس میں کوئی قباحت نہیں ہے بلکہ اس میں بہت سی حکمتیں اور مصلحتیں پوشیدہ ہیں۔ اگر کوئی قباحت و برائی ہے تو وہ بندہ کے ارتکاب میں جیسا کہ ارشاد ہے۔ من شر ما خلق یعنی میں مخلوق کی برائی سے پناہ مانگتا ہوں۔

بعض حضرات کہتے ہیں کہ والشر لیس الیک کے معنی یہ ہیں کہ برائی وہ چیز ہے جو تیرے تقرب اور تیری خوشنودی کے حصول کا ذریعہ نہیں ہے۔ یا یہ کہ برائی تیری طرف صعود نہیں کرتی یعنی تیری بارگاہ میں قبول نہیں ہوتی۔ جیسا کہ بھلائی کے بارے میں فرمایا گیا ہے کہ **الیه یصعد الکلم الطیب** یعنی (اس پروردگار) کی طرف نیک و پاکیزہ باتیں صعود کرتی ہیں یعنی مقبولیت کا درجہ پاتی ہیں)۔

وَعَنْ اَنَسٍ اَنَّ رَجُلًا جَآءَ فَدَخَلَ الصَّفَّ وَقَدْ حَفَزَهُ النَّفَسُ فَقَالَ اَللّٰهُ اَکْبَرُ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ حَمْدًا کَثِیْرًا

انسؓ سے روایت ہے ایک آدمی آیا پس داخل ہوا صف میں اس کا دم چڑھا ہوا تھا اس نے کہا اللہ اکبر سب تعریف اللہ کیلئے ہے تعریف بہت زیادہ بہت

طَیِّبًا مُّبَارَکًا فِیْهِ فَلَمَّا قَضٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ صَلٰوتَهٗ قَالَ اَیُّکُمُ الْمُتَکَلِّمُ بِالْکَلِمَاتِ

پاکیزہ برکت کی گئی اس میں جس وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی نماز پوری کی فرمایا ان کلمات کے ساتھ کس نے کلام کی ہے لوگ پھر خاموش رہے آپ

فَارَمَّ الْقَوْمُ فَقَالَ اَیُّکُمُ الْمُتَکَلِّمُ بِالْکَلِمَاتِ فَارَمَّ الْقَوْمُ فَقَالَ اَیُّکُمُ الْمُتَکَلِّمُ بِهَا فَاِنَّهٗ لَمْ يَقُلْ بَاْسًا
نے فرمایا ان کلمات کے ساتھ کون کلام کرنے والا ہے لوگ خاموش رہے آپ نے فرمایا ان کلمات کے ساتھ کس نے کلام کی ہے اس نے کوئی بری بات
فَقَالَ رَجُلٌ جِئْتُ وَقَدْ حَفَزَنِیَ النَّفَسُ فَقُلْتُهَا فَقَالَ لَقَدْ رَاَيْتُ اثْنَیْ عَشَرَ مَلَکًا يَّبْتَدِرُوْنَهَا اَيُّهُمْ
نہیں کہی اس آدمی نے کہا میں آیا تھا اور مجھے سانس چڑھا ہوا تھا میں نے یہ کلمات کہے آپ نے فرمایا میں نے بارہ فرشتے دیکھے ہیں جلدی کرتے تھے کہ
يَرْفَعُهَا. (مسلم)
ان کلمات کو کون اٹھا کر لے جائے۔ روایت کیا اس کو مسلم نے۔

تشریح: حاصل حدیث:۔سوال: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تین مرتبہ سوال کیا تو صحابہؓ نے جواب دیا یہ تو سوئے ادبی ہے؟
جواب: صحابہؓ معافی کی امید سے خاموش رہے۔ نیز سوال مبہم تھا کسی کی تعیین نہیں فرمائی تھی۔ باقی ان کلمات کی جو تحسین فرمائی یہ قطع نظر کرتے ہوئے اس بات کے کہ یہ کس موقع پر کہے یہ ان کلمات کی ذاتی فضیلت ہے من حیثُ ہِیَ ہِیَ.

اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا افْتَتَحَ الصَّلٰوةَ قَالَ سُبْحَانَکَ اللّٰهُمَّ وَ
حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز شروع کرتے کہتے پاک ہے تو اے اللہ ساتھ اپنی تعریف کے اور بابرکت ہے
بِحَمْدِکَ وَتَبَارَکَ اسْمُکَ وَ تَعَالٰی جَدُّکَ وَلَا اِلٰهَ غَيْرُکَ رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَ اَبُوْدَاؤدَ وَرَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ
نام تیرا اور بلند ہے شان تیری نہیں کوئی معبود سوا تیرے روایت کیا اس کو ترمذی نے اور ابو داؤد نے اور روایت کیا اس کو ابن ماجہ نے
عَنْ اَبِیْ سَعِيْدٍ وَ قَالَ التِّرْمِذِیُّ هٰذَا حَدِيْثٌ لَا نَعْرِفُهٗ اِلَّا مِنْ حَارِثَةَ وَ قَدْ تُکُلِّمَ فِيْهِ مِنْ قِبَلِ حِفْظِهٖ.
حضرت ابو سعیدؓ سے اور ترمذی نے کہا یہ حدیث ہم نہیں جانتے مگر حارثہؓ کی روایت سے اور بسبب حفظ کے اس میں کلام کی گئی ہے۔

تشریح: ترجمہ: یہ احناف کا مستدل ہے اور اس پر اعتراض کا جواب پہلے گزر چکا ہے۔

وَعَنْ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ اَنَّهٗ رَاٰی رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّیْ صَلٰوةً قَالَ اَللّٰهُ اَکْبَرُ کَبِيْرًا اَللّٰهُ
حضرت جبیر بن مطعمؓ سے روایت ہے اس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے اللہ بہت بڑا ہے
اَکْبَرُ کَبِيْرًا اَللّٰهُ اَکْبَرُ کَبِيْرًا وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ کَثِيْرًا وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ کَثِيْرًا وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ کَثِيْرًا وَسُبْحَانَ اللّٰهِ
بہت بڑا ہے اللہ بہت بڑا ہے اللہ بہت بڑا ہے اور تعریف ہے واسطے اللہ کے بہت تعریف ہے واسطے اللہ کے بہت تعریف ہے واسطے اللہ کے بہت
بُکْرَةً وَّاَصِيْلًا ثَلَاثًا اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ مِنْ نَفْخِهٖ وَنَفْثِهٖ وَهَمْزِهٖ رَوَاهُ اَبُوْدَاؤدَ وَابْنُ
اور پاکی بیان کرتا ہوں واسطے اللہ کے صبح وشام تین بار پناہ مانگتا ہوں اللہ کے ساتھ شیطان سے اس کے تکبر سے اس کے شعروں سے اس کے
مَاجَةَ اِلَّا اَنَّهٗ لَمْ يَذْکُرْ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ کَثِيْرًا وَذَکَرَ فِیْ اٰخِرِهٖ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ وَقَالَ عُمَرُ نَفْخُهٗ
وسوسہ سے روایت کیا ہے اس کو ابو داؤد اور ابن ماجہ نے مگر انہوں نے نہیں ذکر کیا والحمد للہ کثیرا کا اور ذکر کیا آخر میں من الشیطان الرجیم سے اور کہا عمرؓ
اَلْکِبْرُ وَ نَفْثُهُ الشِّعْرُ وَ هَمْزُهُ الْمُوْتَةُ.
نے نفخ شیطان کا کبر ہے اور اس کا نفث اس کی بنیں ہیں اور ہمز اس کا جنون ہے۔

تشریح: قولہ' وقال عمرؓ نفخہ ونفثہ' الشعر ای اللموم وھمزۃ الموتۃ یعنی خاص قسم کی بیماری دیوانگی اگر تو یہ معانی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سنے ہیں تو یہی متعین اور اگر ان کا اپنا اجتہاد ہے تو بھی متعین ہے اس لیے کہ ان کا اجتہاد باقیوں کے مقابلے میں راجح ہے۔ البتہ گنجائش ہے کہ اس کی تفسیر اور بھی کی جائے۔ مثلاً ہمز سے مراد وسوسہ ہو۔ بعض حضرات نے کہا ہے کہ "نفثت" سے مراد غیر سنجیدہ اور برے مضمون کے اشعار ہیں جنہیں شیطان آدمی کے تخیل میں ڈالتا ہے اور پھر انہیں اس کی زبان سے صادر کراتا ہے جیسے برے منتر یا وہ غلط اشعار جن میں مسلمانوں کی ہجو اور کفر وفسق کے الفاظ ہوتے ہیں۔ "ھمز" سے مراد غیبت کرنا اور لعن وطعن کرنا ہے۔ بعض حضرات نے کہا ہے کہ ھمز شیطان سے اس کا وسوسہ مراد ہے جیسا کہ اس آیت اعوذبک من ھمزات الشیطن میں ہمزات سے مراد شیطان کے وسوسے لئے گئے ہیں۔

بہر حال یہ معانی اسی وقت مراد لئے جائیں گے جب کہ یہ ثابت ہو جائے کہ حدیث میں حضرت عمرؓ سے ان تینوں الفاظ کی جو توضیح نقل کی گئی ہے وہ حضرت عمرؓ کا قول نہیں ہے بلکہ کسی راوی کا ہے۔ اگر یہ توضیح صحیح طور پر حضرت عمرؓ سے ثابت ہو تو پھر وہی معنی مراد ہوں گے جو حضرت عمرؓ سے منقول ہیں ان کے علاوہ دوسرے معنی مراد نہیں لئے جائیں گے۔

وَعَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ اَنَّهٗ حَفِظَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَكْتَتَيْنِ سَكْتَةً اِذَا كَبَّرَ

حضرت سمرہ بن جندبؓ سے روایت ہے تحقیق اس نے یاد رکھے ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے دو سکتے ایک چپ رہنا جس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم

وَسَكْتَةً اِذَا فَرَغَ مِنْ قِرَاءَةِ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ فَصَدَّقَهٗ اُبَيُّ بْنُ كَعْبٍ.

تکبیر تحریمہ کہتے اور ایک چپ رہنا جس وقت غیر المغضوب علیہم ولا الضالین کہنے سے فارغ ہوتے۔ ابی بن کعبؓ نے اس کی تصدیق کی۔

(رواہ ابوداؤد وروی الترمذی و ابن ماجۃ والدارمی نحوہ)

روایت کیا اس کو ابوداؤد نے اور روایت کیا ہے ترمذی ابن ماجہ اور دارمی نے مانند اس کے۔

تشریح: اس میں دو سکتوں کا ذکر ہے سکتہ اولیٰ تو اجماعی ہے (سکتہ بمعنی عدم الجہر) یعنی تکبیر اور قرأۃ الفاتحہ کے درمیان والا سکتہ اور دوسرے سکتہ کا مقصد کیا ہے۔ دوسرا سکتہ جو مذکور ہے وہ یہ ہے کہ فاتحہ کے بعد اور قرأۃ سے پہلے ہو اس میں اختلاف ہو گیا کہ یہ کس مقصد کے لیے ہوتا تھا۔ شوافع کے نزدیک اس لیے تاکہ مقتدی کو سہولت ہو جائے فاتحہ کی قرأت کرے اور احناف کے نزدیک اس لیے ہوتا تھا کہ سانس لیا جائے اور مستقل آرام سے قرأۃ کی جا سکے (اور اس طراحت کیلئے ہوتا تھا) اور نیز تاکہ آمین کہی جا سکے۔ جواب (۱) اگر یہ سکتہ قرأۃ فاتحہ کے لیے تھا تو سکتہ طویلہ ہونا چاہیے تھا یہ تو خفیفہ تھا۔ یہی وجہ ہے کہ اس میں صحابہؓ کا وجود وعدم وجود میں اختلاف ہے۔ بعض صحابہؓ اس کا انکار کر رہے ہیں۔ صحیح قول یہ ہے کہ یہ دوسرا سکتہ قرأت اور فاتحہ کے درمیان نہیں تھا بلکہ قرأۃ اور رکوع کے درمیان میں تھا۔

وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا نَهَضَ مِنَ الرَّكْعَةِ الثَّانِيَةِ اِسْتَفْتَحَ

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس وقت دوسری رکعت سے کھڑے ہوتے قرأت الحمد للہ رب العالمین سے شروع

الْقِرَآءَةَ بِالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ وَلَمْ يَسْكُتْ هٰكَذَا فِيْ صَحِيْحِ مُسْلِمٍ .وَذَكَرَهُ الْحَمِيْدِيُّ فِيْ اَفْرَادِهٖ وَكَذَا صَاحِبُ الْجَامِعِ عَنْ مُسْلِمٍ وَحْدَهٗ

کرتے اور چپ نہ رہتے اسی طرح ہے صحیح مسلم میں اور ذکر کیا ہے حمیدی نے کتاب افراد میں اور اسی طرح صاحب جامع الاصول نے اکیلے مسلم سے۔

تشریح: چونکہ یہ وہم ہو سکتا تھا کہ دوسری رکعت کے بعد دوسرا شفعہ شروع ہونے کے وقت شاید سبحانک اللھم پڑھنے کیلئے خاموشی اختیار کرتے ہوں اس لئے حضرت ابوہریرہؓ نے اس کی وضاحت کر دی کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم دوسری رکعت کے بعد دوسرے شفعہ کیلئے اٹھتے تھے تو سبحانک اللھم نہیں پڑھتے تھے بلکہ الحمد للہ رب العالمین شروع کر دیتے تھے۔ یہ بھی محتمل ہے کہ اس کے معنی یہ ہوں کہ

جب آپ دوسری رکعت کیلئے کھڑے ہوتے تھے الحمد للہ رب العالمین شروع کر دیتے تھے۔ واللہ اعلم۔

انا اول المسلمین (یعنی میں سب سے پہلا مسلمان ہوں) کی تشریح میں علماء لکھتے ہیں کہ یہ خصوصیت صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہی حاصل ہے کہ سب سے پہلا اسلام آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے کیونکہ پیغمبر اپنی امت میں سب سے پہلا مسلمان ہوتا ہے چونکہ قرآن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کا حکم دیا گیا ہے کہ اس طرح کہیں اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کسی دوسرے کیلئے یہ بات کہ وہ انا اول المسلمین کہے درست نہیں ہے بلکہ ایک قسم کا جھوٹ ہوگا۔ چنانچہ بعض حضرات نے کہا ہے کہ اگر کوئی شخص نماز میں اس طرح کہے تو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی۔ لیکن اس سلسلہ میں صحیح یہ ہے کہ اگر کوئی شخص ان الفاظ کو آیت قرآنی کی تلاوت کی نیت سے نہ کہ اپنی حالت کی خبر دینے کی نیت سے ادا کرے تو نماز فاسد نہیں ہوگی۔ اس مسئلہ میں ایک خیال یہ ہے کہ اگر کوئی شخص اس جملہ کو "خبر" قرار نہ دے بلکہ اس کا مقصد تجدید ایمان واسلام کی انشاء اور اطاعت وفرمانبرداری کا اظہار ہو تو کوئی مضائقہ نہیں ہے جیسا کہ امراء سلاطین کے تابعدار لوگ کسی حکم کے صادر ہونے کے وقت کہتے ہیں کہ جو بھی حکم ہو اس کی اطاعت پہلے "جو کرے گا وہ میں ہوں گا" گویا اس طرح اطاعت وفرمانبرداری کا اظہار مقصود ہوتا ہے۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ

عَنْ جَابِرٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اسْتَفْتَحَ الصَّلَاةَ كَبَّرَ ثُمَّ قَالَ اِنَّ صَلَاتِيْ وَنُسُكِيْ وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِيْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَبِذٰلِكَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِيْنَ اَللّٰهُمَّ اهْدِنِيْ لِاَحْسَنِ الْاَعْمَالِ وَاَحْسَنِ الْاَخْلَاقِ لَا يَهْدِيْ لِاَحْسَنِهَا اِلَّا اَنْتَ وَقِنِيْ سَيِّئَ الْاَعْمَالِ وَسَيِّئَ الْاَخْلَاقِ لَا يَقِيْ سَيِّئَهَا اِلَّا اَنْتَ. (رواہ النسائی)

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جس وقت نماز شروع کرتے اللہ اکبر کہتے پھر کہتے بے شک میری نماز میری عبادت میری زندگی اور میری موت اللہ کیلئے ہے جو پالنے والا ہے سب جہانوں کا اس کا کوئی شریک نہیں اور مجھ کو اس بات کا حکم دیا گیا ہے اور میں پہلا مسلمان ہوں۔ اے اللہ مجھ کو بہترین اعمال کی ہدایت دے اور بہترین خلقوں کی بہترین اعمال اور اخلاق کی کوئی ہدایت نہیں دے سکتا مگر تو اور مجھ کو برے عملوں اور برے خلقوں سے بچا برے عملوں اور خلقوں سے کوئی نہیں بچاتا مگر تو۔ روایت کیا اس کو نسائی نے۔

وَعَنْ مُحَمَّدِ بْنِ مَسْلَمَةَ قَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا قَامَ يُصَلِّيْ تَطَوُّعًا قَالَ اللّٰهُ اَكْبَرُ وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِيْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِيْفًا وَّمَا اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ وَذَكَرَ الْحَدِيْثَ مِثْلَ حَدِيْثِ جَابِرٍ اِلَّا اَنَّهٗ قَالَ وَ اَنَا مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ثُمَّ قَالَ اَللّٰهُمَّ اَنْتَ الْمَلِكُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحَانَكَ وَبِحَمْدِكَ ثُمَّ يَقْرَاُ. (رواہ النسائی)

حضرت محمد بن مسلمہؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس وقت نفل پڑھنے کیلئے کھڑے ہوتے کہتے اللہ اکبر متوجہ کیا میں نے اپنا منہ اس ذات کیلئے جس نے پیدا کیا زمین وآسمان کو اس حال میں کہ توحید کرنے والا ہوں اور نہیں ہوں میں مشرکوں سے اور ذکر کیا حدیث مثل جابرؓ کی حدیث کے مگر یہ کہا وانا من المسلمین پھر کہتے اے اللہ تو بادشاہ ہے نہیں کوئی معبود مگر تو پاک ہے تو اور تعریف ہے تیری پھر پڑھتے روایت کیا اس کو نسائی نے۔

تشریح: ان احادیث کی تفصیل ماقبل میں گزر چکی ہے۔

بَابُ الْقِرَاءَةِ فِي الصَّلَاةِ

نماز میں قراءت کا بیان (الفصل الاول)

عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا صَلٰوةَ لِمَنْ لَّمْ يَقْرَأْ بِفَاتِحَةِ
حضرت عبادہ بن صامتؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس شخص کی نماز نہیں ہوتی جو سورہ فاتحہ نہ پڑھے۔
الْكِتَابِ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَفِيْ رِوَايَةٍ لِّمُسْلِمٍ لِمَنْ لَّمْ يَقْرَأْ بِأُمِّ الْقُرْآنِ فَصَاعِدًا.
مسلم کی ایک روایت میں ہے اس شخص کی نماز نہیں ہوتی جو الحمد اور زیادہ نہ پڑھے۔

تشریح: اس حدیث کے متعلق دو مسئلے (سورۃ الفاتحہ سے) متعلق ہیں۔ مسئلہ نمبر (۱) رکنیت فاتحہ اور عدم رکنیت فاتحہ کا مسئلہ۔ مسئلہ نمبر (۲) قرأۃ الفاتحہ خلف الامام۔

مسئلہ رکنیت فاتحہ عدم رکنیت فاتحہ: اس میں اختلاف ہے کہ فاتحہ رکن ہے یا نہیں؟ (۱) احناف کا مذہب یہ ہے کہ مطلق قرأۃ القرآن رکن ہے خواہ فاتحہ ہو یا فاتحہ کے ماسوا ہو اور قرأۃ فاتحہ رکن نہیں واجب ہے۔ (۲) شوافع کے نزدیک فاتحہ رکن ہے۔

احناف کی دلیل -۱: فاقرؤا ما تیسر من القرآن. اس میں کلمہ ما عموم کے لیے ہے (عام ہے) فاتحہ غیر فاتحہ سب کو شامل ہے۔ شوافع کہتے ہیں کہ ما سے آسان قرأت مراد ہے لہٰذا یہ رکن ہے۔

دلیل -۲: حدیث سیئی الصلوٰۃ. اس حدیث میں مقام تعلیم میں فرمایا ''اقرأ ما تیسر معک من القرآن''

دلیل -۳: مسلم شریف کی حدیث ہے لاصلوٰۃ الا بقرأۃ اس میں بھی عموم ہے۔

شوافع کی دلیل: یہی حدیث ہے لاصلوٰۃ لمن لم یقرأ بفاتحۃ الکتاب. اس میں لائے نفی جنس کا ہے۔ معلوم ہوا کہ جب فاتحہ کی نفی ہوگی تو نماز بھی نہیں ہوگی۔ لہٰذا قرأۃ فاتحہ رکن ہے۔

جواب: یہ خبر واحد ہے اور قرآن پاک کی آیت میں مطلق آیا ہے۔ لہٰذا ہر ایک کو اپنا درجہ دو جو ماثبت بالقرآن ہے وہ رکن اور جو ماثبت بالحدیث ہے وہ واجب ہے۔ نیز مسلم والی روایات میں فصاعداً کے الفاظ ہیں۔ اگر معطوف علیہ رکن ہے تو معطوف بھی رکن ہونا چاہیے حالانکہ ختم سورۃ کو تو آپ بھی رکن نہیں کہتے۔

شوافع کی جانب سے اس کا جواب یہ دیا گیا کہ فاقرؤا ما تیسر میں ما مجمل ہے۔ اور یہ خبر واحد اس کا بیان ہے۔ احناف کی طرف سے جواب ہم تسلیم نہیں کرتے کہ یہ ما مجمل ہے بلکہ یہ ما عام ہے۔ دلیل عموم اجمال: مجمل وہ ہوتا ہے جس کے کسی فرد پر عمل نہ ہو سکتا ہو بغیر بیان کے اور یہ تو طے ہے کہ یہ آیت مکی ہے اور یہ حدیث عبادہ بن الصامت مدنی ہے۔

تو اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ ایک عرصہ دراز تک آیت کے نزول کے بعد اس پر عمل ہوا ہی نہیں پھر بیان ہوا تو یہ بالا جماع تو باطل ہے۔ لہٰذا اس میں عموم ہے۔ نیز شوافع کہتے ہیں کہ یہ حدیث خبر واحد نہیں بلکہ مشہور ہے۔ (کالزیادۃ جائزۃ) احناف کی طرف سے جواب یہ ہے کہ اس حدیث مشہور سے زیادتی جائز ہو سکتی ہے جو محتمل للتاویل نہ ہو اور یہ تو محتمل للتاویل ہے۔ نیز ہم یہ تسلیم نہیں کرتے کہ یہ مشہور ہے بلکہ خبر واحد ہے۔

مسئلہ -۲: اس میں اختلاف ہے کہ مقتدی کے ذمہ فاتحہ کی قرأت ہے یا نہیں۔

(۱) احناف کے نزدیک مقتدی کے لیے قرأۃ ممنوع ہے مطلقاً خواہ سری نماز ہو یا جہری۔ جہری ہونے کی تقدیر پر آواز سنائی دے رہی ہو یا نہ دے رہی ہو۔ البتہ ہدایہ میں امام محمدؒ کا قول نقل کیا گیا ہے کہ سری نمازوں میں قرأۃ فاتحہ کے جواز کے قائل ہیں لیکن یہ صحیح نہیں ہے۔ ابن ہمام نے اس پر شدید رد کر دیا ہے۔ (۲) مالکیہ کا قول ہے کہ جہری نمازوں میں مقتدی کے لیے فاتحہ کی قرأت ممنوع ہے اور سری میں مستحب ہے۔ (۳) حنابلہ کا قول بھی تقریباً انہی جیسا ہے البتہ وہ یہ کہتے ہیں کہ اگر جہری میں بھی آواز سنائی نہ دے رہی ہو یا اگر خود بہرا ہو تو قرأۃ الفاتحہ مستحب ہے۔ (۴) امام شافعی کے دو قول ہیں: (۱) مطلقاً فاتحہ کی قرأت مقتدی کے لیے واجب ہے۔ (۲) بحوالہ کتب شافعیہ جس میں ہے کہ امام و منفرد پر واجب ہے۔ وسأ ذكر المأموم. اگر چہ مابعد میں کہیں بھی مذکور نہیں تو اس اختلاف سے یہ بات معلوم ہوئی کہ جمہور میں سے مقتدی کے لیے قرأۃ فاتحہ کے وجوب کا قائل سوائے امام شافعیؒ کے کوئی بھی نہیں۔ انہوں نے وجوب کا قول کیا ہے۔ اس اختلاف کے باوجود تمام آئمہ کا اس بات پر اجماع ہے کہ اگر کوئی مقتدی قرأت فاتحہ کو چھوڑ دے تو اس کی نماز فاسد نہیں ہوگی۔

بخلاف غیر مقلدین کے وہ کہتے ہیں کہ اگر فاتحہ کی قرأت چھوڑ دی تو نماز سرے سے ہوگی ہی نہیں، نماز باطل ہے۔

اس اجماع کی دلیل امام احمد بن حنبلؒ نے اپنی کتاب "مغنی ابن قدامہ ج ۱ ص ۶۳۸ پر وہ نسخہ جو دو شرحوں والا ہے (شرح کبیر اور شرح صغیر دونوں بھائی ہیں دونوں نے شرح لکھی ہیں اس کی) اس میں اجماع نقل کیا ہے۔ عبارت

قال احمد ماسمعنا احداً من اهل الاسلام يقول ان الامام. اذا جَهَرَ بالقرأة لاتُجزِئُ صلٰوة مَنْ خَلَفَه اذا لم يقرأ هو. وقال هٰذا النّبى صلى الله عليه وسلم واصحابهٗ والتابعون وهٰذا ملك من اهل الحجاز وهٰذا الثورى فى اهل العراق وهٰذاالاوزاعى فى اهل الشام. وهٰذا الليث. فى اهل مصر. ماقالوا لِرَجلٍ صَلَّ وقَرَأ اَمَامُهٗ ولم يقرأ هو صلٰوته باطلةٌ.

لہٰذا اس اجماع کے مقابلے میں اگر کوئی آج کہے کہ قرأت الفاتحہ نہ ہوگی تو نماز نہ ہوگی اس کی بات کو نہ سنا جائے گا اور اس کی بات کو رد کر دیا جائیگا۔

دلائل احناف: (۱) اذا قرئ القرآن فاستمعوا لهٗ وانصتوا (الآية) اس سے معلوم ہوا کہ سامع پر استماع اور انصات ضروری ہے۔ کہ کان لگانا خواہ آواز سنائی دے یا نہ دے، مطلقاً قرأت کا ممنوع ہونا معلوم ہوا۔

شوافع کہتے ہیں یہ آیت تو خطبہ جمعہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔

جواب-۱: عجیب بات ہے جمعہ کی فرضیت کے بارے میں یہ اختلاف ہوا کہ مکی ہے یا مدنی ہے۔ البتہ اس پر اجماع ہے کہ اس کی ادائیگی مدنی ہے اور یہ آیت بالا جماع مکی ہے اور جس چیز کی ادائیگی ہوئی ہی نہیں تو اس کے آداب بیان کرنا چہ معنی دارد۔

جواب-۲: خطبہ جمعہ کو فاسعوا الٰى ذكر الله میں ذکر اللہ سے تعبیر کیا گیا ہے تو یہ آیت اگر خطبہ کے بارے میں نازل ہوتی تو اذا ذكر الله ہونا چاہیے تھا نہ کہ اذا قرئ القرآن.

جواب-۳: اگر تسلیم کر لیا جائے تو پھر ہم کہتے ہیں کہ اس آیت کریمہ کا حکم خطبہ کو بھی شامل ہے۔ الفوز الکبیر کے اندر یہ الفاظ ہیں: نزلت كذا نزلت كذا. اس کا مطلب یہی ہے کہ اس کا حکم خطبہ کو بھی شامل ہے۔

جواب-۴: اس پر امام احمد نے اجماع نقل کیا ہے۔ یہ آیت نماز با جماعت کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔

ولنا قول الله تعالٰى واذا قرئ القرآن فاستمعوا لهٗ وانصتوا. "قال احمد فالناس علٰى ان هٰذافى الصلٰوة وعن سعيدن المسيب والحسن و ابراهيم و محمد بن كعب والزهرى انها نزلت فى شان الصلٰوة وزيد بن اسلم وابوالعوانه. وقال احمد فى رواية ابوداؤد اجمع الناس على ان هٰذهِ الآية فى الصلٰوة." مغنى ابن قدامه (ص ۶۳۷ ج ۱)

اس اجماع کے ہوتے ہوئے اس بات کو سننے کے لیے تیار نہیں کہ یہ آیت خطبہ کے بارے میں نازل ہوئی۔ شوافع کا دوسرا اعتراض سورۃ مزمل کی آیت **فاقرؤا ماتیسر من القرآن** اور سورۃ الاعراف کی آیت **واذا قرئ القرآن فاستمعوا لہٗ** کے درمیان تعارض ہے۔ **فاقرؤا** سے معلوم ہوتا ہے کہ قرأت کرو اور دوسری آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ خاموش رہو۔

جواب-۱: یہ تعارض تب ہوتا ہے جب دونوں مسئلوں کو خلط کر دیا جائے' خلط نہ کرو' آیت مزمل قرأۃ کی رکنیت کے بارے میں نازل ہوئی ہے اور آیت سورۃ اعراف میں اس بات کا بیان ہے کہ قرأۃ کن کن کے ذمہ ہے وہ یہ کہ مقتدی کے ذمے نہیں۔ صرف یہ امام کا وظیفہ ہے مقتدی صاحب تمہارا وظیفہ نہیں۔ جواب-۲: اگر تعارض کو تسلیم کر بھی لیا جائے تو پھر **نحن نقول** آیت مزمل کا نزول بعد میں ہوا یہ متاخر ہے اور آیت اعراف کا نزول پہلے ہوا یہ متقدم ہے۔ لہٰذا متاخر متقدم کے لیے مخصص بن جائے گی۔

دوسری دلیل احناف: حدیث ابو موسیٰ الاشعری مشکوٰۃ ص۷۹ جس میں فرمایا "**اذا قال الامام غیر المغضوب علیھم ولا الضالین فقولوا امین**" یہاں قال فرمایا قالوا نہیں فرمایا کہ امام صرف **غیر المغضوب** الخ کہے اور نیز **فقولوا امین** فرمایا تو اگر فاتحہ بھی مقتدی کا وظیفہ ہو تو فقولوا کا ترتب صحیح نہیں ہوگا تو اس لیے جو لوگ فاتحہ خلف الامام کے وجوب کے قائل ہیں وہ اس حدیث کی وجہ سے بڑی مشکل میں پڑ گئے ہیں کیونکہ اگر مقتدی فاتحہ کی قرأت کرتا ہے اور اس وقت آمین کہتا ہے تو حدیث کا خلاف ہے اور اگر ٹھہرتا ہے تو ضابطے کے خلاف ہے اس لیے یہ کہو کہ فاتحہ صرف امام کا وظیفہ ہے' مقتدی کا وظیفہ نہیں ہے۔

تیسری دلیل: حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ وقتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بروایت مسلم (مشکوٰۃ ص۷۹ ج۱) **اذا قرأ فانصتوا** اس سے معلوم ہوا **فاتحہ خلف الامام** جائز نہیں۔

چوتھی دلیل: حدیث ابو ہریرہؓ فصل ثانی میں ہے چھ کتابوں کے حوالے سے مشکوٰۃ (ص۸۱ ج۱) جس کو حدیث منازعت کے نام سے تعبیر کرتے ہیں جس کا مضمون یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جہری نماز پڑھائی۔ جب نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا تم میں سے کسی نے قرأت کی ہے؟ تو سب صحابہؓ خاموش رہے' ایک نے عرض کیا یا رسول اللہ جی ہاں! میں نے کی ہے۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا ہو گیا ہے میرے ساتھ قرآن کے ساتھ چھینا جھپٹی ہو رہی ہے۔ میں قراۃ القرآن اپنی طرف کھینچ رہا ہوں اور دوسرا شخص اپنی طرف الغرض حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں لوگوں نے اس کے بعد قرأۃ کرنا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے چھوڑ دی۔ اس حدیث سے چار طریقے سے استدلال کیا گیا ہے۔

(۱) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا دریافت فرمانا کہ تم میں سے کسی نے قرأت کی ہے یہ دلیل ہے اس بات کی کہ اس سے پہلے مقتدیوں کو قرأت کرنے کا حکم نہیں دیا تھا اور یہ پوچھنا دلیل ہے اس بات کی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مقتدیوں کی قرأت کرنے کا علم بھی نہیں تھا۔

(۲) **فقال رجل**. ایک آدمی نے اعتراف کر لیا صحابہ میں سے۔ یہ دلیل ہے اس بات کی کہ عام صحابہ قرأت نہیں کرتے تھے۔

(۳) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان مجھ سے منازعت ہو رہی ہے اس سے معلوم ہوا کہ مقتدی کا امام کے پیچھے قرأۃ کرنا یہ امام کے حق پر ڈاکہ ڈالنا ہے' کھینچا تانی اور منازعت ہے۔

(۴) **فانتھی الناس**. اس سے بھی معلوم ہوا کہ قرأت الفاتحہ خلف الامام نہیں ہے۔ اصل میں اختلاف ہے کہ کس کا مقولہ ہے۔ راجح قول یہ ہے کہ یہ ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ہے۔ سوال: ایک جملہ یعنی جہراً احناف کے خلاف ہے اس لیے کہ احناف سری اور جہری دونوں میں ترک فاتحہ کے قائل ہیں۔

جواب-۱: یہ تو مفہوم مخالف سے استدلال ہے۔ **لہٰذا لانسلم**. جواب-۲: یہ واقعہ جہری نماز میں پیش آیا تھا اس لیے اس کا ذکر کیا ورنہ اس میں حصر نہیں ہے۔ سوال: یہ دریافت فرمانا اس لیے تھا کہ اس نے جہراً قرأت شروع کر دی تھی؟ جواب: یہاں قرأ فرمایا جہر تو نہیں فرمایا۔ نیز نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قرأت فرماتے ہوئے یہ کیسے متصور ہو سکتا ہے کہ صحابی اپنی قرأت اونچی آواز سے شروع کر دے؟

سوال: انکاراس لیے فرمایا کہ اس نے فاتحہ کے ماسوا کی قرأت شروع کردی تھی؟ جواب: یہ تخصیص بغیر مخصص ہے اور دلیل اس پر اگر ہے تو بتلاؤ؟

پانچویں دلیل: حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بحوالہ کتب ثلثه انما جعل الامام لیوتم کے الفاظ ہیں۔

چھٹی دلیل: حدیث ابن عباسؓ ابن ماجہ ص ۸۷ پر ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مرض الوفات میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نماز پڑھا رہے تھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دو آدمیوں کے سہارے مسجد میں تشریف لائے حضرت ابوبکرؓ پیچھے ہٹے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھانا شروع کی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قرأت کو وہیں سے شروع کیا جہاں ابوبکرؓ پہنچ چکے تھے۔ فاتحہ کی قرأت کا اعادہ نہیں کیا تو اب یہ کہا جائے کہ فاتحہ کی قرأت ضروری ہے۔ اس حدیث پر بھی اگرچہ سنداً کلام کی گئی ہے امام ابوبکر تھے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مقتدی تھے اور لیکن دوسری بعض روایات آئی ہیں کہ اس موقع پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم امام تھے حضرت ابوبکرؓ صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حیثیت مکبر کی سی تھی۔

ساتویں دلیل: قیاس اس پر اجماع ہے کہ مقتدی پر فاتحہ کے ماسوا کی قرأت واجب نہیں۔ لہٰذا اس پر قیاس کا مقتضیٰ بھی یہی ہے کہ فاتحہ کی قرأت بھی واجب نہ ہو۔

آٹھویں دلیل: ایک مسئلہ اجماعیہ سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے کہ قرأت الفاتحہ خلف الامام واجب نہ ہو۔ مسئلہ اس پر اجماع ہے کہ مدرک رکوع مدرک رکعت ہے۔ باوجود یہ کہ فاتحہ اس نے نہیں پڑھی۔ اب ہم پوچھتے ہیں کہ اس سے فاتحہ کی قرأت کیوں ساقط ہوئی؟ اس میں دو احتمال ہیں یا تو ضرورت کی بناء پر یا اس وجہ سے کہ اس کے ذمہ واجب نہیں تھی۔ اگر کہا جائے کہ ضرورت کی وجہ سے فاتحہ کی قرأت ساقط ہوئی ہے تو یہ باطل ہے اس لیے کہ اس مسئلے پر اجماع ہے کہ اگر آنے والا شخص تکبیر تحریمہ کہے بغیر رکوع میں چلا جائے تو اس کی نماز نہیں ہوتی۔ باوجودیکہ ضرورت اس میں بھی ہے اگر ضرورت کی بناء پر ہے تو یہاں بھی نماز ہو جانی چاہیے حالانکہ نہیں ہوتی تو اس سے معلوم ہوا کہ ضرورت کی بناء پر سقوط نہیں ہوا۔ لامحالہ یہی کہو کہ اس کے ذمہ واجب نہیں تھی عدم وجوب کی وجہ سے ساقط ہوئی ہے۔

نویں دلیل: مسئلہ وکالت سے بھی اس بات کی تائید ہوتی ہے کہ قرأت فاتحہ خلف الامام واجب نہ ہو وکیل کلام مؤکل کا کلام ہوتا ہے۔ اگر جج کے سامنے وکیل بھی بولے اور مؤکل بھی تو جج دونوں کو نکال دے گا اور کہے گا ایک بات کرے۔

دسویں دلیل: طریقہ درخواست کا بھی مقتضیٰ یہی ہے تو کہ امام کی قرأۃ مقتدی کی قرأت ہونی چاہئے۔ یہ بالکل ایسے ہی ہے کہ ایک وفد بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہو کر درخواست پیش کرے اور ظاہر ہے کہ ایک شخص پیش کرے گا نہ کہ سب کے سب تو اسی طرح یہاں بھی نماز باجماعت میں سب کے سب عنداللہ درخواست پیش کر رہے ہیں۔ اهدنا الصراط المستقيم. تو عرض ایک پیش کرے گا اگر سب بول پڑیں تو توہین عدالت کا کیس ہو جائے۔ تلك عشرة كاملة. (امام شعرانیؒ نے اپنی کتاب میزان شعران میں یہی توجیہ لکھی ہے)

اس مسئلے کے اندر اس موضوع پر ایک عمدہ رسالہ مولانا قاسم نانوتوی کا "الدلیل المحکم" کے نام سے مشہور ہے۔ اس کی شرح آگے مولانا سعید احمد پالنپوری نے لکھی ہے جس میں انہوں نے یہ دلیل بھی تحریر کی ہے جس کی ابتداء دلیل یہ ہے کہ مقتدی کا اتصاف صلوٰۃ کے ساتھ بواسطہ امام کے ہے پھر واسطہ کی قسمیں بنائیں فرمایا اس میں واسطہ فی العروض ہے اس واسطہ فی العروض میں جتنی بھی ضروریات ہوتی ہیں اس کا تعلق واسطہ کے ساتھ ہوتا ہے۔ مثلاً جالس سفینہ کا حرکت کے ساتھ اتصاف بواسطہ سفینہ کے ہے تو متحرک ہونے کے لیے تین چیزوں کی ضرورت ہے ان کی ضرورت واسطے کو بھی ہوگی ذوالواسطہ کو نہیں۔ (واللہ اعلم بالصواب)

شوافع کی پہلی دلیل: حدیث عبادہ بن الصامت جو کہ فصل اول کی پہلی حدیث جو بخاری و مسلم کے حوالے سے ہے۔ طریق استدلال یہ ہے کہ لاصلوٰۃ لمن لم یقرأ اس میں کلمہ من عام ہے۔ خواہ امام ہو مقتدی ہو یا منفرد ہو متنفل ہو یا مفترض اور لا لائے نفی جنس کا ہے اور صلوٰۃ نکرہ تحت النفی واقع ہے۔ اب معنی یہ ہوگا کہ کسی کی بھی کوئی نماز بغیر فاتحہ کے نہیں ہوتی۔ خواہ وہ نماز امام مقتدی منفرد متنفل مفترض ہو سب کو شامل ہے۔

احناف کی طرف سے جواب-۱: یہ حدیث عبادہ بن صامت جو بخاری و مسلم کے حوالے سے مشکوٰۃ میں فصل اول میں مذکور ہے

اگر چہ یہ صحیح تو ہے لیکن قرأۃ الفاتحہ خلف الامام کے بارے میں صریح نہیں ہے۔ دلیل ایسی ہونی چاہیے جو صریح ہو باقی صریح اس لیے نہیں کہ من کا عموم مسلم نہیں ہے اس لئے امام احمد بن حنبل کا قول نقل کیا گیا ہے کہ وہ کہتے ہیں اس کا مصداق غیر الماموم ہے اور اسی طرح امام ابوداؤد نے سفیان بن عیینہ کا قول نقل کیا ہے۔ **ھٰذا محمول علی غیر الماموم** کہ یہ مقتدی کے ماسوا پر محمول ہے۔ استدلال تب تام ہوتا جب من کا عموم مسلم ہوتا۔

جواب-۲: استدلال تب تام ہوتا جب دوعموموں کو تسلیم کرلیا جائے۔ پہلا عموم: صلوٰۃ کے اندر عموم ہو اور دوسرا مَن کے اندر عموم ہو۔ ہم کہتے ہیں چلو پہلا عموم تو مسلم ہے لیکن دوسرا عموم مسلم نہیں ہے اس لیے کہ کلام میں عموم مسندالیہ کا ہوتا ہے یا مسند کا۔ مسندالیہ صلوٰۃ کا لفظ ہے اور کاملۃ کا لفظ مقدر ہے جو کہ مسند ہے یا بر مذہب شوافع صحیحۃ کا لفظ مقدر ہے جو کہ مسند ہے اور من نہ مسندالیہ ہے اور نہ مسند تو لہٰذا اس کے اندر عموم صلوٰۃ کا ہوگا۔ مطلب یہ ہوگا کہ جتنی نمازیں ہیں اتنی فاتحہ ہوں تو جماعت کی نماز ایک ہی ہوتی ہے تو لہٰذا ایک فاتحہ لازم ہوگی۔

جواب-۳: چلو ہم دونوں عموم تسلیم کرتے ہیں لیکن ایک ہمارا عموم بھی مان لو کہ قرأت میں تعمیم ہے خواہ قرأۃ حقیقیہ ہو یا حکمیہ ہو اور مقتدی کی قرأت اگر حقیقی تو نہیں ہوتی لیکن حکمی ہوتی ہے۔

دوسری دلیل کی تخصیص یہ ہے کہ اس حدیث میں وصاعداً کے الفاظ ہیں تو بالاجماع فاتحہ کے ماسوا کی قرأت مقتدی پر واجب نہیں ہیں۔ لہٰذا اس سے معلوم ہوا کہ من کا مصداق وہ شخص ہوگا جس کے ذمے فاتحہ کے ساتھ ساتھ ماسوا کی قرأت بھی ہو اور یہ امام یا منفرد کے ذمے ہے۔

شوافع کی دوسری دلیل: حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو آنے والی ہے۔ حاصل حدیث کا یہ ہے کہ جب حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ حدیث پڑھی کہ **لاصلوٰۃ** الخ تو سائل نے کہا کہ ہم تو امام کے پیچھے ہوتے ہیں، ہم بھی قرأت کریں تو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: **اقرأ بنفسھا** آہستہ آہستہ پڑھ لیا کرو۔ یہ حکم اس لیے دیا کہ مقتدی کے ذمہ فاتحہ کی قرأت واجب ہے۔

احناف کی طرف سے اس دلیل کا پہلا جواب: یہ فقط حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اجتہاد ہے۔ جو انہوں نے بعد والی حدیث قدسی سے استنباط کیا۔ استنباط کیسے کیا وہ اس طرح کہ (علامہ سندھی نے یہ توجیہ ذکر کی ہے) اس حدیث قدسی میں قسمت کا ذکر ہے اور تقسیم اس کے حق میں ہوگی جو اس کو پڑھے گا تو مقتدی کے حق میں یہ تقسیم تب ہی ہوسکتی ہے جب اس کو پڑھے۔ (۲) دوسری وجہ علامہ سندھی نے یہ بیان کی کہ اس حدیث میں فاتحہ کو صلوٰۃ کے ساتھ تعبیر کیا گیا۔ یہ تعبیر کرکے اشارہ ہے اس بات کی طرف کہ گویا کہ ماہیت صلوٰۃ نام ہی فاتحہ کا ہے تو مقتدی کے حق میں حقیقت و ماہیت صلوٰۃ کا تحقق تب ہوگا جب کہ وہ اس کو پڑھے۔

جواب-۱: یہ امام کا پڑھنا مقتدی کا پڑھنا ہے۔ دوسرا جواب: **اقرأ بھا فی نفسک** اس کا معنی ہے **اقراء بھافی نفسک حال کونک منفرداً** یعنی منفرد ہونے کی حالت میں پڑھا کرو اس معنی ہونے کی نظیر بھی موجود ہے۔ **فمن ذکر نی نفسی' ذکرتہٗ فی نفسی.** اس کا معنی ہے **من ذکر نی منفرداً**۔ تیسرا جواب: قرأت دو قسم پر ہے (۱) لفظیہ (۲) نفسیہ نفسیہ دل میں غور و فکر کرنا اور یہاں یہی مراد ہے یعنی مقتدی ہونے کی حالت میں سورۃ فاتحہ کے اندر کے معنی میں غور و فکر کیا کرو تلفظ مت کیا کرو تو اتنے احتمالات کے ہوتے ہوئے کیسے استدلال درست ہوسکتا ہے۔

باقی یہ حدیث احناف کی دلیل ہے اس مسئلے میں کہ تسمیہ فاتحہ کی جز نہیں ہے۔ لہٰذا اس کی قرأت سراً ہوگی۔

شوافع کی تیسری دلیل: حدیث عبادہ بن صامت جو کہ فصل ثانی میں ہے۔ بحوالہ کتب ثلثہ ترمذی ابوداؤد نسائی۔ یہ حدیث قرأت الفاتحہ خلف الامام کے مسئلے میں صریح اور نص ہے کوئی مغلق نہیں۔

احناف کی طرف سے جواب (۱)۔ یہ حدیث صریح تو ہے لیکن صحیح نہیں، حاشیہ نصیریہ کے اندر اس کی تفصیل مذکور ہے۔

(۲) اس میں ایک راوی محمد بن اسحاق ہیں جو کہ متکلم فیہ ہیں اور ان پر جرح کی گئی ہے حتیٰ کہ دجال کے الفاظ بھی کہے گئے ہیں۔ نیز یہ تدلیس کرتا ہے۔

(۳) اس میں ایک راوی مکحول ہیں جو کہ مدلس ہے بھی اور عن عن سے روایت کرتا ہے۔

(۴) اس کی سند میں اضطراب ہے بعض واسطوں کو ذکر کرتا ہے اور بعض کو نہیں۔

جواب-۲: تقریب تام نہیں، قرأت الفاتحہ خلف الامام کے وجوب کے قائل شوافع ہیں اور اس حدیث سے زیادہ سے زیادہ استحباب ثابت ہوتا ہے۔ وہ اس طرح کہ قاعدہ ہے جب نہی کے بعد امر آئے تو وہ زیادہ سے زیادہ اباحت کے لیے ہوتا ہے۔ مثلاً نورالانوار میں ہے۔ فاصطادوا پہلے محرم ہونے کی حالت میں شکار کو حرام کردیا۔ پھر فرمایا واذا حللتم فاصطادوا یہ امر اباحت کے لیے ہے اور اس طرح لا تواعدوهن سراً۔ یہاں اباحت کے لیے ہے۔ اسی طرح یہاں بھی پہلے لاتفعلوا نہی آئی بعد میں امر آیا۔ الا استثناء کے ذریعے تو لہٰذا اس سے زیادہ سے زیادہ اباحت ثابت ہوگی۔ نہ کہ وجوب ثابت ہوگا۔

جواب-۳: حاشیہ نصیریہ میں ہے کہ اس حدیث عبادہ بن صامت کا معارض اقویٰ موجود ہے جس کے ہوتے ہوئے یہ حدیث ضعیف قابل استدلال نہیں۔ باقی اقویٰ معارض کیا ہیں۔ آیت کریمہ الخ اور اس طرح احناف کے سارے دلائل سب کے سب اقویٰ ہیں۔

جواب-۴: حاشیہ نصیریہ میں ہے کہ یہ حدیث منسوخ ہے اس کے لیے ناسخ حدیث ابوہریرہ میں فانتهى الناس والے الفاظ موجود ہیں۔ (مزید تفصیل کیلئے رسالہ فصل الخطاب فی أم الکتاب سے دیکھئے)

وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ ؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ صَلّٰى صَلٰوةً لَمْ يَقْرَأْ فِيْهَا بِاُمِّ

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے نماز پڑھی اور الحمد نہیں پڑھی اسکی نماز ناقص ہے

الْقُرْآنِ فَهِيَ خِدَاجٌ ثَلٰثًا غَيْرُ تَمَامٍ فَقِيْلَ لِاَبِیْ هُرَيْرَةَ اِنَّا نَكُوْنُ وَرَآءَ الْاِمَامِ قَالَ اِقْرَأْ بِهَا فِیْ

تین بار کہا پوری نہیں ہوتی۔ ابوہریرہؓ کو کہا گیا تحقیق ہم امام کے پیچھے ہوتے ہیں انہوں نے کہا اس کو اپنے دل میں آہستہ پڑھ لے اس لئے کہ

نَفْسِکَ فَاِنِّیْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى قَسَمْتُ الصَّلٰوةَ بَيْنِیْ

میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میں نے نماز اپنے اور اپنے بندے کے درمیان تقسیم

وَبَيْنَ عَبْدِیْ نِصْفَيْنِ وَلِعَبْدِیْ مَا سَاَلَ فَاِذَا قَالَ الْعَبْدُ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى

کردی ہے آدھوں آدھ اور میرے بندے کیلئے ہے جو اس نے سوال کیا۔ جس وقت بندہ الحمد للہ رب العالمین کہتا ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میرے

حَمِدَنِیْ عَبْدِیْ وَاِذَا قَالَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى اَثْنٰى عَلَیَّ عَبْدِیْ وَاِذَا قَالَ مَالِکِ يَوْمِ

بندے نے میری تعریف کی اور جس وقت کہتا ہے الرحمٰن الرحیم اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میرے بندے نے میری ثنا کہی جس وقت کہتا ہے مالک یوم

الدِّيْنِ قَالَ مَجَّدَنِیْ عَبْدِیْ وَاِذَا قَالَ اِيَّاکَ نَعْبُدُ وَاِيَّاکَ نَسْتَعِيْنُ قَالَ هٰذَا بَيْنِیْ وَبَيْنَ عَبْدِیْ

الدین اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میرے بندے نے میری تعظیم کی اور جس وقت کہتا ہے ایاک نعبد وایاک نستعین اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یہ میرے اور میرے

وَلِعَبْدِیْ مَا سَاَلَ فَاِذَا قَالَ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ

بندے کے درمیان ہے اور میرے بندے کیلئے جس کا اس نے سوال کیا جس وقت کہتا ہے اهدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیہم غیر

عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ قَالَ هٰذَا لِعَبْدِیْ وَلِعَبْدِیْ مَا سَاَلَ. (صحيح مسلم)

المغضوب علیہم ولا الضالین اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یہ میرے بندے کیلئے ہے اور میرے بندے کے لئے جو اس نے مانگا۔ روایت کیا اس کو مسلم نے۔

تشریح: قوله قسمت الصلوة بينى وبين عبدى نصفين (میں نے نماز اپنے اور بندے کے درمیان آدھی آدھی تقسیم کی ہے) میں نے نماز سے مراد سورہ فاتحہ ہے جیسے کہ ترجمہ میں ظاہر کیا گیا ہے کہ یہی وجہ ہے حضرت ابوہریرہؓ نے مقتدی کو بھی سورہ فاتحہ پڑھنے کیلئے کہا اور مابعد کی حدیث سے استدلال کیا کہ جب سورہ فاتحہ ایسی فضیلت ہے تو مقتدی کو بھی سورہ فاتحہ پڑھنا چاہیئے۔

حدیث کا حاصل یہ ہے کہ سورہ فاتحہ کی سات آیتیں ہیں۔ تین آیتیں یعنی الحمد سے ملک یوم الدین تک تو خاص اللہ تعالیٰ کی مدح وثنا میں ہیں اور ایک آیت یعنی ایاک نعبدوایاک نستعین خدااور بندہ کے درمیان مشترک ہے کہ آدھی آیت یعنی ایاک نعبد میں خدا کی عبادت وبندگی کا اقرار ہے اور آدھی آیت یعنی وایاک نستعین میں بندہ کی جانب سے حاجت کی طلب اور مدد کی درخواست ہے اور بعد کی جو تین آیتیں ہیں صرف بندہ کی دعا پر مشتمل ہیں۔

یہ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ بسملہ (یعنی بسم اللہ الرحمٰن الرحیم) داخل فاتحہ اور اس کا جز نہیں ہے جیسا کہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ کا مسلک ہے کیونکہ اگر بسم اللہ سورہ فاتحہ کا جز قرار دے کر بجائے سات کے آٹھ آیتیں شمار کی جائیں تو تقسیم صحیح نہیں ہوگی اور ایک طرف تو ساڑھے چار آیتیں ہو جائیں گی اور ایک طرف ساڑھے تین رہ جائیں گی لہٰذا اس صورت میں نصف نصف تقسیم صحیح نہیں رہے گی۔ نیز یہ حدیث اس بات پر بھی دلالت کرتی ہے کہ سورہ فاتحہ کی سات آیتوں میں سے "صراط الذین انعمت علیھم" بھی ایک آیت ہے۔

وَعَنْ اَنَسٍؓ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَبَا بَكْرٍ وَعُمَرَ كَانُوْا يَفْتَتِحُوْنَ الصَّلٰوةَ بِالْحَمْدُ لِلّٰهِ
حضرت انسؓ سے روایت ہے کہا کہ بے شک نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور ابو بکرؓ اور عمرؓ نماز کو الحمدللہ رب العلمین کے ساتھ شروع
رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ. (صحیح مسلم)
کرتے تھے روایت کیا اس کو مسلم نے۔

تشریح: حاصل حدیث:۔ وعن انس الخ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نماز کا افتتاح الحمدلله رب العالمین سے ہوتا تھا تو اس سے تسمیہ کی نفی ہوگئی۔

اس حدیث کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث سے تسمیہ کی نفی نہیں بلکہ تسمیہ کے جہر کی نفی ہے۔ اس پر قرینہ وہ روایات ہیں جن میں کانو الا یجھرون ببسم الله الخ. کانوا یسرون ببسم الله الخ کے الفاظ ہیں۔ مالکیہ کا مذہب یہی ہے کہ تسمیہ سرے سے ہے ہی نہیں وہ اسی حدیث سے استدلال کرتے ہیں تو جواب کا حاصل کہ اس میں جہر کی نفی ہے تسمیہ کی نہیں ہے۔ لہٰذا مالکیہ کا استدلال اس حدیث سے صحیح نہیں ہے۔

وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَمَّنَ الْاِمَامُ فَاَمِّنُوْا فَاِنَّهٗ مَنْ وَّافَقَ
حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس وقت امام آمین کہے تم بھی آمین کہو تحقیق جو شخص کہ موافق
تَاْمِيْنُهٗ تَاْمِيْنَ الْمَلٰئِكَةِ غُفِرَ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَفِيْ رِوَايَةٍ قَالَ اِذَا قَالَ الْاِمَامُ غَيْرِ
ہو اس کی آمین فرشتوں کی آمین کے اس کے پہلے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔ (متفق علیہ) ایک روایت میں ہے جس وقت امام غیر
الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ فَقُوْلُوْا اٰمِيْنَ فَاِنَّهٗ مَنْ وَّافَقَ قَوْلُهٗ قَوْلَ الْمَلٰئِكَةِ غُفِرَ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ
المغضوب علیھم ولا الضالین کہے تم آمین کہو جس شخص کی آمین فرشتوں کی آمین کے موافق ہوگئی اس کے پہلے گناہ معاف کردیئے جائیں گے۔
ذَنْبِهٖ هٰذَا لَفْظُ الْبُخَارِيِّ وَلِمُسْلِمٍ نَّحْوُهٗ وَفِيْ اُخْرٰى لِلْبُخَارِيِّ قَالَ اِذَا اَمَّنَ الْقَارِئُ فَاَمِّنُوْا فَاِنَّ
یہ لفظ بخاری کے ہیں اور مسلم کیلئے مانند اس کی۔ بخاری کی ایک روایت میں ہے قرآن پڑھنے والا جس وقت آمین کہتا ہے تم بھی آمین کہو کیونکہ
الْمَلٰئِكَةَ تُؤَمِّنُ فَمَنْ وَّافَقَ تَاْمِيْنُهٗ تَاْمِيْنَ الْمَلٰئِكَةِ غُفِرَ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ.
فرشتے بھی آمین کہتے ہیں جس کی آمین فرشتوں کی آمین سے موافق ہوگئی اس کے پہلے گناہ بخش دیئے جائیں گے۔ (متفق علیہ)

تشریح: حاصل حدیث:۔ وعن ابی ھریرۃ الخ اس حدیث سے آمین جہراً کے قائلین نے استدلال کیا ہے کیونکہ اس میں ہے کہ جب امام آمین کہے تو تم بھی آمین کہو۔ یہ تب ہو سکتا ہے جب کہ امام آمین جہراً کہے۔ اس حدیث کا احناف کی طرف سے جواب یہ ہے کہ: اذا اَمَّنَ الامام الخ کا مطلب یہ ہے کہ جب امام کے آمین کہنے کا وقت آجائے تو آمین کہو (اذا حان آمین الامام فامنوا) اس پر

قرینہ نسائی شریف کی روایت ہے جس میں ہے **فان الامام یقولها**. اگر امام اونچی آواز سے کہتا ہو تو پھر یہ بتانے کی کیا ضرورت ہے کہ امام بھی آمین کہتا ہے۔ مالکیہ نے استدلال کیا کہ آمین مقتدی کہے گا اور امام صرف فاتحہ کی قرأت کرے گا۔ امام آمین نہیں کہے گا کیونکہ اس میں قسمت کا ذکر ہے۔ ان کی دلیل کا جواب یہ ہے کہ

تقسیم کا مقتضی تو یہی تھا لیکن اس کے معارض روایت موجود ہے تقسیم اشتراک کے منافی وہاں ہوتی ہے جب اس کے معارض حدیث موجود نہ ہو یہاں تو موجود ہے۔ **(معارض فان الامام يقولها)**

قوله' من وافق قوله قول الملائكه: ملائکہ کی آمین کے ساتھ موافقت کا معنی یہ ہے کہ جس طرح ملائکہ آہستہ سراً کہتے ہیں اسی طرح یہ بھی سراً کہے اور اخلاص اور وقت کے اعتبار سے موافق ہو کہ جس وقت ملائکہ کی آمین ہو اس وقت کے ساتھ موافقت ہو۔ باقی ملائکہ سے کیا مراد ہے؟ ملائکہ سے مراد حفظہ ملائکہ ہیں۔ بعض نے کہا اس سے مراد حفظہ کے ماسوا جو نماز میں حاضر ہوتے ہیں وہ ہیں۔ امین کہنے کا حکم اختلافی مسئلہ آگے آئے گا۔ **والله اعلم بالصواب۔**

وَعَنْ اَبِىْ مُوْسَى الْاَشْعَرِىِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا صَلَّيْتُمْ فَاَقِيْمُوا صُفُوْفَكُمْ
حضرت ابوموسیٰؓ اشعری سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس وقت تم نماز پڑھو اپنی صفوں کو سیدھا کرو پھر تم میں سے ایک
ثُمَّ لِيَؤُمَّكُمْ اَحَدُكُمْ فَاِذَا كَبَّرَ فَكَبِّرُوْا وَاِذَا قَالَ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ فَقُوْلُوْا اٰمِيْنَ
تمہاری امامت کرائے جس وقت اللہ اکبر کہے تم بھی اللہ اکبر کہو اور جس وقت غیر المغضوب علیہم ولا الضالین کہے تم آمین کہو اللہ تمہاری دعا قبول
يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ فَاِذَا كَبَّرَ وَرَكَعَ فَكَبِّرُوْا وَارْكَعُوْا فَاِنَّ الْاِمَامَ يَرْكَعُ قَبْلَكُمْ وَيَرْفَعُ قَبْلَكُمْ فَقَالَ رَسُوْلُ
فرمائے گا جس وقت اللہ اکبر کہے اور رکوع کرے تم بھی اللہ اکبر کہو اور رکوع کرو پس تحقیق امام تم سے پہلے رکوع کرتا ہے اور تم سے پہلے اٹھتا ہے۔
اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتِلْكَ بِتِلْكَ قَالَ وَاِذَا قَالَ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ فَقُوْلُوْا اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پس یہ اس کے بدلے ہے فرمایا جس وقت امام کہے سمع اللہ لمن حمدہ تم کہو اے اللہ رب ہمارے واسطے تیرے تعریف
لَكَ الْحَمْدُ يَسْمَعُ اللّٰهُ لَكُمْ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَّفِىْ رِوَايَةٍ لَّهُ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ وَقَتَادَةَ وَاِذَا قَرَاَ فَاَنْصِتُوْا.
ہے سنتا ہے اللہ حمد تمہاری۔ روایت کیا اس کو مسلم نے ایک روایت میں اس کیلئے ہے۔ ابوہریرہ اور قتادہؓ سے اور جس وقت وہ پڑھے چپ رہو۔

تشریح: یہ حدیث احناف کی دلیل ہے اس مسئلے میں کہ امام کا وظیفہ قرأت الفاتحہ اور مقتدی کا وظیفہ آمین ہے۔ (مسئلہ قرأت الفاتحہ خلف الامام میں) قولہ "فتلک بتلک" یعنی امام سے پہلے سر اٹھانا پہلے رکوع کرنے کا بدلہ ہے۔ کا مطلب یہ ہے کہ امام مقتدی سے پہلے رکوع سے سر اس لئے اٹھاتا ہے تا کہ امام اور مقتدی کے رکوع کی مقدار برابر ہو جائے۔ گویا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد واضح طور پر یوں ہے کہ "جب امام رکوع میں تم سے پہلے گیا تو گویا اس وقت تمہارے اور امام کی رکوع کی مقدار برابر نہ رہی مگر جب امام نے رکوع سے تم سے پہلے سر اٹھالیا اور تم نے اس کے بعد سر اٹھایا تو گویا تمہاری اس تاخیر سے وہ لحہ پورا ہو گیا جس میں امام نے رکوع میں جانے میں تم سے پہل کی تھی اور جس طرح تم رکوع میں امام کے بعد گئے اسی طرح رکوع سے اٹھے بھی امام کے بعد ہی لہٰذا امام اور مقتدی دونوں کے رکوع کی مقدار پوری ہوگئی۔

اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ جب امام **سمع الله لمن حمده** کہے تو مقتدی **اللهم ربنا لک الحمد** کہیں مگر ایک دوسری روایت میں **ربنا ولک الحمد** (واؤ کیساتھ) کے الفاظ مروی ہیں۔ نیز ایک روایت میں **اللهم ربنا ولک الحمد** بھی مروی ہے۔

یہ حدیث حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ کی اس مسئلہ میں مستدل ہے کہ امام رکوع سے اٹھتے ہوئے صرف **سمع الله لمن حمده** کہے اور مقتدی **ربنا لک الحمد** کہیں حضرت امام شافعیؒ کے نزدیک امام، مقتدی اور منفرد تینوں ہی کو یہ دونوں کلمات کہنے چاہئیں صاحبین سے بھی ایک روایت میں یہی منقول ہے لیکن اس قید کے ساتھ کہ امام **ربنا لک الحمد** آہستہ آواز سے کہے۔

وَعَنْ اَبِیْ قَتَادَةَ قَالَ کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقْرَأُ فِی الظُّھْرِ فِی الْاُوْلَیَیْنِ بِاُمِّ الْکِتٰبِ
حضرت ابو قتادہؓ سے روایت ہے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ظہر کی پہلی دو رکعت میں سورہ فاتحہ
وَسُوْرَتَیْنِ وَ فِی الرَّکْعَتَیْنِ الْاُخْرَیَیْنِ بِاُمِّ الْکِتَابِ وَیُسْمِعُنَا الْاٰیَةَ اَحْیَانًا وَّیُطَوِّلُ فِی الرَّکْعَةِ الْاُوْلٰی
اور دوسورتیں پڑھتے اور پچھلی دو رکعتوں میں سورہ فاتحہ پڑھتے کبھی ہم کو آیت سناتے۔ پہلی رکعت
مَا لَا یُطِیْلُ فِی الرَّکْعَةِ الثَّانِیَةِ وَھٰکَذَا فِی الْعَصْرِ وَھٰکَذَا فِی الصُّبْحِ. (صحیح البخاری و صحیح مسلم)
میں قرأت لمبی کرتے اس قدر کہ دوسری میں لمبی نہ کرتے اور اسی طرح عصر میں اور اسی طرح صبح میں کرتے۔

تشریح: ظہر کی نماز میں یوں تو قرأت سری (یعنی آہستہ آواز سے) سے ہوتی ہے اور اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی پڑھتے تھے مگر معلوم ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بسا اوقات ظہر کی نماز میں کوئی آیت یا سورۃ باآواز بلند بھی پڑھ دیا کرتے تھے اور اس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصد یہ ہوتا تھا کہ لوگ جان لیں کہ سورہ فاتحہ کے بعد کوئی سورۃ یا کوئی آیت بھی پڑھی جاسکتی ہے۔ یا لوگوں کو اس بات کا علم ہو جائے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فلاں سورت کی قرأت کررہے ہیں۔ اتنی بات اور سمجھ لیجئے کہ یہاں ظہر کی تخصیص تقیدی نہیں ہے بلکہ اتفاقی ہے۔ یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہر نماز میں ایسا ہی کیا کرتے تھے۔

پہلی رکعت کو طویل کرنے کا مسئلہ۔ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ پہلی رکعت کو دوسری رکعتوں سے زیادہ طویل کرنا چاہئے چنانچہ حضرت امام شافعیؒ حضرت امام مالکؒ اور حضرت امام احمدؒ کا مسلک یہی ہے کہ تمام نمازوں میں پہلی رکعت کو دوسری رکعت کی بہ نسبت زیادہ طویل کرنا چاہئے۔ حنفیہ میں سے حضرت امام محمدؒ کا بھی مسلک یہی ہے' ان حضرات نے ظہر' عصر اور صبح کی نمازوں میں پہلی رکعت کو طویل کرنے کے مسئلہ کو احادیث سے ثابت کیا ہے اور مغرب وعشاء کو ان تینوں پر قیاس کیا ہے۔ عبدالرزاقؒ نے اس حدیث کے آخر میں معمرؒ سے یہ بھی نقل کیا ہے کہ "ہمارا خیال ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پہلی رکعت کو اس لئے طویل کرتے تھے کہ لوگ پہلی رکعت پالیں' امام ابوداؤد اور ابن خزیمہؒ نے بھی یہی لکھا ہے۔

حضرت امام ابوحنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک پہلی رکعت کو طویل کرنا صرف فجر کی نماز کے ساتھ خاص ہے کیونکہ یہ وقت نیند وغفلت کا ہوتا ہے۔ ورنہ تو دونوں رکعتیں چونکہ استحقاق قرأت میں برابر ہیں۔ اس لئے مقدار قرأت میں بھی برابر ہونی چاہئیں چنانچہ ایک حدیث میں اس کی وضاحت کی گئی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہر رکعت میں تیس آیتوں کی مقدار قرأت کیا کرتے تھے۔ جہاں تک اس حدیث کا تعلق ہے کہ جس سے پہلی رکعت کو طویل کرنے کا اثبات ہوتا ہے تو یہ اس بات پر محمول ہے کہ چونکہ پہلی رکعت میں دعاء استفتاح یعنی سبحانک اللھم اور اعوذ باللہ وبسم اللہ پڑھی جاتی ہے اس لئے پہلی رکعت طویل معلوم ہوتی تھی نیز یہ کہ طوالت تین آیتوں سے بھی کم کی مقدار میں ہوتی ہے۔ خلاصہ میں لکھا ہے کہ حضرت امام محمدؒ کا مسلک احب یعنی اچھا ہے۔

وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدِنِ الْخُدْرِیِّ قَالَ کُنَّا نَحْزُرُ قِیَامَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِی الظُّھْرِ وَالْعَصْرِ
حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قیام کا اندازہ لگاتے تھے ظہر اور عصر میں
فَحَزَرْنَا قِیَامَہٗ فِی الرَّکْعَتَیْنِ الْاُوْلَیَیْنِ مِنَ الظُّھْرِ قَدْرَ قِرَآءَةِ آلٓمّٓ تَنْزِیْلُ السَّجْدَةِ وَفِیْ رِوَایَةٍ فِیْ
پس ہم نے ظہر کی پہلی دو رکعتوں میں اندازہ لگایا ہے۔ الم تنزیل السجدہ پڑھنے کی مقدار ایک روایت میں ہے
کُلِّ رَکْعَةٍ قَدْرَ ثَلٰثِیْنَ اٰیَةً وَّحَزَرْنَا قِیَامَہٗ فِی الْاُخْرَیَیْنِ قَدْرَ النِّصْفِ مِنْ ذٰالِکَ وَّحَزَرْنَا فِیْ
تیس آیتوں کی مقدار اور پچھلی دو رکعتوں میں ہم نے اندازہ لگایا ہے اس سے آدھا عصر کی پہلی دو رکعتوں میں ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قیام کا اندازہ لگایا ہے

الرَّکْعَتَیْنِ الْاُوْلَیَیْنِ مِنَ الْعَصْرِ عَلٰی قَدْرِ قِیَامِہٖ فِی الْاُخْرَیَیْنِ مِنَ الظُّھْرِ وَفِی الْاُخْرَیَیْنِ مِنَ الْعَصْرِ

ظہر کی پچھلی دو رکعتوں کی مقدار اور عصر کی پچھلی دو رکعتوں میں اس سے آدھی مقدار۔

عَلَی النِّصْفِ مِنْ ذَالِکَ. (صحیح مسلم)

روایت کیا اس کو مسلم نے۔

تشریح: آخری رکعتوں میں قرأت کا مسئلہ۔ حدیث کے ان الفاظ وحزرنا قیامہ فی الاخرین یعنی (ظہر) کی آخری دو رکعتوں میں اس سے نصف کا ہم نے انداز کیا۔ سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ظہر کی آخری دو رکعتوں میں بھی سورہ فاتحہ کے ساتھ کوئی دوسری سورت جو پہلی دونوں رکعتوں کی سورتوں سے مختصر ہوتی تھی پڑھتے تھے چنانچہ امام شافعیؒ کا مسلک قول جدید کے مطابق یہی ہے لیکن ان کے یہاں فتوے ان کے قول قدیم پر ہے جو حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ کے مسلک کے مطابق ہے کہ آخری دونوں رکعتوں میں سورہ فاتحہ کے ساتھ کوئی دوسری سورت پڑھنا ضروری نہیں ہے۔

لہٰذا اس حدیث کی تاویل یہ ہوگی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فعل سنت پر محمول نہیں بلکہ بیان جواز پر محمول ہے یعنی اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم آخری دونوں رکعتوں میں سورہ فاتحہ کے ساتھ کبھی کبھی کوئی اور سورۃ بھی ملا کر قرأت کرتے تھے تاکہ لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ اس طرح پڑھنا بھی جائز ہے لیکن اتنی بات جان لینی چاہیے کہ تمام ائمہ اس بات پر متفق ہیں کہ آخری دونوں رکعتوں میں صرف سورہ فاتحہ پڑھنا ہی سنت ہے بلکہ حنفیہ کا کہنا تو یہ ہے کہ اگر کوئی شخص سورہ فاتحہ بھی نہ پڑھے بلکہ صرف تسبیح (یعنی سبحان اللہ وغیرہ کہہ لے) تو بھی جائز ہے لیکن قرأت افضل ہے۔ امام نخعیؒ امام ثوریؒ اور کوفہ کے تمام علماء کا قول بھی یہی ہے۔

محیط میں یہ لکھا ہے کہ اگر کوئی شخص آخری دونوں رکعتوں میں سورہ فاتحہ پڑھنے کے بجائے قصداً سکوت اختیار کرے تو یہ خلاف سنت ہونے کی وجہ سے ایک غلط فعل ہوگا۔ حسن بن زیادؒ نے حضرت امام اعظمؒ کی یہ روایت بھی نقل کی ہے کہ آخری دونوں رکعتوں میں قرأت کرنا واجب ہے۔ ابن شیبہ نے حضرت علیؓ اور حضرت مسعودؓ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ پہلی دونوں رکعتوں میں قرأت کرو اور آخری دونوں رکعتوں میں تسبیح پر اکتفاء کرو اور یہ بھی کہا ہے کہ اگر کوئی شخص آخری دونوں رکعتوں میں سورہ فاتحہ کے ساتھ کوئی اور سورہ بھی پڑھ لے تو سجدہ سہو واجب نہیں ہوگا اور یہی صحیح بھی ہے کیونکہ آخری دونوں رکعتوں میں سورہ فاتحہ کا پڑھنا سنت ہے اور کسی دوسری سورت کا ترک کرنا واجب نہیں ہے اور ظاہر ہے کہ سجدہ سہو کسی واجب کو چھوڑ دینے یا واجب پر عمل نہ کرنے ہی کی وجہ سے ضروری ہوتا ہے۔

حضرت امام احمدؒ کے ہاں اولیٰ اور صحیح یہ ہے کہ آخری دونوں رکعتوں میں سورہ فاتحہ کے ساتھ کسی دوسری سورہ کا پڑھنا مکروہ نہیں ہے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں منقول ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم آخری دونوں رکعتوں میں کبھی کبھی سورہ فاتحہ کے علاوہ اور کوئی سورۃ یا کچھ آیتیں بھی پڑھ لیا کرتے تھے لیکن سورہ فاتحہ کے ساتھ کسی دوسری سورۃ کا نہ پڑھنا ہی مستحب ہے۔

وَعَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَۃَؓ قَالَ کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقْرَءُ فِی الظُّھْرِ بِاللَّیْلِ اِذَا یَغْشٰی وَفِی

حضرت جابر بن سمرہؓ سے روایت ہے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ظہر میں واللیل اذ یغشی ایک

رِوَایَۃٍ بِسَبِّحِ اسْمَ رَبِّکَ الْاَعْلٰی وَفِی الْعَصْرِ نَحْوَ ذَالِکَ وَفِی الصُّبْحِ اَطْوَلَ مِنْ ذَالِکَ. (صحیح مسلم)

روایت میں ہے سبح اسم ربک الاعلیٰ پڑھتے اور عصر میں اس کی مانند اور صبح میں اس سے لمبی سورتیں۔ روایت کیا اس کو مسلم نے۔

تشریح: جس طرح دیگر احادیث میں مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فلاں نماز میں فلاں سورۃ پڑھتے تھے اور اس کی کوئی وضاحت نہیں کی گئی ہے کہ وہ سورۃ پہلی رکعت میں پڑھتے تھے یا دوسری میں یا ایک رکعت میں بغیر پہلی دوسری کے تعین کے پڑھتے تھے۔

اس طرح اس حدیث میں بھی کوئی وضاحت نہیں کی گئی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ظہر کی نماز میں سورہ والیل اذا یغشٰی کس رکعت میں پڑھتے تھے آیا پہلی رکعت میں یا دوسری میں؟

اس سلسلہ میں دو ہی احتمال ہو سکتے ہیں یا تو یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک ہی سورہ کو دونوں رکعتوں میں پڑھتے تھے یا یہ کہ ایک سورۃ کا کچھ حصہ تو پہلی رکعت میں پڑھتے تھے اور کچھ حصہ دوسری رکعت میں (پہلے احتمال میں تکرار لازم آئے گا اور دوسرے میں تبعیض (یعنی کسی ایک سورۃ کا کچھ حصہ پہلی رکعت میں اور کچھ حصہ دوسری رکعت میں پڑھنا لازم آئے گا اور یہ دونوں یعنی تکرار و تبعیض غیر اولیٰ ہیں اگرچہ جائز ہیں کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے تبعیض ثابت نہیں ہے۔ چنانچہ فقہاء نے لکھا ہے کہ ایک رکعت میں پوری سورۃ پڑھنا اگرچہ وہ چھوٹی ہو افضل ہے بہ نسبت اس کے کہ ایک رکعت میں کسی سورۃ کا کچھ حصہ پڑھا جائے اگرچہ وہ سورت طویل ہو۔ ہاں اس مسئلہ میں تراویح مستثنیٰ ہے کیونکہ اس میں تو پورا قرآن سارے مہینہ میں ختم کرنا افضل ہے لہٰذا ان سے دونوں احتمالات اور ان میں پیدا شدہ اشکالات کو دیکھتے ہوئے کوئی ایسا تیسرا احتمال پیدا کیا جائے گا جو حدیث کے منشاء کے مطابق اور اس سے مناسب ہو اور وہ یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مذکورہ سورۃ کے علاوہ کوئی دوسری سورۃ بھی پڑھتے تھے خواہ پہلی رکعت میں پڑھتے ہوں یا دوسری میں۔

وَعَنْ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍؓ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ فِي الْمَغْرِبِ بِالطُّوْرِ.
حضرت جبیر بن مطعمؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم مغرب میں سورہ والطور پڑھ رہے تھے۔

(صحيح البخاري و صحيح مسلم)

وَعَنْ أُمِّ الْفَضْلِ بِنْتِ الْحَارِثِؓ قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ فِي الْمَغْرِبِ
حضرت ام فضل بنت حارثؓ سے روایت ہے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم مغرب
بِالْمُرْسَلَاتِ عُرْفًا. (صحيح البخاري و صحيح مسلم)
میں والمرسلات عرفا پڑھ رہے تھے۔

تشریح: سوال: مغرب میں تو قصار مفصل افضل و مسنون ہے؟ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ لمبی قرأت بھی کر سکتے ہیں؟

جواب: یہ بیان جواز پر محمول ہے اور مغرب کے وقت میں امتداء کو بتلانے کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لمبی سورت پڑھی۔ یا کچھ آیات شروع سے اور کچھ آیات آخر سے پڑھتے تھے دوسری رکعت میں۔ یعنی سورۃ کا بعض حصہ مراد ہے، ذکر کیا سورۃ کو اور مراد لیا بعض حصہ کو یا یہ ابتداء پر محمول ہے بعد میں منسوخ ہوگئی تھی۔ یہ احادیث اور وہ حدیث جس میں منقول ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مغرب کی نماز میں سورہ اعراف، سورہ انفال اور سورہ دخان پڑھتے تھے یا اسی قسم کی دوسری احادیث سب اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ نمازوں میں کسی خاص اور متعین سورۃ کا پڑھنا ضروری نہیں ہے بلکہ نمازی کی آسانی و سہولت پر موقوف ہے کہ وہ جس نماز میں جو بھی سورۃ چاہے پڑھ سکتا ہے۔ فقہا جو یہ لکھتے ہیں کہ فجر و ظہر میں طوال مفصل، عصر و عشاء میں اوساط مفصل اور مغرب میں قصار مفصل پڑھنا چاہئے تو ان کے تعین قرأت کی اصلی دلیل یہ ہے کہ حضرت امیر المومنین عمر فاروقؓ نے حضرت ابوموسیٰ اشعری کو جو اس زمانہ میں کوفہ کے گورنر تھے ایک خط لکھا تھا اس میں یہ مذکورہ تفصیل لکھی تھی اس کے مطابق نمازوں میں قرأت کا اس طرح تعین قرار پایا۔ اس مسئلہ کا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس میں طول و قصر کے سلسلہ میں قرأت کا مسئلہ اختلاف احوال و اوقات اور مصلحت جواز کے ساتھ مختلف تھا پھر بعد میں حضرت عمرؓ کے اس مکتوب گرامی کی روشنی میں قرأت کا ایک نہج اور اصول مقرر کیا گیا جس کو فقہاء کی اصطلاح میں طوال مفصل اور اوساط مفصل اور قصار مفصل کا نام دیا گیا "طوال مفصل" سورہ حجرات سے سورۃ والسماء ذات البروج تک اور "اوساط مفصل" سورہ والسماء ذات البروج سے سورہ لم یکن تک اور "قصار مفصل" سورہ لم یکن کے بعد سے سورہ الناس تک کی سورتوں کو کہا جاتا ہے اور ہو سکتا ہے کہ اس سلسلہ میں حضرت عمر فاروقؓ کو کوئی دلیل براہ راست آنحضرت صلی اللہ علیہ

وسلم کے کسی قول وفعل سے ہاتھ لگی ہو اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اسی طرح کے مطابق کبھی کبھی قرأت کرتے ہوں جس کو حضرت عمرؓ نے اپنے مکتوب گرامی میں تحریر فرمایا ہے اور کبھی کبھی اس کے برعکس آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا وہی معمول رہتا ہو جو ان احادیث میں مذکور ہے۔
بہرحال ہم تو سمجھتے ہیں کہ فقہاء کے مقرر کردہ اس اصول کیلئے حضرت عمرؓ کا یہ قول ہی دلیل کیلئے کافی ہے؟

وَعَنْ جَابِرٍؓ قَالَ كَانَ مُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ يُصَلِّيْ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ يَاتِيْ فَيَؤُمُّ قَوْمَهُ فَصَلّٰى

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہا کہ معاذ بن جبل نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھتے پھر آتے اور اپنی قوم کے امام ہوتے ایک رات

لَيْلَةً مَّعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعِشَآءَ ثُمَّ اَتٰى قَوْمَهُ فَاَمَّهُمْ فَافْتَتَحَ بِسُوْرَةِ الْبَقَرَةِ فَانْحَرَفَ

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عشا کی نماز پڑھی پھر اپنی قوم میں آئے

رَجُلٌ فَسَلَّمَ ثُمَّ صَلّٰى وَحْدَهُ وَانْصَرَفَ فَقَالُوْا لَهُ نَافَقْتَ يَا فُلَانُ قَالَ لَا وَاللّٰهِ وَلَاٰتِيَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ

ان کی امامت کی پس سورہ بقرہ شروع کردی ایک شخص سلام پھیر کر جماعت سے نکل آیا اور اکیلا نماز پڑھ کر چلا گیا لوگوں نے اسے کہا تو منافق ہو گیا ہے

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَاُخْبِرَنَّهُ فَاَتٰى رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّا

اے فلاں شخص اس نے کہا نہیں اللہ کی قسم میں ضرور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاؤں گا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دوں گا وہ رسول اللہ

اَصْحَابُ نَوَاضِحَ نَعْمَلُ بِالنَّهَارِ وَاِنَّ مُعَاذًا صَلّٰى مَعَكَ الْعِشَآءَ ثُمَّ اَتٰى قَوْمَهُ فَافْتَتَحَ بِسُوْرَةِ الْبَقَرَةِ

صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا پس کہا اے اللہ کے رسول ہم اونٹوں والے ہیں دن کو ہم محنت کرتے ہیں اور معاذ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کیساتھ عشا کی

فَاَقْبَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى مُعَاذٍ وَّقَالَ يَا مُعَاذُ اَفَتَّانٌ اَنْتَ اِقْرَأْ وَالشَّمْسِ وَضُحٰهَا

نماز پڑھ کر آئے اور ہمیں نماز پڑھائی اور سورہ بقرہ شروع کردی۔ یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت معاذؓ کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کیا تو فتنے میں

وَالضُّحٰى وَاللَّيْلِ اِذَا يَغْشٰى وَسَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلٰى۔ (صحیح البخاری و صحیح مسلم)

ڈالنے والا ہے اے معاذ بہتر یہ ہے کہ والشمس وضحها اور والضحیٰ اور واللیل اذا یغشیٰ اور سبح اسم ربک الاعلیٰ پڑھا کرو

تشریح: حاصل حدیث کا یہ ہے کہ حضرت معاذ بن جبلؓ کی عادت شریفہ یہ تھی کہ وہ عشاء کی نماز نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں پڑھتے پھر اپنی قوم کے پاس آتے ان کو امامت کرواتے۔ ایک مرتبہ حسب معمول ایک رات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ انہوں نے نماز پڑھی اور پھر اپنی قوم کے پاس آئے ان کو امامت کرائی تو سورۃ البقرہ پڑھنا شروع کردی تو ایک آدمی نے سلام پھیر کر جا کر اپنی علیحدہ نماز پڑھنا شروع کردی اور نماز پڑھ کر گھر چلا گیا۔ لوگوں نے اس کو کہا کہ تو نے منافقوں والا کام کرلیا ہے تو اس نے کہا مجھے برا بھلا مت کہو یہ سارا قصہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو سناؤں گا۔ چنانچہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور قصہ سنایا اور کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم اونٹ چرانے والے لوگ ہیں دن میں کام کاج کرتے ہیں تھکے ماندے ہوتے ہیں اور یہ معاذؓ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عشاء کی نماز پڑھتے ہیں پھر جا کر ہمیں نماز پڑھاتے ہیں۔ (ظاہر ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی عشاء کی نماز تاخیر سے پڑھتے تھے) تو بہت زیادہ تاخیر ہو جاتی تھی تو پھر انہوں نے نماز میں سورۃ البقرہ پڑھنا شروع کردی تھی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم معاذؓ کی طرف متوجہ ہوئے اور سخت ناراضگی کا اظہار فرمایا اور فرمایا اے معاذ تم لوگوں کو فتنہ میں ڈالنا چاہتے ہو یعنی لمبی قرأت کرو گے تو لوگ اس کی وجہ سے نماز پڑھنا بھی چھوڑ دیں گے' تم والشمس وضحها یہ چھوٹی چھوٹی سورتیں پڑھ لیا کرو' یہی کافی ہیں۔
امام کو مقتدیوں کی رعایت کرنا چاہئے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ امام کو قرأت طویلہ نہیں کرنا چاہیے تاکہ مقتدی ملال میں نہ پڑیں اور امام کو ضعیف و کمزور مقتدیوں کی رعایت کے پیش نظر نماز میں تخفیف کرنا سنت ہے۔ یہ حدیث امامت معاذؓ کے نام سے مشہور ہے۔ یہ حدیث

امامت معاذؓ ان شافعی آئمہ کی دلیل ہے جو اس بات کے قائل ہیں کہ مفترض کی اقتداء متنفل کے پیچھے جائز ہے۔ یہ مسئلہ اقتداء المفترض خلف المتنفل میں شوافع کی دوسری دلیل ہے۔ (پہلی دلیل حدیث امامت جبرئیل تھی) احناف کی طرف سے اس حدیث کے مختلف جوابات۔

جواب-۱: یہ اس وقت پر محمول ہے جب اقتداء المفترض خلف المتنفل جائز تھی اور بعد میں منسوخ ہوگئی تھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس سے منع فرما دیا تھا۔

جواب-۲: ہوسکتا ہے حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں نفل کی نیت سے نماز پڑھتے ہوں طریقہ امامت کو سیکھنے کیلئے اور پھر قوم کو فرض کی نیت سے نماز پڑھاتے ہوں۔ جواب-۳: یا یہ اس وقت کی بات ہے جب تکرار فریضہ جائز تھا۔

جواب-۴: صحیح یہ ہے کہ حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مغرب کی نماز حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے پڑھتے تھے اور عشاء کی نماز قوم کو پڑھاتے تھے۔ بس مغرب کی نماز کو عشاء سے تعبیر کردیا اس لیے کہ مغرب کو بھی تو عشاء کہتے ہیں۔

جواب-۵: معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے باری مقرر کی ہوئی تھی۔ ایک دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھتے تھے اور ایک دن قوم کو نماز پڑھاتے تھے۔ الغرض اتنے احتمالات کے ہوتے ہوئے استدلال کیسے ہوسکتا ہے کہ اقتداء المفترض خلف المتنفل جائز ہے۔

وَعَنِ الْبَرَآءِ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ فِي الْعِشَآءِ وَالتِّيْنِ وَالزَّيْتُوْنِ وَمَا سَمِعْتُ
حضرت براءؓ سے روایت ہے کہا کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سنا عشا کی نماز میں والتین والزیتون پڑھ رہے تھے
اَحَدًا اَحْسَنَ صَوْتًا مِنْهُ. (صحیح البخاری و صحیح مسلم)
اور آپ سے زیادہ خوش آواز میں نے کسی کو نہیں سنا۔

تشریح: حاصل حدیث:۔ حضرت براء بن عازبؓ کی یہ شہادت کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز سے زیادہ کوئی اچھی آواز نہیں سنی محض ایک جذباتی عقیدت کا تاثر یا مبالغہ آرائی نہیں ہے بلکہ یہ ایک ایسی شہادت ہے جس کی صداقت کو اپنوں کے علاوہ بیگانوں نے بھی تسلیم کیا۔

وَعَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ فِي الْفَجْرِ بِقٓ وَالْقُرْآنِ الْمَجِيْدِ
حضرت جابر بن سمرہؓ سے روایت ہے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم فجر کی نماز میں ق والقرآن المجید اور اس جیسی صورتیں پڑھتے تھے
وَنَحْوِهَا وَكَانَتْ صَلٰوتُهٗ بَعْدُ تَخْفِيْفًا. (صحیح مسلم)
اور آپ کی نماز ہلکی ہوتی تھی۔ روایت کیا اس کو مسلم نے۔

تشریح: حدیث کے آخری جملے کا مطلب یہ ہے کہ آپ فجر کی نماز کے علاوہ اوقات کی نمازیں زیادہ لمبی نہیں پڑھتے تھے اور فجر کی نماز میں طویل قرأت کرتے تھے کیونکہ صبح کا وقت قبولیت کا ہوتا ہے۔

وَعَنْ عَمْرِو بْنِ حُرَيْثٍ اَنَّهٗ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ فِي الْفَجْرِ وَاللَّيْلِ اِذَا عَسْعَسَ. (صحیح مسلم)
حضرت عمرو بن حریثؓ سے روایت ہے اس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سنا نماز فجر میں واللیل اذا عسعس پڑھتے تھے۔ روایت کیا اس کو مسلم نے۔

تشریح: اس حدیث میں کوئی خاص تشریح نہیں جو بیان کی جائے تفصیل ماقبل میں گزر چکی ہے۔

وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ السَّائِبِ قَالَ صَلّٰى لَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الصُّبْحَ بِمَكَّةَ فَاسْتَفْتَحَ
حضرت عبداللہ بن سائبؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو صبح کی نماز مکہ میں پڑھائی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سورہ
سُوْرَةَ الْمُؤْمِنِيْنَ حَتّٰى جَآءَ ذِكْرُ مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ اَوْ ذِكْرُ عِيْسٰى اَخَذَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
مومنون شروع کی۔ یہاں تک کہ موسیٰ اور ہارون کا ذکر یا عیسیٰ کا ذکر درپیش آیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو کھانسی آنا شروع ہوگئی پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے

سُعْلَةٌ فَرَكَعَ. (صحیح مسلم)
رکوع کر دیا روایت کیا اس کو مسلم نے۔

تشریح: مطلب یہ ہے کہ جلیل القدر انبیاء کے ذکر سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم رونے لگے جس کی وجہ سے کھانسی کا غلبہ ہو گیا اس وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سورہ پوری نہ کر سکے اور قرأت ختم کر کے رکوع میں چلے گئے۔

وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَؓ قَالَ كَانَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ فِی الْفَجْرِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ بِالٓمّٓ تَنْزِيْلُ فِی
حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم فجر کی نماز میں جمعہ کے دن الم تنزیل السجدہ
الرَّكْعَةِ الْاُوْلٰى وَفِی الثَّانِيَةِ هَلْ اَتٰى عَلَى الْاِنْسَانِ. (صحیح البخاری و صحیح مسلم)
پہلی رکعت میں اور ھل اتٰی علی الانسان دوسری رکعت میں پڑھتے۔ روایت کیا اس کو مسلم نے۔

تشریح: حضرت شوافع اس حدیث سے استدلال کر کے کہتے ہیں کہ جمعہ کے روز نماز فجر میں مذکورہ سورتیں ہی پڑھنا چاہیں مگر حنفیہ حضرات تعین سورت سے منع کرتے ہیں ممانعت کی وجہ یہ ہے کہ کسی سورت کو اگر لازم قرار دے دیں تو لوگ اسی سورت کو پڑھیں گے دوسری سورتوں کو ترک کر دیں گے اور ان کو پڑھنا مکروہ سمجھیں گے۔ دوسری دلیل حنفیہ کی یہ ہے کہ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دوام ثابت نہیں۔

وَعَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِیْ رَافِعٍؓ قَالَ اسْتَخْلَفَ مَرْوَانُ اَبَا هُرَيْرَةَ عَلَى الْمَدِيْنَةِ وَخَرَجَ اِلٰى مَكَّةَ فَصَلّٰى
حضرت عبیداللہ بن ابی رافعؓ سے روایت ہے کہا کہ مروان نے مدینہ پر ابوہریرہؓ کو خلیفہ کیا اور مکہ کی طرف نکلا
لَنَا اَبُوْ هُرَيْرَةَ الْجُمُعَةَ فَقَرَأَ سُوْرَةَ الْجُمُعَةِ فِی السَّجْدَةِ الْاُوْلٰى وَفِی الْاٰخِرَةِ اِذَا جَآءَكَ
ابوہریرہؓ نے ہم کو جمعہ کی نماز پڑھائی۔ پہلی رکعت میں سورہ الجمعہ اور دوسری میں اذا جاءک المنفقون پڑھی
الْمُنَافِقُوْنَ فَقَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ بِهِمَا يَوْمَ الْجُمُعَةِ (صحیح مسلم)
اور کہا میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سنا ہے ان دونوں سورتوں کو جمعہ کے دن پڑھتے تھے۔ روایت کیا اس کو مسلم نے۔

تشریح: اس حدیث کی تفصیل ماقبل حدیث کی طرح ہے۔

وَعَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيْرٍؓ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ فِی الْعِيْدَيْنِ وَفِی الْجُمُعَةِ
حضرت نعمان بن بشیرؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دونوں عیدوں اور جمعہ کی نماز میں
بِسَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلٰى وَهَلْ اَتٰكَ حَدِيْثُ الْغَاشِيَةِ قَالَ وَاِذَا اجْتَمَعَ الْعِيْدُ وَالْجُمُعَةُ فِیْ يَوْمٍ
سبح اسم ربک الاعلیٰ اور ھل اتک حدیث الغاشیہ پڑھتے اور کہا جب عید اور جمعہ اکٹھے ہو جاتے ایک ہی
وَّاحِدٍ قَرَأَ بِهِمَا فِی الصَّلٰوتَيْنِ. (صحیح مسلم)
دن سورتوں کو دونوں نمازوں میں پڑھتے۔ روایت کیا اس کو مسلم نے۔

تشریح: اس حدیث سے جہاں یہ معلوم ہوا ہے کہ عیدین اور جمعہ کی نماز میں ان دونوں صورتوں کا پڑھنا مستحب مؤکدہ ہے وہاں یہ بھی معلوم ہو گیا کہ آپ نماز جمعہ میں سورۃ جمعہ اور سورۃ منافقون ہمیشہ نہیں پڑھتے تھے۔

وَعَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِؓ اَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِؓ سَأَلَ اَبَا وَاقِدِ اللَّيْثِیَّ مَا كَانَ يَقْرَأُ بِهٖ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ
حضرت عبیداللہؓ سے روایت ہے کہا عمر بن خطاب نے ابوواقدلیثی سے پوچھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم

وَسَلَّمَ فِي الْاَضْحٰى وَالْفِطْرِ فَقَالَ كَانَ يَقْرَأُ فِيْهِمَا بقٓ وَالْقُرْآنِ الْمَجِيْدِ وَاقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ. (صحیح مسلم)

عیدقربان اور عیدالفطر میں کیا پڑھتے تھے اس نے کہا ان دونوں میں سورہ ق والقرآن المجید اور اقتربت الساعۃ پڑھتے روایت کیا اس کو مسلم نے۔

تشریح: اس حدیث میں جمعہ کی قرأت کا مسئلہ ہے۔

وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَؓ قَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَرَأَ فِيْ رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ بِقُلْ يَآ اَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ وَقُلْ هُوَاللّٰهُ اَحَدٌ. (صحیح مسلم)

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سنت فجر کی دو رکعتوں میں قل یا یھا الکفرون اور قل ھو اللہ احد پڑھتے۔روایت کیا اس کو مسلم نے۔

تشریح: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ صبح کی نماز میں اگر چھوٹی سورت بھی پڑھ لی جائے تو کوئی حرج نہیں۔

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ فِيْ رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ قُوْلُوْا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَا اُنْزِلَ اِلَيْنَا وَالَّتِيْ فِيْ اٰلِ عِمْرَانَ قُلْ يَا اَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ. (صحیح مسلم)

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سنت فجر کی دو رکعتوں میں قولوا آمنا باللہ وما انزل الینا اور وہ آیت جو آل عمران میں ہے قل یا اھل الکتاب تعالوا الیٰ کلمۃ سواء بیننا وبینکم پڑھتے تھے روایت کیا اس کو مسلم نے۔

تشریح: یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم سورت بقرہ کی آیت نمبر ۱۳۶ اور آل عمران کی آیت نمبر ۶۴ تلاوت فرمایا کرتے تھے۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَفْتَتِحُ صَلَاتَهٗ بِبِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ لَيْسَ اِسْنَادُهٗ بِذَاكَ.

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی نماز بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سے شروع کرتے تھے روایت کیا اس کو ترمذی نے اور کہا یہ حدیث اس کی سند ایسی قوی نہیں ہے۔

تشریح: یہ حدیث ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ معارض ہے حدیث انسؓ سے جو ماقبل میں گزر چکی ہے۔اس حدیث ابن عباسؓ سے معلوم ہوتا ہے کہ نماز تسمیہ سے شروع ہوتی تھی اور اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ الحمدللہ الخ سے شروع ہوتی تھی۔اس کا جواب خود کتاب میں مذکور ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہونے کی وجہ سے سنداً معارض بننے کی صلاحیت نہیں رکھتی یا یہ محمول ہے تعلیم پر کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم احیاناً پڑھتے تھے۔

وَعَنْ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَرَأَ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّيْنَ فَقَالَ اٰمِيْنَ مَدَّ بِهَا صَوْتَهٗ. (رواہ الترمذی و ابوداؤد، والدارمی و ابن ماجۃ)

حضرت وائل بن حجرؓ سے روایت ہے کہا کہ سنا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غیر المغضوب علیہم ولا الضالین پڑھا پس آمین کہی دراز کی اس کے ساتھ اپنی آواز۔روایت کیا اس کو ترمذی نے ابوداؤد دارمی اور ابن ماجہ نے۔

تشریح: امین بالجہر کا مسئلہ: اس حدیث میں اختلاف ہے کہ آمین جہراً ہے یا سراً ہے۔اس میں اختلاف ہے۔یہ اختلاف جہری نمازوں میں ہے سری نمازوں میں نہیں۔اس میں دو قول ہیں۔پہلا قول: احناف کے نزدیک آمین سراً ہے دوسرا قول: شوافع کے

نزدیک امین جہراً ہے (اس میں اتفاق ہے کہ آمین کہنا سنت ہے)

احناف کی پہلی دلیل: حدیث جابر بن سمرہؓ جس میں سکتتین کا ذکر ہے اس میں اگر سکتہ ثانیہ کو تسلیم کرلیا جائے تو احناف کے نزدیک یہ سکتہ آمین کہنے کے لیے ہوتا تھا سکتہ کہتے ہی عدم الجہر کو تو معلوم ہوا کہ آمین سراً ہے۔

دوسری دلیل: نسائی میں ہے فان الامام یقولھا. اگرامین جہراً ہے تو پھر بتلانے کی کیا ضرورت تھی۔ بتلانا اس بات کی دلیل ہے کہ امین سراً ہے۔

تیسری دلیل: طحاوی شریف میں ہے کہ حضرت عمرؓ اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ تعوذ تسمیہ تامین ہر تینوں میں جہر نہیں کیا کرتے تھے۔ معلوم ہوا کہ آمین سراً ہے۔

چوتھی دلیل: عطاء بن رباح اجلہ تابعین میں سے ہیں۔ فرماتے ہیں ''آمین دعا ہے'' یہ صغریٰ ہے اور ''و کل دعاء فالافضل فیه الاخفاء'' ہر دعاء میں افضل یہ ہے کہ اس میں اخفاء اور سراً ہو۔ نتیجہ یہ نکلے گا کہ آمین میں افضل اخفاء ہے۔ باقی صغریٰ پر دلیل یہی قول عطاء بن رباح اور کبریٰ پر دلیل جلال الدین سیوطیؒ نے اپنی کتاب میں ذکر کیا ہے کہ سراً دعا ہزاروں دعاؤں سے جو جہراً ہوں افضل ہے۔ معلوم ہوا کہ سراً دعا افضل ہے لہٰذا آمین میں بھی اخفاء و سراً افضل ہوگا۔

پانچویں دلیل: قیاس کا مقتضیٰ بھی یہی ہے کہ دعاء سراً ہو اس پر اجماع ہے کہ آمین غیر قرآن ہے اور قرآن کے علاوہ نماز میں جتنے اذکار ہیں وہ سب کے سب سراً ہیں۔ لہٰذا ان بقیہ اذکار پر قیاس کا مقتضیٰ بھی یہی ہے کہ آمین سراً ہو تاکہ قرآن اور غیر قرآن میں تمیز ہو سکے۔ (رہے) بقیہ اذکار میں اخفاء کیوں ضروری ہے دلیل ادعو ربکم تضرعاً و خفیه کی وجہ سے۔

شوافع کے دلائل: پہلی دلیل: ایک حدیث حضرت ابو ہریرہؓ کی پہلے گزر چکی جس میں یہ الفاظ ہیں ''اذا امن الامام فامنوا'' یہ تب ہی ہوسکتا ہے کہ جب آمین جہراً ہو اس حدیث کا جواب اسی حدیث کی تشریح میں گزر چکا ہے۔ فلیراجع ثم بھی گزر چکا کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ جب امام کے آمین کہنے کا وقت آجائے (نیز ہم کہتے ہیں کہ حدیث میں آیا (اذا کبر فکبروا) تو ہم کہتے ہیں کہ موافقت الامام بالتکبیر للمقتدی بصورت جہراً ہونی چاہیے' مقتدی بھی جہراً تکبیر کہے حالانکہ فریق مخالف میں سے کوئی بھی اس کا قائل نہیں ہے۔

دوسری دلیل: یہی حدیث وائل بن حجر ہے اس میں صراحۃً مدبھا صوته کے الفاظ ہیں۔ نیز دوسری روایت میں تو ہے کہ آمین کی وجہ مسجد گونج اٹھتی تھی۔ تو معلوم ہوا کہ آمین جہراً ہے۔ احناف کی طرف سے شوافع کے دلائل کے جوابات۔

جواب-۱: یہ جہر تعلیماً تھا جیسے ظہر کی نماز میں آیت کا جہر ہوتا تھا اس پر مزید قرینہ امام بیہقی کی کتاب کتاب الاسماء والکنی میں حضرت وائل بن حجر کا قول مذکور ہے۔ مااراہ الا تعلیماً حضرت وائل خود فرما رہے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تعلیماً جہر فرماتے تھے میرے خیال میں یہی ہے اور صاحب البیت اَدْرِی بمافیہ۔ یعنی صاحب بہت زیادہ جانتا ہے کہ اس کے گھر میں کیا ہے۔ لہٰذا وائل بن حجر کا قول اس کے بارے میں زیادہ معتبر ہوگا۔

جواب-۲: اور اس حدیث میں مد کا لفظ ہے تو اس میں کیا تعارض ہے کہ مد بھی ہو اور سر بھی ہو۔ (اصل میں مدبھا صوته کے دو معنے ہیں: (۱) اطالة بحسب الصوت (۲) اطالة بحسب الحروف کہ الف کو مد کے ساتھ پڑھنا تو یہاں پر دوسرا معنی مراد ہے تو اطالہ بحسب الحروف بھی ہو اور سراً بھی ہو تو اس میں کیا تعارض ہے۔

جواب-۳: چلو مان لیتے ہیں کہ رفع بھاصوته' مراد ہے تو پھر اس کی سند پر کلام کرتے ہیں اس کی دو سندیں ہیں۔

۱- حدیث وائل بن حجر بسند سفیان جن میں مذکور ہے رفع بھا صوته' جس کا مدلول آمین جہراً ہے۔

۲- حدیث وائل بن حجر بسند شعبہ جس میں مذکور ہے۔ خفض بھاصوته' جس کا مدلول آمین سراً ہے۔

ہم یہ کہتے ہیں کہ حدیث وائل بسند شعبہ زیادہ راجح ہے۔ بنسبت حدیث وائل بسند سفیان سے۔ وجوہ ترجیح یہ ہیں:

وجہ ترجیح-۱: حدیث وائل بسند شعبہ اوفق بالقرآن ہے ادعوا ربکم تضرعاً و خفیہ.

وجہ ترجیح-۲: یہ بسند شعبہ اوفق بالقیاس ہے۔ اس پر اجماع ہے کہ آمین غیر قرآن ہے۔ الخ۔

وجہ ترجیح-۳: شعبہ جس طرح آمین سراً کی روایت کررہے ہیں اسی طرح ان کا عمل بھی آمین سراً کا ہے اور سفیان روایت آمین جہراً کی کررہے ہیں خود ان کا عمل اس کے خلاف ہے تو اس صورت میں ترجیح اس کو ہوگی جس کا عمل اس کی روایت کے مطابق ہو۔

وجہ ترجیح-۴: شعبہ تدلیس کو جرم عظیم سمجھتے ہیں۔ سفیان کبھی کبھی تدلیس کر لیتے ہیں۔ لہٰذا روایت شعبہ کو ترجیح ہوگی۔

وجہ ترجیح-۵: روایت شعبہ پر عمل کرنے سے روایت سفیان بالکلیہ متروک نہیں ہوتی اس کی کوئی نہ کوئی مناسب توجیہ ہو جاتی ہے جبکہ بسند سفیان پر عمل کرنے سے روایت شعبہ متروک ہو جاتی ہے۔ لہٰذا ایسی صورت میں بھی ترجیح روایت شعبہ کو ہوگی۔ باقی اس حدیث بسند شعبہ پر بھی فریق مخالف کی طرف سے اعتراضات ثمانیہ ہیں۔ باقی اس میں اختلاف ہے کہ آمین صرف امام کہے گا یا مقتدی احناف کے نزدیک امام اور مقتدی دونوں کہیں گے۔ دلیل **اذا امن الامام فامنوا** کا حکم دونوں کو ہے۔ مالکیہ کے نزدیک صرف مقتدی امین کہے گا تو **اذا امن الامام فامنوا** یہ ان کے خلاف ہوئی۔ وہ کہتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ جب امام آمین کے محل پر پہنچ جائے تو آمین کہو ہم کہتے ہیں کہ دوسری حدیث میں صراحتہً الفاظ ہیں کہ **فان الامام یقولہا** جو کہ نسائی کی روایت ہے۔ **واللہ اعلم بالصواب**۔

وَعَنْ اَبِیْ زُهَیْرِ النُّمَیْرِیِّ قَالَ خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ لَیْلَةٍ فَاَتَیْنَا عَلٰی
حضرت ابوزہیر نمیریؓ سے روایت ہے کہا کہ ہم ایک رات نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نکلے ہم ایک شخص کے پاس آئے وہ سوال میں
رَجُلٍ قَدْ اَلَحَّ فِی الْمَسْاَلَةِ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَوْجَبَ اِنْ خَتَمَ فَقَالَ رَجُلٌ مِنَ الْقَوْمِ
مبالغہ کرتا تھا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا واجب کیا اگر ختم کیا ایک آدمی نے کہا کس چیز کے ساتھ
بِاَیِّ شَیْئٍ یَخْتِمُ قَالَ بِاٰمِیْنَ. (رواہ ابوداؤد)
ختم کرے فرمایا آمین کے ساتھ روایت کیا اس کو ابوداؤد نے۔

تشریح: حاصل حدیث:۔ ایک شخص نے دعا کی درخواست کی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو آمین کے ساتھ جہر لگانے کا حکم فرمایا۔ معلوم ہوا کہ دعا کے بعد آمین کہنی چاہیے۔ ''ختم'' کے دو معنی نقل کیے گئے ہیں مہر لگانا یا ختم کرنا۔ پہلے معنی اس حدیث امین خاتم رب العالمین کی مناسبت سے زیادہ اولیٰ و بہتر ہیں جس کا مطلب یہ ہے کہ آمین اللہ رب العالمین کی مہر ہے اس کی وجہ سے آفات و بلائیں ختم ہوتی ہیں جس طرح سے کہ مہر سے خط محفوظ رہتا ہے یا وہ چیزیں قابل اعتماد ہوتی ہیں جن پر مہر لگی ہوئی ہوتی ہے۔ لہٰذا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی شخص اپنے پروردگار سے دعا مانگے تو اس کو چاہئے کہ دعائیہ کلمات کہنے کے بعد آمین بھی کہے تا کہ اس کی برکت کی وجہ سے وہ بارگاہ قاضی الحاجات میں مقبولیت کے مرتبہ سے نوازی جائے اور وہ دعا کامل رہے کیونکہ آمین بمنزلہ مہر کے ہے۔

وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ صَلَّی الْمَغْرِبَ بِسُوْرَةِ الْاَعْرَافِ فَرَّقَهَا
حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہا کہ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مغرب کی نماز میں سورۂ اعراف پڑھی اسے دو رکعتوں میں متفرق
فِیْ رَكْعَتَیْنِ. (رواہ النسائی)
پڑھا۔ روایت کیا اس کو نسائی نے

تشریح: یہ احیاناً ہوتا تھا وقت میں امتداد بتلانے کیلئے۔

قولہ فرّقها فی رکعتین۔ دونوں رکعتوں میں تقسیم کا مطلب یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سورت کا کچھ حصہ تو پہلی رکعت میں

پڑھا اور کچھ حصہ دوسری رکعت میں اس طرح پوری سورۃ کو دونوں رکعتوں میں ختم کیا۔

وَعَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ كُنْتُ اَقُوْدُ لِرَسُوْلِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَاقَتَهٗ فِي السَّفَرِ فَقَالَ لِيْ يَا عُقْبَةُ

حضرت عقبہ بن عامر سے روایت ہے کہ میں سفر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی کھینچ رہا تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو فرمایا اے عقبہؓ

اَلَا اُعَلِّمُکَ خَيْرَ سُوْرَتَيْنِ قُرِئَتَا فَعَلَّمَنِيْ قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ وَقُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ قَالَ فَلَمْ

میں تجھ کو بہتر دو سورتیں نہ سکھلاؤں جو پڑھی گئی ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس سکھلائیں۔

يَرَنِيْ سُرِرْتُ بِهِمَا جِدًّا فَلَمَّا نَزَلَ لِصَلَاةِ الصُّبْحِ صَلّٰى بِهِمَا صَلَاةَ الصُّبْحِ لِلنَّاسِ فَلَمَّا فَرَغَ

عقبہؓ نے کہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ میں کوئی زیادہ خوش نہیں ہوا جب صبح کی نماز کیلئے اترے لوگوں کو ان دونوں سورتوں کے ساتھ نماز پڑھائی

اِلْتَفَتَ اِلَيَّ فَقَالَ يَا عُقْبَةُ كَيْفَ رَاَيْتَ. (رواه احمد بن حنبل وابوداؤ النسائی)

جب فارغ ہوئے میری طرف جھانکا اور فرمایا اے عقبہ تو نے کیا دیکھا روایت کیا اس کو احمد ابوداؤد اور نسائی نے۔

تشریح: حاصل حدیث:۔ یہ دو سورتیں قرأۃ طویلہ کے قائم مقام ہوگئیں۔ بہترین سورتوں کا مطلب یہ ہے کہ شیطان مردود کے مکروفریب اور نفس کی گمراہی سے خدا کی پناہ مانگنے کے سلسلے میں معوذتین بہترین سورتیں ہیں۔

وَعَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَاُ فِيْ صَلَاةِ الْمَغْرِبِ لَيْلَةَ الْجُمُعَةِ

حضرت جابر بن سمرہؓ سے روایت ہے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جمعہ کی رات مغرب کی نماز میں

قُلْ يَا اَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ وَقُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ رَوَاهُ فِيْ شَرْحِ السُّنَّةِ وَرَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اِلَّا اَنَّهٗ

قل یا ایھاالکفرون اور قل ھو اللہ احد پڑھیں۔ روایت کیا اس کو شرح السنہ میں اور روایت کیا اس کو ابن ماجہ نے

لَمْ يَذْكُرْ لَيْلَةَ الْجُمُعَةِ.

ابن عمرؓ سے مگر اس نے شب جمعہ کا ذکر نہیں کیا۔

تشریح: حاصل حدیث:۔ ابن مالکؒ نے کہا کہ یہ حدیث یا اس قسم کی دوسری احادیث دوام پر محمول نہیں۔

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ مَا اُحْصِيْ مَا سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَاُ فِي

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہا میں شمار نہیں کرسکتا کہ میں نے کتنی مرتبہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم

الرَّكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْمَغْرِبِ وَفِي الرَّكْعَتَيْنِ قَبْلَ صَلَاةِ الْفَجْرِ بِقُلْ يَا اَيُّهَا الْكَافِرُوْنَ وَقُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ

مغرب کے بعد دو رکعتوں میں اور فجر کی نماز سے پہلے دو رکعتوں میں قل یا ایہا الکفرون اور قل ھو اللہ احد پڑھتے۔

رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَرَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اِلَّا اَنَّهٗ لَمْ يَذْكُرْ بَعْدَ الْمَغْرِبِ.

روایت کیا اس کو ترمذی نے اور روایت کیا ابن ماجہ نے ابو ہریرہؓ سے مگر اس نے مغرب کے بعد کا ذکر نہیں کیا۔

تشریح: حاصل حدیث:۔ یعنی کثرت کے ساتھ ان دونوں سورتوں کو پڑھا کرتے تھے۔

وَعَنْ سُلَيْمَانَ ابْنِ يَسَارٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ مَا صَلَّيْتُ وَرَاءَ اَحَدٍ اَشْبَهَ صَلَاةً بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

حضرت سلیمان بن یسارؓ سے روایت ہے وہ ابو ہریرہؓ سے روایت کرتے ہیں کہا میں نے کسی شخص کے پیچھے نماز نہیں پڑھی

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ فُلَانٍ قَالَ سُلَيْمَانُ صَلَّيْتُ خَلْفَهُ فَكَانَ يُطِيلُ الرَّكْعَتَيْنِ الْأُولَيَيْنِ مِنَ الظُّهْرِ

جو زیادہ مشابہ ہو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کے فلاں شخص سے سلیمانؒ نے کہا میں نے اس کے پیچھے نماز پڑھی

وَيُخَفِّفُ الْأُخْرَيَيْنِ وَيُخَفِّفُ الْعَصْرَ وَيَقْرَأُ فِي الْمَغْرِبِ بِقِصَارِ الْمُفَصَّلِ وَيَقْرَأُ فِي الْعِشَاءِ بِوَسْطِ

وہ ظہر کی پہلی دو رکعتوں کو لمبا کرتا اور دو پچھلی ہلکی کرتا۔ عصر کو ہلکا کرتا۔ مغرب میں قصار مفصل پڑھتا۔

الْمُفَصَّلِ وَيَقْرَأُ فِي الصُّبْحِ بِطِوَالِ الْمُفَصَّلِ رَوَاهُ النَّسَائِيُّ وَرَوَى ابْنُ مَاجَةَ إِلَى وَيُخَفِّفُ الْعَصْرَ.

عشا میں اوساط مفصل اور صبح میں طوال مفصل۔ روایت کیا اس کو نسائی نے اور روایت کیا ابن ماجہ نے یخفف العصر تک۔

تشریح: اس حدیث میں قرأت مسنونہ فی صلوٰۃ الخمس کو بیان کیا گیا ہے کہ مغرب میں قصار مفصل ہونا چاہیے۔ قصار مفصل کہتے ہیں سورۃ البینہ لم یکن الخ سے والناس تک اور عصر اور عشاء کی نماز میں اوساط مفصل ہونی چاہیے۔ یعنی سورۃ البروج سے سورۃ البینہ تک اور فجر کی نماز میں طوال مفصل افضل ہے۔ یعنی سورۃ الحجرات سے لے کر سورۃ البروج تک۔

وَعَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ قَالَ كُنَّا خَلْفَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي صَلَاةِ الْفَجْرِ فَقَرَأَ فَثَقُلَتْ

حضرت عبادہ بن صامتؓ سے روایت ہے کہا کہ صبح کی نماز میں ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے

عَلَيْهِ الْقِرَاءَةُ فَلَمَّا فَرَغَ قَالَ لَعَلَّكُمْ تَقْرَأُونَ خَلْفَ إِمَامِكُمْ قُلْنَا نَعَمْ يَا رَسُولَ اللهِ قَالَ لَا تَفْعَلُوا إِلَّا بِفَاتِحَةِ

قرآن پڑھا۔ پڑھنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر بھاری ہوگیا جب فارغ ہوئے فرمایا ایسا نہ کرو مگر سورہ فاتحہ پس

الْكِتَابِ فَإِنَّهُ لَا صَلَاةَ لِمَنْ لَّمْ يَقْرَأْ بِهَا رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَ التِّرْمِذِيُّ وَلِلنَّسَائِيِّ مَعْنَاهُ وَفِي رِوَايَةٍ لِأَبِي دَاوُدَ

تحقیق یہ ہے کہ اس شخص کی نماز نہیں ہوتی جو اس کو نہیں پڑھتا۔ روایت کیا اس کو ابوداؤد نے اور ترمذی نے اور نسائی کیلئے ہے اس کا معنی ابوداود کی

قَالَ وَأَنَا أَقُولُ مَالِي يُنَازَعُنِي الْقُرْآنُ فَلَا تَقْرَأُوا بِشَيْءٍ مِنَ الْقُرْآنِ إِذَا جَهَرْتُ إِلَّا بِأُمِّ الْقُرْآنِ.

ایک روایت میں ہے فرمایا میں کہتا تھا کیا ہے کہ قرآن میرے ساتھ نزاع کرتا ہے جب ظاہر قرأت کروں تو سورہ فاتحہ کے بغیر کچھ نہ پڑھو۔

تشریح: یہ حدیث شوافع کا مستدل ہے۔ مسئلہ قرأت الفاتحہ خلف الامام میں اس حدیث جواب گزر چکا ہے۔

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ انْصَرَفَ مِنْ صَلَاةٍ جَهَرَ فِيهَا بِالْقِرَاءَةِ فَقَالَ هَلْ

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہا کہ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک نماز سے پھرے جس میں قرأت جہر ہوتی ہے

قَرَأَ مَعِيَ أَحَدٌ مِنْكُمْ آنِفًا فَقَالَ رَجُلٌ نَعَمْ يَا رَسُولَ اللهِ قَالَ إِنِّي أَقُولُ مَالِي أُنَازَعُ الْقُرْآنَ قَالَ فَانْتَهَى

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم میں سے کسی نے میرے ساتھ پڑھا ہے ایک آدمی نے کہا اے اللہ کے رسول فرمایا میں کہتا ہوں کیا ہے

النَّاسُ عَنِ الْقِرَاءَةِ مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيمَا جَهَرَ فِيهِ بِالْقِرَاءَةِ مِنَ الصَّلَوَاتِ حِينَ

کہ قرآن مجھ سے چھینا جھپٹی کرتا ہے کہا لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ قرآن پڑھنے سے رک گئے جن نمازوں میں

سَمِعُوا ذٰلِكَ مِنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

قرأت جہر کی جاتی ہے جب انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سنا۔

(رواه مالک و احمد بن حنبل و بوداؤدو الترمذی والنسائی و روی ابن ماجة نحوه)

روایت کیا اس کو مالکؒ احمدؒ ابو داؤدؒ ترمذی اور نسائی نے اور روایت کیا ابن ماجہ نے معنی اس کا۔

تشریح: اس حدیث سے بصراحت سے معلوم ہو گیا کہ صحابہ جہری نماز میں امام کے پیچھے مطلقاً کچھ نہیں پڑھتے تھے نہ تو سورہ فاتحہ کی قرأت کرتے تھے اور نہ کسی دوسری سورت وآیت کی لہٰذا حنفیہ کا مسلک ثابت ہوا کہ امام کے پیچھے مقتدیوں کو قرأت کرنا جائز نہیں ہے۔ ہو سکتا ہے کہ یہ حدیث اس سے پہلے گزرنے والی حدیث کیلئے ناسخ ہو جس میں کہا گیا ہے کہ امام کے پیچھے سورہ فاتحہ پڑھنا چاہئے کیونکہ حضرت ابو ہریرہؓ بعد میں اسلام لائے ہیں اس لئے ان کی روایت کردہ حدیث بھی اس حدیث کے بعد کی ہوگی اور ظاہر ہے کہ بعد کا حکم پہلے حکم کیلئے ناسخ ہوا کرتا ہے۔

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ وَالْبَيَاضِيِّ قَالَا قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ الْمُصَلِّيَ يُنَاجِيْ رَبَّهٗ فَلْيَنْظُرْ

حضرت ابن عمرؓ اور بیاضیؓ سے روایت ہے ان دونوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نماز پڑھنے والا اپنے رب سے سرگوشی کرتا ہے پس

مَا يُنَاجِيْهِ وَلَا يَجْهَرْ بَعْضُكُمْ عَلٰى بَعْضٍ بِالْقُرْاٰنِ. (رواه احمد بن حنبل)

چاہئے کہ فکر کرے کہ وہ کس چیز کے ساتھ سرگوشی کرتا ہے اور بعض تمہارا بعض کے ساتھ قرآن کے ساتھ آواز بلند نہ کرے۔ روایت کیا اس کو احمد نے۔

تشریح: حاصل حدیث: قرآن پڑھتے وقت تیقظ ہونا چاہیے غفلت نہیں ہونی چاہئے بلکہ غور وفکر کر کے پڑھنا چاہیے اس لیے کہ اس کے ساتھ گویا اللہ کے ساتھ مناجات کر رہا ہے۔

وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّمَا جُعِلَ الْاِمَامُ لِيُؤْتَمَّ بِهٖ فَاِذَا كَبَّرَ

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سوائے اس کے نہیں امام بنایا گیا ہے کہ اس کی پیروی کی جائے جس وقت وہ اللہ اکبر کہے

فَكَبِّرُوْا وَاِذَا قَرَاَ فَاَنْصِتُوْا. (رواه ابو داؤد والنسائی و ابن ماجة)

تم بھی اللہ اکبر کہو اور جس وقت وہ پڑھے چپ رہو روایت کیا اس کو ابوداؤد نسائی اور ابن ماجہ نے۔

تشریح: حاصل حدیث: یہ احناف کی دلیل ہے۔ قرأۃ خلف الامام کے مسئلہ میں۔

وَعَنْ عَبْدِاللهِ بْنِ اَبِيْ اَوْفٰى قَالَ جَاءَ رَجُلٌ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنِّيْ لَا اَسْتَطِيْعُ اَنْ

حضرت عبداللہ بن ابی وفیؓ سے روایت کیا کہ ایک آدمی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا میں قرآن سیکھنے کی طاقت نہیں رکھتا مجھ کو

اٰخُذَ مِنَ الْقُرْاٰنِ شَيْئًا فَعَلِّمْنِيْ مَا يُجْزِئُنِيْ قَالَ قُلْ سُبْحَانَ اللهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ وَاللهُ اَكْبَرُ

ایسی چیز سکھلاؤ جو کفایت کرے فرمایا کہہ سبحان اللہ الحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر ولا حول قوۃ الا باللہ میں نے کہا اے اللہ کے رسول یہ تو

وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللهِ قَالَ يَا رَسُوْلَ اللهِ هٰذَا لِلّٰهِ فَمَاذَا لِيْ قَالَ قُلِ اللّٰهُمَّ ارْحَمْنِيْ وَعَافِنِيْ

اللہ کے واسطے ہے میرے لئے کیا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہہ اے اللہ مجھ پر

وَاهْدِنِيْ وَارْزُقْنِيْ فَقَالَ هٰكَذَا بِيَدَيْهِ وَقَبَضَهُمَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمَّا هٰذَا فَقَدْ

رحم کر عافیت دے مجھ کو ہدایت دے اور روزی دے مجھ کو اس نے اپنے ہاتھوں سے اس طرح اشارہ کیا اور ان دونوں کو بند کیا۔ رسول

مَلَاَ يَدَيْهِ مِنَ الْخَيْرِ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَانْتَهَتْ رِوَايَةُ النَّسَائِيِّ عِنْدَ قَوْلِهٖ اِلَّا بِاللهِ.

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس نے اپنے دونوں ہاتھ خیر سے بھر لئے ہیں۔ روایت کیا اس کو ابوداؤد نے نسائی کی ایک روایت الا باللہ تک ہے۔

تشریح: سوال: اس نے کہا کہ مجھے قرآن یاد کرنے پر قدرت نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کلمات سکھلائے وہ تو قل ہو اللہ الخ سے بھی زیادہ تھے وہ تو یاد کر لیے؟ جواب: اس شخص کا مطلب یہ تھا کہ اتنی مقدار قرآن یاد کرنے پر قادر نہیں جس کو میں ورد اور وظیفہ بنالوں تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مذکورہ دعائیں بتلائیں (باقی باب کے ساتھ مناسبت کیا ہوگی؛ بعض نے کہا کہ اس شخص نے آ کر یہ سوال کیا کہ میں نماز

میں جتنا قرآن پڑھنا چاہیے وہ نہیں پڑھ سکتا لہٰذا مجھے دعائیں سکھلائیں، لیکن یہ صحیح نہیں ہے اس لیے کہ جو یہ دعائیں یاد کرسکتا ہے وہ سورۃ العصر، سورۃ الکوثر اور سورۃ اخلاص یاد نہیں کرسکتا؟ الغرض نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ وظیفہ بتلایا فرمایا یہ کفایت کر جائے گا۔ اس کی صحیح توجیہ یہ ہے کہ اس نے بطور وظیفہ کے پوچھا تھا) باقی سائل کا ہاتھوں کو پھیلانا اور پھر سمیٹنا یہ تمثیل تھی کہ میں نے ان کو سیکھ لیا ہے اور میں اس پر عمل کروں گا۔

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ اِذَا قَرَأَ سَبِّحِ اسْمَ رَبِّکَ الْاَعْلٰی قَالَ سُبْحَانَ
حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے بے شک نبی صلی اللہ علیہ وسلم جس وقت سبح اسم ربک الاعلیٰ پڑھتے فرماتے
رَبِّیَ الْاَعْلٰی. (رواہ احمد بن حنبل و ابوداؤد)
سبحان ربی الاعلیٰ روایت کیا اس کو احمدؒ ابوداؤدؒ نے۔

تشریح: حاصل حدیث:۔ یہ اس وقت ہے جب خارج عن الصلوٰۃ ہو یا نوافل کے اندر ہو تو ایسا کر لینا چاہیے کر لینا چاہیے۔ امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ نماز سے باہر پڑھنے اور نفل نمازوں میں قرأت کرنے کی شکل میں تو جواب دینا چاہیے فرض نمازوں میں نہیں۔ حضرت امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں کہ صرف نماز سے باہر پڑھنے کی صورت میں جواب دیا جائے نماز میں نہیں خواہ فرض ہو یا نفل تا کہ یہ وہم نہ ہو جائے کہ یہ الفاظ بھی قرآن ہی کے ہیں۔

وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ قَرَأَ مِنْکُمْ وَالتِّیْنِ وَالزَّیْتُوْنِ فَانْتَھٰی اِلٰی
حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص تم میں سے سورہ والتین والزیتون پڑھے
اَلَیْسَ اللّٰہُ بِاَحْکَمِ الْحَاکِمِیْنَ فَلْیَقُلْ بَلٰی وَاَنَا عَلٰی ذٰلِکَ مِنَ الشَّاھِدِیْنَ وَمَنْ قَرَأَ لَا اُقْسِمُ بِیَوْمِ الْقِیَامَۃِ
اور الیس اللہ باحکم الحکمین تک پہنچے اس کے بعد کہے بلی وانا علیٰ ذالک من الشاھدین اور جو شخص پڑھے لا اقسم بیوم القیٰمۃ
فَانْتَھٰی اِلٰی اَلَیْسَ ذٰلِکَ بِقَادِرٍ عَلٰی اَنْ یُّحْیِیَ الْمَوْتٰی فَلْیَقُلْ بَلٰی وَمَنْ قَرَأَ وَالْمُرْسَلَاتِ فَبَلَغَ فَبِاَیِّ
اور الیس ذالک بقادر علی ان یحیی الموتیٰ تک پہنچے تو وہ کہے بلیٰ اور سورہ المرسلات اور فبای
حَدِیْثٍ بَعْدَہٗ یُؤْمِنُوْنَ فَلْیَقُلْ اٰمَنَّا بِاللّٰہِ رَوَاہُ اَبُوْدَاؤُدَ وَالتِّرْمِذِیُّ اِلٰی قَوْلِہٖ وَاَنَا عَلٰی ذٰلِکَ مِنَ الشَّاھِدِیْنَ.
حدیث بعدہ یومنون تک پہنچے وہ کہے امنا باللہ۔ روایت کیا اس کو ابو داؤد اور ترمذی نے وانا علیٰ ذالک من الشاہدین تک۔

تشریح: یہ کلمات بھی خارج عن الصلوٰۃ یا نوافل کے اندر کہے۔

وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِلٰی اَصْحَابِہٖ فَقَرَأَ عَلَیْھِمْ سُوْرَۃَ الرَّحْمٰنِ مِنْ
حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہؓ پر نکلے اور ان پر سورہ رحمٰن پڑھی
اَوَّلِھَا اِلٰی اٰخِرِھَا فَسَکَتُوْا فَقَالَ لَقَدْ قَرَأْتُھَا عَلَی الْجِنِّ لَیْلَۃَ الْجِنِّ فَکَانُوْا اَحْسَنَ مَرْدُوْدًا مِنْکُمْ
شروع سے آخر تک وہ چپ رہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جنوں کی رات میں نے یہ سورۃ جنوں پر پڑھی تھی
کُنْتُ کُلَّمَا اَتَیْتُ عَلٰی قَوْلِہٖ فَبِاَیِّ اٰلَاءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ قَالُوْا لَا بِشَیْءٍ مِّنْ نِّعَمِکَ رَبَّنَا نُکَذِّبُ
وہ تم سے اچھا جواب دیتے تھے جب بھی میں اس آیت پر پہنچتا فبای الاء ربکما تکذبن وہ کہتے لابشی من نعمتک ربنا نکذب
فَلَکَ الْحَمْدُ رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَقَالَ ھٰذَا حَدِیْثٌ غَرِیْبٌ.
فلک الحمد. روایت کیا اس کو ترمذی نے اور کہا یہ حدیث غریب ہے۔

تشریح: اس حدیث میں صرف ترجمہ ہے۔ تفصیل آسان ہے۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ

عَنْ مُعَاذِ ابْنِ عَبْدِ اللهِ الْجُهَنِی قَالَ اِنَّ رَجُلًا مِنْ جُهَیْنَةَ اَخْبَرَهُ اَنَّهُ سَمِعَ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ

حضرت معاذ بن عبد اللہ جہنیؓ سے روایت ہے کہ جہنہ قبیلہ کے آدمی نے اس کو خبر دی کہ اس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سنا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے

وَسَلَّمَ قَرَأَ فِی الصُّبْحِ اِذَا زُلْزِلَتْ فِی الرَّكْعَتَيْنِ كِلْتَيْهِمَا فَلَا اَدْرِی اَنَسِیَ اَمْ قَرَأَ ذٰلِکَ عَمْدًا. (ابوداؤد)

اذا زلزلت کو صبح کی نماز کی دونوں رکعتوں میں پڑھا میں نہیں جانتا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھول گئے یا جان بوجھ کر پڑھا۔ روایت کیا اس کو ابوداؤد نے۔

تشریح: حاصل حدیث:۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فجر کی نماز میں دونوں رکعتوں میں سورۃ الزلزال پڑھنا قصداً اور کسی اقتضاء مقامی کی وجہ سے تھا اور یہ جواز بتلانے کیلئے کیا۔

وَعَنْ عُرْوَةَ قَالَ اِنَّ اَبَابَكْرِ الصِّدِّیْقَ صَلَّى الصُّبْحَ فَقَرَأَ فِیْهِمَا بِسُوْرَةِ الْبَقَرَةِ فِی الرَّكْعَتَيْنِ كِلْتَيْهِمَا.

حضرت عروہؓ سے روایت ہے کہا ابوبکر صدیقؓ نے صبح کی نماز پڑھی اور دونوں رکعتوں میں سورہ بقرہ کو پڑھا۔ روایت کیا اس کو مالک نے۔

(رواہ امام مالک)

تشریح: حاصل حدیث:۔ ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فجر کی نماز میں سورۃ البقرہ کی تلاوت کی۔

سوال: حدیثوں میں اور فقہاء کا قول یہ ہے کہ امام مختصر نماز پڑھائے؟ **جواب:** خلفاء اربعہ کا قرأت طویلہ کرنا اس لیے ہوتا تھا کہ ان کو پتہ تھا کہ لوگ اس پر خوش تھے اور جہاں احتمال ہو کہ مقتدی مشکل میں پڑ جائیں گے تو وہاں قرأت طویلہ جائز نہیں ہے۔

وَعَنِ الْفُرَافِصَةِ بْنِ عُمَیْرِ الْحَنَفِیِّ قَالَ مَا اَخَذْتُ سُوْرَةَ یُوْسُفَ اِلَّا مِنْ قِرَاءَةِ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ

حضرت فرافصہ بن عمیر حنفیؒ سے روایت ہے کہا کہ نہیں سیکھی میں نے سورہ یوسف مگر حضرت عثمان بن عفانؓ سے

اِیَّاهَا فِی الصُّبْحِ مِنْ كَثْرَةِ مَا كَانَ یُرَدِّدُهَا. (رواہ مالک)

اس کو صبح کی نماز میں پڑھنے کے بسبب ان کے بار بار پڑھنے سے۔ روایت کیا اس کو مالک نے۔

تشریح: الحنفی یہ قبیلہ بنی حنیفہ کی طرف منسوب ہے۔ اگر یہ اشکال پیدا ہو کہ علماء تو نمازوں میں کسی خاص متعین سورت پر مداومت کرنے کو مکروہ لکھتے ہیں تا کہ قرآن کی بقیہ سورتوں کو ترک کرنا لازم نہ آئے حالانکہ حضرت عثمانؓ کا یہ معمول اس کے منافی ہے تو اس کا جواب یہ ہوگا کہ علماء جو مکروہ لکھتے ہیں اس سے ان کی مراد تمام نمازوں میں کسی متعین سورت پر مداومت کرنا ہے اور حضرت عثمانؓ کا جو معمول ثابت ہے وہ ایسا نہیں۔ ہے بلکہ وہ تو صرف فجر کی نماز ہی میں سورہ یوسف بہت کثرت سے پڑھتے تھے تمام نمازوں میں نہیں۔ بعض علماء نے سورہ یوسف کا یہ اثر نقل کیا ہے کہ سورہ یوسف کے پڑھنے پر مداومت کرنا شہادت کی سعادت حاصل ہونے کا سبب ہے، جس کا واضح ثبوت خود حضرت عثمانؓ کی ذات گرامی ہے کہ آپ شہید ہوئے۔

وَعَنْ عَامِرِ ابْنِ رَبِیْعَةَ قَالَ صَلَّیْنَا وَرَاءَ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ الصُّبْحَ فَقَرَأَ فِیْهِمَا بِسُوْرَةِ یُوْسُفَ

حضرت عامر بن ربیعہؓ سے روایت ہے کہا کہ ہم نے عمر بن خطاب کے پیچھے صبح کی نماز پڑھی آپ اس کی دو رکعتوں میں سورہ یوسف

وَسُوْرَةِ الْحَجِّ قِرَاءَةً بَطِیْئَةً قِیْلَ لَهُ اِذًا لَقَدْ كَانَ یَقُوْمُ حِیْنَ یَطْلُعُ الْفَجْرُ قَالَ اَجَلْ. (رواہ امام مالک)

اور سورہ حج پڑھی ٹھہر ٹھہر کر عامر کو کہا گیا کہ عمر پھر طلوع فجر کے وقت کھڑے ہوتے ہوں گے۔ اس نے کہا ہاں۔ روایت کیا اس کو مالک نے۔

تشریح: الخ یہ قرأت طویلہ بطیئہ تب ہی متصور ہو سکتی ہے جب کہ طلوع فجر کے شروع ہوتے ہی نماز شروع کی جائے یا یہ کہ نماز کا افتتاح غلس میں ہوتا تھا اور اختتام اسفار میں ہوتا تھا۔

وَعَنْ عَمْرِوبْنِ شُعَيْبٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ قَالَ مَا مِنَ الْمُفَصَّلِ سُوْرَةٌ صَغِيْرَةٌ وَّلَا كَبِيْرَةٌ اِلَّا قَدْ
حضرت عمرو بن شعیبؓ اپنے باپ سے وہ اپنے دادا سے روایت کرتا ہے مفصل سے کوئی چھوٹی اور بڑی سورت نہیں
سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَؤُمُّ بِهَا النَّاسَ فِي الصَّلَاةِ الْمَكْتُوْبَةِ. (رواه مالک)
مگر میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرض نماز میں لوگوں کو اس کے ساتھ امامت کراتے تھے۔

تشریح: حاصل حدیث:۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان جواز کے طور پر مفصل کی سورتیں مختلف اوقات میں نمازوں میں پڑھ کر لوگوں کو بتا دیا کہ نماز میں ہر سورت کا پڑھنا جائز ہے۔

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَرَأَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي صَلَاةِ الْمَغْرِبِ
حضرت عبداللہ بن عتبہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مغرب کی نماز میں
بِحٰمٓ الدُّخَانِ رَوَاهُ النَّسَائِيُّ مُرْسَلًا.
حم دخان پڑھی۔ روایت کیا اس کو نسائی نے مرسل طور پر۔

تشریح: حاصل حدیث:۔ یہاں دونوں ہی احتمال ہیں کہ یا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مغرب کی دونوں رکعتوں میں حم دخان پوری سورت پڑھی یا پھر یہ کہ اس کا کچھ حصہ تھوڑا تھوڑا دونوں رکعتوں میں پڑھا۔ واللہ اعلم بالصواب۔

بَابُ الرُّكُوْعِ

رکوع کا بیان (الفصل الاول)

عَنْ اَنَسٍؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَقِيْمُوا الرُّكُوْعَ وَالسُّجُوْدَ فَوَاللّٰهِ اِنِّي لَأَرٰكُمْ
حضرت انسؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا رکوع اور سجود کو سیدھا کرو پس اللہ کی قسم ہے کہ
مِنْ بَعْدِيْ. (صحیح البخاری وصحیح مسلم)
تحقیق میں دیکھتا ہوں تم کو اپنے پیچھے سے۔

تشریح: قولہ انی لأراکم من بعدی. یہ مضمون احادیث صحیحہ کثیرہ سے ثابت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پچھلی صفوں کے نمازی نظر آتے تھے۔ اس رؤیت کی تشریح میں اختلاف ہے۔ بعض علماء کی رائے یہ ہے کہ رؤیت سے مراد آنکھوں سے دیکھنا نہیں بلکہ علم مراد ہے۔ یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پچھلی صفوں کو اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھتے تھے بلکہ وحی کے ذریعہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پچھلے نمازیوں کی خامیوں کا علم ہو جاتا تھا لیکن محققین نے اس شرح کو پسند نہیں کیا کیونکہ عام روایات کا سیاق یہ بتلاتا ہے کہ رؤیت سے مراد یہ ہے کہ آنکھوں سے دیکھتے تھے اس لئے صحیح اور مختار یہی ہے کہ رؤیت سے مراد آنکھوں کی رؤیت ہے۔ پھر ان حضرات کا اس بات میں اختلاف ہوا ہے کہ یہ رؤیت انہی سامنے والی آنکھوں سے ہوتی تھی یا اس کے علاوہ کسی اور ذریعہ سے؟

بعض حضرات نے کہا ہے کہ احتمال ہے کہ پیچھے بھی آنکھیں ہوں لیکن یہ قول مرجوع ہے کیونکہ محض احتمال کسی چیز کے ثبوت کیلئے کافی نہیں ہوتا بلکہ روایۃ اس کا ثبوت ضروری ہے اور پیچھے آنکھوں کا ہونا روایات سے ثابت نہیں۔ لہٰذا راجح یہی ہے کہ یہ رؤیت انہی سامنے والی آنکھوں سے ہوتی تھی اور یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات میں سے ہے۔ عام عادت تو یہی ہے کہ یہ آنکھیں صرف سامنے کی چیزیں دیکھ سکتی ہیں پیچھے کی چیزیں نہیں دیکھ سکتیں مگر

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے خرقاً للعادۃ یہ معجزہ عطا فرمایا کہ آپ کی انہی آنکھوں میں پیچھے کی چیزیں دیکھنے کی صلاحیت بھی پیدا فرما دی۔

عَنِ الْبَرَآءِ قَالَ كَانَ رُكُوعُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَسُجُوْدُهُ وَبَيْنَ السَّجْدَتَيْنِ وَاِذَا رَفَعَ

حضرت براءؓ سے روایت ہے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا رکوع اور ان کا سجدہ اور ان کا دو سجدوں کے درمیان بیٹھنا

مِنَ الرُّكُوعِ مَا خَلَا الْقِيَامَ وَالْقُعُوْدَ قَرِيبًا مِنَ السَّوَآءِ. (صحیح البخاری و صحیح مسلم)

اور رکوع سے اٹھتے وقت کھڑے رہنے اور بیٹھنے کے سوا قریب برابر ہے۔ روایت کیا اس کو بخاری اور مسلم نے۔

تشریح: حاصل حدیث:۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا رکوع اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا قومہ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دونوں سجدوں کے درمیان جلوس تقریباً برابر ہوتا تھا۔

وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا قَالَ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ قَامَ حَتّٰى نَقُوْلَ

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم تھے جس وقت سمع اللہ لمن حمدہ کہتے کھڑے رہتے یہاں تک کہ ہم کہتے تحقیق ترک کی ہے وہ رکعت

قَدْ اَوْهَمَ ثُمَّ يَسْجُدُ وَيَقْعُدُ بَيْنَ السَّجْدَتَيْنِ حَتّٰى نَقُوْلَ قَدْ اَوْهَمَ. (مسلم)

پھر سجدہ فرماتے اور دونوں سجدوں کے درمیان بیٹھے یہاں تک کہ ہم کہتے تحقیق سجدہ کو ترک کیا۔ روایت کیا اس کو مسلم نے۔

تشریح: قولہ حتیٰ نقول قد اَوْهَمَ : اگر اوھم ہو تو مطلب یہ ہوگا صحابہؓ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا قومہ اتنا طویل ہوتا تھا کہ ہم خیال کرتے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے رکوع کو چھوڑ کر از سر نو قیام شروع کر دیا ہے اور ادا کیے ہوئے رکوع کو کالعدم قرار دے دیا ہے اور اسی طرح جلوس بین السجدتین اتنا طویل ہوتا کہ ہم سمجھتے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسرے سجدے کو ساقط کر دیا ہے اور اگر اوھم ہو تو پھر مطلب یہ ہے کہ ہم یہ خیال کرتے تھے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم وھم میں مبتلا ہو گئے ہیں۔ یہ بھی احیاناً ہوتا تھا ورنہ اکثر معمول نہیں تھا تو یہ خلاف عادت پر محمول ہے۔ لہٰذا یہ پہلی حدیث کے معارض نہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا قومہ اور جلوس بین السجدتین اور رکوع برابر ہوتے۔

وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُكْثِرُ اَنْ يَّقُوْلَ فِيْ رُكُوعِهٖ

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم تھے بہت کہتے اپنے رکوع میں اور اپنے سجدہ میں یا الٰہی تو پاک ہے اے ہمارے پروردگار

وَسُجُوْدِهٖ سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ رَبَّنَا وَبِحَمْدِكَ اللّٰهُمَّ اغْفِرْلِيْ يَتَاَوَّلُ الْقُرْآنَ. (صحیح البخاری و صحیح مسلم)

اور ہم پاکی بیان کرتے ہیں تیری تعریف کے ساتھ یا الٰہی مجھ کو بخش عمل کرتے تھے قرآن کے موافق روایت کیا ہے اس کو بخاری اور مسلم نے۔

تشریح: یہ مخصوص دعائیں ان کو فرائض میں امام عمل میں نہ لائے۔ ہاں اگر مخصوص لوگوں کی جماعت ہو یا نفلی نماز ہو تو عمل میں لایا جا سکتا ہے۔

وَعَنْهَا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُوْلُ فِيْ رُكُوعِهٖ وَسُجُوْدِهٖ سُبُّوْحٌ قُدُّوْسٌ رَبُّ الْمَلٰئِكَةِ

انہیںؓ سے روایت ہے کہ تحقیق نبی صلی اللہ علیہ وسلم کہتے تھے اپنے رکوع میں اپنے سجدہ میں بہت پاک ہے فرشتوں اور روح کا پروردگار

وَالرُّوْحِ. (صحیح مسلم)

روایت کیا اس کو مسلم نے۔

تشریح: حاصل حدیث:۔ اس دعا کو نوافل میں عمل میں لایا جائے نہ کہ فرائض میں۔

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلَا اِنِّيْ نُهِيْتُ اَنْ اَقْرَاَ الْقُرْآنَ رَاكِعًا وَسَاجِدًا

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خبردار منع کیا گیا ہوں کہ میں رکوع اور سجدہ کی حالت میں قرآن پڑھوں

فَاَمَّا الرُّکُوْعُ فَعَظِّمُوْا فِیْهِ الرَّبَّ وَاَمَّا السُّجُوْدُ فَاجْتَهِدُوْا فِی الدُّعَاءِ فَقَمِنٌ اَنْ یُّسْتَجَابَ لَکُمْ. (مسلم)

پس رکوع میں اپنے رب کی بڑائی بیان کرو اور سجدہ میں دعا مانگنے کی کوشش کرو پس لائق ہے کہ تمہارے لئے قبول کی جائے۔ روایت کیا اس کو مسلم نے۔

تشریح: حاصل حدیث:۔ کا یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں رکوع کی حالت میں یا سجدہ کی حالت میں قرآن پڑھنے سے روکا گیا ہوں۔ قوله' فاجتهدو فی الدعاء الخ دعا دو قسم پر ہے۔(۱) دعائے ثناء و مجد (۲) دعائے طلب و سوال۔ رکوع کے اندر اولیٰ اور افضل یہ ہے کہ دعائے تسبیح تحمید پر اکتفا کیا جائے اور سجدہ میں فرائض کے ماسوا دعاء کے ساتھ دوسرے اذکار کو بھی عمل میں لایا جاسکتا ہے اور دعائے طلب و سوال کو فرائض میں عمل لانا جائز نہیں البتہ دعائے ثناء و تمجید کو نوافل و فرائض میں لایا جاسکتا ہے۔

سوال: رکوع میں بھی تو دعا گزری ہے؟ اور یہاں فرمایا کہ رکوع میں صرف تعظیم بیان کرو؟

جواب: رکوع میں افضل یہی ہے کہ تعظیم ہو یعنی دعائے ثناء و تمجید ہو۔ باقی رہی یہ بات کہ رکوع اور سجدہ میں قرآن پڑھنے کی ممانعت کیوں ہے؟ اس میں دو قول ہیں: (۱) یہ محض تعبدی ہے۔ (۲) یہ معلول بالعلت ہے۔ باقی علت کیا ہے؟ وہ یہ ہے کہ چونکہ رکوع میں تسبیح بھی ہے جو کہ عبد کا کلام ہے تو عبد کا کلام اور کلام الٰہی کا حالت واحدۃ میں اجتماع درست نہیں اس لیے ممانعت ہے۔ دوسری وجہ قرآن عظیم الشان ہے اور رکوع و سجود خشوع و خضوع کی حالت ہے اور قیام حالت ذی شان ہے تو لہٰذا عظیم الشان کو حالت ذی شان میں رکھنا چاہیے۔ (کلام اللہ کی عظمت شان کا تقاضا بھی یہی ہے کہ اس کی قرأت ایسی حالت میں ہونی چاہیے جو ذا عظمت ہو اور وہ قیام کی حالت ہے نہ کہ رکوع اور سجود کی حالت وہ حالتیں تو خشوع و خضوع والی ہیں)

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا قَالَ الْاِمَامُ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس وقت امام کہتا ہے اللہ نے سنا اس شخص کیلئے جس نے تعریف کی اس کی پس کہو یا اللہ اے ہمارے رب

فَقُوْلُوْا اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا لَکَ الْحَمْدُ فَاِنَّهٗ مَنْ وَّافَقَ قَوْلُهٗ قَوْلَ الْمَلٰئِکَةِ غُفِرَ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ.

تیرے لئے ہی ہے حمد پس تحقیق جس شخص کا کہنا فرشتوں کے کہنے کے موافق ہوا بخش دیئے جاتے ہیں اس کے لئے اس کے پہلے گناہ روایت کیا اس کو بخاری اور مسلم نے۔

(صحیح البخاری و صحیح مسلم)

تشریح: اس سے احناف نے استدلال کیا کہ امام کا وظیفہ تسمیع اور مقتدی کا وظیفہ تحمید ہے۔ دلیل یہ ہے کہ تقسیم اشتراک کے منافی ہے۔ جیسا کہ ماقبل میں اس کی تفصیل گزر چکی ہے۔

وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ ابْنِ اَبِیْ اَوْفٰیؓ قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا رَفَعَ ظَهْرَهٗ مِنَ الرُّکُوْعِ

حضرت عبداللہ بن ابی ادفیؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس وقت رکوع سے

قَالَ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا لَکَ الْحَمْدُ مِلْأُ السَّمٰوٰتِ وَمِلْأُ الْاَرْضِ وَمِلْأُ مَا شِئْتَ مِنْ

اپنی پیٹھ اٹھاتے تو سمع اللہ لمن حمدہ کہتے اے اللہ اے ہمارے رب تیرے لئے ہی تعریف ہے آسمانوں اور زمین کی

شَیْءٍ بَعْدُ. (صحیح مسلم)

پورائی کے برابر اور اس کے بعد جس کی پورائی تو چاہے۔ روایت کیا اس کو مسلم نے۔

تشریح: یہ شوافع کی دلیل ہے کہ امام سمع اللہ اور تحمید دونوں کہے تو یہ حدیث احناف کے خلاف ہے۔ احناف اس کا جواب یہ دیتے ہیں کہ یہ منفرد کی حالت پر محمول ہے اور اوپر کی حدیث میں تقسیم گزری ہے اور اگلے کلمات ملاء السموات الخ: فرائض میں ان کی گنجائش نہیں نوافل میں ہے۔

وَعَنْ اَبِيْ سَعِيْدِ نِ الْخُدْرِيِّ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا رَفَعَ رَاْسَهُ مِنَ الرُّكُوْعِ
حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس وقت رکوع سے سر اٹھاتے تو فرماتے یا اللہ اے ہمارے رب تیرے لئے ہے تعریف
قَالَ اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ مِلْأُ السَّمٰوٰتِ وَمِلْأُ الْاَرْضِ وَمِلْأُ مَا شِئْتَ مِنْ شَيْءٍ بَعْدُ اَهْلُ الثَّنَاءِ
آسمانوں کی پورائی برابر اور زمین کی پورائی برابر جس چیز کی پورائی تو چاہے اس کے بعد تو تعریف اور بزرگی کے زیادہ لائق ہے اس چیز سے کہ جو بندے نے کہا اور
وَالْمَجْدِ اَحَقُّ مَا قَالَ الْعَبْدُ وَكُلُّنَا لَكَ عَبْدٌ اَللّٰهُمَّ لَا مَانِعَ لِمَا اَعْطَيْتَ وَلَا مُعْطِيَ لِمَا مَنَعْتَ وَلَا
ہم سب تیرے ہی بندے ہیں اے اللہ نہیں کوئی روکنے والا اس چیز کو جو تو دے اور کوئی دینے والا نہیں جس کو تو روک دے اور تیرے عذاب سے کسی دولت مند کو
يَنْفَعُ ذَا الْجَدِّ مِنْكَ الْجَدُّ. (صحیح مسلم)
اس کی دولت مندی نفع نہیں دیتی۔ روایت کیا ہے اس کو مسلم نے۔

تشریح: اس حدیث میں جد کا لفظ آیا۔ اس کو دو طرح ضبط کیا گیا ہے: بفتح الجیم و بکسر الجیم. جد بفتح الجیم کی صورت میں تین معنی بیان کیے گئے ہیں۔ (۱) جد بمعنی بخت اور نصیب والا۔ اب معنی یہ ہوگا کہ نہیں نفع دے گا کسی بخت ونصیب والے کو آپ کے مواخذہ کے بدلہ میں اس کا بخت ونصیب۔ (۲)۔ جد بمعنی ابوالاب یعنی ''دادا'' ہو اب معنی یہ ہوگا کہ نہیں نفع دے گا کسی ذی نسب کو آپکے مواخذہ کے بدلہ میں اسکا نسب۔ (ابوالاب سے نسب ہوگا) (۳)۔ جد بمعنی دولت مندی، معنی یہ ہوگا کہ نہیں نفع دے گی کسی دولت مند کو اس کی دولت مندی آپ کے مواخذہ کے بدلہ میں اور جد بکسر الجیم کی صورت میں معنی یہ ہوگا (جد بمعنی کوشش) نہیں نفع دے گی کسی کوشش کرنے والے کو اس کی کوشش آپ کے مواخذہ کے بدلہ میں۔ یہاں تک کہ آپ کی توفیق شامل حال ہو۔

وَعَنْ رِفَاعَةَ بْنِ رَافِعٍ قَالَ كُنَّا نُصَلِّيْ وَرَآءَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا رَفَعَ رَاْسَهُ مِنَ الرَّكْعَةِ
حضرت رفاعہؓ بن رفاع سے روایت ہے کہا کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھتے تھے جب رکوع سے اپنا سر اٹھاتے تو کہتے سنا اللہ تعالیٰ نے
قَالَ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ فَقَالَ رَجُلٌ وَّرَآءَهُ رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ حَمْدًا كَثِيْرًا طَيِّبًا مُّبَارَكًا فِيْهِ
اس شخص کو جس نے اس کی تعریف کی پس ایک شخص نے کہا جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے تھا اے ہمارے رب تیرے ہی لئے بہت بہت تعریف
فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ مَنِ الْمُتَكَلِّمُ اٰنِفًا قَالَ اَنَا قَالَ رَاَيْتُ بِضْعَةً وَّثَلٰثِيْنَ مَلَكًا يَّبْتَدِرُوْنَهَا اَيُّهُمْ يَكْتُبُهَا
ہے پاک بابرکت جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے پھرے تو فرمایا بولنے والا کون تھا۔ اب ایک شخص نے کہا میں تھا۔ فرمایا میں نے کچھ اوپر تیس
اَوَّلُ. (صحیح البخاری)
فرشتے دیکھے کہ وہ جلدی کرتے تھے کہ کون ان کلموں کا ثواب لکھے پہلے روایت کیا اس کو بخاری نے۔

تشریح: اس طرح کے مضمون کی ایک حدیث پہلے بھی گزر چکی ہے اس میں تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تین مرتبہ سوال کیا' صحابہؓ خاموش رہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس نے کوئی نامناسب کام نہیں کیا فوراً وہ شخص بول اٹھا کہ میں نے یہ الفاظ کہے ہیں یہاں حدیث میں آیا کہ پہلی ہی مرتبہ اس نے کہہ دیا کہ میں نے کہے ہیں اور اس حدیث میں بارہ فرشتوں کا ذکر تھا اور اس میں تیس سے زائد فرشتوں کا ذکر ہے تو اس کا جواب مشترکہ یہ ہے کہ دونوں مختلف واقعات پر مشتمل ہیں۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِيْ

عَنْ اَبِيْ مَسْعُوْدِ الْاَنْصَارِيِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تُجْزِئُ صَلَاةُ الرَّجُلِ حَتّٰى
حضرت ابو مسعود انصاریؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص رکوع اور سجدے

يُقِيمَ ظَهْرَهُ فِي الرُّكُوعِ وَ السُّجُودِ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَ التِّرمِذِيُّ وَ النَّسَائِيُّ وَ ابْنُ مَاجَةَ وَالدَّارِمِيُّ
میں اپنی پیٹھ کو سیدھا نہیں کرتا اس کی نماز قبول ہی نہیں ہوتی روایت کیا اس حدیث کو ابو داؤد اور ترمذی اور نسائی اور ابن ماجہ
وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.
اوردارمی نے اور ترمذی نے اس حدیث کو حسن صحیح کہا ہے۔

تشریح: یہ حدیث ان ائمہ کی دلیل ہے جو تعدیل ارکان کے فرض ہونے کے قائل ہیں۔اس حدیث کا جواب یہ ہے کہ لاتجزئ کا معنی ہے لاتجزئ علی وجہ الکمال.

وَعَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيمِ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ
حضرت عقبہ بن عامرؓ سے روایت ہے کہا کہ جب یہ آیت اتری پس پاکی بیان کر اپنے بڑے پروردگار کے نام سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس تسبیح کو اپنے رکوع میں
وَسَلَّمَ اجْعَلُوهَا فِي رُكُوعِكُمْ فَلَمَّا نَزَلَتْ سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلٰى قَالَ اجْعَلُوهَا فِي سُجُودِكُمْ.
کرو پھر جب یہ آیت نازل ہوئی کہ پاکی بیان کر اپنے بلند پروردگار کے نام سے تو فرمایا اس کے مضمون کو اپنے سجدہ میں کرو۔روایت کیا اس کو ابوداؤد ابن ماجہ اور دارمی نے۔

(رواہ ابوداؤد، ابن ماجۃ و الدارمی)

تشریح: حاصل حدیث کا یہ ہے کہ فسبح باسم ربک العظیم کے نزول کے بعد سبحان ربی العظیم رکوع کی تسبیح متعین ہوگئی اور سبح اسم ربک الاعلیٰ کے نزول کے بعد سجدہ کی تسبیح سبحان ربی الاعلیٰ متعین ہوگئی۔

اجعلوھا یعنی اس آیت سے حاصل شدہ تسبیح کو اپنے رکوع میں اور سجدہ میں پڑھو۔ باقی اس میں حکمت کیا ہے کہ رکوع کی تسبیح میں سبحان ربی العظیم اور سجدہ کی تسبیح میں سبحان ربی الاعلیٰ ہے تو حکمت غالباً ''احیاء العلوم'' میں یہ لکھی ہے کہ قیام کی حالت کے دوران قلب میں عجز ہے لیکن حسی طور پر نہیں جب رکوع میں گئے تو اب اس حسی کی تنصیف ہوگئی اور عجز آ گیا' اس لئے رکوع میں کہا سبحان ربی العظیم گویا عظمت باری تعالیٰ کا اقرار ہو گیا اور جب سجدہ میں گئے انتہائی عاجزی وانکساری آ گئی اور حسی طور پر بھی عجز ظاہر ہو گیا۔

اس لیے سجدہ میں کہا سبحان ربی الاعلیٰ. اجعلوھا کا یہ معنی نہیں ہے کہ تم اس آیت کو رکوع وسجود میں پڑھو۔

وَعَنْ عَوْنِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا رَكَعَ اَحَدُكُمْ
عون بن عبداللہؓ سے روایت ہے کہا اس نے ابن مسعودؓ سے نقل کیا کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
فَقَالَ فِي رُكُوعِهٖ سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيمِ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ فَقَدْ تَمَّ رُكُوعُهٗ وَذٰلِكَ اَدْنَاهُ وَاِذَا سَجَدَ فَقَالَ
فرمایا جس وقت ایک تمہارا رکوع کرے پس اپنے رکوع میں کہے سبحان ربی العظیم تین بار پس تحقیق پورا ہے اس کا رکوع اور یہ اس کا ادنیٰ درجہ ہے
فِي سُجُودِهٖ سُبْحَانَ رَبِّيَ الْاَعْلٰى ثَلَاثَ مَرَّاتٍ فَقَدْ تَمَّ سُجُودُهٗ وَذٰلِكَ اَدْنَاهُ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ
اور جس وقت سجدہ کرے تو اپنے سجدہ میں یہ کہے میرا پروردگار بلند ہے تین بار تحقیق پورا ہوا سجدہ یہ اس کا ادنیٰ درجہ ہے۔روایت کیا اس کو ترمذی
وَاَبُوْدَاوٗدَ وَ ابْنُ مَاجَةَ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ لَيْسَ اِسْنَادُهٗ بِمُتَّصِلٍ لِاَنَّ عَوْنًا لَمْ يَلْقَ ابْنَ مَسْعُوْدٍ.
ابو داؤد اور ابن ماجہ نے اور ترمذی نے کہا اس کی سند متصل نہیں کیونکہ عون نے ابن مسعودؓ سے ملاقات نہیں کی۔

تشریح: قولہ' وذالک ادناہ تین مرتبہ تسبیح پڑھنا ادنیٰ درجہ ہے یعنی کمال سنت کا ادنیٰ درجہ ہے۔ باقی نفس رکوع اور نفس سجود اس کے بغیر بھی متحقق ہو جاتے ہیں اور ادا ہو جاتے ہیں باقی اعلیٰ درجہ سات مرتبہ پڑھنا اور درمیانہ درجہ پانچ مرتبہ تسبیح پڑھنا ہے یہ تب ہے

جب منفرد ہو جب امام ہو تو تین مرتبہ تسبیح پڑھنی چاہیے۔

وَعَنْ حُذَيْفَةَ أَنَّهُ صَلَّى مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَ يَقُوْلُ فِي رُكُوْعِهِ سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيْمِ

حضرت حذیفہؓ سے روایت ہے کہ تحقیق اس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے رکوع میں

وَفِي سُجُوْدِهِ سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلٰى وَمَا أَتٰى عَلٰى آيَةِ رَحْمَةٍ إِلَّا وَقَفَ وَسَأَلَ وَمَا أَتٰى عَلٰى آيَةِ

سبحان ربی العظیم کہتے تھے اور اپنے سجدہ میں سبحان ربی الاعلیٰ اور نہیں آتے تھے کسی رحمت کی آیت پر مگر ٹھہرتے اور دعا مانگتے

عَذَابٍ إِلَّا وَقَفَ وَتَعَوَّذَ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَأَبُوْدَاوٗدَ وَالدَّارِمِيُّ وَرَوَى النَّسَائِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ إِلٰى قَوْلِهِ

اور کسی عذاب کی آیت پر نہیں آتے تھے مگر عذاب سے پناہ مانگتے۔ روایت کیا اس کو ترمذی نے اور ابوداؤد اور دارمی نے نسائی اور ابن ماجہ نے

الْأَعْلٰى وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ.

ان کے قول الاعلیٰ تک روایت کیا اور ترمذی نے اس حدیث کو حسن صحیح کہا۔

تشریح: علماء حنفیہ اور علماء مالکیہ اس حدیث کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نفل نماز پر محمول کرتے ہیں کیونکہ ان حضرات کے نزدیک فرض نماز میں درمیان قرأت دعا مانگنی اور پناہ مانگنی جائز نہیں ہے لیکن اس حدیث کو جواز پر حمل کرنا بھی ممکن ہے کیونکہ ہوسکتا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی بیان جواز کی خاطر فرض نماز میں بھی ایسا کیا ہو۔ شیخ جزریؒ نے لکھا ہے کہ اس حدیث کو مسلمؒ نے بھی نقل کیا ہے لہٰذا مؤلف مشکوٰۃ کو یہ حدیث دوسری فصل کی بجائے پہلی فصل میں نقل کرنا چاہیے تھا۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ

وَعَنْ عَوْفِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قُمْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا رَكَعَ مَكَثَ قَدْرَ سُوْرَةِ

عوف بن مالکؓ سے روایت ہے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی۔ جب رکوع کیا تو اس میں سورہ بقرہ کا

الْبَقَرَةِ وَيَقُوْلُ فِي رُكُوْعِهِ سُبْحَانَ ذِي الْجَبَرُوْتِ وَالْمَلَكُوْتِ وَالْكِبْرِيَاءِ وَالْعَظَمَةِ. (رواہ النسائی)

اندازہ ٹھہرے اور اپنے رکوع میں فرماتے تھے پاک ہے قہر اور بادشاہت کا مالک اور بڑائی اور بزرگی کا مالک۔ روایت کیا اس کو نسائی نے۔

تشریح: یہ فرض نماز کا ذکر نہیں ہے بلکہ بعض حضرات کے قول کے مطابق یہ تہجد کی نماز تھی اور بعض حضرات کہتے ہیں کہ یہ نماز کسوف تھی۔

وَعَنِ ابْنِ جُبَيْرٍ قَالَ سَمِعْتُ أَنَسَ ابْنَ مَالِكٍ يَقُوْلُ مَا صَلَّيْتُ وَرَاءَ أَحَدٍ بَعْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

حضرت ابن جبیرؓ سے روایت ہے کہا کہ میں نے سنا انس بن مالکؓ سے کہ وہ کہتے تھے کہ میں نے کسی کے پیچھے نماز نہیں پڑھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَشْبَهَ صَلَاةً بِصَلَاةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ هٰذَا الْفَتٰى يَعْنِي عُمَرَ بْنَ عَبْدِ

کی وفات کے بعد جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کے بہت مشابہ ہو اس نوجوان کی نماز سے یعنی عمرؓ بن عبدالعزیزؒ سے

الْعَزِيْزِ قَالَ فَحَزَرْنَا رُكُوْعَهُ عَشْرَ تَسْبِيْحَاتٍ وَسُجُوْدَهُ عَشْرَ تَسْبِيْحَاتٍ. (رواہ ابوداؤد و النسائی)

ابن جبیرؓ نے کہا کہا انسؓ نے کہ ہم نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے رکوع کا اندازہ دس تسبیح کیا اور سجود بھی دس تسبیح۔ روایت کیا اس کو ابوداؤد اور نسائی نے۔

تشریح: فحزرنا رکوعه عشر تسبیحات۔

سوال: مستحب تو طاق عدد ہے یہاں عشر کا ذکر ہے۔ جواب: یہ اندازہ اور احتمال ہی ہے ورنہ عمر بن عبدالعزیز کا اختتام بھی طاق عدد پر ہوتا تھا۔

وَعَنْ شَقِيْقٍؒ قَالَ اِنَّ حُذَيْفَةَ رَاٰى رَجُلًا لَّايُتِمُّ رُكُوْعَهٗ وَلَا سُجُوْدَهٗ فَلَمَّا قَضٰى صَلٰوتَهٗ دَعَاهُ فَقَالَ لَهٗ

حضرت شقیقؒ سے روایت ہے کہا کہ تحقیق حذیفہؓ نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ اپنے رکوع اور سجدہ کو پورا نہیں کرتا جب اس نے اپنی نماز کو پورا کرلیا

حُذَيْفَةُ مَا صَلَّيْتَ قَالَ وَاَحْسِبُهٗ قَالَ وَلَوْ مُتَّ مُتَّ عَلٰى غَيْرِ الْفِطْرَةِ الَّتِىْ فَطَرَ اللّٰهُ مُحَمَّدًا صَلَّى

اس کو بلایا اور اس کو حذیفہؓ نے کہا تو نے نماز نہیں پڑھی۔ شقیقؒ نے کہا کہ میں گمان کرتا ہوں کہ حذیفہ نے یہ بھی کہا کہ اگر تیری موت آئے تو مرے

اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. (صحيح البخاری)

گا غیر فطرت پر وہ طریقہ کہ جس پر اللہ تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو پیدا کیا۔ روایت کیا اس کو بخاری نے۔

تشریح: حاصل حدیث:۔ یہ بھی دلیل ہے تعدیل ارکان کے فرضیت کے قائلین کی؟ اس حدیث کا جواب یہ ہے کہ یہ ان کا اپنا اجتہاد ہے یا محمول ہے۔ زجر علی وجہ المبالغہ پر۔

وَعَنْ اَبِىْ قَتَادَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَسْوَأُ النَّاسِ سَرِقَةً الَّذِىْ يَسْرِقُ مِنْ صَلَاتِهٖ

حضرت ابوقتادہ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا چرانے کے اعتبار سے بہت برا لوگوں میں وہ شخص ہے کہ نماز اپنی میں چوری کرے صحابہؓ نے عرض

قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَكَيْفَ يَسْرِقُ مِنْ صَلَاتِهٖ قَالَ لَايُتِمُّ رُكُوْعَهَا وَلَا سُجُوْدَهَا. (رواه احمد بن حنبل)

کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کس طرح چراتا ہے اپنی نماز سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نماز کے رکوع کو پورا نہ کرے اور نہ اسکے سجدہ کو پورا کرے۔ روایت کیا اس کو احمد نے۔

تشریح: حاصل حدیث:۔ نماز میں چوری کرنے والا سب سے برا سارق ہے۔ ایک سارق متعارف ہے مال چوری کرنے والا اور ایک سارق یہ ہے جو نماز میں چوری کرتا ہے۔ بایں طور کہ رکوع وسجود پورے نہیں کرتا۔ یہ بدتر سارق ہے اس لیے کہ دنیا میں بھی اس کا کوئی فائدہ نہیں اور آخرت میں بھی اس کا کوئی فائدہ نہیں ہوگا بلکہ دنیا میں بھی۔ نقصان اور آخرت میں بھی نقصان ہوگا۔

وَعَنِ النُّعْمَانِ بْنِ مُرَّةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا تُرَوْنَ فِى الشَّارِبِ وَالزَّانِىْ

حضرت نعمان بن مرہؓ سے روایت ہے تحقیق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شراب پینے والے اور زنا کرنے والے اور چوری کرنے والے کے

وَالسَّارِقِ وَذٰلِكَ قَبْلَ اَنْ تَنْزِلَ فِيْهِمُ الْحُدُوْدُ قَالُوْا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ قَالَ هُنَّ فَوَاحِشُ وَفِيْهِنَّ

بارے میں کیا اعتقاد ہے اور یہ سوال کرنا حدود کے اترنے سے پہلے تھا صحابہؓ نے کہا اللہ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم زیادہ جانتے ہیں۔ فرمایا یہ کبیرہ

عَقُوْبَةٌ وَاَسْوَءُ السَّرِقَةِ الَّذِىْ يَسْرِقُ مِنْ صَلَاتِهٖ قَالُوْا وَكَيْفَ يَسْرِقُ مِنْ صَلَاتِهٖ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ

گناہ ہیں اور ان میں سزا ہے اور بہت بری چوری اس کی ہے جو اپنی نماز میں چوری کرے صحابہؓ نے کہا کہ کس طرح اپنی نماز سے چرائے اے خدا کے

لَا يُتِمُّ رُكُوْعَهَا وَلَا سُجُوْدَهَا. (رواه ملک و مسند احمد بن حنبل وروى دارمى نحوه)

رسول فرمایا کہ نہ پورا کرے اس کے رکوع کو اور نہ اس کے سجدہ کو روایت کیا اس کو مالک نے اور احمد نے اور روایت کیا اس کو دارمی نے بھی مانند اس کے

تشریح: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ سے پوچھا شراب پینے والا زنا کرنے والا اور سارق کے بارے میں کہ تمہاری ان کے بارے کیا رائے ہے؟ صحابہؓ نے عرض کیا واللہ اعلم ورسولہ۔

وذالک قبل ان تنزل الخ سوال سارق شارب زانی کا حکم تو قرآن میں مذکور ہے پھر صحابہؓ سے مشورہ لینے کی کیا ضرورت تھی؟ جواب: اس وقت ابھی ان کے احکام نازل نہیں ہوئے تھے۔

بَابُ السُّجُوْدِ وَفَضْلِہٖ

سجدہ کا بیان

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اُمِرْتُ اَنْ اَسْجُدَ عَلٰی سَبْعَۃِ اَعْظُمٍ عَلَی
حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں سات ہڈیوں پر سجدہ کرنے کا حکم دیا گیا ہوں پیشانی اور
الْجَبْھَۃِ وَالْیَدَیْنِ وَالرُّکْبَتَیْنِ وَاَطْرَافِ الْقَدَمَیْنِ وَلَا نَکْفُتُ الثِّیَابَ وَلَاالشَّعْرَ. (صحیح البخاری و صحیح مسلم)
دونوں ہاتھوں اور گھٹنوں اور پاؤں نیچے پنجوں پر اور یہ کہ ہم اپنے کپڑوں کو بالوں کو اکٹھا نہ کریں روایت کیا اس کو بخاری نے اور مسلم نے۔

تشریح: حاصل حدیث:۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں ان سات اعضاء پر سجدہ کروں۔ یدان' رکبتان' قدمان' جبھۃ '۔

مسئلہ سجدہ کی ادائیگی کے لیے ان سات اعضاء کا رکھنا ضروری ہے یا نہیں۔ احناف کے تین قول ہیں۔ پہلا قول: احناف کے نزدیک صرف وضع الجبھہ علی الارض فرض ہے۔ دوسرا قول: قدمین کا رکھنا بھی ضروری ہے۔ تیسرا قول: احد القدمین کا رکھنا ضروری ہے لیکن راجح صرف جبھہ والا قول ہے باقی اعضاء کا رکھنا مسنون ہے۔ باقی احناف لکھتے ہیں کہ قدمین کے اٹھانے سے سجدہ میں نماز فاسد ہوجاتی ہے وہ اس وجہ سے نہیں کہ اس کا رکھنا فرض ہے بلکہ اس وجہ سے فاسد ہوجاتی ہے کہ یہ استہزاء کی صورت بن جاتی ہے۔ شوافع کا قول یہ ہے کہ تمام اعضاء سبعہ کا رکھنا ضروری ہے۔

وضع الجبھہ کیسے ہے تو وضع الجبھہ میں تین صورتیں ہیں۔ (۱) ناک اور جبھہ دونوں زمین پر ہوں (۲) جبھہ زمین پر ہو لیکن ناک نہ ہو (۳) ناک زمین پر ہو لیکن جبھہ زمین پر نہ ہو۔ پہلی صورت میں بالاجماع سجدہ ادا ہوجائے گا۔ دوسری صورت میں سجدہ تو ادا ہوجائے گا لیکن تھوڑی سی کراہت باقی رہے گی اور تیسری صورت میں امام صاحب کے نزدیک سجدہ ہوجائے گا مع الکراہۃ باقی کسی امام کے نزدیک بھی صحیح نہیں ہوگا۔ کہا جاتا ہے کہ امام صاحب نے اپنے قول سے رجوع کرلیا تھا۔ یہ تفصیل صورت ثالثہ تب ہے جب عذر نہ ہو اگر عذر ہو تو صرف ناک پر بھی اکتفاء جائز ہے۔ دلائل۔ یہ حدیث شوافع کے موافق ہے اور یہ حضرات اسی سے استدلال کرتے ہیں اور احناف کے خلاف ہے احناف اس کا جواب یہ دیتے ہیں کہ اس حدیث میں نفس سجود کا بیان نہیں بلکہ سجود کے مسئلہ کا بیان ہے۔

شوافع اعتراض کرتے ہیں کہ و اسجدوا (الآیۃ) مجمل ہے اور یہ آیت حدیث کاملہ کا بیان ہے۔ جواب: یہ آیت مجمل نہیں ہے مجمل تو وہ ہوتا ہے جس کا معنی متعین نہ ہو اور معنی لغوی سے کسی دوسرے معنے کی طرف انتقال ثابت نہ ہو اور یہاں سجدہ کا معنی تو متعین ہے۔

ولانکفت الثیاب والشعر یعنی نماز کے دوران کپڑے اور بالوں کو نہ سمیٹا جائے تاکہ یہ بھی سجدہ کرلیں۔

وَعَنْ اَنَسٍؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِعْتَدِلُوْا فِی السُّجُوْدِ وَلَا یَبْسُطْ اَحَدُکُمْ
حضرت انسؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم سجدوں میں ٹھہرو اور نہ بچھاوے تم میں سے کوئی اپنے ہاتھوں کو کتے

ذِرَاعَیْهِ اِنْبِسَاطَ الْکَلْبِ. (صحیح البخاری و صحیح مسلم)
کے بچھانے کی مانند روایت کیا اس کو بخاری اور مسلم نے۔

تشریح: قولہ' اعتدلوا اعتدال کی صورت یہ ہے کہ جسم کو زمین پر رکھا جائے اور مرفقین (کہنیوں) کو اٹھایا جائے اور بالکل کھولنا بھی نہیں چاہیے جیسے کتا کھولتا ہے۔

وَعَنِ الْبَرَآءِ بْنِ عَازِبٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا سَجَدْتَّ فَضَعْ کَفَّیْکَ
حضرت براء بن عازبؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس وقت تو سجدہ کرے تو اپنے ہاتھوں کو زمین پر رکھ اور اپنی
وَارْفَعْ مِرْفَقَیْکَ. (صحیح مسلم)
کہنیوں کو بلند کر روایت کیا اس کو مسلم نے۔

تشریح: قولہ' وارفع مرفقیک۔ کہنیوں کو اونچا رکھنے کے دو ہی معنی ہو سکتے ہیں یا تو یہ کہ دونوں کہنیاں زمین سے اونچی رہیں یا پھر یہ دونوں پہلوؤں سے اونچی رہیں۔

وَعَنْ مَیْمُوْنَةَ قَالَتْ کَانَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا سَجَدَ جَافٰی بَیْنَ یَدَیْهِ حَتّٰی لَوْاَنَّ بَهْمَةً اَرَادَتْ
حضرت میمونہؓ سے روایت ہے کہا کہ جس وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم سجدہ کرتے تو اپنے ہاتھوں کو فرق سے رکھتے اگر بکری کا بچہ ہاتھوں کے نیچے سے
اَنْ تَمُرَّ تَحْتَ یَدَیْهِ مَرَّتْ هٰذَا لَفْظُ اَبِیْ دَاؤُدَ کَمَا صَرَّحَ فِیْ شَرْحِ لسنة بِاِسْنَادِهٖ وَ لِمُسْلِمٍ بِمَعْنَاهُ
گزرنا چاہتا تو وہ گزر جاتا یہ ابوداؤد کے لفظ ہیں۔ جیسا کہ امام بغوی نے شرح السنہ میں خود بیان فرمایا اپنی سند کے ساتھ اور اسکے معنی مسلم میں ہیں
قَالَتْ کَانَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا سَجَدَ لَوْ شَاءَتْ بَهْمَةٌ اَنْ تَمُرَّ بَیْنَ لَمَرَّتْ.
کہا کہ جس وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم سجدہ کرتے اگر بکری کا بچہ ہاتھوں کے نیچے سے گزرنا چاہتا تو گزر سکتا تھا۔

تشریح: حاصل حدیث:۔ سجدہ کی کیفیت کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سجدہ میں اپنے ہاتھوں کو اتنا دور رکھتے کہ اگر بکری کا بچہ گزرنا چاہتا تو وہ گزر جاتا۔ باقی روایتوں کے الفاظ میں تفاوت ہے۔

قولہ' بهمة: بھمۃ بکری کے اس بچہ کو کہتے ہیں جو بڑا ہو کر اپنے پیروں چلنے لگتا ہے اور جب بکری کا بچہ پیدا ہوتا ہے تو اس وقت اس کو سخلۃ کہتے ہیں۔

قولہ' : هذا لفظ ابو داؤد۔ الخ۔ سے مصنف مشکوۃ کا مقصد صاحب مصابیح پر اعتراض کرنا ہے کہ اس حدیث کو جس کے الفاظ ابوداؤد کے ہیں۔ پہلی فصل میں نہیں نقل کرنا چاہئے تھا کیونکہ پہلی فصل میں تو صرف شیخین یعنی بخاری مسلم کی روایت کردہ احادیث ہی نقل کی جاتی ہیں۔

وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ مَالِکٍ ابْنِ بُحَیْنَةَ قَالَ کَانَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا سَجَدَ فَرَّجَ بَیْنَ یَدَیْهِ
حضرت عبداللہ بن مالک بن بحینہؓ سے روایت ہے کہا کہ جس وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم سجدہ کرتے تو اپنے ہاتھوں کو کھولتے
حَتّٰی یَبْدُوَ بَیَاضُ اِبْطَیْهِ. (صحیح البخاری و صحیح مسلم)
یہاں تک کہ بغلوں کی سفیدی ظاہر ہوتی۔ روایت کیا اس کو بخاری اور مسلم نے۔

تشریح: یہاں عبداللہ کی دو نسبتیں ہیں عبداللہ کے والد کا نام مالک اور والدہ کا نام بحینہ ہے۔ یہی وجہ ہے عبداللہ بن مالک میں الف باقی نہیں رہتا کیونکہ یہ قاعدہ کے موافق ہے قاعدہ ہے کہ جب ابن کا لفظ علمین مذکرین کے درمیان واقع ہو تو الف ساقط ہو جاتا ہے۔ تلفظاً بھی اور کتابۃً بھی اور جب ابن کا لفظ جب مذکر و مؤنث کے درمیان واقع ہو تو رسم الخط میں الف باقی رہتا ہے جس طرح کہ یہاں موجود ہے ابن بحینہ میں۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آپ سجدہ اس طرح کرتے تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بغلوں کی سفیدی ظاہر ہوتی تھی؟

جواب: یہ احرام کی حالت پر محمول ہے۔

سوال: بغلوں میں سفیدی تو نہیں ہوتی بلکہ مٹیالا رنگ ہوتا ہے؟

جواب: یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ ہے تم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بغلوں کو اپنی بغلوں پر قیاس نہ کرو۔

وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَؓ قَالَ كَانَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ فِیْ سُجُوْدِهٖ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِیْ ذَنْبِیْ كُلَّهٗ
حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے سجدہ میں فرماتے اے اللہ میرے گناہ بخش دے
دِقَّهٗ وَجُلَّهٗ وَاَوَّلَهٗ وَاٰخِرَهٗ وَعَلَانِيَتَهٗ وَسِرَّهٗ. (صحیح مسلم)
سب چھوٹے بڑے پہلے اور پچھلے ظاہر اور پوشیدہ روایت کیا اس کو مسلم نے۔

تشریح: یہ دعا تعلیماً للامۃ ہے اور اظہار عبدیت کیلئے ہے ورنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تو معصوم ہیں۔

دقہ چھوٹے گناہ اور جلہ بڑے گناہ مطلب یہ ہے کہ یا اللہ ہر قسم کے گناہ معاف فرما۔ آمین

وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ فَقَدْتُّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْلَةً مِّنَ الْفِرَاشِ
حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہا کہ میں نے ایک رات نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بچھونے پر نہ پایا میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ڈھونڈا کہ
فَالْتَمَسْتُهٗ فَوَقَعَتْ يَدِیْ عَلٰى بَطْنِ قَدَمَيْهِ وَهُوَ فِی الْمَسْجِدِ وَهُمَا مَنْصُوْبَتَانِ وَهُوَيَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ
میرے ہاتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں تک جا پہنچے کہ آپ سجدہ کی حالت میں تھے اور دونوں پاؤں کھڑے تھے یا الٰہی تحقیق میں تیری رضا
اَعُوْذُ بِرِضَاكَ مِنْ سَخَطِكَ وَبِمُعَافَاتِكَ مِنْ عُقُوْبَتِكَ وَاَعُوْذُبِكَ مِنْكَ لَا اُحْصِیْ ثَنَاءً
مندی کے ساتھ پناہ مانگتا ہوں تیرے غضب سے اور تیری عافیت کے ساتھ تیرے عذاب سے اور پناہ مانگتا ہوں تیرے ساتھ تجھ سے تیری
عَلَيْكَ اَنْتَ كَمَا اَثْنَيْتَ عَلٰى نَفْسِكَ. (صحیح مسلم)
تعریف کو نہیں گن سکتا تو ویسا ہی ہے جیسے تو نے اپنی ذات کی تعریف کی۔ روایت کیا اس کو مسلم نے۔

تشریح: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مس المراۃ ناقض للوضو نہیں۔ اس کی تفصیل کتاب الطہارۃ میں گزر چکی ہے وہاں ملاحظہ فرمائیں۔

وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَقْرَبُ مَا يَكُوْنُ الْعَبْدُ مِنْ رَّبِّهٖ وَهُوَ
حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بندے کا اپنے رب کے زیادہ قریب ہونا سجدہ کی حالت میں ہوتا ہے
سَاجِدٌ فَاَكْثِرُوا الدُّعَاءَ. (صحیح مسلم)
پس دعا بہت کرو روایت کیا اس کو مسلم نے۔

تشریح: حاصل حدیث:۔ اس حدیث سے شوافع نے استدلال کیا کہ کثرت سجود طول قیام سے افضل ہے جب کہ احناف کے نزدیک طول قیام افضل ہے بنسبت کثرت سجود کے۔ احناف کی دلیل مشکوٰۃ ص ۷۶ ج ا پر ہے۔ افضل الصلوٰۃ طول القنوت (اوکما قال) نیز امام صاحب فرماتے ہیں کہ قیام مشتمل ہے قرأت قرآن پر اور سجدہ مشتمل ہے تسبیحات پر۔ ظاہر ہے کہ قرأت قرآن افضل ہے تسبیحات سے تو جو مشتمل علی الافضل ہے وہی افضل ہوگا۔ باقی شوافع کی دلیل یہی حدیث ابو ہریرہؓ ہے۔ جواب: سجدہ کا افضل ہونا حالت مخصوصہ کے اعتبار سے ہے۔ نمازی کی دو حیثیتیں ہیں۔ (۱) خلیفۃ اللہ ہونے کی (یعنی نیابت) (۲) عبد ہونے کی سجدہ کا افضل ہونا حالت عبدیت کے اعتبار سے ہے اور قیام کا افضل ہونا نیابت والی حالت کے اعتبار سے ہے کہ تلاوت کر رہا ہے تو حیثیات مختلف ہو گئیں۔ ایک حالت کے اعتبار سے سجدہ کا افضل ہونا اس سے یہ لازم تو نہیں آتا کہ سجدہ من کل الوجوہ افضل ہے جیسے اذان میں تاثیر یہ ہے کہ اس سے شیطان بھاگ جاتا ہے اور نماز میں اذکر کذا اذکر کذا۔ اب

اس سے یہ لازم تو نہیں آتا کہ اذان نماز سے افضل ہے۔اس کی تفصیل مع اختلاف و دلائل کے ماقبل میں گزر چکے ہیں۔

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا قَرَأَ ابْنُ اٰدَمَ السَّجْدَةَ فَسَجَدَ اعْتَزَلَ الشَّيْطَانُ يَبْكِيْ

حضرت اسی ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس وقت آدم کا بیٹا سجدہ کی آیت پڑھتا ہے پھر سجدہ کرتا ہے تو شیطان ایک طرف ہو جاتا ہے

يَقُوْلُ يَا وَيْلَتٰى اُمِرَ ابْنُ اٰدَمَ بِالسُّجُوْدِ فَسَجَدَ فَلَهُ الْجَنَّةُ وَاُمِرْتُ بِالسُّجُوْدِ فَاَبَيْتُ فَلِيَ النَّارُ. (صحيح مسلم)

اور کہتا ہے ہائے افسوس کہ ابن آدم کو سجدے کا حکم کیا گیا پس اس کیلئے جنت ہے اور مجھے سجدہ کا حکم کیا گیا میں نے نافرمانی کی میرے لئے آگ ہے روایت کیا اس کو مسلم نے۔

تشریح: حاصل حدیث:۔سجدہ تلاوت کی فضیلت کا بیان کہ اس وقت سے شیطان روتا ہوا بھاگ جاتا ہے اور کہتا ہے کہ اس کو اللہ نے سجدہ کا حکم دیا اس نے سجدہ کیا اس کے لیے تو جنت ہے اور میں نے سجدہ کا انکار کیا تھا میرے لیے جہنم ہے۔ جب سجدہ تلاوت کا یہ حال ہے تو سجدہ صلوٰۃ کا کیا حال ہوگا؟ اس لئے کہ سجدہ صلوٰۃ افضل ہے۔وہ سجدہ صلوٰتیہ تو فرض ہے اور سجدہ تلاوت عندالاحناف واجب اور باقی آئمہ کے نزدیک سنت ہے۔

وَعَنْ رَبِيْعَةَ بْنِ كَعْبٍؓ قَالَ كُنْتُ اَبِيْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَتَيْتُهُ بِوَضُوْئِهٖ وَحَاجَتِهٖ

حضرت ربیعہؓ بن کعب سے روایت ہے کہا کہ میں رات گزارتا تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ پس لاتا میں حضرت کے پاس وضو کا پانی

فَقَالَ لِيْ سَلْ فَقُلْتُ اَسْاَلُكَ مُرَافَقَتَكَ فِي الْجَنَّةِ قَالَ اَوْ غَيْرَ ذٰلِكَ قُلْتُ هُوَ ذَاكَ قَالَ فَاَعِنِّيْ

اور حاجت کا پس مجھ کو فرمایا مانگ پس میں نے کہا مانگتا ہوں بہشت میں آپ کی رفاقت یا اس کے سوا میں نے کہا میرا وہی مطلب ہے جو میں نے

عَلٰى نَفْسِكَ بِكَثْرَةِ السُّجُوْدِ. (صحيح مسلم)

عرض کیا۔فرمایا میری مدد کر اپنی ذات پر بہت سجدے کرنے کے ساتھ۔روایت کیا اس کو مسلم نے۔

تشریح: حاصل حدیث:۔حضرت ربیعہ بن کعبؓ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ میں نے رات گزاری تو میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پانی اور دوسری اشیاء مثلاً مسواک وغیرہ لایا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مانگ کیا مانگتا ہے؟ میں نے کہا جنت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت چاہتا ہوں اس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا!

او غیر ذالک. اس کو دو طرح ضبط کیا گیا ہے(۱) واؤ بالسکون' (۲) بالفتح اور لفظ غیر مرفوع ہوگا یا منصوب۔اب کل چار صورتیں ہیں:

(۱) واؤ ساکن ہو اور لفظ غیر مرفوع ہو۔اب تقدیری عبارت یوں ہوگی۔اَمَسْئُولُکَ هٰذَا اَوْمَسْئُولُکَ غَيْرُ ذَالِکَ. کیا تیرا مطلوب یہی ہے یا تیرا مطلوب اس کے ماسوا ہے۔(۲) واؤ ساکن ہو اور لفظ غیر منصوب ہو۔تقدیری عبارت: اَتَسْاَلُ هٰذا اَوْ تَسْاَلُ غَيْرَ ذالک.

(۳) واؤ مفتوح اور لفظ غیر مرفوع ہو۔تقدیری عبارت اَمَسْئُولُکَ هٰذا وَ غَيْرُ ذَالِکَ اَنْسَبُ. مرفوع بنا پر مبتداء ہوگا۔

(۴) واؤ مفتوح اور لفظ غیر منصوب ہو۔تقدیری عبارت اَتَسْاَلُ هٰذا وتترک غيرَ ذَالِکَ.

الغرض بہر تقدیر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصود یہ تھا کہ تم ذرا غور و فکر کر لو مسئلہ بڑا اہم ہے۔انہوں نے عرض کیا غور و فکر کر لیا ہے بس مجھے تو جنت میں آپ کی رفاقت چاہیے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کثرت سجود کیا کرو یعنی نماز زیادہ پڑھا کرو۔تو پس معلوم ہوا کہ کثرت سجود آپ کی رفاقت فی الجنۃ کا ذریعہ ہے۔

وَعَنْ مَعْدَانَ بْنِ طَلْحَةَؓ قَالَ لَقِيْتُ ثَوْبَانَ مَوْلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ اَخْبِرْنِيْ

حضرت معدان بن طلحہؓ سے روایت ہے کہا کہ میں نے ثوبان سے ملاقات کی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا آزاد غلام تھا پس میں نے کہا مجھ کو خبر دو ایسے عمل

بِعَمَلٍ اَعْمَلُهُ يُدْخِلُنِيَ اللّٰهُ بِهِ الْجَنَّةَ فَسَكَتَ ثُمَّ سَاَلْتُهُ فَسَكَتَ ثُمَّ سَاَلْتُهُ الثَّالِثَةَ فَقَالَ سَاَلْتُ عَنْ

کے ساتھ کہ میں اس کو کروں تا کہ اللہ تعالیٰ اس کے سبب سے جنت میں داخل کردے پس چپ رہا پھر میں نے اس کو پوچھا پس چپ رہا پھر میں نے تیسری

ذَالِکَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ عَلَيْكَ بِكَثْرَةِ السُّجُوْدِ لِلّٰهِ فَاِنَّكَ لَا تَسْجُدُ لِلّٰهِ

بار پوچھا پس کہا میں نے یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا تھا پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لازم کر اپنے اوپر بہت سجدے کرنے واسطے خدا کے تو

سَجْدَةً اِلَّا رَفَعَكَ اللّٰهُ بِهَا دَرَجَةً وَّحَطَّ عَنْكَ بِهَا خَطِيْئَةً قَالَ مَعْدَانُ ثُمَّ لَقِيْتُ اَبَا الدَّرْدَاءِ

اللہ کیلئے نہیں سجدہ کرے گا کوئی سجدہ کرتا مگر بلند کرے گا تجھ کو اللہ بسبب اس کے باعتبار درجہ کے اور تجھ سے گناہ کو اس کے سبب سے دور کرے گا۔ معدان نے

فَسَاَلْتُهُ فَقَالَ لِيْ مِثْلَ مَا قَالَ لِيْ ثَوْبَانُ. (صحیح مسلم)

کہا پھر ملاقات کی میں ابودرداءؓ سے پس ان سے میں نے پوچھا پس کہا میرے لئے مانند اس کے جو مجھ کو ثوبانؓ نے کہا۔ روایت کیا اس کو مسلم نے۔

تشریح: حاصل حدیث:۔ حضرت معدان بن طلحہؓ نے حضرت ثوبان جو کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام ہیں سے ایسے عمل کا سوال کیا جس کے ذریعہ اللہ جنت میں داخل کردیں تو حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تیسری مرتبہ سوال کے بعد جواب دیا: علیک بکثرۃ السجود للّٰہ.

سوال: اولاً سوال کا جواب کیوں نہ دیا؟ جواب: امتحان لینا چاہتے تھے کہ طلب کامل اور رغبت کاملہ ہے یا نہیں یا پھر استحضار مقصود تھا۔ جب تیسری مرتبہ سوال کیا تو معلوم ہوگیا کہ رغبت کاملہ ہے اور طلب بھی کامل ہے اس لیے بتلا دیا۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ

عَنْ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ قَالَ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا سَجَدَ وَضَعَ رُكْبَتَيْهِ قَبْلَ يَدَيْهِ

حضرت وائل بن حجرؓ سے روایت ہے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا جس وقت سجدہ کرنے کا ارادہ کرتے تو اپنے گھٹنے اپنے ہاتھوں سے پہلے

وَاِذَا نَهَضَ رَفَعَ يَدَيْهِ قَبْلَ رُكْبَتَيْهِ. (رواہ ابوداؤد و النسائی و ابن ماجۃ و الدارمی)

رکھتے اور جس وقت اٹھنے کا ارادہ کرتے تو اٹھاتے اپنے دونوں ہاتھوں کو اپنے گھٹنوں سے پہلے روایت کیا اس کو ابوداؤد ترمذی نسائی اور ابن ماجہ اور دارمی نے۔

وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا سَجَدَ اَحَدُكُمْ فَلَا يَبْرُكْ كَمَا

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس وقت ایک تمہارا سجدہ کرے پس نہ بیٹھے اونٹ

يَبْرُكُ الْبَعِيْرُ وَلْيَضَعْ يَدَيْهِ قَبْلَ رُكْبَتَيْهِ رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ وَ النَّسَائِيُّ وَالدَّارِمِيُّ قَالَ اَبُوْ سُلَيْمَانَ

جیسا بیٹھنا اور چاہئے کہ رکھے اپنے ہاتھوں کو زانوؤں سے پہلے۔ روایت کیا ابو داؤد اور نسائی اور دارمی نے ابو سلیمان

الْخَطَّابِيُّ حَدِيْثُ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ اَثْبَتُ مِنْ هٰذَا وَقِيْلَ هٰذَا مَنْسُوْخٌ.

خطابی نے کہا کہ وائل بن حجر کی حدیث بہت ثابت ہے اس حدیث سے اور اس حدیث کو منسوخ کیا گیا ہے۔

تشریح: مسئلہ: سجدہ کو جاتے ہوئے کون سے عضو کو زمین پر پہلے رکھنا چاہیے گھٹنے پہلے یا ہاتھ پہلے رکھنے چاہئیں۔ اس میں اختلاف ہے۔ حنابلہ اور شوافع کے نزدیک رکبتین پہلے اور ہاتھ بعد میں رکھنے چاہئیں اور مالکیہ کے نزدیک رکبتین بعد میں اور یدین پہلے رکھنے چاہئیں۔ دلائل:۔ جمہور کی دلیل حدیث وائل بن حجرؓ جو کہ پانچ کتابوں کے حوالے سے یہاں مشکوٰۃ ص ۸۴ ج ۱ میں مذکور ہے۔ رأیت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم اذا سجد وضع رکبتیہ قبل یدیہ.

اور مالکیہ کی دلیل یہی حدیث ابوہریرۃ۔ حدیث نھی عن البروک. مالکیہ کا استدلال سمجھنے سے پہلے ایک سوال ہے کہ۔

اس حدیث نہی عن البروک کا پہلا حصہ اور اخیری حصہ آپس میں متناقض ہے۔ اونٹ جب بیٹھتا ہے تو پہلے اگلے پیروں کو زمین پر ٹیکتا ہے اور پچھلے پاؤں کو بعد میں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم اونٹ کی طرح نہ بیٹھو یعنی سجدہ میں جاتے ہوئے ہاتھوں کو پہلے نہ رکھو اور اگلے جملے میں فرمایا کہ ہاتھوں کو پہلے رکھو تو جو منھی عنہ ہے وہی بعینہ مامور بہ ہے تو صدر حدیث اور عجز حدیث میں تعارض ہو گیا۔

رفع تعارض کے دو جواب ہیں۔ جواب-۱: کہا جاتا ہے کہ جانوروں کے جو گھٹنے ہوتے ہیں وہ اگلے پیروں میں ہوتے ہیں (اگلے پیروں کو یدان سمجھا جاتا ہے) اب معنی یہ ہوگا کہ اونٹ بیٹھتے وقت گھٹنوں کو پہلے رکھتا ہے تم اونٹوں کی طرح نہ بیٹھو یعنی گھٹنوں کو پہلے نہ رکھو بلکہ ہاتھ پہلے رکھو اور گھٹنے بعد میں رکھو۔ لہٰذا حدیث میں کوئی تعارض نہیں۔

جواب-۲: یہاں حدیث میں قلب ہے اخیری جملے میں۔ دراصل **ولیضع رکبتیه قبل یدیه** ہے۔ راوی نے چونکہ قلب کر دیا اس لیے تعارض پیدا ہو گیا۔ (لیکن یہ جواب مالکیہ کے استدلال کے مطابق نہ ہوگا) مالکیہ کا استدلال۔ حدیث میں آیا "**ولیضع یدیه قبل رکبتیه**" معلوم ہوا کہ یدین کا وضع پہلے اور رکبتین کا بعد میں ہے۔ اس حدیث (ابو ہریرہ) کے مختلف جوابات دیئے گئے ہیں۔

جواب-۱: اس حدیث ابو ہریرہ حدیث نہی عن البروک کے مقابلے میں حدیث وائل کو اثبت قرار دیا گیا ہے۔ لہٰذا اس کے مقابلے میں حدیث نہی عن البروک غیر اثبت ہونے کی وجہ سے مرجوح ہے۔ لہٰذا یہ حدیث قابل استدلال نہیں۔

جواب-۲: حدیث نہی عن البروک بظاہر متناقض فی نفسہ ہونے کی وجہ سے قابل استدلال نہیں (قطع نظر کرتے ہوئے جواب سے)

جواب-۳: حدیث نہی عن البروک کے متن میں قلب کا احتمال ہے۔ اس وجہ سے قابل استدلال نہیں۔ مقلوب المتن کی صورت میں تو یہ جمہور کی دلیل کے موافق ہوگی۔ یہ محض احتمال ہی نہیں بلکہ ابن قیم نے (اپنی کتاب زاد المعاد میں) اس پر تصریح کر دی اور جزم کر دیا ہے کہ یہ مقلوب المتن ہے۔ جواب-۴: حدیث نہی عن البروک کے مقابلے میں حدیث وائل بن حجرؓ اصح سنداً ہے۔ لہٰذا یہ حدیث غیر اصح بحسب السند ہونے کی وجہ سے قابل استدلال نہیں۔ (وجوہ غیر اصح) جواب-۵: حدیث نہی عن البروک میں محمد بن عبداللہ نامی راوی کے متکلم فیہ ہونے کی وجہ سے قابل استدلال نہیں۔ جواب-۶: یہ حدیث نہی عن البروک سنداً منقطع ہونے کی وجہ سے قابل استدلال نہیں۔ منقطع اس لیے کہ اس میں محمد بن عبداللہ روایت کر رہے ہیں ابو زناد نامی راوی سے جن سے ان کا سماع ثابت نہیں۔

جواب-۷: یہ حدیث نہی عن البروک...... حدیث وائل بن حجر کے مقابلے میں قابل استدلال نہیں۔ اکابر صحابہؓ کے عمل کے موافق نہ ہونے کی وجہ سے مثلاً حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہی عمل تھا کہ گھٹنے پہلے اور یدان بعد میں رکھتے تھے۔

جواب-۸: یہ حدیث ابو ہریرہؓ حدیث نہی عن البروک متناً مضطرب ہونے کی وجہ سے بھی قابل استدلال نہیں۔ بعض یوں نقل کر رہے ہیں: **ولیضع رکبتیه قبل یدیه** اور بعض اس کا عکس **ولیضع یدیه قبل رکبتیه** اور بعض **ولیضع یدیه علی رکبتیه** نقل کر رہے ہیں۔ اضطراب تو قادح للاستدلال ہوتا ہے لہٰذا اس سے کیسے استدلال کیا جا سکتا ہے۔

جواب-۹: حدیث نہی عن البروک حدیث وائلؓ کے مقابلے میں مخالف قیاس ہونے کی وجہ سے بھی قابل استدلال نہیں۔ قیاس یہ ہے۔ اس پر اجماع ہے کہ سجدہ کو جاتے ہوئے جبھہ اور یدین میں سے پہلے یدین کو زمین پر رکھا جائے گا بعد میں جبھہ کو اور اس پر بھی اجماع ہے کہ سر اٹھاتے وقت پہلے جبھہ کو اٹھایا جائے گا بعد میں یدین کو تو اس سے ایک اصول معلوم ہوا کہ جو عضو وضع کے اندر مؤخر ہوگا وہ رفع میں مقدم ہوگا اور جو عضو وضع میں مقدم ہو وہ رفع میں مؤخر ہوگا اور اس پر اجماع ہے کہ رفع میں رکبتین مؤخر ہیں یدین سے تو اصول کا مقتضی بھی یہی ہے کہ وضع میں رکبتین کو مقدم ہونا چاہیے اور یدین کو مؤخر ہونا چاہیے اور ظاہر ہے کہ اس اصول کے مطابق حدیث وائلؓ ہے نہ کہ حدیث ابو ہریرہؓ ہے۔

جواب-۱۰: یہ حدیث نہی عن البروک منسوخ ہے اور اس کے لیے ناسخ حدیث سعد بن ابی وقاصؓ ہے جو کہ دوسری کتابوں میں مذکور ہے۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں حکم دیا کہ سجدہ میں جاتے ہوئے پہلے گھٹنے رکھیں اور بعد میں ہاتھوں کو رکھیں (اگرچہ وہ حکم پہلے تھا) اس حدیث نہی عن البروک کیلئے ناسخ حدیث وائل بن حجرؓ کو نہیں بنا سکتے کیونکہ اس پر فریق مخالف اعتراض کر دے گا کہ ہماری حدیث

قولی ہے اور آپ کی فعلی ہے۔ لہٰذا قولی کو فعلی پر ترجیح ہوگی۔ (اور حدیث سعد بن ابی وقاصؓ یہ قولی ہے تو قولی قولی کیلئے ناسخ ہوسکتی ہے)

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ بَيْنَ السَّجْدَتَيْنِ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِي

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم دونوں سجدوں کے درمیان کہتے تھے یا الٰہی مجھ کو بخش اور مجھ پر رحم کر اور مجھ کو ہدایت کر

وَارْحَمْنِي وَاهْدِنِي وَعَافِنِي وَارْزُقْنِي. (رواه ابوداؤد والترمذی)

اور مجھ کو عافیت سے رکھ اور مجھ کو روزی دے روایت کیا اس کو ابوداؤد اور ترمذی نے۔

وَعَنْ حُذَيْفَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُوْلُ بَيْنَ السَّجْدَتَيْنِ رَبِّ اغْفِرْلِي. (رواه النسائی والدارمی)

حضرت حذیفہؓ سے روایت ہے تحقیق نبی صلی اللہ علیہ وسلم کہتے تھے دونوں سجدوں کے درمیان اے میرے رب بخش مجھ کو۔ روایت کیا اس کو نسائی اور دارمی نے۔

تشریح: اس روایت کو ابن ماجہ نے بھی نقل کیا ہے مگر ان کی روایات میں یہ دعائیہ کلمات تین مرتبہ مذکور ہیں یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم دونوں سجدوں کے درمیان یہ دعا تین مرتبہ پڑھتے تھے۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ

عَنْ عَبْدِا لرَّحْمٰنِ بْنِ شِبْلٍ قَالَ نَهٰى رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ نَّقْرَةِ الْغُرَابِ وَافْتِرَاشِ

حضرت عبدالرحمٰن بن شبلؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع کیا کوے کی طرح ٹھونگ مارنے سے

السَّبُعِ وَاَنْ يُّوَطِّنَ الرَّجُلُ الْمَكَانَ فِي الْمَسْجِدِ كَمَا يُوَطِّنُ الْبَعِيْرُ. (رواه ابوداؤد والنسائی و الدارمی)

اور درندے کے بچھانے کی طرح اور مسجد میں آدمی کے جگہ مقرر کرنے سے جیسا کہ اونٹ مقرر کرتا ہے۔ روایت کیا اس کو ابوداؤد و نسائی اور دارمی نے۔

تشریح: حاصل حدیث:۔ تین باتوں سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا: (۱) نقرة الغراب فی السجدة (۲) افتراش السبع (۳) آدمی اس طرح جگہ کی تعین کرے جیسے اونٹ اپنی جگہ کی تعین کرتا ہے۔ مطلق مسجد میں جگہ کا تعین کرنا ممنوع نہیں بلکہ وہ ممنوع ہے جو اونٹ کے بیٹھنے کی طرح ہو کہ اونٹ کی عادت یہ ہے کہ جہاں بیٹھتا ہے اس جگہ دوسرے کو نہیں آنے دیتا۔

وَعَنْ عَلِيٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا عَلِيُّ اِنِّي اُحِبُّ لَكَ مَا اُحِبُّ لِنَفْسِي

حضرت علیؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے علیؓ میں تیرے لئے دوست رکھتا ہوں وہ چیز جو اپنے لئے دوست رکھتا ہوں

وَاَكْرَهُ لَكَ مَا اَكْرَهُ لِنَفْسِي لَا تُقْعِ بَيْنَ السَّجْدَتَيْنِ. (رواه الترمذی)

اور مکروہ رکھتا ہوں تیرے لئے وہ جو اپنے لئے مکروہ رکھتا ہوں۔ نہ قعا کر دو سجدوں کے درمیان۔ روایت کیا اس کو مسلم نے

تشریح: اقعاء کی تحقیق۔ اقعاء کا مطلب یہ ہے کہ اس طرح بیٹھا جائے کہ کولہے زمین پر لگے ہوئے ہوں اور رانیں اور پنڈلیاں کھڑی ہوں اور ہاتھ زمین پر رکھے ہوں جس طرح کتا زمین پر بیٹھتا ہے۔ اقعاء کے صحیح معنی تو یہی ہیں البتہ بعض حضرات نے اس کا مطلب یہ کہا ہے کہ دونوں سجدوں کے درمیان پیر کے پنجوں کو کھڑا کر کے ایڑیوں پر بیٹھا جائے۔ ان کے علاوہ علماء نے اور بھی کئی معنی لکھے ہیں۔ بہر حال اقعاء کی جو بھی شکل اختیار کی جائے۔ دونوں سجدوں کے درمیان اسے اختیار کرنا متفقہ طور پر تمام علماء کے نزدیک مکروہ ہے۔

وَعَنْ طَلْقِ بْنِ عَلِيِّ الْحَنَفِيِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَنْظُرُ اللهُ عَزَّوَ جَلَّ اِلٰى

حضرت طلق بن علی حنفیؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں دیکھتا اللہ عزوجل اس بندے کی

صَلاۃِ عَبۡدٍ لَا یُقِیۡمُ فِیۡهَا صُلۡبَهٗ بَیۡنَ خُشُوۡعِهَا وَسُجُوۡدِهَا. (رواہ احمد بن حنبل)

نماز کی طرف جو اپنی پیٹھ کو سیدھا نہیں کرتا رکوع اور سجدے کے وقت۔ روایت کیا اس کو احمد نے۔

تشریح: حاصل حدیث:۔ یہ زجر علی وجہ المبالغہ پر محمول ہے۔ لایقیم فیھا۔ یعنی رکوع سے سیدھا کھڑا ہونے سے پہلے سیدھا سجدہ میں چلے جانا اور ایک سجدہ سے اٹھ کر بدوں جلسہ کے دوسرے سجدہ میں چلے جانا۔ اس سے اللہ اس کو نظر رحمت سے نہیں دیکھیں گے۔ واللہ اعلم بالصواب

وَعَنۡ نَافِعٍ اَنَّ ابۡنَ عُمَرَ کَانَ یَقُوۡلُ مَنۡ وَضَعَ جَبۡهَتَهٗ بِالۡاَرۡضِ فَلۡیَضَعۡ کَفَّیۡهِ عَلَی الَّذِیۡ وَضَعَ عَلَیۡهِ

حضرت نافعؒ سے روایت ہے کہ ابن عمر کہتے تھے جو شخص اپنی پیشانی زمین پر رکھے پس چاہئے کہ اپنے دونوں ہاتھ بھی اسی جگہ پر رکھے کہ اس پر اپنی پیشانی رکھی ہے

جَبۡهَتَهٗ ثُمَّ اِذَا رَفَعَ فَیَرۡفَعۡهُمَا فَاِنَّ الۡیَدَیۡنِ تَسۡجُدَانِ کَمَا یَسۡجُدُ الۡوَجۡهُ. (رواہ امام مالک)

پھر جس وقت اٹھے پس اپنے دونوں ہاتھوں کو اٹھائے اس لئے کہ سجدہ کرتے ہیں دونوں ہاتھ بھی جس طرح سجدہ کرتا ہے منہ۔ روایت کیا اس کو مالک نے۔

تشریح: سجدہ میں دونوں ہاتھ کہاں رکھے جائیں۔ اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ سجدہ میں دونوں ہاتھوں کو پیشانی کے برابر رکھا جائے چنانچہ حنفیہ کا مختار مسلک بھی یہ ہے شوافع کا مختار مسلک یہ ہے کہ سجدہ میں دونوں ہاتھ مونڈھوں کے برابر رکھے جائیں۔ حدیث کے الفاظ فلیضع کفیہ علی الذی الخ کا مطلب صحیح طور پر تو یہی ہے کہ دونوں ہاتھ پیشانی کے برابر رکھے جائیں لیکن اس کے یہ معنی بھی مراد لئے جاسکتے ہیں کہ دونوں ہاتھوں کو بھی زمین پر اسی طرح رکھے جس طرح پیشانی رکھی ہے۔ یعنی قبلہ رخ رکھے۔ واللہ اعلم۔

باب التشهد

تشہد کا بیان

اَلۡفَصۡلُ الۡاَوَّلُ

عَنِ ابۡنِ عُمَرَؓ قَالَ کَانَ رَسُوۡلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیۡهِ وَسَلَّمَ اِذَا قَعَدَ فِی التَّشَهُّدِ وَضَعَ یَدَهُ الۡیُسۡرٰی

حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس وقت بیٹھتے تھے تشہد میں بایاں ہاتھ بائیں گھٹنے پر

عَلٰی رُکۡبَتِهِ الۡیُسۡرٰی وَوَضَعَ یَدَهُ الۡیُمۡنٰی عَلٰی رُکۡبَتِهِ الۡیُمۡنٰی وَعَقَدَ ثَلٰثَةً وَّخَمۡسِیۡنَ وَاَشَارَ بِالسَّبَّابَةِ

رکھتے اور داہنا ہاتھ دائیں گھٹنے پر اور اپنے ہاتھ کو بند کرتے ترپن کی گنتی پر اور شہادت کی انگلی سے اشارہ کرتے اور ایک

وَفِیۡ رِوَایَةٍ کَانَ اِذَا جَلَسَ فِی الصَّلٰوةِ وَضَعَ یَدَیۡهِ عَلٰی رُکۡبَتَیۡهِ وَرَفَعَ اِصۡبَعَهُ الۡیُمۡنَی الَّتِیۡ تَلِی

روایت میں یوں ہے جس وقت بیٹھتے تھے نماز میں تو اپنے گھٹنوں پر اپنے ہاتھ رکھتے اور اپنی داہنی انگلی

الۡاِبۡهَامَ یَدۡعُوۡ بِهَا وَیَدَهُ الۡیُسۡرٰی عَلٰی رُکۡبَتِهٖ بَاسِطُهَا عَلَیۡهَا. (صحیح مسلم)

جو انگوٹھے کے ساتھ ہے اٹھاتے اس کے ساتھ دعا مانگتے اور بایاں ہاتھ بائیں زانو پر کھلا رکھتے۔ روایت کیا اس کو مسلم نے۔

تشریح: التشہد سے مراد التحیات پڑھنا۔ تشہد اس خاص ذکر کو کہتے ہیں جو نماز کے بعد قعدتین کے اندر پڑھا جاتا ہے اس کو تشہد اس لئے کہتے ہیں کہ یہ شہادتین پر مشتمل ہوتا ہے۔

مسئلہ-۱: تشہد کی حیثیت کیا ہے؟ احناف کے دو قول ہیں: قول نمبر (۱) پہلا التحیات سنت ہے اور دوسرا واجب ہے۔ قول نمبر (۲) دونوں واجب ہیں۔ الراجح ھو الثانی قول اول کی تاویل کہ سنت سے مراد یہ ہے کہ اس کا وجوب سنت سے ثابت ہے۔ شوافع کا پہلا قول یہ ہے کہ پہلا التحیات سنت، دوسرا واجب ہے جبکہ مالکیہ کے نزدیک دونوں واجب ہیں اور حنابلہ کے نزدیک دونوں سنت ہیں۔ شوافع کا دوسرا قول، دونوں فرض ہیں۔

مسئلہ-۲: اس حدیث میں آیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم التحیات کے اندر اپنا دایاں ہاتھ دائیں گھٹنے پر اور بایاں ہاتھ بائیں گھٹنے پر رکھتے اور ۵۳ کا عدد بناتے اور سبابہ سے اشارہ کرتے۔ عقد کی کیفیت یہ ہے کہ خنصر بنصر وسطی کو بند کر کے سبابہ اور ابہام کا حلقہ بنا دیا جائے تو یہ ۵۳ کی شکل بن جاتی ہے اور ایک دوسری صورت فصل ثانی کی پہلی روایت میں مذکور ہے۔ خنصر بنصر کو بند کر کے وسطی اور ابہام کا حلقہ بنا دیا جائے اور سبابہ کو چھوڑ دیا جائے۔ اشارہ کے لیے احناف کے نزدیک یہی دوسری صورت راجح ہے۔

مسئلہ-۳: یہ کیفیت عقد ابتدائے التحیات سے ہے یا وقت الاشارۃ؟ تو راجح قول یہ ہے کہ یہ وقت الاشارہ ہے ابتداء میں نہیں۔ باقی رہی یہ بات محل اشارہ کیا ہے؟ وہ یہ ہے کہ لا اِلٰہ پر حلقہ بنائے اور اِلاَّ اللّٰہ پر چھوڑ دے۔

مسئلہ-۴: اس کی کیفیت کو "استصحاب حال کی بناء پر" باقی رکھنا ہے یا ختم کرنا ہے؟ تو احناف کے نزدیک اخیر تک اس کو باقی رکھے استصحاب حال کی وجہ سے بلکہ بعض احادیث میں اس کی دلالت بھی ہے کہ اس کیفیت کو باقی رکھے۔ چنانچہ حاشیہ نصیریہ میں حدیث بمع سند کے مذکور ہے۔

مسئلہ-۵: کہ یمیناً شمالاً حرکت ہے یا نہیں؟ احناف کے نزدیک صرف اشارہ الی الفوق ہے۔ یمیناً شمالاً کوئی حرکت نہیں۔ باقی جن احادیث میں یحرکہا کا لفظ آیا ہے۔ ان سے مراد یہی ہے فوق تحت حرکت مراد ہے یہی اشارہ مراد ہے اور لا یحرکہا سے مراد ای بقاءً ودواماً یمیناً وشمالاً۔

مسئلہ-۶: اس اشارہ میں حکمت کیا ہے؟ جواب: شاید حکمت یہ ہو کہ اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام التحیات میں اکٹھا آیا تو اس سے شرک کا وہم ہو سکتا تھا تو اس لیے شہادت توحید کے وقت اشارہ کا حکم کر دیا۔

سوال: اشار بالسبابۃ۔ سبابہ کے ساتھ تو تعبیر کرنا درست نہیں اس لیے کہ اس کے ذریعے توحید کا اشارہ کیا جا رہا ہے تو صحابی نے کیسے تعبیر کر دیا؟ جواب: اس لیے علامہ طیبی نے یہ کہا ہے سبابہ بمعنی قاطعہ کے ہے چونکہ اس کے ذریعہ اشارہ کر کے شیطان کی طمع جو شرک والی تھی اس کو کاٹ دیا اس لیے اس کو سبابہ سے تعبیر کر دیا۔

مسئلہ-۷: اشارہ بالمسبحۃ کی حیثیت کیا ہے؟ متقدمین احناف کے نزدیک اشارہ بالمسبحۃ سنت ہے۔ البتہ متاخرین حنفیہ کے نزدیک مکروہ ہے۔ انہوں نے اس کا انکار کیا ہے حتیٰ کہ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ بھی اس کے منکر ہیں لیکن یہ انکار تفرد ہے اور کسی کا تفرد ان کی عظمت کے منافی نہیں۔ وجہ انکار کی یہ ہے کہ ان احادیث اشارہ میں اضطراب ہے اور یہ متیقن نہیں ہے۔ جواب: نفس اشارہ میں تو اضطراب نہیں، کیفیت میں اضطراب ہے۔ مزید تفصیل کے لیے رسائل (مولانا اصغر حسین صاحب کا رسالہ عقد الانامل میں دیکھیں)

وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ الزُّبَيْرِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا قَعَدَ يَدْعُوْا
حضرت عبداللہ بن زبیرؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے جس وقت بیٹھتے
وَضَعَ يَدَهُ الْيُمْنٰى عَلٰى فَخِذِهِ الْيُمْنٰى وَيَدَهُ الْيُسْرٰى عَلٰى فَخِذِهِ الْيُسْرٰى وَاَشَارَ بِاِصْبَعِهِ السَّبَّابَةِ
اپنا داہنا ہاتھ ران پر رکھتے اور بایاں ہاتھ بائیں ران پر اور اشارہ کرتے شہادت انگلی کے ساتھ
وَوَضَعَ اِبْهَامَهُ عَلٰى اِصْبَعِهِ الْوُسْطٰى وَيُلْقِمُ كَفَّهُ الْيُسْرٰى رُكْبَتَهُ. (صحیح مسلم)
اور اپنا انگوٹھا رکھتے بیچ کی انگلی پر اور پکڑے اپنے بائیں ہاتھ سے اپنا گھٹنا۔ روایت کیا اس کو مسلم نے۔

تشریح: اس حدیث میں التحیات کو دعا سے تعبیر کیا گیا۔اس سے مراد دعائے ثناء ہے۔

ویلقم کفه ایسری الخ سوال: اس حدیث میں اور پہلی حدیث میں تعارض ہوگیا۔پہلی حدیث میں آیا کہ گھٹنوں کے اوپر ہاتھ رکھتے تھے اور یہاں آیا کہ ہاتھ اس طرح رکھتے کہ گھٹنوں کو لقمہ بنالیتے یعنی گھٹنے کو ہاتھوں سے پکڑا ہوا ہوتا تھا۔

جواب: (۱) بصورت ترجیح۔پہلی حدیث سنداً زیادہ راجح ہے لہٰذا وہ راجح اور دوسری مرجوح ہے۔

جواب: (۲) بصورت تطبیق انگلیاں گھٹنوں کے محاذات میں ہوتی تھیں لیکن راوی نے قرب کی وجہ سے ایسے تعبیر کردیا یلقم کفه الخ۔

جواب: (۳) یا یہ محمول ہے احیاناً پر اور آپ نے دونوں طرح کیا۔بیان جواز کے لیے فقط۔

وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍؓ قَالَ كُنَّا اِذَا صَلَّيْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُلْنَا السَّلَامُ عَلَى اللّٰهِ
عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہا جس وقت ہم نماز پڑھتے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کہتے ہم سلام ہے
قَبْلَ عِبَادِهٖ اَلسَّلَامُ عَلٰى جِبْرَئِيْلَ اَلسَّلَامُ عَلٰى مِيْكَآئِيْلَ اَلسَّلَامُ عَلٰى فُلَانٍ فَلَمَّا انْصَرَفَ النَّبِيُّ
اللہ پر اس کے بندوں پر سلام بھیجنے سے پہلے اور جبرئیل پر سلام ہے اور میکائیل پر فلانے پر سلام ہے پس جبکہ پھرے نبی صلی اللہ علیہ وسلم
صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَقْبَلَ عَلَيْنَا بِوَجْهِهٖ قَالَ لَا تَقُوْلُوا السَّلَامُ عَلَى اللّٰهِ فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ السَّلَامُ فَاِذَا
اپنے چہرے کے ساتھ متوجہ ہوئے فرمایا اللہ پر سلام نہ کہو اس لئے کہ اللہ خود سلام ہے پس جب تم میں سے کوئی نماز میں بیٹھے
جَلَسَ اَحَدُكُمْ فِي الصَّلٰوةِ فَلْيَقُلْ اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ وَالصَّلَوَاتُ وَالطَّيِّبٰتُ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ
پس چاہئے کہ کہے بندگی منہ سے کہنے کی واسطے اللہ کے ہے اور بندگی بدن کی اور مال کی بندگی بھی اللہ ہی کیلئے ہے تم پر سلامتی ہے اے نبی
وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصّٰلِحِيْنَ فَاِنَّهٗ اِذَا قَالَ ذٰلِكَ اَصَابَ كُلَّ
اور اللہ کی رحمت اور اس کی برکتیں سلام ہم پر اور اللہ کے نیک بندوں پر پس تحقیق جب نمازی یہ دعا کہتا ہے تو اس کی برکت ہر
عَبْدٍ صَالِحٍ فِي السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ ثُمَّ
نیک بندے کو پہنچتی ہے جو آسمانوں میں ہے اور زمین میں ۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود قابل بندگی نہیں اور میں
لِيَتَخَيَّرْ مِنَ الدُّعَآءِ اَعْجَبَهٗ اِلَيْهِ فَيَدْعُوْهُ. (صحيح البخاری و صحيح مسلم)
گواہی دیتا ہوں محمد صلی اللہ علیہ وسلم اسکے بندے اور رسول ہیں پھر چاہئے کہ جو دعا اس کو خوش لگے پڑھے پس دعا مانگے اللہ سے۔

تشریح: حدیث کے ابتدائی حصہ میں یہ بات مذکور ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود فرماتے ہیں کہ جب ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھتے تو ان کلمات کے ساتھ التحیات پڑھتے۔السلام علیٰ اللہ قبل عبادہ السلام علی جبرئیل السلام علیٰ میکائیل السلام علی فلان الخ۔تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے منع کر دیا کہ یہ جملے نہ کہے جائیں۔السلام علی اللہ کیونکہ اللہ تو خود سلام ہیں تو فرمایا اللہ کا نام لینے کی ضرورت نہیں اور نہ ہی فرشتوں کا نام لینے کی ضرورت ہے۔پس جب السلام علینا وعلیٰ عباد اللہ الصالحین کہہ دیا تو ہر عبد صالح کو ثواب پہنچ جائے گا کسی کی تخصیص کی ضرورت نہیں۔اس کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تشہد سکھلایا جس کو تشہد عبداللہ بن مسعودؓ کہتے ہیں۔حدیث کی کتب میں دس تشہدات مذکور ہیں لیکن مشہور تین ہیں۔

(۱) تشہد عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ (۲) تشہد عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(۳) تشہد عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔اس میں اتفاق ہے کہ اگر کوئی بھی تشہد پڑھ لیا جائے تو نماز شرعاً ہو جائے گی جائز ہے۔

البتہ اس میں اختلاف ہے کہ افضل کونسا ہے؟ احناف کے نزدیک تشہد عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ' شوافع کے نزدیک تشہد ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ' مالکیہ کے نزدیک تشہد عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ افضل ہے۔

احناف کے نزدیک تشہد عبداللہ بن مسعودؓ کے افضل ہونے کی وجوہ مندرجہ ذیل ہیں۔

۱- نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تشہد ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پڑھنے کا حکم دیا بصیغہ امر فلیقل ہے اور کم از کم امر کا ادنی درجہ استحباب کا ہے۔ یہ بصیغہ امر والی فضیلت کسی دوسرے تشہد کو حاصل نہیں۔

۲- یہ حدیث احادیث متعلقہ بالتشہد میں سے سب سے زیادہ باتفاق محدثین اصح قرار دی گئی ہے۔ لہٰذا یہ راجح ہوگا۔

۳- حدیث تشہد ابن مسعودؓ کی تخریج تمام صحاح ستہ میں ہے اور دیگر تشہدات کی تخریج بعض میں ہے بعض میں نہیں۔

۴- تشہد ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے رواۃ کے الفاظ کا کوئی اختلاف نہیں جبکہ دیگر تشہدات کے رواۃ کے الفاظ میں اختلاف ہے۔

۵- تشہد ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں واوین مذکور ہیں۔ اور یہ ''واؤ'' متعدد جملوں پر دال ہے۔ یہ جملوں کے تعدد پر دلالت کرتی ہے اور متعدد جملے ثناء کے زیادہ بہتر ہیں جملہ واحدہ سے۔ لہٰذا اس تشہد ابن مسعودؓ کو ترجیح حاصل ہوگی۔

۶- السلام علیک ایھا النّبی میں السلام معرفہ ہے اور الف لام استغراقی ہے' یہ زیادہ مفید ہوتا ہے تو دیگر روایات میں سلام نکرہ ہے تو اس میں راجح روایات معرفہ والی ہیں۔

۷- اس کی (تشہد عبداللہ بن مسعودؓ) تعلیم علیٰ وجہ التاکید کی گئی ہے۔ امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں کہ میرے استاد حماد نے میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے یہ تشہد سکھلایا۔ حماد کہتے ہیں کہ میرے استاد ابراہیم نخعی نے میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے یہ تشہد سکھلایا اور حضرت ابراہیم نخعی کہتے ہیں میرے استاد حضرت علقمہ نے میرا ہاتھ پکڑ کر یہ تشہد سکھلایا اور حضرت علقمہ کہتے ہیں میرے استاد حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے میرا ہاتھ پکڑ کر یہ تشہد سکھلایا۔ حتیٰ کہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ امام الکائنات نے میرا ہاتھ پکڑ کر یہ تشہد سکھلایا۔ وما ینطق عن الھویٰ ان ھو الاّ وحی یوحی۔ کتنی تاکید ہے۔

۸- حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے منبر پر بیٹھ کر عام لوگوں کو تعلیم اسی تشہد کی دی تھی۔

۹- اکابر صحابہ کا عمل اور اکثر صحابہؓ کا عمل اسی پر ہے۔

۱۰- اس تشہد ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ترجیح دینے والے امام صاحب ہیں اور نقل کرنے والے عبداللہ بن مسعودؓ ہیں۔ جو حِبرُ ھٰذِہِ الاُمّۃ. اور مرجح کی قوت سے ترجیح میں قوت پیدا ہوتی ہے۔ لہٰذا اس کو ترجیح ہوگی۔ تلک عشرۃ کاملۃ

سوال: السلام علیک ایھا النّبی یہ خطاب کا صیغہ ہے' کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم حاضر ناظر ہوتے ہیں؟ اس کی کئی توجیہات ہیں؟

جواب-۱: مشہور یہ ہے کہ شب معراج میں جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے التحیات الخ کو پیش کیا تو اللہ کی طرف سے یہ الفاظ و کلمات بطور تحفہ کے دیئے گئے۔ السلام علیک ایھا النّبی تو اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم سامنے تھے' خطاب صحیح تھا تو ہم بھی اسی خطاب کا اعتبار کرتے ہوئے یہ کلمہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں کہہ رہے ہیں تو یہ خطاب کی حکایت ہے۔ اگرچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم حاضر ناظر نہیں۔ یہ ایسے ہے جیسے قرآن میں آیا یاایھا الرسول بلغ.

جواب-۲: جب ان کلمات کو صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم استعمال فرماتے تھے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم موجود تھے تو ہم صحابہ کرامؓ کی اتباع میں کہہ رہے ہیں۔

جواب-۳: یا پھر جس طرح ہم خط لکھتے ہیں تو خط میں السلام علیکم لکھا جاتا ہے اس نیت سے کہ جب خط پہنچے گا تو خطاب صحیح ہو جائے گا۔ علی تقدیر التبلیغ اسی طرح جب یہ کلمات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچیں گے تو خطاب صحیح ہو جائے گا۔

جواب-۴: صوفیاء کہتے ہیں کہ ہم جب التحیات پڑھتے ہیں تو گویا کہ ہم بارگاہ الٰہی میں حاضر ہوتے ہیں تو سارے پردے ہٹ جاتے ہیں۔ گویا ہم براہ راست کلام کر رہے ہیں تو وہاں محبوب کو محبوب کے پاس پایا تو چونکہ ساری نعمتیں ہمیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے حاصل ہوئی ہیں اس لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی شکریہ کے مستحق ہوئے تو فرمایا السلام علیک الخ۔

درمختار میں لکھا ہے کہ یہ کلمے محض حکایت نہیں ان میں انشاء بھی ہونا چاہیے یعنی یہ استحضار ہونا چاہیے کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیج رہا ہوں۔ آگے صاحب مصابیح پر اعتراض کا بیان ہے۔

وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعَلِّمُنَا
حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہا کہ ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشہد سکھاتے
التَّشَهُّدَ كَمَا يُعَلِّمُنَا السُّوْرَةَ مِنَ الْقُرْآنِ فَكَانَ يَقُوْلُ اَلتَّحِيَّاتُ الْمُبَارَكَاتُ الصَّلَوَاتُ الطَّيِّبٰتُ لِلّٰهِ
جیسے کہ قرآن کی سورہ سکھاتے تھے پس تھے کہتے قولی عباتیں اور فعلی عبادتیں اور مالی یہ عبادتیں اللہ ہی کیلئے ہیں اے نبی تم پر
اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِيْنَ اَشْهَدُ اَنْ
سلام ہو اور اللہ کی رحمت وبرکتیں ہم پر اور اللہ کے نیک بندوں پر گواہی دیتا ہوں
لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ (رواہ مسلم)
میں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور گواہی دیتا ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں روایت کیا اس کو مسلم نے
وَلَمْ اَجِدْ فِي الصَّحِيْحَيْنِ وَلَا فِي الْجَمْعِ بَيْنَ الصَّحِيْحَيْنِ سَلَامٌ عَلَيْكَ وَسَلَامٌ عَلَيْنَا بِغَيْرِ اَلِفٍ
اور میں نے صحیحین میں نہیں پائی اور نہ جمع بین الصحیحین میں سلام علیک اور سلام علینا کا لفظ بغیر الف لام کے
وَلَامٍ وَلٰكِنْ رَوَاهُ صَاحِبُ الْجَامِعِ عَنِ التِّرْمِذِيِّ.
مگر اس کو جامع الاصول والے نے ترمذی سے روایت کیا ہے۔

قولہ' ولم اجد فی الصحیحین ۔الخ۔ اعتراض کا حاصل یہ ہے کہ مؤلف مشکوٰۃ فرماتے ہیں کہ میں نے نہ تو صحیحین (یعنی بخاری ومسلم) اور نہ جمع بین الصحیحین میں لفظ سلام علیکم اور سلام علینا۔ بغیر الف لام کے پایا ہے۔ البتہ اس طرح اس کو صاحب جامع الاصول نے ترمذی (کے حوالہ) سے نقل کیا ہے۔ لہٰذا صاحب مصابیح کا اس روایت کو پہلی فصل میں ذکر کرنا صحیح نہیں ہے۔ واللہ اعلم۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِيْ

وَعَنْ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ ثُمَّ جَلَسَ فَافْتَرَشَ رِجْلَهُ الْيُسْرٰى
حضرت وائل بن حجرؓ سے روایت ہے انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھے اور اپنا بایاں پاؤں بچھایا
وَوَضَعَ يَدَهُ الْيُسْرٰى عَلٰى فَخِذِهِ الْيُسْرٰى وَحَدَّ مِرْفَقَهُ الْيُمْنٰى عَلٰى فَخِذِهِ الْيُمْنٰى وَقَبَضَ ثِنْتَيْنِ
اور اپنا بایاں ہاتھ بائیں ران پر رکھا اور اپنی کہنی دائیں الگ رکھی اپنی دائیں ران سے اور اپنی دونوں انگلیاں بند رکھیں اور حلقہ بنایا حلقہ بناتا
وَحَلَّقَ حَلْقَةً ثُمَّ رَفَعَ اِصْبَعَهُ فَرَاَيْتُهُ يُحَرِّكُهَا يَدْعُوْبِهَا. (رواہ ابوداؤد و الدارمی)
پھر اپنی انگلی اٹھائی پس میں نے دیکھا ان کو ہلاتے تھے اس کو اور دعا مانگتے تھے اس کے ساتھ روایت کیا اس کو ابوداؤد اور دارمی نے۔

وَعَنْ عَبْدِاللهِ بْنِ الزُّبَيْرِ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُشِيْرُ بِاِصْبَعِهِ اِذَا دَعَا وَلَا يُحَرِّكُهَا

حضرت عبداللہ بن زبیرؓ سے روایت ہے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اشارہ کرتے تھے اپنی انگلی کے ساتھ جس وقت کہ دعا کرتے اور نہ ہلاتے اس کو

رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَالنَّسَائِيُّ وَزَادَ اَبُوْدَاوٗدَ وَلَايُجَاوِزُ بَصَرُهٗ اِشَارَتَهٗ.

روایت کیا اس کو ابوداؤد اور نسائی نے اور ابوداؤد نے زیادہ کیا انکی نظر تجاوز نہیں کرتی تھی انکے اشارے سے

تشریح: ان دونوں حدیثوں میں تعارض ہوگیا۔ ایک سے معلوم ہوتا ہے حرکت کرتے تھے اور دوسری سے معلوم ہوتا ہے حرکت نہیں کرتے تھے۔ جواب: حرکت کرتے تھے اشارہ کے لیے اور حرکت نہیں کرتے تھے بقاءً ودواماً (فوراً چھوڑ دیتے تھے)

وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ اِنَّ رَجُلًا كَانَ يَدْعُوْ بِاِصْبَعَيْهِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَحِّدْ

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہا کہ تحقیق ایک شخص اشارہ کرتا تھا دو انگلیوں کے ساتھ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک انگلی کے ساتھ اشارہ

اَحِّدْ. (الترمذي والنسائي و البيهقي في الدعوات الكبير)

کر ایک انگلی کے ساتھ اشارہ کر روایت کیا اس کو ترمذی اور نسائی اور بیہقی نے دعوات کبیر میں۔

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ نَهٰى رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يَجْلِسَ الرَّجُلُ فِي الصَّلَاةِ وَهُوَ مُعْتَمِدٌ عَلٰى

حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع کیا یہ کہ آدمی نماز میں بیٹھے اور وہ تکیہ کرنے والا ہو اپنے ہاتھ پر روایت کیا

يَدِهٖ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَاَبُوْدَاوٗدَ وَفِيْ رِوَايَةٍ لَهٗ نَهٰى اَنْ يَعْتَمِدَ الرَّجُلُ عَلٰى يَدَيْهِ اِذَا نَهَضَ فِي الصَّلَاةِ.

اس کو احمد اور ابوداؤد نے۔ ابوداؤد کی ایک روایت میں ہے کہ حضرت نے منع کیا یہ کہ ٹیکے آدمی اپنے ہاتھوں پر جس وقت کہ اٹھے نماز میں۔

تشریح: حدیث کے پہلے جزء کا مطلب تو یہ ہے کہ جب کوئی شخص قعدہ میں بیٹھے یا قعدہ سے کھڑا ہونے لگے تو اسے چاہئے کہ ہاتھ پر ٹیک نہ لگائے۔ دوسرے جزء کا مطلب یہ ہے کہ "سجدہ وغیرہ سے اٹھتے وقت بھی ہاتھوں کا سہارا نہ لیا جائے یعنی ہاتھوں کو زمین پر ٹیکے بغیر گھٹنے کی طاقت سے اٹھا جائے چنانچہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ کا عمل اسی حدیث پر ہے۔

حضرت امام شافعیؒ کے یہاں ہاتھوں کو زمین پر ٹیک کر ہی سجدہ وغیرہ سے اٹھتے ہیں۔ ان کی مستدل وہ حدیث ہے جس سے ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سجدہ وغیرہ سے اٹھتے وقت ہاتھوں کو زمین پر ٹیکا تھا۔ حنفیہ اس حدیث کی تاویل یہ کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ عمل ضعف اور کبرسنی پر محمول ہوگا کہ اس وقت چونکہ ضعف وکمزوری کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے بغیر ہاتھوں کو ٹیکے ہوئے اٹھنا ممکن نہیں تھا اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہاتھوں کو سہارا دے کر اٹھے ورنہ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم بغیر عذر ہاتھوں کو زمین پر ٹیک کر نہیں اٹھتے تھے۔

عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الرَّكْعَتَيْنِ الْاُوْلَيَيْنِ كَاَنَّهٗ عَلٰى

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہا کہ تھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پہلی دونوں رکعتوں میں اس طرح گویا کہ گرم پتھر پر بیٹھنے والے ہیں

الرَّضْفِ حَتّٰى يَقُوْمَ. (رواه الترمذي وابوداؤد و النسائي)

یہاں تک کہ کھڑے ہوتے روایت کیا اسکو ترمذی ابوداؤد اور نسائی نے۔

تشریح: فی بمعنی بعد کے ہے۔ مطلب یہ ہے کہ پہلے التحیات چھوٹا ہوتا تھا اور بغیر دعاؤں کے ہوتا تھا تو التحیات کے بعد فوراً اُٹھ کھڑے ہوتے۔ گویا کہ آپ گرم پتھر پر بیٹھے ہوئے ہوتے تھے تو گرم پتھر پر آدمی زیادہ دیر تک نہیں بیٹھ سکتا' جلدی اُٹھ کھڑا ہوتا ہے۔ هكذا قال رسول الله صلى الله عليه وسلم. تو احناف کے نزدیک پہلے التحیات میں التحیات پر اضافہ نہیں۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ

عَنْ جَابِرٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعَلِّمُنَا التَّشَهُّدَ كَمَا يُعَلِّمُنَا السُّوْرَةَ مِنَ الْقُرْآنِ

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہا کہ ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سکھاتے تھے تشہد جیسے سکھاتے تھے قرآن کی سورة شروع کرتا ہوں اللہ کے نام کے ساتھ

بِسْمِ اللّٰهِ وَ بِاللّٰهِ التَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ الصَّلَوٰاتُ الطَّيِّبَاتُ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَ بَرَكَاتُهٗ

اور اللہ کی توفیق کے ساتھ بندگی منہ سے کہنے کی واسطے خدا کے ہے اور بندگی بدن کی اور بندگی مال پاک کی بھی اللہ ہی کیلئے ہے۔

اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِيْنَ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ

سلام ہے تم پر اے نبی اور رحمت اللہ کی اور برکتیں اس کی سلام ہے ہم پر اور اوپر بندوں کی نیکجت اللہ کے میں گواہی دیتا ہوں کوئی معبود نہیں مگر اللہ اور میں

اَسْاَلُ اللّٰهَ الْجَنَّةَ وَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ النَّارِ. (رواہ النسائی)

گواہی دیتا ہوں کہ محمد اس کے بندے اور رسول ہیں میں اللہ سے جنت مانگتا ہوں اور اللہ کے ساتھ پناہ مانگتا ہوں آگ سے روایت کیا اس کو نسائی نے۔

تشریح: اس حدیث کا حاصل یہ ہے کہ یہ دعا ہے اور اس میں تشہد کا بیان ہے جو تشہد جابرؓ ہے اس میں صیغہ امر کا ذکر نہیں ہے بصیغہ امر آپ کو کہیں بھی نہیں ملے گا جو کہ تشہد ابن مسعودؓ میں ہے۔

وَعَنْ نَافِعٍ قَالَ كَانَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ اِذَا جَلَسَ فِي الصَّلَاةِ وَضَعَ يَدَيْهِ عَلٰى رُكْبَتَيْهِ وَاَشَارَ بِاِصْبَعِهٖ

حضرت نافعؒ سے روایت ہے کہا جس وقت عبداللہ بن عمرؓ نماز میں بیٹھتے تو اپنے دونوں ہاتھ اپنے گھٹنوں پر رکھتے اور اپنی انگلی کے ساتھ اشارہ کرتے

وَاَتْبَعَهَا بَصَرَهٗ ثُمَّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَهِيَ اَشَدُّ عَلَى الشَّيْطَانِ مِنَ الْحَدِيْدِ

اور دیکھتے رہتے اپنی انگلی کو پھر کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ بہت سخت ہے شیطان پر لوہے سے کہا راوی نے اس سے مراد شہادت کی

يَعْنِي السَّبَّابَةَ. (رواہ احمد بن حنبلؒ)

انگلی ہے۔ روایت کیا اس کو احمد نے۔

تشریح: حاصل حدیث:۔ یعنی السبابہ سے ہی ضمیر کا مرجع بتلایا ہے۔ کہ اس اشارہ کرنے سے شیطان کی مایوسی میں اضافہ ہوتا ہے کیونکہ اس میں صرف ایک وحدانیت کا اقرار ہے۔

وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ كَانَ يَقُوْلُ مِنَ السُّنَّةِ اِخْفَاءُ التَّشَهُّدِ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ

حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہا کہ سنت ہے تشہد آہستہ پڑھنا۔ روایت کیا اس کو ابو داؤدؒ ترمذی نے اور کہا یہ حدیث

حَسَنٌ غَرِيْبٌ.

حسن غریب ہے۔

تشریح: وعن ابن مسعودؓ کان یقول من السنة اخفاء التشهد. نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے سے ہے تشہد کو آہستہ پڑھنا۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ تشہد آہستہ پڑھنا سنت ہے بلکہ تشہد آہستہ پڑھنا واجب ہے۔ یہاں سنت کا اصطلاحی معنی مراد نہیں بلکہ سنت بمعنی طریقہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہے اور پھر طریقہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم عام ازیں واجب ہو اصطلاحی سنت ہو یا مستحب ہو وغیرہ سب کو شامل ہے کہیں یہ نہ سمجھنا کہ آہستہ پڑھنا سنت ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

بَابُ الصَّلٰوةِ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَفَضْلِهَا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھنے اور اس کی فضیلت کا بیان

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ

وَعَنْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ ابْنِ اَبِیْ لَیْلٰیؒ قَالَ لَقِیَنِیْ کَعْبُ ابْنُ عُجْرَةَ رضی الله عنه فَقَالَ اَلَا اُهْدِیْ لَکَ

حضرت عبدالرحمٰن بن ابی لیلیؒ سے روایت ہے کہا کہ کعب بن عجرؓ نے ملاقات کی پس کہا کیا نہ بھیجوں میں واسطے

هَدِيَّةً سَمِعْتُهَا مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ بَلٰى فَاهْدِهَا لِیْ فَقَالَ سَاَلْنَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى

تیرے تحفہ کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے پس میں نے کہا ہاں پس بھیجو میرے لئے اس تحفہ کو پس کہا کعبؓ نے پوچھا

اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْنَا یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ کَیْفَ الصَّلٰوةُ عَلَیْکُمْ اَهْلَ الْبَیْتِ فَاِنَّ اللّٰهَ قَدْ عَلَّمَنَا کَیْفَ

ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پس کہا ہم نے اے اللہ کے رسول کس طرح درود بھیجیں۔ ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم

نُسَلِّمُ عَلَیْکَ قَالَ قُوْلُوْا اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرٰهِیْمَ

پر نبوت کے اہل بیت تحقیق اللہ تعالیٰ نے سکھائی کیفیت سلام بھیجنے کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر

وَعَلٰی اٰلِ اِبْرٰهِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ اَللّٰهُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ

فرمایا کہو اے اللہ رحمت بھیج محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی آل پر جیسے کہ تو نے رحمت بھیجی ابراہیمؑ پر اور ان کی ال پر تحقیق تو تعریف

عَلٰی اِبْرٰهِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاهِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ (مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ) اِلَّا اَنَّ مُسْلِمًا لَمْ یَذْکُرْ عَلٰی

کیا گیا ہے بزرگ اے اللہ برکت نازل فرما محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اور آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر جیسے کہ تو نے برکت بھیجی ابراہیمؑ اور آل ابراہیمؑ پر

اِبْرَاهِیْمَ فِی الْمَوْضِعَیْنِ.

تحقیق تو تعریف کیا گیا بزرگ ہے۔ روایت کیا اس کو بخاری اور مسلم نے مگر مسلم نے نہیں ذکر کیا علی ابراہیمؑ کو دونوں جگہ۔

تشریح: حاصل حدیث:۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنے کی دو حیثیتیں ہیں۔(۱) خارج عن الصلوٰۃ (۲) داخل فی الصلوٰۃ۔

خارج عن الصلوٰۃ کا مسئلہ۔ عمر بھر میں ایک دفعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنا فرض ہے۔ باقی مجلس میں اگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا تذکرہ بار بار ہو رہا ہے تو ہر مرتبہ درُود ضروری ہے یا نہیں اس میں دو قول ہیں۔(۱) جمہور علماء کا قول یہ ہے کہ ایک مرتبہ پڑھنا اور بھیجنا ضروری ہے۔ اگرچہ اولیٰ یہ ہے کہ ہر مرتبہ ہو۔(۲) امام طحاوی کا قول یہ ہے کہ ہر بار درُود پڑھنا واجب ہے۔

قعدہ اخیرہ میں تشہد کے بعد درود شریف پڑھنے کا کیا حکم ہے؟ اس میں ائمہ کا اختلاف ہے۔

امام ابوحنیفہؒ امام مالکؒ اور اکثر اہل علم کا مذہب یہ ہے کہ قعدہ اخیرہ میں تشہد کے بعد درود شریف پڑھنا سنت مؤکدہ ہے واجب نہیں۔ امام شافعیؒ کا

مذہب اور امام احمد کا قول مشہور یہ ہے کہ قعدہ اخیرہ میں تشہد کے بعد درود شریف پڑھنا واجب ہے۔ امام احمدؒ سے ایک روایت عدم وجوب کی بھی ہے۔

دلائل۔ حنیفہ اور اکثر اہل علم کی دلیل حضرت ابن مسعودؓ کی حدیث ہے جس میں ہے "**اذا قلت هذا اوفعلت هذا فقد تمت صلوتک**" اس میں تشہد پڑھ لینے یا بقدر تشہد قعدہ کر لینے پر نماز مکمل ہونے کا حکم لگایا گیا ہے۔ صلوۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شرط نہیں ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ درود شریف واجب نہیں۔ البتہ دوسرے دلائل جن سے دوسرے آئمہ نے استدلال کیا ہے کی بنیاد پر سنت مؤکدہ ہونا ثابت ہوتا ہے۔

شافعیہ اور حنابلہ کا استدلال تین قسم کی نصوص سے ہے۔

ا۔ بعض نے آیت قرآنی "**یاایها الذین آمنوا صلوا علیه**" سے استدلال کیا ہے۔ اس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف بھیجنے کا امر فرمایا ہے اور مطلق امر وجوب کا مقتضی ہے۔ ۲۔ سنن ابن ماجہ میں حدیث ہے جس میں یہ لفظ بھی ہیں **لاصلوٰۃ لمن لم یصل علی النبی صلی اللہ علیه وسلم**. سنن ابن ماجہ ص ۳۳ (باب التسمیة فی الوضو) وانظر الکلام علیہ فی "نصب الرایة" ص ۴۲۶ ج ا۔ وہ روایات جن میں تشہد کے بعد درود شریف پڑھنے کا ذکر ہے۔ مثلاً بعض روایات میں ہے "**ثم لیصل علی النبی صلی اللہ علیه وسلم ثم لیدع بعد الثناء**" اور بعض روایات میں ہے "**اذا تشهد احدکم فی الصلاۃ فلیقل اللهم صل علی محمد الخ**" اس قسم کی روایات کو وجوب پر محمول کر کے ان سے استدلال کیا گیا ہے۔

جوابات ادلہ خصوم۔ ا۔ قرآن پاک کی مذکورہ بالا آیت سے اس مسئلہ میں استدلال درست نہیں ایک تو اس لئے کہ اس آیت میں مطلقاً درود شریف کا امر ہے۔ نماز کی تعیین نہیں۔ لہٰذا حالت صلوۃ پر اس کو محمول کرنا بلا دلیل اور بغیر کسی قرینہ کے ہے۔ دوسرے یہ کہ یہاں مطلق امر کا صیغہ ہے اور مطلق امر تکرار کا مقتضی نہیں ہوتا بلکہ مطلق امر صرف ایک بار عمل کرنے کا مقتضی ہوتا ہے۔ ایک سے زیادہ کا وجوب ثابت ہونے کیلئے مزید دلیل کی ضرورت ہوتی ہے اس اصول کا تقاضا بھی یہی ہے کہ اس آیت سے تشہد کے بعد درود شریف کا وجوب معلوم نہیں ہوتا۔ زیادہ سے زیادہ زندگی میں ایک بار پڑھنے کا وجوب معلوم ہوتا ہے اور اس پر بحث عنقریب آ رہی ہے۔ بہر حال یہاں صرف اتنا بتانا مقصود ہے کہ نماز میں تشہد کے بعد درود شریف کا وجوب اس آیت سے ثابت نہیں ہوتا۔

دوسرے نمبر پر ذکر کردہ ابن ماجہ کی حدیث کا جواب یہ ہے کہ "**لاصلوٰۃ لمن لم یصل الخ**" میں صحت صلوۃ کی نفی مقصود نہیں بلکہ کمال صلوۃ کی نفی مقصود ہے۔ یہ بات پہلے کئی بار واضح کی جا چکی ہے کہ احادیث میں لائے نفی جنس ہمیشہ نفس شئ کی نفی کیلئے نہیں ہوتا بلکہ بہت سی حدیثوں میں کمال شئ کی نفی مقصود ہوتی ہے۔ مثلاً "**لا ایمان لمن لا امانة له**" میں مقصود نفس ایمان کی نفی کرنا نہیں ظاہر ہے کہ کسی کے بددیانت ہو جانے سے اس کا ایمان ختم نہیں ہوتا بلکہ اس حدیث میں بتانا یہ ہے کہ امانت نہ ہونے سے گو ایمان ختم نہیں ہوتا مگر ناقص ہو جاتا ہے ایسے ہی ایک حدیث میں ہے۔ "**لا صلوٰۃ لجار المسجد الا فی المسجد**" ظاہر ہے کہ مسجد کا ہمسایہ اگر گھر میں اکیلا نماز پڑھ لے اس کی نماز ہو جائے گی۔ تو اس میں صحت صلوۃ کی نفی مقصود نہیں کہ مسجد کے پڑوسی کی نماز گھر میں ہوتی ہی نہیں بلکہ کمال صلوٰۃ کی نفی مقصود ہے کہ گھر میں اس کی نماز کامل نہیں ناقص ہے۔ (مستدرک حاکم ص ۲۳۰ ج ا ص ۲۶۸ ج ا)

بالکل اسی طرح اس حدیث میں درود شریف نہ پڑھنے والے کی نماز کی صحت کی نفی نہیں بلکہ کمال صلوٰۃ کی نفی مقصود ہے کہ درود شریف نہ پڑھنے سے نماز ناقص رہ جاتی ہے اور اس کے ہم بھی قائل ہیں ہمارے ہاں قعدہ اخیرہ میں دورد شریف سنت مؤکدہ ہے اور سنت مؤکدہ کے چھوڑ دینے سے نماز ادا ہو جاتی ہے لیکن ناقص۔

اس حدیث میں نفی کمال مراد ہونے کا قرینہ خود اسی حدیث میں موجود ہے۔ اسی حدیث کے آخر میں ہے۔ "**ولا صلوٰۃ لمن لم یحب الانصار**" اس میں سب کا اتفاق ہے کہ یہاں نفی صحت صلوٰۃ کی نہیں بلکہ کمال صلوۃ کی ہے جیسے حدیث کے اس جملہ میں بالاتفاق کمال صلوۃ کی نفی مقصود ہے ایسے ہی پہلے جملہ میں بھی یہی مراد ہوگا۔

تیسری قسم کی احادیث کا جواب یہ ہے کہ ان میں درود شریف کے وجوب کی دلیل نہیں ہے۔ ان میں تو تشہد کے بعد درود شریف کی

ترغیب ہے جس سے وجوب معلوم نہیں ہوتا۔ جیسے تشہد کے بعد درود شریف پڑھنے کا امر احادیث میں ہے۔ اسی طرح درود کے بعد دعاء اور استعاذہ کا بھی احادیث میں امر وارد ہوا ہے اور دونوں جگہ تعبیرات بھی ایک طرح کی ہیں جب دعا اور استعاذہ کا بھی احادیث میں امر وارد ہوا ہے اور دونوں جگہ تعبیرات بھی ایک طرح کی ہیں جب دعا اور استعاذہ کے وجوب کے وہ حضرات بھی قائل نہیں تو یہاں ان احادیث سے درود شریف کے وجوب پر استدلال کیسے صحیح ہوسکتا ہے۔

سوال: ان احادیث تصلیہ کے اندر صلوٰۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تشبیہ دی گئی ہے صلوٰۃ علی ابراھیم علیہ السلام کیساتھ تو اس سے معلوم ہوتا ہے صلوٰۃ علی ابراہیم علیہ السلام زیادہ افضل ہے بنسبت صلوٰۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے جبکہ معاملہ برعکس ہے؟

جواب-۱: تشبیہ دو قسم کی ہوتی ہے کبھی تشبیہ سے مقصود الحاق الناقص بالکامل ہوتا ہے۔ (اس صورت میں ملحق ناقص اور ملحق بہ اعلیٰ ہوتا ہے اور یہ ملحوظ ہوتا ہے۔) اور کبھی تشبیہ سے مقصود الحاق غیر المشہور بالمشہور ہوتا ہے۔ (اس صورت میں یہ ملحوظ ہوتا ہے کہ ملحق بہ مشہور ہو۔) پہلی قسم کی تشبیہ میں ضروری ہوتا ہے کہ مشبہ بہ اقویٰ اور افضل ہو اور دوسری قسم کی تشبیہ میں مشبہ بہ کا اشہر ہونا ضروری ہوتا ہے خواہ افضل و اقویٰ ہو یا نہ ہو اور یہاں تشبیہ سے مراد تشبیہ کی قسم ثانی ہے۔ یہ تشبیہ الحاقاً غیر المشہور بالمشہور ہے لہٰذا اس کے لیے ملحق بہ کا افضل و اعلیٰ ہونا ضروری نہیں۔ چونکہ ابراہیم علیہ السلام مشہور تھے اس لیے ان کے ساتھ تشبیہ دے دی۔

سوال: بقیہ انبیاء کرام کو چھوڑ کر صلوٰۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم کو صلوٰۃ علی ابراھیم علیہ السلام سے کیوں تشبیہ دی گئی۔

جواب-۱: حضرت ابراہیم علیہ السلام بقیہ انبیاء سے افضل ہیں۔ جواب-۲: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سلسلہ آباء میں جد امجد جا کر حضرت ابراہیم علیہ السلام بنتے ہیں۔ جواب-۳: سفر معراج میں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اُمت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجا تھا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مکافاۃ کا حکم دیا کہ میرے ساتھ حضرت ابراہیم علیہ السلام پر بھی درود بھیجو (ان کا ذکر بھی کرو)

وَعَنْ اَبِیْ حُمَیْدِ السَّاعِدِیِّ قَالَ قَالُوْا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ کَیْفَ نُصَلِّیْ عَلَیْکَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ
حضرت ابوحمید ساعدیؓ سے روایت ہے کہا کہ صحابہؓ نے کہا اے خدا کے رسول کس طرح درود بھیجیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر پس فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قُوْلُوْا اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاَزْوَاجِہٖ وَذُرِّیَّتِہٖ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَبَارِکْ عَلٰی
کہو یا الٰہی رحمت بھیج محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اور ان کی بیبیوں پر اور ان کی اولاد پر جیسے رحمت بھیجی تو نے ابراہیم پر اور برکت بھیج محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر
مُحَمَّدٍ وَّاَزْوَاجِہٖ وَذُرِّیَّتِہٖ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ. (صحیح البخاری و صحیح مسلم)
اور ان کی بیبیوں پر اور ان کی اولاد پر جیسے برکت کی تو نے ابراہیم پر تحقیق تو تعریف کیا گیا بزرگ ہے روایت کیا اس کو بخاری اور مسلم نے۔

وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ صَلّٰی عَلَیَّ وَاحِدَۃً صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ
حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو کوئی درود بھیجے گا مجھ پر ایک بار رحمت بھیجے گا اللہ تعالیٰ اس پر
عَشْرًا. (صحیح مسلم)
دس بار۔ روایت کیا اس کو مسلم نے۔

تشریح: سوال: یہ صلوٰۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خاصیت کیسے ہوئی حالانکہ تمام نیکیوں کا یہی حکم ہے۔ من جاء بالحسنۃ فلہ عشر امثالھا؟ جواب اگلی حدیث میں آ رہا ہے

اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ

وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ صَلّٰی عَلَیَّ صَلَاۃً وَّاحِدَۃً صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو ایک بار مجھ پر درود بھیجے گا تو اللہ تعالیٰ اس پر دس رحمتیں بھیجے گا

عَشْرَ صَلَوٰاتٍ وَحُطَّتْ عَنْہُ عَشْرُ خَطِیْئَاتٍ وَرُفِعَتْ لَہٗ عَشْرُ دَرَجَاتٍ. (رواہ النسائی)

اور بخشے جائیں گے اس کے دس گناہ اور اس کے دس درجے بلند کئے جائیں گے روایت کیا اس کو نسائی نے۔

تشریح: اس حدیث سے خصوصیت معلوم ہوگئی کہ دس گناہ معاف ہونگے اور دس درجے بلند ہونگے۔ سبحان اللہ۔

وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَوْلَی النَّاسِ بِیْ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ اَکْثَرُھُمْ

حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لوگوں میں سے بہت قریب میرے قیامت کے دن ان کے اکثر

عَلَیَّ صَلَاۃً. (رواہ الترمذی)

درود پڑھنے والے ہوں گے۔ روایت کیا اس کو ترمذی نے۔

تشریح: حاصل حدیث:۔ جو شخص اس حدیث کا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس دعا مستجاب کا مصداق بننا چاہے اس کو چاہیے کہ حدیث کے ساتھ زیادہ سے زیادہ شغل رکھے اس لیے کہ زیادہ شغل رکھنے سے پڑھنے لکھنے سے دُرود علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم بھیجے گا تو وہ بھی اس کا مصداق بن جائے گا۔

وَعَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ لِلّٰہِ مَلَائِکَۃً سَیَّاحِیْنَ فِی الْاَرْضِ یُبَلِّغُوْنِیْ مِنْ

اسیؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تحقیق اللہ تعالیٰ کیلئے فرشتے ہیں پھرنے والے پہنچاتے ہیں مجھ پر میری

اُمَّتِیَ السَّلَامَ. (رواہ النسائی والدارمی)

امت کی طرف سے سلام۔ روایت کیا اس کو نسائی اور دارمی نے۔

تشریح: حاصل حدیث:۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم حاضر ناظر نہیں ورنہ فرشتوں کی ڈیوٹی لگانے کی کیا ضرورت تھی۔ اس حدیث سے چند باتوں پر روشنی پڑتی ہے۔ اول یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حیات جسمانی حاصل ہے کہ جس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس دنیا میں زندگی حاصل تھی اس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو قبر میں بھی زندگی حاصل ہے۔

دوم یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے لوگ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام بھیجتے ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم خوش ہوتے ہیں جو سلام بھیجنے والے کے حق میں انتہائی سعادت وخوش بختی کی بات ہے۔

سوم یہ کہ جب فرشتے کسی امت کا سلام بارگاہ نبوت میں پیش کرتے ہیں تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ سلام قبولیت کے درجہ کو پہنچ گیا ہے اور اگلی حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سلام بھیجنے والے کے سلام کا جواب بھی دیتے ہیں نیز ایک روایت میں مذکور ہے کہ جب فرشتے سلام لے کر بارگاہ نبوت میں حاضر ہوتے ہیں تو سلام بھیجنے والے کا نام بھی لیتے ہیں۔

وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ اَحَدٍ یُسَلِّمُ عَلَیَّ اِلَّا رَدَّ اللّٰہُ عَلَیَّ

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں کوئی کہ سلام بھیجے مجھ پر مگر کہ بھیجتا ہے مجھ پر اللہ تعالیٰ میری

رُوْحِیْ حَتّٰی اَرُدَّ عَلَیْهِ السَّلَامَ. (رواہ ابوداؤد و البیهقی فی الدعوات الکبیر)
روح یہاں تک کہ جواب دیتا ہوں اس پر سلام کا۔ روایت کیا اس کو ابوداؤد اور بیہقی نے دعوات کبیر میں۔

تشریح: قوله' ردّ الله علیّ روحی حتی ارد علیه السلام۔ مشہور اشکال اس حدیث میں ہے کہ جب کوئی شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر (قبر شریف کے پاس) درود شریف پڑھتا ہے تو حق تعالیٰ آپ کی روح مبارکہ آپ کے جسد اطہر کی طرف لوٹا دیتے ہیں اس سے معلوم ہوا کہ سلام پیش کرنے سے پہلے آپ کی روح مقدسہ کا آپکے جسد اطہر کیساتھ تعلق نہیں ہوتا حالانکہ اہل السنت والجماعت کتاب وسنت کے دلائل کی روشنی میں روح مبارکہ کے جسد اطہر کے ساتھ دائمی تعلق کے قائل ہیں۔ کماسیاتی شارحین۔ حدیث نے اس اشکال کے مختلف جواب دیئے ہیں۔

حافظ جلال الدین سیوطیؒ نے اس اشکال کے پندرہ جواب دیئے ہیں۔ یہاں بطور نمونہ چند اہم جوابات ذکر کرنے پر اکتفاء کیا جاتا ہے۔

جواب:۔ ا۔ آپ کی روح مبارکہ ہروقت ملاءاعلیٰ میں تجلیات الٰہیہ کے مشاہدہ میں مشغول رہتی ہے۔ آپ مکمل طور پر اسی طرف متوجہ ہوتے ہیں لیکن جب کوئی امتی آپ کی قبر مبارک کے پاس صلوٰۃ وسلام عرض کرتا ہے تو حق تعالیٰ آپ کی توجہ اس طرف مبذول کرادیتے ہیں آپ یہ سلام سن کر اس کا جواب عنایت فرماتے ہیں۔ تو گویا رد روح سے مراد روح کو ایک حالت سے دوسری حالت کی طرف متوجہ کردینا ہے پہلے حالت مشاہدہ الٰہیہ میں ہوتی ہے پھراس کی کچھ توجہ مسلم ومصلی کی طرف بھی پھیردی جاتی ہے۔

جواب ۲۔ روح سے مراد نطق ہے یعنی جس وقت کوئی بندہ سلام عرض کرتا ہے تو حق تعالیٰ قوت گویائی عطافرماتے ہیں اور میں سلام کا جواب دیتا ہوں۔

جواب:۳۔ امام بیہقیؒ نے یہ جواب دیا کہ الا رداللہ علی روحی کا مطلب ہے۔ الا وقدر دالله حافظؒ نے بھی فتح الباری میں اسی سے ملتا جلتا ایک جواب دیا ہے۔ حافظ کے الفاظ یہ ہیں۔ "ان روحه کانت سابقة عقب دفنه لأنها تعاد ثم تنزع ثم تعاد" دونوں تقریروں کا حاصل یہی ہے کہ روح عرض سلام سے پہلے لوٹائی ہوئی ہوتی ہے۔ امام بیہقی اور حافظؒ کے اسی جواب کو حافظ سیوطیؒ نے ذرا کھول کر بیان کیا ہے۔

حافظ جلال الدین سیوطیؒ فرماتے ہیں کہ یہاں "رد الله علی روحی" جملہ حال واقع ہورہا ہے اور یہ قاعدہ ہے کہ جب جملہ حالیہ فعل سے شروع ہورہا ہے تو اس سے پہلے قد مقدر ہوتا ہے جیسے قرآن کریم میں ہے۔

"او جائوکم حصرت صدورهم ای وقد حصرت صدورهم" اسی طرح یہاں بھی جملہ حالیہ فعل ماضی سے شروع ہورہا ہے۔ اس لئے یہاں بھی قد مقدر ہوگا "قد رد الله" اور حتی اردالخ میں حتی غایت کیلئے نہیں بلکہ مطلق عطف کیلئے ہے تقدیر عبارت یہ ہوگی۔ "ما من احد یسلم علی الا وقد رد الله علی روحی وارد علیه السلام" یعنی جب بھی کوئی شخص مجھ کو سلام پیش کرتا ہے تو حق تعالیٰ میری روح کا میرے جسد کے ساتھ پہلے ہی تعلق قائم فرماچکے ہوتے ہیں اور میں اس سلام کا جواب دیتا ہوں۔ حدیث میں یہ بیان کرنا مقصود نہیں کہ جس وقت کوئی سلام پیش کرتا ہے تو اس وقت روح مبارکہ کو لوٹایا جاتا ہے بلکہ مقصد یہ بتانا ہے کہ روح سلام کرنے سے پہلے ہی لوٹائی ہوئی ہوتی ہے۔ سلام کے وقت رد روح کی ضرورت نہیں ہوتی۔

ان سب تقریرات سے یہ بات بھی معلوم ہوگئی کہ یہ سب حضرات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر شریف میں حیات مستمرہ پر متفق ہیں اور اس کے خلاف کا کسی حدیث سے ابہام بھی ہوتا ہو تو اس کی توجیہات کرنے پر تلے ہوئے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مستمرۃ فی القبر کے دلائل ان حضرات کے ہاں اتنے ٹھوس اور مضبوط ہیں کہ کسی بھی اشکال کی وجہ سے وحضرات اس میں ترمیم کیلئے تیار نہیں۔

وَعَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَا تَجْعَلُوْا بُيُوْتَكُمْ قُبُوْرًا وَلَا تَجْعَلُوْا قَبْرِیْ
اسیؓ سے روایت ہے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ آپ فرماتے تھے کہ اپنے گھروں کو قبروں کی مانند نہ بناؤ اور مت بناؤ میری قبر کو
عِيْدًا وَصَلُّوْا عَلَيَّ فَاِنَّ صَلَاتَكُمْ تَبْلُغُنِیْ حَيْثُ كُنْتُمْ. (رواہ النسائی)
عید اور مجھ پر درود بھیجو پس تحقیق درود تمہارا پہنچتا ہے مجھ پر تم جہاں ہو روایت کیا اس کو نسائی نے۔

تشریح: یہ حدیث دلیل ہے اس بات پر کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم حاضر ناظر نہیں۔ حدیث کے پہلے جز کے تین مطلب ہو سکتے ہیں پہلا مطلب: یہ کہ اپنے گھروں کو قبروں کی طرح نہ سمجھ لو کہ جس طرح مردے اپنی قبر میں پڑے رہتے ہیں۔ تم بھی اپنے گھروں میں مردوں کی طرح پڑے رہو ان میں نہ عبادت کرو اور نہ کچھ نمازیں پڑھو بلکہ اسی طرح گھروں میں بھی عبادت کرو اور کچھ نمازیں پڑھو تا کہ اس کے انوار و برکات گھر اور گھر والوں کو پہنچیں اور اس کی شکل یہ ہونی چاہئے کہ فرض نمازیں تو مساجد میں ادا کرو اور سنن نوافل اپنے گھر آ کر پڑھو کیونکہ نوافل مساجد کی بہ نسبت گھر میں ادا کرنا زیادہ افضل ہے۔

دوسرا مطلب: اپنے گھروں میں مردے دفن نہ کرو۔ اس موقع پر یہ اشکال پیدا نہ کیجئے کہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تو اپنے گھر ہی زیر زمین آرام فرما ہیں۔ کیونکہ یہ صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مختص ہے کسی دوسرے کو ایسا نہ کرنا چاہئے۔

تیسرا مطلب: قبروں کو سکونت کی جگہ قرار نہ دو جیسا کہ آج کل اولیاء اللہ کے مزارات اور قبرستانوں پر ان کے خدام مجاوروں نے سکونت اختیار کر رکھی ہے تا کہ دل کی نرمی اور طبیعت و مزاج کی شفقت و رحمت ختم نہ ہو جائے بلکہ ایسا کرنا چاہئے کہ قبروں کی زیارت کر کے اور ان پر فاتحہ وغیرہ پڑھ کر اپنے گھروں کو واپس آ جاؤ۔

حدیث کے دوسرے جز "میری قبر کو عید (کی طرح) قرار نہ دو" کا مطلب یہ ہے کہ میری قبر کو عید گاہ کی طرح نہ سمجھو کہ وہاں جمع ہو کر زیب و زینت اور لہو و لعب کے ساتھ خوشیاں مناؤ اور اس سے لطف و سرور حاصل کرو۔ جیسا کہ یہود و نصاریٰ اپنے انبیاء کی قبروں پر اس قسم کی حرکتیں کرتے ہیں۔

حدیث کے اس جزء سے آج کل کے ان نام نہاد ملاؤں اور بدعت پرستوں کو یہ سبق حاصل کرنا چاہئے جنہوں نے اولیاء اللہ کے مزارات کو اپنی نفسانی خواہشات اور دنیاوی اغراض کا منبع و مرجع بنا رکھا ہے اور ان مقدس بزرگوں کے مزارات پر عرس کے نام سے دنیا کی وہ خرافات اور ہنگامہ آرائیاں کرتے ہیں جن پر کفر و شرک بھی خندہ زن ہیں۔ مگر افسوس یہ ہے کہ ان کے حلوے مانڈوں نذر و نیاز اور لذت پیٹ و دہن نے ان کی عقل پر نفس پرستی اور ہوس کاریوں کے وہ موٹے پردے چڑھا دیئے ہیں جن کی موجودگی میں نہ انہیں نعوذ باللہ قرآنی احکام کی ضرورت ہے اور نہ انہیں کسی حدیث کی حاجت۔ اللہ ان لوگوں کو ہدایت دے۔ آمین۔

بعض علماء نے اس جز کی تشریح یہ کی ہے کہ عید کی طرح سال میں صرف ایک دو مرتبہ ہی میری قبر کی زیارت کیلئے نہ آیا کرو بلکہ اکثر و بیشتر حاضر ہوا کرو۔ اس صورت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی قبر کی زیادہ سے زیادہ زیارت اور اس محیط علم و عرفان اور منبع امن و سکون پر اکثر و بیشتر حاضری پر امت کے لوگوں کو ترغیب دلائی ہے۔

حدیث کے آخری جز کا مطلب یہ ہے کہ مجھ پر زیادہ سے زیادہ درود بھیجو اگر کوئی شخص میرے روضہ سے دور ہے اور بعد مسافت اختیار کئے ہوئے ہے تو اس کو اس کا خیال نہ کرنا چاہئے بلکہ اسے چاہئے کہ وہ اپنی جگہ بیٹھا ہوا ہی مجھ پر درود بھیجتا رہے کیونکہ جہاں سے بھی درود بھیجا جائے گا میرے پاس پہنچ جائے گا۔ اس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان مشتاقان زیارت کی جنہیں روضہ اقدس پر حاضری کی سعادت حاصل نہیں ہو سکی۔ تسلی فرمائی ہے کہ اگر چہ مجبوریوں کی بناء پر تم مجھ سے دور ہو لیکن تمہیں چاہئے کہ توجہ اور حضور قلب سے غافل نہ رہو کہ قرب جانے چوں بود بعد مکانے سہل ست۔ لاتجعلوا بیوتکم قبوراً کے مطلب ماقبل میں گزر چکا۔

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّى اللّٰہُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَغِمَ اَنْفُ رَجُلٍ ذُكِرْتُ عِنْدَهٗ فَلَمْ يُصَلِّ عَلَيَّ وَرَغِمَ
اسیؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس شخص کی ناک خاک آلود ہو کہ میرا نام لیا گیا اس کے پاس پس مجھ پر درود نہ بھیجا
اَنْفُ رَجُلٍ دَخَلَ عَلَيْهِ رَمَضَانُ ثُمَّ انْسَلَخَ قَبْلَ اَنْ يُّغْفَرَ لَهٗ وَرَغِمَ اَنْفُ رَجُلٍ اَدْرَكَ عِنْدَهٗ اَبَوَاهُ
اور اس شخص کی ناک خاک آلود ہو کہ اس پر رمضان آیا پھر گزر گیا پہلے اس کے کہ اس کی بخشش کی جائے اور اس شخص کی ناک خاک آلود ہو کہ اس
الْكِبَرَ اَوْ اَحَدُهُمَا فَلَمْ يُدْخِلَاهُ الْجَنَّةَ. (رواہ الترمذی)
کے پاس اس کے والدین نے بڑھاپے کو پایا ایک ان دونوں میں سے نے نہ داخل کیا انہوں نے اس کو بہشت میں روایت کیا اس کو ترمذی نے

تشریح: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم چونکہ اپنی امت کے حق میں انتہائی مشفق و مہربان تھے اور امت کیلئے خیر کی طلب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی انتہائی غرض و خواہش تھی اس لئے جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت جبرئیلؑ کے ذریعہ یہ عظیم بشارت دی گئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ مبارک خوشی و مسرت سے کھل اٹھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ عظیم بشارت صحابہؓ اور ان کے واسطے سے پوری امت تک پہنچادی۔

اس حدیث میں تین قسم کے لوگوں کیلئے وعید بیان کی جارہی ہے سب سے پہلے ان لوگوں کے بارے میں کہا گیا ہے جن کے سامنے سرور کائنات فخر دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا نام نامی اسم گرامی لیا جائے یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر مبارک کیا جائے اور وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود نہ بھیجیں کہ ان کی ناک خاک آلود ہو یعنی وہ ذلیل و خوار ہوں اور ہلاک ہوں۔

بظاہر اس حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ کسی مجلس میں جب بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم گرامی لیا جائے ہر مرتبہ درود بھیجنا یعنی صلی اللہ علیہ وسلم کہنا واجب ہوتا ہے کیونکہ اس کے ترک پر اتنی شدت کے ساتھ وعید بیان فرمائی جارہی ہے حالانکہ ایسا نہیں ہے صرف ایک مرتبہ درود بھیجنا واجب ہے البتہ ہر مرتبہ درود بھیجنا مستحب و افضل ہے اب اس حدیث کی توجیہ یہ کی جائے گی کہ وجوب کی دلیل آخرت کی وعید ہوتی ہے اور چونکہ اس وعید کا تعلق آخرت سے نہیں ہے اس لئے اس کا انتہائی امر یہ ہے کہ یہ وعید ہر مرتبہ درود بھیجنے کے استحباب و افضلیت پر دلالت کرتی ہے نہ کہ وجوب پر۔

دوسرے قسم کے لوگ جن کیلئے وعید بیان کی جارہی ہے وہ ہیں جو رمضان کے حقوق ادا نہیں کرتے نہ تو روزہ ہی ٹھیک سے رکھتے ہیں اور نہ رمضان میں عبادتیں ہی پورے ذوق و شوق سے کرتے ہیں اور چونکہ یہ تمام چیزیں مغفرت اور بخشش کا ذریعہ ہیں اس لئے فرمایا جارہا ہے کہ ان کیلئے تباہی و ہلاکت ہو جو رمضان میں اس مقدس مہینہ کے فضل و شرف سے محروم رہتے ہیں۔ جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ اس مہینہ میں بخشش کی سعادت سے نوازے بھی نہیں جاتے اور یہ مہینہ اپنی تمام سعادتوں کے ساتھ گزر جاتا ہے۔

تیسری قسم کے لوگ جن سے اس نوعیت کا تعلق ہے وہ ہیں جو اپنے ماں باپ کے اطاعت گزار و فرمانبردار نہیں ہیں۔ حدیث کا حاصل یہ ہے کہ جن لوگوں نے اپنے ماں باپ کیساتھ حسن سلوک نہیں کیا۔ ان کے حقوق ادا نہ کئے۔ اس کی رضامندی و خوشنودی کا خیال نہیں رکھا اور خاص طور پر ان کی کبرسنی میں ان کی خدمت اور دیکھ بھال نہیں کی وہ درحقیقت بڑے بدنصیب ہیں کیونکہ انہوں نے ان چیزوں کو ترک کر کے آخرت کا عذاب اور نقصان مول لیا ہے کہ یہ چیزیں جنت میں داخل ہونے کا سبب اور ذریعہ ہیں۔

وَعَنْ اَبِیْ طَلْحَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ جَاءَ ذَاتَ یَوْمٍ وَالْبِشْرُ فِیْ وَجْهِهٖ فَقَالَ اِنَّهٗ

حضرت ابوطلحہؓ سے روایت ہے تحقیق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے مبارک میں خوشی معلوم ہوتی تھی

جَاءَنِیْ جِبْرِیْلُ فَقَالَ اِنَّ رَبَّکَ یَقُوْلُ اَمَا یُرْضِیْکَ یَا مُحَمَّدُ اَنْ لَا یُصَلِّیَ عَلَیْکَ اَحَدٌ مِّنْ اُمَّتِکَ اِلَّا

پس فرمایا کہ جبرئیل میرے پاس آیا اور کہا تیرا پروردگار فرماتا ہے کیا نہیں راضی کرتا تجھ کو اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کہ تجھ پر درود نہ بھیجے تیری امت سے کوئی مگر

صَلَّیْتُ عَلَیْهِ عَشْرًا وَّلَا یُسَلِّمُ عَلَیْکَ اَحَدٌ مِّنْ اُمَّتِکَ اِلَّا سَلَّمْتُ عَلَیْهِ عَشْرًا۔ (رواہ النسائی والدارمی)

رحمت بھیجوں دس بار اور نہیں کوئی سلام بھیجتا تیری امت میں سے مگر سلام بھیجتا ہوں اس پر دس بار روایت کیا اس کو نسائی اور دارمی نے۔

وَعَنْ اُبَیِّ بْنِ کَعْبٍ قَالَ قُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّیْ اُکْثِرُ الصَّلٰوةَ عَلَیْکَ فَکَمْ اَجْعَلُ لَکَ مِنْ صَلَاتِیْ

حضرت ابی بن کعبؓ سے روایت ہے کہا کہ میں نے کہا اللہ کے رسول میں بہت درود بھیجتا ہوں آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر پس کتنا مقرر کروں

فَقَالَ مَاشِئْتَ قُلْتُ الرُّبُعَ قَالَ مَاشِئْتَ فَاِنْ زِدْتَ فَهُوَ خَیْرٌ لَّکَ قُلْتُ النِّصْفَ قَالَ مَاشِئْتَ فَاِنْ

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس قدر چاہے میں نے کہا چوتھائی فرمایا جس قدر چاہے پس اگر زیادہ کرے تو پس تیرے لئے وہ بہتر ہے میں نے کہا آدھا مقرر کروں فرمایا جس قدر تو چاہے

زِدْتَ فَهُوَ خَیْرٌ لَّکَ قُلْتُ فَالثُّلُثَیْنِ قَالَ مَا شِئْتَ فَاِنْ زِدْتَ فَهُوَ خَیْرٌ لَّکَ قُلْتُ اَجْعَلُ لَکَ

پس اگر زیادہ کرے گا تو تیرے لئے وہ بہتر ہے پس میں نے کہا دو تہائی فرمایا جس وقت تو چاہے پس اگر تو زیادہ کرے گا تو تیرے لئے بہتر ہے میں نے

صَلَاتِیْ کُلَّهَا قَالَ اِذًا تُکْفٰی هَمُّکَ وَیُکَفَّرُلَکَ ذَنْبُکَ. (رواہ الترمذی)

کہامقرر کیا میں نے اپنا سارا وقت دعا کا آپ پر درود کیلئے فرمایا اب کفایت کیا جائے گا تو اپنے غموں سے اور جھاڑے جائینگے تیرے لئے تیرے گناہ

تشریح: حاصل حدیث:۔ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر کثرت سے دُرود پڑھتا ہوں' روزانہ کا معمولی وظیفہ ہے' پس کتنی مقدار میں اس وظیفہ سے زیادہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے دُرود پڑھا کروں (یہاں صلوٰۃ سے مراد مقرر کردہ وظیفہ ہے) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جتنا چاہے۔ آخر کار ابی بن کعبؓ نے کہا میں سارا وظیفہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر دُرود بھیجنے میں صرف کروں گا' حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! تکفی همک ویکفرلک ذنبک .تو معلوم ہوا اور وردوں کی بنسبت صلوٰۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم زیادہ افضل ہے۔ سارے فقہاء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ کثرت سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر دُرود بھیجنا چاہیے۔ بس عمل کی ضرورت ہے کوئی جھگڑے کی بات اور ضرورت نہیں ہے۔

وَعَنْ فُضَالَةَ بْنِ عُبَیْدٍ قَالَ بَیْنَمَا رَسُوْلُ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَاعِدٌ اِذْدَخَلَ رَجُلٌ فَصَلّٰی فَقَالَ

حضرت فضالہ بنت عبیدؓ سے روایت ہے کہا اس وقت کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھے ہوتے تھے ناگہاں ایک شخص آیا پس نماز پڑھی اور کہا

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِیْ وَارْحَمْنِیْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَجِّلْتَ اَیُّهَا الْمُصَلِّیْ اِذَا صَلَّیْتَ

یا الٰہی بخش مجھ کو اور مجھ پر رحم کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو نے جلدی کی اے نماز پڑھنے والے جس وقت پڑھے تو نماز پس بیٹھے

فَقَعَدْتَ فَاحْمَدِ اللهَ بِمَا هُوَ اَهْلُهٗ وَصَلِّ عَلَیَّ ثُمَّ اُدْعُهُ قَالَ ثُمَّ صَلّٰی رَجُلٌ اٰخَرَ بَعْدَ ذٰلِکَ فَحَمِدَ

پس تعریف کر اللہ کی ساتھ اس چیز کے کہ وہ اس کے لائق ہے اور درود بھیج مجھ پر اور مانگ اللہ سے جو چاہے کہا راوی نے پھر ایک اور شخص نے نماز

اللهَ وَصَلّٰی عَلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَهُ النَّبِیُّ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَیُّهَاالْمُصَلِّیْ اُدْعُ

پڑھی اسکے بعد پس اللہ کی تعریف کی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجا پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کیلئے فرمایا اے نماز پڑھنے والے دعا کر

تُجَبْ. (رواہ الترمذی وروی ابوداؤد و النسائی نحوہ)

قبول کی جائے گی روایت کیا اس کو ترمذی نے اور روایت کیا اس کو ابوداؤد اور نسائی نے اس کے مانند۔

تشریح: حاصل حدیث:۔ معلوم ہوا کہ دعا کے اقرب الی الاجابت ہونے کے لیے پہلے حمد وثناء ہو پھر مقصد کے لیے دعا کرے اور دعا کا ادب بھی یہی ہے کہ پہلے حمد باری تعالیٰ پھر تصلیہ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم اور پھر اپنے مقصد کی طرف لوٹے۔

وَعَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ کُنْتُ اُصَلِّیْ وَ النَّبِیُّ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ حَاضِرٌ وَاَبُوْبَکْرٍ وَعُمَرُ

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہا کہ میں نماز پڑھتا تھا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم تشریف رکھتے تھے اور ابو بکرؓ اور عمرؓ ساتھ

مَعَهٗ فَلَمَّا جَلَسْتُ بَدَأْتُ بِالثَّنَاءِ عَلَی اللهِ تَعَالٰی ثُمَّ الصَّلَاةِ عَلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ

ان کے حاضر تھے پس جب بیٹھا میں شروع کی میں نے تعریف اللہ کی پھر درود بھیجا نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر

دَعَوْتُ لِنَفْسِیْ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ سَلْ تُعْطَهْ سَلْ تُعْطَهْ. (رواہ الترمذی)

پھر دعا کی میں نے اپنے لئے پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مانگ دیا جائے گا۔ مانگ دیا جائیگا روایت کیا اس کو ترمذی نے۔

تشریح: سل تعطه سل تعطه: کوئی ملحد ہو جو کہے گا حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے ہیں' مانگ دوں گا' یہ مطلب نہیں بلکہ اس ضمیر کا مرجع اللہ ہے مطلب یہ ہے کہ میں تمہارے لئے دعا کروں گا اور اللہ تعالیٰ تمہیں عطا کریں گے۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ سَرَّهٗ اَنْ یُّکْتَالَ بِالْمِکْیَالِ الْاَوْفٰی اِذَا

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ شخص کہ خوش لگے اس کو یہ کہ دیا جائے ثواب پورے پیمانہ سے جس وقت

صَلّٰی عَلَیْنَا اَهْلَ الْبَیْتِ فَلْیَقُلْ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَاَزْوَاجِهٖ اُمَّهَاتِ الْمُؤْمِنِیْنَ

کہ بھیجے درود ہم پر کہ اہل بیت نبوت کے ہیں پس چاہیے کہ کہے اے اللہ رحمت بھیج محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر کہ نبی امی ہیں اور ان کی بیبیوں پر کہ مومنوں کی

وَذُرِّیَّتِهٖ وَاَهْلِ بَیْتِهٖ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اٰلِ اِبْرٰهِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ. (رواہ سنن ابوداؤد)

مائیں ہیں اور ان کی اولاد پر اور ان کے اہل بیتؓ پر جیسے تو نے رحمت بھیجی آل ابراہیم پر تحقیق تو تعریف کیا گیا بزرگ ہے۔ روایت کیا اس کو ابوداؤد نے۔

تشریح: حاصل حدیث:۔ امی اس شخص کو کہتے ہیں جو نہ تو لکھنا جانتا ہو اور نہ لکھے ہوئے کو پڑھنا جانتا ہو اور نہ کبھی مکتب و مدرسہ گیا ہو اور نہ کسی سے تعلیم حاصل کی ہو اور چونکہ امی منسوب ہے۔ ام یعنی ماں کی طرف لہٰذا اس مناسبت سے مطلب یہ ہوگا کہ ایسا شخص جو ماں کے پیٹ سے پیدا ہونے والے بچے کی طرح ہے اسے کسی نے نہ لکھنے کی تعلیم دی ہے اور نہ پڑھنے کی۔

وَعَنْ عَلِیٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَلْبَخِیْلُ الَّذِیْ مَنْ ذُکِرْتُ عِنْدَهٗ

حضرت علیؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سخت بخیل وہ ہے کہ جس کے پاس میں ذکر کیا گیا

فَلَمْ یُصَلِّ عَلَیَّ رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَرَوَاهُ اَحْمَدُ عَنِ الْحُسَیْنِ ابْنِ عَلِیٍّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا وَقَالَ

پھر مجھ پر درود نہ بھیجا روایت کیا اس کو ترمذی نے اور روایت کیا اس کو احمد نے حسین بن علیؓ سے اور کہا

التِّرْمِذِیُّ هٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ غَرِیْبٌ.

ترمذی نے یہ حدیث حسن صحیح غریب ہے۔

تشریح: البخیل سے مراد کامل بخیل ہے۔ جو اپنی زبان سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھنے سے بخل سے کام لیتا ہے۔

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ صَلّٰی عَلَیَّ عِنْدَ قَبْرِیْ سَمِعْتُهٗ وَمَنْ

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو کوئی میری قبر پر درود بھیجے میں اس کو سنتا ہوں

صَلّٰی عَلَیَّ نَائِیًا اُبْلِغْتُهٗ رَوَاهُ الْبَیْهَقِیُّ فِیْ شُعَبِ الْاِیْمَانِ.

اور جو دور سے درود بھیجے پہنچایا جاتا ہوں اس کو روایت کیا بیہقی نے شعب الایمان میں۔

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ مَنْ صَلّٰی عَلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَاحِدَةً صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہا کہ جس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک بار درود بھیجا اللہ اور اس کے

وَمَلَائِکَتُهٗ سَبْعِیْنَ صَلَاةً. (رواہ احمد بن حنبلؒ)

فرشتے ستر رحمتیں بھیجتا ہے روایت کیا اس کو احمد نے۔

تشریح: حاصل حدیث:۔ بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ ایک مرتبہ درود بھیجنے کا یہ ثواب جمعہ کے دن سے متعلق ہے اس لئے کہ یہ

ثابت ہے کہ جمعہ کے روز اعمال کا ثواب ستر گنا زیادہ ملتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ حج اکبر (جو جمعہ کو ہوتا ہے) ستر حج کے برابر ہوتا ہے اور جس روایت میں عشر کے الفاظ ہیں وہ جمعہ کے علاوہ پر محمول ہیں۔

وَعَنْ رُوَيْفِعٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ صَلّٰى عَلٰى مُحَمَّدٍ وَقَالَ اَللّٰهُمَّ اَنْزِلْهُ

حضرت رویفعؓ سے روایت ہے تحقیق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو کوئی محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجے اور کہے یا اللہ اتار اس کو بیچ جگہ کے

اَلْمَقْعَدَ الْمُقَرَّبَ عِنْدَكَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَجَبَتْ لَهٗ شَفَاعَتِيْ. (رواہ احمد بن حنبل)

کہ مقرب ہے تیرے نزدیک قیامت کے دن واجب ہوتی ہے اس کیلئے شفاعت میری روایت کیا اس کو احمد نے۔

تشریح: مقام مقرب سے مراد مقام محمود ہے جہاں قیامت کے دن آنحضرت کھڑے ہوکر اللہ جل شانہ کی ثناء وتعریف بیان فرمائیں گے اور بندوں کے حق میں شفاعت کریں گے۔

وَعَنْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ قَالَ خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى دَخَلَ نَخْلًا فَسَجَدَ

حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ سے روایت ہے کہا کہ نکلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہاں تک کہ داخل ہوئے کھجوروں کے باغ میں پس سجدہ کیا پس دراز کیا

فَاَطَالَ السُّجُوْدَ حَتّٰى خَشِيْتُ اَنْ يَكُوْنَ اللّٰهُ تَعَالٰى قَدْ تَوَفَّاهُ قَالَ فَجِئْتُ اَنْظُرُ فَرَفَعَ رَاْسَهٗ، فَقَالَ

سجدہ پس ڈرا میں یہ کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو فوت کرلیا ہے۔ عبدالرحمٰنؓ نے کہا پس آیا میں دیکھتا تھا پس اٹھایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سر اپنا پس فرمایا کیا

مَالَكَ فَذَكَرْتُ لَهٗ ذٰلِكَ قَالَ فَقَالَ اِنَّ جِبْرِيْلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ لِيْ اَلَا اُبَشِّرُكَ اَنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ

ہے تیرے لئے پس ذکر کیا میں نے یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے راوی نے کہا حضرت نے فرمایا کہ جبریلؑ نے مجھ کو کہا نہ خوشخبری دوں تجھ کو کہ اللہ عزت والا

يَقُوْلُ لَكَ مَنْ صَلّٰى عَلَيْكَ صَلَاةً صَلَّيْتُ عَلَيْهِ وَمَنْ سَلَّمَ عَلَيْكَ سَلَّمْتُ عَلَيْهِ. (رواہ احمد بن حنبل)

بزرگی والا فرماتا ہے تیرے لئے کہ جو شخص درود بھیجے تجھ پر رحمت بھیجوں گا میں اس پر اور جو سلام بھیجے تجھ پر سلام بھیجوں گا میں اس پر روایت کیا اس کو احمد نے۔

تشریح: حاصل حدیث:۔ امام احمد بن حنبلؒ نے اپنی دوسری روایات میں آخر میں یہ الفاظ بھی نقل کئے ہیں اور کہا ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے۔

وَعَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ قَالَ اِنَّ الدُّعَاءَ مَوْقُوْفٌ بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْاَرْضِ لَا يَصْعَدُ مِنْهُ

حضرت عمر بن خطابؓ سے روایت ہے کہا کہ تحقیق دعا ٹھہری رہتی ہے۔ درمیان آسمان اور زمین کے نہیں چڑھتی اس میں سے کچھ

شَيْءٌ حَتّٰى تُصَلِّيَ عَلٰى نَبِيِّكَ. (رواہ الترمذی)

یہاں تک کہ درود بھیجے تو اوپر نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے کے۔ روایت کیا اس کو ترمذی نے۔

تشریح: حاصل حدیث:۔ مطلب یہ ہے کہ دعا کی قبولیت درود پر موقوف ہے کیونکہ درود خود مقبول ہے اس لئے اس کے توسط اور وسیلہ سے دعا بھی قبول ہوتی ہے۔

بَابُ الدُّعَاءِ فِي التَّشَهُّدِ

تشہد میں رسول اللہ کی دعا

صاحب مشکوٰۃ نے ترتیب قائم کر کے بتلا دیا کہ تشہد کے بعد صلوٰۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم پھر اور دعا ہوتی ہے۔

اس بات پر فقہاء کا اتفاق ہے کہ قعدہ اخیرہ میں تشہد اور درود شریف کے بعد کوئی دعا پڑھنی چاہئے اور بہتر یہ ہے کہ وہ دعائیں پڑھے جو قرآن کریم یا حدیث سے ثابت ہوں لیکن کیا ماثور دعاؤں کے علاوہ بھی کوئی دعا کر سکتا ہے یا نہیں اس میں ائمہ کا اختلاف ہوا ہے۔

شافعیہ اور مالکیہ کا مذہب یہ ہے کہ اس موقعہ پر ہر وہ دعا جائز ہے جو خارج الصلوٰۃ جائز ہے خواہ ماثور ہو یا نہ ہو خواہ کلام الناس کے قبیل سے ہو۔ ان کی دلیل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کا عموم ہے۔ "ثم ليتخير من الدعاء اعجبه اليه" حنابلہ کے نزدیک صرف ماثور دعا پڑھنا ہی جائز ہے۔ حنفیہ کے مذہب کی تفصیل یہ ہے کہ جو دعا الفاظ قرآن اور ماثور کے مشابہ ہو وہ جائز ہے اور جو دعا کلام الناس کے قبیل سے ہو وہ جائز نہیں۔ ان دونوں میں فرق کا معیار یہ ہے کہ وہ چیزیں جو عام طور پر بندوں سے بھی مانگی جاتی ہیں ان کی دعا کرنا کلام الناس میں داخل ہوگا اور جن چیزوں کا بندوں سے مانگنا مستحیل ہے ان کی دعا کلام الناس کے قبیل سے نہیں ہے۔ حنفیہ کی دلیل معاویہ بن الحکمؓ کی حدیث ہے جسے صاحب مشکوٰۃ نے "باب مالايجوز من العمل في الصلوة ومايباح منه" کے شروع میں ذکر کیا ہے اس میں یہ لفظ بھی ہیں "ان هذه الصلوة لايصلح فيها شئى من كلام الناس" یہی حدیث شافعیہ کی طرف سے پیش کردہ حدیث کیلئے مخصص بھی ہوگی۔

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدْعُوْ فِي الصَّلٰوةِ يَقُوْلُ
حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم دعا مانگتے تھے نماز میں کہتے یا الٰہی میں پناہ مانگتا ہوں ساتھ تیرے عذاب قبر سے
اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُبِكَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَسِيْحِ الدَّجَّالِ وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ فِتْنَةِ
اور پناہ مانگتا ہوں تیرے ساتھ کانے دجال کے فتنہ سے اور پناہ مانگتا ہوں زندگی کے فتنہ سے اور موت کے فتنہ سے
الْمَحْيَا وَفِتْنَةِ الْمَمَاتِ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُبِكَ مِنَ الْمَاْثَمِ وَمِنَ الْمَغْرَمِ فَقَالَ لَهٗ قَائِلٌ مَّا اَكْثَرَ مَا تَسْتَعِيْذُ
یا الٰہی میں پناہ مانگتا ہوں تیرے ساتھ گناہ سے اور قرض سے پس کہا واسطے اس کے ایک کہنے والے نے
مِنَ الْمَغْرَمِ فَقَالَ اِنَّ الرَّجُلَ اِذَا غَرِمَ حَدَّثَ فَكَذَبَ وَوَعَدَ فَاَخْلَفَ. (صحيح البخاري و صحيح مسلم)
بہت تعجب ہے پناہ مانگنا تمہارا قرض سے پس فرمایا جس وقت آدمی قرض دار ہوتا ہے پس بات کرتا ہے جھوٹ بولتا ہے اور وعدہ کرتا ہے خلاف کرتا ہے۔

تشریح: دجال آخر زمانہ میں قیامت کے قریب پیدا ہوگا جو خدائی کا دعویٰ کرے گا اور لوگوں کو اپنے مکر و فریب اور شعبدہ بازیوں سے گمراہ کرے گا۔ اس کا مفصل ذکر ان شاء اللہ مشکوٰۃ کے آخری ابواب میں آئے گا۔

دجال کو مسیح کیوں کہتے ہیں۔ دجال کو مسیح اس لئے کہا جاتا ہے کہ اس کی ایک آنکھ ملی ہوئی ہوگی یعنی وہ کانا ہوگا یا کہ وہ چونکہ ممسوح ہوگا اس لئے اس مناسبت سے اسے مسیح کہا جاتا ہے۔ ممسوح کا مطلب ہے "تمام بھلائیوں، نیکیوں اور خیر و برکت کی باتوں سے بالکل بعید ناآشنا اور ایسا کہ جیسے اس پر کبھی ان چیزوں کا سایہ بھی نہ پڑا ہوگا"۔ اور ظاہر ہے کہ اتنی بری خصلتوں کا حامل دجال کے علاوہ اور کون ہو سکتا ہے۔

حضرت عیسیٰ کو مسیح کہنے کی وجہ۔ اسی کے ساتھ حضرت عیسیٰؑ کا لقب بھی ''مسیح'' ہے۔ جس کی اصل مسیحا ہے اور مسیحا عبرانی زبان میں ''مبارک'' کو کہتے ہیں یا یہ کہ مسیح کے معنی ہیں ''بہت سیر کرنے والا'' چونکہ قرب قیامت میں حضرت عیسیٰؑ اس دنیا میں آسمان سے اتارے جائیں گے اور دنیا سے گمراہی وضلالت اور برائیوں کی جڑ اکھاڑنے اور پھر تمام عالم پر خدا کے خلیفہ کی حیثیت سے حکمرانی کرنے پر مامور فرمائے جائیں گے اور اس سلسلے میں آپ علیہ السلام کو امور مملکت کی دیکھ بھال کرنے اور خدا کے دین کو عالم میں پھیلانے اور کانے دجال کو موت کے گھاٹ اتارنے کیلئے تقریباً پوری دنیا میں پھرنا پڑے گا۔ اس لئے اس مناسبت سے مسیح آپ علیہ السلام کا لقب قرار پایا ہے۔

بہر حال لفظ مسیح کا اطلاق حضرت عیسیٰؑ اور دجال ملعون دونوں پر ہوتا ہے اور دونوں کے درمیان امتیازی فرق یہ ہے کہ جب صرف ''مسیح'' لکھا اور بولا جاتا ہے تو اس سے حضرت عیسیٰؑ کی ذات گرامی مراد لی جاتی ہے اور جب دجال ملعون مراد ہوتا ہے تو لفظ مسیح کو دجال کے ساتھ قید کر دیتے ہیں یعنی ''مسیح دجال'' لکھتے اور بولتے ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دعا میں چھ چیزوں سے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کی ہے۔

۱-عذاب قبر ۲-فتنہ دجال ۳-فتنہ زندگی ۴-فتنہ موت ۵-گناہ ۶-قرض

یہ چھ چیزیں اپنی ہیبت وہلاکت اور دینی ودنیاوی خسران ونقصان کے باعث بڑی اہمیت رکھتی ہیں۔ ان چیزوں سے اگر خداوند تعالیٰ نے نجات دی اور اپنا فضل وکرم فرما دیا تو دینی ودنیاوی دونوں زندگیاں کامیابی وکامرانی سے اور رحمت وسعادت کی ہم آغوش ہوں گی اور اگر خدانخواستہ کہیں کسی بدنصیب ان میں سے کسی ایک سے بھی پالا پڑ گیا تو جانئے کہ اس کی دنیا بھی تباہ وبرباد ہو جائے گی اور آخرت کی تمام سہولتیں وآسانیاں اور وہاں کی رحمتیں وسعادتیں بھی ان کا ساتھ چھوڑ دیں گی اور وہ عذاب خداوندی کا مستحق ہوگا اسی لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود ان چیزوں سے پناہ مانگ کر امت کیلئے تعلیم کا دروازہ کھولا ہے کہ ہر مسلمان کو چاہئے کہ وہ اپنے پروردگار سے ان سخت وہیبت ناک چیزوں سے پناہ مانگتا رہے تاکہ پروردگار اس کو ان سے محفوظ ومامون رکھے۔

عذاب قبر اور فتنہ دجال یہ تو بالکل ظاہر ہیں ان کی کسی تشریح وتوضیح کی ضرورت نہیں ہے۔ البتہ ''فتنہ زندگی'' یہ ہے کہ صبر ورضا کے فقدان کی وجہ سے زندگی کی مصیبتوں اور بلاؤں میں گرفتار ہو اور نفس ان چیزوں میں مشغول ومستغرق ہو جائے اور راہ ہدایت اور راہ حق سے ہٹا دیتی ہوں اور زندگی کو گمراہیوں وضلالتوں کی کھائی میں پھینک دیتی ہوں۔

''فتنہ موت'' کا مطلب یہ ہے کہ ''شیطان لعین حالت نزع میں اپنے مکر وفریب کا جال پھینکنے اور مرنے والے کے دل میں وسواس اور شبہات کے بیج بو کر اس کے آخری لمحوں کو جس پر دائمی نجات وعذاب کا دارومدار ہے برائی وگمراہی کی بھینٹ چڑھا دے تاکہ اس دنیا سے رخصت ہونے والا نعوذ باللہ ایمان ویقین کے ساتھ نہیں بلکہ کفر وتشکیک کے ساتھ فوت ہو جائے (العیاذ باللہ) اسی طرح منکر نکیر کے سوالات کی سختی' عذاب قبر کی شدت اور عذاب عقبیٰ میں گرفتاری بھی موت کے فتنہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان سب سے ہر مسلمان کو محفوظ ومامون رکھے۔ آمین''۔

لفظ ''اثم'' یا تو مصدر ہے یعنی گناہ کرنا' یا اس سے مراد وہ چیز ہے جو گناہ کا باعث ہے۔

بہر حال اس کا مطلب یہ ہے کہ ان گناہوں سے خدا کی پناہ جس کے نتیجہ میں بندہ عذاب آخرت اور ناراضگی مول لیتا ہے یا ان چیزوں سے خدا کی پناہ جو گناہ صادر ہونے کا ذریعہ ہیں یا جن کو اختیار کر کے بندہ راہ راست سے ہٹ جاتا ہے اور ضلالت وگمراہی کی راہ پر پڑ جاتا ہے۔

قرض سے پناہ مانگنے کی وجہ۔ قرض سے پناہ مانگنے پر ایک صحابی کو تعجب ہوا کہ قرض میں ایسی کون سی برائی ہے جس سے پناہ مانگی جا رہی ہے بلکہ اس سے تو بہت سے ضرورت مندوں کے کام پورے ہوتے ہیں اور دنیاوی حالات میں اس سے بڑی حد تک مدد ملتی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی قباحت اور برائی کی جس کی بنیادی حقیقت کی طرف توجہ دلائی ہے وہ یقیناً ایسی ہی ہے کہ اس سے پناہ مانگی جانی چاہئے۔ اول تو دنیاوی اعتبار سے بھی کسی کا قرض دار ہونا کوئی اچھی بات نہیں ہے پھر دین وآخرت کا جہاں تک تعلق ہے تو اس کی وجہ سے ایسی چیزوں کا ارتکاب ہوتا ہے جو شریعت کی نظر میں نہ صرف یہ کہ معیوب بلکہ عذاب آخرت کا سبب بنتی ہے۔ مثلاً جب کوئی شخص کسی سے قرض

مانگنے جاتا ہے تو پہلا مرحلہ یہی ہوتا ہے جب وہ گناہ گار رہتا ہے کیونکہ بسا اوقات قرض مانگنے والا سینکڑوں بہانے تراشتا ہے۔ سینکڑوں غلط سلط باتیں بناتا ہے اور مقصد برآری کیلئے بڑے سے بڑا جھوٹ بولنے میں کوئی جھجک محسوس نہیں کرتا۔ اس کے بعد دوسرا مرحلہ قرض کی ادائیگی کا آتا ہے کہ قرض دار قرض لیتے وقت ایک وقت دعرصہ متعین کرتا ہے جس میں وہ قرض کی ادائیگی کا وعدہ کرتا ہے مگر تجربہ شاہد ہے کہ کوئی ایک آدھ ہی قرض دار ایسا ہوگا جو وقت معینہ پر ادائیگی کر دیتا ہوگا ورنہ اکثر وبیشتر وعدہ خلافی کرتے ہیں اس موقع پر بھی نہ صرف یہ کہ وعدہ خلافی ہوتی ہے بلکہ عدم ادائیگی کے عذر میں ہر طرح کا جھوٹ بولنا پڑتا ہے۔ اس طرح قرض دار وعدہ خلافی اور جھوٹ کا ارتکاب کر کے گناہ گار ہوتا ہے۔ پھر عدم ادائیگی کا یہ عذر ایک دو مرتبہ ہی پر ختم نہیں ہو جاتا بلکہ اس کا ایک سلسلہ ہوتا ہے جو بہت دنوں تک چلتا رہتا ہے اس طرح قرض دار مسلسل جھوٹ پر جھوٹ بولتا ہے ہر مرتبہ وعدہ خلافیاں کرتا ہے اور اس طرح وہ گناہوں کی پوٹ اپنے اوپر لادتا رہتا ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ چیزیں عذاب خداوندی اور مواخذہ آخرت کا سبب ہیں اس لئے ایسی غلط چیز سے پناہ مانگی گئی ہے۔

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا فَرَغَ اَحَدُکُمْ مِنَ التَّشَهُّدِ الْاٰخِرِ
حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس وقت فارغ ہو تم میں سے کوئی آخری تشہد سے پس چاہئے کہ
فَلْیَتَعَوَّذْ بِاللّٰهِ مِنْ اَرْبَعٍ مِّنْ عَذَابِ جَهَنَّمَ وَمِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَمِنْ فِتْنَةِ الْمَحْیَا وَالْمَمَاتِ وَمِنْ شَرِّ
پناہ پکڑے اللہ کے ساتھ چار چیزوں سے دوزخ کے عذاب سے قبر کے عذاب سے اور زندگانی کے فتنہ سے اور مرنے کے فتنہ سے
الْمَسِیْحِ الدَّجَّالِ. (صحیح مسلم)
اور مسیح دجال کی برائی سے روایت کیا اس کو مسلم نے۔

تشریح: حاصل حدیث یہ کہ پہلے تشہد کے بعد دعائیں نہیں ہیں یہ جتنی دعائیں نماز میں ہیں یہ ساری کی ساری تعلیماً للامۃ ہیں۔ نیز جتنی دعائیں عذاب قبر سے تعوذ کی ہیں اس کے ساتھ ساتھ فتنہ مسیح دجال سے تعوذ کی ذکر کر کے اشارہ کر دیا کہ فتنہ مسیح دجال یہ فتنہ کوئی عذاب قبر سے کم نہیں ہے۔ لہٰذا اس سے بھی پناہ مانگتے رہنا چاہیے۔

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ کَانَ یُعَلِّمُهُمْ هٰذَا الدُّعَاءَ کَمَا یُعَلِّمُهُمُ السُّوْرَةَ مِنَ
حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ تحقیق نبی صلی اللہ علیہ وسلم سکھاتے تھے صحابہؓ اور اہل بیتؓ کو یہ دعا جیسے
الْقُرْاٰنِ یَقُوْلُ قُوْلُوْا اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنْ عَذَابِ جَهَنَّمَ وَاَعُوْذُبِکَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ
قرآن کی سورہ سکھاتے فرماتے کہو یا الٰہی میں پناہ مانگتا ہوں تیرے ساتھ دوزخ کے عذاب سے اور پناہ مانگتا ہوں تیرے ساتھ قبر کے عذاب سے
وَاَعُوْذُبِکَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَسِیْحِ الدَّجَّالِ وَاَعُوْذُبِکَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَحْیَا وَالْمَمَاتِ. (صحیح مسلم)
اور تیرے ساتھ پناہ مانگتا ہوں کانے دجال کے فتنہ سے اور پناہ مانگتا ہوں تیرے ساتھ زندگانی اور مرنے کے فتنہ سے روایت کیا اس کو مسلم نے۔

تشریح: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دعاؤں کی تعلیم اہتمام کے ساتھ دیتے تھے۔

وَعَنْ اَبِیْ بَکْرِ نِ الصِّدِّیْقِؓ قَالَ قُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ عَلِّمْنِیْ دُعَآءً اَدْعُوْ بِهٖ فِیْ صَلٰوتِیْ قَالَ قُلْ اَللّٰهُمَّ
حضرت ابو بکر صدیقؓ سے روایت ہے کہا کہ میں نے کہا اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سکھلا دو مجھ کو دعا کہ اسکے ساتھ دعا مانگوں اپنی نماز میں فرمایا
اِنِّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ ظُلْمًا کَثِیْرًا وَّلَا یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ فَاغْفِرْلِیْ مَغْفِرَةً مِّنْ عِنْدِکَ وَارْحَمْنِیْ
کہہ یا الٰہی ظلم کیا میں نے اپنے نفس پر بہت اور نہیں بخشتا گناہوں کو کوئی مگر تو پس بخش مجھ کو بخشنا خاص نزدیک اپنے سے اور مجھ پر رحم کر

اِنَّکَ اَنْتَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ. (صحیح البخاری و صحیح مسلم)
تحقیق تو بخشنے والا مہربان ہے۔ روایت کیا اس کو بخاری اور مسلم نے۔

تشریح: قوله، اللّٰهمّ انی ظلمت نفسی ظلماً کثیراً. سوال: نماز میں ظلم کونسا ہے؟ جواب: ظلم کی دو قسمیں ہیں: (۱) ارتکاب معصیہ سے ظلم (۲) عبادت کو کما ینبغی بجانہ لانے سے ظلم۔ یہاں دوسرا معنی مراد ہے ظاہر ہے کہ جیسے نماز پڑھنے کا حق ہے ویسے حق کوئی بھی نہیں ادا کرسکتا۔ اگر صاحب مشکوٰۃ اس روایت کو باب الدعاء فی التشھد میں نہ لاتے تو ہم کہہ سکتے تھے کہ یہ دعا نماز کے بعد پڑھنی چاہیے لیکن چونکہ صاحب مشکوٰۃ اس باب میں لائے ہیں تو لاکر اس بات کی طرف اشارہ کردیا' بتلادیا کہ نماز میں پڑھنا افضل ہے۔ یہ مشکوٰۃ میں پہلی روایت ہے جو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے:

وَعَنْ عَامِرِ بْنِ سَعْدٍؓ عَنْ اَبِیْهِ قَالَ کُنْتُ اَرٰی رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یُسَلِّمُ عَنْ یَّمِیْنِهٖ وَعَنْ
حضرت عامر بن سعدؓ سے روایت ہے وہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ کہا تھا میں دیکھتا ہوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہ سلام پھیرتے
یَّسَارِهٖ حَتّٰی اَرٰی بَیَاضَ خَدِّهٖ. (صحیح مسلم)
دائیں اور بائیں اپنے یہاں تک کہ دیکھتا میں آپ کے رخسارے کی سفیدی۔ روایت کیا اس کو مسلم نے۔

تشریح: حاصل حدیث:۔ تو اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سلام دو ہیں ایک دائیں جانب اور ایک بائیں جانب۔

وَعَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍؓ قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا صَلّٰی صَلٰوةً اَقْبَلَ عَلَیْنَا
حضرت سمرہ بن جندبؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس وقت نماز پڑھ چکتے تو ہم پر متوجہ ہوتے اپنے منہ
بِوَجْهِهٖ. (صحیح البخاری)
کے ساتھ روایت کیا اس کو بخاری نے۔

تشریح: مطلب یہ ہے کہ جب جماعت ختم ہوجاتی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہولیتے تھے اپنا روئے اقدس مقتدیوں کی طرف متوجہ کرکے بیٹھ جاتے تھے۔ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرض نماز سے فارغ ہوکر مقتدیوں کی طرف منہ کرکے اور قبلہ کی طرف پشت کرکے بیٹھتے تھے۔ اس کے بعد حضرت انس اور حضرت براءؓ کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی عادت شریفہ یہ تھی کہ سلام پھیرنے کے بعد دائیں طرف مڑکر بیٹھتے تھے جبکہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ بائیں طرف رخ کرکے بیٹھتے تھے۔ یہ روایات بظاہر متعارض ہیں ان میں تطبیق کی کئی صورتیں اختیار کی گئی ہیں ایک یہ بھی ہے کہ سلام پھیرنے کے بعد اگر آپ فوراً اٹھ کر جانا ہوتا تو جس طرف کام ہوتا اسی طرف کو تشریف لے جاتے کبھی دائیں طرف کبھی بائیں طرف حسب مقتضائے حال اور اگر مصلے پر ہی تشریف رکھنے کا ارادہ ہوتا تو نمازیوں کی طرف متوجہ ہوکر بیٹھ جاتے۔ اس تقریر کے مطابق حدیث انسؓ اور حدیث ابن مسعودؓ وغیرہ میں انصراف سے مراد رخ پھیر کر بیٹھنا نہیں ہے بلکہ انصراف سے مراد مصلے سے اٹھ کر چلے جانا ہے۔ تطبیق کی دوسری تقریر یہ بھی ہے کہ سلام پھیرنے کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول تین قسم کا ہوتا تھا کبھی سلام پھیرتے ہی گھر تشریف لے جاتے ایسی صورت میں عموماً بائیں طرف رخ فرماتے کیونکہ آپ کا حجرہ مبارک بائیں طرف تھا اور کبھی ذکر اور دعاء وغیرہ کیلئے مصلی پر تشریف فرما رہتے ایسی صورت میں عام طور پر دائیں طرف مڑکر بیٹھتے اور کبھی سلام کے بعد خطبہ وغیرہ ارشاد فرمانا ہوتا تو مکمل طور پر نمازیوں کی طرف متوجہ کر اور قبلہ کی طرف پشت کرکے ارشاد فرماتے تو تینوں قسم کی احادیث تین مختلف موقعوں کے اعتبار سے ہیں۔

وَعَنْ اَنَسٍؓ قَالَ کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَنْصَرِفُ عَنْ یَّمِیْنِهٖ. (صحیح مسلم)
حضرت انسؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے داہنے طرف سے پھرتے تھے روایت کیا اس کو مسلم نے۔

وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍؓ قَالَ لَا يَجْعَلُ اَحَدُكُمْ لِلشَّيْطَانِ شَيْئًا مِنْ صَلٰوتِهٖ يَرٰى اَنَّ حَقًّا عَلَيْهِ اَنْ لَا

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہا کہ نہ مقرر کرے ایک تمہارا حصہ نماز اپنی میں واسطے شیطان کے۔ اعتقاد کرے کہ یہ کہ لازم ہے اس پر یہ کہ نہ پھر کر جاوے

يَنْصَرِفَ اِلَّا عَنْ يَّمِيْنِهٖ لَقَدْ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَثِيْرًا يَّنْصَرِفُ عَنْ يَّسَارِهٖ.

اپنے سے تحقیق دیکھا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کہ اکثر بار پھرتے تھے بائیں طرف اپنی سے۔ روایت کیا اس کو بخاری اور مسلم نے۔

(صحيح البخاری و صحيح مسلم)

تشریح: حاصل حدیث: یعنی نماز سے فارغ ہو کر دائیں جانب مڑ کر بیٹھنے کو لازم سمجھنا اور عقیدہ بنا لینا کہ اس سے ثواب ملے گا اگر دائیں جانب نہ بیٹھا تو ثواب نہیں ملے گا یہ شیطان کا حصہ ہے اور اگر ضروری نہ سمجھے اور یہ عقیدہ نہ ہو تو یہ جائز ہے۔

یہاں مشکوٰۃ کے اندر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بیٹھنے کی تین صورتیں بیان کی گئی ہیں۔ (۱) انصراف اقبل علینا وجهه (۲) انصراف عن جانب اليمين (۳) انصراف عن جانب اليسار. ان میں تطبیق اس طرح ہے کہ اگر صحابہؓ کو کچھ فرمانا ہوتا تو یا کچھ پوچھنا ہوتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی طرف رخ کر کے بیٹھتے اور اگر دائیں جانب جانا ہوتا تو دائیں جانب رخ کر کے بیٹھتے اور اگر حجرہ شریفہ کی طرف جانا ہوتا تو بائیں جانب رُخ کر کے بیٹھتے۔ باقی رہا یہ سوال کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ انصراف عن الیمین کی تردید کر رہے ہیں جواب گزر چکا کہ اس کی تردید کر رہے ہیں جو جانب یمین کی طرف مڑ کر بیٹھنے کو عقیدہ بنا لے۔ قوله لقد رايت رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم كثيراً ينصرف عن يساره. یہ انصراف عن جانب الیسار کا کثیر ہونا فی نفسہ ہے۔ جانب یمین کے تقابل کے اعتبار سے نہیں ہے۔ مطلب یہ ہے کہ انصراف الی جانب الیسار بھی کثرت سے ہوتا تھا۔

وَعَنِ الْبَرَآءِؓ قَالَ كُنَّا اِذَا صَلَّيْنَا خَلْفَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَحْبَبْنَا اَنْ نَّكُوْنَ عَنْ يَّمِيْنِهٖ

حضرت براءؓ سے روایت ہے کہا کہ جس وقت ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھتے دوست رکھتے تھے ہم یہ کہ ہوں داہنے حضرت کے تو متوجہ ہوں ہم پر ساتھ منہ اپنے کے

يُقْبِلُ عَلَيْنَا بِوَجْهِهٖ قَالَ فَسَمِعْتُهٗ يَقُوْلُ رَبِّ قِنِيْ عَذَابَكَ يَوْمَ تَبْعَثُ اَوْ تَجْمَعُ عِبَادَكَ. (صحيح مسلم)

کہا براءؓ نے پس سنا میں نے حضرت کو کہ فرماتے تھے اے رب میرے، بچا مجھ کو عذاب اپنے سے اس دن کہ اٹھائے گا تو یا جمع کرے گا اپنے بندوں کو۔ روایت کیا اس کو مسلم نے۔

تشریح: حاصل حدیث:۔ اس سے معلوم ہوا کہ دائیں جانب انصراف زیادہ ہوتا تھا اس لیے صحابہؓ دائیں جانب بیٹھتے تھے۔

وَعَنْ اُمِّ سَلَمَةَؓ قَالَتْ اِنَّ النِّسَاءَ فِيْ عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُنَّ اِذَا سَلَّمْنَ مِنَ

حضرت ام سلمہؓ سے روایت ہے کہا کہ تحقیق عورتیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں تھیں جس وقت کہ سلام پھیرتیں نماز فرض سے کھڑی

الْمَكْتُوْبَةِ قُمْنَ وَثَبَتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَنْ صَلّٰى مِنَ الرِّجَالِ مَا شَآءَ اللّٰهُ فَاِذَا قَامَ

ہوتیں اور بیٹھے رہتے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور جو شخص کہ نماز پڑھتا۔ مردوں سے جس قدر کہ چاہتا اللہ تعالیٰ پس جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَامَ الرِّجَالُ (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

کھڑے ہوتے کھڑے ہوتے مرد۔ روایت کیا اس کو بخاری نے اور ذکر کریں گے ہم حدیث جابر بن سمرہؓ کی باب الضحک میں۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔

تشریح: حاصل حدیث:۔ نماز کے بعد یہ عورتیں چلی جاتیں اور مرد بیٹھے اس لیے رہتے کہ

(۱) تا کہ مردوں اور عورتوں کا اختلاط نہ ہو یا (۲) کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرامؓ سے کچھ پوچھیں اور مقصود ان کو تعلیم دینی ہوتی تھی (۳) تا کہ مرد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت حاصل کر لیں۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ

وَعَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ قَالَ اَخَذَ بِيَدِی رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنِّیْ لَاُحِبُّکَ يَا مُعَاذُ
حضرت معاذ بن جبلؓ سے روایت ہے کہا کہ میرا ہاتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پکڑا پس فرمایا تحقیق میں دوست رکھتا ہوں تجھ کو اے معاذ پس کہا
فَقُلْتُ وَاَنَا اُحِبُّکَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ فَلَا تَدَعْ اَنْ تَقُوْلَ فِیْ دُبُرِ کُلِّ صَلَاةٍ رَبِّ اَعِنِّیْ عَلٰی
میں نے میں بھی دوست رکھتا ہوں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کہ جب دوست رکھتا ہے تو مجھ کو پس نہ چھوڑ اس کو کہ
ذِکْرِکَ وَشُکْرِکَ وَحُسْنِ عِبَادَتِکَ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَ اَبُوْدَاوٗدَ وَالنَّسَائِیُّ اِلَّا اَنَّ اَبَادَاوٗدَلَمْ يَذْکُرْ
کہے تو ہر نماز کے بعد اے رب میرے مدد کر میری اوپر ذکر کرنے اپنے کے اور شکر کرنے اپنے کے اور اچھی کرنے عبادت اپنی کے روایت کیا اس کو احمد
قَالَ مُعَاذٌ وَ اَنَا اُحِبُّکَ.
اور ابوداؤد اور نسائی نے مگر یہ کہ ابوداؤد نے نہیں ذکر کئے یہ الفاظ کہ کہا معاذ نے انا احبک

تشریح: حاصل حدیث:۔ یہ حدیث اس فعل وقول اخذ بیدی ویقول انا احبک کے ساتھ مسلسل ہے اس اصطلاح کی تعریف علماء ومحدثین بخوبی سمجھتے ہیں چونکہ عوام سے اس کا تعلق نہیں ہے اس لئے انکے سامنے اس کی وضاحت کی ضرورت نہیں ہے۔

وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کَانَ يُسَلِّمُ عَنْ يَمِيْنِهٖ اَلسَّلَامُ
حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہا کہ تحقیق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے سلام پھیرتے اپنے داہنے کہتے السلام
عَلَيْکُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ حَتّٰی يُرٰی بَيَاضُ خَدِّهِ الْاَيْمَنِ وَعَنْ يَسَارِهٖ اَلسَّلَامُ عَلَيْکُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ حَتّٰی
علیکم ورحمۃ اللہ یہاں تک کہ دکھلائی دیتی سفیدی داہنے رخسار ان کے کی اور سلام پھیرتے بائیں اپنے کہتے السلام علیکم ورحمۃ اللہ یہاں تک
يُرٰی بَيَاضُ خَدِّهِ الْاَيْسَرِ. (رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَ التِّرْمِذِیُّ وَ النَّسَائِیُّ وَلَمْ يَذْکُرِ التِّرْمِذِیُّ حَتّٰی يُرٰی
دکھلائی دیتی سفیدی بائیں رخسار کی۔ روایت کیا اس کو ابو داؤد اور ترمذی اور نسائی نے اور نہیں ذکر کیا ترمذی نے حتی یری
بَيَاضُ خَدِّهٖ وَرَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ عَنْ عَمَّارِ بْنِ يَاسِرٍ)
بیاض خدہ اور روایت کیا اس کو ابن ماجہ نے عمار بن یاسرؓ سے۔

تشریح: اس سے معلوم ہوا کہ سلام دو ہوتے تھے اور السلام علیکم ورحمۃ اللہ کے الفاظ کیساتھ ہوتے تھے۔ (اسکی تفصیل مابعد میں مسئلہ آئیگا)

وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ کَانَ اَکْثَرُ انْصِرَافِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ صَلَاتِهٖ اِلٰی شِقِّهِ
حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہا کہ تھا بہت پھرنا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنی نماز سے جانب بائیں کی طرف حجرے
الْاَيْسَرِ اِلٰی حُجْرَتِهٖ. (رواه فی شرح السنة)
اپنے کے روایت کیا اس کو شرح السنہ میں۔

تشریح: حاصل حدیث:۔ اس سے معلوم ہوا کہ جب حجرہ شریفہ کی طرف جانے کا ارادہ ہوتا تو بائیں جانب رخ کر کے بیٹھتے

تا کہ وہیں سے اُٹھ کر چلے جائیں۔

عَنْ عَطَاءِ الْخُرَسَانِيِّ عَنِ الْمُغِيْرَةِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يُصَلِّي الْإِمَامُ فِي
حضرت عطاء خراسانیؒ سے روایت ہے وہ مغیرہؓ سے روایت کرتے ہیں کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہ نماز پڑھے امام اس جگہ کہ نماز
الْمَوْضِعِ الَّذِيْ صَلَّى فِيْهِ حَتّٰى يَتَحَوَّلَ رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ وَقَالَ عَطَاءُ الْخُرَسَانِيُّ لَمْ يُدْرِكِ الْمُغِيْرَةَ.
پڑھ چکا ہے اس میں یہاں تک کہ سرک جائے روایت کیا اس کو ابوداؤد نے اور کہا ابوداؤد نے کہ عطاء خراسانی نے نہیں ملاقات کی مغیرہ سے۔

تشریح: حاصل حدیث:۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ امام اس جگہ میں نماز نہ پڑھے جس جگہ اس نے فرض نماز پڑھائی۔ یہاں تک کہ اس جگہ سے پھر جائے کیوں پھرے؟ تا کہ مختلف جگہیں اس کی نماز کی گواہی دیں یا تا کہ کوئی یہ نہ سمجھے کہ فرض نماز دوبارہ شروع کردی ہے۔

وَعَنْ اَنَسٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَضَّهُمْ عَلَى الصَّلَاةِ وَنَهَاهُمْ اَنْ يَنْصَرِفُوْا قَبْلَ انْصِرَافِهِ
حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ تحقیق نبی صلی اللہ علیہ وسلم تھے رغبت دلاتے صحابہؓ کو نماز پر اور منع کیا ان کو یہ کہ پھریں وہ پہلے
مِنَ الصَّلَاةِ. (رواہ ابوداؤد)
حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پھرنے سے نماز سے۔

تشریح: قوله' ونهاهم ان ينصرفوا الخ : اس کے دو مطلب ہیں (۱) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اپنی جگہ اٹھنے سے پہلے نہ اُٹھیں اس کی تین وجوہ ہیں: (۱) تا کہ رجال ونساء کا اختلاط نہ ہو۔ (۲) تا کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کچھ فرمانا چاہیں تو فرمالیں۔ (۳) تا کہ لوگ جلوس کی وجہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت حاصل کرلیں۔ (۲) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سلام پھیرنے سے پہلے سلام نہ پھیریں۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ

وَعَنْ شَدَّادِ بْنِ اَوْسٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ فِيْ صَلَاتِهِ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ
حضرت شداد بن اوسؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہتے نماز اپنی میں یا الٰہی میں مانگتا ہوں تجھ سے ثابت رہنا دین کے
اَسْأَلُكَ الثَّبَاتَ فِي الْاَمْرِ وَ الْعَزِيْمَةَ عَلَى الرُّشْدِ وَاَسْأَلُكَ شُكْرَ نِعْمَتِكَ وَحُسْنَ عِبَادَتِكَ
مقدمہ میں اور قصد کرنا ہدایت پر اور مانگتا ہوں تجھ سے شکر نعمت تیری کا اور خوبی بندگی تیری کی اور مانگتا ہوں تجھ سے دل سالم اور زبان
وَاَسْأَلُكَ قَلْبًا سَلِيْمًا وَلِسَانًا صَادِقًا وَاَسْأَلُكَ مِنْ خَيْرِ مَا تَعْلَمُ وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّ مَا تَعْلَمُ
سچی اور مانگتا ہوں تجھ سے بھلائی جو کہ جانتا ہے تو اور پناہ مانگتا ہوں میں ساتھ تیرے برائی اس چیز کے کہ تو جانتا ہے
وَاَسْتَغْفِرُكَ لِمَا تَعْلَمُ رَوَاهُ النَّسَائِيُّ وَرَوَى اَحْمَدُ نَحْوَهُ.
اور تجھ سے بخشش مانگتا ہوں واسطے ان گناہوں کے کہ جانتا ہے تو۔ روایت کیا اس کو نسائی نے اور روایت کیا احمد نے اس کے مانند نماز

تشریح: ''قلب سلیم'' اس دل کو کہتے ہیں جو برے عقائد' کمزور خیالات اور غلط اعتقادات ونظریات سے پاک وصاف ہو اور خواہشات نفسانی کی طرف اس کا میلان نہ ہو نیز یہ کہ وہ ماسوی اللہ سے خالی ہو۔

دعا کے جملہ واسالک من خیر ما تعلم میں لفظ ما موصولہ ہے۔ یا موصوفہ اور عائد محذوف ہے۔ اسی طرح اس جملہ میں لفظ من زائد ہے۔

یہ بیانیہ اور مبین محذوف ہے۔گویا اصل میں یہ عبارت اس طرح ہے اسالک شیئا ھو خیر ماتعلم یعنی میں تجھ سے اس اچھی چیز کی درخواست کرتا ہوں جس کے بارے میں تو جانتا ہے کہ وہ اچھی ہے یعنی میں ایسی چیز کی درخواست نہیں کرتا جس کے بارے میں میرا خیال ہے کہ وہ اچھی چیز ہے کیونکہ بندہ تو کسی چیز کو اچھی سمجھ لیتا ہے۔حالانکہ حقیقت میں وہ اچھی نہیں ہوتی۔اس لئے میں وہی چیز مانگتا ہوں جو تیرے نزدیک اچھی ہے۔اسی طرح واعوذ بک من شر ماتعلم کا مطلب بھی یہی ہے کہ میں اس بری چیز سے پناہ مانگتا ہوں جو تیرے نزدیک بری ہے اور جس کے بارے میں تیرا فیصلہ ہے کہ یہ بندہ کے حق میں برائی کا باعث ہے۔

وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ فِيْ صَلٰوتِهٖ بَعْدَ التَّشَهُّدِ اَحْسَنُ الْكَلَامِ
حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے کہتے اپنی نماز میں بعد التحیات کے بہترین کلاموں کا کلام اللہ کا ہے
كَلَامُ اللّٰهِ وَاَحْسَنُ الْهَدْيِ هَدْيُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. (رواہ النسائی)
اور بہت بہترین طریقوں کا طریقہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے۔روایت کیا اس کو نسائی نے۔

وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُسَلِّمُ فِي الصَّلَاةِ تَسْلِيْمَةً تِلْقَاءَ وَجْهِهٖ ثُمَّ
حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پھیرتے تھے نماز میں ایک سلام سامنے منہ اپنے کے پھر
يَمِيْلُ اِلَى الشِّقِّ الْاَيْمَنِ شَيْئًا. (رواہ الترمذی)
جھکتے طرف دائیں جانب کی تھوڑا۔روایت کیا اس کو ترمذی نے۔

تشریح: حاصل حدیث:۔اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم صرف ایک جانب سلام پھیرتے اور وہ بھی سامنے کی جانب پھر تھوڑا سا دائیں طرف مڑ کر بیٹھ جاتے تو اس سے معلوم ہوا کہ امام صرف ایک جانب سلام پھیرے اور وہ بھی سامنے کی طرف یہاں دو مسئلے ہیں:

پہلا مسئلہ:۔کیفیت سلام کہ نماز میں سلام کی حیثیت کیا ہے؟ مسئلہ گزر چکا کہ احناف کے نزدیک واجب ہے اور باقی آئمہ کے نزدیک فرض ہے۔

دوسرا مسئلہ:۔نماز کے اندر کل سلام کتنے ہیں؟ اس میں اختلاف ہے جمہور کے نزدیک صرف دو سلام ہیں۔یمیناً شمالاً مطلقاً ہر نمازی کے لیے خواہ امام ہو یا مقتدی ہو یا منفرد ہو۔مالکیہ کے نزدیک تفصیل ہے:امام اور منفرد کے حق میں ایک سلام اور مقتدی کے حق میں تین سلام ہیں۔یمیناً شمالاً قداماً۔

پہلی دلیل:۔حدیث عامر بن سعد۔دوسری دلیل۔حدیث عبداللہ بن مسعودؓ۔اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اکثر حالت امام والی ہوتی تھی تو معلوم ہوا کہ امام کے لیے بھی دو سلام ہیں اور منفرد کی حالت میں تو دو سلام ہیں ہی۔

مالکیہ کی دلیل:۔یہی حدیث عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہے کہ آپ ایک جانب قداماً سلام پھیرتے تھے۔

احناف کی طرف سے جواب-۱: ہم تسلیم نہیں کرتے کہ ایک سلام ہوتا تھا بلکہ سلام دو ہوتے تھے۔پہلا سلام ذرا بلند آواز سے ہوتا تھا اور دوسرا سلام بنسبت پہلے سلام کے آہستہ آواز میں ہوتا تھا تو حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو پچھلی صفوں میں ہونے کی وجہ سے سنائی نہیں دیا۔اس لیے انہوں نے ایک سلام نقل کر دیا اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ اگلی صفوں میں ہوتے تھے تو ان کو دونوں سلام سنائی دیتے تو انہوں نے دو سلام نقل کیے ہیں۔جواب-۲: اس حدیث میں راویوں کا تصرف ہے اصل میں تھا کان یسلم تسلیماً تلقاء وجھہ (تا کے بغیر اس تاء کی وجہ سے سارا فساد آیا) اب کیفیت سلام کا بیان ہوگا یعنی سلام کا آغاز سامنے والی جہت سے ہوتا تھا۔اب آگے کتنے سلام ہیں اس کی طرف کوئی تعرض نہیں۔دوسری روایات میں اس کی تفصیل مذکور ہے۔کہ دو سلام ہوتے تھے اور کان یسلم تسلیماً کا معنی ہوگا۔نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سلام پھیرتے تھے سلام پھیرنا۔

جواب-۳: یہ روایت دوسرے سلام کیلئے نافی ہے اور حدیث ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ مثبت للزیادہ ہے اور قاعدہ ہے نافی و مثبت کے درمیان تعارض کے وقت مثبت للزیادہ کو ترجیح ہوتی ہے تو دوسری روایات بھی دوسرے سلام کے لیے مثبت ہیں۔ لہٰذا ان کو ترجیح ہوگی۔

جواب-۴: ان احناف کے مذہب کے مطابق جو اس بات کے قائل ہیں کہ پہلا سلام واجب اور دوسرا سنت ہے تو ان کے مذہب کے مطابق جواب یہ ہوگا کہ دوسرے سلام کو چھوڑ دیا' بیان جواز کو بتلانے کیلئے (یہ علیٰ سبیل التسلیم ہے)

وَعَنْ سَمُرَةَ قَالَ اَمَرَنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَنْ نَرُدَّ عَلَی الْاِمَامِ وَنَتَحَابَّ وَاَنْ یُسَلِّمَ
حضرت سمرہؓ سے روایت ہے کہا کہ حکم کیا ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کہ نیت کریں ہم وقت سلام پھیرنے کے جواب سلام امام کے
بَعْضُنَا عَلٰی بَعْضٍ. (ابوداؤد)
اور یہ کہ محبت کریں ہم آپس میں اور یہ کہ سلام کرے بعض ہم میں کا بعض کو۔ روایت کیا اس کو ابوداؤد نے۔

تشریح: حاصل حدیث:۔ اس حدیث میں تین مسئلے بیان کیے ہیں۔

(۱) مقتدی امام پر سلام لوٹائے۔ رد کا یہ مطلب نہیں کہ وعلیکم السلام کہے بلکہ رد کا مطلب یہ ہے کہ اپنے سلام میں امام کی نیت کرلی جائے۔

(۲) جھگڑا آپس میں نہیں ہونا چاہیے بلکہ آپس میں محبت ہونی چاہیے۔ (۳) محبت کیسے پیدا ہوگی محبت کے حاصل کرنے کا طریقہ کثرت سلام ہے۔ جب بھی کوئی سامنے آئے السلام علیکم کہے اس بات کا منتظر نہ ہو کہ وہ دوسرا سلام کرے گا بلکہ سلام بالابتداء ہونا چاہیے۔

تشہد کی حالت میں جتنی دعاؤں کا ذکر ہے خواہ منقولہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم ہوں یا مذکورہ فی القرآن ہوں یا قرآن کے الفاظ سے ملتی جلتی ہوں وہ سب پڑھ سکتے ہیں اور جو لوگوں کی کلام کے مشابہ ہوں۔ مثلاً اللّٰھُمَّ زوجنی ...... وغیرہ۔ یہ نہیں پڑھ سکتے۔

باب الذکر بعد الصلوٰۃ

نماز کے بعد ذکر اور دعا کا بیان

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ

ترتیب سے بتلا دیا کہ نماز کے بعد مقصود اصلی ذکر ہے اس کے ضمن میں دعا بھی آجائے گی۔

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا قَالَ کُنْتُ اَعْرِفُ انْقِضَاءَ صَلٰوۃِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ
حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہا کہ تھا میں پہچانتا تمام ہونا نماز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کہ ساتھ کہنے
وَسَلَّمَ بِالتَّکْبِیْرِ. (صحیح البخاری و صحیح مسلم)
اللہ اکبر کے۔ روایت کیا اس کو بخاری اور مسلم نے

تشریح: ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نماز سے فارغ ہونے کو تکبیر کے ساتھ پہچانتا تھا تو اس حدیث سے یہ بات معلوم ہوئی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے سلام پھیرنے کے بعد بلند آواز سے اللہ اکبر کہتے تھے۔ اس سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ بعض اوقات جماعت میں شریک نہیں ہوتے تھے گھر میں ہوتے تھے جب تکبیر کی آواز سنتے تو اس سے معلوم کرلیتے کہ مسجد میں جماعت ہوچکی ہے۔ ابن عباسؓ کے جماعت میں شریک نہ ہونے کی وجہ یہ ہوسکتی ہے کہ آپ اس وقت نابالغ تھے آپ پر جماعت واجب نہیں تھی۔ یا پھر مطلب یہ ہے کہ میں چونکہ بچپن کی وجہ سے پچھلی صفوں میں ہوتا تھا اس

لئے بعض دفعہ سلام کی آواز نہیں آتی تھی لیکن جب اللہ اکبر کی آواز سنتا تو اس سے پتہ چل جاتا کہ سلام پھر چکا ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرض نماز کا سلام پھیرنے کے بعد بلند آواز سے اللہ اکبر کہا کرتے تھے۔اس حدیث کی بنا پر بعض سلف اس بات کے قائل ہوئے ہیں کہ فرض نماز کے بعد "اللہ اکبر" وغیرہ بلند آواز سے کہنا مستحب ہے۔قائلین استحباب میں ابن حزمؒ بھی شامل ہیں۔ائمہ اربعہ اور جمہور کا مذہب یہ ہے کہ فرض نماز کے بعد بلند آواز سے کوئی ذکر کرنا مستحب نہیں ہے یہ احناف کے نزدیک تعلیم پر محمول ہے۔

اس حدیث سے بعض اوقات نمازوں کے بعد "لا الہ الا اللہ" کے مروجہ بلند آواز سے ورد کرنے پر استدلال کیا جاتا ہے لیکن یہ استدلال درست نہیں۔اس سلسلہ میں مندرجہ ذیل باتیں ذہن میں رہنی چاہئیں۔

ا۔اس حدیث کو ابن عباسؓ سے نقل کرنے والے ابو معبد ہیں اور ابو معبد سے نقل کرنے والے عمرو بن دینار ہیں۔عمرو بن دینار فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے استاد ابو معبد سے یہ حدیث سنی ہے لیکن بعد میں جب میں نے اس حدیث کا تذکرہ اپنے استاد سے کیا تو انہوں نے فرمایا کہ میں نے تو یہ حدیث تمہیں نہیں سنائی تھی۔(صحیح مسلم ج ا ص ۲۱۷) گویا ابو معبد یہ حدیث بیان کر کے بعد میں بھول گئے تھے۔اگر کوئی راوی حدیث بیان کرنے کے بعد بھول جائے اور استاد و شاگرد دونوں عادل ہوں تو ایسی روایت قابل قبول ہوتی ہے یا نہیں؟ اس میں محدثین کا اختلاف ہے۔امام بخاریؒ و امام مسلمؒ وغیرہ محدثین کا مذہب اگرچہ یہی معلوم ہوتا ہے کہ ایسی روایت قابل قبول ہے لیکن علامہ بدر الدین عینی حنفی نے امام ابوحنیفہ اور امام ابو یوسف کی رائے یہ نقل کی ہے کہ ایسی حدیث سے استدلال درست نہیں۔مشہور حنفی فقیہ امام کرخی نے بھی اس کو ترجیح دی ہے۔(عمدۃ القاری ج ۶ ص ۱۲۷) تو امام ابوحنیفہؒ کی اس رائے کے مطابق اس حدیث سے استدلال درست نہیں۔

۲۔سب سے اہم بات یہ کہ دیکھنا یہ ہے کہ صحابہ کرامؓ نے اس حدیث کا کیا مطلب سمجھا؟ اور ان کا عمل اس بارے میں کیا تھا؟ مشہور شارح حدیث ابن بطال بخاری اس حدیث پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔"**وقول ابن عباس : كان على عهد النبى صلى الله عليه وسلم" فيه دلالة انه لم يكن يفعل حين حدث به لأنه لو كان يفعل لم يكن لقوله معنى فكان التكبير فى اثر الصلوات لم يواظب الرسول عليه الصلوة والسلام عليه طول حياته وفهم اصحابه أن ذلك ليس بلازم فتركوه خشية أن يظن أنه ممالا تتم الصلاة الابه فلذلك كرهه من الفقهاء**" (اور ابن عباسؓ کا یہ فرمانا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں اس طرح ہوتا تھا۔اس بات کی دلیل ہے کہ جس وقت ابن عباسؓ نے یہ بات بیان فرمائی اس وقت ان کا یہ معمول نہیں تھا اس لئے کہ اس وقت اگر ان کا یہ معمول ہوتا تو اس طرح کہنے کا کوئی مطلب نہیں تھا تو گویا نماز کے بعد (جہراً) تکبیر کہنے پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پوری زندگی مواظبت نہیں فرمائی اور آپ کے صحابہؓ نے بھی اس سے یہ بات سمجھی ہے کہ یہ کوئی لازمی نہیں ہے۔لہٰذا صحابہ کرامؓ نے اس (جہر بالتکبیر) کو چھوڑ دیا اس بات کے ڈر سے کہ کہیں اس کو نماز کے لوازم میں سے نہ سمجھا جانے لگے۔

۳۔کسی حدیث کا مطلب متعین کرنے کیلئے یہ بھی دیکھنا پڑتا ہے کہ آج علماء امت اس حدیث کا کیا مطلب سمجھتے رہے ہیں اور امت کا عمل اس سلسلہ میں کیا رہا ہے۔پہلے بتایا جاچکا ہے کہ صحابہ کرامؓ میں نماز کے بعد بالالتزام جہر بالذکر کا رواج نہیں تھا۔اسی طرح بعد کے فقہاء نے بھی اس حدیث سے جہر بالذکر کا استحباب تک ثابت نہیں کیا۔ائمہ اربعہ اور تمام وہ مذاہب جن کی امت میں اتباع کی گئی ہے ان میں سے کسی کے ہاں بھی فرض نماز کے بعد اجتماعی جہری ذکر مستحب بھی نہیں ہے کسی درجہ میں ضروری ہونا تو بعد کی بات ہے چنانچہ امام نووی شرح مسلم ص ۲۱۷ ج ا پر فرماتے ہیں۔"**ونقل ابن بطال وآخرون ان اصحاب المذاهب المتبوعة وغيرهم متفقون على عدم استحباب رفع الصوت بالذكر و التكبير**" معلوم ہوا کہ مشہور ائمہ میں سے کسی نے بھی اس حدیث کا یہ مطلب بیان نہیں کیا کہ نماز کے بعد بلند آواز سے ذکر کرنا مستحب ہے پھر اس حدیث کا کیا مطلب ہے اس سلسلہ میں امام نووی ہی امام شافعیؒ سے نقل فرماتے ہیں۔

"اور امام شافعی نے اس حدیث کا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کچھ عرصہ بلند آواز سے ذکر کرتے رہے تا کہ صحابہ کرامؓ کو ذکر کی صورت (یعنی اس کے الفاظ) سکھائیں یہ مطلب نہیں کہ وہ ہمیشہ جہر کرتے رہے۔

اسی طرح مشہور حنفی شارح حدیث ملا علی قاریؒ اسی حدیث کی شرح کے ضمن میں فرماتے ہیں۔**ليس الاسرار فى سائر الأذكار أيضا الا فى**

التلبية والقنوت للامام الخ (مرقات ج ۲ ص ۳۵۷) یعنی تمام اذکار میں سنت یہی ہے کہ وہ آہستہ کیے جائیں البتہ چند مقامات اس سے مستثنی ہیں جیسے تلبیہ قنوت نازلہ وغیرہ۔ اس کے بعد ملا علی قاریؒ نے وہ مواقع شمار کیے ہیں جہاں اسرار (آہستہ ذکر کرنا) مسنون نہیں ہے ان میں نماز کے بعد والا موقع ذکر نہیں کیا اس سے بھی یہی معلوم ہوا کہ اس موقعہ پر اصل کے مطابق آہستہ ذکر کرنا ہی مسنون ہے۔

حاصل یہ نماز کے بعد خاص ہیت کے ساتھ "لا الہ الا اللہ" وغیرہ کا بلند آواز سے اجتماعی طور پر ورد کرنے کا استحباب دلائل شرعیہ میں سے کسی بھی دلیل سے ثابت نہیں اور نہ ہی امت میں اس کا معمول رہا ہے بلکہ اس کے برعکس دعا و ذکر وغیرہ میں قرآن و حدیث کا منشا یہی معلوم ہوتا ہے کہ وہ آہستہ ہونے چاہئیں اسی کے مطابق فقہاءؒ اور خصوصاً احنافؒ نے ذکر میں اصل اسی کو قرار دیا ہے کہ وہ آہستہ ہو ایک چیز جس کا استحباب تک دلائل شرعیہ سے ثابت نہ ہو اس پر اصرار کرنا اور اس کے تارک کو قابل ملامت سمجھنا بہت بڑی زیادتی اور صریح بدعت ہے۔

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس سلسلہ میں صحابہ کرامؓ کا مزاج ایک حنفی ہی کے حوالہ سے پیش کر دیا جائے۔ مشکوۃ شریف باب الاعتصام بالکتاب فصل ثالث کی ایک حدیث میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے صحابہؓ کی اتباع کی ترغیب دیتے ہوئے ان کے چند اوصاف بیان فرمائے ہیں انہی میں یہ بات بھی فرمائی ہے "اقلهم تكلفا" کی ان میں تکلف بہت کم تھا۔ ملا علی قاریؒ نے اس جملہ کی تشریح کرتے ہوئے زندگی کے مختلف شعبوں میں صحابہؓ کی سادگی اور بے تکلفی کا نقشہ کھینچا ہے ویسے یہ سارا کا سارا حصہ ہی آب زر سے لکھنے کے قابل ہے لیکن یہاں صحابہ کی احوال باطنہ کے سلسلہ میں بے تکلفی ملا علی قاری حنفیؒ کی زبانی بیان کرنے پر اکتفاء کیا جاتا ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں۔

"وكذا فى الأحوال الباطنية فانهم ما كانوا يرقصون ولا يصحون ولا يطيحون ولا يطرقون ولا يجتمعون للغناء والمزامير ولا يتحلقون للأذكار والصلوات برفع الصوت فى المساجد ولا فى بيوتهم بل كانو الفرشيين بابدانهم عرشيين بار داحهم كائنين مع الخلق فى الظاهر بائنين عن الخلق مع الحق فى الباطن الخ (مرقات ج ۱ ص ۲۶۰) ترجمہ۔" اور اسی طرح احوال باطنہ کے بارے میں ان کی سادگی اور بے تکلفی کا یہ حال تھا کہ وہ نہ تو (وجد میں آکر) رقص کیا کرتے تھے۔ نہ ہی چیخ و پکار کیا کرتے تھے نہ (مجذوبوں کی طرح) حیران و سرگردان پھرا کرتے تھے اور نہ ہی جادو منتر کیا کرتے تھے۔ نہ تو وہ گانے بجانے کیلئے جمع ہوا کرتے اور نہ ہی گھروں میں یا مسجدوں میں بلند آواز کے ساتھ ذکر اذکار اور درود پڑھنے کیلئے حلقہ بنایا کرتے تھے بلکہ وہ اپنے بدنوں کے اعتبار سے فرشی ہی تھے (اس لئے دیکھنے میں عام لوگوں کی طرح ہی لگتے تھے البتہ) روحانی (بلندی) کے اعتبار سے وہ عرشی تھے۔ ظاہر میں تو وہ مخلوق کے ساتھ ہی ہوتے تھے لیکن باطن میں مخلوق سے کٹ کر حق تعالیٰ کے ساتھ جوڑے ہوئے ہوتے تھے"۔

بعض حضرات نے کہا ہے کہ یہاں "تکبیر" سے مراد وہ تکبیر ہے جو نماز کے بعد تسبیح و تحمید کے ساتھ دس مرتبہ یا تیس مرتبہ پڑھتے ہیں کچھ محققین کی رائے ہے کہ "آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں نماز کے بعد ایک بار یا تین بار تکبیر کہی جاتی تھی"۔

بعض علماء کا قول ہے کہ حضرت ابن عباسؓ کی روایت کا تعلق ایام منی سے ہے کہ وہاں تشریق کی تکبیرات کہتے تھے۔ بہر حال۔ ان تمام اقوال کو سامنے رکھتے ہوئے بھی سب سے بڑا اشکال حضرت ابن عباسؓ کے اس قول پر یہ وارد ہوتا ہے کہ یہ کیا وجہ ہے کہ ابن عباسؓ سلام سے تو نماز کے اختتام کو نہ جانتے تھے اور تکبیر سے جانتے تھے کہ نماز ہو چکی ہے؟

اس کا ایک جواب تو یہ ہے کہ حضرت ابن عباسؓ اس وقت صغیر السن تھے اس لئے ممکن ہے کہ وہ ہمیشہ جماعت میں شریک نہ ہوتے ہوں گے۔ یا پھر یہ احتمال ہے کہ وہ جماعت میں شریک تو ہوتے ہوں گے لیکن پچھلی صف میں کھڑے ہوتے ہوں گے اس لئے وہاں تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز نہ پہنچنے کے سبب وہ سلام پر نماز کے اختتام کو نہ پہچانتے ہوں گے بلکہ جب مقتدی باآواز بلند تکبیر کہتے ہوں گے تو وہ یہ جان لیتے ہوں گے کہ نماز ختم ہوگئی۔ واللہ اعلم۔

وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا سَلَّمَ لَمْ يَقْعُدْ اِلَّا
حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے کہ جب سلام پھیرتے تو نہ بیٹھتے مگر مقدار اس چیز کے کہ

مِقْدَارَ مَا يَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ وَمِنْکَ السَّلَامُ تَبَارَكْتَ يَا ذَاالْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ. (صحیح مسلم)

کہتے یا الٰہی تو ہے سالم اور تجھ ہی سے سلامتی بابرکت ہے تو اے صاحب بزرگی اور بخشش کے۔ روایت کیا اس کو مسلم نے۔

تشریح: اس حدیث سے حصر معلوم ہوتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے سلام پھیرنے کے بعد صرف اتنی مقدار بیٹھتے جتنی مقدار یہ دعا پڑھی جائے۔ اللّٰهم انت السلام ومنک السلام تبارکت یا ذا الجلال والاکرام. اس دعا کے اندر جو زائد کلمے ذکر کر دیئے گئے ہیں یہ صحیح سند سے ثابت نہیں ہیں۔

وَعَنْ ثَوْبَانَؓ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا انْصَرَفَ مِنْ صَلٰوتِهٖ اسْتَغْفَرَ ثَلٰثًا وَّقَالَ

حضرت ثوبانؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے پھرتے نماز اپنی سے استغفار کرتے تین بار اور کہتے

اَللّٰهُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ وَمِنْکَ السَّلَامُ تَبَارَكْتَ يَا ذَاالْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ. (صحیح مسلم)

یا الٰہی تو ہے سلام اور تجھ ہی سے۔ سلامتی بابرکت ہے تو اے صاحب بزرگی اور بخشش کے۔

تشریح: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اس مقدار سے زائد بھی بیٹھتے تھے۔ پہلے تین مرتبہ استغفار پڑھتے۔ استغفار سے مراد استغفر اللہ ثلثا یا پورا استغفار استغفر اللہ الذی لا الٰہ الا انت استغفرک واتوب الیک. پھر یہ دعا پڑھتے؟ اللّٰهم انت السلام الخ. تو دونوں حدیثوں میں تعارض ہوگیا۔ اس کا صحیح جواب-۱: یہ ہے کہ پہلی روایت میں راوی کا تصرف ہے۔ بعینہ یہی حدیث عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نسائی میں ان ہی الفاظ کے ساتھ مذکور ہے مگر اس روایت میں حصر کے کلمات "لایقعد الامقدار مایقول" نہیں ہیں۔ بس اس میں یہ ہے کہ یہ کلمات پڑھتے تھے اور یہ اشکال حصر سے پیدا ہوتا ہے۔

جواب-۲: چلو اگر حصر کو مان لیا جائے تو جواب یہ ہے کہ ہیئت صلوٰتیہ پر اتنی مقدار بیٹھتے تھے اور اگر زائد مقدار کا ذکر کرنا ہوتا تو حالت بدل لیتے۔

سوال: بعض احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے بعد مختصر اذکار کو عمل میں لاتے تھے اور بعض احادیث میں آتا ہے کہ اذکار طویلہ کو عمل میں لاتے تھے تو ان میں تعارض ہوگیا؟ جواب: تطبیق کی صورت یہ ہے:

فرائض دو قسم پر ہیں: (۱) وہ فرائض جن کے بعد سنن مؤکدہ نہیں (۲) وہ فرائض جن کے بعد سنن مؤکدہ ہیں جن روایات سے مختصراً اذکار کا ذکر ہے وہ محمول ہیں۔ ان فرائض پر جن کے بعد سنن مؤکدہ نہیں اور جن روایات میں اذکار طویلہ کا ذکر ہے وہ محمول ہیں ان فرائض پر جن کے بعد سنن مؤکدہ ہیں یعنی لمبے اذکار کو سنن مؤکدہ کے ادا کرنے کے بعد عمل میں لاتے اور مختصر اذکار کو فرضوں کے بعد عمل میں لاتے۔

وَعَنِ الْمُغِيْرَةِ بْنِ شُعْبَةَؓ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُوْلُ فِيْ دُبُرِ كُلِّ صَلٰوةٍ مَّكْتُوْبَةٍ لَا

حضرت مغیرہ بن شعبہؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم تھے کہتے پیچھے ہر نماز فرض کے نہیں کوئی معبود مگر اللہ اکیلا نہیں کوئی شریک اس کا

اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْکَ لَهٗ لَهُ الْمُلْکُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ اَللّٰهُمَّ لَا مَانِعَ

اسی کے لئے ہے بادشاہت اور اسی کیلئے ہے تعریف اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ یا الٰہی نہیں کوئی مانع واسطے اس چیز کے کہ دی تو نے نہیں کوئی دینے

لِمَا اَعْطَيْتَ وَلَا مُعْطِيَ لِمَا مَنَعْتَ وَلَا يَنْفَعُ ذَاالْجَدِّ مِنْکَ الْجَدُّ. (صحیح البخاری وصحیح مسلم)

والا اس چیز کو کہ منع کرے تو اور نہیں فائدہ دیتی دولت مند کو تیرے عذاب سے دولت مندی۔ روایت کیا اس کو بخاری اور مسلم نے۔

تشریح: الجد کا معنی ماقبل میں گزر چکا ہے۔

وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ الزُّبَيْرِؓ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا سَلَّمَ مِنْ صَلٰوتِهٖ يَقُوْلُ

حضرت عبداللہ بن زبیرؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس وقت نماز سے سلام پھیرتے تھے کہتے بلند آواز کے ساتھ نہیں کوئی معبود

بِصَوْتِهِ الْاَعْلٰی لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِیْکَ لَهٗ لَهُ الْمُلْکُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ

مگر اللہ اکیلا نہیں کوئی شریک اس کا اسی کیلئے ہے بادشاہت اور اسی کیلئے ہے سب تعریف اور وہ ہر چیز پر قادر ہے نہیں باز گشت گناہوں سے اور نہیں

قَدِیْرٌ لَّا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَلَا نَعْبُدُ اِلَّا اِیَّاهُ لَهُ النِّعْمَةُ وَلَهُ الْفَضْلُ وَلَهُ الثَّنَآءُ

قوۃ عبادت پر مگر ساتھ اللہ کے نہیں کوئی معبود مگر اللہ اور نہیں عبادت کرتے ہم کسی کی مگر اسی کی اور اسی کیلئے ہے نعمت اور اسی کیلئے ہے بزرگی اور اسی

الْحَسَنُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُخْلِصِیْنَ لَهُ الدِّیْنَ وَلَوْ کَرِهَ الْکٰفِرُوْنَ. (صحیح مسلم)

کیلئے ہے تعریف نیک نہیں کوئی معبود مگر اللہ خالص کرنے والے ہیں ہم واسطے اس کے بندگی کو اگرچہ مکروہ رکھیں کافر روایت کیا اس کو مسلم نے۔

تشریح: اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ جب سلام پھیرتے تو زور سے بلند آواز سے یہ کلمات کہتے۔ اس سے بھی نماز کے بعد ذکر بالجہر معلوم ہوا۔ ان دونوں حدیثوں سے موجودہ زمانے کے مبتدعین استدلال کرتے ہیں کہ نماز سے فارغ ہونے کے بعد بآواز بلند ذکر کیا جائے۔ حالانکہ آئمہ اربعہ میں سے کوئی بھی بعد الصلوٰۃ ذکر بالجہر کا قائل نہیں ہے۔ اس کی تفصیل ماقبل حدیث میں گزر چکی ہے۔

دونوں حدیثوں کا مشترکہ جواب-۱: امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ جہراً ذکر تعلیم پر محمول ہے۔ (نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اولاً ذکر بالجہر کا حکم دیا تھا تاکہ صحابہ میں شوق پیدا ہو جائے بعد میں ختم کر دیا)

احناف کی طرف سے پہلی حدیث کا جواب-۲: یہ تکبیرات تشریق پر محمول ہے۔ ایام منیٰ میں ایام حج میں تکبیرات تشریق جہراً ہوتی تھیں (باقی تکبیرات تشریق کب سے کب تک ہیں مسئلہ مشہور ہے)

جواب-۳: یہ محمول ہے حالت جہاد پر بسا اوقات کسی مصلحت کی بناء پر زور سے تکبیر کہی جاتی' نمازوں کے بعد تاکہ دشمن پر رعب پڑے۔

جواب-۴: ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ نہیں کہنا چاہتے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کا اختتام تکبیر کے ساتھ ہوتا تھا بلکہ وہ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ مجھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا کون فی الصلوٰۃ کا علم تکبیرات انتقال کے ذریعہ ہوتا تھا۔ یعنی جب تک تکبیر کی آواز آتی رہتی تو میں سمجھتا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں مصروف ہیں اور جب تکبیر کی آواز نہ آتی تو میں سمجھ جاتا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہو چکے ہیں۔ باقی رہا یہ سوال کہ خود ابن عباسؓ کیوں شریک فی الصلوٰۃ نہ ہوتے تھے؟ چھوٹے بچے ہونے کی وجہ سے شریک نہیں ہوتے تھے یا بہت پیچھے بچوں کی صفوں میں کھڑے ہوتے تھے۔ جواب-۵: ان حدیثوں سے نفس جواز ہی معلوم ہوتا ہے اور نفس جواز کے تو ہم بھی قائل ہیں جو چیز استحباب کے درجے میں ہو اس کو واجب کا درجہ دے دینا ہم اس کو صحیح نہیں سمجھتے اور آج کل مبتدعین واجب سمجھے ہوئے ہیں۔

وَعَنْ سَعْدٍ اَنَّهٗ کَانَ یُعَلِّمُ بَنِیْهِ هٰٓؤُلَاءِ الْکَلِمٰتِ وَیَقُوْلُ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ کَانَ

حضرت سعدؓ سے روایت ہے تحقیق وہ اپنی اولاد کو ان الفاظ کی تعلیم دیتے اور کہتے تھے تحقیق پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم تھے پناہ پکڑتے

یَتَعَوَّذُ بِهِنَّ دُبُرَ الصَّلٰوةِ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِکَ مِنَ الْجُبْنِ وَاَعُوْذُ بِکَ مِنَ الْبُخْلِ وَاَعُوْذُ بِکَ مِنْ

ان لفظوں کے ساتھ نماز کے پیچھے یا الٰہی تحقیق پناہ پکڑتا ہوں میں ساتھ تیرے نامردی سے اور پناہ پکڑتا ہوں ساتھ تیرے بخیلی سے اور پناہ پکڑتا

اَرْذَلِ الْعُمُرِ وَاَعُوْذُ بِکَ مِنْ فِتْنَةِ الدُّنْیَا وَعَذَابِ الْقَبْرِ. (صحیح البخاری)

ہوں ساتھ تیرے نکارہ عمر سے اور پناہ پکڑتا ہوں تیرے ساتھ دنیا کے فتنہ سے اور قبر کے عذاب سے روایت کیا اس کو بخاری نے۔

تشریح: یہاں "جبن" سے مراد "طاعت کی جرات نہ کرنا" ہے اور "بخل" سے مراد یہ ہے کہ کسی غیر کو مال علم اور خیر خواہی سے فائدہ نہ پہنچایا جائے۔ "ناکارہ عمر" کا مطلب یہ ہے کہ انسان زندگی کے اس سٹیج پر پہنچ جائے جہاں عقل میں خلل آجاتا ہے اعضا ضعیف ہو جاتے ہیں طاقت وقوت یکسر جواب دے دیتی ہے اور ایسا شخص بالکل اپاہج و معذور ہو کر دین و دنیا کے کاموں کیلئے ناکارہ بن جاتا ہے۔ اسی عمر سے پناہ مانگنی چاہئے۔

وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ اِنَّ فُقَرَآءَ الْمُهَاجِرِيْنَ اَتَوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالُوْا قَدْ ذَهَبَ
حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہا کہ تحقیق فقراء مہاجرین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے پس کہا انہوں نے تحقیق لے گئے
اَهْلُ الدُّثُوْرِ بِالدَّرَجَاتِ الْعُلٰى وَالنَّعِيْمِ الْمُقِيْمِ فَقَالَ وَمَا ذَاكَ قَالُوْا يُصَلُّوْنَ كَمَا نُصَلِّیْ وَيَصُوْمُوْنَ
دولت والے درجے بلند اور نعمت ہمیشگی کی پس فرمایا حضرت نے کیا سبب عرض کیا فقراء نے نماز پڑھتے ہیں وہ جیسے ہم نماز پڑھتے ہیں
كَمَا نَصُوْمُ وَيَتَصَدَّقُوْنَ وَلَا نَتَصَدَّقُ وَيُعْتِقُوْنَ وَلَا نُعْتِقُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَفَلَا
اور وہ روزے رکھتے ہیں جیسے ہم روزے رکھتے ہیں اور وہ صدقہ دیتے ہیں اور ہم نہیں دیتے اور وہ آزاد کرتے ہیں اور ہم نہیں آزاد کرتے پس فرمایا
اُعَلِّمُكُمْ شَيْئًا تُدْرِكُوْنَ بِهٖ مَنْ سَبَقَكُمْ وَتَسْبِقُوْنَ بِهٖ مَنْ بَعْدَكُمْ وَلَا يَكُوْنُ اَحَدٌ اَفْضَلَ مِنْكُمْ اِلَّا مَنْ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا نہ سکھلاؤں تم کو ایسی چیز کہ پہنچ جاؤ بہ سبب اس کے درجے ان شخصوں کے کہ بڑھ گئے ہیں تم سے اور بڑھ جاؤ تم
صَنَعَ مِثْلَ مَا صَنَعْتُمْ قَالُوْا بَلٰى يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ تُسَبِّحُوْنَ وَتُكَبِّرُوْنَ وَتَحْمَدُوْنَ دُبُرَ كُلِّ صَلٰوةٍ ثَلٰثًا
بہ سبب اس کے ان لوگوں پر کہ پیچھے تمہارے ہیں اور نہ ہوگا کوئی (اغنیاء سے) بہتر تم سے مگر وہ شخص کہ کرے مانند اس چیز کی کہ کرو تم کہا انہوں نے
وَّثَلٰثِيْنَ مَرَّةً قَالَ اَبُوْ صَالِحٍ فَرَجَعَ فُقَرَآءُ الْمُهَاجِرِيْنَ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالُوْا
بہتر فرمائیے یا رسول اللہ فرمایا سبحان اللہ پڑھو اور اللہ اکبر پڑھو اور الحمد للہ پڑھو پیچھے ہر نماز کے تینتیس بار کہا ابو صالح نے پس پھر
سَمِعَ اِخْوَانُنَا اَهْلُ الْاَمْوَالِ بِمَا فَعَلْنَا فَفَعَلُوْا مِثْلَهٗ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذٰلِكَ فَضْلُ
آئے فقراء مہاجرین کی طرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پس عرض کیا انہوں نے کہ سنا بھائیوں ہمارے نے کہ مالدار ہیں اس چیز کو کہ کی ہم نے
اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَلَيْسَ قَوْلُ اَبِیْ صَالِحٍ اِلٰى اٰخِرِهٖ اِلَّا عِنْدَ مُسْلِمٍ وَفِیْ رِوَايَةٍ لِّلْبُخَارِیِّ
پس کیا انہوں نے مانند اس کی پس فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فضل اللہ کا ہے دیتا ہے جس کو چاہتا ہے۔ (متفق علیہ) اور نہیں قول ابی صالح کا آخر تک
تُسَبِّحُوْنَ فِیْ دُبُرِ كُلِّ صَلٰوةٍ عَشْرًا وَّتَحْمَدُوْنَ عَشْرًا وَّتُكَبِّرُوْنَ بَدَلَ ثَلٰثًا وَّثَلٰثِيْنَ.
مگر نزدیک مسلم کے اور بخاری کی ایک روایت میں ہے کہ سبحان اللہ پڑھو پیچھے ہر نماز کے دس بار اور الحمد للہ پڑھو دس بار اور اللہ اکبر دس بار بدلے تینتیس بار کے

تشریح: صوفیا لکھتے ہیں کہ فقیر صابر غنی شاکر سے افضل ہے۔ باقی مسئلہ کہ فقیر صابر افضل ہے یا غنی شاکر۔ حدیث کے آخری لفظ ذلک فضل اللہ الخ کا مطلب یہ ہے کہ اگر خدا نے دولت مند لوگوں کو تم پر فضیلت دی ہے تو یہ محض اس کا فضل و کرم ہے کہ وہ جسے چاہتا ہے اپنے فضل و کرم سے نواز کر اس کے قدموں میں مال و دولت کے ڈھیر ڈال دیتا ہے۔ لہٰذا تمہیں چاہئے کہ اس معاملہ میں صبر کا دامن پکڑے رہو اور تقدیر الٰہی پر راضی رہو کہ اس نے بعض بندوں کو بعض بندوں پر فضیلت و بزرگی عطا فرما دی ہے۔

اس میں اس طرف اشارہ ہے کہ شکر کرنے والا دولت مند صبر کرنے والے غریب سے افضل ہوتا ہے لیکن ساتھ ہی اتنی بات بھی ہے کہ دولت مند اپنے مال و دولت کے معاملہ میں مختلف قسم کے گناہ کے خوف سے خالی نہیں ہوتا جب کہ فقیر و غریب ان گناہوں کے خوف سے جو مال و دولت کی بناء پر صادر ہوتے ہیں امن میں رہتا ہے۔ امام غزالیؒ احیاء العلوم میں فرماتے ہیں کہ علماء نے اس مسئلہ میں اختلاف کیا ہے چنانچہ حضرت جنیدؒ اور دیگر اکثر اہل اللہ تفضیلت فقر کے قائل ہیں اور ابن عطاء کا قول ہے کہ شاکر دولت مند جو دولت کا حق ادا کرتا ہو صابر غریب سے افضل ہے۔

تو راجح یہی ہے کہ فقیر صابر افضل ہے۔ باقی اس حدیث سے غنی شاکر کی فضیلت معلوم ہوتی ہے تو یہ فضیلت جزئیہ ہے۔ اگرچہ فضیلت من کل الوجوہ فقیر صابر کو حاصل ہے۔

وَعَنْ كَعْبِ بْنِ عُجْرَةَؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُعَقِّبَاتٌ لَا يَخِيْبُ قَائِلُهُنَّ اَوْ
حضرت کعب بن عجرہؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کتنے الفاظ ہیں ہر نماز کے پیچھے
فَاعِلُهُنَّ دُبُرَ كُلِّ صَلٰوةٍ مَّكْتُوْبَةٍ ثَلٰثٌ وَّثَلٰثُوْنَ تَسْبِيْحَةً وَّثَلٰثٌ وَّثَلٰثُوْنَ تَحْمِيْدَةً وَّاَرْبَعٌ وَّثَلٰثُوْنَ
کہنے کے کہ نا امید نہیں ہوتا ثواب سے کہنے والا ان کا یا فرمایا کرنے والا ان کا پیچھے ہر نماز فرض کے تینتیس بار سبحان اللہ کہنا اور تینتیس بار الحمد للہ کہنا
تَكْبِيْرَةً. (صحیح مسلم)
اور چونتیس بار اللہ اکبر کہنا روایت کیا اس کو مسلم نے۔

تشریح: قولہ معقبات ان کو اس لئے کہتے ہیں کہ کوئی خاص ترتیب نہیں ان تسبیحات آگے پیچھے بھی پڑھ سکتے ہیں مگر عدد ملحوظ رہے۔ ایک تسبیح کے طریقہ کا بیان ہو گیا۔

وَعَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ سَبَّحَ اللّٰهَ فِىْ دُبُرِ كُلِّ صَلٰوةٍ ثَلٰثًا
حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہا کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو شخص کہ سبحان اللہ کہے پیچھے ہر نماز کے
وَّثَلٰثِيْنَ وَحَمِدَ اللّٰهَ ثَلٰثًا وَّثَلٰثِيْنَ وَكَبَّرَ اللّٰهَ ثَلٰثًا وَّثَلٰثِيْنَ فَتِلْكَ تِسْعَةٌ وَّتِسْعُوْنَ وَقَالَ تَمَامَ الْمِائَةِ لَا
تینتیس بار اور الحمد للہ کہے تینتیس بار اور اللہ اکبر کہے تینتیس بار پس ننانوے ہوئے اور کہے واسطے پورا کرنے سینکڑے کے یہ کلمہ نہیں
اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ غُفِرَتْ خَطَايَاهُ
کوئی معبود مگر اکیلا نہیں شریک اس کا اسی کیلئے ہے بادشاہت اور اسی کیلئے ہے سب تعریف اور وہ ہر چیز پر قادر ہے بخشے جائیں گے گناہ
وَاِنْ كَانَتْ مِثْلَ زَبَدِ الْبَحْرِ. (صحیح مسلم)
اس کے اگرچہ ہوں مانند جھاگ دریا کے روایت کیا اس کو مسلم نے۔

تشریح: دوسرا طریقہ تسبیح کا بیان ۳۳ مرتبہ سبحان اللہ ۳۳ مرتبہ الحمد للہ ۳۳ مرتبہ اللہ اکبر سو کو پورا کرنے والا لا الٰہ الا اللہ وحدہٗ لاشریک لہٗ کا کلمہ ہے۔ قولہ غفرت خطایاہ۔ ضابطے کے مطابق صغائر ہی معاف ہوں گے۔ باقی تسبیحات پر عمل کبھی اس طریقے پر اور کبھی اس طریقے پر ہونا چاہئے۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِىْ

وَعَنْ اَبِىْ اُمَامَةَ قَالَ قِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَىُّ الدُّعَاءِ اَسْمَعُ قَالَ جَوْفَ اللَّيْلِ الْاٰخِرِ وَدُبُرَ الصَّلَوَاتِ
حضرت ابی امامہؓ سے روایت ہے کہا کہ عرض کیا گیا یا رسول اللہ کون سے وقت دعا بہت قبول ہوتی ہے فرمایا درمیان رات میں کہ
الْمَكْتُوْبَاتِ. (رواہ الترمذی)
جانب اخیر میں ہے اور فرض نمازوں کے پیچھے۔ روایت کیا اس کو ترمذی نے۔

تشریح: حضرت ابو امامہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ کونسی دعا اقرب الی الاجابت ہوتی ہے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو رات کے اخیری حصہ میں کی جائے اور جو فرضوں کے بعد کی جائے تو ابو امامہ کی اس حدیث سے عبارۃ النص کے طور پر یہ بات معلوم ہوئی کہ فرض نماز کے بعد دعا مباح ہی نہیں بلکہ مطلوب ہے کیونکہ یہ اقرب الی الاجابت ہوتی

ہےاور اکثر دعاؤں کے آداب میں سے ہے کہ ہاتھوں کو اٹھا کر دعا مانگنا۔ لہٰذا فرض نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا ثابت ہو گیا۔

باقی ہاتھوں کو اٹھا کر دعا مانگنے کی دلیلیں کیا ہیں؟ ایک دلیل ماقبل میں گزر چکی ج ا ص ۷۷ پر نیز اس میں طریقہ بھی مذکور ہے۔ حدیث فضل بن عباسؓ ثم تقنع یدیک یقوم ترفعهما الی ربک مستقبلاً ببطونها وجهک و تقول یارب یارب نیز دوسری ادلہ کتاب الدعوات میں مذکور ہیں جن سے صراحۃً رفع یدین ثابت ہوتا ہے۔ کتاب الدعوات ج ا ص ۱۹۶ مشکوٰۃ (۱) وعنه' قال کان رسول الله صلی الله علیه وسلم یرفع یدیه فی الدعا حتی یری بیاض ابطیه (۲) عن سهل بن سعد عن النبی صلی الله علیه وسلم قال ...... یجعل اصبعیه حذاء منکبیه و یدعوا (۳) وعن السائب اذا دعا رفع یدیه مسح وجهه بیدیه' (۴) وعن عکرمۃؓ ادب المسئلة ان ترفع یدیک حذو منکبیه ردنحوه ان سب احادیث سے دعا کا ادب ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا معلوم ہوا لہٰذا ان دلیلوں کے ہوتے ہوئے فرض نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنے کا بدعت کا قول نہیں سنا جا سکتا۔ باقی ہم مبتدعین کو جواب یہ دیتے ہیں کہ ایک دعا ہے فرائض کے بعد اور ایک دعا ہے متممات صلوٰۃ (سنن وغیرہ) سے فارغ ہونے کے بعد امام کی نماز سے فارغ ہونے کی انتظار کرنا اور دعا بہیئت اجتماعیہ کرنا۔ نفس فرائض کے بعد دعا احادیث سے ثابت ہے' دوسری قسم کی دعا یعنی متممات صلوٰۃ کے بعد بہیئت اجتماعیہ یہ احادیث سے ثابت نہیں یہ بدعت ہے۔ مخالف حدیث امامہؓ کا جواب یہ دیتے ہیں کہ دبر الصلوٰۃ المکتوبات میں مجاز ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ نماز کے اخیر میں سلام سے پہلے دعا کر لے یعنی نماز ختم ہونے کے قریب قریب لیکن یہ تاویل نہیں چلے گی کیونکہ پیچھے حدیث کعب بن عجرہؓ میں بھی یہی دبر کا لفظ آیا ہے' (اسمیں مکمل تسبیح کا ذکر ہے) تو اس میں بھی یہی تاویل کرو حالانکہ تم اس کے قائل نہیں ہو۔

وَعَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍؓ قَالَ اَمَرَنِی رَسُوْلُ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَنْ اَقْرَأَ بِالْمُعَوِّذَاتِ فِیْ دُبُرِ كُلِّ
حضرت عقبہ بن عامرؓ سے روایت ہے کہا کہ حکم کیا مجھ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ پڑھوں میں معوذات پیچھے
صَلَاةٍ. (رواه احمد بن حنبل و ابوداؤد و النسائی و البیهقی فی الدعوات الکبیر)
ہر نماز کے۔ روایت کیا اس کو احمد اور ابوداؤد اور نسائی نے اور بیہقی نے دعوات کبیر میں۔

تشریح: معوذات میں سورۃ اخلاص کو تغلیباً شمار کیا جاتا ہے لہٰذا یہ بھی ساتھ ہو جائے گی۔

وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَاَنْ اَقْعُدَ مَعَ قَوْمٍ یَذْكُرُوْنَ اللهَ مِنْ صَلَاةِ
حضرت انسؓ سے روایت ہے کہا فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیٹھنا میرا ساتھ ایک قوم کے کہ یاد کریں اللہ کو وقت صبح کے آفتاب نکلنے تک بہت
الْغَدَاةِ حَتّٰی تَطْلُعَ الشَّمْسُ اَحَبُّ اِلَیَّ مِنْ اَنْ اُعْتِقَ اَرْبَعَةً مِنْ وُلْدِ اِسْمَاعِیْلَ وَلَاَنْ اَقْعُدَ مَعَ قَوْمٍ
بہتر ہے نزدیک میرے اس سے کہ آزاد کروں میں چار غلام اولاد حضرت اسماعیل سے اور البتہ بیٹھنا میرا ساتھ اس قوم کے کہ یاد کریں اللہ کو وقت
یَذْكُرُوْنَ اللهَ مِنْ صَلَاةِ الْعَصْرِ اِلٰی اَنْ تَغْرُبَ الشَّمْسُ اَحَبُّ اِلَیَّ مِنْ اَنْ اُعْتِقَ اَرْبَعَةً. (رواه ابوداؤد)
نماز عصر کے آفتاب غروب ہونے تک بہت بہتر ہے نزدیک میرے اس سے کہ آزاد کروں چار غلام۔ روایت کیا اس کو ابو داؤد نے۔

تشریح: حدیث کے آخری الفاظ میں چار غلام سے مراد حضرت اسماعیلؑ کی اولاد سے چار غلام ہوں اور یہ بھی احتمال ہے کہ یہاں چار غلام مطلق مراد ہوں۔ حضرت اسماعیلؑ کی اولاد کی تخصیص آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس لئے کی کہ وہ افضل عرب ہیں اور خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کی اولاد میں سے ہیں۔

وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ صَلَّی الْفَجْرَ فِیْ جَمَاعَةٍ ثُمَّ قَعَدَ یَذْكُرُ اللهَ
حضرت انسؓ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص نماز پڑھے فجر کی جماعت میں پھر بیٹھے یاد کرے اللہ کو آفتاب نکلنے

حَتّٰی تَطْلُعَ الشَّمْسُ ثُمَّ صَلّٰی رَكْعَتَيْنِ كَانَتْ لَهٗ كَاَجْرِ حَجَّةٍ وَعُمْرَةٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

تک پھر پڑھے دو رکعت نماز ہوگا۔ ثواب اس کے لئے مانند ثواب حج کے اور عمرے کے کہا راوی نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَامَّةٍ تَامَّةٍ تَامَّةٍ. (رواہ الجامع ترمذی)

پورے حج اور عمرے کا پورے حج اور عمرے کا پورے حج اور عمرے کا روایت کیا اس کو ترمذی نے۔

تشریح: فجر کی نماز کے بعد ذکر پھر طلوع شمس کے بعد رکعتیں پڑھنا اس کا اجر وثواب حج اور عمرہ کے ثواب کی مثل ہے تو اجر دو قسم کا ہوا ہے۔(۱) اصلی (۲) انعامی یہ جو ثواب ملے گا یہ حج اور عمرہ کے اجر اصلی کے مثل برابر ہوگا نہ کہ انعامی کے' حج عمرہ کا اجر انعامی نہ معلوم کتنا ہوگا اس کا اندازہ ممکن نہیں۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ

وَعَنِ الْاَزْرَقِ بْنِ قَيْسٍ قَالَ صَلّٰى بِنَا اِمَامٌ لَنَا يُكْنٰى اَبَا رِمْثَةَ قَالَ صَلَّيْتُ هٰذِهِ الصَّلَاةَ اَوْ مِثْلَ هٰذِهٖ

ازرق بن قیسؓ سے روایت ہے کہا نماز پڑھائی ہم کو امام ہمارے نے کہ کنیت تھی اس کی ابو رمثہ کہا ابو رمثہ نے کہ پڑھی میں نے یہ نماز یا مانند

الصَّلَاةِ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ وَكَانَ اَبُوْبَكْرٍ وَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا يَقُوْمَانِ فِي

اس نماز کی ساتھ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے کہا ابو رمثہ نے اور تھے ابوبکر اور عمر کھڑے ہوئے پہلی صف میں داہنی طرف حضرت صلی اللہ علیہ وسلم

الصَّفِّ الْمُقَدَّمِ عَنْ يَمِيْنِهٖ وَكَانَ رَجُلٌ قَدْ شَهِدَ التَّكْبِيْرَةَ الْاُوْلٰى مِنَ الصَّلَاةِ فَصَلّٰى نَبِيُّ اللّٰهِ صَلَّى

کے اور تھا ایک شخص کہ تحقیق حاضر ہوا تھا تکبیر پہلی میں نماز سے پس نماز پڑھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر سلام پھیرا داہنے اپنے اور بائیں اپنے

اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ يَمِيْنِهٖ وَعَنْ يَسَارِهٖ حَتّٰى رَاَيْنَا بَيَاضَ خَدَّيْهِ ثُمَّ انْفَتَلَ كَانْفِتَالِ اَبِيْ رِمْثَةَ يَعْنِيْ

یہاں تک کہ دیکھی ہم نے سفیدی رخساروں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پھر پھرے نماز اپنی سے مانند پھرنے ابی رمثہ کے مراد رکھتا تھا اپنے نفس کو

نَفْسَهٗ فَقَامَ الرَّجُلُ الَّذِيْ اَدْرَكَ مَعَهُ التَّكْبِيْرَةَ الْاُوْلٰى مِنَ الصَّلَاةِ يَشْفَعُ فَوَثَبَ عُمَرُ فَاَخَذَ بِمَنْكِبَيْهِ

پس کھڑا ہوا وہ شخص کہ جس نے پائی تھی ساتھ حضرت کے تکبیر اولیٰ نماز سے شروع کیں دو رکعتیں پس جلدی سے اٹھ کھڑے ہوئے عمر پس کپڑے

فَهَزَّهٗ ثُمَّ قَالَ اجْلِسْ فَاِنَّهٗ لَنْ يَهْلِكَ اَهْلُ الْكِتَابِ اِلَّا اَنَّهٗ لَمْ يَكُنْ بَيْنَ صَلَاتِهِمْ فَصْلٌ فَرَفَعَ النَّبِيُّ

دونوں مونڈھے اس کے پس ہلایا اس کو پھر فرمایا کہ بیٹھ اس لئے کہ نہیں ہلاک ہوئے اہل کتاب مگر کہ نہ تھا درمیان نماز ان کی کے فرق پس اٹھائی

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَصَرَهٗ فَقَالَ اَصَابَ اللّٰهُ بِكَ يَا ابْنَ الْخَطَّابِ. (رواہ ابوداؤد)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نگاہ اپنی پس فرمایا پہنچایا اللہ نے تجھ کو راہ حق پر اے خطاب کے بیٹے۔ روایت کیا اس کو ابوداؤد نے۔

تشریح: اس حدیث سے استدلال کیا گیا ہے کہ نماز فرض پڑھنے کے بعد جگہ سے ہٹ جائے اور جگہ تبدیل کردے تاکہ یہ کوئی نہ سمجھے کہ دوبارہ فرض نماز شروع کردی ہے یا تاکہ فرض ونفل میں اختلاط کا شبہ نہ ہو۔

وَعَنْ زَيْدِ ابْنِ ثَابِتٍ قَالَ اُمِرْنَا اَنْ نُسَبِّحَ فِيْ دُبُرِ كُلِّ صَلَاةٍ ثَلَاثًا وَّثَلَاثِيْنَ وَ نَحْمَدَ ثَلَاثًا وَّثَلَاثِيْنَ

زید بن ثابتؓ سے روایت ہے کہا کہ حکم کیا گیا ہم کو یہ کہ سبحان اللہ کہیں ہم پیچھے ہر نماز کے تینتیس بار اور الحمد للہ تینتیس بار اور اللہ اکبر چونتیس بار

وَنُكَبِّرَ اَرْبَعًا وَّثَلَاثِيْنَ فَاُتِيَ رَجُلٌ فِي الْمَنَامِ مِنَ الْاَنْصَارِ فَقِيْلَ لَهٗ اَمَرَكُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

پس دیکھا ایک شخص نے انصار میں سے خواب میں ایک فرشتے کو پس کہا اس فرشتے نے اس کو حکم کیا ہے تم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تسبیح

وَسَلَّمَ اَنْ تُسَبِّحُوْا فِيْ دُبُرِ كُلِّ صَلَاةٍ كَذَا وَكَذَا قَالَ الْاَنْصَارِيُّ فِيْ مَنَامِهٖ نَعَمْ قَالَ فَاجْعَلُوْهَا

کرو ہر نماز کے پیچھے اتنی اور اتنی۔ کہا انصاری نے اپنی خواب میں ہاں اس فرشتے نے کہا کہ مقرر کرو ان تینوں کلمات کو پچیس پچیس بار اور داخل کرو

خَمْسًا وَعِشْرِيْنَ وَاجْعَلُوْا فِيْهَا التَّهْلِيْلَ فَلَمَّا اَصْبَحَ غَدَا عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَخْبَرَهٗ

اس میں لا الہ الا اللہ پچیس بار پس جب صبح ہوئی آیا وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پس خبر دی حضرت کو اس کی پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَافْعَلُوْا. (رواہ احمد بن حنبل والنسائی والدارمی)

فرمایا پس عمل کرو اسی طرح روایت کیا اس کو احمد نے اور نسائی نے اور دارمی نے۔

تشریح: ایک اور تسبیح کا طریقہ: تارۃ ھکذا تارۃ ھکذا'

وَعَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى اَعْوَادِ هٰذَا الْمِنْبَرِ

علیؓ سے روایت ہے کہا سنا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اوپر لکڑیوں اس ممبر کے فرماتے تھے جو پڑھے

يَقُوْلُ مَنْ قَرَاَ اٰيَةَ الْكُرْسِيِّ فِيْ دُبُرِ كُلِّ صَلَاةٍ لَمْ يَمْنَعْهُ مِنْ دُخُوْلِ الْجَنَّةِ اِلَّا الْمَوْتُ وَمَنْ قَرَاَهَا

آیۃ الکرسی پیچھے ہر نماز کے نہیں منع کرتی اس کو داخل ہونے بہشت کے سے مگر موت اور جو پڑھے اس کو

حِيْنَ يَاْخُذُ مَضْجَعَهٗ اٰمَنَهُ اللّٰهُ عَلٰى دَارِهٖ وَدَارِ جَارِهٖ وَاَهْلِ دُوَيْرَاتٍ حَوْلَهٗ رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ

اس وقت کہ جائے خواب گاہ اپنی میں امن دیتا ہے اس کو اللہ تعالیٰ اس کے گھر پر اور اس کے ہمسایہ کے گھر کو اور کتنے

الْاِيْمَانِ وَقَالَ اِسْنَادُهٗ ضَعِيْفٌ.

گھر گرد اس کے۔ روایت کیا اس کو بیہقی نے شعب الایمان میں اور کہا کہ اسناد اس کی ضعیف ہیں۔

تشریح: ایک کمرے میں ایک شخص کے جاگنے کی وجہ سے دوسرے کمرے والوں کو بھی فائدہ ہوگا' قولہ' الا الموت۔ مطلب یہ ہے کہ اگر موت نہ ہوتی تو آیۃ الکرسی کی ذاتی تاثیر دخول جنت بدخولِ اولی ہے۔

وَعَنْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ ابْنِ غَنْمٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ قَالَ قَبْلَ اَنْ يَنْصَرِفَ وَيَثْنِيَ

عبدالرحمٰن بن غنمؓ سے روایت ہے انہوں نے نقل کی نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو شخص کہ کہے پہلے

رِجْلَيْهِ مِنْ صَلَاةِ الْمَغْرِبِ وَالصُّبْحِ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ بِيَدِهِ

پھرنے کے جگہ نماز سے اور پہلے موڑنے پاؤں اپنے کے نماز مغرب اور صبح سے کوئی معبود مگر اللہ کہ اکیلا ہے نہیں کوئی شریک اس کا اس کیلئے ہے

الْخَيْرُ يُحْيِيْ وَيُمِيْتُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ عَشْرَ مَرَّاتٍ كُتِبَ لَهٗ بِكُلِّ وَاحِدَةٍ عَشْرُ حَسَنَاتٍ

بادشاہت اور اسی کیلئے ہے تعریف اسی کے ہاتھ میں ہے بھلائی وہ زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے اور وہ ہر شے پر قادر ہے دس بار لکھی جاتی ہیں واسطے

وَمُحِيَتْ عَنْهُ عَشْرُ سَيِّئَاتٍ وَرُفِعَ لَهٗ عَشْرُ دَرَجَاتٍ وَكَانَتْ لَهٗ حِرْزًا مِنْ كُلِّ مَكْرُوْهٍ وَحِرْزًا مِنَ

اس کے ساتھ ہر ایک کے دس نیکیاں اور دور کی جاتی ہیں اس سے دس برائیاں اور بلند کئے جاتے ہیں واسطے اس کے درجے اور ہوتے ہیں۔ یہ

الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ وَلَمْ يَحِلَّ لِذَنْبٍ اَنْ يُدْرِكَهُ اِلَّا الشِّرْكَ وَكَانَ مِنْ اَفْضَلِ النَّاسِ عَمَلًا اِلَّا رَجُلًا
کلمات واسطے اس کے امان ہر بری چیز سے اور پناہ شیطان راندے ہوئے سے اور نہیں پہنچتا واسطے کسی گناہ کہ یہ کہ ہلاک کرے اس کو مگر شرک اور
يَفْضُلُهُ يَقُوْلُ اَفْضَلَ مِمَّا قَالَ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَرَوَى التِّرْمِذِيُّ نَحْوَهُ عَنْ اَبِي ذَرٍّ اِلٰى قَوْلِهِ اِلَّا الشِّرْكَ
ہوگا لوگوں کا از روئے عمل کے مگر وہ شخص کہ زیادہ ہوئے اس سے یعنی زیادہ ہے اس چیز سے کہ کہا اس نے روایت کیا اس کو ترمذی نے مانند
وَلَمْ يَذْكُرْ صَلَاةَ الْمَغْرِبِ وَلَا بِيَدِهِ الْخَيْرُ وَ قَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ غَرِيْبٌ.
اس کے ابوذر سے تا قول ان کے الا الشرک تک اور نہیں ذکر کیا نماز مغرب کا اور نہ لفظ بیدہ الخیر کا اور کہا یہ حدیث حسن صحیح غریب ہے۔

تشریح: قولہ' وکانتا لہٗ حرزاً کا مطلب ہے کہ فی الجملہ حفاظت ہوگی۔ قولہ الا الشرک ان تسبیحات کے پڑھنے کی وجہ سے شرک کے علاوہ باقی گناہ معاف ہو جائیں گے بشرطیکہ وہ حقوق العباد سے متعلق نہ ہوں اور نہ ایسے حقوق ہوں جن کی قضا ضروری ہے۔ وہ اس سے مستثنیٰ ہیں۔ باقی شرک معاف نہیں ہوگا۔ فضائل میں ضعیف حدیث کا اعتبار ہوتا ہے۔

وَعَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ بَعْثًا قِبَلَ نَجْدٍ فَغَنِمُوْا غَنَائِمَ كَثِيْرَةٍ
حضرت عمر بن خطاب ؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بھیجی فوج طرف ملک نجد کے پس غنیمت لائے غنیمت بہت اور جلدی کی
وَاَسْرَعُوا الرَّجْعَةَ فَقَالَ رَجُلٌ مِنَّا لَمْ يَخْرُجْ مَارَاَيْنَا بَعْثًا اَسْرَعَ رَجْعَةٍ وَلَا اَفْضَلَ غَنِيْمَةً مِنْ هٰذَا
انہوں نے پھرنے میں پس کہا ایک شخص نے ہم میں سے کہ نہ نکلا تھا۔ نہیں دیکھی ہم نے کوئی فوج کہ جلد ہو پھرنے میں
الْبَعْثِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰى قَوْمٍ اَفْضَلَ غَنِيْمَةً وَاَفْضَلَ رَجْعَةً قَوْمًا
اور زیادہ ہو غنیمت میں اس فوج سے پس فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا نہ بتلاؤں میں تم کو ایک قوم کہ زیادہ ہو غنیمت میں
شَهِدُوْا صَلَاةَ الصُّبْحِ ثُمَّ جَلَسُوْا يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ حَتّٰى طَلَعَتِ الشَّمْسُ فَاُولٰئِكَ اَسْرَعُ رَجْعَةً
اور زیادہ ہو پھرنے میں۔ مراد رکھتا ہوں وہ قوم کہ حاضر ہوئے نماز صبح میں پھر بیٹھے یاد کرتے رہے اللہ کو یہاں تک کہ نکلا
وَاَفْضَلُ غَنِيْمَةً رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ وَحَمَّادُ ابْنُ اَبِي حُمَيْدٍ الرَّاوِي هُوَ
آفتاب پس یہ لوگ ہیں بہت جلدی پھرنے میں اور زیادہ غنیمت میں روایت کیا اس کو ترمذی نے اور کہا یہ حدیث غریب ہے اور حماد بن ابی حمید راوی وہ
ضَعِيْفٌ فِي الْحَدِيْثِ.
ضعیف ہے حدیث نقل کرنے میں۔

تشریح: مطلب یہ ہے کہ اس لشکر کے لوگوں کو صرف دنیا کی دولت ملی جو فانی ہے اور اس جماعت کے لوگوں کو تھوڑی سی دیر میں بہت زیادہ ثواب ملا جو باقی رہنے والا ہے جیسا کہ اللہ رب العزت کا ارشاد ہے۔ ''جو کچھ تمہارے پاس ہے وہ فانی ہے اور جو کچھ اللہ جل شانہ کے پاس ہے وہ باقی ہے''۔ لہٰذا اس جماعت کے لوگ نہ صرف یہ کہ کمال غنیمت کے اعتبار سے اس لشکر کے لوگوں سے افضل ثابت ہوئے بلکہ جلد واپس لوٹنے میں بھی ان سے بڑھے رہے۔

بَابُ مَا لَا يَجُوزُ مِنَ الْعَمَلِ فِي الصَّلٰوةِ وَمَا يُبَاحُ مِنْهُ

نماز میں جائز اور ناجائز امور کا بیان

جو عمل جنس صلوٰۃ سے نہ ہو وہ دو قسم پر ہے ا۔ عمل کثیر ۲۔ عمل قلیل، عمل کثیر مفسد للصلوٰۃ ہے اور عمل قلیل مفسد للصلوٰۃ نہیں۔ باقی رہی یہ بات کہ کثیر قلیل کی تعریف کیا ہے تو اس کی دو تعریفیں کی گئی ہیں۔ ا۔ عمل کثیر: ہر وہ عمل جس کو کرنے کیلئے دونوں ہاتھوں کو استعمال کرنا پڑے اور جس کو کرنے کیلئے دونوں ہاتھوں کو استعمال کرنے کی ضرورت نہ پڑے وہ قلیل ہے۔ اسی وجہ سے فقہاء نے لکھا ہے بٹن کو کھولنا عمل قلیل ہے اور بٹن کو بند کرنا عمل کثیر ہے اور فتح الباب عمل قلیل ہے۔ (ایک ہاتھ لگانے سے بھی کھل جاتا ہے) اور دروازے کو بند کرنا عمل کثیر ہے۔ دونوں ہاتھوں کی ضرورت پڑتی ہے۔ دوسری تعریف: عمل کثیر ایسے عمل کو کہتے ہیں کہ جس کو دیکھنے والا عامل کے متعلق یہ خیال کرے کہ یہ نماز میں نہیں ہے اور جو ایسا نہ ہو وہ قلیل عمل ہے راجح دوسری تفسیر ہے۔

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ

عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ الْحَكَمِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ بَيْنَا اَنَا اُصَلِّيْ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضرت معاویہ بن حکمؓ سے روایت ہے کہا اس وقت کہ میں نماز پڑھتا تھا ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ناگہاں چھینکا ایک شخص نے قوم میں سے پس کہا میں نے یرحمک

اِذَا عَطَسَ رَجُلٌ مِّنَ الْقَوْمِ فَقُلْتُ يَرْحَمُكَ اللّٰهُ فَرَمَانِي الْقَوْمُ بِاَبْصَارِهِمْ فَقُلْتُ وَاثُكْلَ اُمِّيَاهُ مَا

اللہ پس گھورا مجھ کو قوم نے ساتھ آنکھوں اپنی کے پس کہا میں نے گم کچھو ماں میری کیا حال ہے تمہارا کہ دیکھتے ہو طرف میری پس شروع کیا قوم نے کہ مارتے تھے ہاتھ اپنے

شَانُكُمْ تَنْظُرُوْنَ اِلَيَّ فَجَعَلُوْا يَضْرِبُوْنَ بِاَيْدِيْهِمْ عَلٰى اَفْخَاذِهِمْ فَلَمَّا رَاَيْتُهُمْ يُصَمِّتُوْنَنِيْ لٰكِنِّيْ

رانوں پر پس جب دیکھا میں نے ان کو کہ چپ کراتے ہیں مجھ کو لیکن چپ رہا میں جب نماز پڑھ چکے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پس قربان ہو باپ میرا ان کے اور ماں میری

سَكَتُّ فَلَمَّا صَلّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَبِاَبِيْ هُوَ وَاُمِّيْ مَا رَاَيْتُ مُعَلِّمًا قَبْلَهٗ وَلَا بَعْدَهٗ

نہیں دیکھا میں نے کسی سکھانے والے کو پہلے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اور نہ پیچھے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کہ بہت اچھا ہو سکھانے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے

اَحْسَنَ تَعْلِيْمًا مِّنْهُ فَوَاللّٰهِ مَا كَهَرَنِيْ وَلَا ضَرَبَنِيْ وَلَا شَتَمَنِيْ قَالَ اِنَّ هٰذِهِ الصَّلٰوةَ لَا يَصْلُحُ فِيْهَا

پس قسم ہے اللہ کی نہ ڈانٹا مجھ کو اور نہ مارا مجھ کو اور نہ برا کہا مجھ کو فرمایا تحقیق یہ نماز نہیں لائق ہے اس میں کوئی چیز باتوں آدمیوں کی سے سوائے اس کے نہیں کہ نماز تسبیح اور تکبیر ہے

شَيْءٌ مِّنْ كَلَامِ النَّاسِ اِنَّمَا هِيَ التَّسْبِيْحُ وَالتَّكْبِيْرُ وَقِرَاءَةُ الْقُرْاٰنِ اَوْ كَمَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلّٰى

اور پڑھنا قرآن کا ہے یا مانند اس کے فرمایا پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا میں نے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تحقیق میں نو مسلم ہوں اور تحقیق دیا اللہ نے ہم کو اسلام اور تحقیق

اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّيْ حَدِيْثُ عَهْدٍ بِجَاهِلِيَّةٍ وَقَدْ جَاءَنَا اللّٰهُ بِالْاِسْلَامِ وَاِنَّ مِنَّا

ہم میں سے کتنے شخص ہیں کہ آتے ہیں کاہنوں کے پاس فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پس مت جاؤ انکے پاس کہا میں نے اور ہم میں سے کتنے شخص لیتے ہیں شگون بد فرمایا

رِجَالًا يَّاْتُوْنَ الْكُهَّانَ قَالَ فَلَا تَاْتِهِمْ قُلْتُ وَمِنَّا رِجَالٌ يَّتَطَيَّرُوْنَ قَالَ ذَالِكَ شَيْءٌ يَّجِدُوْنَهٗ فِيْ

یہ ایک چیز ہے کہ پاتے ہیں اس کو اپنے دلوں میں پس باز نہ رکھے ان کو کہا معاویہؓ نے کہ کہا میں نے اور ہم میں سے کتنے شخص ہیں

صُدُوْرِهِمْ فَلَا يَصُدَّنَّهُمْ قَالَ قُلْتُ وَمِنَّا رِجَالٌ يَخُطُّوْنَ قَالَ كَانَ نَبِيٌّ مِّنَ الْاَنْبِيَآءِ يَخُطُّ فَمَنْ وَّافَقَ
کہ خط کھینچتے ہیں فرمایا تھے ایک نبی انبیاء میں سے خط کھینچتے تھے پس جو شخص کہ موافق ہو خط اس کا اس پیغمبر کے
خَطَّهٗ فَذَاكَ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ) قَوْلُهٗ لٰكِنِّيْ سَكَتُّ هٰكَذَا وَجَدْتُ فِيْ صَحِيْحِ مُسْلِمٍ وَكِتَابِ الْحُمَيْدِيِّ
پس وہ پہنچتا ہے اسبات کو روایت کیا اس کو مسلم نے کہا مولف نے کہ قول اسکا الکنا سکت اسی طرح پایا میں نے صحیح مسلم میں اور حمیدی کی کتاب میں ہے
وَصُحِّحَ فِيْ جَامِعِ الْاُصُوْلِ بِلَفْظَةِ كَذَا فَوْقَ لٰكِنِّيْ.
اور صحیح کہا گیا ہے یہ لفظ لکنی سکت کا جامع الاصول میں ساتھ لکھنے لفظ کذا کے اوپر لکھنے کے

تشریح: حضرت معاویہ بن الحکمؓ فرماتے ہیں کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھ رہا تھا تو ایک شخص کو چھینک آ گئی تو میں نے اس کے جواب میں یرحمک اللہ کہہ دیا۔ بس جواب دینا ہی تھا کہ لوگوں نے مجھے گھورنا شروع کر دیا۔

سوال: نماز کے دوران انہوں نے یرحمک اللہ کیوں کہا؟

جواب: مسئلہ معلوم نہ ہونے کی وجہ سے۔ سوال۔ یرحمک اللہ کہنے سے تو نماز ٹوٹ گئی کیونکہ یہ کلام مع الناس ہے (کہ خطاب کا ہونے کی وجہ سے) تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اعادہ صلوٰۃ کیوں نہیں کروایا؟ جواب! اعادہ کا حکم مذکور نہیں۔ عدم ذکر عدم وجود کو مستلزم نہیں یا احکام ابھی نازل ہو رہے تھے۔ اس لئے جہل کو عذر سمجھ لیا گیا اور نماز کا اعادہ نہیں کروایا۔ یا یہ اس وقت کا قصہ ہے جب کہ کلام فی الصلوٰۃ مباح تھی جب لوگوں نے گھورنا شروع کیا تو میں نے کہا واثکل امیاہ الخ میں نے کون سا مالا ینبغی کا ارتکاب کر لیا ہے جس کی وجہ سے تم مجھے گھور رہے ہو۔ تو انہوں نے رانوں پر تھپڑ مارنا شروع کر دیئے کنایہ تھا کہ خاموش ہو جاؤ' مجھے ان کے اس عمل کی وجہ سے تو بہت غصہ آیا۔ میں نے چاہا کہ ان کو کچھ نہ کچھ کہہ دوں' ولکن سکت لیکن میں خاموش رہا یعنی اپنے غصے کے مقتضی پر عمل نہیں کیا۔

قولہ' فلما رایتھم یصمتوننی اس کو دو طرح ضبط کیا گیا ہے۔ تشدید کے ساتھ اور بغیر تشدید کے اس کا جواب محذوف ہے **غضبت و اردت ان اقول لہ شیئًا** پھر آگے لکنی سکت یہ محذوف کا جواب ہے (گویا اس کا ترتب اس محذوف پر ہے) کیا اس غصہ کے مقتضی پر عمل بھی ہوا فرمایا نہیں سکت' میں نے غصہ کے مقتضی پر عمل نہیں کیا بلکہ خاموش رہا۔ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہوئے تو قصہ کا ذکر ہوا تو قال الراوی میرے ماں باپ قربان ہوں' میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم جیسا معلم نہ پہلے دیکھا اور نہ اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ اچھی تعلیم دینے والا ہوگا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ پر ڈانٹ ڈپٹ نہیں کی نہ مجھے جھڑکا نہ مارا بلکہ فرمایا یہ نماز لوگوں کی کلام میں سے کسی کلام کی بھی صلاحیت نہیں رکھتی۔ بلکہ یہ تو تسبیح' تکبیر اور قرأۃ القرآن ہے۔

قولہ' لا یصلح فیھا شیءٌ شیٔ نکرہ تحت النفی واقع ہے اس سے یہ بات معلوم ہوئی کہ مطلقًا کلام الناس مفسد للصلوٰۃ ہے۔ عام ازیں عمداً ہو یا نسیاناً ہو نماز کی اصلاح کے ارادے سے ہو یا نہ ہو من کلام الناس کہہ کر تسبیح وغیرہ کو خارج کر دیا۔

قولہ' قلت یا رسول اللہ الخ اس مناسبت سے آگے حضرت معاویہؓ نے چند سوالات کئے۔ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ میں زمانہ جاہلیت کے قریب ہوں اور اللہ ہمارے اندر اسلام لائے ہیں (یہ سوالات کیلئے تمہید تھی) ہم میں کچھ لوگ ایسے ہیں جو کہ کاہنوں اور نجومیوں کے پاس آتے جاتے ہیں' اس کے بارے میں کیا حکم ہے؟ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا کہ یہ گناہ کبیرہ ہے **فلا تاتیھم** دوسرا سوال کیا کہ بعض لوگ ہم میں سے بدفالی پکڑتے ہیں' پرندوں وغیرہ کے ذریعہ سے اس کا کیا حکم ہے فرمایا اس تطیر کی جلب منفعت اور دفع مضرت میں کوئی تاثیر نہیں۔ اس لئے اس کا کوئی فائدہ نہیں اور تیسرا سوال یہ کیا کہ بعض لوگ لکیریں کھینچتے ہیں' مستقبلات کا علم ان خطوط اور لکیروں کے ذریعے حاصل کرتے ہیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انبیاء سابقہ میں سے ایک پیغمبر حضرت دانیالؑ ایسا کیا کرتے تھے تو جس کی لکیر اس نبی کی لکیر کے موافق ہو جائے وہ تو صحیح اور جس کی نہ ہو وہ صحیح نہیں اور چونکہ ہمیں نبی کی لکیر کی کیفیت و موافقت کا

پتہ نہیں لہٰذا یہ تعلیق بالمحال کی قبیل سے ہو جائے گا لہٰذا یہ جائز نہیں۔

قولہٗ لکنی سکت ھکذا وجبت الخ سے صاحب مصابیح پر اعتراض کا بیان ہے کہ محدثین کی عادت ہے کہ جب کسی راوی کے کلام میں تردد ہو تو اس پر کذا کا لفظ ذکر کر دیتے ہیں۔ لکنی جو علامت ہے اس بات کی کہ یہ لفظ بسند صحیح کے ثابت ہے تو صاحب مشکوٰۃ فرماتے ہیں۔ سکت کا لفظ صحیح مسلم کی روایت میں موجود ہے اور جامع الاصول میں لکنی کے اوپر کذا کی علامت ہے جو کہ دال ہے اس بات پر کہ یہ لفظ صحیح سند سے ثابت ہے تو لہٰذا صاحب مصابیح کا اس لفظ کو چھوڑنا صحیح نہیں ہے۔

وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ كُنَّا نُسَلِّمُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ فِي
حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہا کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام کرتے تھے اور وہ ہوتے نماز میں پس جواب دیتے ہم کو
الصَّلٰوةِ فَيَرُدُّ عَلَيْنَا فَلَمَّا رَجَعْنَا مِنْ عِنْدِالنَّجَاشِيِّ سَلَّمْنَا عَلَيْهِ فَلَمْ يَرُدَّ عَلَيْنَا فَقُلْنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ كُنَّا
پس جبکہ پھر کر آئے ہم نجاشی کے پاس سے سلام کیا ہم نے ان پر پس نہ جواب دیا ہم کو پس کہا ہم نے اے خدا کے رسول ہم سلام کرتے تھے
نُسَلِّمُ عَلَيْكَ فِي الصَّلٰوةِ فَتَرُدُّ عَلَيْنَا فَقَالَ اِنَّ فِي الصَّلٰوةِ لَشُغْلًا. (صحيح البخاري و صحيح مسلم)
آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر نماز میں پس جواب دیتے تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہم کو پس فرمایا تحقیق نماز میں شغل ہے۔ روایت کیا اس کو بخاری اور مسلم نے۔

تشریح: حاصل حدیث کا یہ ہے کہ صحابہ کرامؓ کی عادت یہ تھی کہ (پہلے) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز کے دوران سلام کرتے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم صحابہؓ کے سلام کا جواب بھی دیتے تھے۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ جب ہم نجاشی کے پاس سے واپس آئے تو اس وقت ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام کا جواب نہ دیا۔ تو ہم نے کہا یا رسول اللہ پہلے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے دوران سلام کا جواب دیتے تھے اور اب نہیں دیا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بے شک نماز میں مشغولی ہے۔ نجاشی یہ حبشہ کے بادشاہ کا لقب تھا۔ نجاشی کا نام نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں اصحمہ تھا۔

قولہ فلما رجعنا اس رجعت سے مراد رجعت ثانیہ ہے۔ دراصل صحابہؓ کی ہجرت حبشہ کی طرف دو مرتبہ ہوئی ایک مرتبہ مکہ سے حبشہ کی طرف ہجرت کی پھر وہاں حبشہ میں یہ خبر پھیلی کہ رؤسا مکہ اور کفار مکہ مسلمان ہو گئے ہیں جس کی وجہ سے امن ہے تو صحابہؓ مکہ واپس آ گئے لیکن یہاں مکہ آ کر معلوم ہوا کہ یہ خبر جھوٹی تھی۔ یا اس سے مراد رجعت ثانیہ ہے کہ صحابہ کرامؓ نے حبشہ کی طرف ہجرت کی پھر وہاں سے مدینہ کی طرف گئے تو اب دو رجوع ہوئے ا۔ ہجرت الی الحبشہ اولیٰ سے رجوع مکہ کی طرف ہوا ۲۔ ہجرت الی الحبشہ ثانیہ سے رجوع مدینہ کی طرف ہوا تو یہاں یہی رجعت ثانیہ مراد ہے تو اس حدیث عبداللہ بن مسعودؓ سے یہ بات معلوم ہوئی کہ جب صحابہؓ دوسری مرتبہ حبشہ سے مدینہ کی طرف لوٹے تو اس سے پہلے کلام فی الصلوٰۃ منسوخ ہو چکی تھی آگے اس حدیث میں حوالہ و اعادہ بھی ہوگا۔

آیا نسخ کلام فی الصلوٰۃ مکی ہے یا مدنی ہے اور اس حدیث سے معلوم ہوا کہ یہ مدنی ہے) **فقال ان فی الصلوٰۃ لشغلاً** مطلب یہ ہے کہ قراۃ القرآن میں مشغولیت ہونی چاہیے یا مطلب یہ ہے کہ نماز میں مشغولیت ہی ہے لہٰذا اس میں دوسری کلام جائز نہیں ہے تو یہ مطلب ہے کہ نماز میں اشتغال اس بات سے مانع ہے کہ تمہارے سلام کا جواب دیا جائے۔ مقصود یہ بتلانا ہے کہ پہلے کلام فی الصلوٰۃ مباح تھی اب منسوخ ہو چکی ہے۔

وَعَنْ مُعَيْقِيْبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الرَّجُلِ يُسَوِّي التُّرَابَ حَيْثُ
حضرت معیقیبؓ سے روایت ہے انہوں نے نقل کی نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بیچ حق ایک شخص کے کہ برابر کرتا ہے مٹی
يَسْجُدُ قَالَ اِنْ كُنْتَ فَاعِلًا فَوَاحِدَةً (صحيح البخاري و صحيح مسلم)
سجدے کی جگہ میں فرمایا اگر ہے تو کرنے والا ضرور پس کر ایک بار۔ روایت کیا اس کو بخاری اور مسلم نے۔

تشریح: اگر ضرورت کی بنا پر سجدہ کی جگہ کو مرۃ اور بعض روایات کے مطابق مرتین درست کیا جائے تو کوئی حرج نہیں، عمل قلیل سمجھا جائے گا۔ اگر ضرورت نہیں تو عمل کثیر سمجھا جائے گا لہٰذا نماز فاسد ہو جائے گی۔

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَؓ قَالَ نَهٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْخَصْرِ فِی الصَّلٰوةِ. (صحیح البخاری وغیرہ)
حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہا منع کیا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھ رکھنے سے پہلو پر نماز میں روایت کیا اس کو بخاری اور مسلم نے۔

تشریح: حاصل حدیث:۔ خصر کا راجح معنی ہے کوکھ پر، پہلو پر ہاتھ رکھنا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلو پر ہاتھ رکھنے سے نماز میں منع فرمایا یا تو اس وجہ سے کہ اس طرح یہود کیا کرتے تھے یا اس وجہ سے کہ یہ اہل جہنم کا طریقہ ہے۔ جہنمی لوگ جب تھک جائیں گے تو راحت حاصل کرنے کے لئے کوکھ پر ہاتھ رکھیں گے۔ تو لہٰذا یہودیوں کے ساتھ بھی مشابہت نہیں ہونی چاہیے اور جہنمیوں کے ساتھ بھی مشابہت نہیں ہونی چاہیے۔

قولہ خصر کے اور بھی کئی معنی بیان کئے گئے ہیں مثلاً اس کا ایک معنی یہ ہے کہ لاٹھی کے ذریعہ سے سہارا لگا کر کھڑے ہونا ۲۔ آیات سجدہ کو چھوڑ کر غیر سجدہ والی آیات کی تلاوت کرنا ۳۔ نماز مختصر پڑھنا یہ سب معنی مرجوح ہیں۔ پہلا معنی کوکھ پر ہاتھ رکھنا راجح ہے۔ باقی بعد میں اختصار کا لفظ آئے گا اس سے بھی یہی مراد ہے۔

وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ سَاَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْاِلْتِفَاتِ فِی الصَّلٰوةِ
حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا ادھر ادھر دیکھنے سے نماز میں
فَقَالَ هُوَ اخْتِلَاسٌ یَّخْتَلِسُهُ الشَّیْطٰنُ مِنْ صَلٰوةِ الْعَبْدِ. (صحیح البخاری و صحیح مسلم)
پس فرمایا کہ وہ اچک لینا ہے اچک لیتا ہے اس کو شیطان بندے کی نماز سے۔ روایت کیا اس کو بخاری اور مسلم نے۔

تشریح: کا یہ ہے کہ حضرت عائشہؓ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے التفات فی الصلوٰۃ کے متعلق سوال کیا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ بندہ کی نماز سے شیطان کا اچک لینا ہے۔ باقی التفات کی کئی صورتیں ہیں۔

(۱)۔ آنکھوں کے کناروں سے ادھر ادھر دیکھنا۔ (۲)۔ چہرہ یمیناً اور شمالاً بدل جائے لیکن سینہ نہ بدلے۔ (۳)۔ سینہ بھی بدل جائے (۴) توجہ الی اللہ کے ماسوا دل کے اندر اور چیزوں کا خیال پیدا ہو جانا، اعلیٰ درجے کی نماز وہ ہے جس میں یہ چاروں قسم کے التفات نہ ہوں۔ باقی آنکھوں کے ساتھ (کن اکھیوں کے ساتھ) اگر ضرورت ہو (مثلاً منتظم ہے) تو جائز ہے ضرورت نہ ہو تو جائز نہیں اور چہرے کے ساتھ التفات مکروہ تحریمی ہے مگر مفسد للصلوٰۃ نہیں اور سینے کے ساتھ التفات مفسد للصلوٰۃ ہے۔ باقی دل کے ساتھ بھی التفات نہیں ہونا چاہیے۔

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَیَنْتَهِیَنَّ اَقْوَامٌ عَنْ رَفْعِهِمْ اَبْصَارَهُمْ
حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا البتہ باز رہیں لوگ اٹھانے نگاہ اپنی کے سے
عِنْدَ الدُّعَاءِ فِی الصَّلٰوةِ اِلَی السَّمَاءِ اَوْ لَتُخْطَفَنَّ اَبْصَارُهُمْ. (صحیح مسلم)
وقت دعا کے نماز میں طرف آسمان کی یا اچکی جائیں گی آنکھیں ان کی روایت کیا اس کو مسلم نے۔

تشریح: ان کی آنکھیں اچک لی جائیں گی یعنی بینائی ختم کر دی جائے گی لہٰذا نماز کے دوران آسمان کی طرف آنکھیں اٹھا کر دیکھنا جائز نہیں۔ اس پر وعید شدید کا بیان آیا ہے۔ باقی رہی یہ بات کہ دعا کے اندر رفع الی السماء جائز ہے یا نہیں؟ تو دعا خارج عن الصلوٰۃ میں بعض کے نزدیک ممنوع ہے لیکن جمہور کے نزدیک ممنوع نہیں باقی نماز میں ممنوع ہے۔ اس لئے کہ نماز میں قبلہ تو بیت اللہ ہے اور یہ آسمان کی طرف منہ اٹھائے ہوئے ہے تو اس سے جہت قبلہ کا اشتباہ ہو سکتا ہے۔

وَعَنْ اَبِیْ قَتَادَۃَ قَالَ رَأَیْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَؤُمُّ النَّاسَ وَاُمَامَۃُ بِنْتُ اَبِی الْعَاصِ عَلٰی

حضرت ابوقتادہؓ سے روایت ہے کہا میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ امامت کرتے تھے لوگوں کی اور امامہ بیٹی ابوالعاصؓ کی ہوتی اوپر مونڈھے

عَاتِقِہٖ فَاِذَا رَکَعَ وَضَعَھَا وَاِذَا رَفَعَ مِنَ السُّجُوْدِ اَعَادَھَا. (صحیح البخاری و صحیح مسلم)

حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پس جس وقت رکوع کرتے بٹھادیتے اور جس وقت کہ اٹھتے سجدے سے اٹھالیتے اس کو اپنے اوپر۔ روایت کیا اس کو بخاری اور مسلم نے

تشریح: اُمامہ بنت ابی العاص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نواسی ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی حضرت زینبؓ کا نکاح عمرو بن ابی العاص سے ہوا تھا ان سے یہ بچی اُمامہ پیدا ہوئیں۔ حاصل حدیث کا یہ ہے کہ نماز کے دوران یہ اُمامہؓ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کندھے پر ہوتی جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم رکوع کرتے تو اس کو اتار دیتے اور جب سجدہ سے سر اٹھاتے تو اس کو کندھے پر اٹھالیتے۔ سوال؟ یہ رفع وضع تو عمل کثیر ہے جو کہ مفسد للصلوۃ ہے۔

جواب-۱: یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی خصوصیت ہے لہٰذا اس پر کسی دوسرے کو قیاس نہیں کیا جاسکتا۔

جواب-۲: یہ اس زمانے کا قصہ ہے جس میں عمل کثیر کے مفسد للصلوۃ ہونے کا حکم ابھی تک نازل نہیں ہوا تھا۔

جواب-۳: ہم تسلیم نہیں کرتے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ فعل عمل کثیر تھا بلکہ یہ عمل قلیل تھا اس لئے کہ کریم صلی اللہ علیہ وسلم خود اس بچی کو اٹھاتے اتارتے نہیں تھے بلکہ یہ بچی خود اتنی سمجھ دار تھی کہ خود بخود کندھوں پر سوار بھی ہو جاتی اور خود بخود اتر بھی جاتی تھی تو یہ اس بچی کا فعل ہے لیکن چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس کے حمل اور وضع میں مانع اور رکاوٹ نہیں بنے اس لئے نسبت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کر دی گئی بطور مجاز کے نیز اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بچوں کے کپڑوں کو پاک سمجھا جائے گا جب تک کہ دلیل نجاست نہ ہو (ورنہ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کو اٹھائے ہوئے نماز پڑھ رہے ہیں تو اگر یہ نجس ہے تو لازم آئے گا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم حامل نجاست کی حالت میں نماز پڑھ رہے ہوں) اور نیز اس سے معلوم ہوا کہ بچوں کے ساتھ شفقت کا معاملہ کرنا چاہیے (آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو کمالِ شفقت کی بنا پر اٹھایا ہوا تھا)

وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا تَثَاءَ بَ اَحَدُکُمْ فِی الصَّلٰوۃِ فَلْیَکْظِمْ

حضرت ابوسعیدؓ سے روایت ہے کہا کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس وقت کہ جمائی لے ایک تمہارا نماز میں پس چاہئے کہ بند کرے جب تک

مَا اسْتَطَاعَ فَاِنَّ الشَّیْطَانَ یَدْخُلُ رَوَاہُ مُسْلِمٌ وَفِیْ رِوَایَۃٍ لِلْبُخَارِیِّ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ اِذَا تَثَاءَ بَ

کہ ہو سکے پس تحقیق شیطان گھس جاتا ہے۔ روایت کیا اس کو مسلم نے اور بخاری کی ایک روایت میں حضرت ابوہریرہؓ سے ہے کہا کہ جس وقت کہ جمائی

اَحَدُکُمْ فِی الصَّلٰوۃِ فَلْیَکْظِمْ مَا اسْتَطَاعَ وَلَا یَقُلْ ھَا فَاِنَّمَا ذَالِکُمْ مِّنَ الشَّیْطَانِ یَضْحَکُ مِنْہُ.

لے ایک تمہارا نماز میں پس چاہئے کہ بند کرے جب تک کہ ہو سکے اور نہ کہے لفظ ہا کا سوائے اس کے نہیں کہ یہ شیطان سے ہے ہنستا ہے وہ اس سے

تشریح: اگر جمائی آئے تو حتی الوسع روکنے کی کوشش کی جائے جمائی کا سبب کثرۃ اکل اور سستی ہے جس سے شیطان خوش ہوتا ہے اگر بیماری کی وجہ سے جمائی ہو تو وہ اس سے مستثنیٰ ہے وہ اس حدیث کا مصداق نہیں۔

وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ عِفْرِیْتًا مِّنَ الْجِنِّ تَفَلَّتَ الْبَارِحَۃَ

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تحقیق ایک دیو جنوں میں جھپٹ آیا آج کی رات تاکہ توڑے

لِیَقْطَعَ عَلَیَّ صَلٰوتِیْ فَاَمْکَنَنِیَ اللّٰہُ مِنْہُ فَاَخَذْتُہٗ فَاَرَدْتُّ اَنْ اَرْبِطَہٗ عَلٰی سَارِیَۃٍ مِّنْ سَوَارِی الْمَسْجِدِ

مجھ پر نماز میری پس قدرت دی مجھ کو اللہ نے اس پر پس پکڑا میں نے اس کو پس ارادہ کیا میں نے یہ کہ باندھ رکھوں اس کو ایک ستون سے ستونوں

حَتّٰی تَنْظُرُوْا اِلَیْہِ کُلُّکُمْ فَذَکَرْتُ دَعْوَۃَ اَخِیْ سُلَیْمَانَ رَبِّ ھَبْ لِیْ مُلْکًا لَّا یَنْبَغِیْ لِاَحَدٍ مِّنْ بَعْدِیْ

مسجد کے سے تا کہ دیکھو تم طرف اس کی سب پس یاد کی میں نے دعا بھائی اپنے سلیمانؑ کی اے رب بخشش میرے لئے ملک کہ نہ لائق ہو واسطے

فَرَدَدْتُهُ خَاسِئًا. (صحيح البخاری و صحيح مسلم)

کسی کے پیچھے میرے پس ہانکا میں نے اس کو خوار روایت کیا اس کو بخاری اور مسلم نے۔

تشریح: یہ واقعہ سنایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ نماز کے دوران ایک سرکش جن میرے پاس آیا وہ میری نماز کو توڑنا چاہتا تھا لیکن اللہ نے مجھے اس پر قدرت دی اور میں نے اس کو پکڑ لیا۔ میں نے چاہا کہ اس کو مسجد کے ستونوں میں سے کسی ستون کے ساتھ باندھ دوں یہاں تک تم سب بھی اس کو دیکھ لیتے لیکن مجھے اپنے بھائی حضرت سلیمانؑ کی یہ دعا یاد آ گئی رب هب لی ملکا لا ینبغی لاحد من بعدی تو اس کی رعایت کرتے ہوئے میں نے اس کو چھوڑ دیا۔

سوال: قرآن میں تو آیا تم جنوں کو دیکھ نہیں سکتے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ کیسے کہہ دیا۔ حتی تنظروا الیہ الخ جواب: یہ دیکھنا ایک واقعہ جزئیہ ہوتا اور یہ قرآن پاک کی آیت کے خلاف نہ ہوتا دعا سلیمانؑ میں بظاہر عموم تھا اس لئے چھوڑ دیا اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس سرکش جن کو پکڑ کر باندھ بھی لیتے تو بھی حضرت سلیمانؑ کی دعا متاثر نہ ہوتی اس لئے کہ انہوں نے جو دعا کی تھی وہ اپنے زمانے والوں کے اعتبار سے تھی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ اور ہے اور نیز حضرت سلیمانؑ کا تمام جنوں پر کنٹرول تھا تو اگر ایک جن کو پکڑ لیتے تو یہ ایک واقعہ جزئیہ ہوتا تو یہ اس کے خلاف نہیں تھا لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کمال رعایت کرتے ہوئے چھوڑ دیا تا کہ کوئی یہ نہ سمجھے کہ حضرت سلیمانؑ کی دعا متاثر ہو گئی۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کسی شخص کو شیاطین کے حملے سے بے فکر نہیں رہنا چاہیے۔

وَعَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ رضی الله عنه قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ نَّابَهُ شَيْءٌ فِيْ

حضرت سہل بن سعدؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص کہ درپیش آئے اس کو کچھ نماز میں پس چاہیئے کہ سبحان اللہ کہے پس

صَلٰوتِهٖ فَلْيُسَبِّحْ فَاِنَّمَا التَّصْفِيْقُ لِلنِّسَآءِ وَفِيْ رِوَايَةٍ قَالَ التَّسْبِيْحُ لِلرِّجَالِ وَالتَّصْفِيْقُ لِلنِّسَآءِ. (بخاری وغیرہ)

سوائے اس کے نہیں کہ دستک مارنی واسطے عورتوں کے ہے اور ایک روایت میں ہے کہ فرمایا سبحان اللہ کہنا واسطے مردوں کے اور دستک مارنی واسطے عورتوں کے۔

تشریح: جمہور کہتے ہیں کہ اگر نمازی مرد ہوں اور امام کو لقمہ دینے کی ضرورت پیش آ جائے تو مقتدی سبحان اللہ کہے اور اگر عورتیں ہیں تو پھر عورت تصفیق پر عمل کرے۔ یعنی ہاتھ کے ظہر پر ہاتھ مارے۔ عورتوں کی محافظت کا شریعت نے کتنا لحاظ کیا ہے حتیٰ کہ نماز کے دوران پیش آنے والے حادثہ کے ازالے کے لئے بھی اس کو بولنے کی اجازت نہیں تو اجنبی آدمی سے باتیں کرنا اور پیروں کے ہاتھ پر بیعت کرنا اور ہاتھ دینا ان سے کلام کرنا کب جائز ہوگا' باقی مالکیہ کہتے ہیں کہ نماز میں خواہ مرد ہو یا عورت اس کیلئے تسبیح ہے اور امام مالکؒ 'فانما التصفیق للنساء'' میں یہ تاویل کرتے ہیں کہ اس کا یہ مطلب نہیں کہ عورت تصفیق کرے گی بلکہ یہاں پر تصفیق کی شناعت اور قباحت کو بیان کرنا مقصود ہے کہ یہ تو خارج الصلوۃ میں عورتوں کا فعل ہے۔ لہٰذا نماز میں نہ تو مرد کو اسے اختیار کرنا چاہئے اور نہ ہی عورت کو۔ لیکن امام مالکؒ کی اس تاویل کی اس روایت سے تردید ہو جاتی ہے جو صیغہ امر کے ساتھ وارد ہے۔ ''اذا ربکم امر فلیسبح الرجال ولتصفح النساء''۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ

عَنْ عَبْدِاللّٰهِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كُنَّا نُسَلِّمُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہا کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام کرتے تھے کہ وہ ہوتے نماز میں پہلے اس سے کہ آئیں ہم زمین حبشہ کی

وَهُوَ فِى الصَّلٰوةِ قَبْلَ اَنْ نَّاْتِىَ اَرْضَ الْحَبَشَةِ فَيَرُدُّ عَلَيْنَا فَلَمَّا رَجَعْنَا مِنْ اَرْضِ الْحَبَشَةِ اَتَيْتُهٗ

میں پس جواب دیتے ہم کو سلام کا پھر جبکہ پھر کر آئے۔ ہم حبشہ کی زمین سے آیا میں ان کے پاس پایا میں نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز پڑھتے

فَوَجَدْتُهُ يُصَلِّي فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ فَلَمْ يَرُدَّ عَلَيَّ حَتّٰى إِذَا قَضٰى صَلٰوتَهُ قَالَ إِنَّ اللهَ يُحْدِثُ مِنْ أَمْرِهِ مَا

پس سلام کیا میں نے ان پر پس نہ جواب دیا مجھ کو یہاں تک کہ جس وقت پڑھ چکے نماز اپنی فرمایا تحقیق اللہ تعالیٰ نئے بھیجتا ہے حکم اپنے سے جو چاہتا ہے

يَشَاءُ وَإِنَّ مِمَّا أَحْدَثَ أَنْ لَا تَتَكَلَّمُوا فِي الصَّلٰوةِ فَرَدَّ عَلَيَّ السَّلَامَ وَقَالَ إِنَّمَا الصَّلٰوةُ لِقِرَاءَةِ

اور تحقیق اس چیز سے کہ نیا حکم بھیجا ہے یہ ہے کہ نہ بولا کرو نماز میں پھر جواب دیا مجھ پر سلام کا اور فرمایا کہ سوائے اس کے نہیں کہ نماز واسطے پڑھنے

الْقُرْاٰنِ وَذِكْرِ اللهِ فَإِذَا كُنْتَ فِيهَا فَلْيَكُنْ ذَالِكَ شَانَكَ. (رواہ ابوداؤد)

قرآن کے اور ذکر خدا کے ہے پس جس وقت کہ ہوئے تو نماز پس چاہئے کہ ہوئے یہ حال تیرا روایت کیا اس کو ابوداؤد نے۔

تشریح: قولہ' قال ان الله يحدث، یعنی اللہ تعالیٰ نئے نئے احکام دیتے رہتے ہیں ان احکام جدیدہ میں سے ایک یہ ہے کہ کلام فی الصلوٰۃ مفسد للصلوٰۃ ہے تو اس سے بھی معلوم ہوا کہ کلام مطلقاً مفسد للصلوٰۃ ہے اور رجعت سے مراد رجعت ثانیہ ہے۔

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قُلْتُ لِبِلَالٍ كَيْفَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہا کہ میں نے بلالؓ کو کہا کس طرح تھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم جواب دیتے صحابیوں کو

يَرُدُّ عَلَيْهِمْ حِينَ كَانُوا يُسَلِّمُونَ عَلَيْهِ وَهُوَ فِي الصَّلٰوةِ قَالَ كَانَ يُشِيرُ بِيَدِهِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَفِي

کہ جس وقت کہ سلام کرتے ان پر اور وہ ہوتے۔ نماز میں کہا کہ تھے اشارہ کرتے ساتھ ہاتھ اپنے کے

رِوَايَةِ النَّسَائِيِّ نَحْوُهُ وَعِوَضَ بِلَالٍ صُهَيْبٌ.

روایت کیا اس کو ترمذی نے اور نسائی نے اس کی مانند اور بدلے بلال کے صہیب ہے۔

تشریح: اس حدیث سے یہ بات معلوم ہوئی کہ صحابہ کرامؓ نماز کے دوران سلام کرتے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اشارہ بالید کے ذریعہ سلام کا جواب دیتے تھے۔ باقی رہا مسئلہ کیا ہے اس پر فقہاء کا اجماع ہے کہ زبان کے ساتھ سلام کا جواب دینا مفسد للصلوٰۃ ہے۔ البتہ اس میں اختلاف ہے کہ ہاتھ کے ساتھ جواب دینا مفسد للصلوٰۃ ہے یا نہیں؟

احناف کے ایک قول کے مطابق مکروہ ہے کیونکہ حکماً یہ بھی کلام ہے اور ایک قول کے مطابق مکروہ بھی نہیں اور پھر کراہت کے قول کے مطابق۔ آیا مکروہ تحریمی ہے یا تنزیہی اس میں بھی دو قول ہیں: (۱) مکروہ تحریمی ہے (۲) مکروہ تنزیہی ہے۔ پھر کراہت والے قول پر اشکال ہوتا ہے کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اشارہ بالید کے ذریعہ سلام کا جواب ثابت ہے تو پھر یہ مکروہ کیسے ہوا؟ جواب: اس اشارہ بالید میں دو احتمال ہیں۔ (۱) ایک یہ کہ اشارہ بالید سلام کے جواب میں کرتے تھے (۲) یا یہ اشارہ بالید کے ذریعہ سلام سے روکتے تھے تو ان دو احتمالوں کے ہوتے ہوئے یہ نہیں کہا جاسکتا کہ مکروہ بھی نہیں ہے ممکن ہے کہ دوسرا احتمال مراد ہو۔

وَعَنْ رِفَاعَةَ ابْنِ رَافِعٍ قَالَ صَلَّيْتُ خَلْفَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَعَطَسْتُ فَقُلْتُ الْحَمْدُ

حضرت رفاعہ بن رافعؓ سے روایت ہے کہا نماز پڑھی میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے پس چھینکا میں نے پھر کہا میں نے سب تعریف ہے واسطے

لِلّٰهِ حَمْدًا كَثِيرًا طَيِّبًا مُبَارَكًا فِيهِ مُبَارَكًا عَلَيْهِ كَمَا يُحِبُّ رَبُّنَا وَيَرْضٰى فَلَمَّا صَلّٰى رَسُولُ اللهِ صَلَّى

اللہ کے بہت پاکیزہ اور برکت کی گئی ہے اس میں اور برکت کی گئی ہے اس پر جیسے کہ دوست رکھتا ہے۔ رب ہمارا اور پسند کرتا ہے پس جب نماز پڑھ چکے

اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ انْصَرَفَ فَقَالَ مَنِ الْمُتَكَلِّمُ فِي الصَّلٰوةِ فَلَمْ يَتَكَلَّمْ أَحَدٌ ثُمَّ قَالَهَا الثَّانِيَةَ فَلَمْ يَتَكَلَّمْ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کون ہے کلام کرنے والا نماز میں پس نہ بولا کوئی پھر فرمایا۔ یہ بات دوسری بار پس نہ بولا کوئی پھر فرمائی تیسری بار پس کہا

اَحَدٌ ثُمَّ قَالَهَا الثَّالِثَةَ فَقَالَ رِفَاعَةُ اَنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالَّذِي نَفْسِي

رفاعہؓ نے میں ہوں یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پس فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے البتہ تحقیق جلدی

بِيَدِهٖ لَقَدْ اِبْتَدَرَهَا بِضْعَةٌ وَّثَلَاثُوْنَ مَلَكًا اَيُّهُمْ يَصْعَدُ بِهَا. (رواه الترمذي و ابوداؤد و النسائي)

کرتے تھے اس کلمہ کے لے جانے کیلئے کتنے اور تیس فرشتے کہ کونسا ان میں سے لے جائے اس کو روایت کیا ترمذی نے اور ابوداؤد اور نسائی نے۔

تشریح: قوله الحمدللّٰه حمداً الخ : سوال: اتنی لمبی کلام نماز میں ہے اس کا تحمل کیسے ہو گیا؟

جواب-۱: کلام میں کوئی خطاب کا صیغہ نہیں ساری اللہ کی حمد وثناء ہے اس لیے اس کا تحمل جائز ہے۔ باقی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کلمات کی تحسین فرمائی۔ یہ ان کی ذاتی خصوصیت ہے۔ من حیث هی هی. (اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عاطس اگر الحمدللہ کہے تو نماز فاسد نہیں ہوگی اور اگر مجیب یرحمک اللہ کہے تو فاسد ہو جائے گی) اس کا جواب-۱: بین السطور دیا کہ یہ نسخ کلام فی الصلوٰۃ سے پہلے کا قصہ ہے۔

وَعَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلتَّثَاءُبُ فِي الصَّلٰوةِ مِنَ الشَّيْطٰنِ فَاِذَا تَثَاءَبَ

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جمائی لینی نماز میں شیطان سے ہے۔ پس جس وقت جمائی لے ایک تمہارا پس

اَحَدُكُمْ فَلْيَكْظِمْ مَا اسْتَطَاعَ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَفِي اُخْرٰى لَهٗ وَلِابْنِ مَاجَةَ فَلْيَضَعْ يَدَهٗ عَلٰى فِيْهِ.

چاہئے کہ روکے جب تک ہو سکے۔ روایت کیا اس کو ترمذی نے ترمذی کی اور ابن ماجہ کی ایک روایت میں ہے کہ پس چاہئے کہ اپنا ہاتھ رکھے اپنے منہ پر۔

تشریح: جمائی کا آنا عبادت میں کسل وسستی اور نیند وغفلت کا باعث بنتی ہے اور شیطان ان چیزوں سے خوش ہوتا ہے اس لئے جمائی کو شیطان کی طرف منسوب کیا گیا ہے۔

وَعَنْ كَعْبِ ابْنِ عُجْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا تَوَضَّأَ اَحَدُكُمْ فَاَحْسَنَ وُضُوْءَهٗ

حضرت کعب بن عجرہؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس وقت کہ وضو کرے ایک تمہارا پس اچھا کرے وضو اپنا پھر نکلے قصد کر کے مسجد

ثُمَّ خَرَجَ عَامِدًا اِلَى الْمَسْجِدِ فَلَا يُشَبِّكَنَّ بَيْنَ اَصَابِعِهٖ فَاِنَّهٗ فِي الصَّلٰوةِ. (رواه احمد بن حنبل الترمذي و ابوداؤد و النسائي و الدارمي)

کی طرف پس نہ تشبیک کرے درمیان اپنی انگلیوں کے اس لئے کہ تحقیق وہ نماز میں ہے۔ روایت کیا اس کو احمد ترمذی اور ابوداؤد اور نسائی اور دارمی نے۔

تشریح: نماز کے دوران بھی تشبیک ممنوع ہے۔ تو سوال ہوگا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تشبیک فرمائی؟ جواب: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت تشبیک فرمائی جس وقت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہ حکماً نماز میں تھے نہ حقیقتاً۔ تشبیک سے نہی کی علت یہ ایسا عمل ہے جو منافی للخشوع والخضوع ہے۔ حدیث کے پہلے جز کا مطلب یہ ہے کہ جب کوئی شخص وضو کرے تو اسے چاہئے کہ وہ وضو کے تمام شرائط وآداب کو ملحوظ رکھے اور حضور قلب کے ساتھ وضو کرے تاکہ وضو کمال اور حسن کے ساتھ ادا ہو۔ چنانچہ علماء لکھتے ہیں کہ جس قدر توجہ اور حضور قلب وضو میں حاصل ہوگا اسی قدر نماز میں خشوع وخضوع اور توجہ پیدا ہوگی۔

تشبیک کیا ہے؟ حدیث کے دوسرے جز کا مطلب یہ ہے کہ جب کوئی وضو کے بعد نماز کے ارادہ سے مسجد کی طرف چلے تو راستہ میں انگلیوں کے درمیان تشبیک نہ کرے یعنی ایک ہاتھ کی انگلیوں کو دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں ڈال کر کھیلتا ہوا نہ چلے کیونکہ جب وہ نماز کی نیت سے گھر سے نکلا ہے تو گویا وہ نماز ہی میں ہے اور خشوع وخضوع کے منافی ہونے کی وجہ سے تشبیک چونکہ نماز میں ممنوع ہے اس لئے نماز کے راستے میں یہ بھی ممنوع ہے اسی پر قیاس کیا جا سکتا ہے کہ جو چیز نماز میں ممنوع ہے وہ نماز کیلئے مسجد آتے ہوئے راستہ میں بھی ممنوع ہوگی۔

وَعَنْ اَبِي ذَرٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَزَالُ اللّٰهُ تَعَالٰى عَزَّوَجَلَّ مُقْبِلًا عَلَى الْعَبْدِ

حضرت ابوذرؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہمیشہ رہتا ہے اللہ عزت والا اور بزرگی والا متوجہ بندہ پر اس حالت میں کہ وہ نماز میں

وَهُوَ فِيْ صَلَاتِهٖ مَالَمْ يَلْتَفِتْ فَاِذَا الْتَفَتَ اِنْصَرَفَ عَنْهُ. (رواه احمد بن حنبل و ابوداؤد و السنن نسائی والدارمی)

ہوتا ہے جب تک وہ ادھر ادھر نہیں دیکھتا پس جب کہ ادھر ادھر دیکھتا ہے تو اللہ بھی اس سے منہ پھیر لیتا ہے۔ روایت کیا اس کو احمد ابوداؤد اور نسائی اور دارمی نے

تشریح: ابن مالک نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے منہ پھیرنے سے مراد یہ ہے کہ جب کوئی نمازی حالت نماز میں گردن پھیر کر ادھر ادھر دیکھتا ہے تو اس کے ثواب میں کمی ہو جاتی ہے۔

وَعَنْ اَنَسٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَا اَنَسُ اِجْعَلْ بَصَرَكَ حَيْثُ تَسْجُدُ رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ

حضرت انسؓ سے روایت ہے تحقیق نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے انس لگا تو نگاہ اپنی جس جگہ سجدہ کرتا ہے تو روایت کیا اس کو بیہقی نے

فِيْ سُنَنِ الْكَبِيْرِ مِنْ طَرِيْقِ الْحَسَنِ عَنْ اَنَسٍ يَرْفَعُهُ الْجَزَرِيُّ.

سنن کبیر میں حسن سے۔ اس نے انس سے مرفوع روایت کیا ہے۔

تشریح: قوله حيث تسجد: یہ جمیع احوال فی الصلوٰۃ میں حکم نہیں ہے بلکہ صرف قیام کی حالت میں نظر سجدہ کی جگہ پر ہونی چاہیے۔

وَعَنْهُ قَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا بُنَيَّ اِيَّاكَ وَالْاِلْتِفَاتَ فِي الصَّلٰوةِ فَاِنَّ الْاِلْتِفَاتَ

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہا کہ میرے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے میرے بیٹے بچ تو ادھر ادھر دیکھنے سے نماز میں اس لئے

فِي الصَّلٰوةِ هَلَكَةٌ فَاِنْ كَانَ لَا بُدَّ فَفِي التَّطَوُّعِ لَا فِي الْفَرِيْضَةِ. (رواه الترمذی)

کہ ادھر ادھر دیکھنا نماز میں سبب ہے ہلاکی کا پس اگر ہو تو ضرور کرنے والا تو نفلوں میں نہ فرضوں میں روایت کیا اس کو ترمذی نے۔

تشریح: یا بنی شفقت کی بناء پر محاورۂ عرب کی بناء پر فرمایا۔ یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خادم تھے۔ نماز میں التفات ہلاکت ہے اس لئے نفلوں میں توسع ہے اور فرائض میں تضییق ہے۔

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَلْحَظُ فِي

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہا کہ تحقیق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے کن انکھیوں سے دیکھتے

الصَّلٰوةِ يَمِيْنًا وَّ شِمَالًا وَيَلْوِيْ عُنُقَهٗ خَلْفَ ظَهْرِهٖ. (رواه الترمذی والنسائی)

نماز میں دائیں اور بائیں اور نہ پھیرتے تھے گردن اپنی پیچھے پیٹھ اپنی کے۔ روایت کیا اس کو ترمذی اور نسائی نے۔

تشریح: اس حدیث کا تعارض ہے ما قبل والی ایک روایت کے ساتھ جس میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جیسے آگے کی چیزوں کو دیکھتے تھے ایسے ہی پیچھے کی چیزوں کو دیکھتے تھے اور یہاں آیا یلحظ فی الصلوٰۃ یمیناً و شمالاً۔ جواب: وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ تھا جن مواقع میں اس معجزہ کا ظہور ہوتا تھا کن اکھیوں سے دیکھنے کی ضرورت نہ تھی اور جن مواقع میں معجزہ کا ظہور نہ ہوتا تھا کن اکھیوں سے دیکھ لیتے تھے' باقی کیوں دیکھتے تھے؟ صحابہؓ کے احوال کو معلوم کرنے کیلئے۔

وَعَنْ عَدِيِّ ابْنِ ثَابِتٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ رَفَعَهٗ قَالَ الْعُطَاسُ وَالنُّعَاسُ وَالتَّثَاؤُبُ فِي الصَّلٰوةِ وَالْحَيْضُ

حضرت عدی بن ثابتؓ سے روایت ہے وہ اپنے باپ سے انہوں نے عدی کے دادا سے انہوں نے پہنچایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک کہ فرمایا حضرت

وَالْقَيْءُ وَالرُّعَافُ مِنَ الشَّيْطٰنِ. (رواه الترمذی)

صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ چھینکنا اور اونگھنا اور جمائی لینی نماز میں اور حیض آنا اور قے آنی اور نکسیر پھوٹنی شیطان سے ہے۔ روایت کیا اس کو ترمذی نے۔

تشریح: حاصل حدیث:۔ یہاں عطاس سے کثرت سے چھینکنا مراد ہے قوله من الشیطن یہ چیزیں اس وجہ سے ہوتی ہیں کہ اس کا سبب شیطان ہوتا ہے۔

وَعَنْ مُطَرِّفِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ الشِّخِّيْرِ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ اَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يُصَلِّي وَلِجَوْفِهٖ اَزِيْزٌ كَاَزِيْزِ الْمِرْجَلِ يَعْنِي يَبْكِيْ وَفِيْ رِوَايَةٍ قَالَ رَاَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَفِيْ صَدْرِهٖ اَزِيْزٌ كَاَزِيْزِ الرَّحٰى مِنَ الْبُكَاءِ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَرَوَى النَّسَائِيُّ الرِّوَايَةَ الْاُوْلٰى وَاَبُوْدَاوُدَ الثَّانِيَةَ.

حضرت مطرف بن عبداللہ بن شخیر وہؓ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہا کہ آیا میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اس حالت میں کہ وہ نماز پڑھتے تھے اور ان کے اندر سے آواز آتی تھی مانند جوش کرنے دیگ کے یعنی روتے تھے ایک روایت میں ہے کہ دیکھا میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو کہ نماز پڑھتے تھے اور ان کے سینہ میں آواز تھی آواز چکی کی رونے کی وجہ سے روایت کیا اس کو احمد نے اور روایت کی نسائی نے پہلی اور ابوداؤد نے دوسری۔

تشریح: حاصل حدیث:۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سینے سے نماز میں ہنڈیا کے ابلنے کی طرح آواز آتی تھی یہ آواز رونے کی وجہ سے تھی۔ اس سے معلوم ہوا کہ جو رونا فکر آخرت کی وجہ سے ہو تو وہ مفسد للصلوٰۃ نہیں اور جو دنیا کا رونا ہو تو وہ مفسد للصلوۃ ہے۔ ظاہر ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا رونا فکر آخرت کی وجہ سے ہوتا تھا۔

وَعَنْ اَبِيْ ذَرٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا قَامَ اَحَدُكُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ فَلَا يَمْسَحُ الْحَصَا فَاِنَّ الرَّحْمَةَ تُوَاجِهُهٗ. (رواه احمد بن حنبل و الترمذی، و ابو داؤد و النسائی و ابن ماجة)

حضرت ابوذرؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس وقت کھڑا ہو ایک تمہارا طرف نماز کی پس نہ دور کرے ہاتھوں سے کنکری کو۔ پس تحقیق رحمت سامنے ہوتی ہے اس کے۔ روایت کیا اس کو احمد ترمذی اور ابوداؤد اور نسائی اور ابن ماجہ نے۔

تشریح: رحمت سامنے ہوتی ہے کہ مطلب یہ ہے جب کوئی شخص دنیا سے منہ موڑ کر نماز کی حالت میں اپنے پروردگار کے سامنے کھڑا ہوتا ہے تو اس وقت اس کے سامنے رحمت الٰہی کا نزول ہوتا ہے اس لئے ایسے مقدس و باعظمت موقع پر نمازی کیلئے مناسب نہیں کہ وہ کنکریوں سے کھیل کرے یا اس قسم کا کوئی دوسرا فعل کر کے بے ادبی کا معاملہ کرے کہ جس کی وجہ سے وہ اللہ تعالیٰ کے انوار فضل و رحمت سے محروم ہو جائے۔

وَعَنْ اُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ رَاَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غُلَامًا لَنَا يُقَالُ لَهٗ اَفْلَحُ اِذَا سَجَدَ نَفَخَ فَقَالَ يَا اَفْلَحُ تَرِّبْ وَجْهَكَ. (رواه الترمذی)

حضرت ام سلمہؓ سے روایت ہے کہا کہ دیکھا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک غلام کو کہ ہمارا تھا کہا جاتا تھا اس کو افلح جس وقت سجدہ کرتا پھونک مارتا پس فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اے افلح خاک آلودہ کر منہ اپنے کو۔ روایت کیا اس کو ترمذی نے۔

تشریح: حاصل حدیث:۔ قوله تَرِّبْ وَجْهَكَ: کنایہ ہے اس بات سے کہ تکلف نہ کر۔

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْاِخْتِصَارُ فِي الصَّلٰوةِ رَاحَةُ اَهْلِ النَّارِ. (رواه فی السنة)

حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہا کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز میں پہلو پر ہاتھ رکھنے سے یہ یہ صورت ہے دوزخیوں کی راحت کی۔ روایت کیا اس کو شرح السنہ میں۔

تشریح: اختصار کا یہاں معنی وہی ہے جو ماقبل خصر کا معنی ہے۔ یعنی کوکھ پر ہاتھ رکھنا۔

وَعَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُقْتُلُوا الْاَسْوَدَيْنِ فِي
حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مارو دوکالوں کو نماز میں مراد دو کالوں سے سانپ
الصَّلٰوةِ الْحَيَّةَ وَالْعَقْرَبَ. (رواه احمد بن حنبل و ابوداؤد، والترمذی و النسائی معناه .)
اور بچھو ہیں۔روایت کیا اس کو احمد نے اور ابوداؤد اور ترمذی نے اور نسائی نے معنی اس کے۔

تشریح: قوله قتل اسودين العقرب اور حية في الصلوٰۃ دفع مضرت کیلئے جائز ہے۔اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نماز کے دوران سانپ یا بچھو کو مارنا جائز ہے۔اس بات پر تو سب کا اتفاق ہے کہ اگر نماز کے دوران سانپ یا بچھو ظاہر ہو جائے تو نماز توڑ کر اسے قتل کرنا جائز ہے اگر اتنا قریب آچکا ہو کہ ڈسنے کا خطرہ ہو تو اسے ماردینا بہتر ہے۔

اس بات میں اختلاف ہوا کہ نماز میں سانپ یا بچھو کے ماردینے سے نماز بھی فاسد ہو جاتی ہے یا نہیں۔حنفیہ میں سے شمس الائمہ سرخسی کی رائے یہ ہے کہ اس سے نماز فاسد نہیں ہوتی۔اکثر مشائخ احناف کی رائے یہ ہے کہ نماز میں ان کا قتل کرنا جائز تو ہے لیکن اس سے نماز فاسد ہو جائے گی۔اجازت کا مطلب یہ ہے کہ اس مقصد کیلئے نماز توڑنا جائز ہے نماز توڑنے سے گناہ نہیں ہوگا۔

وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي تَطَوُّعًا وَالْبَابُ
حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے نماز پڑھتے نفل اور دروازہ ان پر بند ہوتا پس میں آتی اور کھلواتی
عَلَيْهِ مُغْلَقٌ جِئْتُ فَاسْتَفْتَحْتُ فَمَشٰى فَفَتَحَ لِيْ ثُمَّ رَجَعَ اِلٰى مُصَلَّاهُ وَذَكَرَتْ اَنَّ الْبَابَ كَانَ فِي
حضرت صلی اللہ علیہ وسلم چلتے اور کھول دیتے میرے لئے پھر پھرتے جگہ نماز اپنی کی طرف اور ذکر کیا عائشہؓ نے یہ کہ دروازہ
الْقِبْلَةِ . (رواه احمد بن حنبل، و ابوداؤد، والترمذی و النسائی نحوه)
جانب قبلہ کے تھا۔روایت کیا اس کو ابوداؤد اور ترمذی نے اور روایت کیا نسائی نے مانند اس کے۔

تشریح: حاصل حدیث کا یہ ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نفلی نماز پڑھ رہے تھے اور دروازہ بند تھا تو میں آئی اور دروازہ کھولنا چاہا (دستک وغیرہ دی ہوگی) تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کی حالت میں دروازہ کھولا پھر آپ اپنی جائے نماز کی طرف لوٹ گئے۔

سوال: اس حدیث میں آیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم چلے اور دروازہ کھولا یہ تو عمل کثیر ہے جو کہ مفسد للصلوٰۃ ہے؟

جواب: اگر چلنا تین قدموں سے کم ہو تو عمل قلیل ہے اگر چلنا تین قدموں یا اس سے زیادہ ہو تو عمل کثیر ہے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ چلنا عمل قلیل پر محمول ہے اور تین قدموں سے کم چلنے پر حدیث محمول ہے۔

سوال: مشی الی الباب فتح الباب اور رجوع الی مکان الصلوٰۃ یہ مجموعہ تو عمل کثیر ہے تو یہ مفسد للصلوٰۃ ہونا چاہیے؟

جواب: ٹھیک ہے ان کا مجموعہ عمل کثیر ہے لیکن عمل کثیر اس صورت میں ہے جب متوالیا ہو۔یہاں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل متوالیا نہیں تھا بلکہ ان تینوں کاموں کو کرنا وقفہ وقفہ سے تھا۔

سوال: یہ بات کیوں ذکر کی کہ دروازہ قبلے کی جانب تھا؟

جواب: اس لئے کہ کوئی کہہ سکتا تھا کہ دروازہ کھولنے کے لیے جب مشی ہوا تو مشی کی وجہ سے انحراف عن القبلہ پایا گیا اور انحراف عن القبلہ تو مفسد للصلوٰۃ ہے تو بتلادیا کہ انحراف قبلہ نہیں پایا گیا کیونکہ دروازہ قبلے کی جانب تھا۔

سوال: یہ تو منطبق نہیں ہوتا حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حجرہ شریفہ کا دروازہ قبلے کی جانب ہے ہی نہیں؟ دروازہ تو مغربی جانب تھا

اور قبلہ وہاں (مدینہ میں) جنوب کی جانب ہے تو کیسے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرما رہی ہیں کہ دروازہ قبلے کی جانب تھا؟

جواب: اس کا کوئی حل نہیں سوائے اس کے کہ بعض روایات میں مذکور ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حجرے کے متصل جنوبی جانب حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا حجرہ تھا جس میں جانے کے لیے ایک دروازہ تھا تو وہ جنوبی جانب ہوا اور جنوبی جانب قبلے کی جانب ہے۔ اس حدیث میں یہی دروازہ مراد ہوسکتا ہے۔

وَعَنْ طَلْقِ بْنِ عَلِيٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا فَسَا اَحَدُكُمْ فِي الصَّلٰوةِ

حضرت طلق بن علیؓ سے روایت ہے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس وقت کہ نکلے بائی کسی کی تم میں سے نماز میں چاہیئے کہ پھرے

فَلْيَنْصَرِفْ وَلْيَتَوَضَّأْ وَلْيُعِدِ الصَّلَاةَ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَرَوَى التِّرْمِذِيُّ مَعَ زِيَادَةٍ وَ نُقْصَانٍ.

اور وضو کرے اور پھر پڑھے نماز۔ روایت کیا اس کو ابو داؤد نے اور روایت کیا ترمذی نے ساتھ زیادتی اور نقصان کے۔

تشریح: یہ حدیث احناف کی دلیل ہے اس مسئلے میں کہ اگر نماز کے دوران حدث لاحق ہو جائے تو شرائط معتبرہ کے پائے جانے کے بعد بناعلی الصلوٰۃ جائز ہے۔ ان شرائط معتبرہ میں سے ایک یہ ہے کہ کلام فی الصلوٰۃ اور انحراف عن القبلہ نہ ہو۔

عن طلق بن علی قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم اذا فسا احدکم فی الصلوة الخ ص ۹۲۔ اگر نماز کے دوران کسی کو حدث لاحق ہو جائے تو وہ کیا کرے اس میں حنفیہ کا مذہب تو یہ ہے کہ بعض شرائط کے ساتھ وضو کر کے اسی سابقہ نماز پر بناء کرنا جائز ہے۔ امام مالکؒ امام شافعی اور امام احمد کی روایات اس مسئلہ میں مختلف ہیں۔ مثلاً بعض روایات میں ہے کہ نماز میں حدث لاحق ہو جانے سے نماز باطل ہو جائے گی اس لئے وضو کر کے نئے سرے سے نماز پڑھے بعض نے قی اور رعاف وغیرہ میں اور بعض نے خارج من السبیلین کا فرق بھی ظاہر کیا ہے غرضیکہ ان حضرات سے روایات مختلف ہیں لیکن تینوں ائمہ سے ایک ایک روایت حنفیہ کے مطابق بھی ہے۔ حدیثیں اس مسئلہ میں دو قسم کی وارد ہوئی ہیں بعض احادیث و آثار سے معلوم ہوتا ہے کہ ایسی صورت میں وضو کر کے اسی نماز پر بناء کر لینی چاہیئے مثلاً۔

۱۔ سنن ابن ماجہ میں حضرت عائشہؓ کی حدیث مرفوع من اصابه قئی اورعاف اوقلس اومذی فلیتو ضأثم لیبن علی صلوته وهو فی ذلک لایتکلم " ۲۔ موطا امام مالک میں ابن عمرؓ کا اثر ان عبدالله ابن عمر کان اذا رعف انصرف فتوضا ثم رجع فبنی ولم یتکلم. ۳۔ مالک انه بلغه ان عبدالله بن عباس کان یرعف فیخرج یغسل الدم ثم یرجع فیبنی علی ماقدس صلی اور محدثین کے ہاں امام مالک کے بلاغات موصولات کے قبیل سے ہوتے ہیں۔

۴۔ ابن ابی شیبہ نے اپنے مصنف میں حضرت ابوبکرؓ عمرؓ علیؓ ابن مسعودؓ ابن عمر اور سلمانؓ کے آثار بھی اسی سے ملتے جلتے نقل کئے ہیں۔

ان روایات میں بناء علی الصلوٰۃ کا ذکر ہے دوسری قسم کی روایات وہ ہیں جن میں استیناف کا حکم ہے یعنی وضو کر کے نماز نئے سرے سے شروع کرنی چاہیئے جیسے حضرت طلق بن علی کی زیر بحث حدیث۔

حنفیہ نے پہلی قسم کی احادیث سے بناء کا جواز ثابت کیا ہے اور دوسری قسم کی روایات سے استیناف کا استحباب۔ دونوں قسم کی روایات حنفیہ کے دلیل ہیں۔ پہلی روایات بیان جواز کیلئے ہیں اور دوسری بیان استحباب کیلئے۔ اس تقریر کے مطابق دونوں قسم کی روایات میں تطبیق بھی ہو جاتی ہے۔

وَعَنْ عَائِشَةَ اَنَّهَا قَالَتْ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَحْدَثَ اَحَدُكُمْ فِي صَلَاتِهٖ فَلْيَأْخُذْ

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس وقت کہ ٹوٹے ایک تمہارے کا وضو نماز اس کی میں پس چاہیئے کہ

بِاَنْفِهٖ ثُمَّ لِيَنْصَرِفْ. (رواہ ابو داؤد)

پکڑے ناک اپنی پھر پھرے۔ روایت کیا اس کو ابو داؤد نے۔

تشریح: فرمایا جب کسی کو نماز کے دوران حدث لاحق ہو جائے تو اپنے ناک کو پکڑ لے اور نماز سے پھر جائے۔ یہ فعلاً تعریض ہے کذب نہیں اس کے دو فائدے ہیں: خود شرمندگی سے بچے گا اور دوسرے لوگوں کو غیبت سے بچائے گا۔ اس لیے کہ اگر ایسے چلا گیا تو لوگ طعنے کسیں گے اور غیبت کریں گے۔

وَعَنْ عَبْدِاللهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَحْدَثَ اَحَدُكُمْ وَقَدْ جَلَسَ
حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس وقت کہ ایک تمہارے کا وضو ٹوٹ جائے اس حالت میں کہ
فِيْ اٰخِرِ صَلَاتِهٖ قَبْلَ اَنْ يُّسَلِّمَ فَقَدْ جَازَتْ صَلٰوتُهٗ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ اِسْنَادُهٗ لَيْسَ
تحقیق بیٹھ چکا ہے آخر نماز میں پہلے اس سے کہ سلام پھیرے تحقیق جائز ہوتی اس کی نماز۔ روایت کیا اس کو ترمذی نے اور کہا اس حدیث کی سند
بِالْقَوِيِّ وَقَدِ اضْطَرَبُوْا فِيْ اِسْنَادِهٖ.
قوی نہیں اور تحقیق اضطراب ہے اس کی سند میں۔

تشریح: فرمایا جب کسی کو آخر صلوٰۃ میں (قدر تشہد کے بعد) حدث لاحق ہو جائے سلام پھیرنے سے پہلے پہلے تو اس کی نماز ہو جائے گی۔ یہ احناف کی دلیل ہے اس مسئلے میں کہ سلام فرض نہیں شوافع کے نزدیک فرض ہے یہ اس کے خلاف ہے۔ جواب: احناف کا استدلال صرف اسی حدیث میں بند نہیں ہے۔ دوسری ادلہ بھی ہیں مثلاً حدیث مسی الصلوٰۃ میں ہے اذا قلت هذا او فعلت هذا فقد تمت صلوٰتک۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ

عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ اِلَى الصَّلَاةِ فَلَمَّا كَبَّرَ انْصَرَفَ وَاَوْمَأَ اِلَيْهِمْ
حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے تحقیق نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز کی طرف نکلے جب ارادہ تکبیر کہنے کا کیا پھرے اور اشارہ کیا طرف صحابہ کی
اَنْ كَمَا كُنْتُمْ ثُمَّ خَرَجَ فَاغْتَسَلَ ثُمَّ جَاءَ وَرَأْسُهٗ يَقْطُرُ فَصَلّٰى بِهِمْ فَلَمَّا صَلّٰى قَالَ اِنِّيْ كُنْتُ جُنُبًا
یہ کہ ٹھہرے رہو جس طرح کہ ہو تم پھر نکلے مسجد سے پھر نہائے پھر آئے اور آپ کے سر سے پانی ٹپکتا تھا نماز پڑھائی ان کو جب نماز پڑھا چکے فرمایا
فَنَسِيْتُ اَنْ اَغْتَسِلَ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَرَوَى مَالِكٌ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ مُرْسَلًا.
تحقیق تھا میں جنبی بھول گیا میں یہ کہ نہاؤں روایت کیا اس کو احمد نے اور روایت کیا عطا بن یاسر سے مالک نے ارسال کے طریق پر۔

تشریح: اس حدیث سے شوافع استدلال کرتے ہیں کہ اگر امام کی نماز فاسد ہو جائے تو مقتدیوں کی نماز فاسد نہیں ہوگی۔ احناف کے نزدیک مقتدیوں کی نماز فاسد ہو جائے گی۔ دلیل نمبر (۱) ایک حدیث میں آیا ہے الامام ضامن اس میں کہا تھا کہ امام صلاح وفساد کا بھی ضامن ہوتا ہے۔ دلیل نمبر (۲) حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اثر ہے جو آثار السنن مجمد میں ہے۔

شوافع کا طریق استدلال یہ ہے کہ اس میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تکبیر کہی اور پھر صحابہ کو اشارہ کیا کہ ٹھہر جاؤ آپ صلی اللہ علیہ وسلم غسل کر کے تشریف لائے اور نماز پڑھائی۔ اس پر بناء کی پھر صحابہ کو فرمایا کہ میں جنبی تھا اور غسل کرنا بھول گیا تھا۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا جنابت کی حالت میں نماز شروع کرنا پھر صحابہ کو اس پر برقرار رہنے کا حکم دینا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا غسل کرنے کے بعد اس پر بناء کرنا یہ دلیل ہے کہ مقتدیوں کی نماز فاسد نہیں ہوئی؟ اس دلیل کا احناف کی طرف سے جواب: کبر کا معنی یہ نہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تکبیر کہہ چکے تھے بلکہ کبر کا معنی یہ ہے کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تکبیر کہنے کا ارادہ کیا تو انصرف اس مجاز پر قرینہ مسلم کی روایت میں یہ الفاظ ہیں "ولم یکبر بعدہ" اور شوافع کا استدلال تب تام ہوگا اور تعارض تب ہوگا جب کبر کا معنی یہ کریں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز شروع کر چکے تھے۔

وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ كُنْتُ اُصَلِّي الظُّهْرَ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاٰخُذُ قَبْضَةً مِنَ الْحَصٰى

جابرؓ سے روایت ہے کہا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ظہر کی نماز پڑھتا تھا میں مٹھی کنکریوں کی لیتا تا کہ ٹھنڈے ہو جائیں میرے ہاتھ میں کنکریوں کو

لِتَبْرُدَ فِيْ كَفِّيْ اَضَعُهَا لِجَبْهَتِيْ اَسْجُدُ عَلَيْهَا لِشِدَّةِ الْحَرِّ. (رواه ابوداؤد وروى النسائی نحوه)

میں رکھتا تھا واسطے پیشانی اپنی کے کہ سجدہ کروں میں ان پر واسطے شدۃ گرمی کے روایت کیا اس کو ابوداؤد نے اور روایت کیا نسائی نے اس کی مانند۔

تشریح: اس حدیث سے مثل اول میں ظہر کی نماز پر استدلال کیا گیا ہے۔ جواب: یہ ضرورت کی وجہ سے نماز پڑھتے تھے یا یہ کہ عرب کی زمین میں مثلین کے بعد بھی کنکریاں گرم رہتی ہیں جس کی وجہ سے ایسا کرنے کی ضرورت پیش آئی۔

وَعَنْ اَبِي الدَّرْدَآءِ رضی الله عنه قَالَ قَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ فَسَمِعْنَاهُ يَقُوْلُ

ابوالدرداءؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے نماز پڑھتے تھے۔ سنا میں نے انکو کہتے تھے پناہ مانگتا ہوں میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ تجھ سے

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْكَ ثُمَّ قَالَ اَلْعَنُكَ بِلَعْنَةِ اللّٰهِ ثَلٰثًا وَبَسَطَ يَدَهٗ كَاَنَّهٗ يَتَنَاوَلُ شَيْئًا فَلَمَّا فَرَغَ مِنَ الصَّلٰوةِ

پھر فرمایا لعنت کرتا ہوں تجھ کو ساتھ لعنت خدا کے تین بار اور کھولے ہاتھ اپنے گویا کہ آپ کسی چیز کو پکڑتے ہیں پس جب فارغ ہوئے نماز سے ہم نے کہا

قُلْنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَدْ سَمِعْنَاكَ تَقُوْلُ فِي الصَّلٰوةِ شَيْئًا لَمْ نَسْمَعْكَ تَقُوْلُهٗ قَبْلَ ذٰلِكَ وَرَاَيْنَاكَ

اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم تحقیق سنا ہم نے آپ کو کہ تھے فرماتے نماز میں ایک چیز کو کہ اس سے پہلے آپ کو کہتے ہوئے نہیں سنا اور دیکھا ہم نے آپ

بَسَطْتَّ يَدَكَ قَالَ اِنَّ عَدُوَّ اللّٰهِ اِبْلِيْسَ جَآءَ بِشِهَابٍ مِّنْ نَّارٍ لِّيَجْعَلَهٗ فِيْ وَجْهِيْ فَقُلْتُ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ

کو کہ اپنا ہاتھ کھولتے تھے۔ فرمایا تحقیق خدا کا دشمن ابلیس لایا شعلہ آگ کا تا کہ اس کو میرے منہ پر ڈالے۔ میں نے کہا پناہ مانگتا ہوں اللہ کے ساتھ تجھ سے تین

مِنْكَ ثَلٰثَ مَرَّاتٍ ثُمَّ قُلْتُ اَلْعَنُكَ بِلَعْنَةِ اللّٰهِ التَّآمَّةِ فَلَمْ يَسْتَاْخِرْ ثَلٰثَ مَرَّاتٍ ثُمَّ اَرَدْتُّ اَنْ اٰخُذَهٗ

بار پھر کہا میں نے لعنت کرتا ہوں میں تجھ پر اللہ کی لعنت کے ساتھ ایسی کہ پوری ہے پس نہ ہٹا کہا میں نے تین بار پھر ارادہ کیا میں نے یہ کہ پکڑوں میں اسکو قسم

وَاللّٰهِ لَوْ لَا دَعْوَةُ اَخِيْنَا سُلَيْمَانَ لَاَصْبَحَ مُوْثَقًا يَّلْعَبُ بِهٖ وِلْدَانُ اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ. (صحیح مسلم)

ہے اللہ کی اگر ہمارے بھائی کی دعا نہ ہوتی تو البتہ صبح کرتا شیطان بندھا ہوا اسکے ساتھ کھیلتے مدینہ کے لڑکے۔ روایت کیا اس کو مسلم نے۔

تشریح: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ صحابہ بھی عالم الغیب نہ تھے ورنہ تو اس شیطان کو جان لیتے اور دیکھ لیتے۔

سوال: العنک بلعنة الله: اس میں ک خطاب کا ہے یہ کلام الناس ہے جو مفسد للصلوٰۃ ہے؟

جواب-۱: یہ طلب تعوذ ہے لوگوں کے کلام میں سے نہیں ہے۔

جواب-۲: اگر من کلام الناس ہے تو پھر یہ کلام الناس فی الصلوٰۃ کے منسوخ ہونے سے پہلے کی بات ہے۔

سوال: حضرت سلیمان علیہ السلام کا تسلط تو جنات پر تھا نہ کہ ابلیس پر؟

جواب: ذکر کیا ابلیس کو اور مراد لیا عفریت من الجن کو جو کہ ماقبل کے اندر حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں مذکور ہے۔ باقی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو چھوڑ دیا کمال شفقت کی وجہ سے تا کہ کسی شخص کو بھی حضرت سلیمان علیہ السلام کی دعاء کے متاثر ہونے کا وہم پیدا نہ ہو۔ اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم پکڑ بھی لیتے تو حضرت سلیمان علیہ السلام کی دعا متاثر نہ ہوتی کیونکہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے تو تمام جنات مسخر تھے۔

وَعَنْ نَافِعٍ قَالَ اَنَّ عَبْدَاللّٰهِ بْنِ عُمَرَ مَرَّ عَلٰى رَجُلٍ وَهُوَ يُصَلِّيْ فَسَلَّمَ عَلَيْهِ فَرَدَّ الرَّجُلُ كَلَامًا فَرَجَعَ

نافعؓ سے روایت ہے کہا تحقیق عبداللہ ابن عمر گزرے ایک شخص پر کہ نماز پڑھتا تھا پس سلام کیا اس پر پس جواب دیا سلام کا اس شخص نے ابن عمر کو پس پھرے اسکی طرف عبداللہ بن عمر

اِلَیْهِ عَبْدُاللّٰهِ بْنِ عُمَرَ فَقَالَ لَهُ اِذَا سُلِّمَ عَلٰی اَحَدِکُمْ وَهُوَ یُصَلِّیْ فَلَا یَتَکَلَّمْ وَ لْیُشِرْ بِیَدِهٖ. (رواہ مالک)
پس کہا جس وقت کہ سلام کیا جائے اوپر ایک تمہارے کے اس حال میں کہ وہ نماز پڑھتا ہے نہ بولے اور چاہئے کہ اشارہ کرے ساتھ ہاتھ اپنے کے روایت کیا اس کو مالک نے۔

تشریح: قولہ' ویشر بیدہٖ یہ ابن عمرؓ کا اپنا استنباط ہے اس حدیث مذکور سے جس میں ہے کہ ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز کے دوران آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کرتے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اشارہ بالید کے ساتھ جواب دیتے تھے۔

مسئلہ: باقی خارج عن الصلوٰۃ ہاتھ سے سلام کا جواب دینا اس کی کیا حیثیت ہے؟ یہ دو حال سے خالی نہیں 'صرف اشارہ بالید ہوگا یا زبان کے ساتھ سلام کا تلفظ بھی ہوگا؟ اگر صرف اشارہ ہو تو اس کا کوئی اعتبار نہیں اور اگر ساتھ تلفظ بھی ہو تو دو حال سے خالی نہیں 'ضرورت ہے یا نہیں؟ اگر ضرورت نہیں تو اس کی گنجائش نہیں ہے اور اگر ضرورت ہے مثلاً گونگا ہے یا بہرہ ہے تو پھر اس کی گنجائش ہے۔

بَابُ السَّهْوِ

سجدۂ سہو کا بیان

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اَحَدَکُمْ اِذَا قَامَ یُصَلِّیْ جَاءَهُ
حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تحقیق ایک تمہارا جس وقت کہ کھڑا ہو کر نماز پڑھتا ہے
الشَّیْطَانُ فَلَبَسَ عَلَیْهِ حَتّٰی لَا یَدْرِیْ کَمْ صَلّٰی فَاِذَا وَجَدَ ذٰلِکَ اَحَدُکُمْ فَلْیَسْجُدْ سَجْدَتَیْنِ وَهُوَ
اس کے پاس شیطان آیا شبہ ڈالتا ہے اس پر یہاں تک کہ نہیں جانتا کہ کتنی نماز پڑھی جس وقت کہ پائے ایک تمہارا چاہئے کہ کرے
جَالِسٌ. (صحیح البخاری و صحیح مسلم)
دو سجدے اس حالت میں کہ وہ بیٹھا ہو۔

تشریح: مشکوٰۃ کے بعض نسخوں میں باب کا عنوان یوں ہے: "باب سجود السھو" اور یہاں صرف باب السھو ہے لیکن مراد اس سے بھی وہی سجود السھو ہے۔ باقی اس حدیث پر اشکال ہے کہ اس میں آیا ہے اذا وجد ذالک احد کم. فلیسحد حالانکہ محض شک کی وجہ سے تو سجدہ سھو واجب نہیں ہوتا بلکہ سجدہ سھو تو تب واجب ہوتا ہے جب رکن کی مقدار تاخیر یا ترک واجب ہو جائے اور اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ محض شکوک وشبہات کی وجہ سے واجب ہو جاتا ہے۔

جواب: فلیسجد کا ترتب اذا وجد پر نہیں بلکہ محذوف پر ہے اس کا مصداق وہ صورت ہے کہ جب شک کرنے والا غور وفکر کے اندر تین تسبیح کی مقدار وقت صرف کر دے تو اس پر سجدہ سہو ہے۔ کیونکہ اب تاخیر رکن پایا گیا۔

وَعَنْ عَطَاءِ بْنِ یَسَارٍؒ عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا شَکَّ
حضرت عطا ابن یسارؒ سے روایت ہے کہ وہ ابو سعیدؓ سے روایت کرتے ہیں کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس وقت شک کرے ایک تمہارا اپنی نماز میں نہ جانے
اَحَدُکُمْ فِیْ صَلٰوتِهٖ فَلَمْ یَدْرِ کَمْ صَلّٰی ثَلٰثًا اَوْ اَرْبَعًا فَلْیَطْرَحِ الشَّکَّ وَلْیَبْنِ عَلٰی مَا اسْتَیْقَنَ ثُمَّ
کہ کتنی نماز پڑھی ہے تین رکعت یا چار پس چاہئے کہ دور کرے شک اور بنا کرے اس چیز پر کہ یقین رکھتا ہے پھر کرے دو سجدے سلام پھیرنے سے پہلے اگر نماز پڑھی اس

يَسْجُدُ سَجْدَتَيْنِ قَبْلَ اَنْ يُسَلِّمَ فَاِنْ كَانَ صَلّٰى خَمْسًا شَفَعْنَ لَهٗ صَلٰوتَهٗ وَاِنْ كَانَ صَلّٰى اِتْمَامًا

نے پانچ رکعت جفت کردیں گے یہ سجدے واسطے اس کے نماز اس کی کو اور اگر نماز پڑھی اس نے پوری چار ہونگے یہ سجدے ذلت شیطان کیلئے روایت کیا اس کو مسلم نے اور

لِّاَرْبَعٍ كَانَتَا تَرْغِيمًا لِّلشَّيْطَانِ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

روایت کی مالکؒ نے عطاؒ سے بطریق ارسال کے اور مالک کی ایک روایت میں ہے کہ جفت کردے گا نمازی ان پانچ رکعت کو ان دو سجدوں کے ساتھ

تشریح: قولہ' اذا شک احدکم. یہاں شک یقین کے مقابلے میں ہے۔ فرمایا: جب کسی کو نماز کے دوران شک واقع ہوگیا اس کو معلوم نہیں کہ تین رکعت ہوئی ہیں یا چار تو شک کو چھوڑ دے اور یقین پر بناء کرے' پھر سلام سے پہلے دو سجدے کرے۔ مثلاً تین یا چار میں شک واقع ہوگیا تو یقین پر عمل کرے۔ تحری کر کے چار پر عمل کیا' اگر واقعہ میں پانچ رکعتیں ہوگئیں تو دو سجدے مستقل رکعت ہو جائے گی تو کل چھ رکعتیں ہو جائیں گی' چار فرض اور دو نفل۔ اگر واقعہ میں چار ہوئی ہیں تو یہ دو سجدے شیطان کی ذلت ہیں یعنی شیطان تو چاہتا تھا کہ نماز میں کمی ہو' آپ نے دو سجدے اور کر کے اس کو ذلت میں ڈال دیا۔

مسئلہ: (۱) اگر نماز کے دوران رکعتوں میں شک واقع ہو جائے تو کیا کرے؟

اس میں تین قول ہیں: (۱) مطلقاً استیناف (۲) مطلقاً بناء علی الاقل (۳) اس میں تفصیل ہے۔ اگر شک پہلی مرتبہ واقع ہوا ہے تو استیناف ہے اور اگر پہلی مرتبہ نہ ہو بلکہ مراراً ہو تو حکم تحری ہے جس کی طرف ظن غالب ہو اسی پر عمل کرے۔

اگر ظن غالب کسی جانب نہ ہو تو پھر بناء علی الاقل کرے۔ چنانچہ احناف کے اس قول کے مطابق تینوں قسم کی رواتوں میں تطبیق ہو جائے گی۔ اصل میں شک ہونے والے کے بارے میں تین قسم کی روایات ہیں۔ (۱) وہ روایات جن میں مطلقاً استیناف کا حکم ہے۔

(۲) جن میں مطلقاً بناء علی الاقل کا حکم ہے۔ (۳) جن میں تحری کا حکم ہے تو مختلف روایات مختلف اقوال پر محمول ہیں۔ بایں طور کہ اگر شک پہلی مرتبہ ہوا ہے تو مطلقاً استیناف والی روایات پر محمول ہے اگر مراراً ہے تو تحری والی روایات پر محمول ہے اور اگر تحری سے ترجیح نہ ہو بناء علی الاقل والی روایات پر محمول ہے۔ باقی رہی یہ بات کہ پہلی مرتبہ شک کا کیا معنی ہے؟ اس میں تین قول ہیں

(۱) اس نماز میں پہلی مرتبہ شک ہوا ہو (۲) بالغ ہونے کے بعد پہلی مرتبہ شک ہوا ہو (۳) شک کی عادت نہیں۔ **ھذا ھو الراجح۔**

وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍؓ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى الظُّهْرَ خَمْسًا فَقِيْلَ لَهٗ اَزِيْدَ

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے تحقیق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر کی نماز پڑھائی پانچ رکعت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے کہا گیا کیا نماز میں زیادتی کی گئی ہے

فِى الصَّلٰوةِ فَقَالَ وَمَا ذَاكَ قَالُوْا صَلَّيْتَ خَمْسًا فَسَجَدَ سَجْدَتَيْنِ بَعْدَ مَا سَلَّمَ وَفِيْ رِوَايَةٍ قَالَ

فرمایا کیا سبب صحابہؓ نے عرض کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پانچ رکعت نماز پڑھی ہے پس سجدے کئے حضرت نے سلام کے بعد دو سجدے اور ایک روایت میں ہے کہ آپ

اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ اَنْسٰى كَمَا تَنْسَوْنَ فَاِذَا نَسِيْتُ فَذَكِّرُوْنِيْ وَاِذَا شَكَّ اَحَدُكُمْ فِيْ صَلٰوتِهٖ

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں تمہاری مثل آدمی ہوں بھولتا ہوں جیسے تم بھولتے ہو جس وقت میں بھول جاؤں یاد کرادو مجھ کو اور جس وقت کہ شک کرے

فَلْيَتَحَرَّ الصَّوَابَ فَلْيُتِمَّ عَلَيْهِ ثُمَّ لِيُسَلِّمْ ثُمَّ يَسْجُدُ سَجْدَتَيْنِ. (صحيح البخاری و صحيح مسلم)

ایک تمہارا اپنی نماز میں چاہئے کہ قصد کرے صواب کا چاہئے کہ پورا کرے اس پر سلام پھیرے' پھر سجدے کرے دو سجدے روایت کیا اس کو بخاری اور مسلم نے۔

تشریح: مسئلہ: سجدہ سہو قبل السلام ہے یا بعد السلام ہے؟

پہلا قول (۱) احناف کے نزدیک مطلقاً بعد السلام ہے۔ مطلقاً کا معنی سجدہ سہو کا سبب نقصان ہو یا کمی ہو۔

دوسرا قول (۲) شوافع کے نزدیک مطلقاً قبل السلام ہے۔

تیسرا قول (۳) مالکیہ کے نزدیک تفصیل ہے اگر سجدہ سھو کا سبب کمی ہو تو قبل السلام اگر سبب زیادتی ہو بعد السلام۔ اس کو تعبیر کرتے ہیں القاف بالقاف الدال بالدال کے ساتھ۔ یعنی اگر نقص ہو تو قبل السلام اور اگر زیادتی ہو تو بعد السلام۔

چوتھا قول (۴) حنابلہ کا قول: جو صورتیں منصوص ہیں ان میں ویسے ہی اور اگر اس کے علاوہ کوئی اور صورت پیش آ جائے تو اس کے بارے میں ان کے تین قول ہیں: ایک احناف کے موافق' دوسرا شوافع کے موافق' تیسرا مالکیہ کے موافق ہے۔

احناف کی دلیل نمبر (۱) یہی حدیث عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ (یہ حدیث قولی ہے) **ثم لیتم ثم لیسلم ثم یسجد سجدتین.** اس میں سجدہ سے سجدہ سھو مراد ہے۔

دلیل نمبر (۲) **حدیث ابن سیرین عن ابی ہریرہ:** اس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل مذکور ہے یہ فعلی حدیث ہے۔ **فصلّی ماترک ثم سلم ثم کبر وسجد مثل سجودہ.**

دلیل نمبر (۳) فصل ثالث کی پہلی حدیث' حدیث عمران بن حصین۔ اس میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فعل مذکور ہے۔

فصلّی رکعة ثم سلم ثم سجدتین ثم سلم. تو ان تینوں روایتوں میں (جو کہ مذکور فی المشکوٰۃ ہیں) سجدہ سھو بعد از سلام مذکور ہے۔ ایک قولی حدیث اور دو فعلی احادیث ہیں۔

شوافع کی دلیل دو ہیں۔ یہاں مشکوٰۃ کے اندر روایتیں ہیں جن کو سجدہ سھو کا ذکر قبل السلام آیا ہے۔

(۱) حدیث ابوسعید: یہ حدیث قولی ہے۔ **ثم یسجد سجدتین قبل ان یسلم**

(۲) حدیث عبداللہ بن بحینہ: یہ حدیث فعلی ہے۔ **فسجد سجدتین قبل ان یسلم ثم سلم.**

احناف کی طرف سے ان دونوں کا جواب-۱: احادیث سجدہ سھو قبل السلام یہ بیان جواز پر محمول ہیں اور احادیث سجدہ سھو بعد السلام بیان اولویت پر محمول ہیں۔ مسئلہ جواز وعدم جواز کا نہیں اولویت وعدم اولویت کا ہے۔

جواب-۲: احادیث قبل السلام میں سلام سے مراد سلام فراغت ہے یعنی سلام فراغت سے پہلے سجدہ کرتے یہ تو کوئی محل نزاع نہیں ہے۔ اسکے تو ہم بھی قائل ہیں اور محل نزاع سلام فصل ہے۔ اور ہم کہتے ہیں کہ سلام فصل کے بعد سجدہ سھو کرے۔

جواب-۳: احادیث سجدہ سھو قبل از سلام اور احادیث سجدہ سھو بعد از سلام میں تعارض ہے۔ اب ہم کہتے ہیں کہ احادیث بعد از سلام راجح ہیں۔ بنسبت احادیث قبل از سلام کے اور وجوہ ترجیح کئی ہیں۔

(۱) احادیث سھو میں سے حدیث عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو کہ قولی ہے یہ اصح سنداً ہے بنسبت حدیث ابوسعید کے۔ وجہ اصح۔ حدیث ابوسعید مرسل ہے اور حدیث ابن مسعودؓ مرسل نہیں۔

(۲) جب سجدہ سھو بعد از السلام ہوگا تو اس صورت میں عبادت میں اضافہ ہوگا اور جب قبل از سلام ہوگا تو اضافہ نہیں ہوگا لہٰذا تو جس صورت میں عبادت میں اضافہ ہے وہ صورت بہتر ہوگی۔

(۳) اس سجدہ سھو کیلئے سلام پھیرنے کی کیفیت کیا ہوگی؟ احناف کے اس کے بارے میں تین قول ہیں:

(۱) تلقاء وجہہ' ایک ہی سلام چہرے کی محاذات میں (۲) دو سلام یمیناً یساراً (۳) ایک سلام صرف یمیناً یہی راجح ہے۔

(۴) سجدہ سھو کے لیے تکبیریں کتنی ہیں' مالکیہ کے نزدیک دو ہیں: ایک تکبیر' تحریمہ کی نیت سے اور دوسری سجدہ کیلئے۔ جمہور کے نزدیک ایک ہی تکبیر ہے سجدہ سھو کے لیے مشکوٰۃ میں کوئی روایت نہیں جس میں دو تکبیروں کا ذکر ہو۔

(۵) سجدہ سھو سے فارغ ہونے کے بعد دوبارہ التحیات بھی ہے یا نہیں؟

احناف کے نزدیک دوبارہ التحیات پڑھے گا شوافع کے نزدیک نہیں پڑھے گا۔ احناف کی دلیل یہاں مشکوٰۃ میں صرف ایک حدیث

ہے۔ فصل ثانی کی پہلی روایت حدیث عمران بن حصین فسجد سجدتین ثم تشهد ثم سلم. شوافع کہتے ہیں کہ ایک حدیث کے علاوہ اور کسی حدیث میں تشہد کا ذکر نہیں ہے۔ اس کا جواب: جناب عدم ذکر عدم وجود کو مستلزم نہیں۔ نیز تمہاری روایات التحیات کے بارے میں ساکت ہیں اور ہماری ناطق ہے۔ التحیات بعد السلام کے بارے میں تو لہٰذا ناطق کو ترجیح ہوگی۔

وَعَنِ ابْنِ سِيرِيْنَ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ قَالَ صَلّٰى بِنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِحْدٰى صَلٰوتَيِ الْعَشِيِّ قَالَ ابْنُ سِيرِيْنَ قَدْ سَمَّاهَا اَبُوْ هُرَيْرَةَ وَ لٰكِنْ نَسِيْتُ اَنَا قَالَ فَصَلّٰى بِنَا رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ سَلَّمَ فَقَامَ اِلٰى خَشَبَةٍ مَّعْرُوْضَةٍ فِى الْمَسْجِدِ فَاتَّكَأَ عَلَيْهَا كَاَنَّهٗ غَضْبَانٌ وَوَضَعَ يَدَهُ الْيُمْنٰى عَلَى الْيُسْرٰى وَشَبَّكَ بَيْنَ اَصَابِعِهٖ وَوَضَعَ خَدَّهُ الْاَيْمَنَ عَلٰى ظَهْرِ كَفِّهِ الْيُسْرٰى وَخَرَجَتْ سَرْعَانُ الْقَوْمِ مِنْ اَبْوَابِ الْمَسْجِدِ فَقَالُوْا اَقُصِرَتِ الصَّلٰوةُ وَفِى الْقَوْمِ اَبُوْ بَكْرٍ وَّعُمَرُ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُمَا فَهَابَاهُ اَنْ يُّكَلِّمَاهُ وَفِى الْقَوْمِ رَجُلٌ فِىْ يَدَيْهِ طُوْلٌ يُقَالُ لَهٗ ذُوالْيَدَيْنِ قَالَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اَنَسِيْتَ اَمْ قُصِرَتِ الصَّلٰوةُ فَقَالَ لَمْ اَنْسَ وَلَمْ تُقْصَرْ فَقَالَ اَكَمَا يَقُوْلُ ذُوالْيَدَيْنِ فَقَالُوْا نَعَمْ فَتَقَدَّمَ فَصَلّٰى مَا تَرَكَ ثُمَّ سَلَّمَ ثُمَّ كَبَّرَ وَسَجَدَ مِثْلَ سُجُوْدِهٖ اَوْ اَطْوَلَ ثُمَّ رَفَعَ رَاْسَهٗ وَكَبَّرَ ثُمَّ كَبَّرَ وَسَجَدَ مِثْلَ سُجُوْدِهٖ اَوْ اَطْوَلَ ثُمَّ رَفَعَ رَاْسَهٗ وَكَبَّرَ فَرُبَّمَا سَاَلُوْهُ ثُمَّ سَلَّمَ فَيَقُوْلُ نُبِّئْتُ اَنَّ عِمْرَانَ بْنَ حُصَيْنٍ قَالَ ثُمَّ سَلَّمَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَلَفْظُهٗ لِلْبُخَارِىِّ وَفِىْ اُخْرٰى لَهُمَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَدْلَ لَمْ اَنْسَ وَلَمْ تُقْصَرْ كُلُّ ذٰلِكَ لَمْ يَكُنْ فَقَالَ قَدْ كَانَ بَعْضُ ذٰلِكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ.

حضرت ابن سیرینؒ سے روایت ہے وہ ابو ہریرہؓ سے نقل کرتے ہیں کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو نماز پڑھائی ایک دو نمازوں میں سے کہ بعد زوال کے ہیں کہا ابن سیرینؒ نے کہ تحقیق نام لیا اس نماز کا ابو ہریرہؓ نے لیکن میں بھول گیا۔ ابو ہریرہؓ نے کہا ہمارے ساتھ نماز پڑھی پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر سلام پھیرا پھر لکڑی کی طرف کھڑے کہ عرض میں تھی مسجد میں اس پر تکیہ لگایا گویا کہ غصے تھے اور رکھا داہنا ہاتھ بائیں ہاتھ پر اور انگلیاں انگلیوں میں ڈالیں اور رکھا رخسارہ اپنا اوپر بائیں ہاتھ کی پشت کے اور نکلے جلد باز لوگ مسجد کے دروازہ سے اور کہا انہوں نے کہ کم ہوگئی ہے نماز اور صحابہؓ میں بھی مسجد میں جو باقی رہے ابو بکرؓ اور عمرؓ بھی تھے ڈرے دونوں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کلام کرنے سے اور صحابہؓ میں ایک شخص لمبے ہاتھوں والا تھا۔ اس کو ذوالیدین کہا جاتا تھا کہا اس نے اے اللہ کے رسول کیا بھول گئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم یا کم ہوگئی نماز پس فرمایا حضرت نے نہیں بھولا میں اور نہ کم ہوئی نماز پھر فرمایا کیا تم بھی کہتے ہو جیسے ذوالیدین کہتا ہے صحابہؓ نے کہا ہاں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم آگے بڑھے پھر نماز پڑھی جو کہ چھوڑ دی تھی۔ پھر اس پر سلام پھیرا تکبیر کہی اور سجدہ کیا معمول اپنے کی مانند یا اس سے لمبا پھر اپنا سر اٹھایا اور تکبیر کہی پھر تکبیر کہی اور سجدہ کیا اپنے معمول کے مطابق یا اس سے لمبا پھر اٹھایا سر اپنا اور تکبیر کہی پس اکثر سوال کیا لوگوں نے ابن سیرینؒ سے پھر سلام پھیرا پس کہتے تھے کہ خبر دیا گیا میں کہ عمران بن حصین نے کہا کہ پھر سلام پھیرا متفق علیہ اور اس کے لفظ بخاری کیلئے ہیں۔ ان دونوں کیلئے ایک اور روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بدلے لم انس ولم تقصر کے سب یہ نہ تھا۔ کہا ذوالیدین نے تھا کچھ اس میں سے اے اللہ کے رسول۔

تشریح: حاصل حدیث کا یہ ہے کہ ابن سیرینؒ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر وعصر میں سے ایک نماز پڑھائی۔ ابن سیرینؒ کہتے ہیں کہ ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تعیین

تو کردی تھی لیکن میں بھول گیا ہوں۔ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں۔نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دو رکعت کے بعد سلام پھیر دیا' سلام پھیرنے کے بعد اپنی جگہ سے اُٹھ کر خشبہ معروفہ جو کہ مسجد میں تھا کے پاس جا کر اس کے ساتھ سہارا لگا کر بیٹھ گئے۔خشبہ معروفہ سے مراد مسجد کے اندر ایک کھجور کا تنا تھا جس کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سہارا لگا کر بیٹھتے تھے۔الغرض وہاں جا کر بکیفیت مخصوصہ بیٹھ گئے۔ایسے معلوم ہو رہا تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بہت سخت غصے کی حالت میں ہوں اور اپنے دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھا اور تشبیک فرمائی اور دایاں رخسار بائیں ہاتھ کی پشت پر رکھ دیا تو اسی اثناء میں جو لوگ جلد باز تھے وہ مسجد کے دروازوں سے بھی نکل گئے۔انہوں نے سمجھ لیا تھا کہ نماز میں کوتاہی ہوگئی ہے لیکن نکل گئے تا کہ جان چھوٹ جائے اور صحابہؓ کی مجلس میں کچھ لوگ رہ گئے۔اسی صحابہؓ کی مجلس میں سے ایک ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی تھے اور ایک عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی تھے۔یہ بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہیبت کی وجہ سے بات نہیں کر سکتے تھے اور سوال کرنے سے ڈر رہے تھے اور جو صحابہ مجلس میں رہ گئے تھے ان میں سے ایک شخص ایسا تھا کہ جس کے ہاتھ میں غیر معمولی سی لمبائی تھی اس کو ذوالیدین کہا جاتا تھا۔اس نے جرأت کر کے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ یارسول اللہ انسیتَ اَمْ قصرت الصلوٰۃ یعنی آیا حکم شرعی بدل گیا ہے کہ چار رکعت کی جگہ دو رکعت ہوگئی ہیں یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھول گئے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہ میں بھولا ہوں اور نہ کمی ہوئی ہے اور حکم شرعی بھی نہیں بدلا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ سے دریافت کیا یہ ذوالیدین جو کہہ رہا ہے ایسا ہی ہے تو واقع میں یونہی تھا تو صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ نعم بات تو ٹھیک کہہ رہے ہیں تو اس کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم آگے بڑھے اور بقیہ دو رکعت پڑھائیں اور اخیر میں پھر سلام پھیرا پھر تکبیر کہی اور سجدہ کیا۔(سہو کا سجدہ) اس سجود کی مثل یا اس سے بھی زیادہ لمبا سجدہ سہو کیا پھر اپنے سر کو اُٹھایا پھر تکبیر کہہ کر دوسرا سجدہ کیا۔مثل سجوده او طول ثم رفع راسهٗ و کبر. ابن سیرین کے تلامذہ میں سے کسی تلمیذ نے ابن سیرین سے یہ بات پوچھی کہ "ثم سلم" کا لفظ کسی سند صحیح سے ثابت ہے یا نہیں؟ اس کو رواۃ نقل کر رہے ہیں یا نہیں؟ تو ابن سیرین نے کہا ہاں عمران بن حصین اس کو نقل کر رہے ہیں یعنی رہی ہوئی دو رکعت کو پڑھنے کے بعد ثم سلم کے لفظ روایت کر رہے ہیں اور ایک دوسری روایت میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے لم انس ولم تقصر کی بجائے "کل ذالک لم یکن" فرمایا تو ذوالیدین نے عرض کیا قد کان بعد ذالک یا رسول اللّٰه.

مختصر المعانی میں یہ مثال گزری ہے کہ کل کا عموم عموم النفی کے لیے آتا ہے۔یعنی جب لفظ کل نفی پر داخل ہو تو عموم النفی کا فائدہ دیتا ہے اور جب نفی کل پر داخل ہو تو فائدہ نفی العموم کا دیتا ہے۔اب پہلی صورت میں معنی یہ ہوگا کہ کچھ بھی نہیں ہوا نہ نسیان ہوا نہ قصر اور دوسری صورت میں معنی یہ ہوگا کہ مجموعہ نہیں ہوا ان میں سے ایک ہوا اور ایک نہیں ہوا۔تو یہاں کل واحد کی نفی ہے اور کل واحد کی نفی کا قرینہ یہ ہے کہ جواب میں ذوالیدین نے عرض کیا قد کان بعض ذالک یا رسول اللّٰه. یارسول اللہ کچھ نہ کچھ تو ہوا ہے۔موجبہ جزئیہ ہے اور موجبہ جزئیہ سالبہ کلیہ کے مقابلے میں آتا ہے۔

الحاصل یہ حدیث "حدیث ذوالیدین" کے نام سے مشہور ہے۔بعض نے ان کے ذوالیدین کہنے کی وجہ یہ بیان فرمائی کہ ان کے دونوں ہاتھ قوت میں برابر تھے جو کام دائیں ہاتھ سے کرتے تھے وہی کام بائیں ہاتھ سے بھی کر سکتے تھے یمین ویسار کا کوئی فرق نہیں تھا۔اتنی سی کلام کے باوجود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی نماز پر بنا کی۔اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ کلام فی الصلوٰۃ مفسد للصلوٰۃ نہیں۔اس حدیث ذوالیدین کے متعلق مسائل تو بہت سارے ہیں' ان میں سے ایک فقہی مسئلہ یہاں بیان کریں گے' باقی علم کلام کے متعلق بھی مسئلہ متعلق تھا جو کہ کچھ نہ کچھ ماقبل میں گزر چکا۔

فقہی مسئلہ۔کلام فی الصلوٰۃ مفسد للصلوٰۃ ہے یا نہیں؟

(۱) احناف کا مذہب یہ ہے کہ مطلقاً کلام مفسد للصلوٰۃ ہے' قلیل ہو کثیر ہو عمداً ہو نسیاناً ہو اصلاح کی نیت سے ہو یا نہ ہو۔

(۲) شوافع کے نزدیک اگر عمداً ہو تو ہر حال میں مفسد للصلوٰۃ ہے اور اگر نسیاناً ہو تو مفسد للصلوٰۃ نہیں۔نسیاناً کا معنی یہ ہے کہ کلام کرنے والا اپنے آپ کو نماز سے خارج سمجھ رہا ہو۔

(۳) مالکیہ کا مذہب یہ ہے کہ جو کلام اصلاح صلوٰۃ کے ارادے سے ہو وہ تو مفسد للصلوٰۃ نہیں اور جو کلام اصلاح صلوٰۃ کے ارادے

سے نہ ہو وہ مفسد للصلوٰۃ ہے۔ مثلاً سلام کا جواب دینا وغیرہ۔

احناف کی ادلہ: دلیل-۱: آیت کریمہ "قوموا لله قانتين" مفسرین نے ایک معنی ساکتین کیا ہے۔ چنانچہ زید بن ارقم کی حدیث میں مذکور ہے کہ ہم نماز میں کلام کر لیتے تھے اور سلام کا جواب بھی دیتے تھے تو جب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی تو نهينا عن الكلام. اور آیت کریمہ میں قانتين ای ساکتین میں سکوت عام ہے سکوت دون سکوت کے ساتھ تو کوئی اختصاص نہیں۔ اسی طرح کلام بھی عام ہے خواہ قلیل ہو کثیر ہو عمداً ہو نسیاناً ہو اصلاح صلوٰۃ کے ارادے سے ہو یا نہ ہو۔ سب سے روک دیئے گئے۔ معلوم ہوا کہ کلام مفسد للصلوٰۃ ہے۔

دلیل-۲: حدیث معاویہ بن الحکم السلمی جو "باب مالايجوز في الصلوٰة وما يباح منه" کی پہلی روایت ہے۔ طریق استدلال دو طرح ہے۔

(۱) اس میں ہے ان هٰذهِ الصلوٰة لايصلح فيها شيءٌ من كلام الناس. شیءٌ نکرہ تحت النفی ہے عام ہے۔

(۲) انما هي التسبيح والتكبير و قرأة القرآن میں انما کلمہ حصر کے لیے ہے۔ بس نماز کے اندر انہی کلمات کی صلاحیت ہے یا جو اس کے قائم مقام ہوں ان کی صلاحیت ہے تو معلوم ہوا کہ نماز کے اندر کلام الناس کی صلاحیت نہیں۔

دلیل-۳: حدیث عبدالله بن مسعود فصل ثانی میں باب مالايجوز في الصلوٰة وما يباح منه کی روایت ہے۔

ان الله يحدث من امره مايشاؤن وان مما احدث ان لاتتكلموا في الصلوٰة ......وقال انما الصلوٰة لقرأة القرآن وذكر الله ص ۹۱ ج ۱۔ اس میں کلام کے بارے میں مطلق آیا ہے کہ کوئی قید مذکور نہیں یہ نہیں آیا کہ ان لاتتكلموا بكلام كثير يا بارادةِ الصلاح.

دلیل-۴: احادیث تسبیح و تصفیق (باب مالايجوز الخ فصل اول کی آخری حدیث ص ۹۱ ج ا مشکوٰۃ۔ اگر کلام فی الصلوٰۃ اصلاح صلوٰۃ کیلئے گنجائش ہوتی رجال کو تسبیح اور نساء کو تصفیق کا حکم نہ دیا جاتا تو حکم دینا قوی دلیل ہے اس بات کی کہ نماز میں کلام جائز نہیں۔ اگر چہ اصلاح صلوٰۃ ہی کی نیت سے کیوں نہ ہو۔

شوافع اور مالکیہ ہر دونوں کی دلیل یہی حدیث ذوالیدین ہے۔ البتہ طریق استدلال مختلف ہیں۔ شوافع کہتے ہیں کہ یہ ساری کلام نسیاناً تھی۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ نسیاناً کلام فی الصلوٰۃ مفسد للصلوٰۃ نہیں۔

اور مالکیہ کہتے ہیں کہ یہ ساری کلام اصلاح صلوٰۃ کے لیے تھی۔ لہٰذا اصلاح صلوٰۃ کے لیے کلام فی الصلوٰۃ جائز ہے۔

احناف کی طرف سے پہلا جواب: یہ حدیث ذوالیدین منسوخ ہے۔ یہ قصہ اس زمانہ کا ہے جب کلام فی الصلوٰۃ کا نسخ نہیں ہوا تھا۔ جب کلام فی الصلوٰۃ منسوخ ہو گئی تو تمام قسم کی کلام منسوخ ہو گئی۔

اس پر اعتراض شوافع کہتے ہیں ہم تسلیم نہیں کرتے کہ یہ واقعہ کلام فی الصلوٰۃ کے نسخ سے پہلے کا ہے بلکہ معاملہ اس کے برعکس ہے۔ کلام فی الصلوٰۃ کا نسخ پہلے ہے اور واقعہ ذوالیدین بعد کا ہے تو معلوم ہوا کہ اتنی مقدار کلام نسخ سے مستثنیٰ ہے۔ باقی رہی یہ بات کہ کلام فی الصلوٰۃ کے نسخ پہلے اور واقعہ ذوالیدین کے بعد کے ہونے پر دلیل کیا ہے؟ اس پر دو دلیلیں شوافع نے پیش کی ہیں:

پہلی دلیل حدیث عبداللہ بن مسعودؓ حدیث الرجوع من الحبشۃ عبداللہ بن مسعودؓ کی جو حبشہ سے واپسی ہوئی تھی یہ واپسی مکہ مکرمہ میں ہوئی تھی اور حدیث ذوالیدین کا قصہ مدینہ منورہ میں پیش آیا تو معلوم ہوا کہ نسخ مکہ میں ہوا۔ یہ واقعہ نسخ کے بعد کا ہے۔

احناف کی طرف سے اس کا جواب: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی واپسی من الحبشہ دو مرتبہ ہوئی۔ (۱) الی المکہ (۲) الی المدینہ۔ ان احادیث میں رجوع ثانی مراد ہے جو کہ مدینہ میں واپسی ہوئی تھی۔ شوافع کی کلام فی الصلوٰۃ کے پہلے اور واقعہ کے بعد میں ہونے پر دوسری دلیل اسی حدیث ذوالیدین کے اندر موجود ہے۔ شوافع کہتے ہیں۔ اس حدیث کے راوی ابو ہریرہؓ ہیں اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سن ۷ ھجری میں مشرف باسلام ہوئے اور وہ اس واقعہ میں شریک تھے۔ (اس حدیث سے صلّی بنا سے یہی معلوم ہو رہا ہے) اور اس پر اجماع ہے کلام فی الصلوٰۃ کا نسخ اس سے پہلے ہو چکا تھا اور یہ واقعہ ذوالیدین بعد کا ہے تو پس معلوم ہوا کہ یہ واقعہ نسخ کلام کے بعد کا ہے۔

اس دلیل کا جواب نمبر (۱) صلّی بنا کا معنی ہے صلّی بمعشر المسلمين. کہ مسلمانوں کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھائی۔

یہ بالکل ایسا ہی ہے کہ طحاوی میں روایت ہے ص۲۵۹-۲۶۰ پر حضرت طاؤس تابعی فرماتے ہیں قدم علینا معاذ بن جبلؓ فلم یاخذ عشر ...... معاذ بن جبلؓ آئے اور کھجوروں کا عشر پیش کیا۔ قدم علینا کا معنی قدم علی قومنا ہے۔ حالانکہ یہ واقعہ پہلے گزرا ہوا تھا بلکہ جب معاذ بن جبل یمن میں حاکم بن کر تشریف لے گئے تھے تو اس وقت طاؤس کی پیدائش بھی نہیں ہوئی تو مراد یہی ہوگا: قدم علی قومنا. اس طرح کی حضرت بنوریؒ نے سترہ مثالیں پیش کی ہیں۔

شوافع کہتے ہیں یہ تاویلات نہیں چل سکتیں۔ اس لیے کہ مسلم کی روایت میں ہے اُصَلّی مع رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ خود روایت کرر ہے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ خود براہ راست شریک تھے' اب تو تاویل نہیں چلے گی۔

احناف کی طرف سے جواب-۱: یہ صَلّی بنا ہی سے کسی کو غلط فہمی ہوئی ہے تو کسی راوی نے روایت بالمعنی کرتے ہوئے صلّی بنا کو اُصَلّی مع رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم سے تعبیر کر دیا۔

جواب-۲: دو واقعے ہیں۔ ذوالیدین کا الگ واقعہ ہے اور ابوہریرہ کا الگ واقعہ ہے۔ اصل میں یہ لفظ معاویہ بن الحکم کی روایت میں تھے اور راوی نے ان کو ابوہریرہؓ والی روایت کے ساتھ جوڑ دیا کیونکہ دونوں روایتوں میں مسلم شریف کے اندر راوی ایک ہے۔ (حدیث معاویہؓ میں (بینا انا اصلّی مع ہے)

دوسرا جواب: حدیث ذوالیدین کا جناب! ہمارے پاس ایسی دلیل ہے جس سے (کا مدلول یہ ہے) معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس واقعہ میں شرکت ہو ہی نہیں سکتی۔ یہ قصہ ذوالیدین کا ہے اور یہ غزوہ بدر میں شہید ہو گئے تھے۔ غزوہ بدر کے شہداء کی (لسٹ) فہرست میں ان کا نام بھی ہے اور ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سن ۷ ہجری میں مشرف باسلام ہوئے جبکہ غزوہ بدر سن ۲ ہجری کا ہے۔ تو کیا خیال ہے آپ کا کہ کیا ذوالیدین چار پانچ سال کے بعد اپنی قبر سے اُٹھے اور نماز میں شریک ہوئے اور اس میں ذوالیدین نے سوال کیا اور اس مجلس میں ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی شریک تھے انہوں نے بھی نماز میں شرکت کی (ایسا ہوسکتا ہے.....کلا) لامحالہ یہی کہو گے کہ یہ بعد از نسخ کا واقعہ ہے۔ (دو ہی صورتیں ہوسکتی ہیں یا تو ذوالیدین کو دوبارہ زندہ کیا جائے اور یا پھر قبل از نسخ کا قول)

شوافع کہتے ہیں کہ غزوہ بدر میں شہید ہونے والے ذوالشمالین ہیں اور یہ قصہ تو ذوالیدین کا ہے۔ خلط بحث کیوں کرتے ہو؟

جواب: احناف کہتے ہیں: جو ذوالشمالین ہیں وہی ذوالیدین ہیں۔ مسمی ایک ہے لقب دو ہیں۔ احد المتحدین کی شہادت شہادۃ الآخر ہے۔ جب آپ نے ذوالیدین کی شہادت کو مان لیا تو ذوالشمالین کی شہادت کو بھی مان لیا کیونکہ احد المتحدین کی شہادۃ شہادۃ الآخر ہے۔ شوافع کہتے ہیں کہ ہمارے پاس تغایر کی ادلہ موجود ہیں۔

(۱) ذوالیدین کا نام اور ہے اور ذوالشمالین کا نام اور ہے۔ ذوالیدین کا نام خرباق ہے اور ذوالشمالین کا نام عمیر ہے۔ جب نام مختلف ہوئے تو مسمی بھی مختلف ہوئے۔ (۲) دونوں کے باپوں کے نام بھی مختلف ہیں۔ ذوالیدین کے والد کا نام عمرو ہے اور ذوالشمالین کے والد کا نام عبد عمرو ہے۔ ایک ابن عمرو ہے اور ایک ابن عبد عمرو ہے' کیوں فرق نہیں کرتے اسی پر بس نہیں۔

(۳) دونوں کی نسبتیں بھی مختلف ہیں۔ ذوالیدین کی نسبت خزاعی ہے اور ذوالشمالین کی نسبت سلمی ہے۔ تو یہ کیسے متحد ہو گئے۔

احناف کہتے ہیں۔ یہ ایک ہی ہے ہم کوئی تغایر تسلیم نہیں کرتے جو خرباق ہے وہی عمیر ہے۔ و کذا العکس جو ابن عمرو ہے وہی ابن عبد عمرو ہے۔ و کذا العکس جو سلمی ہے وہی خزاعی ہے جو خزاعی ہے وہی سلمی ہے۔ ہماری تغایر کو تسلیم نہ کرنے کی ادلہ مؤطا امام مالک کی روایت میں مذکور ہے کہ ذوالیدین نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ذوالشمالین کیا کہہ رہا ہے' معلوم ہوا دونوں ایک ہیں۔ اسی طرح مسلم کی روایات میں ہے اور اسی طرح ''طبقات ابن سعد'' میں ہے کہ جو ذوالیدین ہے وہی ذوالشمالین ہے اور اسی طرح کامل مبرد کے حوالے سے کہا گیا ہے کہ دونوں میں اتحاد ہے۔ لہٰذا محققین کا فیصلہ یہی ہے کہ دونوں میں اتحاد ہے۔

شوافع کہتے ہیں کہ اس روایت کے راوی عمران بن حصین بھی ہیں جو کہ سن ۷ ہجری میں تقریباً مشرف باسلام ہوئے' ان کو مان لو۔
احناف کی طرف سے جواب۔ جواب-۱: ان کی روایت بھی مرسل صحابی کی قبیل سے ہے۔
جواب-۲: حدیث ذوالیدین قولی ہے اور ہماری ادلہ بھی قولی ہیں۔لہٰذا قولی کو ترجیح ہوگی۔
جواب-۳: یہ حدیث ذوالیدین کلام فی الصلوٰۃ (کی اباحت پر دال ہیں) کے لیے مبیح ہے اور ہماری ادلہ حرمت پر دال ہیں اور بوقت تعارض محرم کو ترجیح ہوتی ہے۔
جواب-۴: جناب! یہ واقعہ جزئیہ ہے اور دوسری احادیث میں قاعدہ کلیہ کا بیان ہے ایسی صورت حال میں قاعدہ کلیہ کو ترجیح ہوتی ہے واقعہ جزئیہ کا کوئی اعتبار نہیں۔ جواب-۵: یہ حدیث ذوالیدین مضطرب ہونے کی وجہ سے قابل استدلال نہیں۔
وجہ اضطراب (۱) تعیین صلوٰۃ کے اعتبار سے اضطراب ہے۔تعیین صلوٰۃ کے بارے میں تین قسم کی روایات ہیں۔
بعض میں ظہر بالتعیین (جزماً) بعض میں عصر بالتعیین (جزماً) اور بعض میں ظہر وعصر میں تردد کے ساتھ۔
(۲) محل وقوف نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اعتبار سے بھی اضطراب ہے۔اس حدیث ذوالیدین میں ہے کہ دو رکعت سے فراغت کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خشبہ معروضہ کے پاس بیٹھ گئے اور دوسری حدیث عمران بن حصین میں ہے کہ گھر تشریف لے گئے۔ثم دخل منزلہ
(۳) عدد رکعات کے اعتبار سے بھی اضطراب ہے۔بعض میں ہے دو رکعت کے بعد سلام پھیرا اور بعض میں ہے کہ تین رکعت کے بعد سلام پھیرا۔دلیل حدیث عمران بن حصین ص ۹۳ فصل ثالث کی حدیث نمبر ا: صلی العصر وسلم فی ثلث رکعات
(۴) سجدہ سہو کے بارے میں بھی اضطراب ہے۔بعض میں ہے کہ سجدہ سہو کیا اور بعض میں ہے کہ سجدہ سہو نہیں کیا۔
(۵) ثم سلم کے لفظ کے بارے میں بھی اضطراب ہے۔بعض اس لفظ کو ذکر کر رہے ہیں اور بعض ثم سلم کو ذکر نہیں کر رہے۔
(۶) جناب! اس حدیث ذوالیدین میں مذکورہ احوال وکیفیات سے معلوم ہوا کہ عمل کثیر ہوا ہے اور خود شوافع کے نزدیک عمل کثیر مفسد للصلوٰۃ ہے۔لامحالہ وہ یہی کہیں گے کہ یہ عمل کثیر کے مفسد للصلوٰۃ سے پہلے کا واقعہ ہے۔لہٰذا پھر سے ہمیں بھی کہنے دو کہ یہ کلام فی الصلوٰۃ کے مفسد للصلوٰۃ ہونے سے پہلے کا واقعہ ہے۔اتنے اضطراب کے ہوتے ہوئے نماز میں کلام کی اجازت پر کیسے استدلال کیا جا سکتا ہے۔اگر ہماری دلیل میں اضطراب ہوتا۔باقی دیگر مسائل بھی اسی حدیث سے متعلق ہیں علم کلام وغیرہ کے۔ان میں سے ایک علم کلام کا مسئلہ یہ ہے:
قولہ' کل ذالک لم یکن: یہ کلام واقعہ کے خلاف تھی لیکن کوئی عصمت نبوت کے خلاف نہیں اس لیے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم یہ سمجھے ہوئے تھے کہ نماز سے بالکل فارغ ہو چکے ہیں (کل کے بارے میں ضابطہ یہ ہے کہ لفظ کل جب نفی پر داخل ہو تو عموم النفی کا فائدہ دیتا ہے۔اب مطلب یہ ہوگا نفی میں عموم ہے ان دونوں میں کوئی بھی نہیں ہوا اور جب نفی کل پر داخل ہو تو فائدہ نفی العموم کا دیتا ہے یعنی مجموعہ نہیں ہوا۔ان میں سے ایک ہوا ہے اور ایک نہیں ہوا۔(مختصر المعانی)

وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ بُحَيْنَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلّٰى بِهِمُ الظُّهْرَ فَقَامَ فِي الرَّكْعَتَيْنِ
حضرت عبداللہ بن بحینہؓ سے روایت ہے تحقیق نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھائی صحابہ کو ظہر کی کھڑے ہوئے پہلی دو رکعتوں میں نہیں بیٹھے۔
الْاُوْلَيَيْنِ لَمْ يَجْلِسْ فَقَامَ النَّاسُ مَعَهُ حَتّٰى اِذَا قَضَى الصَّلٰوةَ وَانْتَظَرَ النَّاسُ تَسْلِيْمَهُ كَبَّرَ وَهُوَ
کھڑے ہوئے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ لوگ یہاں تک کہ جب نماز پڑھ چکے اور منتظر ہوئے لوگ پھرنے کے تکبیر کہی
جَالِسٌ فَسَجَدَ سَجْدَتَيْنِ قَبْلَ اَنْ يُّسَلِّمَ ثُمَّ سَلَّمَ. (صحيح البخاری و صحيح مسلم)
حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حالت میں کہ آپ بیٹھے تھے پس دو سجدے کیے سلام پھیرنے سے پہلے پھر سلام پھیرا۔

تشریح: یہ شوافع کا مستدل ہے کہ سجدہ سہو قبل السلام ہے چار جواب ماقبل کے یہاں بھی یاد رکھو۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ

عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَیْنٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ صَلّٰی بِهِمْ فَسَهَا فَسَجَدَ سَجْدَتَیْنِ ثُمَّ تَشَهَّدَ

حضرت عمران بن حصینؓ سے روایت ہے تحقیق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھائی لوگوں کو پھر بھول گئے پھر دو سجدے کیے پھر التحیات پڑھی

ثُمَّ سَلَّمَ رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ غَرِیْبٌ

پھر سلام پھیرا۔ روایت کیا اس کو ترمذی نے اور کہا یہ حدیث حسن غریب ہے۔

تشریح: یہ حدیث احناف کی دلیل ہے کہ سجدہ سہو کے بعد التحیات ہے۔

وَعَنِ الْمُغِیْرَةِ ابْنِ شُعْبَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا قَامَ الْاِمَامُ فِی الرَّکْعَتَیْنِ فَاِنْ

حضرت مغیرہ بن شعبہؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس وقت امام کھڑا ہو دو رکعت پڑھ کر اگر یاد آئے پہلے اس سے کہ

ذَکَرَ قَبْلَ اَنْ یَسْتَوِیَ قَائِمًا فَلْیَجْلِسْ وَاِنِ اسْتَوٰی قَائِمًا فَلَا یَجْلِسْ وَلْیَسْجُدْ سَجْدَتَیِ السَّهْوِ (ابوداؤد وغیرہ)

سیدھا کھڑا ہو پس چاہیے کہ بیٹھ جائے اور اگر سیدھا کھڑا ہو چکا تو نہ بیٹھے اور سجدے کرے دو سجدے سہو کے۔ روایت کیا اس کو ابوداؤد اور ابن ماجہ نے۔

تشریح: اس حدیث میں یہ مسئلہ مذکور ہے کہ جب دو رکعتوں کے بعد امام کھڑا ہو جائے اور اس کو یاد آ جائے تو کھڑا ہونے سے پہلے بیٹھ جائے اور اگر سیدھا کھڑا ہونے کے بعد یاد آئے تو پھر نہ بیٹھے اور آخیر میں سجدہ سہو کر لے۔ البتہ ہدایہ میں جو مسئلہ ہے وہ یہ ہے کہ اگر سیدھا کھڑا ہو جائے یا سیدھا کھڑا ہونے کے قریب ہو تو کھڑا ہو جائے۔ تو اس روایت کا مدلول اولیٰ ہے صاحب ہدایہ کے قول سے۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ

عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَیْنٍؓ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ صَلَّی الْعَصْرَ وَسَلَّمَ فِیْ ثَلٰثِ رَکَعٰتٍ

حضرت عمران بن حصینؓ سے روایت ہے تحقیق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عصر کی نماز پڑھائی اور تین رکعتوں میں سلام پھیرا پھر داخل ہوئے اپنے

ثُمَّ دَخَلَ مَنْزِلَهٗ فَقَامَ اِلَیْهِ رَجُلٌ یُقَالُ لَهُ الْخِرْبَاقُ وَکَانَ فِیْ یَدَیْهِ طُوْلٌ فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَذَکَرَ لَهٗ

گھر میں پس کھڑا ہوا انکی طرف ایک شخص اس کو خرباق کہتے تھے اور اس کے ہاتھوں میں درازی تھی پس کہا اس نے اے اللہ کے رسول پس ذکر کیا

صَنِیْعَهٗ فَخَرَجَ غَضْبَانَ یَجُرُّ رِدَآءَهٗ حَتّٰی انْتَهٰی اِلَی النَّاسِ فَقَالَ اَصَدَقَ هٰذَا قَالُوْا نَعَمْ فَصَلّٰی رَکْعَةً

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا کام حضرت صلی اللہ علیہ وسلم غصے میں نکلے اپنی چادر کھینچتے ہوئے جب لوگوں کے پاس پہنچے فرمایا

ثُمَّ سَلَّمَ ثُمَّ سَجَدَ سَجْدَتَیْنِ ثُمَّ سَلَّمَ. (صحیح مسلم)

کیا سچ کہتا ہے یہ صحابہؓ نے عرض کی ہاں پس پڑھی حضرت نے ایک رکعت پھر سلام پھیرا پھر دو سجدے کیے پھر سلام پھیرا۔ روایت کیا اس کو مسلم نے۔

تشریح: اس حدیث سے معلوم شدہ واقعے کے بارے میں شراح کے دو قول ہیں۔ (۱) یہ وہی واقعہ ہے جو حدیث ذوالیدین کا ہے۔ (۲) یہ دو الگ واقعات ہیں اس پر دو دلیلیں ہیں۔ (۱) وہاں دو رکعات کا ذکر ہے۔ یہاں تین رکعات کا ذکر ہے۔ (۲) محل وقوف نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اعتبار سے مخالفت ہے وہاں خشبہ معروفہ کا ذکر ہے اور یہاں گھر کا ذکر ہے کہ دخل منزلہ تو اس دوسری مخالفت کو تو اٹھایا جا سکتا ہے کہ دونوں کام تھے۔ یہ روایت مرسل صحابی کی قبیل سے ہے لیکن پہلی وجہ کا اٹھانا مشکل ہے اس لیے بعض نے کہا ہے کہ دونوں الگ الگ واقعات ہیں۔

وَعَنْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ صَلّٰى صَلاَةً

حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ سے روایت ہے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے جو شخص نماز پڑھے

يَشُكُّ فِي النُّقْصَانِ فَلْيُصَلِّ حَتّٰى يَشُكَّ فِي الزِّيَادَةِ. (رواه احمد بن حنبل)

کہ شک کرتا ہے کمی میں پس چاہئے کہ نماز پڑھے یہاں تک کہ شک کرے زیادتی میں۔ روایت کیا اس کو احمد نے۔

تشریح: حاصل حدیث:۔ فلیصل حتی یشک فی الزیادۃ یہ کنایہ ہے کہ بناء علی الاقل کی جائے یہ حکم اس وقت ہے کہ جب تحری سے کسی جانب کو ترجیح نہ ہو۔

بَابُ سُجُوْدِ الْقُرْاٰنِ

قرآن کے سجدوں کا بیان

سجود قرآن سے مراد سجود تلاوت ہیں (سجدہ تلاوت) باقی مناسبت یہ ہے کہ دونوں سجدہ ہونے میں شریک ہیں کہ پچھلے باب میں بھی سجدہ کا ذکر تھا اور اس میں بھی سجدہ کا ذکر ہے۔ اس کے ساتھ پانچ مسئلے متعلق ہیں۔ پہلا مسئلہ۔ سجدہ تلاوت کی کیفیت وفقہی حکم کیا ہے؟

احناف کے نزدیک سجدہ تلاوت واجب ہے باقی ائمہ ثلثہ کے نزدیک سنت ہے۔ احناف کہتے ہیں کہ آیات سجدہ تلاوت تین قسم پر ہیں۔ (۱) وہ آیات جن میں بصیغہ امر سجدہ تلاوت کا حکم دیا گیا جیسے ''واسجدو اقترب'' اور صیغہ امر وجوب میں آتا ہے کہ جب وجوب کے خلاف کوئی دلیل نہ ہو تو معلوم ہوا کہ سجدہ واجب ہے۔ (۲) وہ آیات جن میں کفار کے سجدہ نہ کرنے پر (سجدے سے انکار پر) مذمت کا بیان ہے اور ظاہر ہے کہ کفار کی مخالفت تو واجب ہوگی کفار کا انکار امر اباحت سے تو نہیں ہو سکتا بلکہ وجوب سے انکار تھا اس وجہ سے مذمت فرمائی۔ (۳) وہ آیات جن میں انبیاء کے سجدہ کرنے کا بیان ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حکم دیا گیا۔ ''فبھدا ھم اقتدہ'' تو جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان کی اقتدا کی وجہ سے سجدہ کرنے کا حکم دیا گیا تو ہمیں تو بطریق اولیٰ ان کی موافقت میں اقتدار کا حکم ہے۔ نیز ماقبل میں ایک حدیث گزری ہے جس میں یہ بات مذکور ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سجدہ تلاوت کیا تو شیطان اس پر رونے لگا۔ ہائے افسوس اور کہنے لگا امر ابن آدم کہ ابن آدم کو اللہ نے حکم دیا سجدہ کا اس نے سجدہ کیا اور اس کا انجام جنت ہوا۔ اور مجھے سجدہ کا حکم ہوا میں نے انکار کیا اور میرا انجام جہنم ہوا۔

سوال: شیطان کی کلام سے استدلال کیسے؟ جواب ہم نے استدلال اس لئے کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو ذکر کیا تو یہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تقریر ہوئی۔

اور نیز قیاس کا مقتضی بھی یہی ہے کہ سجدہ تلاوت کو واجب قرار دیں۔ اس لئے کہ واجب کی صورت میں سنت پر بھی عمل ہو جائے گا۔

باقی آئمہ کی دلیل۔ وہ احادیث جن میں یہ بات مذکور ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے آیت سجدہ تلاوت کی گئی مگر سجدہ تلاوت نہیں کیا گیا۔

مثلاً حدیث زید بن ثابتؓ۔ قال قرأت علی رسول اللہ صلعم والنجم فلم یسجد فیھا۔ جواب اس حدیث سے صرف اتنا معلوم ہوا کہ فی الحال فی الفور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سجدہ نہیں کیا۔ تو یہ مسئلہ بتلانے کیلئے فی الفور نہ کیا کہ فی الفور کرنا واجب نہیں۔ تاخیر کے تو بیان جواز کیلئے ایسا کیا۔ اس سے یہ لازم تو نہیں آتا کہ بالکل ہی نہ کیا ہو۔ یا کسی عذر کی وجہ سے اس وقت سجدہ نہ کیا جو مثلاً وضو نہ ہونے کی وجہ سے۔

دوسرا مسئلہ: یہ بات مفصلات میں سجدے کئے یا نہیں۔ مفصلات سے مراد سورہ نجم، سورہ اذا السماء انشقت، سورہ اقراء (العلق) مفصلات اس وجہ سے کہتے ہیں کہ کثرت سے ایک آیت سے دوسری آیت کے درمیان ان میں فواصل ہیں۔ جمہور کے نزدیک آیات مفصلات میں سجدے ثابت ہیں اور مالکیہ کے نزدیک ثابت نہیں۔ احناف کی دلیل۔ حدیث ابن عباسؓ۔ سورہ النجم میں سجدہ کیا۔ عن ابن عباسؓ قال سجد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بالنجم 'مسجد معہ' مسلمون الخ۔ عن ابی ہریرۃؓ قال سجد نا

مع النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فی اذا لسماء انشقت واقرأباسم الخ۔

تو ان دونوں حدیثوں سے معلوم ہوا کہ مفصلات میں سجدہ ثابت ہے۔ مالکیہ کی دلیل: عن زید بن ثابتؓ کی روایت کہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے حضرت زید بن ثابتؓ نے سورۃ النجم تلاوت کی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سجدہ نہیں کیا اور حدیث ابن عباسؓ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم لم یسجد فی شیء من المفصل منذتحول الی المدینۃ. کہ حضرت ابن عباس کہتے ہیں کہ مفصلات میں سے کسی میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سجدہ نہیں کیا جب کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ کی طرف آئے۔ (یعنی بعد الہجرت)

جواب: حدیث زید بن ثابتؓ کا تو وہی جواب ہے کہ جو ماقبل میں گزر چکا ہے: یعنی لم یسجد فی الحال سجدہ نہیں کیا اس مسئلے کو بتلانے کے لیے کہ تاخیر جائز ہے یا اور مصلحت کی وجہ سے عذر کی وجہ سے سجدہ نہیں کیا۔ مثلاً وضو نہیں تھا۔ (۲) مالکیہ کے نزدیک سامع پر سجدہ تلاوت تب واجب ہوتا ہے جب کہ قاری سجدہ کرے تو جب قاری حضرت زید بن ثابتؓ تھے تو انہوں نے نہیں کیا اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی نہیں کیا۔

اور حدیث ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جوابات: جواب-۱: حضرت ابن عباسؓ کے نہ دیکھنے سے یہ کہاں لازم آ گیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سجدہ کیا ہی نہیں۔ جواب-۲: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں سجدنا مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم یہ سن ۷ ہجری میں مسلمان ہوئے یہ کہہ رہے ہیں کہ ہم نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سجدہ کیا تو زیادہ سے زیادہ دونوں میں تعارض ہو گیا۔ (مثبت اور نافی میں) تو تعارض کے وقت مثبت اور نافی میں سے ترجیح مثبت کو ہوتی ہے۔ جواب-۳: یہ روایت سند کے اعتبار سے پہلی حدیثوں کا معارض بننے کی صلاحیت نہیں رکھتی۔ حاشیہ نصیریہ میں اس کی تفصیل مذکور ہے اس میں ایک راوی ابن قدامہ ہیں وہ متکلم فیہ ہیں۔ نیز ابن عباسؓ کی روایتوں میں بھی تو تعارض ہے تو لہٰذا مثبت کو ترجیح ہوگی۔ مالکیہ کہتے ہیں کہ یہ پہلے کا قصہ ہے۔ جواب: یہ پہلے کا قصہ ہے یا بعد کا اس پر کوئی دلیل نہیں اگر ہو بھی تو حدیث ابو ہریرہؓ تو بعد کی ہے یہ تو سن ۷ ہجری میں مسلمان ہوئے تھے۔

جواب-۴: نیز قیاس کا مقتضیٰ بھی یہی ہے کہ مفصلات میں سجدہ واجب ہونا چاہیے اس لیے کہ اگر واقع کے مطابق ان میں سجدہ ہوا اور آپ نے نہ کیا تو جمہور احناف کے نزدیک تارک واجب ہوئے اور اگر حقیقت میں نہیں تھا اور آپ نے کر لیا تو کونسا گناہ ہے سجدہ شکر ہی کیا۔

تیسرا مسئلہ: سورۃ ص کا سجدہ ثابت ہے یا نہیں؟ احناف مالکیہ اور حنابلہ کا مذہب ہے کہ سورۃ ص کا سجدہ ثابت ہے۔ شوافع کہتے ہیں ثابت نہیں۔

جمہور کی دلیل فصل اول کی پانچویں حدیث ابن عباسؓ وقد رأیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم یسجدفیھا وفی روایۃ قال مجاھد الخ. حضرت ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو سورۃ ص میں سجدہ کرتے ہوئے دیکھا۔ نیز بعد والی کلام بھی اسی پر دال ہے کہ حضرت مجاہد کہتے ہیں کہ میں نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سورۃ ص میں سجدہ کے متعلق پوچھا تو انہوں نے سوال کے جواب میں یہ آیت تلاوت فرمائی: فبھدا ھم اقتدہ فقال نبیکم (یہ اس لیے فرمایا تا کہ امتثال امر پر آمادگی پیدا ہو) تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس پر مامور ہیں تو تم تو بطریق اولیٰ مامور ہو گے۔ پس معلوم ہوا کہ سورۃ ص کا سجدہ ثابت ہے باقی شوافع کی دلیل یہی حدیث ابن عباسؓ ہے اس کا ابتدائی حصہ قال سجدۃ ص لیس من عزائم السجود.

احناف کی طرف سے اس کے جوابات

جواب-۱: اگر تمہاری بات اسی طرح مان بھی لیں تو ابن عباسؓ کی اگلی کلام کو کیا کرو گے وہ تو اس سے زیادہ سجدہ سورۃ ص کے ثابت ہونے پر بتاکید دلالت کرتی ہے۔ لیس من عزائم السجود کا مطلب یہ ہے کہ یہ ان میں سے نہیں ہے جس کا ابتداء بصیغہ امر حکم ہوا ہو بلکہ ابتداء حضرت داؤد علیہ السلام نے سجدہ توبہ کیا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بطور شکر کے ادا کیا تو سجدہ شکر بھی اور سجدہ تلاوت بھی ہو تو کیا منافات ہے؟ کوئی نہیں۔

جواب-۲: جو کہ بین السطور لکھا ہے کہ من عزائم سے مراد من الفرائض ہے یعنی یہ سجدہ فرائض میں سے نہیں ہے اور اس بات کے ہم بھی قائل ہیں کہ یہ فرائض میں سے نہیں ہے بلکہ واجب ہے (لیکن واجب بھی تو عمل میں فرض کی طرح ہے)

جواب-۳: یہ ابن عباسؓ کا اجتہاد ہے۔ایک طرف ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اجتہاد ہے اور دوسری طرف نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فعل ہے اور نیز ابن عباسؓ کی کلام میں بھی تعارض پایا جاتا ہے تو کس کو ترجیح ہوگی؟ ظاہر ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل کو ترجیح ہوگی۔

جواب-۴: لیس من عزائم السجود. یہ خاص اصطلاح ہے۔ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے چار سجدوں کو عزائم سجود قرار دیا۔

(۱) حٰم سجدہ (۲) الم تنزیل (۳) نجم (۴) اقرأ۔ عزائم سجود یعنی وہ سجود جن کا وجوب اعلیٰ قسم کا ہے تو لیس من عزائم السجود کا مطلب یہ ہے کہ سورۃ صٓ کا سجدہ ان چار سجدوں میں سے نہیں جن کو عزائم سجود قرار دیا گیا ہے یعنی ان واجبات میں سے نہیں جن کا وجوب اعلیٰ درجے کا ہے تو اس میں کیا استحالہ ہے اعلیٰ درجے کا وجوب نہ ہو اور نفس وجوب ہو تو وجوب وجوب میں فرق ہوتا رہتا ہے۔ مثلاً نماز کے اندر سورۃ فاتحہ کی قرأۃ بھی واجب اور قرأت القرآن بھی واجب لیکن وجوب وجوب میں فرق ہے۔فاتحہ کی قرأت کا وجوب اعلیٰ درجے کا ہے اور نفس قرأت کا وجوب کم درجے کا ہے اور نیز قیاس کا مقتضیٰ بھی یہی ہے کہ واجب ہو۔دوسرے سجود پر قیاس کرتے ہوئے باقی اس میں اختلاف ہے کہ سورۃ صٓ کا سجدہ کرنا کہاں ہے احناف کا راجح قول یہ ہے کہ ''وحسن مآب پر'' ہونا چاہیے باقیوں کے نزدیک خر راکعاً واناب پر۔قرآن مجید میں اگرچہ علامت خر راکعاً و اناب پر لگی ہوئی ہے لیکن صحیح وراجح یہ ہے کہ وحسن مآب پر ہونا چاہیے۔نیز احتیاط کا مقتضیٰ بھی یہی ہے کیونکہ اگر واقع کے اندر اگر خر راکعاً و اناب پر سجدہ ہو اور آپ نے لزلفی و حسن مآب پر کرلیا تو سجدہ تلاوت ادا ہو جائے گا کوئی زیادہ تاخیر نہیں ہوگی اور اگر واقع کے اندر و حسن مآب پر ہو اور سجدہ خر راکعا واناب پر کرلیا تو ابھی تو سجدہ واجب ہی نہیں ہوا تو اس صورت میں قبل از وجوب سجدہ کرنا لازم آئے گا اور یہ صحیح نہیں ہے۔

چوتھا مسئلہ: سورۃ الحج کا دوسرا سجدہ سجدہ تلاوت ہے یا نہیں؟ احناف مالکیہ کا مذہب یہ ہے کہ یہ دوسرا سجدہ سجدہ تلاوت نہیں بلکہ سجدہ صلوٰتیہ ہے۔شوافع وحنابلہ کے نزدیک دونوں سجدے سجدہ تلاوت ہیں۔

احناف ومالکیہ کی دلیل: قرآن کا اسلوب یہ ہے کہ جہاں سجدہ کے ساتھ رکوع کا بھی ذکر آئے تو وہاں سجدہ سے مراد سجدہ صلوٰتیہ مراد ہوتا ہے جیسے واسجدی وارکعی یہاں سجدہ صلوٰتیہ مراد ہے اور اسی طرح یہاں دوسرے مقام پر بھی سجدہ کے ساتھ رکوع کا ذکر ہے۔یایھا الذین امنوا ارکعوا واسجدوا الخ تو لہٰذا یہاں بھی سجدہ صلوٰتیہ مراد ہوگا۔

شوافع اور حنابلہ کا مستدل فصل ثانی کی دوسری حدیث حدیث عقبہ بن عامرؓ ہے: فضلت سورة الحج بان فيها سجدتين قال نعم. اس حدیث میں ہے کہ حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ کیا سورۃ الحج کی فضیلت دوسری سورتوں پر اس وجہ سے ہے کہ اس میں دو سجدے ہیں تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں اسی وجہ سے ہے اور آگے فرمایا جس نے ان کا سجدہ نہ کیا گویا اس نے تلاوت ہی نہیں کی۔اس کے دو مطلب ہیں یا تو ان دونوں آیتوں کی تلاوت نہیں کی یا پوری سورۃ کی تلاوت نہیں۔ شوافع کہتے ہیں بتلاؤ اس میں کیا ہے؟ اس میں تو کہا گیا کہ جس نے سجدہ نہیں کیا تو اس نے لا یقرھما تو اس سے معلوم ہوا کہ دوسرا سجدہ بھی سجدہ تلاوت ہے۔جواب-۱: جناب ہم دونوں سجدے کرتے ہیں پہلا سجدہ سجدہ تلاوت ہونے کی حیثیت سے اور دوسرا سجدہ سجدہ صلوٰتیہ ہونے کی حیثیت سے تو دوسرے سجدہ سے مراد سجدہ صلوٰتیہ ہے۔

جواب-۲: جو کہ کتاب میں مذکور ہے وقال هذا حديث ليس اسناده بالقوى. (یہ محدثانہ شان ہے) حالانکہ یہ احناف کے خلاف تھی۔

پانچواں مسئلہ: سجدہ تلاوت کی تعداد کیا ہے؟ احناف اور شوافع اس پر متفق ہیں کہ سجدہ تلاوت ۱۴ ہیں لیکن اس میں اختلاف ہوگیا کہ چودہواں سجدہ کونسا ہے؟ احناف کے نزدیک ایک سورۃ صٓ کا ہے اور سورۃ الحج کا دوسرا سجدہ نہیں ہے اور شوافع کے نزدیک سورۃ الحج کا دوسرا سجدہ ہے

اور سورۃ صٓ کا نہیں ہے مالکیہ کے نزدیک گیارہ ہیں کیونکہ ان کے نزدیک مفصلات کے سجدے نہیں ہیں اور باقی سب ہیں۔ سورۃ الحج کا دوسرا بھی نہیں اور حنابلہ کے نزدیک پندرہ ہیں کیونکہ ان کے نزدیک مفصلات کے بھی سجدے ہیں اور سورۃ الحج کا بھی دوسرا سجدہ ہے اور سورۃ صٓ کا بھی ہے تو مختلف فیہ سجدے پانچ ہیں۔ سورہ صٓ کا سجدہ، مفصلات کے تین سجدے اور سورۃ الحج کا دوسرا سجدہ اور اجماعی دس سجدے میں ہیں۔

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْهُمَا قَالَ سَجَدَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِالنَّجْمِ وَسَجَدَ مَعَهُ
حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سورہ نجم میں سجدہ کیا اور مسلمانوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ
الْمُسْلِمُوْنَ وَ الْمُشْرِكُوْنَ وَالْجِنُّ وَالْاِنْسُ. (صحیح البخاری)
سجدہ کیا اور مشرکوں نے اور جنوں نے اور آدمیوں نے روایت کیا اس کو بخاری نے۔

تشریح: قوله الانس یہ تخصیص کے بعد تعمیم ہے باقی اس حدیث میں آیا مشرکین نے بھی سجدہ کیا۔ چلو مسلمانوں کا سجدہ اتباع نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے تھا مشرکین کا سجدہ کس کی وجہ سے تھا؟

جواب-۱: جو کہ جلالین میں گزر چکا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اس آیت کریمہ کی تلاوت فرمائی افرأیتم الات والعزیٰ تو آپ کی زبان سے نکلا تلک الغرانیق العُلیٰ ان شفاعتهن لترتجیٰ تو مشرکین خوش ہوگئے کہ آج تو ہمارے بتوں کی مدح کردی تو اس خوشی کی وجہ سے انہوں نے سجدہ کیا یہاں وہی سجدہ مراد ہے۔

جواب-۲: صحیح یہ ہے کہ آیت سجدہ کی تلاوت کے وقت حق جل شانہ کی خاص تجلی کا اظہار ہوا جس کی وجہ سے کفار مغلوب الحال ہو کر غیر اختیاری طور پر سجدے میں گر پڑے جس طرح انسان کی فطرت یہ ہے کہ وہ شر سے متاثر ہوتی ہے اسی طرح خیر سے بھی متاثر ہوتی ہے تو یہ خیر سے متاثر ہو کر انہوں نے سجدہ کیا۔

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَؓ قَالَ سَجَدْنَا مَعَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِیْ اِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ وَاقْرَاْ
حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہا ہم نے سجدہ کیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سورہ اذا السماء انشقت اور اقراء
بِاسْمِ رَبِّكَ. (صحیح مسلم)
باسم ربک میں۔ روایت کیا اس کو مسلم نے۔

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَؓ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقْرَاُ السَّجْدَةَ وَنَحْنُ عِنْدَهُ فَیَسْجُدُ
حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے پڑھتے سجدہ اور ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک ہوتے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سجدہ کرتے اور
وَنَسْجُدُ مَعَهُ فَنَزْدَحِمُ حَتّٰی مَا یَجِدُ اَحَدُنَا لِجَبْهَتِهٖ مَوْضِعًا یَسْجُدُ عَلَیْهِ. (صحیح البخاری و صحیح مسلم)
ہم بھی سجدہ کرتے آپ صلی اللہ کے ساتھ ہم ازدحام کرتے یہاں تک کہ نہ پاتا بعض ہمارا واسطے پیشانی اپنی کے جگہ کہ اس پر سجدہ کرے۔ بخاری اور مسلم کی روایت ہے۔

تشریح: مطلب یہ ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سجدہ کی کوئی آیت تلاوت فرماتے تو اس موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سجدہ کرنے کے لئے اتنے زیادہ لوگوں کا ہجوم ہو جاتا تھا کہ جگہ کی تنگی کی وجہ سے بعض لوگوں کو تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سجدہ کرنا بھی نصیب نہ ہوتا تھا اور وہ پھر بعد میں سجدہ کرتے تھے۔

یہ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ سجدہ تلاوت واجب ہے کیونکہ تلاوت کا سجدہ واجب نہ ہوتا تو لوگ اتنا زیادہ اہتمام اژدہام کیوں کرتے۔

ایسے موقع پر جب کہ تلاوت کرنے والے کے پاس لوگ بیٹھے ہوں اور اس کی تلاوت سن رہے ہوں تو سجدہ کی کوئی آیت پڑھنے کے بعد سجدہ کرنے کے سلسلے میں سنت یہ ہے کہ تلاوت کرنے والا شخص آگے ہو جائے اور تلاوت سننے والے اس کے پیچھے ہو کر صف باندھیں اس طرح سب لوگ سجدہ کرلیں۔ یہ اقتداء صورۃ ہے حقیقۃ اقتداء نہیں ہے۔

وَعَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍؓ قَالَ قَرَأْتُ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالنَّجْمِ فَلَمْ يَسْجُدْ فِيْهَا.

حضرت زید بن ثابتؓ سے روایت ہے کہا کہ میں نے سورہ نجم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر پڑھی پس نہ سجدہ کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں روایت کیا اس کو بخاری مسلم نے۔

تشریح: حضرت امام شافعیؒ کی جانب سے تو یہ کہا جاتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس موقع پر سورہ نجم میں سجدہ بیان جواز کیلئے نہیں کیا حضرت امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ چونکہ مفصل میں سجدہ نہیں ہے اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سجدہ نہیں کیا اور حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ کی طرف سے اس حدیث کی توجیہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس موقعہ پر سجدہ یا تو اس لئے نہیں کیا کہ اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم باوضو نہیں تھے۔ یا یہ کہ وہ وقت کراہت تھا یا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سجدہ اس لئے ترک کیا تا کہ لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ سجدہ تلاوت فرض نہیں ہے۔ ان چیزوں کے علاوہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ چونکہ سجدہ تلاوت فی الفور واجب نہیں ہے اس لئے ہو سکتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت تو سجدہ نہ کیا ہو البتہ بعد میں کسی وقت کر لیا ہو۔ لہٰذا اس سے کوئی شخص یہ نہ سمجھے کہ سورہ نجم کا سجدہ تلاوت واجب نہیں ہے کیونکہ اس سے پہلے ایک حدیث میں صراحت کے ساتھ گزر چکا ہے کہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اور دوسرے لوگوں نے بھی سورہ نجم کا سجدہ کیا تھا۔ (صحیح البخاری وغیرہ)

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ قَالَ سَجْدَةُ صٓ لَيْسَ مِنْ عَزَآئِمِ السُّجُوْدِ وَقَدْ رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہا کہ سورہ ص کا سجدہ بہت تاکیدی سجدوں میں سے نہیں اور دیکھا میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کہ اس میں سجدہ کرتے تھے اور ایک

يَسْجُدُ فِيْهَا وَفِيْ رِوَايَةٍ قَالَ مُجَاهِدٌ قُلْتُ لِابْنِ عَبَّاسٍ ءَ اَسْجُدُ فِيْ صٓ فَقَرَأَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِهٖ دَاوٗدَ وَسُلَيْمَانَ

روایت میں ہے کہ مجاہد نے کہا کہ میں نے ابن عباسؓ کو کہا کیا سجدہ کروں میں ص انہوں نے یہ آیت پڑھی اولاد نوحؑ سے داؤدؑ اور سلیمانؑ یہاں تک کہ آئے اللہ تعالیٰ کے اس

حَتّٰى اَتٰى فَبِهُدٰىهُمُ اقْتَدِهْ فَقَالَ نَبِيُّكُمْ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِمَّنْ اُمِرَ اَنْ يَّقْتَدِيَ بِهِمْ. (صحیح البخاری)

قول تک ان کے طریقے کی پیروی کی۔ ابن عباسؓ نے کہا کہ تمہارے نبی ان لوگوں میں سے ہیں کہ حکم کئے گئے ان انبیاء کی پیروی کریں۔ روایت کیا اس کو بخاری نے۔

تشریح: قوله ليس من عزآئم السجود. بہت تاکیدی سجدوں میں سے نہیں کا مطلب فقہ حنفی کی رو سے یہ ہے کہ سجدہ فرائض میں سے نہیں ہے بلکہ واجبات تلاوت میں سے ہے۔

علماء لکھتے ہیں کہ سورہ ص میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا سجدہ کرنا حضرت داؤد علیہ السلام کی موافقت اور ان کی توبہ کی قبولیت کے شکر کے طور پر تھا۔ حضرت ابن عباسؓ نے حضرت مجاہدؒ کے سوال کے جواب میں پہلے آیت پڑھی جس سے اس بات کی دلیل دینا مقصود تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان لوگوں میں سے ہیں کہ جنہیں سابقہ انبیاء کی پیروی کا حکم دیا گیا ہے۔ لہٰذا حضرت ابن عباسؓ کے جواب کا مطلب یہ ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی پیروی کا حکم دیا گیا ہے تو تمہیں بطریق اولیٰ ان کی پیروی کرنی چاہئے یعنی جب حضرت داؤد علیہ السلام نے سجدہ کیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ان کی موافقت و پیروی میں سجدہ کیا تو ہم کو چاہئے کہ ہم بھی سجدہ کریں۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِيْ

عَنْ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ قَالَ اَقْرَأَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَمْسَ عَشْرَةَ سَجْدَةً فِي الْقُرْاٰنِ

حضرت عمر بن عاصؓ سے روایت ہے کہا کہ پڑھائے مجھ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پندرہ سجدے قرآن میں

مِنهَا ثلاثٌ فِي الْمُفَصَّلِ وَفِي سُورَةِ الْحَجِّ سَجْدَتَيْنِ. (رواه ابوداؤد و ابن ماجة)

تین مفصل میں ہیں اور سورہ حج میں ہیں دو سجدے روایت کیا اس کو ابوداؤد اور ابن ماجہ نے۔

وَعَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ فُضِّلَتْ سُورَةُ الْحَجِّ بِأَنَّ فِيهَا سَجْدَتَيْنِ قَالَ نَعَمْ وَمَنْ لَمْ يَسْجُدْ هُمَا فَلَا يَقْرَأْهُمَا رَوَاهُ أَبُودَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيثٌ لَيْسَ إِسْنَادُهُ بِالْقَوِيِّ وَفِي الْمَصَابِيحِ فَلَا يَقْرَأْهَا كَمَا فِي شَرْحِ السُّنَّةِ. (رواه ابوداؤد، الترمذی)

حضرت عقبہ بن عامرؓ سے روایت ہے کہا کہ میں نے کہا اے اللہ کے رسول بزرگی دی گئی سورہ حج دو سجدوں کے سبب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں پس جو دو سجدے نہ کرے پس نہ پڑھے ان دونوں آیتوں کو۔ روایت کیا اس کو ابوداؤد نے اور ترمذی نے اور کہا اس کی سند قوی نہیں ہے اور مصابیح میں یہ الفاظ ہیں کہ نہ پڑھے اس سورہ کو جیسا کہ شرح السنہ میں ہے۔

تشریح: مشکوۃ کے ایک دوسرے صحیح نسخہ میں بجائے فلا یقراھما کے فلم یقراھا کے الفاظ ہیں اس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے معنی یہ ہوں گے کہ جس نے وہ دونوں سجدے نہ کئے گویا اس نے انہیں پڑھا ہی نہیں یعنی جب اس نے آیت کے تقاضا پر عمل نہ کیا تو اس کا پڑھنا نہ پڑھنا دونوں برابر ہے۔ جیسا کہ پہلے بتایا جاچکا ہے کہ سورہ حج کا دوسرا سجدہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ کے نزدیک واجب نہیں ہے وہ فرماتے ہیں کہ وہ سجدہ نماز کا ہے کیونکہ وہاں لفظ ''ارکعوا'' کا مذکور ہونا اس بات کا قرینہ ہے۔ امام ترمذیؒ نے آخر میں ھذا حدیث لیس اسنادہ بالقوی کہہ کر اس طرف اشارہ کیا ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے۔

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَجَدَ فِي صَلٰوةِ الظُّهْرِ ثُمَّ قَامَ فَرَكَعَ فَرَأَوْا أَنَّهُ قَرَأَ تَنْزِيْلَ السَّجْدَةِ. (رواه ابوداؤد)

حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے تحقیق نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز ظہر میں سجدہ کیا پھر کھڑے ہوئے اور پھر رکوع کیا گمان کیا کہ تحقیق حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے الم تنزیل السجدہ پڑھی۔ روایت کیا اس کو ابوداؤد نے۔

تشریح: سری نمازوں میں سجدہ تلاوت کرنا عندالاحناف مکروہ ہے کیونکہ اس میں مقتدیوں کو تشویش میں ڈالنا ہے امام کھڑے کھڑے جب سجدہ میں جائے تو فوراً پچھلے مقتدی بول پڑیں گے سبحان اللہ سبحان اللہ۔ یہ خیال کرتے ہوئے کہ امام بھول گیا ہے باقی اس حدیث میں آیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر کی نماز میں سجدہ تلاوت کیا۔ اس حدیث کا جواب: بیان جواز کے لیے کیا باقی اصل یہ حدیث نہیں بلکہ ماقبل کے اندر ایک حدیث ابوسعید ص ۷۹ ج ۱ مشکوۃ باب القرأت فی الصلوۃ گزری ہے۔ جس میں یہ بات مذکور ہے کہ صحابہؓ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قرأت ظہر کا اندازہ لگایا تو وہ الٓم تنزیل کی مقدار کا تھا تو اس سے انہوں نے سمجھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سجدہ تلاوت بھی کیا ہے۔

وَعَنْهُ أَنَّهُ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ عَلَيْنَا الْقُرْاٰنَ فَإِذَا مَرَّ بِالسَّجْدَةِ كَبَّرَ وَسَجَدْنَا مَعَهُ. (رواه ابوداؤد)

اسیؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم پر قرآن پڑھتے جب گزرتے سجدے کی آیت سے اللہ اکبر کہتے اور سجدہ کرتے اور ہم سب سجدہ کرتے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ۔ روایت کیا اس کو ابوداؤد نے۔

تشریح: حاصل حدیث:۔ سجدہ تلاوت کرنے کے لیے ایک ہی تکبیر ہے تشہد وسلام وغیرہ نہیں ہے اور یہ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ سجدہ تلاوت کے لئے تکبیر صرف سجدہ میں جاتے وقت کہنی چاہئے۔ امام ابوحنیفہؒ کا اس پر عمل ہے۔

وَعَنْهُ اَنَّهُ قَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَرَأَ عَامَ الْفَتْحِ سَجْدَةً فَسَجَدَ النَّاسُ كُلُّهُمْ مِنْهُمْ

اسیؓ سے روایت ہے تحقیق کہا اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے سال سجدہ کی آیت پڑھی سجدہ کیا سب لوگوں نے

الرَّاكِبُ وَالسَّاجِدُ عَلَى الْاَرْضِ حَتّٰى اَنَّ الرَّاكِبَ لَيَسْجُدُ عَلٰى يَدِهٖ. (رواہ ابوداؤد)

اور بعض سجدہ کرنے والے سوار تھے اور بعض سجدہ کرنے والے زمین میں یہاں تک کہ سوار کرتا تھا اپنے ہاتھوں پر۔ روایت کیا اس کو ابوداؤد نے۔

تشریح: یہ دلیل ہے اس بات پر سجدہ تلاوت واجب ہے اس لیے کہ اگر واجب نہ ہوتا تو سجدے کا اتنا اہتمام نہ ہوتا کہ جہاں کہیں کوئی ہے وہیں سجدہ کر رہا ہے جو سوار ہیں وہ سواری پر سجدہ کر رہے ہیں باقی سجدہ سواری پر کیوں تھا۔ وجوب تو اس حالت میں ہوا تھا جیسے وجوب ہوا ویسے ہی ادا کر دیا۔ ''سواریوں والے اپنے ہاتھ ہی پر سجدہ کرتے تھے'' کا مطلب یہ ہے کہ جو لوگ اپنی سواریوں مثلاً گھوڑے وغیرہ پر بیٹھے ہوئے تھے وہ اپنے ہاتھوں کو زین وغیرہ پر رکھ کر ان پر سجدہ کرتے تھے اس طرح انہیں حالت سجدہ میں زمین کی سی سختی حاصل ہو جاتی تھی۔ حضرت ابن ملکؒ فرماتے ہیں کہ اس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ اگر کوئی شخص گردن جھکا کر اپنے ہاتھوں پر سجدہ کرے تو اس کا سجدہ جائز ہو جائے گا اور یہی قول حضرت امام ابو حنیفہؒ کا ہے البتہ حضرت امام شافعیؒ کا یہ قول نہیں ہے۔ ابن ملکؒ نے حضرت امام اعظمؒ کا جو یہ قول ذکر کیا ہے یہ ان کے مسلک میں غیر مشہور ہے چنانچہ شرح منیہ میں لکھا ہے کہ اگر کوئی شخص ہجوم و اژدہام کی وجہ سے اپنی ران پر سجدہ کر لے تو جائز ہوگا اسی طرح ران کے علاوہ کسی دوسرے عضو پر بھی سجدہ کرنا جائز ہے جب کہ اسے کوئی ایسا عذر پیش ہو جو سجدہ کرنے سے مانع ہو بغیر عذر ایسا کرنا جائز نہ ہوگا نیز اگر کوئی شخص اپنا ہاتھ زمین پر رکھ کر اس پر سجدہ کرلے تو اگر چہ اسے کوئی عذر نہ ہو یہ جائز ہے مگر مکروہ ہوگا۔ ابن ہمام نے لکھا ہے کہ اگر کوئی شخص بیمار ہو سجدہ کی کوئی آیت پڑھے اور سجدہ کرنے پر قادر نہ ہو تو اسے سجدہ کا اشارہ کر لینا کافی ہوگا۔

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَسْجُدْ فِي شَيْءٍ مِنَ الْمُفَصَّلِ مُنْذُ تَحَوَّلَ

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے تحقیق نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں سجدہ کیا مفصل کی سورتوں میں جب سے کہ پھرے

اِلَى الْمَدِيْنَةِ. (رواہ ابوداؤد)

مدینہ کی طرف۔ روایت کیا اس کو ابوداؤد نے۔

وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ فِي سُجُوْدِ الْقُرْاٰنِ بِاللَّيْلِ سَجَدَ

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہتے تھے قرآن کے سجدوں میں رات کو سجدہ کیا منہ میرے نے واسطے

وَجْهِيَ لِلَّذِيْ خَلَقَهٗ وَشَقَّ سَمْعَهٗ وَبَصَرَهٗ بِحَوْلِهٖ وَقُوَّتِهٖ رَوَاهُ اَبُوْدَاؤدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَالنَّسَائِيُّ وَقَالَ

اس کے کہ جس نے پیدا کیا اس کو اور اس کے کان بنائے اور آنکھیں اس کی اپنی قدرت اور اپنی قوت کے ساتھ۔ روایت کیا اس کو ابوداؤد اور

التِّرْمِذِيُّ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ.

ترمذی اور نسائی نے اور کہا ترمذی نے یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تشریح: وعن عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا: یہ دعا نوافل میں عمل میں یا ویسے سجدہ تلاوت میں عمل میں لائی جاسکتی ہے فرائض میں نہیں۔

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ رَاَيْتُنِي اللَّيْلَةَ

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہا آیا ایک آدمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اور کہا اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم آج کی رات

وَاَنَا نَائِمٌ كَاَنِّيْ اُصَلِّيْ خَلْفَ شَجَرَةٍ فَسَجَدْتُ فَسَجَدَتِ الشَّجَرَةُ لِسُجُوْدِيْ فَسَمِعْتُهَا تَقُوْلُ اللّٰهُمَّ

میں نے اپنے آپ کو دیکھا اس حال میں کہ میں سوتا تھا گویا کہ میں نماز پڑھتا ہوں ایک درخت کے پیچھے پس سجدہ کیا میں نے پھر سجدہ کیا درخت

اُكْتُبْ لِي بِهَا عِنْدَكَ اَجْرًا وَضَعْ عَنِّي بِهَا وِزْرًا وَاجْعَلْهَا لِي عِنْدَكَ ذُخْرًا وَّ تَقَبَّلْهَا مِنِّي كَمَا
نے میرے سجدہ کے وقت اس درخت سے سنا کہتا تھا یا اللہ لکھ میرے لئے اس سجدے کے سبب اپنے پاس ثواب اور دور کر اس کے سبب گناہ اور
تَقَبَّلْتَهَا مِنْ عَبْدِكَ دَاوٗدَ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ فَقَرَأَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَجْدَةً ثُمَّ سَجَدَ فَسَمِعْتُهٗ
اس کو میرے لئے اپنے پاس ذخیرہ کر اور قبول کر اس کو مجھ سے جیسے قبول کیا تو نے اپنے بندے داؤدؑ سے ابن عباسؓ نے کہا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے
وَهُوَ يَقُولُ مِثْلَ مَا اَخْبَرَهُ الرَّجُلُ عَنْ قَوْلِ الشَّجَرَةِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ اِلَّا اَنَّهٗ لَمْ يَذْكُرْ وَتَقَبَّلْهَا
سجدہ کی ایک آیت پڑھی پھر سجدہ کیا سنا میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کہ فرماتے تھے مثل اس چیز کے کہ خبر دی تھی ان کو اس شخص نے درخت کے قول
كَمَا تَقَبَّلْتَهَا مِنْ عَبْدِكَ دَاوٗدَ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ. (جامع ترمذی)
سے روایت کیا اس کو ترمذی اور ابن ماجہ نے مگر ابن ماجہ نے یہ لفظ ذکر نہیں کئے تقبلہا منی کما تقبلتہا من عبدک داؤد ترمذی نے کہا یہ حدیث غریب ہے

تشریح: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو وہی کلمات کہے اس سے مقصود خواب کی تعبیر بتلانا تھی۔ اس حدیث کی بناء پر علماء نے لکھا ہے کہ اگر خواب میں اچھا کام کرتا دیکھے تو بیداری میں بھی اس کو کرے۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ

عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍؓ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَرَأَ (وَالنَّجْمِ) فَسَجَدَ فِيهَا وَسَجَدَ مَنْ كَانَ مَعَهٗ
حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سورہ نجم پڑھی پھر سجدہ کیا اس میں اور سجدہ کیا ان لوگوں نے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔ مگر
غَيْرَ اَنَّ شَيْخًا مِنْ قُرَيْشٍ اَخَذَ كَفًّا مِنْ حَصًى اَوْ تُرَابٍ فَرَفَعَهٗ اِلٰى جَبْهَتِهٖ وَقَالَ يَكْفِيْنِي هٰذَا قَالَ
ایک بوڑھا قریش سے پکڑی اس نے مٹھی کنکریوں سے یا مٹی سے اس کو پیشانی کی طرف اٹھایا اور کہا کافی ہے مجھ کو یہ عبداللہ ابن مسعودؓ نے کہا تحقیق دیکھا میں نے
عَبْدُ اللّٰهِ فَلَقَدْ رَاَيْتُهٗ بَعْدُ قُتِلَ كَافِرًا (متفق علیہ). وَزَادَ الْبُخَارِيُّ فِي رِوَايَةٍ وَهُوَ اُمَيَّةُ بْنُ خَلَفٍ
اس کو بعد اس کے کہ وہ کفر کی حالت میں مارا گیا۔ اس کو بخاری اور مسلم نے روایت کیا اور زیادہ کیا بخاری نے ایک روایت میں کہ وہ بوڑھا امیہ بن خلف تھا۔

تشریح: یہ واقعہ فتح مکہ سے پہلے کا ہے امیہ بن خلف قریش کا ایک معزز سردار اور ذی اثر فرد تھا اسلام اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف کی جانے والی تمام سازشوں میں اس کا پارٹ بڑا اہم ہوتا تھا اسے اپنی بڑائی پر بڑا ناز تھا۔ چنانچہ اس موقع پر جب کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ مجلس میں موجود تمام ہی اشخاص نے کیا مسلمان اور کیا کفار جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ سجدہ کیا تو اس شخص نے از راہ غرور و تکبر سجدہ نہیں کیا بلکہ یہ حرکت کی کہ کنکری یا مٹی کی ایک مٹھی لے کر اسے پیشانی سے لگا لیا۔

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ اِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَجَدَ فِي صٓ وَقَالَ سَجَدَهَا دَاوٗدُ تَوْبَةً
حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ تحقیق نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ص میں سجدہ کیا اور فرمایا کہ کیا سجدہ ص کا داؤدؑ نے توبہ کیلئے
وَنَسْجُدُهَا شُكْرًا. (رواه النسائی)
اور ہم سجدہ کرتے شکر گزاری ان کی توبہ کے قبول ہونے میں روایت کیا اس کو نسائی نے۔

بَابُ اَوْقَاتِ النَّهْيِ

ان اوقات کا بیان جن میں نماز پڑھنا ممنوع ہے

مسئلہ: اوقات نہی پانچ ہیں۔ ۱-طلوع شمس ۲-استوائے شمس ۳-غروب شمس ۴-بعد طلوع الشمس (بعد الفجر) ۵-بعد العصر۔ احناف کے نزدیک ان میں سے پہلے تین ان اوقات ثلاثہ میں کوئی نماز جائز نہیں خواہ فرائض ہوں یا نوافل پھر نوافل میں تعمیم ہے خواہ ذوات الاسباب ہوں یا غیر ذوات الاسباب ہوں۔ الاعصر یومہ

ذوات الاسباب سے مراد تحیۃ المسجد تحیۃ الوضوء کی دو رکعتیں یا اسی طرح طواف کے بعد کی دو رکعتیں یا نذر (وغیرہ کی) اور غیر ذوات الاسباب سے مراد جو محض شوقیہ طور پر پڑھتے ہوں اور اخیری دو وقتوں میں فوت شدہ نمازوں کی قضاء تو جائز ہے لیکن نوافل جائز نہیں خواہ ذوات الاسباب ہوں یا غیر ذوات الاسباب ہوں اور شوافع کے نزدیک جو نوافل ذوات الاسباب ہیں وہ جائز ہیں اور جو غیر ذوات الاسباب ہیں وہ جائز نہیں اور فوت شدہ نمازوں کی قضاء بھی جائز ہے یہ بھی نوافل ذوات الاسباب کے تحت داخل ہیں۔

احناف کا مستدل احادیث نہی کا عموم ہے جو فرائض ونوافل کو شامل ہے پھر نوافل خواہ ذوات الاسباب ہوں یا غیر ذوات الاسباب ہوں سب کو شامل ہے۔ صلوٰۃ دون صلوٰۃ کی تخصیص نہیں۔

دوسرا مسئلہ: آیا مکان کے اعتبار سے بھی کوئی تخصیص ہے یا نہیں؟ یعنی مکہ مکرمہ کی تخصیص ہے یا نہیں؟

تیسرا مسئلہ: اور اسی طرح آیا زمان کے اعتبار سے کوئی تخصیص ہے یا نہیں؟ یعنی جمعہ کی تخصیص ہے یا نہیں؟ احناف کے نزدیک صلوٰۃ کے اعتبار سے بھی عموم ہے اور مکان کے اعتبار سے بھی عموم ہے اور زمان کے اعتبار سے بھی عموم ہے اس میں کوئی تخصیص نہیں۔ شوافع کہتے ہیں مکان کے اعتبار سے تخصیص ہے مکہ مکرمہ اس سے مستثنیٰ ہے جو حکم دیگر امکنہ کا ہے وہ حکم مکہ مکرمہ کا نہیں ہے۔ مکہ مکرمہ میں جس وقت چاہے نماز پڑھ سکتا ہے اور شوافع کے نزدیک زمان کے اعتبار سے بھی تخصیص ہے اس عموم سے جمعہ کا دن مستثنیٰ ہے یعنی جمعہ کے دن اگر استوائے شمس کے وقت نماز پڑھنا چاہو تو پڑھ سکتے ہیں اور اس میں قاضی ابو یوسف کا بھی یہی مذہب ہے۔

شوافع کے مکان کے اعتبار سے تخصیص کی دلیل: دلیل-۱: حدیث جبیر بن مطعم۔ **ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال یا بنی عبدمناف لاتمنعوا احداً طاف بھذاالبیت وصلی آیۃ ساعۃٍ شاء من لیل اونھار.** اس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی عبد مناف کو فرمایا کہ اس بیت اللہ کے اندر جس وقت میں بھی کوئی نماز پڑھنا چاہے خواہ رات ہو یا دن (طواف کے بعد دو رکعتیں بھی) تو تم اس کو روکو نہ اس کو پڑھنے دو تو اس سے معلوم ہوا کہ مکہ مکرمہ کی یہ خصوصیت ہے وہ اس عموم کے تحت داخل نہیں ہے۔

دلیل-۲: اس باب کی آخری حدیث ابو ذرؓ ...... **یقول لاصلوٰۃ بعد الصبح حتیٰ تطلع الشمس ولابعد العصر حتیٰ تغرب الشمس الابمکۃ الابمکۃ الا بمکۃ.** تین مرتبہ استثناء آیا تو اس سے معلوم ہوا کہ مکہ کی تخصیص ہے مکہ ان احادیث کے عموم میں داخل نہیں بلکہ مستثنیٰ ہے۔ یہ شوافع کی تخصیص مکانی پر دلیلیں ہوئیں۔

تخصیص زمانی پر دلیل (۱) **حدیث ابوھریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ : ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم نھیٰ عن الصلوٰۃ نصف النھار حتیٰ تزول الشمس الا یوم الجمعۃ.** یہاں جمعہ کا استثناء آیا تو معلوم ہوا کہ جمعہ کی تخصیص زمانی ہے۔

دلیل: (۲) اگلی روایت حدیث ابوالخلیل .... **کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کرہ الصلوٰۃ نصف النھار حتیٰ تزول الشمس الایوم الجمعۃ وقال ان جھنم تسحر الایوم الجمعۃ .** تو اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ تخصیص زمانی ہے جمعہ

کا دن مستثنیٰ ہے باقی احناف کی دلیل احادیث نہی کا عموم ہے اس میں صلوٰۃ دون صلوٰۃ کی قید نہیں۔ ان کا عموم جس طرح مکہ مکرمہ کے ماسوا کو شامل ہے اسی طرح مکہ مکرمہ کو بھی شامل ہے اور جیسے یوم جمعہ کے ماسوا کو شامل ہے اسی طرح جمعہ کے دن کو بھی شامل ہے۔

باقی جوابات: تخصیص مکانی کی پہلی دلیل کا جواب: جواب-۱: اوقات نہی کے قرینے سے یہ مقید ہے اوقات مکروہ کے ماسوا کیساتھ۔ اب مطلب یہ ہوگا کہ اگر کوئی شخص اوقات مکروہ کے ماسوا میں دن ورات کے کسی حصہ میں بھی نماز پڑھنا چاہے اس بیت اللہ میں تو اس کو نہ روکو۔

جواب-۲: احادیث عموم دال ہیں حرمت پر اور یہ دال ہے اباحت پر تو تعارض کے وقت محرم کو ترجیح ہوتی ہے۔

جواب-۳: احادیث تحریم اصح سنداً ہیں لہٰذا ان کو ترجیح ہوگی۔

دوسری دلیل حدیث ابوذر کا جواب (۱) حاشیہ نصیریہ میں لکھا ہے کہ هذا معلول باربعة اوجه چار وجوں سے یہ معلول ہے۔

(۱) ابوذرؓ سے پہلے ایک راوی مجاہد ہیں ان کا لقاء ابوذرؓ سے ثابت نہیں۔ (۲) اس حدیث کی سند میں ایک راوی ہیں ابن المؤمل یہ ضعیف ہیں۔

(۳) اس میں ایک راوی حمید مولائے عفراء ہے یہ بھی ضعیف ہے۔ (۴) یہ سنداً بھی مضطرب ہے۔

جواب: (۲) یہ مبیح ہے اور احادیث عموم حرمت پر دال ہیں اور محرم ہیں۔ لہٰذا وقت التعارض محرم کو ترجیح ہوگی۔

جواب (۳) احادیث عموم اصح سنداً ہیں۔

تخصیص زمانی کی دلیلوں کا جواب۔ احادیث نہی العموم محرم ہیں جمعہ کے دن استواء میں نماز پڑھنے کے لیے اور یہ احادیث مبیح ہیں تو ترجیح محرم کو ہوگی۔ (۲) احادیث نہی سنداً اقوی ہیں اور اصح سنداً ہیں لہٰذا ان کو ترجیح ہوگی اور نیز ان کو تو فصل ثانی میں ذکر کیا ہے یہ کم درجے کی ہیں اور نیز حدیث ابوالخلیل کا جواب کتاب میں بھی مذکور ہے کہ ان کا لقاء ابوقتادہؓ سے ثابت نہیں ہے۔

مسئلہ:۔ عصر کے بعد اگر کوئی دو رکعت نماز پڑھنا چاہے تو پڑھ سکتا ہے یا نہیں؟ احناف کے نزدیک نہیں پڑھ سکتا۔ باقی حدیث میں تو آیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عصر کے بعد دو رکعتیں پڑھی ہیں۔

اس حدیث کا جواب: یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہی خصوصیت ہے اس پر کسی دوسرے کو قیاس نہیں کیا جاسکتا اس پر قرینہ یہ ہے کہ حضرت ابن عباس وحضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم عصر کے بعد نماز پڑھنے والوں کی پٹائی کیا کرتے تھے۔

مسئلہ: فجر کی سنتیں اگر رہ جائیں تو ان کی قضاء ہے یا نہیں؟ پھر طلوع شمس سے قبل قضاء کر سکتا ہے یا نہیں؟ شیخین کے نزدیک اگر فرض سمیت رہ جائیں تو قضاء ہے جیسے لیلۃ التعریس میں ہوئیں اور اگر صرف سنتیں رہ جائیں تو قضاء نہیں ہے۔ امام محمدؒ فرماتے ہیں: فجر کے بعد رہی سنتوں کی طلوع شمس کے بعد قضا کر سکتے ہیں لیکن اور شوافع کہتے ہیں کہ طلوع شمس کے بعد اور فجر کی نماز کے بعد بھی قضاء کر سکتے ہیں۔

احناف کی دلیل احادیث نہی کا عموم بعد صلوٰۃ الصبح کا عموم ہے اور شوافع کی دلیل فصل ثانی کی پہلی روایت۔ حدیث محمد بن محمد ابراہیم جس کا مضمون یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ نماز فجر کے بعد یعنی فرض کی ادائیگی کے بعد اور طلوع شمس سے پہلے دو رکعتیں نماز پڑھ رہا تھا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ صبح کی نماز کی تو دو رکعتیں ہیں یعنی دو سنت دو فرض تو اس شخص نے کہا یا رسول اللہ میں نے پہلے والی دو سنتیں نہیں پڑھی تھیں وہ میں اب پڑھ رہا ہوں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم خاموش ہوگئے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ تقریر دال ہے اس بات پر کہ سنن قبلیہ طلوع شمس سے پہلے جائز ہیں۔

جواب-۱: یہ بھی احتمال ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تقریر غصہ کی وجہ سے ہو۔ جواب-۲: اس حدیث کے مقابلے میں دوسری احادیث نہی اصح سنداً ہیں۔ جواب-۳: محرم و مبیح میں تعارض ہے تو ترجیح محرم کو ہوگی۔ جواب-۴: یہ ایک واقعہ جزئیہ ہے اور دوسری احادیث نہی میں ایک قاعدہ کلیہ کا بیان ہے۔ جواب-۵: خود کتاب میں موجود ہے قال هذا اسناده ليس بمتصل. اس لیے کہ محمد بن ابراہیم کا قیس بن عمرو سے لقاء ثابت نہیں ہے۔ اس سے استدلال کیسے درست ہے۔

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ

عَنِ ابْنِ عُمَرؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا یَتَحَرّٰی اَحَدُکُمْ فَیُصَلِّیْ عِنْدَ طُلُوْعِ

حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہ قصد کرے ایک تمہارا آفتاب کے نکلنے کے نزدیک کہ نماز پڑھے اور نہ

الشَّمْسِ وَلَا عِنْدَ غُرُوْبِھَا وَفِیْ رِوَایَۃٍ قَالَ اِذَا طَلَعَ حَاجِبُ الشَّمْسِ فَدَعُوا الصَّلٰوۃَ حَتّٰی تَبْرُزَ

آفتاب کے ڈوبنے کے اور ایک روایت میں یوں ہے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جس وقت آفتاب کا کنارہ نکلے نماز چھوڑ دو یہاں تک

وَاِذَا غَابَ حَاجِبُ الشَّمْسِ فَدَعُوا الصَّلٰوۃَ حَتّٰی تَغِیْبَ وَلَا تَحَیَّنُوْا بِصَلٰوتِکُمْ طُلُوْعَ الشَّمْسِ وَلَا

کہ خوب ظاہر ہو اور جس وقت غائب ہو کنارہ آفتاب کا چھوڑ دو نماز کو یہاں تک کہ خوب غائب ہو اور نہ قصد کرو اپنی نمازوں کا آفتاب کے نکلنے کے

غُرُوْبَھَا فَاِنَّھَا تَطْلُعُ بَیْنَ قَرْنَیِ الشَّیْطَانِ. (صحیح البخاری و صحیح مسلم)

وقت اور نہ غائب ہونے کے وقت اس واسطے کہ آفتاب نکلتا ہے شیطان کے دونوں سینگوں کے درمیان روایت کیا اس کو بخاری اور مسلم نے۔

تشریح: شیطان کے دونوں سینگوں کے درمیان آفتاب نکلنے کا مطلب۔ شیطان کے دونوں سینگوں کے درمیان آفتاب نکلنے کا مطلب اس کے سر کے دونوں جانبوں کے درمیان آفتاب کا نکلنا ہے یعنی شیطان طلوع آفتاب کے وقت آفتاب کے سامنے کھڑا ہو جاتا ہے تاکہ آفتاب اس کے سر کے دونوں جانبوں کے درمیان نکلے اور اس حرکت سے اس کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ جو لوگ آفتاب کو پوجتے ہیں شیطان ان کا قبلہ بن جائے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت نماز پڑھنے کو منع فرمایا ہے تاکہ خدا کے ان باغیوں کے ساتھ مشابہت نہ ہو۔

وَعَنْ عُقْبَۃَ بْنِ عَامِرٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا قَالَ ثَلٰثُ سَاعَاتٍ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَنْھٰنَا

حضرت عقبہ بن عامرؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم ہم کو تین وقتوں میں

اَنْ نُّصَلِّیَ فِیْھِنَّ اَوْ نَقْبُرَ فِیْھِنَّ مَوْتَانَا حِیْنَ تَطْلُعُ الشَّمْسُ بَازِغَۃً حَتّٰی تَرْتَفِعَ وَحِیْنَ یَقُوْمُ قَائِمُ

نماز پڑھنے سے منع فرماتے تھے یا دفن کریں ہم ان میں مردوں اپنے کو وقت نکلنے آفتاب کے یہاں تک کہ ظاہر ہو اور دوپہر کے قائم ہونے کے

الظَّھِیْرَۃِ حَتّٰی تَمِیْلَ الشَّمْسُ وَحِیْنَ تَضَیَّفُ الشَّمْسُ لِلْغُرُوْبِ حَتّٰی تَغْرُبَ. (صحیح مسلم)

وقت یہاں تک کہ مائل ہو آفتاب اور اس وقت کہ ڈوبنے کی طرف مائل ہو یہاں تک کہ ڈوب جائے آفتاب۔ روایت کیا اس کو مسلم نے۔

تشریح: قولہ عن ابن عمرؓ ترجمہ وعن عقبہ بن عامر الخ۔

نقبر فیھن۔ الخ۔ مردوں کو دفن کرنے کا یہ مطلب نہیں کہ ان اوقات میں مردے دفن نہ کئے جائیں بلکہ اس کا مطلب جنازہ کی نماز کے منع کرتا ہے کیونکہ مردے ہر وقت دفن کئے جا سکتے ہیں۔ بمعنی ہم دفن کریں قائم الظیر ۃ۔ سایہ رکتا نہیں لیکن چونکہ عین استوائے شمس کے وقت ایسے معلوم ہوتا ہے کہ سایہ رُکا ہوا ہے اس لئے اس کی ایسی ہی تعبیر کر دی۔

وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدِنِ الْخُدْرِیِّؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا صَلٰوۃَ بَعْدَ الصُّبْحِ حَتّٰی

حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں نماز صبح کے بعد یہاں تک کہ

تَرْتَفِعَ الشَّمْسُ وَلَا صَلٰوةَ بَعْدَ الْعَصْرِ حَتّٰى تَغِيْبَ الشَّمْسُ. (صحیح البخاری و صحیح مسلم)

بلند ہو سورج اور نہیں نماز پیچھے نماز عصر کے یہاں تک کہ غائب ہو آفتاب بخاری اور مسلم نے اس کو روایت کیا۔

تشریح: (ایک نیزے یا دو نیزے کی بقدر سورج اگر بلند ہو جائے تو طلوع سمجھا جاتا ہے اسی طرح اگر ایک دو نیزے کی بقدر اگر صفرت کا وقت ہو تو حکماً غروب سمجھا جاتا ہے)

وَعَنْ عَمْرِو بْنِ عَبَسَةَ قَالَ قَدِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِيْنَةَ فَقَدِمْتُ الْمَدِيْنَةَ فَدَخَلْتُ عَلَيْهِ

حضرت عمرو بن عبسہؓ سے روایت ہے کہا کہ آئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ کو پس میں بھی مدینہ میں آیا میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس داخل ہوا۔ میں نے کہا

فَقُلْتُ اَخْبِرْنِيْ عَنِ الصَّلٰوةِ فَقَالَ صَلِّ صَلٰوةَ الصُّبْحِ ثُمَّ اَقْصِرْ عَنِ الصَّلٰوةِ حِيْنَ تَطْلُعُ الشَّمْسُ حَتّٰى

مجھ کو نماز کے وقت کے متعلق خبر دیجئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا صبح کی نماز پڑھ پھر رکا رہ نماز سے جس وقت کہ آفتاب نکلے یہاں تک کہ بلند ہو اس لئے

تَرْتَفِعَ فَاِنَّهَا تَطْلُعُ حِيْنَ تَطْلُعُ بَيْنَ قَرْنَيْ شَيْطَانٍ وَّحِيْنَئِذٍ يَّسْجُدُ لَهَا الْكُفَّارُ ثُمَّ صَلِّ فَاِنَّ الصَّلٰوةَ

کہ تحقیق آفتاب نکلتا ہے جس وقت نکلتا ہے شیطان کے دونوں سینگوں کے درمیان سے اس وقت اس کو کافر سجدہ کرتے ہیں پھر نماز پڑھ اس لئے کہ نماز اس

مَشْهُوْدَةٌ مَّحْضُوْرَةٌ حَتّٰى يَسْتَقِلَّ الظِّلُّ بِالرُّمْحِ ثُمَّ اَقْصِرْ عَنِ الصَّلٰوةِ فَاِنَّ حِيْنَئِذٍ تُسْجَرُ جَهَنَّمُ فَاِذَا

وقت کا مشہودہ ہے اور اس میں فرشتے حاضر ہوتے ہیں یہاں تک کہ چڑھ جائے سایہ نیزہ بھر پھر بندرہ نماز سے اس لئے تحقیق بھڑکائی جاتی ہے دوزخ جس

اَقْبَلَ الْفَيْءُ فَصَلِّ فَاِنَّ الصَّلٰوةَ مَشْهُوْدَةٌ مَّحْضُوْرَةٌ حَتّٰى تُصَلِّيَ الْعَصْرَ ثُمَّ اَقْصِرْ عَنِ الصَّلٰوةِ حَتّٰى

وقت کہ پھرے سایہ پس نماز پڑھ اس لئے کہ حاضر کی گئی ہے اس میں فرشتے حاضر ہوتے ہیں یہاں تک کہ تو نماز عصر پڑھے پھر بندرہ نماز سے یہاں تک

تَغْرُبَ الشَّمْسُ فَاِنَّهَا تَغْرُبُ بَيْنَ قَرْنَيْ شَيْطَانٍ وَّحِيْنَئِذٍ يَّسْجُدُ لَهَا الْكُفَّارُ قَالَ قُلْتُ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ

غروب ہو سورج تحقیق سورج غروب ہوتا ہے شیطان کے دونوں سینگوں کے درمیان اور اس وقت اس کی طرف کفار سجدہ کرتے ہیں۔ عمرؓ نے کہا اے اللہ کے

فَالْوُضُوْءَ حَدِّثْنِيْ عَنْهُ قَالَ مَا مِنْكُمْ رَجُلٌ يُّقَرِّبُ وَضُوْءَهٗ فَيُمَضْمِضُ وَيَسْتَنْشِقُ فَيَسْتَنْثِرُ اِلَّا خَرَّتْ

نبی وضو کی فضیلت کے بارے میں خبر دو۔ مجھ کو فرمایا نہیں تم سے کوئی شخص کہ قریب کرے پانی اپنے وضو کا کلی کرے ناک میں پانی چڑھائے پھر جھاڑے ناک کو

خَطَايَا وَجْهِهٖ وَفِيْهِ وَخَيَاشِيْمِهٖ ثُمَّ اِذَا غَسَلَ وَجْهَهٗ كَمَا اَمَرَهُ اللّٰهُ اِلَّا خَرَّتْ خَطَايَا وَجْهِهٖ مِنْ اَطْرَافِ

مگر گرتے ہیں گناہ اس کے چہرہ کے اور منہ اس کے کے اور نتھنوں اس کے پھر جب دھوتا ہے اپنا چہرہ جس طرح اللہ نے حکم کیا مگر گرتے ہیں اس کے چہرہ کے

لِحْيَتِهٖ مَعَ الْمَآءِ ثُمَّ يَغْسِلُ يَدَيْهِ اِلَى الْمِرْفَقَيْنِ اِلَّا خَرَّتْ خَطَايَا يَدَيْهِ مِنْ اَنَامِلِهٖ مَعَ الْمَآءِ ثُمَّ يَمْسَحُ

گناہ اس کی ڈاڑھی کے گناہوں سے پانی کے ساتھ پھر دونوں ہاتھوں کو کہنیوں تک دھوتا ہے مگر گرتے ہیں اس کے دونوں ہاتھوں کے گناہ اس کی انگلیوں کے سر

رَاْسَهٗ اِلَّا خَرَّتْ خَطَايَا رَاْسِهٖ مِنْ اَطْرَافِ شَعْرِهٖ مَعَ الْمَآءِ ثُمَّ يَغْسِلُ قَدَمَيْهِ اِلَى الْكَعْبَيْنِ اِلَّا خَرَّتْ

سے پانی کے ساتھ پھر مسح کرتا ہے اپنے سر کا مگر گرتے ہیں گناہ اس کے سر کے اس کے بالوں کی طرف سے پانی کے ساتھ پھر دھوتا ہے اپنے قدموں کو ٹخنوں تک

خَطَايَا رِجْلَيْهِ مِنْ اَنَامِلِهٖ مَعَ الْمَآءِ فَاِنْ هُوَ قَامَ فَصَلّٰى فَحَمِدَ اللّٰهَ وَاَثْنٰى عَلَيْهِ وَمَجَّدَهٗ بِالَّذِيْ هُوَ لَهٗ اَهْلٌ

مگر گرتے ہیں گناہ دونوں پاؤں کے اس کی انگلیوں کے سروں سے پانی کے ساتھ اگر وہ کھڑا ہوا پھر نماز پڑھی اور اللہ کی تعریف کی اور اللہ پر ثنا کی اور یاد کیا اسکو

وَّفَرَّغَ قَلْبَهٗ لِلّٰهِ اِلَّا انْصَرَفَ مِنْ خَطِيْئَتِهٖ كَهَيْئَتِهٖ يَوْمَ وَلَدَتْهُ اُمُّهٗ. (صحیح مسلم)

ساتھ اس کی بزرگی کے کہ وہ لائق ہے اسکا اور اپنے دل کو اللہ کیلئے فارغ کیا مگر وہ پھرتا ہے اپنے گناہوں سے جیسے کہ اسکی ماں نے پیدا کیا روایت کیا کو مسلم نے۔

تشریح: حدیث کے الفاظ "جب سایہ نیزہ پر چڑھ جائے اور زمین پر نہ پڑے" کا تعلق مکہ و مدینہ اور ان کے گرد و نواح سے ہے کیونکہ ان مقامات پر بڑے دنوں میں عین نصف النہار کے وقت سایہ زمین پر بالکل نہیں پڑتا۔ حدیث کے آخری الفاظ سے یہ مفہوم واضح ہوتا ہے کہ صغیرہ اور کبیرہ دونوں گناہ بخش دیئے جاتے ہیں تو اس سلسلہ میں تحقیقی بات یہ ہے کہ صغیرہ گناہ تو ضرور ہی بخش دیتے ہیں البتہ کبیرہ گناہوں کی بخشش کا انحصار حق تعالیٰ کی مشیت اور اس کی مرضی پر ہے کہ چاہے تو وہ کبیرہ گناہ بھی اپنے فضل و کرم سے بخش سکتا ہے۔

وَعَنْ كُرَيْبٍ اَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ وَالْمِسْوَرَ ابْنَ مَخْرَمَةَ وَعَبْدَالرَّحْمٰنِ بْنَ الْاَزْهَرِ اَرْسَلُوْهُ اِلٰى عَآئِشَةَ

حضرت کریبؓ سے روایت ہے تحقیق ابن عباسؓ اور مسور بن مخرمہؓ اور عبدالرحمٰن بن ازہرؓ نے بھیجا اس کو طرف عائشہؓ کی انہوں نے کہا عائشہؓ پر سلام کہنا

فَقَالُوْا اقْرَأْ عَلَيْهَا السَّلَامَ وَسَلْهَا عَنِ الرَّكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْعَصْرِ قَالَ فَدَخَلْتُ عَلٰى عَآئِشَةَ فَبَلَّغْتُهَا مَا

اور سوال کر ان سے دو رکعتوں کے متعلق جو عصر کے بعد ہیں کریبؓ نے کہا میں گیا عائشہؓ کے پاس پہنچایا میں نے ان کو وہ پیغام کہ بھیجا تھا انہوں نے مجھ کو اس کے لئے حضرت

اَرْسَلُوْنِىْ فَقَالَتْ سَلْ اُمَّ سَلَمَةَ فَخَرَجْتُ اِلَيْهِمْ فَرَدُّوْنِىْ اِلٰى اُمِّ سَلَمَةَ فَقَالَتْ اُمُّ سَلَمَةَ سَمِعْتُ

عائشہؓ نے فرمایا کہ سوال کر ام سلمہؓ سے نکلا میں ان تینوں صحابہؓ کی طرف پھر بھیجا انہوں نے مجھ کو ام سلمہؓ کی طرف ام سلمہؓ نے کہا سنا میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم

النَّبِىَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْهٰى عَنْهُمَا ثُمَّ رَاَيْتُهٗ يُصَلِّيْهِمَا ثُمَّ دَخَلَ فَاَرْسَلْتُ اِلَيْهِ الْجَارِيَةَ فَقُلْتُ

سے کہ منع کرتے تھے ان دونوں رکعتوں سے پھر میں نے دیکھا خود حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کہ پڑھتے ہیں پھر داخل ہوئے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم

قُوْلِىْ لَهٗ تَقُوْلُ اُمُّ سَلَمَةَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَمِعْتُكَ تَنْهٰى عَنْ هَاتَيْنِ الرَّكْعَتَيْنِ

میں نے لونڈی کو آپ کی طرف بھیجا کہا میں نے کہہ تو واسطے ان کے کہتی ہے ام سلمہؓ اے اللہ کے رسول سنا میں نے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم منع کرتے

وَاَرَاكَ تُصَلِّيْهِمَا قَالَ يَا ابْنَةَ اَبِىْ اُمَيَّةَ سَاَلْتِ عَنِ الرَّكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْعَصْرِ وَاِنَّهٗ اَتَانِىْ نَاسٌ مِنْ

ہیں ان دو رکعتوں سے اور دیکھا میں نے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پڑھتے ہیں کہا اے ابوامیہ کی بیٹی پوچھا تو نے دو رکعتوں سے کہ عصر کے بعد ہیں اور تحقیق شان یہ ہے کہ

عَبْدِالْقَيْسِ فَشَغَلُوْنِىْ عَنِ الرَّكْعَتَيْنِ اللَّتَيْنِ بَعْدَ الظُّهْرِ فَهُمَا هَاتَانِ (صحيح البخاري و صحيح مسلم)

عبدالقیس کے چند آدمی آئے انہوں نے مجھ کو ظہر کی دونوں رکعتوں سے جو بعد میں ہوتی ہیں مشغول رکھا یہ وہ دونوں تھیں روایت کیا اس کو بخاری نے۔

تشریح: یہ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ علم دین کی تعلیم احکام شریعت کی تبلیغ اور مخلوق خدا کی ہدایت کرنا نماز نفل پر مقدم ہے اگرچہ سنت غیر مؤکدہ ہی کیوں نہ ہو۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر کی فرض نماز کے بعد کی سنتوں کو مؤخر کیا اور پہلے وفد عبدالقیس کو دینی مسائل اور احکام شریعت کی تعلیم دی۔

یہ حدیث اس بات پر بھی دلالت کرتی ہے کہ اگر نوافل وقتیہ فوت ہو جائیں تو انہیں دوسرے وقت قضا پڑھ لینا چاہئے جیسا کہ حضرت امام شافعیؒ کا مسلک ہے مگر حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ کے مسلک میں نوافل وقتیہ کو صرف انہی کے اوقات میں پڑھنا چاہئے غیر وقت میں ان کی قضا نہیں ہے چنانچہ ان کی جانب سے اس حدیث کی تاویل یہ کی جاتی ہے کہ ہو سکتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر کی فرض نماز کے بعد ہی سنت کی دونوں رکعتیں پڑھنی شروع کر دی گئی ہوں گی مگر وفد عبدالقیس کو علم دین کی تعلیم دینے کی ضرورت کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز توڑ دی ہوگی اس وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں رکعتوں کی قضا عصر کی نماز کے بعد پڑھی۔

اس موقعہ پر اگر یہ کہا جائے کہ اس حدیث سے تو یہ معلوم ہو گیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عصر کے بعد جو دو رکعت نماز پڑھی تھی وہ دراصل ظہر کے فرض کے بعد کی سنتیں تھیں۔ جو وفد عبدالقیس کے ساتھ تعلیم دین کی مشغولی کی بناء پر پڑھنے سے رہ گئی تھیں لیکن ان احادیث کا کیا جواب ہے جن سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تو ہمیشہ ہی عصر کی نماز کے بعد دو رکعتیں پڑھا کرتے تھے چنانچہ صحیح بخاری میں حضرت

عائشہؓ کی یہ روایت منقول ہے کہ انہوں نے فرمایا "اس خدا کی قسم جس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس دنیا سے اٹھایا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عصر کے بعد کی دو رکعتیں پڑھنا نہ چھوڑیں یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پروردگار سے ملاقات کی"۔ اس قسم کی دیگر روایتیں بھی منقول ہیں۔

اس کا جواب یہ ہے کہ احادیث صحیحہ سے یہ ثابت ہے کہ عصر کی فرض نماز کے بعد دوسری نماز پڑھنا مکروہ ہے چنانچہ جمہور علماء کی بھی یہی رائے نیز امیر المومنین حضرت عمر فاروقؓ کے بارے میں بھی ثابت ہے کہ وہ عصر کی فرض نماز کے بعد دوسری نماز پڑھنے سے منع فرماتے تھے۔ نہ صرف یہ بلکہ وہ ایسے لوگوں کو مارتے بھی تھے جو عصر کے بعد نفل وغیرہ پڑھتے تھے۔

لہٰذا اب یہی کہا جائے گا کہ اس ممانعت کے باوجود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا عصر کی نماز کے بعد دو رکعت نماز پڑھنا دراصل آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائص میں سے تھا جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم صوم وصال (پے در پے روزے) رکھتے تھے مگر دوسروں کو اس سے منع فرماتے تھے۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ

عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ اِبْرَاهِيْمَ وَعَنْ قَيْسِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ رَآى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلًا يُصَلِّي
حضرت محمد بن ابراہیمؒ سے روایت ہے انہوں نے قیس بن عمروؓ سے کہا ایک شخص کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ صبح کے
بَعْدَ صَلَاةِ الصُّبْحِ رَكْعَتَيْنِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَاةَ الصُّبْحِ رَكْعَتَيْنِ رَكْعَتَيْنِ
فرضوں کے بعد نماز پڑھتا ہے دو رکعتیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا صبح کی نماز دو ہی رکعت پڑھ
فَقَالَ الرَّجُلُ اِنِّي لَمْ اَكُنْ صَلَّيْتُ الرَّكْعَتَيْنِ اللَّتَيْنِ قَبْلَهُمَا فَصَلَّيْتُهُمَا الْآنَ فَسَكَتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ
کہا اس نے تحقیق میں نے نہ پڑھی تھیں دو رکعتین اب انکو پڑھتا ہوں چپ رہے رسول اللہ
صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَوَاهُ اَبُوْدَاؤدَ وَرَوَى التِّرْمِذِيُّ نَحْوَهُ وَقَالَ اِسْنَادُ هٰذَا الْحَدِيْثِ لَيْسَ
صلی اللہ علیہ وسلم روایت کیا اس کو ابو داؤد نے اس کی مانند ترمذی نے بھی روایت کی اور کہا
بِمُتَّصِلٍ لِاَنَّ مُحَمَّدَ ابْنَ اِبْرَاهِيْمَ لَمْ يَسْمَعْ مِنْ قَيْسِ بْنِ عَمْرٍو وَفِيْ شَرْحِ السُّنَّةِ وَنُسَخِ
اس کی سند متصل نہیں۔ اس لئے کہ محمد بن ابراہیم نے نہیں سنا قیس بن عمر سے شرح السنہ میں
الْمَصَابِيْحِ عَنْ قَيْسِ بْنِ قَهْدٍ نَحْوَهُ.
اور مصابیح کے اور نسخوں میں قیس بن قہد سے مانند اس کی۔

تشریح: حدیث کے جملہ صلوۃ الصبح رکعتین سے پہلے ایک لفظ مقدر ہے یعنی یہ عبارت پوری طرح یوں ہے کہ اجعلو اصلوۃ الصبح رکعتین لفظ رکعتین نفی زیادتی کی تاکید کیلئے مکرر فرمایا گیا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ فجر کی فرض دو ہی رکعتیں پڑھو اس کے بعد اور کوئی نماز نہ پڑھو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نمازی کا جواب سن کر خاموش رہے۔ محدثین کی اصطلاح میں اس خاموشی کو تقریر کہا جاتا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کوئی عمل کیا گیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر سکوت فرمایا گویا آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس عمل سے راضی ہوئے۔ لہٰذا اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر فجر کی فرض نماز سے پہلے کی دو سنتیں نہ پڑھی جا سکیں تو فرض پڑھنے کے بعد ان کی قضا پڑھنی چاہئے چنانچہ حضرت امام شافعیؒ کا یہی مسلک ہے۔

حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ اور حضرت امام ابو یوسفؒ کے نزدیک اس سلسلہ میں مسئلہ یہ ہے کہ فجر کی سنتوں کی قضا نہ تو طلوع آفتاب سے پہلے ہے اور نہ طلوع آفتاب کے بعد ہے لیکن سنتیں اگر فرض کے ساتھ فوت ہوں گی تو وہ بھی فرض کے ساتھ زوال آفتاب سے پہلے پہلے قضا پڑھی جائیں گی۔

حضرت امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ محض سنتوں کی بھی قضا پڑھی جا سکتی ہے مگر طلوع آفتاب کے بعد سے زوال آفتاب تک۔

حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ اور حضرت ابو یوسفؒ کی دلیل یہ ہے کہ سنتوں میں اصل عدم قضا ہے اور قضا واجب کے ساتھ مخصوص ہے اور حدیث جو سنتوں کے قضا کے اثبات میں وارد ہے وہ ان سنتوں کے بارے میں ہے جو فرض کے ساتھ فوت ہوگئی ہوں بقیہ سنتیں اپنی اصل (عدم قضا) پر رہیں گی یعنی ان کی قضا نہیں کی جائے گی جہاں تک اس حدیث کا تعلق ہے تو محمد ابن ابراہیم کی یہ حدیث چونکہ ضعیف ہے اس لئے اسے کسی مسلک کی بنیاد اور دلیل بنانا ٹھیک نہیں ہے۔ اسی طرح دوسرے اوقات کی سنتوں کا مسئلہ بھی یہی ہے کہ وقت کے بعد تنہا ان کی قضا نہ کی جائے البتہ وہ سنتیں جو فرض کے ساتھ فوت ہوگئی ہوں فرض کے ساتھ ان کی قضا کے بارے میں اختلاف ہے۔

وَعَنْ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَا بَنِي عَبْدِ مَنَافٍ لَا تَمْنَعُوْا اَحَدًا طَافَ
حضرت جبیر بن مطعمؓ سے روایت ہے تحقیق نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے عبد مناف کی اولاد اس خانہ کعبہ کے طواف سے کسی کو مت روکو
بِهٰذَا الْبَيْتِ وَصَلّٰى اَيَّةَ سَاعَةٍ شَاءَ مِنْ لَيْلٍ اَوْ نَهَارٍ. (رواہ الترمذی وابوداؤد والنسائی)
اور نہ نماز پڑھنے سے جس وقت کہ چاہے رات یا دن سے۔ روایت کیا اس کو ترمذی ابوداؤد اور نسائی نے۔

تشریح: ہر طواف کے بعد دو رکعتیں پڑھنا سنت یا واجب ہیں لیکن اگر کسی شخص کا طواف وقت مکروہ میں ختم ہو تو وہ اسی وقت یہ دو رکعتیں پڑھ لے یا وقت مکروہ گزرنے کا انتظار کرے اس میں اختلاف ہوا ہے۔ امام شافعیؒ کے نزدیک جس وقت طواف ختم ہوا اسی وقت یہ دو رکعتیں پڑھ لے حنفیہ اور جمہور کا مذہب یہ ہے کہ مکروہ کے گزرنے کا انتظار کرے۔ مثلاً اگر فجر کے بعد طواف کیا ہے تو طلوع شمس تک توقف کرے طلوع شمس کے بعد دو رکعتیں پڑھ لے۔

حنفیہ و جمہور کی دلیلیں۔ ا۔ وہ احادیث جن میں ان اوقات میں نماز پڑھنے سے نہی ہے۔ ۲۔ صحیح بخاری (ص ۲۲۰ ج ۱) میں حضرت ام سلمہؓ کی حدیث ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک موقعہ پر انہیں کہا تھا کہ جب صبح کی نماز کھڑی ہو تو تم طواف کر لینا چنانچہ انہوں نے اس وقت طواف کیا لیکن طواف کی دو رکعتوں کے بارے میں صحیح بخاری میں لم تصل حتی خرجت یعنی حضرت ام سلمہؓ نے وہیں طواف کی رکعتیں نہیں پڑھیں بلکہ وہاں سے نکل کر باہر آکر پڑھیں۔ طواف کے بعد کی دو رکعتوں کے بارے میں افضل یہی ہے کہ وہ مسجد حرام ہی میں مقام ابراہیم کے پاس ادا کی جائیں لیکن ام سلمہؓ نے یہ افضل طریقہ چھوڑ کر باہر آکر دو رکعتیں پڑھی ہیں اس کی وجہ یہی ہوسکتی ہے کہ آپ طلوع شمس سے پہلے یہ رکعتیں نہیں پڑھنا چاہتی تھیں۔ جب سورج طلوع ہوگیا تو جہاں تھیں وہیں یہ رکعتیں پڑھ لیں۔ حضرت ام سلمہؓ نے اس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں کیا ہے اور آپ کا انکار بھی اس پر ثابت نہیں۔ ۳۔ صحیح بخاری کے اسی صفحہ پر حضرت عمر کا اثر نقل کیا گیا ہے تعلیقاً کہ حضرت عمر نے صبح کی نماز کے بعد بیت اللہ کا طواف کیا لیکن (افضلیت کے باوجود) طواف کی دو رکعتیں وہاں ادا نہیں کیں بلکہ سوار ہوکر وہاں سے آگئے اور طوی میں پہنچ کر یہ رکعتیں پڑھیں۔ اس سے بھی یہی معلوم ہوا کہ فجر کی نماز کے بعد طواف کیا جائے تو اسی وقت دو رکعتیں نہیں پڑھنی چاہئیں بلکہ طلوع شمس کا انتظار کرنا چاہئے حضرت عمر کا یہ اثر امام طحاوی نے موصولاً بھی نقل کیا ہے۔

امام بخاری نے اس مقام پر حضرت ابن عمرؓ کا اثر یہ نقل کیا ہے کہ **کان ابن عمر یصلی رکعتی الطواف مالم تطلع الشمس** لیکن امام طحاویؒ نے ابن عمر کا اثر اس طرح نقل کیا ہے کہ **ابن عمرؓ قدم مکۃ عند صلوٰۃ الصبح فطاف ولم یصل الا بعد ما طلعت الشمس.**

شافعیہ کی دلیل۔ ا۔ حضرت جبیر بن مطعمؓ کی زیر بحث حدیث "**یابنی عبد مناف لاتمنعوا احد اطاف بھذا البیت وصلی ایۃ ساعۃ شاء من لیل او نھار**". یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی عبد مناف سے فرمایا تھا کہ کسی کو بھی اس گھر میں آنے سے نہ روکو۔ دن یا رات کو جس وقت کوئی چاہے آکر طواف کرے اور نماز پڑھے اس سے معلوم ہوا کہ بیت اللہ کے پاس ہر وقت نماز پڑھنے کی بھی اجازت ہے۔ ۲۔ اس باب کے آخر میں حضرت ابوذرؓ کی حدیث ہے۔ "**لا صلوۃ بعد الصبح حتی تطلع الشمس ولا بعد العصر حتی تغرب الشمس الا بمکۃ الا بمکۃ الا بمکۃ**" اس میں مکہ کا استثناء ہے۔

جوابات۔ پہلی دلیل کے جمہور کی طرف سے مختلف جوابات دیئے گئے ہیں۔ ا۔ یہ حدیث اپنے عموم پر نہیں بلکہ مخصص ان اوقات میں نہی پر دلالت کرنے والی احادیث کثیرہ ہیں۔ ۲۔ علامہ فضل اللہ تورپشتی نے فرمایا ہے کہ اس حدیث کا مطلب سمجھنے کیلئے ان کے شان ورود پر

نظر رکھنا ضروری ہے۔ شان ورود یہ ہے کہ زمانہ جاہلیت میں قریش کی یہ عادت تھی کہ وہ خاص اغراض کیلئے بیت اللہ کے دروازے بند کر دیتے تھے اور لوگوں کو اندر داخل ہونے سے روک دیتے تھے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کی اس رسم بد کی تردید فرمانا چاہتے تھے۔ اصل مقصود یہ بتانا ہے کہ اس گھر پر کسی کی اجارہ داری نہیں ہونی چاہئے جس وقت بھی کوئی اللہ کا بندہ اس میں داخل ہونا چاہے اس کو روکنے کی اجازت نہیں۔ باقی اندر آ کر کیا کرنا ہے کیا نہیں کرنا کس وقت نماز پڑھنی ہے کس وقت نہیں۔ یہ تفصیلات اس حدیث کا موضوع نہیں۔ یہ باتیں آپ پہلے ہی بیان فرما چکے تھے خلاصہ یہ ہے کہ اس حدیث کا اصل موضوع اصلاح تولیت ہے۔ ۳۔ اسی سے ملتا جلتا ایک جواب امام طحاویؒ نے بھی دیا ہے اس جواب کا حاصل یہ ہے کہ حدیث میں طاف وصلی سے مراد ہے کہ جائز حدود کے اندر رہتے ہوئے کوئی طواف کرے یا نماز پڑھے تو اس کو مت روکو۔ لہٰذا اگر کوئی شخص طواف یا نماز میں ناجائز انداز اختیار کرتا ہے تو اس کو روکنے کی نہی نہیں ہے۔

رہی یہ بات کہ طواف اور نماز کے کون کون سے انداز جائز ہیں یہ اس حدیث میں بیان کرنا مقصود نہیں اس کا بیان دوسری احادیث میں تفصیل سے موجود ہے۔ لہٰذا اب اگر کوئی شخص ننگا ہو کر طواف کرنے لگے جیسا کہ زمانہ جاہلیت کی رسم تھی تو اسے روکنا اس حدیث کے منافی نہیں ہوگا اور یہ نہیں کہا جائے گا کہ چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے طواف سے منع کرنے کی نہی کی ہے اس لئے اسے نہ روکا جائے بلکہ اسے روکا جائے گا کیونکہ اس نے طواف کا غلط انداز اختیار کیا ہے۔ اسی طرح اگر کوئی شخص نماز میں ناجائز یا مکروہ طریقہ اختیار کرتا ہے تو اسے بھی روکا جائے گا اور یہ روکنا اس حدیث کے منافی نہ ہوگا اور احادیث صحیحہ کثیرہ کی روشنی میں نماز کے مکروہ طریقوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ فجر یا عصر کے بعد نماز پڑھی جائے۔

حضرت ابوذرؓ والی حدیث کے بارے میں محقق ابن الہمام نے فرمایا ہے کہ یہ حدیث کئی وجہ سے معلول ہے۔ ا۔ اس حدیث کو حضرت ابوذرؓ سے نقل کرنے والے مجاہد ہیں اور مجاہد کا حضرت ابوذرؓ سے سماع نہیں۔ ۲۔ اس کی سند میں دو راوی ضعیف ہیں ابن مؤمل اور حمید مولی عفراء۔ ۳۔ اس کی سند میں اضطراب ہے۔

وَعَنْ اَبِی هُرَيْرَةَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنِ الصَّلَاةِ نِصْفَ النَّهَارِ حَتّٰى تَزُوْلَ الشَّمْسُ

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے بتحقیق نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا دوپہر کے وقت نماز پڑھنے سے یہاں تک کہ سورج ڈھلے مگر

اِلَّا يَوْمَ الْجُمُعَةِ. (رواه الشافعی)

جمعہ کے دن۔ روایت کیا اس کو شافعی نے۔

وَعَنْ اَبِی الْخَلِيْلِ عَنْ اَبِی قَتَادَةَ قَالَ كَانَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَرِهَ الصَّلَاةَ نِصْفَ النَّهَارِ

حضرت ابی خلیلؒ سے روایت ہے وہ نقل کرتے ہیں ابو قتادہؓ سے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مکروہ رکھتے تھے دوپہر کو نماز پڑھنا

حَتّٰى تَزُوْلَ الشَّمْسُ اِلَّا يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَقَالَ اِنَّ جَهَنَّمَ تُسَجَّرُ اِلَّا يَوْمَ الْجُمُعَةِ رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ وَقَالَ

یہاں تک کہ ڈھلے سورج مگر جمعہ کے دن اور فرمایا کہ جہنم بھڑکائی جاتی ہے۔ مگر جمعہ کے دن روایت کیا اس کو ابو داؤد نے اور کہا کہ

اَبُو الْخَلِيْلِ لَمْ يَلْقَ اَبَا قَتَادَةَ.

ابو خلیلؒ ابو قتادہؓ کو نہیں ملا۔

تشریح: حضرت امام شافعیؒ کا تو یہی مسلک ہے کہ جمعہ کے روز ٹھیک دوپہر کے وقت بھی نماز پڑھی جا سکتی ہے مگر حضرت امام اعظم ابو حنیفہؒ کے نزدیک جمعہ کے روز بھی نصف النہار کے وقت نماز پڑھنی درست نہیں ہے اس لئے کہ وہ احادیث جن میں مطلقاً نہی ثابت ہے اس حدیث کے مقابلہ میں زیادہ مشہور ہیں اور یہ حدیث ضعیف ہے جو ان احادیث کا مقابلہ نہیں کر سکتی یا پھر یہ کہا جائے گا کہ قاعدہ کے مطابق کسی چیز کے بارے میں حرام اور مباح دونوں کے دلائل ہوں تو حرام کے دلائل کو ترجیح دی جائے گی۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰہِ الصُّنَابِحِیِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ الشَّمْسَ تَطْلُعُ وَمَعَھَا قَرْنُ

حضرت عبداللہ صنابحیؒ سے روایت ہے کہا کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ سورج نکلتا ہے اور اسکے ساتھ شیطان کا سینگ ہوتا ہے جس وقت بلند ہوتا ہے جدا ہو جاتا

الشَّیْطَانِ فَاِذَا ارْتَفَعَتْ فَارَقَھَا ثُمَّ اِذَا اسْتَوَتْ قَارَنَھَا فَاِذَا زَالَتْ فَارَقَھَا فَاِذَا دَنَتْ لِلْغُرُوْبِ قَارَنَھَا

ہے پھر جس وقت دوپہر ہوتی ہے نزدیک ہوتا ہے سورج کے شیطان پھر جب ڈھلتا ہے آفتاب جدا ہوتا ہے اس سے پھر جب قریب ہوتا ہے غروب کے پھر نزدیک

فَاِذَا غَرَبَتْ فَارَقَھَا وَنَھٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَنِ الصَّلَاۃِ فِیْ تِلْکَ السَّاعَاتِ. (مالک وغیرہ)

ہوتا ہے جب غائب ہو چکتا ہے تو جدا ہو جاتا ہے۔ اس سے ان اوقات میں نماز پڑھنے سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا روایت کیا اس کو مالکؒ احمد اور نسائی نے۔

تشریح: اس حدیث کی تشریح ماقبل میں گزر چکی ہے اسی پر قیاس کر لیں۔

وَعَنْ اَبِیْ بَصْرَۃَ الْغِفَارِیِّؓ صَلّٰی بِنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِالْمُخَمَّصِ صَلٰوۃَ الْعَصْرِ

حضرت ابو بصرہ غفاریؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مخمص جگہ میں عصر کی نماز پڑھائی

فَقَالَ اِنَّ ھٰذِہٖ صَلٰوۃٌ عُرِضَتْ عَلٰی مَنْ کَانَ قَبْلَکُمْ فَضَیَّعُوْھَا فَمَنْ حَافَظَ عَلَیْھَا کَانَ لَہٗ اَجْرُہٗ

پھر فرمایا تحقیق یہ نماز لازم کی گئی تھی ان لوگوں پر جو تم سے پہلے تھے انہوں نے اس کو ضائع کر دیا جو شخص اس کی محافظت کرے گا

مَرَّتَیْنِ وَلَا صَلٰوۃَ بَعْدَھَا حَتّٰی یَطْلُعَ الشَّاھِدُ وَالشَّاھِدُ النَّجْمُ (رَوَاہُ مُسْلِمٌ)

اس کیلئے دوہرا اجر ہوگا اس کے پیچھے نماز نہیں یہاں تک کہ نکلے شاہد اور شاہد ستارہ ہے روایت کیا اس کو مسلم نے۔

تشریح: ستارہ کہ شاہد اس لئے کہا گیا ہے کہ وہ رات کو حاضر ہوتا ہے یعنی طلوع ہوتا ہے اور اس کا مطلب یہ ہے کہ جب تک غروب نہ ہو جائے عصر کی نماز کے بعد کوئی نماز نہ پڑھی جائے۔ اس حدیث پر اشکال ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ مغرب کا ابتدائی وقت طلوع نجم سے شروع ہوتا ہے (حتیٰ تطلع الشاھد الشاھد النجوم) چنانچہ روافض کا مذہب یہی ہے تو یہ ان کی دلیل ہوئی۔

جواب: امام طحاویؒ نے دو جواب دیئے ہیں: الشاھد تک مرفوع حدیث ختم ہو جاتی ہے الشاھد النجوم یہ راوی کا لفظ ہے اور اس میں مرفوع الشاھد بمعنی لیل کے ہے۔ جواب-۲: اگر ہم تسلیم کر لیں کہ یہ ساری مرفوع حدیث ہے تو پھر ہم کہتے ہیں کہ یہ احادیث کثیرہ صریحہ صحیحہ مشہورہ کے خلاف ہے۔ ان احادیث کے مقابلے میں یہ حدیث مرجوح ہے لہٰذا قابل استدلال نہیں۔

وَعَنْ مُعَاوِیَۃَؓ قَالَ اِنَّکُمْ لَتُصَلُّوْنَ صَلٰوۃً لَقَدْ صَحِبْنَا رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَمَا رَاَیْنَاہُ

حضرت معاویہؓ سے روایت ہے کہا کہ تحقیق تم نماز پڑھتے ہو تحقیق ہم صحبت میں رہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں دیکھا کہ

یُصَلِّیْھِمَا وَلَقَدْ نَھٰی عَنْھُمَا یَعْنِی الرَّکْعَتَیْنِ بَعْدَ الْعَصْرِ رَوَاہُ الْبُخَارِیُّ.

یہ دو رکعت پڑھتے ہوں تحقیق منع کیا ان دونوں سے یعنی عصر کے بعد دو رکعتوں سے روایت کیا اس کو بخاری نے۔

تشریح:۔ اس حدیث میں اور حدیث ام سلمٰیؓ کے درمیان تعارض ہے؟ جواب: ہر ایک نے اپنے اپنے علم کے مطابق بیان کیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم گھر میں پڑھ لیتے تھے جس کا علم ام سلمہ کو ہو گیا اور مسجد میں نہیں پڑھتے تھے تو اس وجہ سے معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نفی کر دی۔ لہٰذا ان میں کوئی تعارض نہیں۔

وَعَنْ اَبِی ذَرٍّ قَالَ وَقَدْ صَعِدَ عَلٰی دَرَجَةِ الْكَعْبَةِ مَنْ عَرَفَنِی فَقَدْ عَرَفَنِی وَمَنْ لَّمْ يَعْرِفْنِی فَاَنَا جُنْدُبٌ

حضرت ابوذرؓ سے روایت ہے کہا کہ انہوں نے اس حالت میں کہ چڑھے اوپر زینہ کعبہ کے جس شخص نے پہچانا مجھ کو تحقیق پہچانا

سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَا صَلٰوةَ بَعْدَ الصُّبْحِ حَتّٰى تَطْلُعَ الشَّمْسُ وَلَا بَعْدَ

مجھ کو اور جس نے نہیں پہچانا مجھ کو میں جندب ہوں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ فرماتے تھے نہیں نماز بعد صبح کے یہاں تک کہ نکلے

الْعَصْرِ حَتّٰى تَغْرُبَ الشَّمْسُ اِلَّا بِمَكَّةَ اِلَّا بِمَكَّةَ اِلَّا بِمَكَّةَ. (رواه احمد بن حنبل ورزين)

آفتاب اور نہیں نماز بعد عصر کے یہاں تک کہ غروب ہو آفتاب مگر مکہ میں مگر مکہ میں روایت کیا اس کو احمد اور رزین نے۔

بَابُ الْجَمَاعَةِ وَفَضْلِهَا

جماعت اور اس کی فضیلت کا بیان

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ

عَنِ ابْنِ عُمَرَؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلٰوةُ الْجَمَاعَةِ تَفْضُلُ صَلٰوةَ الْفَذِّ بِسَبْعٍ

حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جماعت کے ساتھ نماز پڑھنی اکیلے کی نماز سے ستائیس درجے

وَّعِشْرِيْنَ دَرَجَةً. (صحيح البخاری و صحيح مسلم)

زیادہ ہوتی ہے۔ روایت کیا اس کو بخاری اور مسلم نے۔

تشریح: سوال: اس حدیث میں آیا کہ نماز با جماعت منفرد نماز سے ستائیس گنا فضیلت رکھتی ہے اور ماقبل میں ایک حدیث گزری ہے جس میں فرمایا گیا کہ نماز با جماعت پچیس گنا فضیلت رکھتی ہے؟ بظاہر دونوں میں تعارض ہے؟

جواب: رفع تعارض کی دو صورتیں ہیں: ایک بصورت ترجیح اور ایک صورت تطبیق۔ ترجیح کی صورت میں

جواب-۱: یہ ہے کہ ۲۷ والی حدیث کو ترجیح حاصل ہے، ۲۵ والی روایت پر وجہ ترجیح امۃ محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درجات کی بارش تدریجاً ہوتی رہی (اجر و ثواب کی مضاعفت اُمۃ محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم پر تدریجاً ہوئی۔)

جواب-۲: ۲۵ والی زیادہ راجح ہے کیونکہ یہ اقل عدد یقینی ہے اور ۲۷ والا عدد یقینی نہیں۔ لہٰذا یقینی کو ترجیح ہوگی عدم یقینی پر۔

رفع تعارض بصورت تطبیق میں جواب-۳: یہ ہے عدد اقل عدد اکثر کے لیے نافی نہیں ہوتا یا قرب و بعد کے اعتبار سے یہ تفاوت ہے یا خشوع و عدم خشوع کے اعتبار سے یہ تفاوت ہے کہ جس کا قلب جس قدر مزکی و مجلی ہوگا اس کا اس قدر اجر و ثواب زیادہ ہوگا یا یہ تفاوت جماعت کی قلت و کثرت کے اعتبار سے ہے۔ اگر قلیل ہے تو ۲۵ گنا ثواب ملے گا اور اگر کثیرہ ہے تو ستائیس گنا ثواب ملے گا یا اخلاص و عدم اخلاص کے اعتبار سے یہ کمی زیادتی ہوگی۔ یا اولیاء اللہ کی نماز ۲۷ گنا ثواب اور ان کے علاوہ ان کی ۲۵ گنا ثواب ملے گا۔

سوال: عبادات میں اجر و ثواب کی زیادتی کا مدار البعد عن الریاء ہے اور اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اجر و ثواب کی زیادتی کا سبب نماز با جماعت ہے؟

جواب: نماز چونکہ شعائر اللہ میں سے ہے اور اس کی وجہ کہ اس میں نماز قرب الی الاجابۃ ہوتی ہے اور اس میں انوارات کا اجتماع ہوتا ہے تو ان مصالح کی وجہ سے اجتماعیت میں برکت ہوگی۔ لہٰذا جلوت میں ادا کرنا بہتر ہے خلوت میں ادا کرنے سے۔

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِهٖ لَقَدْ هَمَمْتُ اَنْ اٰمُرَ
حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے تحقیق قصد کیا میں نے یہ کہ حکم کروں میں لکڑیوں
بِحَطَبٍ فَیُحْطَبُ ثُمَّ اٰمُرَ بِالصَّلٰوةِ فَیُؤَذَّنُ لَهَا ثُمَّ اٰمُرَ رَجُلًا فَیَؤُمَّ النَّاسَ ثُمَّ اُخَالِفَ اِلٰی رِجَالٍ وَفِیْ
کو جمع کرنے کا لکڑیاں جمع کی جائیں پھر حکم کروں میں اذان کہنے کا اذان دی جائے پھر حکم کروں میں ایک شخص کو کہ امامت کرائے لوگوں کی پھر جاؤں میں لوگوں کی طرف۔
رِوَایَةٍ لَّا یَشْهَدُوْنَ الصَّلٰوةَ فَاُحَرِّقَ عَلَیْهِمْ بُیُوْتَهُمْ وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِهٖ لَوْ یَعْلَمُ اَحَدُهُمْ اَنَّهٗ یَجِدُ
ایک روایت میں ہے کہ ان لوگوں کی طرف جاؤں کہ جو نماز میں حاضر نہیں ہوتے جلادوں میں ان پر ان کے گھر اور قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اگر
عَرْقًا سَمِیْنًا اَوْ مِرْمَاتَیْنِ حَسَنَتَیْنِ لَشَهِدَ الْعِشَآءَ. (رواه البخاری ولمسلم نحوه.)
ایک ان کا جانے کا پائے گا ہڈی گوشت کی موٹی بلکہ دو کھر گائے یا بکری کے اچھے البتہ حاضر ہوں وہ نماز عشا میں روایت کیا اس کو بخاری اور مسلم نے اس کی مانند۔

تشریح: حاصل حدیث کا یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے متخلفین عن الصلوٰۃ کے بیوت کے احراق کا ارادہ فرمایا اور فرمایا کہ ان کا حال یہ ہے کہ اگر ان کو دنیاوی فوائد مسجد میں حاصل ہوں خواہ معمولی ہی کیوں نہ ہوں تو ان فوائد کو حاصل کرنے کے لیے یہ مسجدوں میں آجائیں گے اگرچہ مانع کیوں نہ موجود ہو۔

مسئلہ جماعت کی کیا حیثیت ہے؟ اس میں چار قول ہیں۔

(۱) اہل ظواہر کے نزدیک جماعت صحت صلوٰۃ کے لیے شرط ہے۔ اگر جماعت سے نماز نہیں پڑھی تو نماز صحیح نہیں ہوئی۔

(۲) حنابلہ کے نزدیک فرض ہے لیکن صحت نماز کے لیے شرط نہیں اگر اکیلے نماز پڑھ لی تو صحیح ہو جائے گی۔ نتیجہ یہ نکلا ہے کہ جماعت کو ترک کرنے والا گناہ کبیرہ کا مرتکب ہوگا۔ (۳) جمہور فقہاء کے نزدیک جماعت واجب ہے۔

(۴) احناف کے نزدیک اور ان کا مشہور قول یہ ہے کہ جماعت سنت مؤکدہ قریب الی الواجب ہے۔ دلیل یہ حدیث مذکور جمہور کے موافق ہے اور احناف کے خلاف ہے اس لیے کہ اس روایت سے وجوب معلوم ہوتا ہے کیونکہ وعید شدید ترک واجب پر ہی ہو سکتی ہے؟

احناف کی طرف سے جواب-۱: یہ ہے کہ یہ وعید شدید نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کے متخلفین کے بارے میں ہے اور وہ منافقین ہیں نہ کہ مسلمان تو یہ وعید متخلفین منافقین کے حق میں ہے نہ کہ مسلمین کے حق میں۔

جواب-۲: یہ وعید شدید زجر علی وجہ المبالغہ پر محمول ہے۔

جواب-۳: یہ وعید شدید اس وجہ سے نہیں کہ جماعت فرض ہے بلکہ اس وجہ سے ہے کہ نماز باجماعت شعائر اللہ میں سے ہے اس کا مقتضی یہ ہے کہ اس میں حاضر ہونا چاہیے لیکن جو حاضر نہیں ہوتا معلوم ہوا کہ وہ شعائر اللہ کی توہین کرتا ہے۔

جواب-۴: ابتداءً جماعت فرض تھی بعد میں اس کی فرضیت منسوخ ہوگئی تو یہ حدیث اس زمانے کی ہے جب کہ جماعت فرض تھی۔

جواب-۵: یہ وعید اس شخص کے بارے میں ہے جس نے نماز باجماعت چھوڑنے کو عادت بنالیا ہو۔

باقی رہی یہ بات کہ یہ متخلفین کون تھے؟ جواب: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں دو قسم کے لوگ تھے کچھ تو معذور تھے وہ اس حدیث کے مصداق نہیں ہو سکتے (۲) اور کچھ منافقین تھے تو یہی منافقین اس وعید کا مصداق ہیں۔

سوال: ایک دوسری روایت میں ہے منافقین گھروں میں نماز پڑھتے تھے حالانکہ وہ گھروں میں بھی نماز نہیں پڑھتے تھے؟

جواب: مراد یہ ہے کہ وہ گھروں میں نماز پڑھنے کا دعویٰ کرتے تھے۔

سوال: ایک حدیث میں آیا کہ ان کی ذوات کے جلانے کا حکم دیا' اس پر اشکال یہ ہے کہ یہ تو تعذیب النار ہے جو عبد کی شان کے لائق نہیں؟

جواب-۱: ذوات بول کر ان کے بیوت مراد لیے اور امام سیاسۃً ایسے کر بھی سکتا ہے۔ جواب-۲: ممکن ہے یہ اس زمانے کا

قصہ ہو کہ ابھی تک تعذیب النار عبد کے لیے جائز ہو بعد میں منسوخ ہو گیا ہو جیسے ابتداءً مثلہ جائز تھا اور بعد میں منسوخ ہو گیا تھا۔

وَعَنْهُ قَالَ اَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلٌ اَعْمٰى فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّهُ لَيْسَ لِيْ قَائِدٌ يَقُوْدُ
اور حضرتؓ سے روایت ہے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک آدمی آیا اندھا کہا اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نہیں ہے میرے لئے کوئی کھینچنے والا کہ کھینچ کر
نِيْ اِلَى الْمَسْجِدِ فَسَاَلَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يُّرَخِّصَ لَهٗ فَيُصَلِّيَ فِيْ بَيْتِهٖ فَرَخَّصَ لَهٗ
لے جائے مجھ کو مسجد کی طرف اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے رخصت کا سوال کیا کہ وہ اپنے گھر میں ہی نماز پڑھ لیا کرے پس اس کیلئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم
فَلَمَّا وَلّٰى دَعَاهُ فَقَالَ هَلْ تَسْمَعُ النِّدَآءَ بِالصَّلٰوةِ قَالَ نَعَمْ قَالَ فَاَجِبْ. (صحيح مسلم)
نے رخصت دی جبکہ پیٹھ پھیر کر چلا بلایا اس کو اور فرمایا کہ سنتا ہے تو اذان کو اس نے کہا ہاں فرمایا آپ نے حاضر ہو نماز میں روایت کیا اس کو مسلم نے۔

تشریح: اس حدیث پر اشکال ہے بظاہر یہ حدیث قول فقہاء کے خلاف ہے قول فقہاء یہ ہے کہ ایسا اعمٰی جس کا کوئی قائد ورہبر موجود نہ ہو۔ اس کے لیے عذر ہے۔ اس کے لیے گھر میں نماز پڑھنا مباح ہے اور اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اعمٰی کا قائد ورہبر نہ ہونے کے باوجود جماعت میں شریک ہونا ضروری ہے یعنی یہ عذر نہیں؟

جواب: قول فقہاء محمول ہے رخصت پر اور حدیث محمول ہے عزیمت پر۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو وحی کے ذریعے معلوم ہو گیا ہوگا کہ عبداللہ ابن اُم مکتوم تھوڑی سی مشقت سے جماعت میں حاضر ہو سکتے ہیں۔ اس وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو یہ حکم دیا۔

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَؓ اَنَّهٗ اَذَّنَ بِالصَّلٰوةِ فِيْ لَيْلَةٍ ذَاتِ بَرْدٍ وَّرِيْحٍ ثُمَّ قَالَ اَلَا صَلُّوْا فِي الرِّحَالِ ثُمَّ قَالَ اِنَّ
حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے انہوں نے اذان دی نماز کیلئے ایک رات کو اس رات میں سردی اور ہوا تھی پھر کہا خبردار اپنے گھروں میں نماز پڑھو
رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَاْمُرُ الْمُؤَذِّنَ اِذَا كَانَتْ لَيْلَةٌ ذَاتُ بَرْدٍ وَّمَطَرٍ يَقُوْلُ اَلَا صَلُّوْا
کہا تحقیق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے۔ موذن کو کہ جس وقت رات سرد ہوتی اور بارش ہوتی کہہ دو خبردار نماز پڑھو
فِي الرِّحَالِ. (صحيح البخاري و صحيح مسلم)
اپنے گھروں میں بخاری اور مسلم کی روایت ہے۔

تشریح: اس حدیث میں ان اعذار کو بیان کیا گیا ہے کہ جن کی وجہ سے ترک جماعت لیا گیا ہے وہ ہے سخت سردی کا ہونا اور بارش وغیرہ کا ہونا۔ باقی رہی یہ بات کہ الاصلوا فی الرحال: میں امر اباحت کیلئے ہے جیسا کہ صحیح مسلم میں حضرت جابرؓ کی ایک روایت میں لفظ یہ ہیں لیصل من شاء منکم فی رحلہ یعنی ترک جماعت رخصت ہے۔ امام ابو یوسفؒ نے امام ابوحنیفہ سے سخت کیچڑ کی صورت میں جماعت کے متعلق سوال کیا آپ نے فرمایا لا احب ترکھا۔ امام محمد نے اپنے مؤطا میں یہ حدیث نقل کر کے لکھا ہے ھذا حسن والصلوۃ فی الجماعۃ افضل. اس حدیث کے لفظ یہ ہیں انہ اذن بالصلوۃ فی لیلۃ ذات بردو ریح ثم قال الاصلوا فی الرحال. ثم قال کی تعبیر سے معلوم ہوا کہ حضرت ابن عمرؓ نے یہ الفاظ اذان سے فارغ ہونے کے بعد کہے ہیں) اس اعلان کا محل کیا ہے اس میں دو قول ہیں: حیعلتین میں کہے (۲) اذان کے بعد کہے۔ راجح یہی ہے کہ یہ کلمات اذان کے بعد کہے جائیں نہ کہ اذان میں۔ باقی رہی یہ بات کہ اس اعلان کا فائدہ کیا ہو گا؟ جواب: بعض لوگ رخصت پر عمل کرتے ہیں اور بعض عزیمت پر تو اذان ان لوگوں کے لیے ہے جو عزیمت پر عمل کرنا چاہیں اور بعد والا اعلان ان لوگوں کیلئے ہے جو رخصت پر عمل کرنا چاہیں۔ (۲) تا کہ گھروں میں علم ہو جائے اور وہیں نماز پڑھ لیں مشقت نہ اٹھانی پڑے۔

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا وُضِعَ عَشَآءُ اَحَدِكُمْ وَاُقِيْمَتِ الصَّلٰوةُ فَابْدَءُوْا
انہیؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس وقت کہ رکھا جائے ایک تمہارے کا کھانا

بِالْعَشَآءِ وَلَا يَعْجَلْ حَتّٰى يَفْرُغَ مِنْهُ وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ يُوْضَعُ لَهُ الطَّعَامُ وَتُقَامُ الصَّلٰوةُ فَلَا يَاْتِيْهَا

شام کا اور قائم کیا جائے نماز کو شروع کرو کھانا اور نہ جلدی کرو یہاں تک کہ فارغ ہو اس سے اور ابن عمرؓ تھے کہ رکھا جاتا واسطے ان کے کھانا اور قائم

حَتّٰى يَفْرُغَ مِنْهُ وَاِنَّهٗ لَيَسْمَعُ قِرَآءَةَ الْاِمَامِ. (صحيح البخاری و صحيح مسلم)

ہوتی نماز پس نہ آتے نماز کو یہاں تک کہ فارغ ہوتے اس سے اور تحقیق وہ امام کو قرأت کو بھی سنتے روایت کیا اس کو بخاری اور مسلم نے۔

تشریح: یہ حدیث محمول ہے شدت بھوک پر کہ جس بھوک کی وجہ سے نماز سے دھیان ہٹ جائے۔ مزید تفصیل اگلی حدیث میں آرہی ہے۔ قولہ' و كان ابن عمر الخ یہ ایک واقعہ جزئیہ ہے ورنہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ کیسے متصور ہو سکتا ہے کہ فرمان نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ہو اور نہ مانیں۔ بس راوی نے تعبیر ایسی کردی جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ ان کا روزمرہ کا معمول تھا' شریعت یہ چاہتی ہے کہ نماز کے لیے یکسوئی ہو اور اگر کھانے کی رغبت زیادہ ہے تو پہلے کھانا کھائے پھر نماز پڑھے کیونکہ ایک طرف عبادت ہے اور ایک طرف خواہشات ہیں اور ایک طرف آخرت ہے اور ایک طرف دنیا ہے۔ تو ظاہر ہے کہ ترجیح آخرت اور عبادت کو ہوگی خواہشات اور دنیا کے مقابلے میں۔ اسی وجہ سے امام صاحب فرماتے ہیں: میں اپنے کھانے کو نماز بنادوں یہ بہتر ہے میرے لیے اس سے کہ میں نماز کو کھانا بناؤں تو نماز کو کھانا نہ بنائے بلکہ کھانے کو نماز بنائے۔

وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّهَا قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَا صَلٰوةَ

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے تحقیق انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ فرماتے تھے کہ نماز نہیں ہوتی کھانے کے حاضر ہونے

بِحَضْرَةِ الطَّعَامِ وَلَا هُوَ يُدَافِعُهُ الْاَخْبَثَانِ. (صحيح مسلم)

کی صورت میں اور اس حالت میں کہ دفع کریں اس کو دونوں خبیث روایت کیا اس کو مسلم نے۔

تشریح: سوال: اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر کھانا تیار ہو جائے تو پہلے کھانا کھانا چاہیے پھر نماز پڑھنی چاہیے اور اسی باب کی فصل ثانی کی آخری روایت ہے عن جابرؓ قال قال رسول اللّٰه صلى الله عليه وسلم لاتؤخر واالصلوٰة لطعام ولا لغيره. اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نماز کو کھانے کی وجہ سے یا اس کے علاوہ کسی اور وجہ سے مؤخر نہیں کرنا چاہیے تو ان دونوں میں بظاہر تعارض ہے؟ جواب سے پہلے سمجھ لیں۔ مسئلہ کھانا موجود ہو تو کھانے میں مشغولیت دو شرطوں کے ساتھ کی جاسکتی ہے۔

(۱) کھانے کا شدید تقاضا ہو اور طبیعت میں شدت اشتہاء ہو۔ (۲) وقت میں وسعت ہو وقت میں تضیق نہ ہو۔ یعنی نماز میں اتنا وقت ہو کہ کھانا کھانے کے بعد نماز پڑھ سکتا ہو۔ اگر یہ دو شرطیں نہیں تو کھانا نہیں کھا سکتا۔ اب جواب کی تفصیل۔

جواب-۱: بصورت تطبیق نمبر ا حدیث عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا مدلول یہ ہے کہ جب شدت کے ساتھ کھانے کا تقاضا ہو تو پہلے نماز نہ پڑھے جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مدلول یہ ہے کہ جب شدت کے ساتھ کھانے کا تقاضا نہ ہو۔ تو پہلے نماز پڑھے پھر کھانا کھائے۔

جواب-۲: حدیث عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا وقت کے وسیع ہونے پر محمول ہے اور حدیث جابر وقت کے مضیق ہونے پر محمول ہے۔

جواب-۳: یہ ہے کہ حدیث عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا محمول ہے اس صورت پر جب کہ کھانا حاضر ہو اور دوسری حدیث محمول ہے اس صورت پر جب کہ کھانا موجود نہ ہو بلکہ باہر سے لانا پڑے۔ جواب-۴: پہلی حدیث محمول ہے قلت طعام پر اور دوسری حدیث محمول ہے عدم قلت طعام پر۔ جواب-۵: پہلی حدیث تب ہے جب کہ فساد طعام کا اندیشہ ہو تو پھر پہلے نماز نہ پڑھے بلکہ کھانا کھائے اور اگر فساد طعام کا اندیشہ نہ ہو تو پھر نماز کو موخر نہ کرے بلکہ پہلے نماز پڑھ لے پھر کھانا کھائے۔

اس حدیث عائشہؓ میں دوسرا مسئلہ بول و براز کے سخت تقاضا کی صورت میں نماز نہیں پڑھنی چاہیے۔ اگر نماز سے پہلے یہ کیفیت ہو تو یہی

حکم ہے نماز نہ پڑھے اور اگر نماز کے دوران یہ کیفیت ہو جائے تو بھی نماز نہ پڑھے نماز توڑ دے اور اگر خروج ریح کا دباؤ ہو تو اس کا بھی یہی حکم ہے کیونکہ یہ نماز میں خلل ڈالے گا۔ تیسرا مسئلہ اس کا فقہی حکم کیا ہے؟ شوافع کے نزدیک اعادہ مستحب ہے احناف کے نزدیک اعادہ واجب ہے کیونکہ اسی حالت میں نماز پڑھنا اور پڑھانا مکروہ تحریمی ہے۔ اس لیے کہ یہ بھی ایک عذر ہے۔

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اُقِیْمَتِ الصَّلٰوةُ فَلَا صَلٰوةَ اِلَّا
حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس وقت کھڑی کی جائے نماز کوئی نماز نہیں
الْمَكْتُوْبَةَ. (صحیح مسلم)
مگر فرضی ہی۔ روایت کیا اس کو مسلم نے۔

تشریح: حاصل حدیث کا یہ ہے کہ جب فرض نماز کے لیے تکبیر کہی جائے تو اس نماز کے علاوہ دوسری کوئی نماز ادا نہیں کر سکتے خواہ اسی نماز کے توابعات میں سے ہو یا نہ ہو۔

فجر کے ماسواء چار نمازوں کے بارے میں جمہور فقہاء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ اگر سنتیں نہ شروع کی ہوں اور تکبیر شروع ہو جائے تو سنتوں کو نہ پڑھے اور اگر شروع کر چکا ہے اور معتد بہ مقدار پڑھ چکا ہے مثلاً ایک رکعت پڑھ لی ہے تو اس کے ساتھ دوسری رکعت کو ملائے اور دو رکعتوں کو پورا کرے اور اگر معتد بہ مقدار نہ پڑھی ہو مثلاً ابھی تک رکوع ہی نہیں کیا تو اس کو توڑ دے وہ چار نمازیں یہ ہیں ظہر، عصر، مغرب، عشاء۔

(مسئلہ سنتی الفجر) البتہ فجر کی سنتوں کے بارے میں اختلاف ہے کہ اس کا کیا حکم ہے؟ البتہ اہل ظواہر کہتے ہیں کہ جب تکبیر شروع ہو جائے تو سرے سے نماز ہوتی ہی نہیں، اقامت مفسد للصلوٰۃ ہے۔ محل نزاع صورت یہ ہے کہ ابھی تک سنتوں کو شروع نہیں کیا اور نماز کے لیے تکبیر شروع ہو گئی آیا اب فجر کی دو سنتیں پڑھ سکتا ہے یا نہیں؟

قول (۱) شوافع اور حنابلہ کے نزدیک فجر کی سنتوں کو بالکل چھوڑ دے جس طرح کہ باقی نمازوں کی سنتوں کو چھوڑ دیتا ہے۔

قول (۲) مالکیہ کے نزدیک اگر دونوں رکعتیں ملنے کی امید ہو تو فجر کی سنتوں کو پڑھ لے لیکن خارج عن المسجد

قول (۳) امام صاحبؒ کے نزدیک اگر ایک رکعت ملنے کی امید ہو تو پڑھ سکتا ہے لیکن خارج عن المسجد۔

قول (۴) امام محمدؒ کے نزدیک اگر التحیات میں شامل ہونے کی امید ہو تو مسجد سے باہر پڑھ سکتا ہے۔ البتہ متاخرین فقہاء نے توسعاً یہ فتویٰ دیا ہے کہ مسجد کے اندر بھی پڑھ سکتا ہے اگر ایک رکعت ملنے کی امید ہو یا التحیات کے ملنے کی امید ہو۔ بشرطیکہ صفوں کے اتصال کے ساتھ نہ ہو۔ اگر صفوں کے ساتھ اتصال ہو تو بالکل جائز نہیں۔ یہ حدیث حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ شوافع اور حنابلہ کے موافق ہے اس میں ہے فلا صلوٰۃ الا المکتوبہ: احناف کی جانب سے

جواب-۱: اس میں تخصیص ہے۔ فلا صلوٰۃ ای فلا صلوٰۃ فی داخل المسجد. ہم کب کہتے ہیں کہ فی داخل المسجد پڑھ سکتا ہے اور یہ تخصیص کرنا پڑے گی ورنہ تو معنی یہ ہوگا عورتیں بھی نماز نہیں پڑھ سکتیں۔

جواب-۲: متاخرین کی جانب اس کا جواب ہے کہ فلا صلوٰۃ کا معنی ہے ای متصلا بالصفوف.

جواب-۳: یہ حدیث ہمارے خلاف تب ہوگی جب الا رکعتی الفجر کا استثناء موجود نہ ہو جبکہ بیہقی کی روایت میں یہ استثناء بحوالہ حاشیہ نصیریہ۔ الا رکعتی الفجر موجود ہے۔ باقی اس استثناء والی روایت پر اعتراض کیا گیا ہے کہ یہ ضعیف ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ کوئی ضعیف نہیں ہے اس لئے کہ اس کے راوی بڑے اولیاء اللہ میں سے ہیں۔

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اسْتَاذَنَتِ امْرَاَةُ اَحَدِكُمْ اِلَی
حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کسی کی عورت مسجد میں جانے کی اجازت مانگے

الْمَسْجِدِ فَلَا يَمْنَعْهَا. (صحيح البخاری و صحيح مسلم)
تو اس کو منع مت کرو۔ اس کو بخاری اور مسلم نے روایت کیا۔

تشریح: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں عورتیں مسجد میں نماز پڑھنے کے لیے حاضر ہوتی تھیں۔

مسئلہ: آیا اس زمانے میں عورتیں مسجد میں نماز پڑھنے کے لیے حاضر ہوسکتی ہیں یا نہیں؟ روایات صحیحہ کثیرہ سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں عورتوں کو نماز کیلئے مسجد میں آنے کی اجازت تھی لیکن اس کے متعلق مندرجہ ذیل امور ضرور ملحوظ رہنے چاہئیں۔

۱- عہد رسالت میں عورتوں کو مسجد میں آنے کی اجازت تو تھی لیکن یہ اعلان اس وقت بھی واضح طور پر کر دیا گیا تھا کہ عورت کیلئے افضل یہی ہے کہ وہ اپنے گھر میں نماز ادا کرے اور یہ کہ عورت کی نماز جتنی پوشیدہ اور اندھیری جگہ میں ہوگی اتنی ہی افضل ہوگی جیسا کہ فصل ثانی میں ابن مسعودؓ کی مرفوع حدیث ہے۔ **صلوة المرة فی بیتها افضل من صلوتها فی حجر تهاد وصلوتها فی مخدعها افضل من صلوتها فی بیتها**"۔

۲- عہد رسالت میں بھی جو اجازت دی گئی تھی وہ بڑی پابندیوں کے ساتھ دی گئی تھی مثلاً یہ کہ خوشبو لگا کر مسجد میں نہ آئے اور فرمایا کہ اگر کوئی عورت مسجد میں آنے کیلئے خوشبو لگالے تو اس کی نماز اس وقت تک قبول نہ ہوگی جب تک کہ وہ غسل کر کے اس کو دھو نہ ڈالے اور اس عورت کو زانیہ قرار دیا گیا جو خوشبو لگا کر مجلس کے پاس سے گزر بھی جائے۔

۳- عہد رسالت میں عورتوں کو مسجد میں آنے کی اجازت دینے کی ایک خاص ضرورت بھی تھی وہ یہ کہ اس وقت نئے نئے احکام نازل ہوتے رہتے تھے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نئے احکام بتانے ہوتے یا کوئی اور وعظ و نصیحت کرنی ہوتی تو عموماً نمازوں کے وقت ایسا ہوتا تھا۔ یہ باتیں عورتوں تک پہنچانے کا اور کوئی ذریعہ نہیں تھا اس لئے عوتوں کو بھی مسجد میں آنے کی اجازت دے دی گئی تھی تاکہ وہ بھی یہ باتیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سن لیں۔

۴- وہ زمانہ آج کے زمانہ سے بہت مختلف تھا۔ دل اور پاک اور صاف تھے معاشرہ برائیوں سے پاک تھا اکثر کے دل میں برائی کا خیال بھی نہیں آتا تھا اگر کسی سے بتقاضائے بشریت کوئی گناہ ہو بھی گیا تو فوراً دربار رسالت میں حاضر ہو کر خود اپنی غلطی کا اقرار کیا اور اس وقت تک چین نہ لیا جب تک اس فعل کی شرعی سزا اس کو نہیں کر دی گئی۔ بعض صحابہؓ سے بوس و کنار ہو گیا تو اس پر ان کو اتنی ندامت ہوئی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ میں نے ایسا جرم کر لیا ہے جو موجب حد ہے۔ یہ حالت تو ان کے دلوں کی مسجد سے باہر تھی ظاہر ہے مسجد میں آ کر دل اور بھی حق تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو جاتے ہوں گے خصوصاً نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وہاں موجودگی میں ظاہر ہے کہ اس پاکیزگی کا بعد کے ادوار میں تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔

۵- جب عہد رسالت میں عورتوں کو مسجد میں آنے کی اجازت ایک خاص مقصد کے تحت تھی اب وہ باقی نہیں رہا اور یہ اجازت ایک خاص ماحول کے پیش نظر دی گئی تھی جس میں اس کے بعد بہت زیادہ تبدیلیاں آگئی ہیں تو عہد رسالت کی اس اجازت سے اس بات پر استدلال کرنا درست نہیں کہ آج کل بھی عورتوں کو مسجد میں آنے کی اسی طرح اجازت ہونی چاہئے جیسی عہد رسالت میں تھی۔ حضرت عائشہؓ سے زیادہ کون حدیث پر عمل کرنے کا شیدائی ہوسکتا ہے۔ ان کا ارشاد صحیح بخاری شریف میں موجود ہے۔ "لوادرک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ماحدث النساء لمنعهن المسجد کما منعت نساء بنی اسرائیل" عورتوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جو کچھ کرنا شروع کر دیا ہے اس کو اگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی زندگی میں دیکھ لیتے تو خود ہی ان کو مسجد میں آنے سے روک دیتے۔ حضرت عائشہؓ کے بارے میں یہ تصور بھی نہیں کیا جاسکتا کہ ایک چیز کی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اجازت عامہ دیں اور یہ انہیں اپنے زمانہ کیلئے غیر مناسب قرار دیں۔ حضرت عائشہؓ کے اس ارشاد کی یہی وجہ ہوسکتی ہے کہ وہ جانتی تھیں کہ ان کو یہ اجازت خاص حالات کے پیش نظر دی گئی تھی اور اب چونکہ وہ حالات نہیں رہے۔ اس لئے اب انکا نکلنا مناسب نہیں اور پھر حضرت عائشہ بھی اس دور کی بات کر رہی ہیں جبکہ خیر القرون کا زمانہ تھا اور صحابہ کرامؓ کی کافی تعداد زندہ تھی اگر اس وقت کے حالات حضرت عائشہؓ کی نظر میں اس قابل تھے کہ ان میں عورتوں کو مسجدوں میں آنے سے روک دیا جائے تو آج کل کے حالات تو بدرجہ اولیٰ اس بات کے متقاضی ہیں کہ ان کو مسجدوں میں آنے کی اجازت نہ دی جائے اور جب اللہ کے گھروں میں آنے کا یہ حکم تو بغیر ضرورت کے بازاروں

میں پھرنے کے کیسے اجازت دی جاسکتی ہے۔ ۶۔ اس باب کے آخر میں حضرت ابن عمرؓ کی دو روایتیں ہیں جن کا حاصل یہ ہے کہ حضرت ابن عمرؓ نے ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد سنایا لاتمنعوا النساء حظوظھن من المساجد اذا استاذنکم۔ اس پر ان کے صاحبزادے بلال نے کہا ''واللہ لنمنعھن'' اس پر ان کو حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے بہت سخت ڈانٹا اور ایک روایت کے مطابق آخر وقت تک ان سے ناراض رہے اور ان سے بات نہیں کی حضرت ابن عمرؓ کی ناراضگی کی وجہ یہ نہیں تھی کہ بلال عورتوں کو مسجد میں آنے سے روکنے کے قائل کیوں ہیں بلکہ وجہ یہ تھی کہ ان کا بات کرنے انداز ایسا تھا کہ جس میں حدیث کے معارضہ کی صورت بنتی تھی۔ اس لئے ابن عمرؓ اس معارضہ صوریہ پر ناراض ہوئے۔ اگر بلال یوں کہہ دیتے۔ مثلاً اب وہ حالات نہیں رہے۔ اب عورتوں کے حالات بدل چکے ہیں۔ وغیرہ وغیرہ تو ابن عمرؓ ناراض نہ ہوتے۔ اس جیسا ایک واقعہ امام ابو یوسف سے بھی مروی ہے۔ انہوں نے ایک مرتبہ ارشاد فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو کدو بہت پسند تھا۔ اس پر ایک شخص نے کہا میں تو اسے پسند نہیں کرتا۔ اس پر امام ابو یوسف نے کہا کہ فوراً ایمان کی تجدید کرو دگر تمہیں قتل کر دوں گا۔ کسی کھانے کا مرغوب ہونا یا نہ ہونا اگر چہ ایک طبعی امر ہے اس پر کوئی پابندی نہیں لیکن اس شخص کا انداز سوء ادبی والا تھا۔ اس لئے امام ابو یوسف نے اس کی تادیب فرمائی۔ یہ حضرات جب حدیث سے معارضہ صوریہ پر اتنے کبیدہ خاطر ہوتے ہیں۔ حدیث سے حقیقی معارضہ کو کب گوارا کر سکتے ہیں۔

اگر بالفرض تسلیم بھی کر لیا جائے کہ ابن عمرؓ عورتوں کے مسجد میں آنے کے قائل تھے تو بھی ان کے مقابلہ میں حضرت عائشہؓ کو ترجیح ہونی چاہئے ایک تو اس وجہ سے کہ ازواج مطہرات میں سے ہونے کی وجہ سے وہ عورتوں سے متعلق مسائل میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیادہ مزاج شناس ہوں گی دوسرے اس لئے کہ عورتوں کے بدلتے ہوئے حالات پر ان کی نظر مرد صحابہؓ سے زیادہ ہوگی۔

وَعَنْ زَيْنَبَ امْرَاَةِ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍؓ قَالَتْ قَالَ لَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا شَهِدَتْ
حضرت زینب عبداللہ بن مسعودؓ کی بیوی سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے لئے فرمایا
اِحْدٰكُنَّ الْمَسْجِدَ فَلَا تَمَسَّ طِيْبًا. (صحیح مسلم)
جس وقت حاضر ہو ایک تم میں سے مسجد میں پس نہ لگائے خوشبو۔ روایت کیا اس کو مسلم نے۔

تشریح: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جب خوشبو لگا کر مسجد میں نہیں جاسکتیں تو بازار میں کیسے جاسکتی ہیں جو کہ مبغوض ترین جگہ ہے۔ صاحب مشکوٰۃ کی ترتیب کے مطابق ہر حدیث میں قیدیں بڑھتی جارہی ہیں اس حدیث میں آیا کہ عورت خوشبو لگا کر باہر نہ جائے۔

وَعَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَيُّمَا امْرَاَةٍ اَصَابَتْ بَخُوْرًا فَلَا تَشْهَدْ
حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو عورت بخور لگائے نہ حاضر ہو
مَعَنَا الْعِشَآءَ الْاٰخِرَةَ. (صحیح مسلم)
ہمارے ساتھ عشا کے وقت۔ روایت کیا اس کو مسلم نے۔

تشریح: اس حدیث میں ایک اور پابندی آ گئی کہ تمام نمازوں میں حاضر نہ ہوں صرف عشاء لآخرت میں حاضر ہو سکتی ہے کیونکہ عشاء کے وقت اندھیرا ہوتا ہے شرارتی لوگوں کو چھیڑنے کا موقعہ نہیں ملتا وہ سوئے ہوئے ہوتے ہیں۔ اس لئے اس وقت میں اجازت دے دی گئی۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِىْ

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَمْنَعُوْا نِسَاءَكُمْ
حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہ منع کرو تم اپنی عورتوں کو

اَلْمَسَاجِدَ وَبُيُوتُهُنَّ خَيْرٌ لَّهُنَّ. (رواہ ابوداؤد)
مسجدوں سے اوران کیلئے ان کے گھر بہتر ہیں۔ روایت کیا اس کو ابوداؤد نے۔

تشریح: حاصل حدیث:۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں گناہ کے ارتکاب سے بچا جاتا تھا۔ حتیٰ کہ منافقین بھی ڈرتے تھے کیونکہ وہ وحی کا زمانہ تھا اور منافقین کو پتہ تھا کہ اگر ہم نے کوئی گناہ کرلیا تو وحی آجائے گی تو قیامت تک رسواء ہونا پڑے گا لیکن اب یہ وحی کا زمانہ نہیں۔ اب گناہ کے ارتکاب سے نہیں بچا جاسکتا اس لیے عورتوں کو مساجد میں نہیں آنا چاہیے۔

وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَاةُ الْمَرْأَةِ فِي بَيْتِهَا اَفْضَلُ مِنْ صَلَاتِهَا
حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عورت کی نماز اس کے گھر میں پڑھنی یہ افضل ہے
فِي حُجْرَتِهَا وَصَلَاتُهَا فِي مُخْدَعِهَا اَفْضَلُ مِنْ صَلَاتِهَا فِي بَيْتِهَا. (رواہ ابوداؤد)
گھر کے صحن میں پڑھنے سے اور کوٹھڑی میں بہتر ہے نماز اس کے کھلے مکان سے روایت کیا اس کو ابوداؤد نے۔

تشریح: حاصل حدیث:۔ اس سے معلوم ہوا کہ جتنا پردہ ہوگا اتنی نماز بہتر ہوگی۔

وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ اِنِّيْ سَمِعْتُ حِبِّيْ اَبَا الْقَاسِمِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَا تُقْبَلُ صَلَاةُ امْرَأَةٍ
حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہا کہ تحقیق میں نے اپنے محبوب سے سنا کہ ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں فرماتے تھے نہیں قبول کی جاتی اس عورت کی نماز
تَطَيَّبَتْ لِلْمَسْجِدِ حَتّٰى تَغْتَسِلَ غُسْلَهَا مِنَ الْجَنَابَةِ رَوَاهُ اَبُوْدَاؤدَ وَرَوٰى اَحْمَدُ وَالنَّسَائِيُّ نَحْوَهُ.
کہ مسجد میں جانے کیلئے خوشبو لگائے یہاں تک کہ غسل کرے غسل جنابت کی مانند روایت کیا اس کو ابوداؤد نے اس کی مانند روایت کی احمد اور نسائی نے

تشریح: حاصل حدیث:۔ حتّٰی تغتسل غسلها من الجنابة. یہ کنایہ ہے کہ اچھی طرح دھولے۔ زجر علی المبالغہ ہے جنابۃ میں تعمیم ہے خواہ ظاہری ہو یا معنوی۔

وَعَنْ اَبِيْ مُوْسٰى قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلُّ عَيْنٍ زَانِيَةٌ وَاِنَّ الْمَرْأَةَ اِذَا اسْتَعْطَرَتْ
حضرت ابوموسیٰؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو آنکھ ہے زنا کرنے والی ہے تحقیق عورت کہ جس وقت خوشبو لگاتی ہے
فَمَرَّتْ بِالْمَجْلِسِ فَهِيَ كَذَا وَكَذَا يَعْنِيْ زَانِيَةٌ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَلِاَبِيْ دَاؤدَ وَ النَّسَائِيِّ نَحْوَهُ.
پھر گزرتی ہے کسی مجلس سے وہ ایسی اور ایسی ہے یعنی زنا کرنے والی ہے۔ روایت کیا اس کو ترمذی نے اور ابوداؤد اور نسائی نے مانند اس کی۔

تشریح: جس عورت نے خوشبو لگا کر مردوں کی مجلس میں اپنے آپ کو جلوہ گاہ بنایا تو وہ زانیہ ہے کیونکہ اس نے خوشبو لگا کر غیر مردوں کو اس بات کی رغبت دلائی کہ وہ اس طرف دیکھیں اور جب انہوں نے اس کی طرف دیکھا تو وہ آنکھوں کے زنا میں مبتلا ہوئے اور چونکہ یہ عورت اس فتنہ کا خود باعث بنی اس لئے گو اسی نے زنا کے فعل کا ارتکاب کیا۔

وَعَنْ اُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ قَالَ صَلّٰى بِنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمًا الصُّبْحَ فَلَمَّا سَلَّمَ قَالَ اَشَاهِدٌ
حضرت ابی بن کعبؓ سے روایت ہے کہا کہ ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھائی ایک دن صبح کی پس جب سلام پھیرا کہا فلاں حاضر ہے؟
فُلَانٌ قَالُوْا لَا قَالَ اَشَاهِدٌ فُلَانٌ قَالُوْا لَا قَالَ اِنَّ هَاتَيْنِ الصَّلَاتَيْنِ اَثْقَلُ الصَّلَوَاتِ عَلَى الْمُنَافِقِيْنَ وَلَوْ
صحابہؓ نے عرض کی کہ نہیں فرمایا کیا حاضر ہے فلاں عرض کی صحابہؓ نے کہ نہیں فرمایا کہ تحقیق یہ دونوں نمازیں منافقوں پر بہت گراں ہوتی ہیں اگر تم جانتے
تَعْلَمُوْنَ مَا فِيْهِمَا لَاَتَيْتُمُوْهُمَا وَلَوْ حَبْوًا عَلَى الرُّكَبِ وَاِنَّ الصَّفَّ الْاَوَّلَ عَلٰى مِثْلِ صَفِّ الْمَلَائِكَةِ
کیا ثواب ہے ان دونوں میں تو آتے تم اگرچہ گھٹنوں پر تحقیق پہلی صف فرشتوں کی صف کی مانند ہے اگر جانتے تم کیا ثواب ہے اس کا البتہ جلدی

وَلَوْ عَلِمْتُمْ مَافَضِيْلَتُهٗ لَا بْتَدَرْتُمُوْهُ وَاِنَّ صَلَاةَ الرَّجُلِ مَعَ الرَّجُلِ اَزْكٰى مِنْ صَلَاتِهٖ وَحْدَهٗ وَصَلَاتِهٖ مَعَ
کرتے تم اس میں پہنچنے کیلئے تحقیق ایک آدمی کی نماز ساتھ ایک آدمی کے زیادہ ثواب رکھتی ہے اکیلے کی نماز سے اور اس کی دو شخصوں کے ساتھ نماز زیادہ
الرَّجُلَيْنِ اَزْكٰى مِنْ صَلَاتِهٖ مَعَ الرَّجُلِ وَمَاكَثُرَ فَهُوَ اَحَبُّ اِلَى اللّٰهِ. (رواه ابوداؤد و النسائی)
ثواب رکھتی ہے ایک شخص کے ساتھ نماز پڑھنے سے اور جس قدر زیادہ ہوں پس وہ زیادہ محبوب ہے اللہ کی طرف روایت کیا اسکو ابوداؤد اور نسائی نے۔

تشریح: نفس جماعۃ کا ثواب الگ ہے اور کثرت جماعۃ کا ثواب الگ ہے۔ اس کی طرف اس حدیث میں اشارہ فرمایا گیا ہے اور اس کے بعد ان دونوں نمازوں کی فضیلت کو ظاہر کر دیا گیا ہے تا کہ مخلص و صادق مسلمان ان نمازوں کی سعادت سے کسی بھی وجہ سے محروم نہ رہیں۔

وَعَنْ اَبِی الدَّرْدَآءِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَامِنْ ثَلَاثَةٍ فِیْ قَرْيَةٍ وَلَا بَدْوٍ لَا تُقَامُ
حضرت ابودرداءؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہیں تین شخص بستی میں اور نہ جنگل میں کہ نہ جماعت کی جائے ان میں نماز مگر تحقیق غالب
فِيْهِمُ الصَّلَاةُ اِلَّا قَدِاسْتَحْوَذَ عَلَيْهِمُ الشَّيْطَانُ فَعَلَيْكَ بِالْجَمَاعَةِ فَاِنَّمَا يَاكُلُ الذِّئْبُ الْقَاصِيَةَ. (احمدوغیرہ)
ہوتا ہے ان پر شیطان پس لازم کر اپنے پر جماعت کو سوائے اس کے نہیں کہ کھاتا ہے بھیڑیا اس بکری کو جو ریوڑ سے دور رہے روایت کیا اس کو احمد ابوداؤد اور نسائی نے۔

تشریح: ان احادیث سے یہی بات معلوم ہو رہی ہے کہ جماعت فرض نہیں ہے ہاں اتنی بات ہے کہ ایک پڑھے گا تو مفضول ہے اگر دو پڑھیں گے جماعت کے ساتھ تو یہ افضل ہے۔

وَعَنِ بْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ سَمِعَ الْمُنَادِیَ فَلَمْ يَمْنَعْهُ مِنِ اتِّبَاعِهٖ
حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہا کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس شخص نے اذان کہنے والے کی اذان سنی نہ روکے اس کو موذن کی
عُذْرٌ قَالُوْوَمَا الْعُذْرُ قَالَ خَوْفٌ اَوْ مَرَضٌ لَمْ تُقْبَلْ مِنْهُ الصَّلٰوةُ الَّتِیْ صَلّٰى. (رواه ابوداؤد والدارقطنی)
تابعداری سے کوئی عذر صحابہ نے کہا کیا ہے عذر کہا ڈرنا یا بیماری نہیں قبول کی جاتی اس سے نماز جو کہ پڑھی۔ روایت کیا اس کو ابوداؤد اور دارقطنی نے۔

تشریح: قوله' سمع المنادی: سوال: مسموع ذوات تو نہیں ہوتی بلکہ اصوات ہوتی ہیں؟ جواب: امضاف محذوف ہے۔ ای اذان المنادی' قوله' لم تقبل منه الصلوٰة (قبولیت کاملہ کی نفی ہے) قبولیت بمعنی اجر و ثواب کے ہے یعنی اس نماز پر اجر و ثواب نہیں ملے گا اگرچہ فریضہ ساقط ہو جائے گا۔

وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ اَرْقَمَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِذَا اُقِيْمَتِ الصَّلَاةُ
حضرت عبداللہ بن ارقمؓ سے روایت ہے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہتے تھے جس وقت کہ قائم کی جائے نماز اور پائے ایک
وَوَجَدَ اَحَدُكُمُ الْخَلَاءَ فَلْيَبْدَاْ بِالْخَلَاءِ. (رواه الترمذی وروی مالک و ابوداؤ د و النسائی نحوه)
تمہارا حاجت پاخانہ کی چاہیے کہ ابتدا کرے پاخانہ کے ساتھ روایت کیا اس کو ترمذی نے اور مالک اور ابوداؤد اور نسائی نے مانند اس کی۔

تشریح: اگر پیشاب کا سخت تقاضا ہو تو پہلے ضرورت پوری کرے بعد میں نماز پڑھے لیکن اگر ایسے ہی پڑھ لی تو عندالاحناف اعادہ ضروری ہے۔ عندالشوافع مستحب ہے۔ تفصیل ماقبل میں گزر چکی ہے۔

وَعَنْ ثَوْبَانَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثٌ لَا يَحِلُّ لِاَحَدٍ اَنْ يَفْعَلَهُنَّ لَا يَؤُمَّنَّ رَجُلٌ
حضرت ثوبانؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تین چیزیں ہیں کہ نہیں حلال کسی کیلئے یہ کہ کرے ان کو نہ امام ہو آدمی کسی قوم کا اپنی

قَوْمًا فَیَخُصَّ نَفْسَهُ بِالدُّعَاءِ دُوْنَهُمْ فَاِنْ فَعَلَ ذٰلِکَ فَقَدْ خَانَهُمْ وَلَا یَنْظُرُ فِی قَعْرِ بَیْتٍ قَبْلَ اَنْ یَسْتَاْذِنَ

ذات کو دعا میں خاص کرے۔ بدون ان کے پس اگر کیا یہ تحقیق خیانت کی اس نے ان کی اور نہ نظر کرے کسی کے گھر میں پہلے اس کی اجازت سے اگر کیا یہ تحقیق

فَاِنْ فَعَلَ ذٰلِکَ فَقَدْ خَانَهُمْ وَلَا یُصَلِّ وَهُوَ حَقِنٌ حَتّٰی یَتَخَفَّفَ. (رواہ ابوداؤد للترمذی نحوہ)

خیانت کی ان کی اور نہ نماز پڑھے اس حالت میں کہ بند کئے ہوں پیشاب یا پاخانے کو یہاں تک کہ ہلکا ہو۔ روایت کیا اس کو ابوداؤد اور ترمذی نے مانند اسکی۔

تشریح: حاصل حدیث کا یہ ہے کہ یہ خصائل ثلثہ کسی کے لیے جائز نہیں۔

(۱) پہلی خصلت ایسا امام جو قوم کو امامت کروائے لیکن دعا میں ان کو شامل نہ کرے تو یہ خائن ہے۔ اس نے قوم سے خیانت کی ہے۔

سوال: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے وہ ادعیہ منقولہ ماثورہ جو بصیغہ متکلم ہیں جب ان کو امام عمل میں لائے گا تو ظاہر ہے کہ دعا کی اپنے نفس کے ساتھ تخصیص ہو جائے گی قوم ان میں شامل نہیں ہوگی۔ مثلاً اللّٰھُمَّ انی ظلمت نفسی ظلماً کثیراً الخ...... تو پھر اس حدیث کا مصداق بن جائے گا۔

جواب-۱: تخصیص کا مطلب یہ ہے کہ یہ ارادہ کرلے کہ دعا کا اثر مجھ تک ہی ہو دوسروں کی نفی کردے۔ یہ شخص اس کا مصداق ہے جیسے کہ ایک روایت میں ہے کہ البائل فی المسجد اعرابی نے یوں دعا کی: اللّٰھُمَّ ارحمنی ومحمداً ولا ترحم معنا احداً۔ دعا کو اقرب الی الاجابت بنانے کے لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دعاء میں شامل کرلیا اور یہ سمجھا کہ جتنے افراد زیادہ ہوں گے اتنا رحمت میں قسمت آجائے گی تو جس قدر آدمی تھوڑے ہوں گے قسمت کم ہوگی۔ اس لیے اس نے یہ سمجھا کہ میرا حصہ کسی دوسرے کے پاس نہ جائے اس لیے یوں دعا کی تاکہ شرکت سے حصہ کم نہ ہو جائے۔ (کتنا سمجھدار صحابی تھا) تو اس طرح اگر کوئی دعا کرے: اللّٰھُمَّ اغفرنی ولا تغفرھم تو یہ وعید شدید کا مصداق ہے اور یہ جائز نہیں اگر دوسروں کی نفی نہیں کرتا محض تلفظ کرتا ہے تخصیص کا ارادہ نہیں تو یہ جائز ہے۔ یہ قوم کی طرف سے بھی ہو جائے گی اس لیے کہ یہ ان کا نائب ہے۔

جواب-۲: جمع والی ادعیہ کو فرائض میں عمل کے اندر لائے اور بصیغہ متکلم والی کو نوافل میں عمل میں لائے۔

جواب-۳: ان واحد متکلم والی نماز کے اخیر میں عمل میں لائے اس وقت ہر شخص اپنی اپنی دعا کرتا ہے۔ یہ جائز ہے۔

جواب-۴: دعا سے مراد مطلق دعا مراد نہیں بلکہ قنوت نازلہ مراد ہے۔ دعائے قنوت ظاہر ہے کہ قنوت نازلہ میں سب کے لیے دعا کرنی ہوتی ہے اس لیے جمع کے صیغے عمل میں لانے چاہئیں۔ دوسری خصلت۔ دوسرا شخص جو گھر میں اجازت لینے سے پہلے جھانکے تو یہ خائن ہے۔ قولہ حقن لغت کے اندر صرف اس پر بولا جاتا ہے جس کو پیشاب کا تقاضا سخت ہو اور جس کو پاخانہ کا تقاضا سخت ہو اس کو لغت کے اندر حقن کہتے ہیں لیکن یہاں حدیث میں حقن بالمعنی الاعم ہے خواہ پاخانہ کا تقاضا ہو یا پیشاب کا تقاضا سخت ہو۔

وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَا تُؤَخِّرُوا الصَّلَاةَ لِطَعَامٍ وَلَا لِغَیْرِهٖ. (رواہ فی شرح السنۃ)

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہ تاخیر کرو نماز کو واسطے کھانے کے اور نہ اس کے غیر کیلئے روایت کیا اس کو شرح السنہ میں۔

تشریح: اسکی تفصیل گزر چکی نہ موخر کرو نماز کو اپنے وقت سے کھانے کیلئے اور نہ کھانے کے علاوہ کسی اور غرض کیلئے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ

وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍؓ قَالَ لَقَدْ رَاَیْتُنَا وَمَا یَتَخَلَّفُ عَنِ الصَّلٰوةِ اِلَّا مُنَافِقٌ قَدْ عُلِمَ نِفَاقُهُ اَوْ مَرِیْضٌ

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہا کہ تحقیق دیکھا میں نے...... صحابہ کو کہ نہ پیچھے رہتا نماز باجماعت سے مگر منافق کہ معلوم اور ظاہر تھا نفاق اس کا یا بیمار تحقیق تھا

اِنْ کَانَ الْمَرِیْضُ لَیَمْشِیْ بَیْنَ رَجُلَیْنِ حَتّٰی یَاْتِیَ الصَّلٰوةَ قَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ

بیمار ہمارا البتہ چلتا درمیان دو شخصوں کے یہاں تک کہ آتا وہ نماز میں اور ابن مسعودؓ نے کہا تحقیق پیغمبر خدا نے سکھائے ہم کو ہدایت کے طریقے اور تحقیق ہدایت کے

عَلَّمَنَا سُنَنَ الْهُدٰى وَاِنَّ مِنْ سُنَنِ الْهُدٰى الصَّلٰوةُ فِى الْمَسَاجِدِ الَّذِىْ يُؤَذَّنُ فِيْهِ وَفِىْ رِوَايَةٍ قَالَ مَنْ

طریقوں میں سے نماز ہے کہ ان مساجد میں ادا کی جائے جن میں اذان پڑھی جاتی ہے اور ایک روایت میں یوں ہے کہ کہا ابن مسعودؓ نے جس شخص کو خوش لگے یہ بات

سَرَّهٗ اَنْ يَّلْقَى اللّٰهَ غَدًا مُّسْلِمًا فَلْيُحَافِظْ عَلٰى هٰذِهِ الصَّلَوَاتِ الْخَمْسِ حَيْثُ يُنَادٰى بِهِنَّ فَاِنَّ اللّٰهَ

کہ اللہ تعالیٰ سے ملاقات کرے کل کو پورا مسلمان چاہیے کہ محافظت کرے ان پانچوں نمازوں پر اس جگہ کہ اذان دی جائے واسطے ان کے تحقیق مقرر کئے اللہ نے

شَرَعَ لِنَبِيِّكُمْ سُنَنَ الْهُدٰى وَاِنَّهُنَّ مِنْ سُنَنِ الْهُدٰى وَلَوْ اَنَّكُمْ صَلَّيْتُمْ فِىْ بُيُوْتِكُمْ كَمَا يُصَلِّىْ هٰذَا

تمہارے نبی کیلئے طریقے ہدایت کے اور تحقیق یہ نمازیں پانچوں جماعت کے ساتھ پڑھنی ہدایت کے طریقوں سے ہے اور اگر تم نماز پڑھو اپنے گھروں میں جیسا کہ نماز

الْمُتَخَلِّفُ فِىْ بَيْتِهٖ لَتَرَكْتُمْ سُنَّةَ نَبِيِّكُمْ وَلَوْ تَرَكْتُمْ سُنَّةَ نَبِيِّكُمْ لَضَلَلْتُمْ وَمَا مِنْ رَجُلٍ يَتَطَهَّرُ

پڑھتا ہے یہ پیچھے رہنے والا اپنے گھر میں البتہ چھوڑو گے نبی کی سنت کو اگر چھوڑو گے اپنے نبی کی یہ سنت البتہ گمراہ ہو جاؤ گے اور نہیں کوئی شخص کہ وضو کرے اچھا کرے

فَيُحْسِنُ الطُّهُوْرَ ثُمَّ يَعْمِدُ اِلٰى مَسْجِدٍ مِّنْ هٰذِهِ الْمَسَاجِدِ اِلَّا كَتَبَ اللّٰهُ لَهٗ بِكُلِّ خُطْوَةٍ يَّخْطُوْهَا

وضو کو پھر مسجد کی طرف قصد کرے ان مساجد میں سے مگر کہ لکھتا ہے اللہ تعالیٰ ہر قدم کے بدلے کہ قدم رکھتا ہے واسطے اس کے ایک نیکی اور بلند کرتا ہے بسبب اس قدم

حَسَنَةً وَّرَفَعَهٗ بِهَا دَرَجَةً وَحَطَّ عَنْهُ بِهَا سَيِّئَةً وَلَقَدْ رَاَيْتُنَا وَمَا يَتَخَلَّفُ عَنْهَا اِلَّا مُنَافِقٌ مَّعْلُوْمُ النِّفَاقِ

کے ایک درجہ اور دور کرتا ہے ایک برائی کو اور تحقیق دیکھا ہم نے اپنے آپکو اور صحابہ کو اس حالت میں کہ نہ پیچھے رہتا جماعت سے مگر منافق ایسا کہ اسکا نفاق معلوم تھا تحقیق تھا

وَلَقَدْ كَانَ الرَّجُلُ يُؤْتٰى بِهَا يُهَادٰى بَيْنَ الرَّجُلَيْنِ حَتّٰى يُقَامَ فِى الصَّفِّ. (صحیح مسلم)

آدمی بیمار کہ لایا جاتا نماز میں اس حالت میں پھیلایا جاتا درمیان دو آدمیوں کے یہاں تک کہ کھڑا کیا جاتا ہے۔ صف میں روایت کیا اس کو مسلم نے۔

تشریح: قولہ سنن الھدی (ہدایت کے طریقے) ان طریقوں اور راستوں کو کہتے ہیں جن پر عمل کرنا ہدایت کا موجب اور حق تعالیٰ جل شانہ کے قرب اور اس کی رضا کا باعث ہو۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے افعال کی قسمیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے افعال دو نوعیت کے ہوتے ہیں ایک قسم کے افعال تو وہ تھے جنہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بطور عبادت کرتے تھے دوسری قسم کے افعال وہ تھے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم بطریق عادت کرتے تھے۔ جن افعال کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم بطریق عادت کرتے تھے انہیں ''سنن زوائد'' کہا جاتا ہے اور جن افعال کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم بطریق عبادت کرتے تھے انہیں ''سنن ہدیٰ'' کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔

پھر سنن ہدیٰ کی دو قسمیں ہیں۔ ۱۔ سنن مؤکدہ۔ ۲۔ سنن غیر مؤکدہ۔

سنن مؤکدہ۔ وہ افعال ہیں جنہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بطریق مواظبت کے کیا اور لوگوں کو ان افعال کے کرنے کی تاکید فرمائی۔ سنن غیر موکدہ۔ وہ افعال ہیں جو نہ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بطریق مواظبت کے صادر ہوتے ہیں اور نہ ان پر عمل کرنے کیلئے لوگوں کو تاکید فرماتے تھے۔

اس حدیث میں جس سنن ہدیٰ کا ذکر فرمایا گیا ہے اس سے مراد ''سنن مؤکدہ'' ہیں۔ جو حضرات جماعت کو واجب قرار دیتے ہیں یہ تعریف ان کے نقطہ نظر کے بھی منافی نہیں ہے کیونکہ لغۃً واجب بھی سنن ہدیٰ کی تعریف میں داخل ہے۔

احمدؒ اور طبرانیؒ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مرفوعاً یہ روایت نقل کی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''ظلم پورا ظلم' کفر اور نفاق (کا حامل) وہ (شخص) ہے کہ اللہ کے پکارنے والے کو سنا کہ وہ مسجد کی طرف (نماز کی جماعت میں شریک ہونے کیلئے) پکارتا ہے مگر اس (شخص نے) جواب نہیں دیا (یعنی مسجد میں پہنچ کر جماعت میں شریک نہیں ہوا) اس روایت کی روشنی میں معلوم ہوا کہ ان لوگوں کے بارے میں جو مسجد میں ہونے والی جماعت کو ترک کرتے ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ سخت ترین وعید ہے۔

کما یصلی ھذا المتخلف فی بیتہ (جیسا کہ یہ پیچھے رہنے والا شخص اپنے گھر میں نماز پڑھتا ہے) بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ یہ کوئی خاص شخص تھا جو جماعت میں حاضر نہیں ہوتا تھا چنانچہ ابن مسعودؓ نے اس شخص کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ جس طرح یہ شخص جماعت کی سعادت سے اپنے کو محروم کر کے گھر میں نماز پڑھ لیتا۔ اسی طرح اگر تم لوگ بھی اپنے گھروں میں نماز پڑھنے لگو گے تو یہ سمجھ لو کہ اس شخص کی طرح تمہارا بھی یہ فعل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو چھوڑنے کے مرادف ہوگا اور ظاہر ہے کہ سنت کو ترک کرنے والا شخص ضلالت و گمراہی کی تباہ کن کھائی میں گرتا ہے۔

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَوْ لَا مَافِی الْبُیُوْتِ مِنَ النِّسَآءِ وَالذُّرِّیَةِ اَقَمْتُ
حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے وہ نقل کرتے ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اگر گھر میں عورتیں نہ ہوتیں اور اولاد حکم کرتا میں عشا کی
صَلٰوةَ الْعِشَاءِ وَاَمَرْتُ فِتْیَانِیْ یُحَرِّقُوْنَ الْبُیُوْتِ بِالنَّارِ. (رواہ احمد بن حنبل)
نماز کو قائم کرنے کا اور حکم کرتا اپنے خادموں کو کہ جلاتے اس چیز کو کہ گھروں میں ہے آگ کے ساتھ روایت کیا اس کو احمد نے۔

تشریح: فرمایا چونکہ مجھے عورتوں اور بچوں کا اندیشہ ہے اس لیے گھروں کو جلانے کا حکم نہیں دیا۔ باقی یہ وعید شدید اس وجہ سے تھی کہ جماعت سنت مؤکدہ ہونے کے ساتھ ساتھ شعائر اللہ میں سے بھی ہے۔

وَعَنْهُ قَالَ اَمَرَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا كُنْتُمْ فِی الْمَسْجِدِ فَنُوْدِیَ بِالصَّلٰوةِ فَلَا یَخْرُجْ
اسیؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم کیا کہ جس وقت کہ ہو تم مسجد میں اذان دی جائے نماز کی نہ نکلے
اَحَدُكُمْ حَتّٰی یُصَلِّیَ. (رواہ احمد بن حنبل)
ایک تمہارا یہاں تک کہ نماز پڑھے۔ روایت کیا اس کو احمد نے۔

تشریح: یہاں دو قیدیں ہیں۔

(۱) واپسی کا ارادہ نہ ہو اگر واپسی کے ارادہ سے مسجد سے باہر نکلتا ہے مثلاً وضو کرنے کے لیے جانا ہے تو یہ باہر نکلنا جائز ہے۔

(۲) کسی دوسری مسجد کا منتظم نہ ہو اگر منتظم ہے یا امام ہے اور اس کے نہ جانے سے قلت جماعت کا خطرہ ہے تو اس کے لیے بعد الاذان مسجد سے نکلنا جائز ہے۔

وَعَنْ اَبِی الشَّعْثَاءِؓ قَالَ خَرَجَ رَجُلٌ مِّنَ الْمَسْجِدِ بَعْدَ مَا اُذِّنَ فِیْهِ فَقَالَ اَبُوْ هُرَیْرَةَ اَمَّا هٰذَا فَقَدْ
حضرت ابو شعثاؒ سے روایت ہے کہا کہ مسجد سے ایک شخص نکلا بعد اس کے کہ اذان کہی گئی اس میں کہا ابو ہریرہؓ نے کہ
عَصٰی اَبَاالْقَاسِمِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ. (صحیح مسلم)
اس شخص نے تحقیق نافرمانی کی ابو القاسم صلی اللہ علیہ وسلم کی روایت کیا اس کو مسلم نے۔

تشریح: ایک شخص مسجد سے اذان کے بعد نکلا تو ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: اس نے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کی ہے۔ ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ بات قرائن سے معلوم ہوگئی ہوگی کہ یہ شخص واپسی کا ارادہ نہیں رکھتا ہے اور نیز یہ کسی دوسری مسجد کا امام بھی نہیں ہے ورنہ یہ کلمات ابو ہریرہؓ کیسے کہہ سکتے تھے۔

وَعَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اَدْرَكَهُ الْاَذَانُ فِی الْمَسْجِدِ ثُمَّ
حضرت عثمان بن عفانؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص کہ پایا اس کو اذان نے مسجد میں
خَرَجَ لَمْ یَخْرُجْ لِحَاجَةٍ وَّهُوَ لَا یُرِیْدُ الرَّجْعَةَ فَهُوَ مُنَافِقٌ. (رواہ ابن ماجۃ)
پھر نکلا نہیں نکلا کسی حاجت کیلئے اور وہ واپس آنے کا ارادہ بھی نہیں رکھتا وہ منافق ہے۔ روایت کیا اس کو ابن ماجہ نے۔

تشریح: حاصل حدیث:۔قولہ' فھو منافق الخ یعنی منافقوں جیسا اس نے عمل کیا تو یہاں حاجت کا لفظ صراحۃً آ گیا تو حاجت خارج ہے خواہ ضرورت شرعیہ ہو (وضوء وغیرہ) یا ضرورت طبعیہ ہو تو پھر باہر نکل سکتا ہے' دونوں قیدیں آ گئیں۔

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ سَمِعَ النِّدَاءَ فَلَمْ يُجِبْهُ فَلاَ صَلاَةَ لَهُ اِلَّا
حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جس نے اذان سنی نہ جواب دیا اس کا اس کی نماز ہی نہیں مگر
مِنْ عُذْرٍ. (رواه الدار قطنى)
عذر سے روایت کیا اس کو دار قطنی نے۔

تشریح: قولہ فلم یجبہ الخ اس سے اجابت عملیہ مراد ہے فلا صلوٰۃ لہٗ الامن عذر. اس حدیث سے استدلال کر کے اہل ظاہر کہتے ہیں کہ نماز سرے سے نہیں ہوگی جبکہ احناف کہتے ہیں کہ کامل نہیں ہوگی۔

وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ ابْنِ اُمِّ مَكْتُوْمٍ قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ الْمَدِيْنَةَ كَثِيْرَةُ الْهَوَامِ وَالسِّبَاعِ وَاَنَا ضَرِيْرُ الْبَصَرِ
حضرت عبداللہ بن ام مکتومؓ سے روایت ہے کہا کہ اے اللہ کے رسول تحقیق مدینہ میں بہت موذی جانور ہیں اور درندے ہیں اور میں اندھا ہوں کیا
فَهَلْ تَجِدُلِي مِنْ رُخْصَةٍ فَقَالَ هَلْ تَسْمَعُ حَيَّ عَلَى الصَّلٰوةِ حَيَّ عَلَى الْفَلاَحِ قَالَ نَعَمْ قَالَ فَحَيَّ
پاتے ہو میرے لئے رخصت کہ جماعت میں نہ آؤں فرمایا کیا سنتا ہے تو حی علی الصلوٰۃ حی علی الفلاح کہا ہاں فرمایا حاضر ہو اور جماعت کو چھوڑنے کی رخصت
هَلاَ وَلَمْ يُرَخِّصْ. (رواه ابوداؤد و النسائى)
نہ دی۔ روایت کیا اس کو ابوداؤد اور نسائی نے۔

تشریح: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو قرائن کے ذریعہ معلوم ہو گیا تھا کہ انکی شان کے مناسب یہی تھا کہ قائد کے بغیر مسجد میں آ سکتے ہیں یا یہ انہیں عزیمت پر آمادہ کرنا تھا؟

وَعَنْ اُمِّ الدَّرْدَآءِؓ قَالَتْ دَخَلَ عَلَيَّ اَبُو الدَّرْدَاءِ وَهُوَ مُغْضِبٌ فَقُلْتُ مَا اَغْضَبَكَ قَالَ وَاللّٰهِ مَا
حضرت ام درداؓ سے روایت ہے کہ مجھ پر ابودرداؓ آئے اور وہ غصے کی حالت میں تھے میں نے کہا کس چیز نے غصے میں ڈالا تم کو
اَعْرِفُ مِنْ اَمْرِ اُمَّةِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَيْئًا اِلَّا اَنَّهُمْ يُصَلُّوْنَ جَمِيْعًا.
کہا کہ اللہ کی قسم نہیں جانتا میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے معاملہ میں کچھ مگر تحقیق وہ نماز پڑھتے ہیں جماعت سے۔ روایت کیا اس کو بخاری نے۔

تشریح: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں جس چیز کا عام معمول تھا یعنی جماعت کے اندر شریک ہونے کا اب اس میں بھی سستی شروع ہو گئی ہے اور آج تو یہ حال ہے کہ اکثر لوگ بالکل نماز پڑھتے ہی نہیں۔

وَعَنْ اَبِي بَكْرِ بْنِ سُلَيْمَانَ بْنِ اَبِيْ حَثْمَةَ قَالَ اِنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ فَقَدَ سُلَيْمَانَ بْنَ اَبِيْ حَثْمَةَ
حضرت ابی بکر بن سلیمان بن ابی حثمہؓ سے روایت ہے کہا کہ تحقیق عمر بن خطابؓ نے نہ پایا سلیمان بن ابی حثمہ کو صبح کی
فِيْ صَلَاةِ الصُّبْحِ وَاِنَّ عُمَرَ غَدَا اِلَى السُّوْقِ وَ مَسْكَنُ سُلَيْمَانَ بَيْنَ الْمَسْجِدِ وَالسُّوْقِ فَمَرَّ عَلَى
نماز میں اور تحقیق عمر صبح کو گئے بازار کی طرف اور مکان سلیمان کا تھا درمیان مسجد اور بازار کے گزرے اوپر شفا کے کہ سلیمان کی ماں کا نام ہے
الشِّفَاءِ اُمِّ سُلَيْمَانَ فَقَالَ لَهَا لَمْ اَرَ سُلَيْمَانَ فِي الصُّبْحِ فَقَالَتْ اِنَّهُ بَاتَ يُصَلِّي فَغَلَبَتْهُ عَيْنَاهُ فَقَالَ
کہا عمر نے نہیں دیکھا میں نے سلیمان کو صبح کی نماز میں کہا سلیمان کی ماں نے تحقیق سلیمان نے رات گزاری تھی نماز پڑھتے۔ پس غلبہ کیا

عُمَرُ لَاَنْ اَشْهَدَ صَلَاةَ الصُّبْحِ فِيْ جَمَاعَةٍ اَحَبُّ اِلَيَّ مِنْ اَنْ اَقُوْمَ لَيْلَةً . (رواہ مالک)

ان کی آنکھوں نے عمرؓ نے کہا البتہ حاضر ہونا میرا نماز صبح کو جماعت میں یہ بہتر ہے طرف میری رات قیام کرنے سے روایت کیا اس کو مالک نے۔

تشریح: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ منتظمین کے لیے نماز کی حاضری لینے کی سند بھی موجود ہے۔ لم ار سلیمان: دیکھنے سے پتہ چل گیا ہوگا (معلوم ہوا کہ غیر حاضر ہونے پر تجسس بھی کرنا چاہیے اور اگر اچھے عمل میں لگا ہوا ہے تو سمجھانا بھی چاہیے)

وَعَنْ اَبِيْ مُوْسَى الْاَشْعَرِيِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِثْنَانِ فَمَا فَوْقَهُمَا جَمَاعَةٌ . (رواہ ابن ماجۃ)

حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دو یا دو سے زیادہ جماعت ہے۔ روایت کیا اس کو ابن ماجہ نے۔

تشریح: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر دو آدمی ہوں تو پھر بھی نماز جماعت سے پڑھنا چاہیے لیکن جمعہ کی نماز کیلئے نہیں۔

وَعَنْ بِلَالِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُمَرَؓ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَمْنَعُوا النِّسَاءَ

حضرت بلال بن عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے نقل کیا اپنے باپ سے کہا کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ منع کرو عورتوں کو

حُظُوْظَهُنَّ مِنَ الْمَسَاجِدِ اِذَا اسْتَاذَنَّكُمْ فَقَالَ بِلَالٌ وَّاللّٰهِ لَنَمْنَعُهُنَّ فَقَالَ لَهٗ عَبْدُاللّٰهِ اَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ

انکے حصے مسجدوں سے جبکہ اجازت مانگیں تم سے مسجد میں جانے کی پس کہا بلالؓ نے منع کرینگے ہم انکو کہا بلالؓ کو عبداللہؓ نے میں کہتا ہوں کہ رسول

اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَتَقُوْلُ اَنْتَ لَنَمْنَعُهُنَّ وَفِيْ رِوَايَةِ سَالِمٍ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ فَاَقْبَلَ عَلَيْهِ عَبْدُاللّٰهِ

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اور تو کہتا ہے کہ منع کریں گے ان کو اور سالم کی روایت میں ہے انہوں نے اپنے باپ سے روایت کیا کہا پھر متوجہ

فَسَبَّهٗ سَبًّا مَا سَمِعْتُهٗ مِثْلَهٗ قَطُّ وَقَالَ اُخْبِرُكَ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَتَقُوْلُ وَاللّٰهِ

ہوئے عبداللہ بلالؓ پر برا کہا اس کو برا کہا نہیں سنا میں نے کہ برا کہا اس کو مانند اس کی کبھی بھی اور کہا خبر دیتا ہوں میں تجھ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

لَنَمْنَعُهُنَّ . (صحیح مسلم)

سے اور تو کہتا ہے اللہ کی قسم منع کریں گے ہم۔ روایت کیا اس کو مسلم نے۔

تشریح: مطلب یہ ہے کہ عبداللہ بن عمر نے یہ حدیث سنائی لاتمنعوا النساء الخ تو بیٹے نے یعنی بلال نے کہا ہم تو ضرور روکیں گے تو بلال کے والد عبداللہ نے کہا میں تو وہ کہہ رہا ہوں جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اور تو کیا کہہ رہا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلے میں اپنی بات کر رہا ہے بیٹے کو بہت سخت ڈانٹا۔ بیٹے کی بات تو صحیح تھی لیکن اپنے مافی الضمیر کا اظہار اس طرح کیا جس سے بظاہر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کا مقابلہ ہو رہا تھا اس لیے برداشت نہ کر سکے اور اس انداز سے بات کرنا کہ جس سے حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مقابلہ ہو رہا ہو یہ ٹھیک نہیں ہے۔ اگلی حدیث میں آرہا ہے کہ عبداللہ بن عمر مرتے دم تک ان سے بات نہیں کی۔

وَعَنْ مُجَاهِدٍ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُمَرَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَمْنَعَنَّ رَجُلٌ اَهْلَهٗ اَنْ يَّاْتُوا

حضرت مجاہدؓ سے روایت ہے وہ روایت کرتے ہیں عبداللہ بن عمرؓ سے تحقیق نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنے اہل کو کوئی شخص منع نہ کرے کہ

الْمَسَاجِدَ فَقَالَ ابْنٌ لِعَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُمَرَ فَاِنَّا نَمْنَعُهُنَّ فَقَالَ عَبْدُاللّٰهِ اُحَدِّثُكَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

آئیں وہ مسجد کو کہا عبداللہ بن عمرؓ کے بیٹے نے ہم منع کریں گے ان کو کہا عبداللہ نے میں حدیث بیان کرتا ہوں تجھ کو حضرت رسول اللہ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَتَقُوْلُ هٰذَا قَالَ فَمَا كَلَّمَهٗ عَبْدُاللّٰهِ حَتّٰى مَاتَ . (رواہ احمد بن حنبل)

صلی اللہ علیہ وسلم سے اور تو یہ کہتا ہے کہا مجاہد نے پس نہ بولے اس سے عبداللہ یہاں تک کہ وفات ہوئی۔ روایت کیا اس کو احمد نے۔

تشریح: سوال: دوسری حدیث میں آیا کہ تین دن سے زیادہ قطع کلامی نہیں ہونی چاہیے اور تین دن سے زیادہ قطع کلامی جائز نہیں اور یہاں آیا کہ عبداللہ بن عمر مرتے دم تک اپنے بیٹے سے بات نہیں کی؟

جواب: جب ترک کلامی کا منشاء امر دنیاوی ہو تو یہ تین دن سے زیادہ جائز نہیں اور اگر ترک کلامی کا منشاء امر دینی ہو تو پھر تین دن سے زائد تک بھی جائز ہے۔ تین دن کیا موت تک جائز ہے جب تک اصلاح نہ ہو جائے۔ واللہ اعلم بالصواب

بَابُ تَسْوِيَةِ الصَّفِّ

صفوں کے برابر کرنے کا بیان

صفوف کا سیدھا کرنا ایسی سنت مؤکدہ ہے جو قریب الی الواجب ہے۔ باب تسویۃ الصفوف کے اندر جو احادیث بیان کی گئی ہیں ان سب کا حاصل یہ ہے کہ صفوں کے اندر چھ باتوں کا اہتمام کرنا چاہیے۔ (۱) **التسویه**: سیدھا پن (۲) **التلاصق**: مل مل کر کھڑے ہونا کہ کشادگی درمیان میں باقی نہ رہے (۳) **التوسط مع تقدم الامام**: امام کی دائیں بائیں جانب صف برابر ہو (۴) **الاتمام**: پہلی مکمل ہوئے بغیر دوسری صف شروع نہ کی جائے (۵) **التقارب**: یعنی دو صفوں کے درمیان اتنا فاصلہ نہ ہو کہ درمیان میں ایک اور صف بن سکے (۶) **الترتیب**: پہلے مردوں کی صف پھر عورتوں کی پھر بچوں کی صف ہونی چاہیے۔ یہ چھ چیزیں تو نماز میں صفوف کے لیے ضروری ہیں کیونکہ نماز کے اندر حسن و جمال تسویۃ الصفوف سے پیدا ہوتا ہے۔

علماء نے لکھا ہے کہ صف امام کے دائیں طرف کھڑا ہونا خواہ امام سے دور ہی کیوں نہ ہو بائیں طرف کھڑے ہونے سے خواہ امام سے کتنا ہی نزدیک کیوں نہ ہو افضل ہے ہاں اگر صف میں بائیں طرف جگہ خالی ہو تو پھر صف کی دونوں جانب کو برابر کرنے کے پیش نظر بائیں طرف ہی کھڑا ہونا افضل ہوگا۔

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ

عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيْرٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُسَوِّيْ صُفُوْفَنَا حَتّٰى كَاَنَّمَا

حضرت نعمان بن بشیرؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے برابر کرتے صفیں ہماری یہاں تک کہ گویا برابر کرتے ساتھ انکے تیروں کو

يُسَوِّيْ بِهَا الْقِدَاحَ حَتّٰى رَاٰى اَنَّا قَدْ عَقَلْنَا عَنْهُ ثُمَّ خَرَجَ يَوْمًا فَقَامَ حَتّٰى كَادَ اَنْ يُّكَبِّرَ فَرَاٰى رَجُلًا

یہاں تک کہ دیکھا تحقیق سمجھے ہم ان سے پھر نکلے ایک دن پس کھڑے ہوئے یہاں تک کہ قریب تھا کہ تکبیر کہیں پس دیکھا ایک شخص کو باہر نکلا ہوا

بَادِيًا صَدْرُهٗ مِنَ الصَّفِّ فَقَالَ عِبَادَ اللّٰهِ لَتُسَوُّنَّ صُفُوْفَكُمْ اَوْ لَيُخَالِفَنَّ اللّٰهُ بَيْنَ وُجُوْهِكُمْ. (صحیح مسلم)

ہے اس کا سینہ صف سے پس کہا اے اللہ کے بندو برابر کرو اپنی صفوں کو یا اختلاف ڈالے گا اللہ درمیان تمہاری ذاتوں کے روایت کیا اس کو مسلم نے۔

تشریح: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تسویۃ الصفوف کا اہتمام فرماتے رہے جب تک صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اس کی اہمیت کو نہ سمجھے اس وقت تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم عملی طور پر صحابہ کرامؓ کو صفوں کے اندر سیدھا کرتے۔ **کان یسوی بھا القداح**: عام طور پر ایسے ہوتا ہے کہ اگر کسی چیز کے ساتھ سیدھا ہونے کا بتلانا ہو تو تیروں کے ذریعے بتلاتے ہیں لیکن یہاں برعکس کیا گیا ہے یہاں تسویۃ کو علی وجہ المبالغہ بیان کرنے کے لیے تشبیہ میں قلب کر دیا ہے یعنی گویا کہ تسویۃ الصفوف کے ذریعے تیروں کو سیدھا کرتے تھے۔ آگے فرمایا صفوں کو سیدھا رکھو ورنہ اللہ تعالیٰ تمہارے چہروں کو مسخ کر دیں گے۔

قولہ لیخالفن اللہ: مسخ کرنے کے دو مطلب ہیں:(۱) اللہ تمہارے چہروں کو پھیر دیں گے تمہاری دبروں کی طرف یعنی پیچھے کر دیں گے۔ (۲) تمہاری شکلوں کو تبدیل کر دیں گے مثلاً حمار وغیرہ کی شکل بنا دیں گے یا مراد یہ ہے کہ دلوں کے درمیان بغض، حسد اور کجی پیدا کر دیں گے۔

سوال: اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ظاہر کا اثر باطن پر پڑتا ہے جبکہ ایک حدیث مشہور ہے ان فی الجسد مضغة اذا صلحت صلح الجسد کله الخ او کما قال صلی اللہ علیہ وسلم: اس سے معلوم ہوتا ہے کہ باطن کا اثر ظاہر پر پڑتا ہے؟ جواب: جب دو چیزوں کے درمیان کمال تعلق ہوتا ہے تو وہاں پر ان میں سے ایک کا اثر دوسرے پر پڑتا ہے، ہر چیز دوسری چیز سے متاثر ہوتی ہے، یہ کوئی مستبعد نہیں۔

وَعَنْ اَنَسٍؓ قَالَ اُقِيْمَتِ الصَّلٰوةُ فَاَقْبَلَ عَلَيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِوَجْهِهٖ فَقَالَ اَقِيْمُوْا

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہا قائم کی گئی نماز ہم پر پیغمبر متوجہ ہوئے صلی اللہ علیہ وسلم اپنے چہرے کے ساتھ فرمایا اپنی صفوں کو سیدھی کرو

صُفُوْفَكُمْ وَتَرَاصُّوْا فَاِنِّيْ اَرٰكُمْ مِّنْ وَّرَآءِ ظَهْرِيْ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَفِي الْمُتَّفَقِ عَلَيْهِ قَالَ اَتِمُّوا

اور آپس میں نزدیک کھڑے رہو تحقیق دیکھتا ہوں میں تم کو اپنی پیٹھ کے پیچھے سے روایت کیا اس کو بخاری نے اور بخاری

الصُّفُوْفَ فَاِنِّيْ اَرٰكُمْ مِّنْ وَّرَآءِ ظَهْرِيْ.

اور مسلم میں ہے پورا کرو اپنی صفوں کو تحقیق دیکھتا ہوں میں تم کو اپنی پیٹھ کے پیچھے سے۔

تشریح: قولہ قال اقیمت الخ دیکھنا ماوراء الظہر یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ تھا اس میں تسویہ بھی آ گیا اور تلاصق بھی آ گیا۔

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَوُّوْا صُفُوْفَكُمْ فَاِنَّ تَسْوِيَةَ الصُّفُوْفِ مِنْ اِقَامَةِ

اور اسیؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنی صفوں کو برابر کرو تحقیق صفوں کو برابر کرنا

الصَّلٰوةِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ اِلَّا اَنَّ عِنْدَ مُسْلِمٍ مِنْ تَمَامِ الصَّلٰوةِ.

نماز کے تمام کرنے میں سے ہے۔ روایت کیا اس کو بخاری اور مسلم نے مگر مسلم کے نزدیک من تمام الصلوٰۃ کا لفظ ہے۔

تشریح: اقامة الصلوة سے اشارہ ہے قرآن پاک کی آیت اقیموا الصلوة کی طرف۔

وَعَنْ اَبِيْ مَسْعُوْدِ نِ الْاَنْصَارِيِّؓ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَمْسَحُ مَنَاكِبَنَا فِي

حضرت ابو مسعود انصاریؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے اپنے ہاتھوں کو ہمارے مونڈھوں پر رکھتے

الصَّلٰوةِ وَيَقُوْلُ اسْتَوُوْا وَلَا تَخْتَلِفُوْا فَتَخْتَلِفَ قُلُوْبُكُمْ لِيَلِنِيْ مِنْكُمْ اُولُوا الْاَحْلَامِ وَالنُّهٰى ثُمَّ الَّذِيْنَ

نماز میں اور فرماتے برابر ہو جاؤ اور اختلاف نہ کرو مختلف ہونگے تمہارے دل چاہئے کہ متصل ہوں میرے تم میں سے صاحبان بلوغ کے اور عقل کے پھر وہ

يَلُوْنَهُمْ ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ قَالَ اَبُوْ مَسْعُوْدٍ فَاَنْتُمُ الْيَوْمَ اَشَدُّ اخْتِلَافًا. (صحیح مسلم)

لوگ کہ قریب ہوں ان کے پھر وہ لوگ کہ قریب ہیں ان کے۔ ابو مسعودؓ نے کہا تم آج کے دن بہت اختلاف کرتے ہو۔ روایت کیا اس کو مسلم نے۔

تشریح: اس میں لیلنی منکم اولوا الاحلام میں رجال داخل ہو گئے ثم الذین یلونھم میں صبیان داخل ہو گئے اور ثم الذین میں خنثیٰ داخل ہو گئے۔ فانتم الیوم: یہ ابو مسعودؓ اپنے زمانے کے اعتبار سے فرما رہے ہیں۔

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِيَلِنِيْ مِنْكُمْ اُولُوا الْاَحْلَامِ

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ چاہئے کہ میرے نزدیک ہوں تم میں سے صاحب بلوغ

وَالنُّهٰى ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ ثَلٰثًا وَّاِيَّاكُمْ وَهَيْشَاتِ الْاَسْوَاقِ. (صحیح مسلم)

اور عقل کے پھر وہ لوگ کہ قریب ہیں ان کے تین بار فرمایا اور بچو تم بازاروں کے شور کرنے سے روایت کیا اسکو مسلم نے۔

تشریح: الخ: اس میں تین مرتبہ ثم الذین الخ فرمایا تو اس میں عورتیں بھی داخل ہوگئیں۔

قولہ' وایاکم وھیشات الاسواق: بظاہر اس جملے کا ماقبل کے ساتھ کوئی ربط نہیں معلوم ہوتا اس لیے کہ ماقبل میں تسویۃ الصفوف کو بیان کیا اور آگے فرمایا کہ بازار کی طرح مسجد میں شور وشغب سے بچو۔ ماقبل کے ساتھ ربط تقریر ومطلب (۱) ماقبل میں ترتیب کو بیان کیا پہلے مرد پھر بچے پھر خنثیٰ پھر عورتیں۔ اب اس سے یہ وہم پیدا ہوا کہ شاید اس ترتیب کو بجالانے کے لیے بڑے شور وشغب کی ضرورت ہو تو فرمایا کہ تسویۃ الصفوف کے لیے بازاروں کی طرح مساجد کے اندر آوازوں کو بلند کرنا جائز نہیں۔ (۲) ماقبل میں کہا لاتختلفوا: اس سے کمال اتصال وارتباط کا وہم ہوا۔ اس طور پر کہ رجال ونساء میں تمیز بھی نہ ہو تو فرمایا کہ نہیں بازاروں کے اختلاط سے بچو مساجد میں اس طرح کا اختلاط وارتباط مت کرو۔

(۳) یا بازاروں کی مشغولیت سے اپنے آپ کو بچاؤ جو تسویۃ الصفوف سے مانع بن جائے تو امور اسواق میں بقدر ضرورت اشتغال ہونا چاہیے۔

وَعَنْ اَبِىْ سَعِيْدِ نِ الْخُدْرِيِّ قَالَ رَاٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِىْ اَصْحَابِهٖ تَاَخُّرًا فَقَالَ لَهُمْ

حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا اپنے صحابہ میں سے بعض کو موخر فرمایا ان کیلئے آگے بڑھو اور اقتدار کرو میری اور چاہیے

تَقَدَّمُوْا وَأْتَمُّوْا بِىْ وَلْيَأْتَمَّ بِكُمْ مَنْ بَعْدَكُمْ لَايَزَالُ قَوْمٌ يَتَاَخَّرُوْنَ حَتّٰى يُؤَخِّرَهُمُ اللّٰهُ. (صحیح مسلم)

کہ اقتدار کریں تمہارے ساتھ وہ کہ ہوں پیچھے تمہارے ہمیشہ رہے گی۔ ایک قوم تاخیر کرتی یہاں تک کہ پیچھے ڈالے گا ان کو اللہ تعالیٰ۔ روایت کیا اس کو مسلم نے۔

تشریح: قولہ 'من بعد کم بُعدیت کی دو قسمیں ہیں؟ مکانیہ' زمانیہ یہاں دونوں صحیح ہیں لیکن مطلب مختلف ہیں مکانیہ کی صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ پچھلی صفوں والے اگلی صفوں کی اقتداء کریں گے' زمانیہ کی صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ بعد میں آنے والے لوگ پہلے والے لوگوں کی یعنی تمہاری اقتداء کریں گے۔

وَعَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ خَرَجَ عَلَيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرَاٰنَا حَلَقًا فَقَالَ مَالِىْ اَرٰكُمْ

حضرت جابر بن سمرۃؓ سے روایت ہے کہا کہ ہم پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نکلے دیکھا ہم کو بیٹھے ہوئے حلقے بنا کر فرمایا کیا ہے میرے لئے کہ دیکھتا ہوں میں تم

عِزِيْنَ ثُمَّ خَرَجَ عَلَيْنَا فَقَالَ اَلَا تَصُفُّوْنَ كَمَا تَصُفُّ الْمَلٰئِكَةُ عِنْدَ رَبِّهَا فَقُلْنَا يَارَسُوْلَ اللّٰهِ وَكَيْفَ

کو جماعتیں الگ الگ پھر نکلے ہم پر فرمایا کیا نہیں صف باندھتے تم فرشتوں کی صف کی مانند اپنے رب کے نزدیک ہم نے کہا اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم

تَصُفُّ الْمَلٰئِكَةُ عِنْدَ رَبِّهَا قَالَ يُتِمُّوْنَ الصُّفُوْفَ الْاُوْلٰى وَيَتَرَاصُّوْنَ فِى الصَّفِّ. (صحیح مسلم)

کیونکر صف باندھتے ہیں فرشتے اپنے رب کے پاس فرمایا کہ پورا کرتے ہیں پہلی صفوں کو جڑ کر کھڑے ہوتے ہیں صف میں روایت کیا کو مسلم نے۔

تشریح: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ پہلی صف ختم ہونے سے پہلے دوسری صف نہیں شروع کرنی چاہیے اس میں صف الملائکہ کی طرح تسویۃ الصفوف کا حکم ہے۔

وَعَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْرُ صُفُوْفِ الرِّجَالِ اَوَّلُهَا وَشَرُّهَا

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بہترین صف مردوں کی پہلی ہے اور بدترین

اٰخِرُهَا وَخَيْرُ صُفُوْفِ النِّسَآءِ اٰخِرُهَا وَشَرُّهَا اَوَّلُهَا. (صحیح مسلم)

آخری اس کی اور عورتوں کی بہترین صف آخری ہے اور بدترین پہلی ان کی ہے۔ روایت کیا اس کو مسلم نے۔

تشریح: اس حدیث میں خیر بمعنی کثیر الثواب والخیر ہے اور شر بمعنی قلیل الثواب والا جر ہے عام معنی خیر وشر کا مراد نہیں اور صفوف الرجال کا خیر ہونا ابعد من النساء اور اقرب الی الامام ہونے کی وجہ سے ہے اور نساء کی صف اخیر اکثر الثواب ہے اور صف اول اقل الثواب ہے۔ وجہ یہ ہے کہ صف اخیر ابعد من الرجال ہے (اور اس سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ یہ بقدر ضرورت گھر سے باہر نکلتی ہیں' بخلاف نساء کی صف اول کے کہ یہ اقرب الی الرجال ہے اور اس سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ یہ گھر سے پہلے باہر نکلتی ہیں جو مسابقت مطلوب فی الشریعہ نہیں ہے اس لیے عورتوں کی صف اخیر اکثر ثواباً اور صف اول اقل ثواباً ہے)

اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ

عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ رُصُّوا صُفُوْفَکُمْ وَقَارِبُوْا بَیْنَھَا وَحَاذُوْا بِالْاَعْنَاقِ
حضرت انسؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ملی ہوئی رکھو صفیں اپنی اور نزدیکی کرو درمیان صفوں کے اور برابر رکھو گردنیں اس ذات کی قسم
فَوَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ اِنِّیْ لَاَرَی الشَّیْطَانَ یَدْخُلُ مِنْ خَلَلِ الصَّفِّ کَاَنَّھَا الْحَذَفُ. (رواہ ابوداؤد)
جس کے ہاتھ میں میری جان ہے تحقیق میں دیکھتا ہوں شیطان کو داخل ہوتا ہے صف کے شگافوں میں گویا کہ وہ سیاہ بچہ ہے بکری کا۔ روایت کیا اس کو ابوداؤد نے۔

تشریح: یہاں بھی صفوں کی درستگی کا حکم دیا ہے کہ درمیان میں خلا نہ ہو اگر خلا ہو گا تو شیطان تمہاری صفوں میں داخل ہو کر تمہاری نمازوں کو خراب کرے گا۔

وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَتِمُّوا الصَّفَّ الْمُقَدَّمَ ثُمَّ الَّذِیْ یَلِیْہِ فَمَا کَانَ
اسیؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پورا کرو پہلی صف کو پھر اس کو نزدیک ہے
مِنْ نَقْصٍ فَلْیَکُنْ فِی الصَّفِّ الْمُؤَخَّرِ. (رواہ ابوداؤد)
پھر جو کچھ نقصان ہو پچھلی میں ہو روایت کیا اس کو ابوداؤد۔

تشریح: اس کی تشریح ماقبل میں گزر چکی ہے۔ وہاں ملاحظہ فرمائیں۔

وَعَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اِنَّ اللّٰہَ وَمَلَائِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی الَّذِیْنَ
حضرت براء بن عازبؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے تحقیق اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے رحمت بھیجتے ہیں ان لوگوں پر کہ قریب
یَلُوْنَ الصُّفُوْفَ الْاُوْلٰی وَمَا مِنْ خُطْوَۃٍ اَحَبَّ اِلَی اللّٰہِ مِنْ خُطْوَۃٍ یَمْشِیْھَا یَصِلُ بِھَا صَفًّا. (رواہ ابوداؤد)
ہوتے ہیں پہلی صفوں کے اور نہیں کوئی قدم بہت محبوب اللہ کی طرف اس قدم سے کہ چلے اور ملائے ساتھ اس کے صف کو۔ روایت کیا اس کو ابوداؤد نے۔

تشریح: اتمام صف اول اور صفوف کو سیدھا کرنے والے کیلئے ملائکہ اور اللہ کی دعاء رحمت کا بیان ہے۔ یہ دعاء تب ہے جب کہ امام کی دائیں بائیں جانب صف برابر ہو اگر توسط برقرار نہ رہے تو پھر یہ دعاء نہیں ہے۔

وَعَنْ عَائِشَۃَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰہَ وَمَلَائِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلٰی مَیَامِنِ
حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ صفوں کے دائیں طرف والے لوگوں پر اللہ تعالیٰ
الصُّفُوْفِ. (رواہ ابوداؤد)
اور اس کے فرشتے رحمت بھیجتے ہیں

تشریح: حاصل حدیث:۔ مظاہر حق جلد اول ص ۱۰۷ سے لکھیں

وَعَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيْرٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُسَوِّي صُفُوْفَنَا اِذَا اُقِيْمَتْ

حضرت نعمان بن بشیرؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے برابر کرتے ہماری صفوں کو جس وقت کہ کھڑے ہوتے

اِلَى الصَّلَاةِ فَاِذَا اسْتَوَيْنَا كَبَّرَ. (رواہ ابوداؤد)

ہم طرف نماز کی جب برابر ہو چکتے تکبیر تحریمہ کہتے۔ روایت کیا اس کو ابوداؤد نے۔

تشریح: اس کی تفصیل ماقبل میں گزر چکی ہے۔

وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ عَنْ يَمِيْنِهٖ اِعْتَدِلُوْا سَوُّوْا صُفُوْفَكُمْ

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے اپنی داہنی طرف سیدھے کھڑے رہو برابر رکھو

وَعَنْ يَّسَارِهٖ اِعْتَدِلُوْا اسَوُّوْا صُفُوْفَكُمْ. (رواہ ابوداؤد)

اپنی صفیں اور بائیں طرف فرماتے سیدھے کھڑے رہو اور برابر رکھو صفیں اپنی۔ روایت کیا اس کو ابوداؤد نے۔

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خِيَارُكُمْ اَلْيَنُكُمْ مَنَاكِبَ فِي الصَّلَاةِ.

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بہترین نمازی وہ ہیں کہ نرم ہوں مونڈھے ان کے نماز میں روایت کیا اس کو ابوداؤد۔

(رواہ ابوداؤد)

تشریح: خیارکم الینکم الخ اگر کوئی تمہارے کندھے کو پکڑ کر سیدھا کرنا چاہے تو اس سے لڑو مت سیدھے ہو جاؤ۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ

وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اسْتَوُوْا اسْتَوُوْا اِسْتَوُوْا فَوَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ اِنِّيْ

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے برابر ہو برابر ہو برابر ہو قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں

لَاَرَاكُمْ مِنْ خَلْفِيْ كَمَا اَرَاكُمْ مِنْ بَيْنِ يَدَيَّ. (رواہ ابوداؤد)

میری جان ہے۔ البتہ تحقیق دیکھتا ہوں میں تم کو پیچھے اپنے سے جیسا کہ میں اپنے آگے سے دیکھتا ہوں۔ روایت کیا اس کو ابوداؤد نے۔

تشریح: اس حدیث میں تسویت الصفوف کی اہمیت کو بتلانے کے لیے تسویۃ الصفوف پر امر تاکیداً فرمایا۔

وَعَنْ اَبِيْ اُمَامَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ وَمَلَائِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى الصَّفِّ

حضرت ابوامامہؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تحقیق اللہ اور اس کے فرشتے رحمت بھیجتے ہیں پہلی صف پر صحابہؓ نے

الْاَوَّلِ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَعَلَى الثَّانِيْ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ وَمَلَائِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى الصَّفِّ الْاَوَّلِ قَالُوْا يَا

عرض کیا اے اللہ کے رسول اور دوسری پر بھی فرماؤ فرمایا تحقیق اللہ اور اس کے فرشتے رحمت بھیجتے ہیں۔ پہلی صف پر عرض کیا صحابہ نے

رَسُوْلَ اللّٰهِ وَعَلَى الثَّانِيْ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ وَمَلَائِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى الصَّفِّ الْاَوَّلِ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَعَلَى

اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم دوسری پر بھی فرماؤ۔ فرمایا تحقیق اللہ اللہ اور اس کے فرشتے رحمت بھیجتے ہیں پہلی صف پر صحابہؓ نے عرض کیا

الثَّانِیُ قَالَ وَعَلَی الثَّانِیْ وَقَالَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سَوُّوا صُفُوْفَکُمْ وَحَاذُوْا بَیْنَ مَنَا

یارسول اللہ اور دوسری پر بھی۔ فرمایا اور دوسری پر بھی۔ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے برابر کرو اپنی صفوں کو اور برابری کرو درمیان مونڈھوں

کِبِکُمْ وَلِیْنُوْا فِی اَیْدِیْ اِخْوَانِکُمْ وَسُدُّوا الْخَلَلَ فَاِنَّ الشَّیْطَانَ یَدْخُلُ فِیْمَا بَیْنَکُمْ بِمَنْزِلَۃِ الْحَذَفِ

اپنے کے اور نرم ہو آگے ہاتھوں بھائیوں اپنے کے اور بند کرو شگافوں کو اس لئے کہ تحقیق شیطان داخل ہوتا ہے۔ درمیان تمہارے سے مانند خذف کے

یَعْنِیْ اَوْلَادَ الضَّانِ الصِّغَارَ. (رواہ احمد بن حنبل)

یعنی چھوٹے بچے بھیڑ کے۔ روایت کیا اس کو احمد نے۔

تشریح: شامل فی الصف الاول کے لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعاء فرمائی اور صحابہ کے کہنے پر تیسری مرتبہ صف ثانی میں شامل ہونے والے کو بھی دعا میں شامل کیا اور اس کے ساتھ ساتھ تسویۃ الصفوف کے لوازمات کو بیان کیا اور ان کو عمل میں لانے کا حکم دیا۔

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَقِیْمُوا الصُّفُوْفَ وَحَاذُوْا بَیْنَ الْمَنَاکِبِ

حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سیدھا کرو صفوں کو اور برابر کرو درمیان مونڈھوں کے

وَسُدُّوا الْخَلَلَ وَلِیْنُوْا بِاَیْدِیْ اِخْوَانِکُمْ وَلَا تَذَرُوْا فُرُجَاتِ الشَّیْطَانِ وَمَنْ وَّصَلَ صَفًّا وَصَلَہُ اللہُ وَمَنْ

اور بند کرو شگافوں کو اور نرم ہو اپنے بھائیوں کے ہاتھوں میں اور نہ چھوڑو تم فرجے شیطان کے جس نے ملائی صف ملائے گا اس کو اللہ اور جس نے

قَطَعَہُ قَطَعَہُ اللہُ. (رواہ ابوداؤد) وَرَوَی النَّسَائِیُّ مِنْہُ قَوْلَہُ مَنْ وَصَلَ صَفًّا اِلٰی اٰخِرِہٖ)

توڑی صف توڑے گا اللہ تعالیٰ۔ روایت کیا اس کو ابوداؤد نے اور روایت کیا نسائی نے اس حدیث سے قول ان کا وصل صفا آخر تک۔

تشریح: اس کی تفصیل بھی ماقبل میں گزر چکی ہے۔

وَعَنْ اَبِیْ ہُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ تَوَسَّطُوا الْاِمَامَ وَسُدُّوا الْخَلَلَ. (رواہ ابوداؤد)

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا امام کو بیچ میں رکھو اور بند کرو شگافوں کو۔ روایت کیا اس کو ابوداؤد نے۔

تشریح: معلوم ہوا کہ صفوف میں تسوط ضروری ہے توسط مع تقدم الامام: یہ مطلب نہیں کہ امام کو درمیان میں کھڑا کرو۔

وَعَنْ عَائِشَۃَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا یَزَالُ قَوْمٌ یَتَاَخَّرُوْنَ عَنِ الصَّفِّ الْاَوَّلِ

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہمیشہ رہے گی قوم کہ پیچھے ہٹی رہے گی پہلی صف سے یہاں تک کہ پیچھے

حَتّٰی یُؤَخِّرَہُمُ اللہُ فِی النَّارِ. (رواہ ابوداؤد)

ڈالے رکھے گا انکو اللہ دوزخ میں روایت کیا اس کو ابوداؤد نے۔

تشریح: حتی یؤخر ھم اللہ: کا ایک مطلب یہ ہے کہ مراتب اور درجات کے اعتبار سے اللہ تعالیٰ ان کو مؤخر کر دے گا یا مطلب یہ ہے اس تاخیر کی اللہ سزا دیں گے۔

وَعَنْ وَابِصَۃَ ابْنِ مَعْبَدٍ قَالَ رَاٰی رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ رَجُلًا یُصَلِّیْ خَلْفَ الصَّفِّ وَحْدَہٗ

حضرت وابصہ بن معبدؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا ایک شخص کو کہ نماز پڑھتا تھا

فَاَمَرَہٗ اَنْ یُّعِیْدَ الصَّلٰوۃَ رَوَاہُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِیُّ وَ اَبُوْدَاؤدَ وَقَالَ التِّرْمِذِیُّ ھٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ.

صف کے پیچھے اکیلا پس حکم کیا یہ کہ لوٹائے نماز کو روایت کیا اس کو احمدؒ ترمذی اور ابوداؤد نے اور کہا ترمذی نے یہ حدیث حسن ہے۔

تشریح: حاصل حدیث جماعت کی نماز میں اگلی صف چھوڑ کر پچھلی صف میں اکیلے کھڑے ہو جانا مکروہ ہے لیکن اگر کسی نے اس طرح کرلیا تو عند الجمھور نماز ہو جائے گی دلیل اس کی حضرت ابوبکرہؓ کی حدیث ہے جو اسی صفحہ پر اگلے باب میں بحوالہ بخاری آرہی ہے کہ ابوبکرہؓ مسجد میں اس وقت پہنچے جس وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم رکوع میں تھے۔ یہ جلدی کی وجہ سے آخری صف سے پیچھے ہی اکیلے نیت باندھ کر رکوع میں داخل ہو گئے۔ نماز کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں فرمایا "زادک اللہ حرصاً ولا تعد" نماز کے اعادہ کا حکم نہیں فرمایا معلوم ہوا اس طرح کرنے سے نماز ہو جاتی ہے۔ البتہ مکروہ ہے اسی لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "لاتعد" دوبارہ اس طرح نہ کرنا بعض اصحاب ظواہر کے نزدیک اس طرح اکیلے کھڑے ہونے کی صورت میں نماز ہی نہیں ہوتی۔ یہ حضرات زیر بحث حدیث سے استدلال کرتے ہیں۔ حدیث زیر بحث میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو اس طرح کرنے پر نماز کے اعادہ کا حکم فرمایا جواب یہ ہے کہ اعادہ کا یہ حکم استحبابا تھا یا تادیبا تھا۔ واللہ اعلم۔

بَابُ الْمَوقِفِ

امام کی جگہ کا بیان

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ

عَنْ عَبْدِاللّٰہِ بْنِ عَبَّاسٍؓ قَالَ بِتُّ فِيْ بَیْتِ خَالَتِيْ مَیْمُوْنَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھَا فَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُصَلِّيْ فَقُمْتُ عَنْ یَّسَارِہٖ فَاَخَذَ بِیَدِيْ مِنْ وَّرَآءِ ظَھْرِہٖ فَعَدَلَنِيْ کَذٰلِکَ مِنْ وَّرَآءِ ظَھْرِہٖ اِلَی الشِّقِّ الْاَیْمَنِ. (صحیح البخاری و صحیح مسلم)

حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہا کہ رات گزاری میں نے اپنی خالہ میمونہؓ کے گھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے نماز پڑھنے لگے۔ کھڑا ہوا میں بائیں طرف حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پکڑا ہاتھ میرا پیچھے پیٹھ اپنی سے پھیرا مجھ کو اس طرح پیچھے پیٹھ اپنی سے طرف پہلو دائیں کے۔ بخاری اور مسلم نے روایت کیا اس کو۔

تشریح: حاصل حدیث:۔ ابن عباس بائیں جانب کھڑے ہوئے کمال ادب کی وجہ سے کہ میری کیا حیثیت ہے کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ کھڑا ہوں یہ ان کا اپنا اجتہاد تھا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو پکڑ کر دائیں جانب کھڑا کر دیا تو اس سے معلوم ہوا کہ مقتدی کے ایک ہونے کی صورت میں امام کی دائیں جانب مقتدی کو کھڑا ہونا چاہیے۔ امام سے تھوڑا سا پیچھے ہٹ کر تاکہ امام اور مقتدی میں فرق ہو جائے۔

عَنْ جَابِرٍؓ قَالَ قَامَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لِیُصَلِّيَ فَجِئْتُ حَتّٰی قُمْتُ عَنْ یَّسَارِہٖ فَاَخَذَ بِیَدِيْ فَاَدَارَنِيْ حَتّٰی اَقَامَنِيْ عَنْ یَّمِیْنِہٖ ثُمَّ جَاءَ جَبَّارُبْنُ صَخْرٍ فَقَامَ عَنْ یَّسَارِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَاَخَذَ بِیَدَیْنَا جَمِیْعًا فَدَفَعَنَا حَتّٰی اَقَامَنَا خَلْفَہٗ. (صحیح مسلم)

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہا کہ کھڑے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھنے کیلئے میں آیا کہ کھڑا ہوا میں بائیں طرف حضرت کے پکڑا ہاتھ میرا پھیرا مجھ کو یہاں تک کہ کھڑا کیا مجھ کو اپنی دائیں طرف پھر آیا جبار بن صخر کھڑا ہوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بائیں طرف پکڑے حضرت نے دونوں ہاتھ ہمارے اکٹھے پھر ہٹایا ہم کو۔ یہاں تک کہ کھڑا کیا ہم کو اپنے پیچھے روایت کیا اس کو مسلم نے۔

تشریح: حاصل حدیث:۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مقتدی اگر دو ہوں تو پیچھے صف بنانی چاہئے۔

وَعَنْ اَنَسٍؓ قَالَ صَلَّيْتُ اَنَا وَيَتِيْمٌ فِيْ بَيْتِنَا خَلْفَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاُمُّ سُلَيْمٍ
حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ میں نے اور یتیم نے اپنے مکان میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ نماز (جماعت سے) پڑھی اور
خَلْفَنَا (صحیح مسلم)
ام سلیم ہمارے پیچھے تھیں

تشریح: حاصل حدیث:۔ یتیم سے مراد حضرت انس کے بھائی ہیں۔اس سے معلوم ہوا کہ عورت اگر ایک بھی ہوتو وہ پیچھے کھڑی ہوگی مردوں کے۔

وَعَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلّٰى بِهٖ وَبِاُمِّهٖ اَوْ خَالَتِهٖ قَالَ فَاَقَامَنِيْ عَنْ يَّمِيْنِهٖ وَاَقَامَ الْمَرْاَةَ
اسیؓ سے روایت ہے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی ساتھ انس کے اور ماں اس کی کے یا کہا خالہ اس کی کے۔انسؓ نے کہا کھڑا کیا مجھ کو
خَلْفَنَا. (صحیح مسلم)
داہنے اپنے اور کھڑا کیا عورت کو پیچھے ہمارے روایت کیا اس کو مسلم نے۔

تشریح: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر ایک مرد اور ایک عورت ہوتو مرد دائیں جانب اور عورت پیچھے کھڑی ہوگی۔

عَنْ اَبِيْ بَكْرَةَؓ اَنَّهُ انْتَهٰى اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ رَاكِعٌ فَرَكَعَ قَبْلَ اَنْ يَّصِلَ اِلَى الصَّفِّ
حضرت ابوبکرہؓ سے روایت ہے کہ وہ پہنچے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اس حالت میں وہ رکوع میں تھے پس رکوع کیا پہلے
ثُمَّ مَشٰى اِلَى الصَّفِّ فَذَكَرَ ذَالِكَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ زَادَكَ اللّٰهُ حِرْصًا وَّلَا
اس سے کہ پہنچیں طرف صف کے پھر چلے طرف صف کی ذکر کیا یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے۔فرمایا زیادہ کرے اللہ تجھ کو حرص اور پھر نہ کرنا
تَعُدْ. (صحیح البخاری)
اس طرح۔روایت کیا اس کو بخاری نے۔

تشریح: حاصل حدیث:۔(نماز کی حالت کے دوران) رکوع کی حالت میں (یعنی صف سے پہلے ہی جھک کر چالنا) جائز نہیں یہ بہائم (جانوروں) کی شکل بن جاتی ہے۔لاتعد کے دواحتمال ہیں:(۱) نہ لوٹا تو نماز (۲) نہ دوڑنا آئندہ۔یعنی آئندہ اس طرح نہ کرنا۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِيْ

عَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ قَالَ اَمَرَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا كُنَّا ثَلَاثَةً اَنْ يَّتَقَدَّمَنَا اَحَدُنَا. (رواه الترمذی)
حضرت سمرہ بن جندبؓ سے روایت ہے کہا کہ حکم کیا ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس وقت کہ ہوں ہم تین آدمی یہ کہ آگے بڑھے ایک ہمارا روایت کیا اس کو ترمذی نے۔

تشریح: حاصل حدیث:۔اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جب تین آدمی ہوں تو امام کو آگے ہونا چاہیے۔قاضی ابو یوسف کہتے ہیں امام کو درمیان میں کھڑا ہونا چاہیے اس کا جواب یہ ہے کہ جن احادیث میں یہ آیا ہے وہ حالت بیان عذر پر محمول ہے۔

وَعَنْ عَمَّارٍ اَنَّهُ اَمَّ النَّاسَ بِالْمَدَائِنِ وَقَامَ عَلٰى دُكَّانٍ يُصَلِّيْ وَالنَّاسُ اَسْفَلَ مِنْهُ فَتَقَدَّمَ حُذَيْفَةُ فَلَمَّا
حضرت عمارؓ سے روایت ہے کہ وہ امام ہوئے لوگوں کے مدائن شہر میں اور وہ کھڑے ہوئے چبوترہ پر نماز پڑھانے کیلئے اور مقتدی نیچے تھے ان سے آگے
فَرَغَ عَمَّارٌ مِنْ صَلَاتِهٖ قَالَ لَهٗ حُذَيْفَةُ اَلَمْ تَسْمَعْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِذَا اَمَّ
بڑھے حذیفہ عمارؓ کے دونوں ہاتھ پکڑے پس متابعت کی حذیفہؓ کی عمارؓ نے یہاں تک کہ اتارا ان کو حذیفہ نے چبوترہ سے جب عمار فارغ ہوئے اپنی نماز سے

الرَّجُلُ الْقَوْمَ فَلَا يَقُمْ فِي مَقَامٍ اَرْفَعَ مِنْمِ مِقَامِهِمْ اَوْ نَحْوَ ذٰلِكَ فَقَالَ عَمَّارٌ لِذٰلِكَ اتَّبَعْتُكَ حِيْنَ
اس کیلئے حذیفہؓ نے کہا کیا نہیں سنا تو نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ فرماتے تھے جب امام ہوا یک آدمی قوم کا نہ کھڑا ہو اس جگہ کہ بلند ہو مقتدیوں کی جگہ
اَخَذْتَ عَلٰى يَدِىْ. (رواه ابوداؤد)
سے یا اس کی مانند فرمایا۔ عمارؓ نے کہا اس لئے اتباع کی میں نے تمہاری جس وقت تم نے میرے ہاتھ پکڑے روایت کیا اس کو ابوداؤد نے۔

تشریح: حاصل حدیث:۔ امام ایک ذراع سے کم یا ایک ذراع اونچی جگہ پر کھڑا ہو سکتا ہے اس سے زیادہ نہیں اگر کھڑا ہوگا تو نماز صحیح نہیں ہوگی۔ اصل میں یہ اونچی جگہ پر کھڑے ہو کر نماز پڑھانا یہود کا عمل تھا اس لیے حذیفہؓ نے عمار کا ہاتھ کھینچ کر نیچے اتارا۔ حذیفہؓ نے کہا کیا تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان نہیں سنا؟ انہوں نے کہا اسی وجہ سے تو فوراً نیچے اُتر آیا ہوں ورنہ تم کون ہو میرا ہاتھ پکڑ کر نیچے اُتارنے والے۔ حدیث کے الفاظ وقام علی دکان یصلی سے ظاہری طور پر یہ کچھ معلوم نہیں ہوتا کہ جس وقت حضرت حذیفہؓ نے حضرت عمارؓ کو ٹوکا اور انہیں نیچے اتارا اس وقت حضرت عمارؓ حقیقۃً نماز پڑھنے کھڑے ہو گئے تھے یعنی نیت باندھ چکے تھے یا انہوں نے صرف نماز پڑھنے کا ارادہ ہی کیا تھا اور کھڑے ہی ہو رہے تھے کہ حضرت حذیفہؓ نے انہیں نیچے اتارا؟

ظاہری طور پر یہی ہے کہ حضرت عمارؓ نے اس وقت تک نیت نہیں باندھی تھی بلکہ نماز کیلئے کھڑے ہو ہی رہے تھے اور نیت باندھنے والے تھے کہ یہ واقعہ پیش آیا۔ اونحو ذالک حضرت حذیفہؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث جب بیان فرمائی تو آخر میں۔ یہ الفاظ فرمائے کیونکہ انہیں حدیث کے الفاظ بعینہ یاد نہیں رہے تھے۔ لہٰذا انہوں نے فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یا تو بعینہ یہی الفاظ فرمائے تھے یا اس کے مانند دوسرے الفاظ ارشاد فرمائے تھے۔ حدیث کے آخری الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمارؓ کو یہ مسئلہ معلوم تھا اور وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سن چکے تھے کہ امام کو تنہا بلند جگہ پر نہ کھڑا ہونا چاہئے۔ لہٰذا یہاں یہ اشکال وارد ہوتا ہے کہ جب حضرت عمارؓ ارشاد نبوت پر مطلع تھے اور انہیں یہ مسئلہ معلوم تھا تو انہوں نے اس کے خلاف کیوں کیا؟

اس کا مختصر سا جواب یہ ہے کہ حضرت عمارؓ کو یہ مسئلہ معلوم تھا اور وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی ممانعت سن بھی چکے تھے مگر اس وقت انکے ذہن میں نہ یہ حدیث رہی اور نہ انہیں یہ مسئلہ یاد آیا۔ ہاں حضرت حذیفہؓ نے تعارض کیا اور انہیں نیچے اتارا تو یہ مسئلہ ان کو یاد آیا اور ایک صادق سچے فرمانبردار ہونے کے ناطے انہوں نے فوراً اس پر عمل کیا۔ واللہ اعلم بالصواب

عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدِنِ السَّاعِدِيِّ اَنَّهُ سُئِلَ مِنْ اَيِّ شَيْءٍ الْمِنْبَرُ فَقَالَ هُوَ مِنْ اَثْلِ الْغَابَةِ عَمِلَهُ فُلَانٌ
حضرت سہل بن سعد ساعدیؓ سے روایت ہے تحقیق وہ پوچھے گئے کس چیز سے تھا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا منبر سہل نے کہا وہ تھا جھاؤ بیشہ کے سے بنایا تھا اس کو فلا
مَوْلٰى فُلَانَةٍ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَامَ عَلَيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ
نے شخص نے کہ غلام آزاد کیا ہوا فلانی عورت کا تھا واسطے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اور کھڑے ہوئے اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جبکہ تیار کیا گیا اور رکھا
عُمِلَ وَوُضِعَ فَاسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ وَكَبَّرَ وَقَامَ النَّاسُ خَلْفَهُ فَقَرَأَ وَرَكَعَ وَرَكَعَ النَّاسُ خَلْفَهُ ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهُ
گیا پس منہ کیا حضرت نے طرف قبلہ کی اور تکبیر تحریمہ کہی نماز کیلئے اور کھڑے ہوئے لوگ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے قرآن پڑھا اور رکوع کیا اور رکوع
ثُمَّ رَجَعَ الْقَهْقَرٰى فَسَجَدَ عَلَى الْاَرْضِ ثُمَّ عَادَ اِلَى الْمِنْبَرِ ثُمَّ قَرَأَ ثُمَّ رَكَعَ ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهُ ثُمَّ رَجَعَ
کیا لوگوں نے پیچھے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پھر سر اٹھایا اپنا رکوع سے پھر ہٹے پچھلے پاؤں سجدہ کیا زمین پر پھر تشریف لے گئے۔ منبر پر قرآن پڑھا پھر رکوع
الْقَهْقَرٰى حَتّٰى سَجَدَ بِالْاَرْضِ هٰذَا لَفْظُ الْبُخَارِيِّ. وَفِى الْمُتَّفَقِ عَلَيْهِ نَحْوُهُ وَفِىْ اٰخِرِهٖ فَلَمَّا فَرَغَ
کیا پھر اپنا سر اٹھایا پھر پچھلے پاؤں ہٹے یہاں تک کہ سجدہ کیا زمین پر یہ لفظ بخاری کے ہیں اور بیچ بخاری اور مسلم کے اسی کی مانند ہے اور اس کے آخر میں راوی

اَقْبَلَ عَلَى النَّاسِ فَقَالَ يَاۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّمَا صَنَعْتُ هٰذَا لِتَاْتَمُّوْا بِىْ وَ لِتَعْلَمُوْا صَلٰوتِىْ.

نے کہا جب حضرت صلی اللہ علیہ وسلم فارغ ہوئے تو لوگوں پر متوجہ ہوئے پس فرمایا اے لوگو نہیں کیا میں نے یہ مگر تا کہ پیروی کرو میری اور تا کہ جانو نماز میری۔

تشریح: سوال: یہ تو عمل کثیر ہے جو کہ مفسد للصلوٰۃ ہے؟

جواب: (۱) یہ ضرورت کی بناء پر تھا۔ (۲) ابھی تک محل کثیر کے مفسد للصلوٰۃ ہونے کا حکم نازل نہیں ہوا تھا۔

وَعَنْ عَآئِشَةَ قَالَتْ صَلّٰى رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِىْ حُجْرَتِهٖ وَالنَّاسُ يَأْتَمُّوْنَ بِهٖ مِنْ وَرَاءِ

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے حجرہ میں نماز پڑھی اور لوگوں نے اقتدا کی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی باہر حجرہ

الْحُجْرَةِ. (رواہ ابوداؤد)

کے روایت کیا اس کو ابوداؤد نے۔

تشریح: سوال: احناف کے نزدیک نماز کے صحیح ہونے کے لیے وحدت مکانی شرط ہے جواب: حجرہ سے مراد حجرۂ عائشہؓ نہیں ہے بلکہ حجرۃ سے مراد وہ جگہ جو کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد کے اندر ہی اعتکاف کی حالت میں صف کو کھڑا کر کے بنا لیتے تھے وہ حجرۃ مراد ہے۔ لہٰذا اتحاد مکانی باقی ہے وہاں سے لوگ دیکھ کر اقتداء کر رہے تھے۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ

وَعَنْ اَبِىْ مَالِكِ نِالْاَشْعَرِىِّ قَالَ اَلَا اُحَدِّثُكُمْ بِصَلَاةِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَقَامَ

حضرت ابو مالک اشعریؓ سے روایت ہے کہا کیا نہ خبردوں میں تم کو ساتھ نماز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کہا ابو مالکؓ نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قائم کی نماز

الصَّلَاةَ وَصَفَّ الرِّجَالَ وَصَفَّ خَلْفَهُمُ الْغِلْمَانَ ثُمَّ صَلّٰى بِهِمْ فَذَكَرَ صَلَاتَهٗ ثُمَّ قَالَ هٰكَذَا صَلٰوةُ

اور صف باندھی مردوں کی اور کھڑا کیا پیچھے ان کے لڑکوں کو پھر نماز پڑھائی ان کو۔ ابو مالکؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کی کیفیت بیان کی پھر فرمایا آنحضرت

قَالَ عَبْدُ الْاَعْلٰى لَا اَحْسِبُهٗ اِلَّا قَالَ اُمَّتِىْ. (رواہ ابوداؤد)

صلی اللہ علیہ وسلم کی اسی طرح نماز ہے۔ عبدالاعلیٰ نے کہا نہیں گمان کرتا میں ابو مالک کو مگر کہا انہوں نے کہا امت میری کی بھی روایت کیا اس کو ابوداؤد نے۔

تشریح: باب کے ساتھ مناسبت' مردوں کی صف پہلے اور بچوں کی بعد میں ہونی چاہیے۔

وَعَنْ قَيْسِ بْنِ عُبَادٍ قَالَ بَيْنَا اَنَا فِى الْمَسْجِدِ فِى الصَّفِّ الْمُقَدَّمِ فَجَبَذَنِىْ رَجُلٌ مِنْ خَلْفِىْ جَبْذَةً

حضرت قیسؒ بن عباد سے روایت ہے کہا کہ میں مسجد کی پہلی صف میں تھا پس کھینچا مجھ کو ایک شخص نے پیچھے میرے سے کھینچنا پھر ایک طرف کیا مجھ کو

فَنَحَّانِىْ وَقَامَ مَقَامِىْ فَوَ اللهِ مَا عَقَلْتُ صَلَاتِىْ فَلَمَّا انْصَرَفَ اِذَا هُوَ اُبَىُّ بْنُ كَعْبٍ فَقَالَ يَافَتٰى لَا

اور کھڑا میری جگہ قسم ہے اللہ کی نہیں سمجھا میں نماز اپنی کو جبکہ پھرا وہ کھینچنے والا نماز سے اور تمام کیا نماز کو۔ اچانک وہ ابی بن کعبؓ تھے انہوں نے کہا

يَسُوْكَ اللهُ اِنَّ هٰذَا عَهْدٌ مِنَ النَّبِىِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَيْنَا اَنْ نَلِيَهٗ ثُمَّ اسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ فَقَالَ

اے جوان نہ غم میں ڈالے تجھ کو اللہ تحقیق یہ وصیت ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہماری یہ کہ کھڑے ہوئیں ہم ان کے پھر سامنے ہوئے قبلے

هَلَكَ اَهْلُ الْعَقْدِ وَرَبِّ الْكَعْبَةِ ثَلَاثًا ثُمَّ قَالَ وَاللهِ مَا عَلَيْهِمْ اٰسٰى وَلٰكِنْ اٰسٰى عَلٰى مَنْ اَضَلُّوْا قُلْتُ

کے کہا ہلاک ہو سردار قسم ہے رب کعبہ کی تین بار کہا پھر کہا اللہ کی قسم ہے نہیں سرداروں پر غم کرتا میں لیکن غم کرتا ہوں ان شخصوں پر کہ گمراہ کرتے

يَا اَبَا يَعْقُوْبَ مَا تَعْنِي بِاَهْلِ الْعَقْدِ قَالَ الْاُمَرَاءُ. (رواہ النسائی)

ہیں سرداروں کو کہتا ہے قیس بن عباد اے ابو یعقوب کیا مراد لیتے ہو تم اہل عقد سے کہا امراء روایت کیا اس کو نسائی نے۔

تشریح: پہلی صف میں سے کسی آدمی کو کھینچ کر خود اس کی جگہ پر کھڑے ہو جانا یہ ہر شخص کو ایسا کرنے کی اجازت نہیں ہے جس کی شان ابی بن کعبؓ جیسی ہو اس کو اجازت ہے کہ وہ چھوٹے کو کھینچ کر اس کی جگہ کھڑا ہو جائے۔

ھلک اہل العقد (اہل عقد یعنی سردار و حکام ہلاک ہو گئے) اس کا مطلب یہ ہے کہ رعایا کے اعمال و کردار اور ان کے دینی و دنیاوی احکام و افعال یہاں تک صف بندی کی رعایت اور نگہداشت حکام و سرداروں کے ذمہ ہے لیکن وہ حکام و سردار جو اپنی رعایا کے دینی و دنیوی کاموں کے نگہبان و سربراہ ہونے کی حیثیت سے لوگوں کے افعال و کردار پر نظر رکھتے تھے اور انہیں سنت نبوی پر چلاتے تھے ختم ہو گئے۔ اس لئے نتیجہ یہ ہوا کہ لوگوں کا دینی کاموں میں سست رفتاری بے راہ روی اور غلط انداز عمل و انداز فکر پیدا ہو گیا ہے۔ بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان الفاظ کے ذریعہ حضرت کعبؓ نے اپنے زمانہ کے حاکم پر طعن کیا ہے مگر حضرت کعبؓ کا انتقال چونکہ حضرت عثمانؓ کی خلافت کے زمانہ میں ہوا ہے اس لئے یہ کہا جائے گا کہ ان الفاظ کا محمل خود خلیفہ کی ذات نہیں ہے بلکہ حضرت کعبؓ کے پیش نظر حضرت عثمان کے وہ بعض حکام ہوں گے جو اپنے فرائض کو پورے طور سے انجام نہیں دیتے تھے۔

بَابُ الْاِمَامَةِ

امامت کا بیان

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ

عَنْ اَبِیْ مَسْعُوْدٍؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَؤُمُّ الْقَوْمَ اَقْرَاُهُمْ لِكِتَابِ اللّٰهِ فَاِنْ كَانُوْا

حضرت ابو مسعودؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ امامت کرائے قوم کو انکا زیادہ پڑھتا ہوا اللہ کی کتاب کو اگر ہوں پڑھنے

فِي الْقِرَآءَةِ سَوَآءً فَاَعْلَمُهُمْ بِالسُّنَّةِ فَاِنْ كَانُوْ فِي السُّنَّةِ سَوَآءً فَاَقْدَمُهُمْ هِجْرَةً فَاِنْ كَانُوْا فِي الْهِجْرَةِ

میں برابر امامت کرے زیادہ سنت کو جاننے والا اگر سنت کے جاننے میں برابر ہوں تو امامت کرے وہ جو ہجرت میں پہلا ہو۔ اگر ہوں ہجرت میں

سَوَآءً فَاَقْدَمُهُمْ سِنًّا وَّلَا يَؤُمَّنَّ الرَّجُلَ الرَّجُلُ فِي سُلْطَانِهٖ وَلَا يَقْعُدُ فِي بَيْتِهٖ عَلٰى تَكْرِمَتِهٖ اِلَّا بِاِذْنِهٖ

برابر تو امامت کرے بڑا ان کا عمر میں اور نہ امامت کرے کوئی بیچ جگہ حکومت اس کی کے اور اس کی مسند پر اس کے گھر نہ بیٹھے۔ مگر اس کے حکم کے

رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَفِي رِوَايَةٍ لَّهٗ وَلَا يَؤُمَّنَّ الرَّجُلُ الرَّجُلَ فِي اَهْلِهٖ.

ساتھ روایت کیا اس کو مسلم نے۔ اور مسلم کی ایک روایت میں یوں ہے اور نہ امامت کرے کوئی کسی کی بیچ گھر اس کے۔

تشریح: اس میں اختلاف ہے کہ مسئلہ امامت کا حقدار کون ہے؟ احناف کے نزدیک جو اعلم ہو جو زیادہ مسائل صلوٰۃ کو جانتا ہو اور باقی آئمہ کے نزدیک جو زیادہ قاری ہو (اقرأ) تجوید کے اعتبار سے۔ جمہور کی دلیل یہی روایت ہے۔ احناف کی دلیل یہ ہے کہ مرض الوفات میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو امام بنایا۔ ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس لیے امام بنائے گئے کہ یہ اعلم تھے۔ ان کے اعلم ہونے پر دلیل یہ ہے اصل قصہ یہ ہوا کہ جب سورۃ اذا جاء نصر اللہ نازل ہوئی تو اس موقع پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ایک بندے کو موت و احیاء کا اختیار دیا ہے لیکن اس نے اللہ کے پاس جانے کو پسند کر لیا ہے۔

ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ سن کر دھاڑیں مار کر رونے لگے' صحابہ حیران ہوگئے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اجل من الوجال کے بارے میں فرمایا اس کو کیا ہوگیا ہے لیکن جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوگئی تو پھر صحابہ کو شبہ چلا واقعی انہوں نے سچ کہا تھا تو صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے اس وقت کہا کان ابوبکر اعلمنا: جب کہ دوسری طرف نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے اقرأ ابی بن کعب ہیں تو اس کے باوجود ابوبکر امام بنے۔ معلوم ہوا کہ اعلم امام (احب بالامامۃ) ہوگا۔ باقی اس حدیث کا جواب یہ ہے کہ اس وقت کا اقرأ اعلم ہوتا تھا تو یہاں اقرأ سے مراد اعلم ہے۔ اس صورت پر اشکال ہوگا کہ پھر فاعلم بالسنۃ کا تقابل کیسے صحیح ہوگا؟ جواب: اقرأ سے مراد جو جامع الوصفین ہو قرأت اور علم اور اعلم کا معنی یہ ہے کہ جو صرف مسائل کو جانتا ہو بشرطیکہ مایجوز به الصلوٰۃ کی مقدار قرآن بھی پڑھ سکتا ہو۔

وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا کَانُوْا ثَلٰثَةً فَلْیَؤُمَّهُمْ اَحَدُهُمْ وَاَحَقُّهُمْ بِالْاِمَامَةِ اَقْرَأُهُمْ رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت ابوسعیدؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس وقت تین آدمی ہوں ان میں سے ایک امام ہو اور زیادہ لائق امامت کا زیادہ پڑھا ہوا ان کا۔ روایت کیا اس کو مسلم نے اور ذکر کی گئی حدیث مالک بن حورث کی باب میں جو فضیلت اذان کے پیچھے ہے۔

تشریح: اس حدیث کے دو جواب ہیں: (۱) اقرأ سے مراد جو جامع الوصفین ہو (۲) یہ اس زمانے کا قصہ ہے جب کہ اعلم نہیں ہوئے تھے صرف اقراء ہوئے تھے۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لِیُؤَذِّنْ لَکُمْ خِیَارُکُمْ وَلْیَؤُمَّکُمْ قُرَّاءُکُمْ (رواہ ابوداؤد)

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اذان دیں اچھے تمہارے اور امامت کریں تم میں سے جو خوب پڑھے ہوں۔ روایت کیا اس کو ابوداؤد نے۔

وَعَنْ اَبِیْ عَطِیَّةَ الْعُقَیْلِیْ قَالَ کَانَ مَالِکُ بْنُ الْحُوَیْرِثِ یَأْتِیْنَا اِلٰی مُصَلَّانَا یَتَحَدَّثُ فَحَضَرَتِ الصَّلٰوةُ یَوْمًا قَالَ اَبُوْ عَطِیَّةَ فَقُلْنَا لَهٗ تَقَدَّمْ فَصَلِّهٖ قَالَ لَنَا قَدِّمُوْا رَجُلًا مِنْکُمْ یُصَلِّیْ بِکُمْ وَسَاُحَدِّثُکُمْ لِمَ لَا اُصَلِّیْ بِکُمْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ مَنْ زَارَ قَوْمًا فَلَا یَؤُمَّهُمْ وَلْیَؤُمَّهُمْ رَجُلٌ مِنْهُمْ رَوَاهُ اَبُوْدَاؤُدَ وَالتِّرْمِذِیُّ وَالنَّسَائِیُّ اِلَّا اَنَّهٗ اقْتَصَرَ عَلٰی لَفْظِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ.

حضرت ابوعطیہ عقیلی تابعیؒ سے روایت ہے کہا کہ مالک بن حویرث ہماری ملاقات کیلئے آتا ہماری مسجد میں حدیث بیان کرتا آیا وقت نماز کا ایک دن ابوعطیہ نے کہا ہم نے ابو مالک کے لئے کہا آگے ہو اور نماز پڑھا کہا مالک نے ہمارے لئے کہ آگے کرو کسی شخص کو اپنے میں سے نماز تم کو پڑھائے اور خبر دوں گا میں کیوں نہیں نماز پڑھاتا تم کو۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے جو شخص کہ ملاقات کرے کسی قوم کی نہ امامت کرے ان کی اور چاہئے کہ امامت کرے ان کی کوئی شخص ان ہی میں سے روایت کیا اس کو ابوداؤد اور ترمذی اور نسائی نے مگر نسائی نے اختصار کیا اوپر لفظ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے۔

تشریح: اس پر اشکال ہے کہ ماقبل میں جو حدیث ابومسعود گزری ہے اس میں الَّا باذنہٖ کی قید ہے۔ جمہور کے نزدیک اس قید کا تعلق دونوں مسئلوں کے ساتھ ہے یعنی نہ امامت کروائے کوئی آدمی کسی کی مگر اس کی اجازت کے ساتھ اور نہ بیٹھے اس کے گھر

میں اس کی جائے معزز وتصرف پر مگر اس کی اجازت کے ساتھ۔ تو اس سے معلوم ہوا کہ اگر قوم اجازت دے دے تو زائر امامت کرواسکتا ہے تو یہاں مالک بن الحویرث نے نماز کیوں نہ پڑھائی جب کہ قوم نے اجازت دے دی تھی؟

جواب-۱: یہ مالک بن حویرثؓ کا اپنا اجتہاد ہے حضرت مالک یہ سمجھے کہ اس استثناء کا تعلق مسئلہ ثانیہ کے ساتھ ہے۔

جواب-۲: انکار کر کے امت کو ایک مسئلہ سمجھایا۔ وہ یہ کہ لوگ یہ نہ سمجھ لیں کہ افضل کے ہوتے ہوئے مفضول کی امامت جائز ہی نہیں تو نماز نہ پڑھا کر کے بتلایا کہ افضل کے ہوتے ہوئے بھی مفضول کی امامت جائز ہے تو اس مصلحت کی وجہ سے نماز نہ پڑھائی۔

وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ اسْتَخْلَفَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ابْنَ اُمِّ مَكْتُوْمٍ يَؤُمُّ النَّاسَ وَهُوَ
حضرت انسؓ سے روایت ہے کہا کہ عبداللہ بن ام مکتومؓ کو خلیفہ مقرر کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ امامت کریں لوگوں کی اس حال میں کہ
اَعْمٰى. (رواه ابوداؤد)
وہ اندھے تھے روایت کیا اس کو ابوداؤد نے۔

تشریح: حاصل حدیث:۔ سوال: فقہاء لکھتے ہیں کہ اعمیٰ کی امامت مکروہ ہے؟ جواب: فقہاء جس اعمیٰ کی امامت کو مکروہ لکھتے ہیں اس کا مصداق وہ اعمیٰ ہے جو نجاستوں سے کماینبغی احتراز نہ کرتا ہو حضرت عبداللہ بن اُم مکتومؓ اس قسم کے اعمیٰ نہیں تھے۔

وَعَنْ اَبِىْ اُمَامَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثَةٌ لَا تُجَاوِزُ صَلَاتُهُمْ اٰذَانَهُمُ الْعَبْدُ
حضرت ابوامامہؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تین شخص ہیں کہ ان کی نماز کانوں سے بلند نہیں ہوتی ایک غلام بھاگا ہوا
الْاٰبِقُ حَتّٰى يَرْجِعَ وَ امْرَاَةٌ بَاتَتْ وَزَوْجُهَا عَلَيْهَا سَاخِطٌ وَاِمَامُ قَوْمٍ وَهُمْ لَهٗ كَارِهُوْنَ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ
مالک اپنے سے یہاں تک کہ پھر آئے اور دوسری وہ عورت کہ رات گزاری ہو اس حالت میں کہ اس کا خاوند اس سے خفا ہے تیسرا وہ کہ امام ہو قوم کا
وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ.
اور وہ کو مکروہ رکھتے ہوں روایت کیا اس کو ترمذی نے اور کہا یہ حدیث غریب ہے۔

تشریح: حاصل حدیث:۔ لاتجاوز صلاتهم: یہ کنایہ ہے کہ ان کی نماز کو رفع حاصل نہیں ہوتا وہ تین شخص یہ ہیں: عبدابق، امرأة بات و زوجها عليها ساخط بشرطیکہ ناراضگی کا سبب عورت کی طرف سے ہو اور وہ امام جس پر قوم ناراض ہو۔ غیر شرعی امور کی وجہ سے قوم ناراض ہو تو اس کا کوئی اعتبار نہیں، کوئی امر شرعی ہونا چاہیے۔

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثَةٌ لَا تُقْبَلُ مِنْهُمْ صَلَاتُهُمْ مَنْ تَقَدَّمَ
حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہا کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین شخص ہیں کہ نہیں قبول کی جاتی ان کی نماز ایک وہ شخص کہ امام ہو قوم کا
قَوْمًا وَهُمْ لَهٗ كَارِهُوْنَ وَرَجُلٌ اَتَى الصَّلَاةَ دِبَارًا وَالدِّبَارُ اَنْ يَّاْتِيَهَا بَعْدَ اَنْ تَفُوْتَهٗ وَرَجُلٌ اعْتَبَدَ
اور وہ اس سے ناخوش ہوں۔ دوسرا وہ کہ آئے نماز کو پیچھے اور معنی پیچھے کے یہ ہیں کہ آئے نماز کو اس کے وقت کے فوت ہونے کے وقت اس
مُحَرَّرَهٗ. (رواه ابوداؤد و ابن ماجة)
کے تیسرا وہ شخص کہ غلام پکڑے آزاد کو روایت کیا اس کو ابوداؤد اور ابن ماجہ نے۔

تشریح: حاصل حدیث:۔ رجل اعتبد محررہ: کی صورت ایک شخص نے غلام کو آزاد کر دیا لیکن اس کو بتلایا نہیں اس سے غلاموں جیسی خدمت لے رہا ہے یا وہ شخص جو آزاد کے ساتھ غلاموں والا معاملہ کرتا ہے اس طرح کے سب اس کے تحت داخل ہیں۔

وَعَنْ سُلَامَةَ بِنْتِ الْحُرِّ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ مِنْ اَشْرَاطِ السَّاعَةِ اَنْ

حضرت سلامتہ بنت حرؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کی علامتوں میں سے یہ بھی ہے

يَتَدَافَعَ اَهْلُ الْمَسْجِدِ لَا يَجِدُوْنَ اِمَامًا يُصَلِّيْ بِهِمْ. (رواہ احمد بن حنبل و ابوداؤد و ابن ماجۃ)

دفع کریں گے مسجد والے امامت کو نہیں پائینگے امام کو ان کو نماز پڑھائے۔ روایت کیا اس کو ابوداؤد اور ابن ماجہ نے۔

تشریح: حاصل حدیث:۔ قیامت کی علامت ہے کہ لوگ مسائل معلوم نہ ہونے کیوجہ سے امامت ایک دوسرے پر ڈالیں گے۔

وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْجِهَادُ وَاجِبٌ عَلَيْكُمْ مَعَ كُلِّ اَمِيْرٍ بَرًّا

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جہاد واجب ہے تم پر ہر سردار کے ساتھ

كَانَ اَوْ فَاجِرًا وَاِنْ عَمِلَ الْكَبَائِرَ وَ الصَّلَاةُ وَاجِبَةٌ عَلَيْكُمْ خَلْفَ كُلِّ مُسْلِمٍ بَرًّا كَانَ اَوْفَاجِرًا وَاِنْ

نیک ہو یا بد اگرچہ کرے کبیرہ گناہ اور نماز واجب ہے تم پر پیچھے ہر مسلمان کے نیک ہو یا بد اگرچہ کرے

عَمِلَ الْكَبَائِرَ وَالصَّلَاةُ وَاجِبَةٌ عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ بَرًّا كَانَ اَوْفَاجِرًا وَاِنْ عَمِلَ الْكَبَائِرَ. (رواہ ابوداؤد)

کبیرہ اور نماز جنازہ واجب ہے ہر مسلمان پر نیک ہو یا بد اگرچہ کرے کبیرہ گناہ۔ روایت کیا اس کو ابو داؤد نے۔

تشریح: حاصل حدیث:۔ یہ روایت دلیل ہے اس بات پر کہ مرتکب کبیرہ کافر نہیں اور کبائر محبط للاعمال نہیں ہیں۔ ان احادیث کا یہ مطلب نہیں کہ فاجر یا مرتکب کبیرہ کو امام بناؤ بلکہ مطلب یہ ہے کہ اگر کبھی ان کے پیچھے نماز پڑھنے کی ضرورت پیش آجائے تو پڑھ لیا کرو۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ

عَنْ عَمْرِو بْنِ سَلِمَةَ قَالَ كُنَّا بِمَاءٍ مَمَرِّ النَّاسِ يَمُرُّ بِنَا الرُّكْبَانُ نَسْاَلُهُمْ مَا لِلنَّاسِ مَا هٰذَا الرَّجُلُ

حضرت عمرو بن سلمہؓ سے روایت ہے کہا کہ ہم پانی کے کنارے پر رہتے تھے وہ گزرگاہ تھا لوگوں کا ہم پر قافلے گزرتے پوچھتے ہم کیا ہے واسطے

فَيَقُوْلُوْنَ يَزْعَمُ اَنَّ اللّٰهَ اَرْسَلَهُ اَوْحٰى اِلَيْهِ اَوْحٰى اِلَيْهِ كَذَا وَكُنْتُ اَحْفَظُ ذَالِكَ الْكَلَامَ فَكَاَنَّمَا

لوگوں کے کیا صفت ہے اس شخص کی کہتے لوگ دعویٰ کرتا ہے وہ یہ کہ اللہ نے بھیجا ہے اس کو وحی کی ہے طرف اس کے وحی کی طرف اس کے اس

يُغْرٰى فِيْ صَدْرِيْ وَكَانَتِ الْعَرَبُ تَلَوَّمُ بِاِسْلَامِهِمُ الْفَتْحَ فَيَقُوْلُوْنَ اُتْرُكُوْهُ وَقَوْمَهُ فَاِنَّهُ اِنْ ظَهَرَ

طرح میں تھا یاد کرتا اس کلام کو گویا چمٹ جاتا وہ کلام میرے سینہ میں اور تھے عرب انتظار کرتے بیچ اسلام اپنے کے مکہ فتح کے وقت کہتے چھوڑ دو اس

عَلَيْهِمْ فَهُوَ نَبِيٌّ صَادِقٌ فَلَمَّا كَانَتْ وَقْعَةُ الْفَتْحِ بَادَرَ كُلُّ قَوْمٍ بِاِسْلَامِهِمْ وَبَدَرَ اَبِيْ قَوْمِيْ بِاِسْلَامِهِمْ

کو قوم اس کی کے ساتھ کہ قریش ہیں۔ تحقیق اگر وہ غالب ہوں اپنی قوم پر اور فتح کریں مکہ کو تو وہ سچے نبی ہیں پس جب فتح ہوئی جلدی کی ہر قوم

فَلَمَّا قَدِمَ قَالَ جِئْتُكُمْ وَاللّٰهِ مِنْ عِنْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَقًّا فَقَالَ صَلُّوْا صَلٰوةَ كَذَا فِيْ

نے اپنے اسلام کے ساتھ اور پہل کی اسلام لانے میں میرے باپ نے میری قوم پر جب کہ پھر کہ آیا سفر سے میرا باپ کیا آیا ہوں میں تمہارے

حِيْنِ كَذَا وَصَلٰوةَ كَذَا فِيْ حِيْنِ كَذَا فَاِذَا حَضَرَتِ الصَّلٰوةُ فَلْيُؤَذِّنْ اَحَدُكُمْ فَلْيَؤُمَّكُمْ اَكْثَرُكُمْ

پاس اللہ کی قسم نزدیک نبی برحق کے سے کہا فرمایا نبی ﷺ نے پڑھو نماز ایسی فلانے وقت میں اور ایسی نماز فلانے وقت میں جب نماز کا وقت ہو تو

قُرْاٰنًا فَنَظَرُوْا فَلَمْ يَكُنْ اَحَدٌ اَكْثَرَ قُرْاٰنًا مِّنِّىْ لِمَا كُنْتُ اَتَلَقّٰى مِنَ الرُّكْبَانِ فَقَدَّمُوْنِىْ بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَاَنَا
چاہئے کہ اذان دے ایک تمہارا اور امام ہو تم میں سے قرآن کو زیادہ جاننے والا پس دیکھا قوم نے کہ نہ زیادہ جاننے والا تھا مجھ سے اس لئے کہ میں
ابْنُ سِتٍّ اَوْ سَبْعِ سِنِيْنَ وَكَانَتْ عَلَىَّ بُرْدَةٌ كُنْتُ اِذَا سَجَدْتُ تَقَلَّصَتْ عَنِّىْ فَقَالَتِ امْرَاَةٌ مِّنَ
سیکھتا تھا قرآن قافلہ والوں سے انہوں نے مجھ کو امام کیا آگے اپنے اور میں تھا چھ برس کا اور تھی مجھ پر ایک چادر جس وقت سجدہ کرتا سمٹ جاتی چادر
الْحَىِّ اَلَا تُغَطُّوْنَ عَنَّا اسْتَ قَارِئِكُمْ فَاشْتَرَوْا فَقَطَعُوْا لِىْ قَمِيْصًا فَمَا فَرِحْتُ بِشَىْءٍ فَرَحِىْ بِذٰلِكَ
میرے بدن سے ایک عورت نے کہا قوم سے کیا نہیں ڈھانکتے ہم سے اپنے امام کی شرمگاہ قوم نے کپڑا خرید امیرے لئے کرتا بنایا نہ خوش ہوا میں
الْقَمِيْصِ. (صحيح البخارى)
ساتھ کسی چیز کے مانند خوشی اپنی کے اس کرتے کے ساتھ۔ روایت کیا اس کو بخاری نے۔

تشریح: عام طور پر ''سلمہ'' لام کے زبر کے ساتھ ہے مگر یہ عمرو جو قوم کے امام بنے تھے انکے والد کے نام ''سلمہ'' میں لام زیر کے ساتھ ہے۔ اس کے بارے میں علماء کے یہاں اختلاف ہے کہ عمرو ابن سلمہ بھی اپنے والد کے ہمراہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اسلام قبول کرنے گئے یا نہیں؟ اسی وجہ سے اس بات میں بھی اختلاف ہے کہ آیا یہ صحابی ہیں یا نہیں؟ بظاہر تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ ان کے والد تنہا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں گئے تھے یہ ان کے ساتھ نہیں گئے تھے۔

حضرت امام شافعیؒ لڑکے کی امامت کے جواز میں اسی حدیث سے استدلال کرتے ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ نابالغ لڑکے کی امامت جائز ہے البتہ جمعہ کی نماز میں نابالغ لڑکے کی امامت کے سلسلہ میں امام شافعیؒ کے دو قول ہیں ایک سے تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ وہ جمعہ کی نماز میں بھی لڑکے کی امامت کے جواز کے قائل ہیں اور دوسرے قول سے عدم جواز کا اثبات ہوتا ہے۔

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ' حضرت امام مالک اور حضرت امام احمد رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ نابالغ کی امامت جائز نہیں ہے البتہ نفل نماز کے سلسلہ میں علماء حنفیہ کے یہاں اختلاف ہے چنانچہ بلخ کے مشائخ نماز میں نابالغ لڑکے کی امامت کے جواز کے قائل ہیں اور اسی پر ان کا عمل ہے نیز مصر اور شام میں بھی اس پر عمل کیا جاتا ہے ان کے علاوہ دیگر علماء نے نفل نماز میں بھی نابالغ لڑکے کی امامت کو ناجائز قرار دیا ہے چنانچہ علماء ماوراء النہر کا عمل اسی پر ہے۔ زیلعیؒ نے شرح کنز میں اس مسئلہ کے متعلق کہا ہے کہ 'امام شافعیؒ نے اس مسئلہ میں کہ نابالغ لڑکے کی امامت جائز ہے حضرت عمرو ابن سلمہ کے اس قول فقدمونی الخ سے استدلال کیا ہے لیکن ہمارے (یعنی حنفیہ کے) نزدیک حضرت ابن مسعودؓ کے اس قول کی روشنی میں کہ ''وہ لڑکا جس پر حدود واجب نہیں ہوئی ہیں امامت نہ کرے'' نابالغ لڑکے کی امامت جائز نہیں ہے اسی طرح حضرت ابن عباسؓ کا قول بھی یہی ہے کہ ''لڑکا جب تک محتلم (یعنی بالغ) نہ ہو جائے امامت نہ کرے''۔

لہٰذا یہ جائز نہیں ہے کہ فرض نماز پڑھنے والا نابالغ لڑکے کی اقتداء کرے جہاں تک عمرو ابن سلمہ کی امامت کا تعلق ہے تو اس کے بارے میں یہ کہا جائے گا کہ ان کی امامت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کی بناء پر نہیں تھی بلکہ یہ ان کی قوم کے لوگوں کا اپنا اجتہاد تھا کہ عمرو چونکہ قافلہ کے لوگوں سے قرآن کریم سیکھ چکے تھے۔ اس لئے ان کو امام بنا دیا۔

بڑے تعجب کی بات ہے کہ حضرات شوافع حضرت ابوبکر صدیقؓ حضرت عمر فاروقؓ اور دوسرے بڑے بڑے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے اقوال سے تو استدلال نہیں کرتے۔ ایک نابالغ لڑکے (عمرو ابن سلمہ) کے فعل کو مستدل بناتے ہیں۔

عَنِ ابْنِ عُمَرَؓ قَالَ لَمَّا قَدِمَ الْمُهَاجِرُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ الْمَدِيْنَةَ كَانَ يَؤُمُّهُمْ سَالِمٌ مَّوْلٰى اَبِىْ حُذَيْفَةَ
حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہا کہ جب آئے مہاجرین پہلے مدینہ میں تھے امام ان کے سالم مولیٰ ابی حذیفہؓ کے

وَفِيهِمْ عُمَرُ وَ اَبُو سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِالْاَسَدِ. (صحيح البخارى)
اوران میں سے تھے حضرت عمرؓاورابوسلمہؓبن ابوالاسد۔روایت کیااس کو بخاری نے۔

تشریح: حاصل حدیث:۔اس حدیث معلوم ہوا کہ افضل کے ہوتے ہوئے مفضول کی امامت جائز ہے۔

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثَةٌ لَا تُرْفَعُ لَهُمْ صَلَاتُهُمْ فَوْقَ
حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تین آدمی ہیں کہ نہیں بلند ہوتی ان کیلئے ان کی نماز اوپر ان کے سروں سے
رُؤُسِهِمْ شِبْرًا رَجُلٌ اَمَّ قَوْمًا وَهُمْ لَهُ كَارِهُوْنَ وَامْرَاَةٌ بَاتَتْ وَزَوْجُهَا عَلَيْهَا سَاخِطٌ وَاَخَوَانِ
ایک بالشت بھی ایک وہ شخص کہ امام ہوقوم کا اور وہ اس سے ناخوش ہوں اور دوسری وہ عورت کہ رات گزارے اور خاوند اس کا اس پر خفا ہو اور تیسرے وہ کہ
مُتَصَارِمَانِ. (رواه ابن ماجة)
دو بھائی آپس میں ناخوش ہوں۔روایت کیااس کو ابن ماجہ نے۔

تشریح: فوقا روسهم شبراً: یہ کنایہ ہے کہ رفع حاصل ہوتا ہی نہیں قولہ واخوان: اس سے مراد چاہے وہ نسبی بھائی ہوں یا دینی بھائی ہوں عام ہے۔ناجائز قطع کلامی وہ ہے جو کسی امر دنیاوی کی وجہ سے ہو اور اگر امر دینی کی وجہ سے ہے تو مرتے دم تک قطع کلامی جائز ہے۔

بَابُ مَا عَلَى الْاِمَامِ

امام پر لازم چیزوں کا بیان

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ

عَنْ اَنَسٍؓ قَالَ مَا صَلَّيْتُ وَرَآءَ اِمَامٍ قَطُّ اَخَفَّ صَلٰوةً وَّلَا اَتَمَّ صَلٰوةً مِّنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
حضرت انسؓ سے روایت ہے کہا کہ نہیں نماز پڑھی میں نے پیچھے کسی امام کے کہ بہت ہلکی ہو اور بہت پوری ہو حضرت صلعم کی نماز سے اور تحقیق تھے
وَاِنْ كَانَ لَيَسْمَعُ بُكَآءَ الصَّبِيِّ فَيُخَفِّفُ مُخَافَةَ اَنْ تُفْتَنَ اُمُّهُ. (صحيح البخارى و صحيح مسلم)
حضرت البتہ سنتے رونا لڑکے کا پس ہلکی کرتے نماز ڈر اس کے سے کہ تشویش میں پڑے ماں اس کی۔روایت کیااس کو بخاری اور مسلم نے۔

تشریح: اس حدیث میں جو قصہ مذکور ہے اس زمانے کا ہے جس وقت عورتوں کا مسجد میں آنا جائز تھا۔ تو جب کبھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی بچے کے رونے کی آواز سنتے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں شفقتاً تخفیف فرمادیتے تھے۔حدیث کے آخری جملہ کا مطلب یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز میں کسی بچہ کے رونے کی آواز سنتے تو نماز ہلکی کر دیا کرتے تھے تاکہ اس بچے کی ماں جو جماعت میں شامل ہوتی بچے کی طرف فکر میں نہ پڑ جائے اور جس کی وجہ سے اس کی نماز کا حضور اور خشوع وخضوع ختم ہو جائے۔

خطابیؒ نے اس جملہ کی تشریح میں کہا ہے کہ "اس میں اس بات کی دلیل ہے کہ امام رکوع میں ہونے کی حالت میں اگر آہٹ پائے کہ کوئی شخص نماز میں شریک ہونے کا ارادہ رکھتا ہے تو اس کیلئے جائز ہے کہ وہ رکوع میں اس شخص کا انتظار کرے تاکہ وہ شخص رکعت حاصل کرے مگر بعض حضرات نے اسے مکروہ قرار دیا ہے بلکہ ان حضرات کا کہنا ہے کہ ایسا کرنے والے کے بارے میں یہ خوف ہے کہ وہ کہیں شرک کی حد تک پہنچ جائے گا۔ چنانچہ یہی مسلک حضرت امام مالک کا بھی ہے۔ حنفی مسلک یہ ہے کہ امام اگر رکوع کو تقرب الی اللہ کی نیت سے نہیں بلکہ اس

مقصد سے طویل کرے گا کہ کوئی آنے والا شخص رکوع میں شامل ہو کر رکعت پالے تو یہ مکروہ تحریمی ہوگا بلکہ اس سے بھی بڑے گناہ کے مرتکب ہونے کا احتمال ہوسکتا ہے۔ تاہم کفر شرک کی حد تک نہیں پہنچے گا کیونکہ اس سے اس کی نیت غیر اللہ کی عبادت بہرحال نہیں ہوگی۔

بعض علماء نے کہا ہے کہ اگر امام آنے والے کو پہچانتا نہیں ہے تو اس شکل میں رکوع کو طویل کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے لیکن صحیح یہی ہے کہ اس کا ترک اولیٰ ہے ہاں اگر کوئی امام تقرب الی اللہ کی نیت سے رکوع کو طویل کرے اور اس پاک جذبہ کے علاوہ کوئی دوسرا مقصد نہ ہو تو کوئی مضائقہ نہیں ہے لیکن اس میں شک نہیں کہ ایسی حالت کا ہونا چونکہ نادر ہے اور پھر یہ کہ اس مسئلہ کا نام ہی "مسئلۃ الریا" ہے اس لئے اس سلسلہ میں کمال احتیاط ہی اولیٰ ہے۔

عَنْ اَبِیْ قَتَادَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنِّیْ لَاَدْخُلُ فِی الصَّلٰوةِ وَاَنَا اُرِیْدُ اِطَالَتَهَا
حضرت ابو قتادہؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تحقیق میں داخل ہوتا ہوں نماز میں اور میں ارادہ کرتا ہوں نماز کو لمبا کرنے کا سنتا ہوں لڑکے کے
فَاَسْمَعُ بُكَآءَ الصَّبِیِّ فَاَتَجَوَّزُ فِیْ صَلٰوتِیْ مِمَّا اَعْلَمُ مِنْ شِدَّةِ وَجْدِ اُمِّهٖ مِنْ بُكَآئِهٖ.(صحیح البخاری)
رونے کی آواز کم کرتا ہوں بیچ نماز اپنی کے بہ سبب اس چیز کے کہ جانتا ہوں میں شدت فکر ماں اس کی سے لڑکے کے رونے کے سبب روایت کیا اس کو بخاری نے۔

تشریح: ان احادیث سے یہی بات معلوم ہو رہی ہے کہ مقتدی کی رعایت کرتے ہوئے نماز میں اختصار کیا جاسکتا ہے۔ مسئلہ: آیا مقتدی کی رعایت کے لیے نماز میں اطالہ بھی کیا جاسکتا ہے یا نہیں؟ جواب: اگر اطالہ معین شخص کیلئے ہو تو جائز نہیں کفر کا اندیشہ ہے اور اگر رجل من المسلمین کے لیے ہو تو صرف جائز ہی نہیں بلکہ احسن ہے اس لیے کہ ایک آدمی کو جماعت میں شریک کرنا ہے۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا صَلّٰی اَحَدُكُمْ لِلنَّاسِ فَلْیُخَفِّفْ فَاِنَّ
حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس وقت نماز پڑھائے ایک تمہارا لوگوں کو چاہئے کہ ہلکی کرے نماز تحقیق ان میں بیمار
فِیْهِمُ السَّقِیْمَ وَالضَّعِیْفَ وَالْكَبِیْرَ وَاِذَا صَلّٰی اَحَدُكُمْ لِنَفْسِهٖ فَلْیُطَوِّلْ مَا شَآءَ.(صحیح البخاری و صحیح مسلم
بھی ہیں اور کمزور بھی اور بوڑھے بھی اور جس وقت کہ نماز پڑھے ایک تمہارا اپنے نفس کیلئے چاہئے کہ لمبی کرے جس قدر چاہے۔ بخاری اور مسلم کی روایت ہے

تشریح: تخفیف صلوٰۃ کا حکم تب ہے جب کہ مقتدی اس کی قرأۃ سے خوش نہ ہوں اگر اس کی قرأۃ سے خوش ہوں تو پھر لمبی قرأۃ جائز ہے۔ جیسا کہ صحابہ کرامؓ خلفائے راشدینؓ لمبی قرأتیں کیا کرتے تھے ان کو معلوم تھا کہ ہمارے مقتدی اس پر خوش ہیں۔

پہلی دو حدیثوں کی روشنی میں حضرت تھانویؒ نے اس مقام پر اشکال اٹھایا ہے کہ امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم میں ایسے لوگ بھی گزرے ہیں کہ ان نماز کی حالت میں دنیا و مافیہا کا علم بھی نہیں ہوتا تھا جیسے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نماز کے دوران ان کے جسم سے تیر نکال لیا گیا ان کو پتہ تک نہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم بچے کی رونے کی وجہ سے نماز کو مختصر کر دیتے تھے' آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز ایسی کیوں تھی؟ اس اشکال کا جواب یہ ہے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شخصیت عوام وخواص سب کیلئے نمونہ تھی جس میں ہر شخص کے حسب حال سہولت موجود ہے۔ اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بچوں کے رونے کی آواز سے نماز میں تخفیف کرنا۔ شفقت علی الخلق کی بنا پر تھا۔ باقی حضرت علیؓ کا واقعہ ان کے حال پر مبنی ہے۔

عَنْ قَیْسِ بْنِ اَبِیْ حَازِمٍ قَالَ اَخْبَرَنِیْ اَبُوْ مَسْعُوْدٍ اَنَّ رَجُلًا قَالَ وَاللّٰهِ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّیْ لَاَتَاَخَّرُ
حضرت قیسؓ حازم بن ابی سے روایت ہے کہا کہ خبر دی مجھ کو ابو مسعودؓ نے یہ کہ ایک شخص نے کہا اللہ کی قسم اے اللہ کے رسول تحقیق میں پیچھے رہ جاتا ہوں
عَنْ صَلٰوةِ الْغَدَاةِ مِنْ اَجْلِ فُلَانٍ مِمَّا یُطِیْلُ بِنَا فَمَا رَاَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِیْ
نماز صبح کی سے بسبب فلانے شخص کے کہ لمبی پڑھاتا ہے نماز ہم کو نہیں دیکھا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو وعظ کہنے میں بہت غصے میں ہے
مَوْعِظَةٍ اَشَدَّ غَضَبًا مِنْهُ یَوْمَئِذٍ ثُمَّ قَالَ اِنَّ مِنْكُمْ مُنَفِّرِیْنَ فَاَیُّكُمْ مَا صَلّٰی بِالنَّاسِ فَلْیَتَجَوَّزْ فَاِنَّ فِیْهِمُ
اس دن سے پھر فرمایا تم میں سے بعض نفرت دلانے والے ہیں پس جو تم میں سے نماز پڑھائے لوگوں کو چاہئے کہ ہلکی پڑھائے اس لئے کہ ان میں

الضَّعِيفَ وَالْكَبِيرَ وَذَاالْحَاجَةِ. (صحيح البخاری و صحيح مسلم)
ضعیف اور بوڑھا اور حاجت مند ہوتا ہے۔ بخاری اور مسلم کی روایت ہے۔

تشریح: اشد غضبًا: ان الفاظ سے معلوم ہوا کہ جماعت سے اجتماعیت مقصود ہے چونکہ یہاں اجتماعیت کے لیے لمبی قرأت مانع تھی اس وجہ سے حضرت معاذؓ کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سخت ڈانٹا۔

عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلُّوْنَ لَكُمْ فَاِنْ اَصَابُوْا فَلَكُمْ وَاِنْ
حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نماز پڑھائیں گے امام تمہارے لئے اگر اچھی نماز پڑھائی پس
اَخْطَاءُوْا فَلَكُمْ وَعَلَيْهِمْ (رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ.)
تمہارے فائدے کیلئے اور اگر خطا کی تمہارے لئے ثواب ہے اور ان پر وبال ہے۔ روایت کی یہ بخاری نے یہ باب خالی ہے دوسری فصل سے۔

تشریح: یعنی امام جتنے مستحبات کی رعایت رکھے گا ثواب دونوں کو ملے گا اگر اس نے کوئی کوتاہی کی تو تم کو نفع ہوگا خطاء کی کوتاہی کا وبال اس پر ہوگا۔

سوال: اس سے معلوم ہوا کہ اگر امام کوئی رکن وغیرہ چھوڑ دے تو اس کی نماز ہو جائے گی حالانکہ معاملہ ایسا نہیں؟ جواب: خطاء سے مراد مستحبات ہیں مثلاً امام مکروہ وقت میں نماز پڑھاتا ہے تو اس کا وبال امام پر بھی ہوگا۔ (تو امام سے مراد وہ امام ہے جو اپنے قصد واختیار سے تاخیر کرے)

وَهٰذَا الْبَابُ خَالٍ عَنِ الْفَصْلِ الثَّانِیْ

اس باب کی دوسری فصل نہیں ہے

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ

وَعَنْ عُثْمَانَ بْنِ اَبِی الْعَاصِؓ قَالَ آخِرُ مَا عَهِدَ اِلَیَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَمَمْتَ قَوْمًا
حضرت عثمان بن ابی العاصؓ سے روایت ہے کہا آخری وصیت جو مجھ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کی یہ تھی جب کسی قوم کی امامت کرے ہلکی
فَاَخِفَّ بِهِمُ الصَّلٰوةَ (رواه مسلم وَ فِی رِوَايَةٍ لَهُ) اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَهُ اُمَّ
پڑھا نماز ان کو روایت کیا اس کو مسلم نے ایک روایت میں ہے اس کے لئے تحقیق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا عثمان کو امام ہو تو اپنی قوم کا
قَوْمَكَ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّیْ اَجِدُ فِیْ نَفْسِیْ شَيْئًا قَالَ اُدْنُهْ فَاَجْلَسَنِیْ بَيْنَ يَدَيْهِ ثُمَّ وَضَعَ
عثمان نے کہا کہ میں نے کہا اے اللہ کے رسول میں اپنے نفس میں پاتا ہوں ایک چیز فرمایا نزدیک ہو مجھ کو اپنے آگے بٹھایا پھر رکھا اپنا ہاتھ میرے
كَفَّهٗ فِیْ صَدْرِیْ بَيْنَ ثَدْيَیَّ ثُمَّ قَالَ تَحَوَّلْ فَوَضَعَ فِیْ ظَهْرِیْ بَيْنَ كَتِفَیَّ ثُمَّ قَالَ اُمَّ قَوْمَكَ فَمَنْ اَمَّ
سینے پر درمیان دونوں پستانوں کے پھر کہا پیٹھ پھیر پھر رکھا پیٹھ میری پر میرے مونڈھوں کے درمیان پھر فرمایا کہ امام ہو قوم اپنی کا پس جو شخص امام ہو
قَوْمًا فَلْيُخَفِّفْ فَاِنَّ فِيْهِمُ الْكَبِيْرَ وَاِنَّ فِيْهِمُ الْمَرِيْضَ وَاِنَّ فِيْهِمُ الضَّعِيْفَ وَاِنَّ فِيْهِمْ ذَاالْحَاجَةِ فَاِذَا
اپنی قوم کا چاہیے کہ نماز پڑھائے ہلکی اس لئے کہ ان میں بوڑھا بھی ہوتا ہے اور ان میں کمزور بھی ہوتا ہے اور ان میں حاجت والا بھی ہوتا ہے
صَلّٰى اَحَدُكُمْ وَحْدَهٗ فَلْيُصَلِّ كَيْفَ شَاءَ.
جب نماز پڑھے ایک تمہارا اکیلا چاہیے کہ نماز پڑھے جس طرح چاہے۔

تشریح: اس حدیث سے تصرف بھی معلوم ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھ سینے پر رکھا اور پھر پیٹھ پر رکھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ رکھنے کی وجہ سے ان کے دل میں جو وسوسے تھے وہ سب دور ہو گئے۔

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْمُرُنَا بِالتَّخْفِيْفِ وَيَؤُمُّنَا بِالصَّافَاتِ. (رواہ النسائی)

حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ ﷺ تھے حکم کرتے ہم کو ساتھ ہلکی نماز کے اور امامت کرتے ہماری ساتھ صافات کے روایت کیا اس کو نسائی نے۔

تشریح: اس حدیث پر بظاہر اس کا اشکال ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول وفعل میں تضاد ہے' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم تخفیف کا دیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم خود لمبی نمازیں پڑھاتے تھے؟ جواب: تخفیف کا حکم ان کو ہے جن کی قرأت کی وجہ سے قوم اکتا جائے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل' یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم تھا کہ میری قرأت کی وجہ سے صحابہ کرامؓ خوش ہوتے ہیں' وہ تو کہتے تھے کہ اور زیادہ لمبی قرأت ہو' کسی کو تکلیف نہیں ہوتی تھی (ہاں اگر ایسا امام ہو تو جس کی قرأت پسند ہو تو اطالہ جائز ہے)

باب ما على الماموم من المتابعة وحكم المسبوق

مقتدی کو امام کی پیروی کرنا اور مسبوق کا حکم

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ

عَنِ الْبَرَآءِ بْنِ عَازِبٍؓ قَالَ كُنَّا نُصَلِّيْ خَلْفَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَإِذَا قَالَ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ

حضرت براء بن عازبؓ سے روایت ہے کہا ہم نماز پڑھتے تھے پیچھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے جب کہتے سنا اللہ نے واسطے اس شخص کے کہ حمد کی اس

حَمِدَهٗ لَمْ يَحْنِ اَحَدٌ مِّنَّا ظَهْرَهٗ حَتّٰى يَضَعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَبْهَتَهٗ عَلَى الْاَرْضِ. (صحیح بخاری وغیرہ)

کی نہ جھکا تا کوئی ہم میں سے پیٹھ اپنی یہاں تک کہ رکھتے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی پیشانی زمین پر۔ روایت کیا اس کو بخاری اور مسلم نے۔

تشریح: اس میں اختلاف ہے کہ مقتدیوں کو اپنے افعال میں امام کی مقارنت کرنی چاہیے یا معاقبت' مقارنت اولیٰ ہے یا معاقبت' احناف کے نزدیک معیت اور مقارنت اولیٰ ہے اور شوافع کے نزدیک معاقبت اولیٰ ہے۔ یہ حدیث شوافع کے موافق ہے اور احناف کیخلاف ہے کیونکہ اس میں ہے: لم یحن احدٌ مناظهرهٗ حتیٰ یضع النبی صلی اللہ علیہ وسلم جبهتهٗ علی الارض: احناف کی طرف سے اسکا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث اس زمانے کی ہے جب کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مرض الوفات میں تھے۔ اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم ضعیف ہو گئے اور آہستہ حرکت کرتے تھے تو صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے مسابقت کے خوف سے مقارنت کی بجائے معاقبت اختیار کر لی تو یہ حدیث خاص زمانہ ضعف پر محمول ہے۔

عَنْ اَنَسٍؓ قَالَ صَلّٰى بِنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ يَوْمٍ فَلَمَّا قَضٰى صَلٰوتَهٗ اَقْبَلَ عَلَيْنَا بِوَجْهِهٖ

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہا کہ نماز پڑھائی ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن جب اپنی نماز کو پورا کر چکے متوجہ ہوئے ہم پر

فَقَالَ اَيُّهَا النَّاسُ اِنِّيْ اِمَامُكُمْ فَلَا تَسْبِقُوْنِيْ بِالرُّكُوْعِ وَلَا بِالسُّجُوْدِ وَلَا بِالْقِيَامِ وَلَا بِالْاِنْصِرَافِ

اپنے چہرے کے ساتھ فرمایا اے لوگو میں تمہارا امام ہوں پس نہ سبقت کرو مجھ سے رکوع کے ساتھ اور نہ سجدے کے ساتھ اور نہ قیام کے ساتھ اور نہ

فَاِنِّيْ اَرٰكُمْ مِنْ اَمَامِيْ وَمِنْ خَلْفِيْ. (صحیح مسلم)

پھرنے کے ساتھ تحقیق میں تم کو دیکھتا ہوں آگے اپنے سے اور اپنے پیچھے سے۔ روایت کیا اس کو مسلم نے

تشریح: ولا بالا نصراف: کے دو مطلب ہیں: (۱) سلام پھیرنے میں سبقت نہ کرو۔
(۲) گھروں کو جانے میں سبقت نہ کرو تا کہ مردوں، عورتوں کا اختلاط نہ ہو۔ یہ حدیث احناف کے موافق ہے اس میں ہے۔
فلاتسبقونی بالرکوع الخ: یہ دلیل ہے اس بات کی کہ صحابہؓ کا عمل مقارنت کا تھا اگر معاقبت کا ہوتا تو فلاتسبقونی کہنے کی ضرورت نہیں تھی کیونکہ سبقت کا احتمال مقارنت کی صورت میں ہوسکتا ہے۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَا تُبَادِرُوا الْاِمَامَ اِذَا كَبَّرَ فَكَبِّرُوْا
حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہ پہل کرو امام پر جب تکبیر کہے تکبیر کہو اور جب کہے والا الضالین کہو آمین
وَاِذَا قَالَ وَلَا الضَّآلِّیْنَ فَقُوْلُوْا اٰمِیْنَ وَاِذَا رَكَعَ فَارْكَعُوْا وَاِذَا قَالَ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ فَقُوْلُوْا
اور جب رکوع کرے رکوع کرو اور جب کہے سمع اللہ لمن حمدہ کہو یا الٰہی اے رب ہمارے تیرے لئے ہے
اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ اِلَّا اَنَّ الْبُخَارِیَّ لَمْ یَذْكُرْ وَاِذَا قَالَ وَلَا الضَّآلِّیْنَ۔
سب تعریف روایت کیا اس کو بخاری اور مسلم نے مگر بخاری نے نہیں ذکر کیا واذا قال ولا الضالین فقولوا آمین۔

تشریح: اس حدیث کی دلالت مقارنت پر ہے نہ کہ معاقبت پر اس لیے کہ فاء تعقیب مع الوصل کیلئے ہے۔

عَنْ اَنَسٍؓ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ رَكِبَ فَرَسًا فَصُرِعَ عَنْهُ فَجُحِشَ شِقُّهُ الْاَیْمَنُ
حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سوار ہوئے گھوڑے پر پس گرائے گئے اس سے پس چھل گئی داہنی کروٹ
فَصَلّٰى صَلٰوةً مِّنَ الصَّلَوَاتِ وَهُوَ قَاعِدٌ فَصَلَّیْنَا وَرَآءَهٗ قُعُوْدًا فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ اِنَّمَا جُعِلَ الْاِمَامُ
حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پھر نماز پڑھی ایک نمازوں میں سے اور تھے بیٹھے اور نماز پڑھی ہم نے آپ کے پیچھے بیٹھ کر جب فارغ ہوئے نماز سے
لِیُؤْتَمَّ بِهٖ فَاِذَا صَلّٰى قَائِمًا فَصَلُّوْا قِیَامًا وَاِذَا رَكَعَ فَارْكَعُوْا وَاِذَا رَفَعَ فَارْفَعُوْا وَاِذَا قَالَ سَمِعَ اللّٰهُ
فرمایا سوا اس کے نہیں کہ مقرر کیا گیا ہے امام تا کہ اقتدا کی جائے اس کی جب نماز پڑھے کھڑے ہو کر پس تم بھی کھڑے ہو کر نماز پڑھو اور جب رکوع
لِمَنْ حَمِدَهٗ فَقُوْلُوْا رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ وَاِذَا صَلّٰى جَالِسًا فَصَلُّوْا جُلُوْسًا اَجْمَعُوْنَ قَالَ الْحُمَیْدِیُّ
کرے رکوع کرو تم بھی اور جب اٹھے رکوع سے پس اٹھو جب کہے سمع اللہ لمن حمدہ کہو ربنا لک الحمد اور جب نماز پڑھے بیٹھ کر نماز پڑھو بیٹھ کر حمیدی نے کہا
قَوْلُهٗ اِذَا صَلّٰى جَالِسًا فَصَلُّوْا جُلُوْسًا هُوَ فِیْ مَرَضِهِ الْقَدِیْمِ ثُمَّ صَلّٰى بَعْدَ ذٰلِكَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ
یہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پہلی مرض میں تھا پھر نماز پڑھی پیچھے اس کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بیٹھ کر
عَلَیْهِ وَسَلَّمَ جَالِسًا وَّالنَّاسُ خَلْفَهٗ قِیَامٌ لَمْ یَاْمُرْهُمْ بِالْقُعُوْدِ وَاِنَّمَا یُؤْخَذُ بِالْاٰخِرِ فَالْاٰخِرِ مِنْ فِعْلِ
اور لوگوں نے نماز پڑھی پیچھے ان کے کھڑے ہو کر نہیں حکم کیا ان کو ساتھ بیٹھنے کے اور سوائے اس کے نہیں کہ عمل کیا جاتا ہے
النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ هٰذَا لَفْظُ الْبُخَارِیِّ وَاتَّفَقَ مُسْلِمٌ اِلٰى اَجْمَعُوْنَ وَزَادَ فِیْ رِوَایَةٍ فَلَا
نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری فعل کے ساتھ پھر جو آخر ہو یہ لفظ بخاری کے ہیں اور اتفاق کیا مسلم نے بخاری کے ساتھ اجمعون کے لفظ تک
تَخْتَلِفُوْا عَلَیْهِ وَاِذَا سَجَدَ فَاسْجُدُوْا۔
اور زیادہ کیا مسلم نے ایک روایت میں نہ اختلاف کرو امام پر اور جب سجدہ کرے پس سجدہ کرو۔

تشریح: وعن انس ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رکب فرسا الخ :اس حدیث میں واقعہ بیان کیا گیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سن ۵ ہجری میں گھوڑے سے گر گئے جس کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دائیں جانب خراش آ گئی جس کی وجہ سے اس دوران آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے گھر میں نماز پڑھنا شروع کی' الغرض اس حدیث میں آیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے گھر میں قاعداً نماز پڑھائی اور صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے بھی قاعداً نماز پڑھی اور نیز نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اذا صلی جالساً فصلوا جلوساً اجمعین: اس حدیث کے تحت دو مسئلے ہیں۔

مسئلہ-۱: غیر معذور مقتدیوں کے لیے امام قاعد کی اقتداء جائز ہے یا نہیں؟ یعنی امام اگر عذر کی وجہ سے بیٹھ کر امامت کروائے تو اسکی اقتداء جائز ہے یا نہیں؟

پہلا قول:۔ جمہور یعنی احناف میں سے شیخین' شوافع اور حنابلہ اس بات کے قائل ہیں کہ اقتداء جائز ہے یعنی امام قاعد کی اقتداء صحیح ہے احناف میں سے امام محمدؒ اور مالکیہ اس بات کے قائل ہیں کہ امام قاعد کی اقتداء جائز نہیں ہے یعنی امامت سرے سے صحیح ہی نہیں ہے؟

یہ حدیث انسؓ جمہور کے موافق ہے اور مالکیہ اور امام محمدؒ کی دلیل وہ حدیث ہے جو کہ مؤطا امام محمد میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے بعد کوئی شخص بیٹھ کر امامت نہ کروائے' اسی وجہ سے امام محمدؒ کہتے ہیں کہ یہ بیٹھ کر امامت کرانا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت ہی ہے۔

اسکا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث مرسل ہے اور یہ احادیث مشہورہ کے مقابلے میں مرجوح ہے اور جس حدیث میں نہی کا ذکر آیا ہے نہی تنزیہی پر محمول ہے۔

مسئلہ-۲: کیا غیر معذور مقتدیوں کیلئے (امام قاعد کی اقتداء میں) قیام ضروری ہے یا نہیں؟ قادر علی القیام کی اقتداء عاجز عن القیام کے پیچھے جائز ہے یا نہیں؟

پہلا قول: احناف اور شوافع کے نزدیک غیر معذور مقتدیوں کے لیے قیام فرض ہے ورنہ اقتداء صحیح نہیں ہے۔ دوسرا قول:۔ حنابلہ کہتے ہیں جیسی امام کی حالت ہو ویسی مقتدیوں کی حالت ہو۔ دلائل:۔ یہ حدیث حنابلہ کے موافق ہے اس میں ہے اذا صلی جالسًا فصلوا جلوساً اجمعین۔ اور یہ دلیل شوافع اور احناف کے خلاف ہے چونکہ صاحب مشکوٰۃ شافعی المسلک ہیں اس لیے قال الحمیدی سے جواب دیا کہ یہ واقعہ متقدم ہے اور مرض الوفات میں جو نماز بیٹھ کر پڑھائی اس میں یہ نہیں فرمایا اور یہ متاخر ہے بیٹھنے کا حکم نہیں فرمایا اور دو حدیثوں کے تعارض کے وقت متاخر پر عمل ہوگا۔ متاخر ناسخ ہوتی ہے متقدم کے لیے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری عمل یہ تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیٹھ کر نماز پڑھائی اور صحابہؓ کو جلوس کا حکم نہیں دیا تو معلوم ہوا کہ وہ منسوخ ہے اور یہ ناسخ ہے۔ باقی رہا یہ سوال کہ فعل' قول کے لیے کیسے ناسخ بن گیا؟

جواب-۱: یہ ضابطہ اس وقت ہے کہ فعل پر قول کو ترجیح ہوتی ہے جب فعل کا متاخر ہونا یقینی نہ ہو اگر فعل کا متاخر ہونا یقینی ہو تو فعل ناسخ بن سکتا ہے۔

جواب-۲: اس حدیث کے اندر مسبوق کو تعلیم دینی مقصود ہے کہ جس کیفیت وہیئت میں امام کو پاؤ اس ہیئت میں امام کے ساتھ شامل ہو جاؤ اور ان کی اقتداء کرلو اور انتظار نہ کرو یعنی امام اگر رکوع کی حالت میں ہے رکوع میں ہی شامل ہو جاؤ اگر التحیات میں امام بیٹھا ہے تو اس میں شامل ہو جاؤ اس بات کا انتظار مت کرو کہ امام تیسری رکعت کے لیے کھڑا ہوگا تو میں اقتداء کروں گا۔ یہ مطلب نہیں کہ اگر امام بیٹھ کر نماز پڑھا رہا ہے تو امام کی بیٹھ کر اقتداء کرو اور اسی مناسبت سے اگلی حدیث صاحب مشکوٰۃ لائے (مرض الوفات والی) یہ حدیث حدیث سقوط (عن) علی الفرس کے نام سے مشہور ہے۔

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ لَمَّا ثَقُلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَآءَ بِلَالٌ يُؤْذِنُهُ
حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہا جب بہت بیمار ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آئے بلالؓ آپ کو خبردار کرنے کو
بِالصَّلٰوةِ فَقَالَ مُرُوْا اَبَا بَكْرٍ اَنْ يُّصَلِّيَ بِالنَّاسِ فَصَلّٰى اَبُوْ بَكْرٍ تِلْكَ الْاَيَّامَ ثُمَّ اِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ
نماز کے ساتھ فرمایا حکم کرو ابو بکرؓ کو کہ نماز پڑھائے لوگوں کو پس نماز پڑھائی ابو بکرؓ نے ان دنوں میں پھر جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے

عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَجَدَ فِیْ نَفْسِہٖ خِفَّۃً فَقَامَ یُھَادٰی بَیْنَ رَجُلَیْنِ وَرِجْلَاہُ تَخُطَّانِ فِی الْاَرْضِ حَتّٰی دَخَلَ

اپنے نفس میں کچھ تخفیف پائی کھڑے ہوئے چلائے جاتے تھے دو شخصوں کے کندھوں پر ہاتھ ٹیکے ہوئے اور پاؤں حضرت کے گھسیٹتے تھے زمین میں یہاں تک

الْمَسْجِدَ فَلَمَّا سَمِعَ اَبُوْ بَکْرٍ حِسَّہٗ ذَھَبَ یَتَاَخَّرُ فَاَوْمٰی اِلَیْہِ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنْ لَّا

کہ داخل ہوئے مسجد میں جب ابوبکرؓ نے حضرت کے آنے کی آواز سنی شروع کیا ہٹنا۔ اشارہ کیا ابوبکر کی طرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

یَتَاَخَّرَ فَجَآءَ حَتّٰی جَلَسَ عَنْ یَّسَارِ اَبِیْ بَکْرٍ فَکَانَ اَبُوْ بَکْرٍ یُصَلِّیْ قَآئِمًا وَکَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی

یہ کہ پیچھے نہ ہٹیں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے یہاں تک کہ ابوبکرؓ کی بائیں طرف بیٹھ گئے ابوبکرؓ نماز پڑھتے کھڑے ہوکر

اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُصَلِّیْ قَاعِدًا یَّقْتَدِیْ اَبُوْ بَکْرٍ بِصَلٰوۃِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَالنَّاسُ

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھ کر اقتدا کرتے ابوبکرؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز میں اور لوگ اقتدا کرتے ابوبکر کی نماز کے ساتھ۔

یَقْتَدُوْنَ بِصَلٰوۃِ اَبِیْ بَکْرٍ مُّتَّفَقٌ عَلَیْہِ وَفِیْ رِوَایَۃٍ لَّھُمَا یُسْمِعُ اَبُوْ بَکْرٍ النَّاسَ التَّکْبِیْرَ۔

بخاری اور مسلم کی روایت ہے ان دونوں کیلئے ہے ایک روایت میں سناتے ابوبکرؓ لوگوں کو تکبیر۔

تشریح: شرح السنۃ میں لکھا ہے کہ اس حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد "ابوبکرؓ سے کہو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد تمام لوگوں میں افضل ہیں نیز یہ کہ تمام لوگوں میں حضرت ابوبکرؓ ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خلافت کے سب سے زیادہ مستحق اور سب سے اولی ہیں چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے حضرت ابوبکرؓ کو امامت کے اس عظیم اور سب سے اہم منصب کا اہل و اولی قرار دیئے جانے کی پیش نظر ہی بعض جلیل القدر صحابہ کا یہ ارشاد بالکل حقیقت پسندانہ اور منشاء رسالت کے عین مطابق تھا کہ "آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکرؓ کو ہمارے دین (کی پیشوائی) کیلئے پسند فرمایا تو کیا ہم انہیں اپنی دنیا (کی رہبری) کیلئے پسند نہ کریں؟ یعنی جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکرؓ کو اپنی زندگی میں دین کا سب سے بڑا اور اہم منصب امامت عنایت فرما کر اس بات کی طرف اشارہ فرمادیا تھا کہ میرے بعد ابوبکرؓ ہی کی وہ شخصیت ہوسکتی ہے جو مسلمانوں کی دینی پیشوائی اور رہبری کو انجام دے سکے تو حضرت ابوبکرؓ مسلمانوں کی دنیوی رہبری اور پیشوائی کے بدرجہ اولی مستحق ہوئے لہٰذا خلافت جیسے عظیم الشان منصب کے سب سے زیادہ اہل وہی ہیں۔

رجلین (دو صحابہؓ) سے مراد حضرت علیؓ اور حضرت عباسؓ کی ذات گرامی ہے یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی کمزوری و ناتوانی کے سبب حجرہ مبارک سے مسجد نبوی تک ان دونوں جلیل القدر صحابہؓ کے مونڈھوں پر سہارا دیکر تشریف لائے۔

حدیث کے الفاظ والناس یقتدون بصلوۃ ابی بکرؓ (اور لوگ حضرت ابوبکرؓ کی نماز کی اقتدا کر رہے تھے) کا مطلب یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم چونکہ بیٹھ کر نماز پڑھا رہے تھے اور حضرت ابوبکرؓ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلوئے مبارک میں کھڑے تھے اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جو فعل کرتے حضرت ابوبکرؓ بھی اسی طرح کرتے تھے اور جو فعل حضرت ابوبکرؓ کرتے تھے دوسرے مقتدی بھی اسی طرح کرتے جاتے تھے۔ لہٰذا یہاں اقتداء کے یہی معنی ہیں یہ معنی مراد نہیں ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تو حضرت ابوبکرؓ کے امام تھے اور حضرت ابوبکرؓ دوسرے مقتدیوں کے امام تھے کیونکہ مقتدی کی اقتداء کرنا جائز نہیں۔

بہر حال حاصل یہ ہے کہ امام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی تھے۔ حضرت ابوبکرؓ بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء کر رہے تھے اور دوسرے لوگ بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی اقتداء میں نماز پڑھ رہے تھے۔

کیا نماز کے دوران امامت میں تغیر جائز ہے۔ یہاں ایک سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا نماز کے دوران امامت میں تغیر جائز ہے؟ یعنی نماز شروع ہو چکی ہے ایک امام لوگوں کو نماز پڑھا رہا ہے ایک دوسرا شخص آتا ہے اور شروع سے نماز پڑھانے والے امام کی جگہ کھڑا ہو جاتا ہے

اور امامت شروع کر دیتا ہے تو کیا یہ جائز ہے۔ جیسا کہ واقعہ مذکورہ میں صورت پیش آئی کہ حضرت ابوبکرؓ نے لوگوں کو نماز پڑھانی شروع کر دی تھی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بعد میں تشریف لائے اور حضرت ابوبکرؓ کی جگہ لوگوں کی امامت شروع فرما دی! تو اس سلسلہ میں علامہ ابن عبدالبر فرماتے ہیں کہ علماء کا اس بارہ میں اجماع ہے کہ صورت مذکورہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فعل آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائص میں تھا یعنی دوسروں کیلئے یہ جائز نہیں ہے کہ اس طرح امامت میں تغیر کیا جائے۔ لیکن حضرت امام شافعیؒ نے اس میں اختلاف کیا ہے اور کہا ہے کہ مذکورہ بالا صورت کی طرح امامت اور اقتداء جائز ہے۔ (ملاحظہ فرمایئے مرقاۃ شرح مشکوۃ)

اس سلسلہ میں بعض علماء حضرات نے یہ بھی کہا ہے کہ اس حدیث سے یہ بات معلوم نہیں ہوتی کہ حضرت ابوبکرؓ نماز شروع کر چکے تھے یعنی حضرت ابوبکرؓ نے اس وقت نماز شروع نہیں کی تھی چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور امامت شروع فرما دی۔ واللہ اعلم۔

اس حدیث سے یہ مسئلہ بھی صاف ہو گیا کہ اگر امام کسی عذر کی بناء پر بیٹھ کر نماز پڑھائے تو مقتدی کھڑے ہو کر ہی نماز پڑھیں چنانچہ ہدایہ میں لکھا ہوا ہے کہ بیٹھ کر نماز پڑھانے والے امام کے پیچھے کھڑے ہو کر نماز پڑھی جائے۔

نیز اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جمعہ، عیدین، نیز زیادہ نمازی ہونے کی صورت میں عام نمازوں میں بھی مؤذنوں کیلئے جائز ہے کہ وہ امام کے ساتھ تکبیرات باآواز بلند کہتے جائیں تا کہ جو مقتدی امام سے فاصلہ پر ہوں وہ بھی تکبیرات سن لیں۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَمَا یَخْشَی الَّذِیْ یَرْفَعُ رَاْسَهُ قَبْلَ الْاِمَامِ
حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا نہیں ڈرتا وہ شخص جو اٹھاتا ہے اپنا سر امام سے
اَنْ یُّحَوِّلَ اللّٰهُ رَاْسَهُ رَاْسَ حِمَارٍ. (صحیح البخاری و صحیح مسلم)
پہلے یہ کہ بدل ڈالے اللہ اس کا سر گدھے کا سا۔ بخاری اور مسلم کی روایت ہے۔

تشریح: جو شخص نماز کے ارکان امام کے ساتھ ادا نہیں کرتا بلکہ امام سے پہلے ادا کر لیتا ہے مثلاً رکوع و سجود سے امام کے سر اٹھانے سے پہلے اپنا سر اٹھا لیتا ہے تو ایسے شخص کے بارے میں مذکورہ بالا حدیث سخت ترین وعید ہے۔

گو علماء لکھتے ہیں کہ یہ حدیث اپنے حقیقی معنی پر محمول نہیں ہے یعنی اس کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص ایسا کرے گا اللہ تعالیٰ اسے گدھے کی مانند کم فہم و عقل کر دے گا کیونکہ تمام جانوروں میں گدھا ہی سب سے زیادہ کم فہم ہوتا ہے لہٰذا یہ مسخ حقیقی نہیں ہوگا بلکہ مسخ معنوی ہوگا۔ تاہم علماء نے یہ بھی لکھا ہے کہ اس حدیث کو اپنے حقیقی معنی پر بھی محمول کیا جا سکتا ہے کیونکہ اس امت میں بھی مسخ ممکن ہے جیسا کہ "باب اشراط الساعۃ" میں مذکورہ ہے اور اس کے مؤید ایک روایت کے یہ الفاظ ہیں کہ ان یحول اللہ صورتہ صورۃ حمار یعنی اللہ تعالیٰ اس سے نہیں ڈرتا کہ اس کی صورت کو گدھے جیسی صورت کر دے۔

خطابیؒ فرماتے ہیں کہ "اس امت میں بھی مسخ جائز ہے لہٰذا اس حدیث کو اس کے حقیقی معنی پر محمول کرنا جائز ہے۔

علامہ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ یہ مسخ خاص ہے اور امت کیلئے جو مسخ ممتنع ہے وہ مسخ عام ہے چنانچہ احادیث صحیحہ سے بھی یہی بات معلوم ہوتی ہے۔

مسخ صورت کی ایک عبرتناک مثال۔ علامہ ابن حجرؒ کے مذکورہ بالا قول کی تائید ایک عبرتناک واقعہ سے بھی ہوتی ہے جو ایک جلیل القدر محدث سے منقول ہے کہ وہ طلب علم اور حصول حدیث کی خاطر دمشق کے ایک عالم کے پاس پہنچے جو اپنے علم و فضل کی بناء پر بہت مشہور تھا انہوں نے اس عالم سے درس لینا شروع کیا مگر حصول علم کے دوران یہ واقعہ طالب علم کیلئے بڑا حیرت ناک بنا رہا کہ استاد پوری مدت میں کبھی بھی ان کے سامنے نہیں آیا درس کے وقت استاد اور شاگرد کے درمیان ایک پردہ حائل رہتا تھا ان کو اس کی بڑی خواہش تھی کہ کم سے کم ایک مرتبہ اپنے استاد کے چہرے کی زیارت تو کریں، چنانچہ جب انہیں اس عالم کی خدمت میں رہتے ہوئے بہت کافی عرصہ گزر گیا تو اس نے یہ محسوس کر لیا کہ طالب علم حصول حدیث کے شوق اور تعلق شیخ کے بھرپور جذبات کا پوری طرح حامل ہے تو استاد نے ایک دن درمیان میں حائل

پردہ کو اٹھایا ان کے حیرت اور تعجب کی انتہا نہ رہی جب انہوں نے دیکھا کہ جو جلیل القدر عالم اور ان کا استاد جس کے علم و فضل کی شہرت چاروں طرف پھیلی ہوئی ہے۔ اپنے انسانی چہرہ سے محروم ہے بلکہ اس کا منہ گدھے جیسا ہے استاد نے شاگرد کی حیرت اور تعجب کو دیکھتے ہوئے جو بات کہی اسے سنئے اور اس سے عبرت حاصل کیجئے اس نے کہا۔

اے میرے بیٹے! نماز کے ارکان ادا کرنے کے سلسلہ میں امام پر پہل کرنے سے بچنا! میں نے جب یہ حدیث سنی کہ "کیا وہ شخص جو امام سے پہلے سر اٹھاتا ہے اس بات سے نہیں ڈرتا کہ اللہ جل شانہ اس کے سر کو بدل کر گدھے جیسا سر کر دے گا" تو مجھے بہت تعجب ہوا اور میں نے اسے بعید از امکان تصور کیا چنانچہ (یہ میری بدقسمتی کہ میں نے تجربہ کے طور پر) نماز کے ارکان ادا کرنے کے سلسلہ میں امام پر پہل کی جس کا نتیجہ میرے بیٹے اس وقت تمہارے سامنے ہے کہ میرا چہرہ واقعی گدھے کے چہرے جیسا ہو گیا۔ بہر حال ملا علی قاری اس کے بارہ میں فرماتے ہیں کہ "آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد دراصل شدید تہدید اور انتہائی وعید کے طور پر ہے یا یہ کہ ایسے شخص کو برزخ یا دوزخ میں اس عذاب کے اندر مبتلا کیا جائے گا۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ

وَعَنْ عَلِيٍّ وَمُعَاذِ ابْنِ جَبَلٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَتٰى اَحَدُكُمُ الصَّلَاةَ

حضرت علیؓ اور معاذ بن جبلؓ سے روایت ہے کہا دونوں نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس وقت آئے ایک تمہارا نماز کو

وَالْاِمَامُ عَلٰى حَالٍ فَلْيَصْنَعْ كَمَا يَصْنَعُ الْاِمَامُ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ.

اور امام ایک حال پر ہو چاہیئے کہ جس طرح امام کرتا ہے اسی طرح کرے۔ روایت کیا اس کو ترمذی نے اور کہا یہ حدیث غریب ہے۔

تشریح: اذا اتی احدکم الخ اگر امام سجدہ میں ہو تو سجدہ میں بھی چلے جانا چاہیے دوسری رکعت کی انتظار نہیں کرنا چاہیے سجدہ کا اجر و ثواب تو ملے گا ہی اگرچہ رکعت نہیں ملی۔

وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا جِئْتُمْ اِلَى الصَّلَاةِ وَنَحْنُ سُجُوْدٌ

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس وقت تم نماز کی طرف آؤ اور ہم سجدے میں ہوں پس سجدہ کرو

فَاسْجُدُوْا وَلَا تَعُدُّوْهُ شَيْئًا وَمَنْ اَدْرَكَ رَكْعَةً فَقَدْ اَدْرَكَ الصَّلَاةَ. (رواہ ابوداؤد)

اور نہ حساب میں رکھو اس کو کچھ اور جس نے پایا رکوع امام کے ساتھ تحقیق پالی اس نے رکعت نماز کی۔ روایت کیا اس کو ابوداؤد نے۔

تشریح: ومن ادرک رکعة فقد ادرک الصلوٰة کے دو مطلب ہیں:

(۱) جس نے رکعت کو پالیا اس نے نماز باجماعت (کے اجر و ثواب) کو پالیا۔ اس صورت میں رکعت کی قید اتفاقی ہے اس لیے کہ اگر مقتدی امام کو التحیات میں پالے گا تو بھی اجر و ثواب کو پالے گا۔ (۲) جس نے رکوع کو پالیا اس نے رکعت کو پالیا' ولا تعدوہ شیئا کا یہ معنی نہیں کہ یہ اجر و ثواب کا باعث نہیں بلکہ مطلب یہ ہے کہ اس کو رکن شمار نہیں کیا جائے گا بخلاف رکوع کے اس کو رکن شمار کیا جائے گا۔

وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ صَلّٰى لِلّٰهِ اَرْبَعِيْنَ يَوْمًا فِيْ جَمَاعَةٍ يُدْرِكُ

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے اللہ کیلئے نماز پڑھی چالیس دن جماعت میں اس طرح کہ پائے

التَّكْبِيْرَةَ الْاُوْلٰى كُتِبَ لَهٗ بَرَاءَتَانِ بَرَاءَةٌ مِّنَ النَّارِ وَبَرَاءَةٌ مِّنَ النِّفَاقِ. (رواہ الترمذی)

تکبیر اولیٰ لکھی جاتی ہیں۔ اس کیلئے دو خلاصیاں ایک دوزخ کی آگ سے اور دوسری خلاصی نفاق سے۔ روایت کیا اس کو ترمذی نے۔

تشریح: جس شخص نے چالیس دن تکبیر اولیٰ کے ساتھ نماز پڑھی اس کو اللہ دو پروانے عطا کریں گے۔

(۱) براۃ من النار (۲) براۃ من النفاق یہ ان کی تاثیر ذاتی ہے کہ نجات عن النار والنفاق ہوگی۔

لیکن عالم آخرت کے اعتبار سے جزا و سزا کا ترتب مجموعہ من حیث المجموعہ اعمال پر ہوگا عمل من الاعمال پر نہیں ہوگا۔ اس لیے یہ قید معتبر ہے کہ بشرطیکہ کوئی مانع موجود نہ ہو۔ براۃ من النفاق۔ منافقین جیسے اعمال سے اجتناب کی توفیق مل جائے گی۔

وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ تَوَضَّأَ فَاَحْسَنَ وُضُوْئَهُ ثُمَّ رَاحَ فَوَجَدَ
حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے وضو کیا اچھا کیا اپنا وضو پھر گیا پایا لوگوں کو تحقیق نماز پڑھ چکے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس
النَّاسَ قَدْ صَلُّوْا اَعْطَاهُ اللهُ مِثْلَ اَجْرِ مَنْ صَلَّاهَا وَحَضَرَهَا لَا يَنْقُصُ ذٰلِكَ مِنْ اُجُوْرِهِمْ شَيْئًا. (ابوداؤد وغیرہ)
کو دیتا ہے اس شخص کی مانند اجر جس نے نماز پڑھی اور حاضر ہوا جماعت میں کم نہیں کرتا یہ ثواب دینا اس کو ثوابوں ان کے سے کچھ روایت کیا اس کو ابوداؤد اور نسائی نے۔

تشریح: معلوم ہوا کہ اگر معلوم ہو جائے کہ مسجد میں نماز با جماعت ہو چکی ہے تو مسجد میں جانا نہ چھوڑنا چاہیے اس لیے کہ اجر و ثواب تو ملے گا۔ مثل اجر من صلاھا یعنی مستقل نماز با جماعت پڑھنے والوں کی طرح اس کو اجر و ثواب ملے گا اس لیے کہ بسا اوقات حسرت پر وہ اجر ملتا ہے جو حضرت پر نہیں ملتا۔

وَعَنْ اَبِیْ سَعِيْدِنِ الْخُدْرِيِّ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ وَقَدْ صَلّٰى رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَلَا
حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہا ایک آدمی آیا اور تحقیق نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ چکے تھے فرمایا کیا نہیں کوئی شخص کہ صدقہ کرے
رَجُلٌ يَتَصَدَّقُ عَلٰى هٰذَا فَيُصَلِّیْ مَعَهُ فَقَامَ رَجُلٌ فَصَلّٰى مَعَهُ. (رواہ الترمذی وابوداؤد)
اس پر اس کے ساتھ نماز پڑھے ایک شخص کھڑا ہوا نماز پڑھی اس کے ساتھ۔ روایت کیا اس کو ترمذی نے۔

تشریح: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس باجماعت رہے ہوئے ساتھی پر کوئی صدقہ خیرات نہیں کرتا تا کہ اس کو بھی نماز با جماعت کا ثواب مل جائے۔ چنانچہ ایک آدمی کھڑا ہوا کہا جاتا ہے کہ یہ رجل قائم ابوبکرؓ تھے اس کے ساتھ نماز پڑھی۔ مسئلہ: مسجد میں جماعت ثانیہ کا کیا حکم ہے؟ جماعت ثانیہ کا حکم یہ ہے کہ یہ مکروہ ہے' پسندیدہ نہیں' الا یہ کہ مسجد طریق ہو تو جماعت ثانیہ جائز ہے اور محلہ کی مساجد میں جائز نہیں بلکہ مکروہ ہے۔ دلیل وہ احادیث جن میں متخلفین جماعت پر وعید شدید کا بیان ہے۔ اگر جماعت ثانیہ مکروہ نہ ہوتی تو وہ کہہ سکتے تھے کہ ہم دوسری جماعت کرالیں گے چونکہ اس میں قلت جماعت کا بھی اندیشہ ہے۔ اس مسئلہ کا اس حدیث کے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔ محل زیر بحث نزاع وہ جماعت ثانیہ ہے کہ امام بھی مفترض اور مقتدی بھی مفترض ہو۔ جب کہ یہاں ایسا نہیں ہے۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ

عَنْ عُبَيْدِاللهِ بْنِ عَبْدِاللهِ رحمة الله عليه قَالَ دَخَلْتُ عَلٰى عَائِشَةَ فَقُلْتُ اَلَا تُحَدِّثِيْنِیْ عَنْ مَّرَضِ
حضرت عبیداللہ بن عبداللہؓ سے روایت ہے کہا کہ میں حضرت عائشہؓ پر داخل ہوا میں نے کہا کیا نہیں حدیث بیان کرتیں تم مجھ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ بَلٰى ثَقُلَ النَّبِیُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَصَلَّى النَّاسُ
کی بیماری کی حالت کی۔ حضرت عائشہؓ نے کہا ہاں بہت بیمار ہوئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا نماز پڑھ لی لوگوں نے ہم نے کہا نہیں اے اللہ کے
فَقُلْنَا لَا يَارَسُوْلَ اللهِ وَهُمْ يَنْتَظِرُوْنَكَ فَقَالَ ضَعُوْا لِیْ مَآءً فِی الْمِخْضَبِ قَالَتْ فَفَعَلْنَا فَاغْتَسَلَ
رسول اور نمازی تمہارا انتظار کرتے ہیں۔ فرمایا رکھو میرے لئے پانی لگن میں (ٹب) حضرت عائشہؓ نے کہا رکھا ہم پھر نہائے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پس ارادہ

فَذَهَبَ لِيَنُوْءَ فَاُغْمِيَ عَلَيْهِ ثُمَّ اَفَاقَ فَقَالَ اَصَلَّى النَّاسُ قُلْنَا لَهُمْ يَنْتَظِرُوْنَكَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ

کیا کہ کھڑے ہوں پس بے ہوش ہوئے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پھر ہوش آیا فرمایا کیا نماز پڑھی لوگوں نے ہم نے کہا نہیں نمازی منتظر ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم

ضَعُوْا لِيْ مَآءً فِي الْمِخْضَبِ قَالَتْ فَقَعَدَ فَاغْتَسَلَ ثُمَّ ذَهَبَ لِيَنُوْءَ فَاُغْمِيَ عَلَيْهِ ثُمَّ اَفَاقَ فَقَالَ اَصَلَّى

کے یا رسول اللہ فرمایا رکھو میرے لئے پانی لگن میں۔ کہا حضرت عائشہؓ نے بیٹھے پھر نہائے پھر ارادہ کیا کھڑے ہوں بے ہوش ہوئے

النَّاسُ قُلْنَا لَهُمْ يَنْتَظِرُوْنَكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ ضَعُوْا لِيْ مَآءً فِي الْمِخْضَبِ فَقَعَدَ فَاغْتَسَلَ ثُمَّ

حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پھر ہوش آیا پھر فرمایا کیا نماز پڑھ چکے لوگ ہم نے کہا نہیں وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے منتظر ہیں۔ اے اللہ کے رسول فرمایا رکھو

ذَهَبَ لِيَنُوْءَ فَاُغْمِيَ عَلَيْهِ ثُمَّ اَفَاقَ فَقَالَ اَصَلَّى النَّاسُ قُلْنَا لَهُمْ يَنْتَظِرُوْنَكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَالنَّاسُ

میرے لئے پانی لگن میں پس بیٹھے پھر نہائے پھر ارادہ کیا کہ کھڑے ہوں پس بے ہوش ہوئے۔ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پھر ہوش آیا فرمایا کیا نماز پڑھ

عُكُوْفٌ فِي الْمَسْجِدِ يَنْتَظِرُوْنَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِصَلٰوةِ الْعِشَآءِ الْاٰخِرَةِ فَاَرْسَلَ النَّبِيُّ

چکے لوگ ہم نے کہا نہیں وہ منتظر ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اے اللہ کے رسول اور لوگ ٹھہرے ہوئے تھے مسجد میں منتظر تھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلٰى اَبِيْ بَكْرٍ بِاَنْ يُّصَلِّيَ بِالنَّاسِ فَاَتَاهُ الرَّسُوْلُ فَقَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

نماز عشا کیلئے بھیجا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کو ابوبکر صدیقؓ کی طرف ساتھ اس حکم کے کہ نماز پڑھائیں لوگوں کو پس آیا ان کے پاس پیغام پہنچانے والا کہا

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَاْمُرُكَ اَنْ تُصَلِّيَ بِالنَّاسِ فَقَالَ اَبُوْ بَكْرٍ وَكَانَ رَجُلًا رَّقِيْقًا يَّا عُمَرُ صَلِّ بِالنَّاسِ فَقَالَ لَهٗ

تحقیق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں تم کو یہ کہ نماز پڑھاؤ لوگوں کو کہا ابوبکرؓ نے وہ تھے آدمی نرم دل اے عمرؓ نماز پڑھاؤ تم لوگوں کو کہا واسطے ان کے عمرؓ

عُمَرُ اَنْتَ اَحَقُّ بِذٰلِكَ فَصَلّٰى اَبُوْ بَكْرٍ تِلْكَ الْاَيَّامَ ثُمَّ اِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَجَدَ فِيْ

نے تم ہی لائق ہو ساتھ اس کے نماز پڑھائی ابوبکرؓ نے ان دنوں میں پھر تحقیق نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مزاج میں تخفیف پائی اور نکلے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم

نَفْسِهٖ خِفَّةً وَّخَرَجَ بَيْنَ الرَّجُلَيْنِ اَحَدُهُمَا الْعَبَّاسُ لِصَلٰوةِ الظُّهْرِ وَاَبُوْ بَكْرٍ يُصَلِّيْ بِالنَّاسِ فَلَمَّا رَاٰهُ

نماز ظہر کیلئے دو آدمیوں کے درمیان تکیہ لئے ہوئے ایک ان دونوں میں سے تھے عباسؓ اور ابوبکرؓ نماز پڑھاتے تھے لوگوں کو جب دیکھا ابوبکرؓ

اَبُوْ بَكْرٍ ذَهَبَ لِيَتَاَخَّرَ فَاَوْمٰى اِلَيْهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِاَنْ لَّا يَتَاَخَّرَ فَقَالَ اَجْلِسَانِيْ اِلٰى جَنْبِهٖ

حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ابوبکرؓ نے ارادہ کیا تاکہ پیچھے ہٹیں اشارہ کیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی طرف یہ کہ پیچھے نہ ہٹیں فرمایا ان دونوں شخصوں کو

فَاَجْلَسَاهُ اِلٰى جَنْبِ اَبِيْ بَكْرٍ وَّالنَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَاعِدٌ وَّقَالَ عُبَيْدُ اللّٰهِ فَدَخَلْتُ عَلٰى

بٹھا دو مجھ کو ان کے پہلو میں۔ ابوبکرؓ کے پہلو میں انہوں نے بٹھا دیا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھے تھے اور کہا عبید اللہؓ نے میں عبداللہ بن عباس کے

عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ فَقُلْتُ لَهٗ اَلَا اَعْرِضُ عَلَيْكَ مَا حَدَّثَتْنِيْ عَآئِشَةُ عَنْ مَّرَضِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

پاس گیا میں نے ان کو کہا کیا نہ بیان کروں میں روبرو تمہارے وہ حدیث کہ بیان کی مجھ کو عائشہؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیماری کی ابن عباسؓ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ هَاتِ فَعَرَضْتُ عَلَيْهِ حَدِيْثَهَا فَمَا اَنْكَرَ مِنْهُ شَيْئًا غَيْرَ اَنَّهٗ قَالَ اَسَمَّتْ لَكَ الرَّجُلَ

نے کہا ہاں بیان کر میں نے ان کے روبرو بیان کی حدیث عائشہ کی نہ انکار کیا ابن عباسؓ نے اس میں سے کچھ سوائے اس کے کہ انہوں نے کہا نام

الَّذِیْ کَانَ مَعَ الْعَبَّاسِ قُلْتُ لَا قَالَ هُوَ عَلِیٌّ (صحیح البخاری و صحیح مسلم)

بیان کیا عائشہؓ نے واسطے تیرے اس شخص کا کہ تھے ساتھ عباسؓ کے۔ میں نے کہا نہیں کہا ابن عباسؓ نے وہ علیؓ تھے۔ بخاری اور مسلم نے روایت کیا۔

تشریح: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اغماء طاری ہوا تو نبی پر اغماء طاری ہوسکتا ہے لیکن جنون نہیں طاری ہوسکتا ہے اسلیے کہ جنون میں زوال عقل ہوتا ہے اور یہ نبوت کے منافی ہے۔ نیز یہ اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اغماء کے بعد غسل کرنا مستحب ہے۔ باقی حاصل حدیث یہ ہے کہ اس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کی کیفیت کا ذکر ہے۔ اس حدیث میں آیا کہ دوسرے سہارا دینے والے حضرت علیؓ تھے۔ روافض کہتے ہیں عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عداوت کی وجہ سے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام نہیں لیا۔ ایسا ہرگز نہیں ہوا بلکہ اس وجہ سے ان کا نام نہیں لیا کہ ایک جانب سہارا دینے والے متعین ہوتے تھے۔ ابن عباسؓ اور دوسری جانب سہارا دینے والے تبدیل ہوتے رہتے تھے کبھی کوئی ہوتا تھا اور کبھی کوئی اس لیے ان کا نام نہیں لیا نہ کہ عداوت کی وجہ سے۔

وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ اَنَّهٗ کَانَ يَقُوْلُ مَنْ اَدْرَکَ الرَّکْعَةَ فَقَدْ اَدْرَکَ السَّجْدَةَ وَمَنْ فَاتَتْهُ قِرَاءَةُ اُمِّ

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ تحقیق وہ تھے کہتے کہ جس شخص نے پایا رکوع تحقیق پائی رکعت اور جس کی رہ گئی سورہ فاتحہ پڑھنی

الْقُرْاٰنِ فَقَدْ فَاتَهٗ خَيْرٌ کَثِيْرٌ. (رواہ مالک)

تحقیق رہ گیا اس سے ثواب بہت۔ روایت کیا اس کو مالک نے۔

تشریح: حاصل حدیث:۔ یہ ہے کہ رکوع پانے سے رکعت تو مل جائے گی لیکن بہت ساری قرأت سے تو محروم رہا اس لیے عادت نہیں بنانی چاہیے کہ چلو رکعت تو مل جاتی ہے اس لیے رکوع میں شریک ہو جاؤں گا۔ اس سے اجر و ثواب میں کمی ہوگی۔

وَعَنْهُ اَنَّهٗ قَالَ الَّذِیْ يَرْفَعُ رَاْسَهٗ وَيَخْفِضُهٗ قَبْلَ الْاِمَامِ فَاِنَّمَا نَاصِيَتُهٗ بِيَدِ الشَّيْطَانِ. (رواہ مالک)

اسیؓ سے روایت ہے جو اپنے سر کو اٹھائے اور جھکائے اسکو امام سے پہلے پس سوائے اسکے نہیں کہ پیشانی اسکی بیچ ہاتھ شیطان کے ہے روایت کیا اس کو مالک نے۔

تشریح: قوله فانما ناصية بيد الشيطان: چونکہ امام کی مخالفت کرنے پر امام سے پہلے سر اٹھانے پر آمادہ شیطان کرتا ہے اس لیے گویا اس کی پیشانی شیطان کے ہاتھ قبضہ میں ہے۔

وما علينا الا البلاغ . والله اعلم بالصواب

بَابُ مَنْ صَلّٰی صَلٰوۃً مَرَّتَیْنِ

دومرتبہ نماز پڑھنے والے آدمی کا بیان

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ

عَنْ جَابِرٍؓ قَالَ کَانَ مُعَاذُ بْنُ جَبَلٍؓ یُصَلِّیْ مَعَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ثُمَّ یَاْتِیْ قَوْمَہٗ فَیُصَلِّیْ بِھِمْ. (صحیح البخاری و صحیح مسلم)

اور حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہا تھے معاذ بن جبلؓ نماز پڑھتے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ پھر آتے اپنی قوم کی طرف نماز پڑھاتے ان کو بخاری اور مسلم کی روایت ہے۔

وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ کَانَ مُعَاذٌ یُصَلِّیْ مَعَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الْعِشَاءَ ثُمَّ یَرْجِعُ اِلٰی قَوْمِہٖ فَیُصَلِّیْ بِھِمُ الْعِشَاءَ وَھِیَ لَہٗ نَافِلَۃٌ (رواہ البخاری)

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہا تھے معاذ بن جبلؓ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھتے تھے عشاء کی پھر پھرتے اپنی قوم کی طرف پھر نماز پڑھاتے ان کو عشا کی اور وہ ان کیلئے نفلی تھی۔ روایت کیا اس کو بیہقی اور بخاری نے۔

تشریح: احادیث اس بات کی دلیل ہیں شوافع کی کہ اقتداء المفترض خلف المتنفل جائز ہے!

اس کا جواب-۱: یہ احتمال موجود ہے کہ حضرت معاذ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں نماز پڑھتے ہوں بنیت نفل کے برکت حاصل کرنے کے لیے اور قوم کو امامت کراتے ہوں بنیت فرض کے لیکن اس جواب سے وہی نافلۃ مانع ہے جواب یہ ہے کہ وہی نافلۃ لہٗ کی زیادتی صحیح سند سے ثابت نہیں ہے۔ جواب-۲: علی سبیل التنزل ہم تسلیم کرلیں تو اب ہم کہتے ہیں استدلال تب تام ہوتا جب کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تقریر حاصل ہوتی بلکہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو پتہ چلا تو فرمایا اے معاذ یا میرے پیچھے نماز پڑھ یا قوم کو نماز پڑھا۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ

عَنْ یَزِیْدَ بْنِ الْاَسْوَدِ قَالَ شَھِدْتُّ مَعَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ حَجَّتَہٗ فَصَلَّیْتُ مَعَہٗ صَلَاۃَ الصُّبْحِ فِیْ مَسْجِدِ الْخَیْفِ فَلَمَّا قَضٰی صَلَاتَہٗ وَانْحَرَفَ فَاِذَا ھُوَ بِرَجُلَیْنِ فِیْ اٰخِرِ الْقَوْمِ لَمْ یُصَلِّیَا مَعَہٗ قَالَ عَلَیَّ بِھِمَا فَجِیْءَ بِھِمَا تَرْعَدُ فَرَائِصُھُمَا فَقَالَ مَا مَنَعَکُمَا اَنْ تُصَلِّیَا مَعَنَا فَقَالَا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اِنَّ کُنَّا قَدْ

حضرت یزید بن اسودؓ سے روایت ہے کہا کہ حاضر ہوا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بیچ حج ان کے پس نماز پڑھی میں نے ان کیساتھ صبح کی نماز مسجد خیف میں جب اپنی نماز پڑھ چکے اور پھرے نماز سے اچانک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا دو شخصوں کو بیٹھے ہوئے آخر قوم میں کہ انہوں نے نماز نہ پڑھی حضرت کے ساتھ فرمایا کہ لاؤ ان دونوں کو میرے پاس لائے گئے وہ دونوں کہ کانپتا تھا گوشت ان کے مونڈھوں کا فرمایا کس چیز نے باز رکھا تم کو پڑھنے سے نماز ہمارے

صَلَّيْنَا فِي رِحَالِنَا قَالَ فَلَا تَفْعَلَا اِذَا صَلَّيْتُمَا فِي رِحَالِكُمَا ثُمَّ اَتَيْتُمَا مَسْجِدَ جَمَاعَةٍ فَصَلِّيَا مَعَهُمْ

ساتھ انہوں نے کہا اے اللہ کے رسول تحقیق تھے ہم نماز پڑھ چکے اپنے مکانوں میں فرمایا نہ کرو تم ایسا جس وقت کہ پڑھ چکو تم نماز اپنے مکانوں میں پھر آؤ مسجد

فَاِنَّهَا لَكُمَا نَافِلَةٌ. (رواه الترمذی و ابوداؤد والنسائی)

میں کہ اس میں جماعت ہوتی ہو نماز پڑھو نمازیوں کے ساتھ تحقیق یہ نماز تمہارے لئے نفل ہے۔ روایت کیا اس کو ترمذی اور ابوداؤد اور نسائی نے۔

تشریح: عن یزید بن الاسودؓ: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو قرائن کے ذریعہ پتہ چل گیا ہوگا کہ انہوں نے جماعت کے ساتھ نماز نہیں پڑھی۔ پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم نماز پڑھ چکو اس کے بعد مسجد میں آؤ اور جماعت کھڑی ہو تو تم اس میں شریک ہو جاؤ یہ تمہارے لیے نافلہ ہو جائے گی۔ اس باب کے متعلق اہم مسئلے دو ہیں ایک یہ کہ اگر کوئی شخص اکیلا نماز پڑھ چکا ہو پھر مسجد میں آیا تو وہاں جماعت کھڑی تھی تو کیا اس شخص کو دوبارہ جماعت کے ساتھ وہ نماز پڑھنی چاہئے یا نہیں؟ پھر اگر امام کے ساتھ دوبارہ شریک ہو جائے تو فرض اس کے پہلے ہوں گے جو اس نے گھر پڑھ لئے یا دوسرے جو امام کے ساتھ پڑھے؟

پہلے مسئلہ میں ائمہ اربعہ کے مذاہب کی تفصیل یہ ہے کہ حنفیہ کے نزدیک ایسی صورت میں صرف ظہر اور عشاء میں شرکت جائز ہے باقی تین نمازوں میں جماعت کے ساتھ نہ ملنا چاہئے مالکیہ کے نزدیک مغرب کے علاوہ باقی سب نمازوں میں مل سکتا ہے امام احمد اور امام شافعی کے نزدیک پانچوں نمازوں میں سکتا ہے۔ حنفیہ کے نزدیک فجر، عصر اور مغرب میں شرکت جائز نہیں اس کی وجہ وہ یہ بیان کرتے ہیں کہ ایسی صورت میں اس کی دوسری نماز جو امام کے ساتھ پڑھ رہا ہے نفل ہوگی اور فجر اور عصر کے نفل نماز پڑھنے سے نہی احادیث متواترہ سے ثابت ہے ان احادیث نہی کے عموم میں زیر بحث صورت بھی داخل ہے۔ لہٰذا جماعت کے ساتھ شریک ہونے کی صورت میں ان احادیث کی مخالفت لازم آئے گی اور مغرب اگر ایسی صورت میں امام کے ساتھ دوبارہ پڑھے گا تو وہ حال سے خالی نہیں یا تو امام کے ساتھ تین رکعتیں ہی پڑھے گا یا چار اگر تین پڑھے گا تو نفل کی تین رکعتیں شریعت سے ثابت نہیں اور اگر چار پڑھے گا تو مخالفت امام لازم آئے گی یہ بھی جائز نہیں ہے۔

ان احادیث عامہ کے علاوہ بعض خاص احادیث بھی حنفیہ کی دلیل ہیں۔ جیسے ابن عمر کا اثر جو اس باب کے آخر میں بحوالہ مالک موجود ہے۔ "من صلی المغرب او الصبح ثم ادرکھما مع الامام فلا یعد لھما" دارقطنی نے اسی مضمون کی حدیث ابن عمر سے مرفوعاً بھی روایت کی ہے۔

شافعیہ اور حنابلہ کی دلیل فصل ثانی کی حدیث یزید بن الاسود ہے اس میں تصریح ہے کہ یہ واقعہ فجر کی نماز پیش آیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں کو فرمایا اذا صلیتما فی رحالکما ثم اتیتما مسجد جماعۃ فصلیا معھم فانھا لکما نافلۃ اس کا جواب یہ دیا جا سکتا ہے کہ یہ واقعہ فجر اور عصر کے بعد نفل پڑھنے کے نہی سے پہلے کا ہو۔ یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ اس حدیث سے نماز میں شرکت کرنے کا جواز معلوم ہوتا ہے اور جو احادیث ہم نے پیش کی ہیں وہ محرم ہیں مبیح اور محرم میں تعارض ہو تو محرم کو ترجیح ہونی چاہئے یا پھر یہ اس وقت کا واقعہ ہے جب کہ ایک ہی فرض دو مرتبہ پڑھنے کی اجازت تھی اور ان نمازوں کے بعد فرض پڑھنے میں کوئی اشکال نہیں تھا لیکن بعد میں یہ اجازت منسوخ ہوگئی اور ناسخ فصل ثالث میں ابن عمر کی حدیث ہے لاتصلوا الصلوٰۃ فی یوم مرتین۔

مسئلہ ثانیہ۔ دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ اگر کسی نماز کی جماعت میں دوبارہ شریک ہو جائے تو ان دونوں نمازوں میں فرض نماز کون سی ہوگی؟ حنفیہ اور اکثر علماء کی رائے یہ ہے کہ جو نماز پہلے پڑھ لی ہے وہ فرض ہوگی اور دوسری جماعت کے ساتھ پڑھ رہا ہے وہ نفل ہوگی۔ شافعیہ کا مختار بھی یہی ہے شافعیہ کے اس کے علاوہ اور بھی اقوال ہیں مثلاً یہ کہ پہلی نماز نفل ہوگی۔ ایک قول یہ ہے کہ دونوں فرض ہیں ایک قول یہ ہے کہ ان میں سے ایک فرض ہے لاعلی التعیین۔

حنفیہ کی تائید حضرت ابوذرؓ کی اس حدیث سے بھی ہوتی ہے جو مشکوٰۃ ص ۶۱ پر گزر چکی ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے امراء جور کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ وہ نمازوں کو اپنے مستحب اوقات سے بھی مؤخر کر دیا کریں گے۔ ایسی صورت میں حضرت ابوذر کو آپ نے یہ

ہدایت فرمائی صل الصلوۃ لوقتھا فان ادر کتھا معھم فصل فانھا لک نافلۃ اس سے معلوم ہوا کہ پہلی نماز فرض ہوگی اور دوسری نفل۔

اس حدیث کے بعد رواہ میں صاحب مشکوۃ نے بیاض چھوڑ دی ہے جیسا کہ مرقاۃ اور التعلیق الصبیح کے نسخہ میں ہے اس کی وجہ دیباچہ میں بتائی جا چکی ہے کہ ایسا اس وقت کرتے ہیں جبکہ صاحب مشکوۃ کو اس حدیث کے مخرج کا حوالہ نہ ملا ہو بعد کے شارحین نے حسب ہدایت صاحب مشکوۃ بیہقی اور بخاری دو مخرجوں کا تذکرہ کر دیا ہے۔

سوال: اس حدیث کو فجر کے ماسوا پر کیسے محمول کر سکتے ہو؟ اس لیے کہ یہ واقعہ ہی فجر کی نماز میں پیش آیا تو شان ورود کا تقاضا تو یہی ہے کہ فجر کے بعد نفل ہوں؟

جواب: صحیح یہ ہے کہ یہ قصہ ظہر کی نماز میں پیش آیا' کتاب الآ ثار لامام محمدؒ میں یہی مذکور ہے اور ظہر کے اندر احناف کے نزدیک بھی یہی حکم ہے' باقی راوی نے اشتباہ کی بناء پر فجر کہہ دیا۔ باقی اس پر (یعنی دلیل تقیید پر) قرینہ احادیث نہی ہیں۔ تو لہٰذا جمہور کے نزدیک وہ نماز نافلہ ہوگی۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ

عَنْ بُسْرِبْنِ مِحْجَنٍ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّهٗ كَانَ فِيْ مَجْلِسٍ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاُذِّنَ

حضرت بسر بن محجنؓ سے روایت ہے وہ اپنے باپ سے نقل کرتے ہیں کہ تحقیق وہ تھے ایک مجلس میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم

بِالصَّلَاةِ فَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَصَلّٰى وَرَجَعَ وَمِحْجَنٌ فِيْ مَجْلِسِهٖ فَقَالَ لَهٗ رَسُوْلُ

کیساتھ پس اذان دی گئی نماز کیلئے کھڑے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پھر نماز پڑھی اور پھرے اور محجن بیٹھے ہوئے تھے

اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَامَنَعَكَ اَنْ تُصَلِّيَ مَعَ النَّاسِ اَلَسْتَ بِرَجُلٍ مُسْلِمٍ فَقَالَ بَلٰى يَارَسُوْلَ

اپنی جگہ میں فرمایا اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کس چیز نے منع کیا تجھ کو یہ کہ نماز پڑھے تو ساتھ لوگوں کے کیا تو مسلمان نہیں

اللّٰهِ وَلٰكِنِّيْ كُنْتُ قَدْ صَلَّيْتُ فِيْ اَهْلِيْ فَقَالَ لَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا جِئْتَ الْمَسْجِدَ

کہا ہاں میں مسلمان ہوں لیکن میں نے تحقیق نماز پڑھی اپنے گھر میں فرمایا اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس وقت آئے

وَكُنْتَ قَدْ صَلَّيْتَ فَاُقِيْمَتِ الصَّلَاةُ فَصَلِّ مَعَ النَّاسِ وَاِنْ كُنْتَ قَدْ صَلَّيْتَ. (رواہ مالک و النسائی)

تو مسجد میں اور نماز پڑھ چکا ہو پھر قائم کی جائے نماز تو لوگوں کے ساتھ پڑھ اگرچہ تو نماز پڑھ چکا ہو۔ روایت کیا اس کو مالک اور نسائی نے۔

تشریح: قولہ' حدیث فصل مع الناس وان كنت قدصليت: احناف کے نزدیک یہ مقید ہے ظہر اور عشاء کے ساتھ۔ قرینہ احادیث نہی یعنی وہ احادیث جن کے اندر فجر' عصر اور مغرب کے بعد نوافل پڑھنے سے منع فرمایا گیا ہے۔

وَعَنْ رَجُلٍ مِّنْ اَسَدِ بْنِ خُزَيْمَةَ اَنَّهٗ سَاَلَ اَبَا اَيُّوْبَ الْاَنْصَارِيَّ قَالَ يُصَلِّيْ اَحَدُنَا فِيْ مَنْزِلِهِ الصَّلَاةَ

ایک آدمیؓ سے روایت ہے جو اسد بن خزیمہ کے قبیلہ میں سے تھا اس نے ابو ایوب انصاریؓ سے روایت کیا۔ کہا پڑھتا ہے ایک ہمارا بیچ گھر اپنے

ثُمَّ يَاْتِي الْمَسْجِدَ وَتُقَامُ الصَّلَاةُ فَاُصَلِّيْ مَعَهُمْ فَاَجِدُ فِيْ نَفْسِيْ شَيْئًا مِنْ ذٰلِكَ فَقَالَ اَبُوْ اَيُّوْبَ

کے نماز پھر آتا مسجد میں اور پڑھی جاتی ہے نماز پس پڑھتا ہوں میں نماز ساتھ انکے پس پاتا ہوں میں دل اپنے میں ایک چیز اس سے پس کہا ابو

سَاَلْنَا عَنْ ذٰلِكَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَذٰلِكَ لَهٗ سَهْمُ جَمْعٍ. (رواہ مالک و ابوداؤد)

ایوبؓ نے پوچھا میں پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ واسطے اس کے جماعت کا نصیبہ ہے۔ روایت کیا اس کو مالک اور ابوداؤد نے

تشریح: فاجدفی نفسی شیئًا: وہ وسوسہ یہ پاتا ہوں کہ اقتداء المتنفل خلف المفترض لازم آئے گی تو فرمایا کہ شریک ہوجایا کرو (ہوجانا چاہیے) اجروثواب مل جائے گا۔ یہ حدیث بھی تقیید پر محمول ہے۔

وَعَنْ يَزِيْدَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ جِئْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ فِي الصَّلَاةِ فَجَلَسْتُ وَلَمْ أَدْخُلْ مَعَهُمْ فِي الصَّلَاةِ فَلَمَّا انْصَرَفَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَآنِيْ جَالِسًا فَقَالَ أَلَمْ تُسْلِمْ يَا يَزِيْدُ قُلْتُ بَلٰى يَا رَسُوْلَ اللهِ قَدْ أَسْلَمْتُ قَالَ وَمَا مَنَعَكَ أَنْ تَدْخُلَ مَعَ النَّاسِ فِيْ صَلَاتِهِمْ قَالَ إِنِّيْ كُنْتُ قَدْ صَلَّيْتُ فِيْ مَنْزِلِيْ أَحْسَبُ أَنْ قَدْ صَلَّيْتُمْ فَقَالَ إِذَا جِئْتَ الصَّلَاةَ فَوَجَدْتَ النَّاسَ يُصَلُّوْنَ فَصَلِّ مَعَهُمْ وَإِنْ كُنْتَ قَدْ صَلَّيْتَ تَكُنْ لَكَ نَافِلَةً وَهٰذِهٖ مَكْتُوْبَةٌ. (رواہ ابوداؤد)

حضرت یزید بن عامرؓ سے روایت ہے کہا کہ آیا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اور وہ نماز میں تھے بیٹھا میں اور داخل ہوا میں ان کے ساتھ نماز میں۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ کر پھرے دیکھا مجھ کو بیٹھے ہوئے پس فرمایا کیا نہیں تو مسلمان اے یزید کہا میں نے ہاں اے اللہ کے رسول تحقیق میں مسلمان ہوں فرمایا کس چیز نے منع کیا تجھ کو یہ کہ داخل ہو تو ساتھ لوگوں کے نماز ان کی میں۔ کہا تحقیق تھا میں نماز پڑھ چکا گھر اپنے میں اور گمان کیا میں نے کہ تحقیق نماز پڑھ چکے ہو تو پس فرمایا جس وقت کہ آئے تو نماز کو پس پائے تو لوگوں کو نماز پڑھ ان کے ساتھ اگرچہ تحقیق تو پڑھ چکا ہو۔ ہوگی تیرے لئے نفل اور وہ پہلی فرض۔ روایت کیا اس کو ابوداؤد نے۔

تشریح: تکن لک نافلۃ: تکن کی ضمیر کا مرجع صلوٰۃ المؤداۃ بالجماعۃ ہے اور ھذا کا مشار الیہ وہ نماز ہے جو تنہا پڑھی اور اسی کا ذکر قریب ہے (وان کنت صلیت) اسی وجہ سے جمہور کی رائے یہ ہے کہ یہ نماز جو جماعت کے ساتھ پڑھی نفل ہوگی اور جو تنہا پڑھی تھی وہ فرض ہوگی۔

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ رَجُلًا سَأَلَهٗ فَقَالَ إِنِّيْ أُصَلِّيْ فِيْ بَيْتِيْ ثُمَّ أُدْرِكُ الصَّلَاةَ فِي الْمَسْجِدِ مَعَ الْإِمَامِ أَفَأُصَلِّيْ مَعَهٗ قَالَ لَهٗ نَعَمْ قَالَ الرَّجُلُ أَيَّتَهُمَا أَجْعَلُ صَلَاتِيْ قَالَ ابْنُ عُمَرَ وَذٰلِكَ إِلَيْكَ إِنَّمَا ذٰلِكَ إِلَى اللهِ عَزَّ وَجَلَّ يَجْعَلُ أَيَّتَهُمَا شَاءَ. (رواہ مالک)

حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ تحقیق ایک آدمی نے پوچھا ان سے کہا کہ تحقیق میں نماز پڑھتا ہوں بیچ گھر اپنے کے پھر پاتا ہوں میں نماز کو مسجد میں امام کے ساتھ کیا میں ان کے ساتھ نماز پڑھوں فرمایا اس کو ہاں اس شخص نے کہا کونسی ٹھہراؤں نماز اپنی ابن عمرؓ نے کہا اور یہ طرف تیرے ہے سوائے اس کے نہیں یہ اللہ کے سپرد ہے۔ کہ عزت والا بزرگی والا ہے ٹھہرائے ان دونوں میں سے جس کو چاہے نماز تیری۔ روایت کیا اس کو مالک نے۔

تشریح: اس حدیث کی بناء پر بعض علماء کی رائے یہ ہے کہ دوسری دفعہ جماعت میں شرکت کے وقت کوئی نفل کی نیت نہ کرے۔ بس اتنا کہہ دے کہ میں نماز پڑھ رہا ہوں لیکن جمہور کے نزدیک فرض پہلی ہوگی اور یہ نفل ہوگی۔ جب شرط ہے تو مشروط پایا جانا چاہیے۔

وَعَنْ سُلَيْمَانَ مَوْلٰى مَيْمُوْنَةَ قَالَ أَتَيْنَا ابْنَ عُمَرَ عَلَى الْبَلَاطِ وَهُمْ يُصَلُّوْنَ فَقُلْتُ أَلَا تُصَلِّيْ مَعَهُمْ قَالَ قَدْ صَلَّيْتُ وَإِنِّيْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَا تُصَلُّوْا صَلَاةً فِيْ يَوْمٍ مَرَّتَيْنِ. (رواہ احمد بن حنبل ابوداؤد، والنسائی)

حضرت سلیمان مولیٰ میمونہؓ سے روایت ہے کہا کہ آئے ہم ابن عمرؓ کے پاس بلاط میں اور لوگ نماز پڑھتے تھے میں نے ابن عمرؓ سے کہا کیوں نہیں نماز پڑھتے تم ان کے ساتھ کہا ابن عمرؓ نے تحقیق میں نماز پڑھ چکا ہوں اور تحقیق سنا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے فرماتے تھے کہ نہ نماز پڑھو ایک دن میں دو بار۔ روایت کیا اس کو احمد اور ابوداؤد اور نسائی نے۔

تشریح: یہ حدیث پہلی ساری حدیثوں کے خلاف جارہی ہے۔ پہلی احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ دوسری مرتبہ نماز پڑھ سکتے ہیں اور اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک دن میں دوسری مرتبہ نماز نہیں پڑھ سکتے؟

جواب-۱: رفع تعارض کی صورت یہ ہے کہ پہلی دفعہ نماز پڑھنے کی دو صورتیں ہیں: پہلی دفعہ نماز تنہا پڑھی ہو یا پہلی مرتبہ بھی جماعت کے ساتھ پڑی۔ اگر پہلی مرتبہ تنہا نماز پڑھی ہو تو دوسری مرتبہ جماعت میں شریک ہوسکتا۔ (پہلی احادیث کا مدلول یہی ہے) اور اگر پہلی مرتبہ جماعت کے ساتھ پڑھی ہو تو دوسری مرتبہ پھر جماعت کے ساتھ شریک نہیں ہوسکتا۔ اس آخری حدیث کا مدلول یہی ہے:

جواب-۲: اس حدیث کا مدلول یہ ہے کہ ایک دن میں بنیت فرض دو مرتبہ ایک نماز کو پڑھنا جائز نہیں۔

باقی رہا یہ سوال کہ بنیت نفل ابن عمرؓ کیوں شریک نہ ہوئے؟

جواب: یہ واقعہ عصر کی نماز میں پیش آیا اور عندالاحناف عصر کے بعد نوافل نہیں اس لیے شریک نہیں ہوئے۔

وَعَنْ نَافِعٍ قَالَ اِنَّ عَبْدَاللّٰهِ بْنَ عُمَرَ كَانَ يَقُوْلُ مَنْ صَلَّى الْمَغْرِبَ اَوِ الصُّبْحَ ثُمَّ اَدْرَكَهُمَا مَعَ الْاِمَامِ
حضرت نافعؒ سے روایت ہے کہا تحقیق عبداللہ بن عمرؓ کہتے تھے کہ جس نے نماز پڑھی مغرب کی یا صبح کی پھر پایا ان کو ساتھ امام کے پھر نہ پڑھے ان
فَلَا يُعِدْ لَهُمَا. (رواہ مالک)
دونوں کو۔ روایت کیا اس کو مالک نے۔

تشریح: یہ حدیث حضرت امام مالکؒ کے مسلک کی تائید کرتی ہے کیونکہ ان کے یہاں صرف مغرب اور فجر کی نمازوں کا اعادہ ممنوع ہے مگر حنفیہ کے یہاں عصر کی نماز بھی اس حکم میں ہے حضرت امام شافعیؒ کے نزدیک تمام نمازوں میں اعادہ ہوسکتا ہے اس حدیث میں اس طرف اشارہ کر دیا گیا ہے کہ مذکورہ بالا حکم اس شخص کے بارے میں ہے جس نے پہلی مرتبہ جماعت سے نہیں بلکہ تنہا پڑھی ہو لہٰذا پہلی مرتبہ جماعت سے نماز پڑھ لینے کی شکل میں تو بطریق اولیٰ دوبارہ نماز پڑھنی چاہئے۔

بَابُ السُّنَنِ وَفَضَائِلِهَا

سنتوں اور اس کی فضیلتوں کا بیان

سنتیں یعنی وہ نماز جو دن ورات میں فرض نمازوں کے ساتھ پڑھی جاتی ہیں ان کی دو قسمیں ہیں۔

رواتب یہ وہ سنت نمازیں کہلاتی ہیں جن پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مداومت اختیار فرمائی۔

غیر رواتب یہ وہ سنت نمازیں کہلاتی ہیں جن پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مداومت اختیار نہیں فرمائی جیسے عصر کے وقت کی سنتیں۔

سنتیں پڑھنے کا بھی وہی طریقہ ہے جو فرض نماز پڑھنے کا ہے فرق صرف اتنا ہے کہ فرض نماز کی صرف دو رکعتوں میں سورہ فاتحہ کے بعد دوسری سورت بھی پڑھنے کا حکم ہے اور سنت نماز کی سب رکعتوں میں سورہ فاتحہ کے بعد دوسری سورت بھی پڑھی جاتی ہے اور سنت نماز کی رکعتوں میں جو سورتیں پڑھی جاتی ہیں ان کا برابر نہ ہونا خلاف سنت نہیں ہے۔ نیز سنت نمازیں دن میں دو رکعت تک اور رات میں چار رکعت تک ایک ہی سلام سے پڑھی جاسکتی ہیں مگر دو رکعت کے بعد التحیات پڑھنا ضروری ہوتا ہے۔ (علم الفقہ)

یہ بات بھی جان لیجئے کہ سنت نفل تطوع، مندوب، مستحب، مرغوب فیہ اور حسن یہ تمام الفاظ مترادف ہیں ان سب کے معنی ایک ہی ہیں یعنی وہ نماز جس کے پڑھنے کو شارع نے نہ پڑھنے پر ترجیح دی ہے اگرچہ ان نمازوں میں بعض ایسی ہیں جو دوسرے بعض کے مقابلہ میں سنت مؤکدہ ہیں۔

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ

عَنْ اُمِّ حَبِیْبَۃَؓ اَنَّھَا قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ صَلّٰی فِیْ یَوْمٍ وَّلَیْلَۃٍ ثِنْتَیْ عَشْرَۃَ

حضرت ام حبیبہؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جودن اور رات میں بارہ رکعت پڑھے

رَکْعَۃً بُنِیَ لَہٗ بَیْتٌ فِی الْجَنَّۃِ اَرْبَعاً قَبْلَ الظُّھْرِ وَرَکْعَتَیْنِ بَعْدَ ھَا وَرَکْعَتَیْنِ بَعْدَ الْمَغْرِبِ وَرَکْعَتَیْنِ

تو اس کیلئے بہشت میں گھر تیار کیا جاتا ہے۔ چاررکعت ظہر سے پہلے دورکعت پیچھے اس کے اور دو مغرب کے بعد

بَعْدَ الْعِشَاءِ وَرَکْعَتَیْنِ قَبْلَ صَلٰوۃِ الْفَجْرِ رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَفِیْ رِوَایَۃٍ لِمُسْلِمٍ اَنَّھَا قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ

اور دوعشاء کے بعد اوردو فجر کی نماز سے پہلے۔ روایت کیا اس کو ترمذی نے اورایک مسلم کی روایت میں ہے کہ ام حبیبہ نے کہا

صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ مَا مِنْ عَبْدٍ مُّسْلِمٍ یُّصَلِّیْ لِلّٰہِ کُلَّ یَوْمٍ ثِنْتَیْ عَشْرَۃَ رَکْعَۃً تَطَوُّعًا غَیْرَ

میں نے سنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ فرماتے تھے نہیں کوئی مسلمان بندہ کہ پڑھتا ہے اللہ کیلئے دن

فَرِیْضَۃٍ اِلَّا بَنَی اللّٰہُ لَہٗ بَیْتًا فِی الْجَنَّۃِ اَوْ اِلَّا بُنِیَ لَہٗ بَیْتٌ فِی الْجَنَّۃِ. (صحیح مسلم)

میں بارہ رکعت نفل سوائے فرض کے مگر بناتا ہے اللہ اس کیلئے گھر بہشت میں یا فرمایا بنایا جاتا ہے گھر جنت میں۔

تشریح: یہاں کونسی روایت مفصل ہے اورکونسی مجمل ہے؟ ترمذی کی روایت مفصل ہے اور مسلم کی روایت مجمل ہے اگر بالعکس کردیتے تو بڑی خوشی کی بات تھی ویسے بھی مسلم کا حق پہلے ہے پہلے اجمال ہو بعد میں تفصیل یوں ہونا چاہیے تھا۔

عَنِ ابْنِ عُمَرَؓ قَالَ صَلَّیْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ رَکْعَتَیْنِ قَبْلَ الظُّھْرِ وَرَکْعَتَیْنِ بَعْدَھَا

حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہا نماز پڑھی میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دو رکعتیں ظہر سے پہلے اور دو رکعتیں بعد

وَرَکْعَتَیْنِ بَعْدَ الْمَغْرِبِ فِیْ بَیْتِہٖ وَرَکْعَتَیْنِ بَعْدَ الْعِشَآءِ فِیْ بَیْتِہٖ قَالَ وَحَدَّثَتْنِیْ حَفْصَۃُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ

اس کے اور دورکعت مغرب کے بعد حضرت کے گھر میں اوردو رکعت عشا کے بعد حضرت کے گھر۔ ابن عمرؓ نے کہا اور حدیث بیان کی

صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ یُصَلِّیْ رَکْعَتَیْنِ خَفِیْفَتَیْنِ حِیْنَ یَطْلُعُ الْفَجْرُ. (صحیح البخاری و صحیح مسلم)

مجھ کو حفصہؓ نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے نماز پڑھتے دورکعتیں ہلکی جس وقت کہ نکلتی فجر۔ بخاری اور مسلم کی روایت ہے۔

تشریح: حضرت ابن عمرؓ ظہر کی سنن قبلیہ دو رکعتیں پڑھتے تھے تو اس سے معلوم ہوا کہ ظہر کی سنن قبلیہ دو رکعتیں ہیں اور یہی شوافع کا مذہب ہے۔ جواب: اصل قصہ یہ ہوا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم چار رکعتیں سنن کی حجرہ شریفہ میں پڑھ کر آتے تھے اور مسجد میں آ کر دو رکعتیں پڑھتے تھے یہ دو رکعتیں تحیۃ المسجد کی ہوتی تھیں تو ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انہی دو رکعتوں کو ظہر کی سنن قبلیہ سمجھ لیا۔ احناف قولی روایت کو لیتے ہیں۔

وَعَنْہُ قَالَ کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا یُصَلِّیْ بَعْدَ الْجُمُعَۃِ حَتّٰی یَنْصَرِفَ فَیُصَلِّیَ رَکْعَتَیْنِ

حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نہیں نماز پڑھتے تھے بعد جمعہ کے یہاں تک کہ پھرتے پس پڑھتے

فِيْ بَيْتِهٖ. (صحيح البخاری و صحيح مسلم)
دو رکعتیں بیچ گھر اپنے کے۔

تشریح: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جمعہ کے بعد کی سنتیں دو ہیں: یہ شوافع کا مذہب ہے: جواب: ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دیکھنے میں ہی دو رکعتیں ہیں۔ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مشاہدہ میں دو ہی آئیں اس سے یہ کہاں لازم آ گیا کہ واقعہ میں جمعہ کی کے بعد کی سنتیں دو ہی ہیں۔ جمعہ کے بعد کی سنتیں چار ہیں اور پڑھنے کے طریقے دو ہیں، دو رکعتیں پہلے چار بعد میں دوسرا طریقہ چار پہلے دو بعد میں، راجح بھی یہ ہے کہ جمعہ کے ساتھ اشتباہ نہ ہو۔

عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ شَقِيْقٍ رحمة الله عليه قَالَ سَاَلْتُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا عَنْ صَلٰوةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ
حضرت عبداللہ بن شقیق سے روایت ہے کہا کہ میں نے حضرت عائشہؓ سے سوال کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نفلی نماز کے بارے میں۔ کہا عائشہؓ نے
صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ تَطَوُّعِهٖ فَقَالَتْ كَانَ يُصَلِّيْ فِيْ بَيْتِيْ قَبْلَ الظُّهْرِ اَرْبَعًا ثُمَّ يَخْرُجُ فَيُصَلِّيْ
تھے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھتے میرے گھر میں ظہر سے پہلے چار رکعت پھر نکلتے نماز پڑھاتے لوگوں کو پھر داخل ہوتے نماز پڑھتے دو رکعت اور
بِالنَّاسِ ثُمَّ يَدْخُلُ فَيُصَلِّيْ رَكْعَتَيْنِ وَكَانَ يُصَلِّيْ بِالنَّاسِ الْمَغْرِبَ ثُمَّ يَدْخُلُ بَيْتِيْ فَيُصَلِّيْ رَكْعَتَيْنِ
تھے نماز پڑھتے لوگوں کے ساتھ مغرب کی پھر داخل ہوتے پھر نماز پڑھتے دو رکعتیں۔ پھر نماز پڑھاتے لوگوں کو عشاء کی اور داخل ہوتے میرے گھر میں
وَكَانَ يُصَلِّيْ مِنَ الَّيْلِ تِسْعَ رَكَعَاتٍ فِيْهِنَّ الْوِتْرُ وَكَانَ يُصَلِّيْ لَيْلًا طَوِيْلًا قَائِمًا وَّلَيْلًا طَوِيْلًا قَاعِدًا
نماز پڑھتے دو رکعتیں اور تھے نماز پڑھتے رات کو نو رکعت ان میں وتر بھی ہوتے اور تھے نماز پڑھتے رات کو دیر تک کھڑے اور رات کو دیر تک بیٹھے اور تھے
وَّكَانَ اِذَا قَرَاَ وَهُوَ قَائِمٌ رَكَعَ وَ سَجَدَ وَهُوَ قَائِمٌ وَاِذَا قَرَاَ قَاعِدًا رَكَعَ وَسَجَدَ وَهُوَ قَاعِدٌ وَّكَانَ اِذَا طَلَعَ الْفَجْرُ صَلّٰى رَكْعَتَيْنِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ
جس وقت کہ کھڑے ہو کر پڑھتے رکوع کرتے اور سجدہ کرتے اس حالت میں کہ کھڑے ہوتے اور جب بیٹھ کر پڑھتے رکوع کرتے اور سجدہ
وَ زَادَ اَبُوْدَاؤُدَ ثُمَّ يَخْرُجُ فَيُصَلِّيْ بِالنَّاسِ صَلَاةَ الْفَجْرِ.
کرتے بیٹھ کر اور جب ظاہر ہوتی فجر دو رکعت پڑھتے تھے۔ روایت کیا اس کو مسلم نے اور زیادہ کیا ابوداؤد نے پھر نکلتے نماز پڑھاتے لوگوں کو نماز فجر کی۔

تشریح: حاصل حدیث:۔ اکثری معمول ایسا ہوتا تھا کبھی اس کے خلاف بھی ہوا۔ یہ حدیث اس بات کی صریحی طور پر دلیل ہے کہ سنتیں گھر میں ہی پڑھنا افضل ہیں۔ فیھن الوتر کا مطلب یہ ہے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تہجد کی نماز ادا فرماتے تو اس کے ساتھ وتر بھی تین رکعت (جیسا کہ حنفیہ کا مسلک ہے) یا ایک رکعت (جیسا دیگر ائمہ کا مسلک ہے) پڑھ لیا کرتے تھے"۔

رات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز پڑھنے کے سلسلہ میں مختلف روایتیں منقول ہیں کہ کبھی رکعتین پڑھتے کبھی آٹھ اور کبھی نو اسی طرح کبھی دس کبھی گیارہ اور کبھی تیرہ رکعتیں پڑھا کرتے تھے۔

رکع وسجدوھوقائم کا مطلب یہ ہے کہ جس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم تہجد کی نماز کھڑے ہو کر پڑھا کرتے تھے تو آپ حالت قیام ہی سے رکوع وسجود میں جایا کرتے تھے یہ نہیں ہوتا تھا کہ قرأت تو کھڑے ہو کر کرتے ہوں اور رکوع وسجدہ بیٹھ کر کرتے ہوں اسی طرح جب آپ بیٹھ کر نماز پڑھتے تھے تو رکوع وسجود بھی بیٹھے ہوئے ہی کرتے تھے تاہم اس صورت کے بارے میں یہ بھی منقول ہے کہ آپ رکوع وسجود میں کھڑے ہو کر جایا کرتے تھے یعنی قرأت تو بیٹھ کر کرتے پھر کھڑے ہوتے اور تھوڑی سی قرأت کر کے تب رکوع وسجود میں جاتے تھے۔

بہر حال تمام احادیث کو دیکھتے ہوئے یہ کہنا چاہیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تہجد کی نماز تین طرح سے پڑھتے تھے۔

۱- پوری نماز کھڑے ہو کر پڑھتے تھے۔ ۲- پوری نماز بیٹھ کر پڑھتے تھے۔

۳- قرأت بیٹھ کر کرتے پھر کھڑے ہوتے اور رکوع وسجود میں جاتے۔ اس تیسری صورت کا عکس نہیں فرماتے۔ یعنی اس طرح نماز نہیں پڑھتے تھے کہ قرأت تو کھڑے ہو کر کرتے ہوں اور پھر بیٹھ کر رکوع وسجود میں جاتے ہوں جیسا کہ یہ حدیث اس کی نفی کر رہی ہے۔

وَعَنْ عَآئِشَةَ رضی الله عنها قَالَتْ لَمْ يَكُنِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى شَيْءٍ مِّنَ النَّوَافِلِ
حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہا کہ نہ تھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کسی چیز پر بہت محافظت اور مداومت کرتے
اَشَدَّ تَعَاهُدًا مِّنْهُ عَلٰى رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ. (صحيح البخاری و صحيح مسلم)
فجر کی دو رکعتوں سے بخاری اور مسلم کی روایت ہے۔

تشریح: اس وجہ سے کہتے ہیں کہ دو سنتیں فجر کی مستثنیٰ ہیں۔ فجر کی سنتوں کی اہمیت وعظمت کا اندازہ اس سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ فقہاء نے لکھا ہے کہ بغیر کسی عذر کے فجر کی سنتوں کو بیٹھ کر پڑھنا درست نہیں۔

وَعَنْهَا قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَكْعَتَا الْفَجْرِ خَيْرٌ مِّنَ الدُّنْيَا وَمَا
عائشہؓ سے روایت ہے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا فجر کی دو رکعت بہتر ہیں دنیا ومافیہا سے
فِيْهَا. (صحيح مسلم)
کیا اس کو مسلم نے روایت نے۔

تشریح: وعنہا حاصل حدیث فجر کی دو سنتیں دنیا ومافیہا سے بہتر ہیں۔

سوال: ایک مرتبہ سبحان اللہ کہنا بھی تو دنیا ومافیہا سے بہتر ہے؟

جواب: یہاں پر فجر کی سنتوں کی فضیلت باقی سنن کے اعتبار سے بتلانی مقصود ہے۔

وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ مُغَفَّلٍ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلُّوْا قَبْلَ صَلٰوةِ الْمَغْرِبِ رَكْعَتَيْنِ
حضرت عبداللہ بن مغفل سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نماز پڑھو مغرب کے فرضوں سے پہلے دو رکعت تیسری دفعہ فرمایا کہ چاہے
صَلُّوْا قَبْلَ صَلٰوةِ الْمَغْرِبِ رَكْعَتَيْنِ قَالَ فِي الثَّالِثَةِ لِمَنْ شَآءَ كَرَاهِيَةَ اَنْ يَّتَّخِذَهَا النَّاسُ سُنَّةً. (صحيح البخاری وغيره)
مکروہ جانتے ہوئے کہ لوگ اس کو سنت نہ سمجھ لیں۔ بخاری ومسلم کی روایت ہے

تشریح: قولہ' صلوا قبل صلوة المغرب الخ، ابتداءً یہ حکم تھا بعد میں منسوخ ہو گیا تھا۔ اس پر قرینہ صحابہؓ کا عمل ہے کہ صحابہؓ کا عمل مغرب سے پہلے دو رکعت پڑھنے کا نہیں تھا۔

عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ كَانَ مِنْكُمْ مُّصَلِّيًا بَعْدَ الْجُمُعَةِ
حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو ہو تم میں سے جمعہ کے بعد نماز پڑھنے والا اپس چاہئے کہ چار رکعت
فَلْيُصَلِّ اَرْبَعًا رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَّفِيْ اُخْرٰى لَهٗ قَالَ اِذَا صَلّٰى اَحَدُكُمُ الْجُمُعَةَ فَلْيُصَلِّ بَعْدَهَا اَرْبَعًا.
پڑھے۔ رایت کیا اس کو مسلم نے اور مسلم کی دوسری روایت میں ہے کہ فرمایا جس وقت نماز پڑھے ایک تمہارا جمعہ کے بعد چاہئے کہ چار رکعت پڑھے۔

تشریح: جمعہ کی سنتیں۔ جمعہ کے بعد کتنی رکعتیں سنت ہیں اس ائمہ احناف کا اختلاف ہوا ہے امام ابوحنیفہ اور امام محمد کے نزدیک جمعہ کے بعد چار رکعتیں سنت ہیں۔ امام شافعیؒ کا ایک قول بھی یہی ہے۔ امام ابو یوسف کے نزدیک جمعہ کے بعد چھ رکعتیں سنت ہیں۔ چار ایک سلام سے اور ایک دو سلام سے طرفین کی دلیل زیر بحث روایت ہے من کان منکم مصلیا بعد الجمعة فلیصل اربعا اس حدیث کی دوسری روایت

کے لفظ یہ ہیں۔ اذا صلی احدکم الجمعۃ فلیصل بعدھا اربعا. نیز حضرت ابن مسعودؓ بھی چار رکعتیں پڑھتے تھے۔

امام ابو یوسف کی دلیل بہت سے صحابہؓ کے آثار ہیں جو چھ رکعتیں پڑھنے کے قائل تھے۔ چنانچہ ابن ابی شیبہ نے اپنی سندوں کے ساتھ نقل کیا ہے۔ حضرت علیؓ حضرت ابن عمرؓ اور حضرت ابو موسیٰ جمعہ کے بعد چھ رکعتیں پڑھتے تھے نیز اس قول کے مطابق دو قسم کے مرفوع احادیث میں تطبیق بھی ہو جاتی ہے۔ اس لئے کہ بعض مرفوع احادیث سے جمعہ کی دو رکعتیں ثابت ہوتی ہیں اور بعض سے چار جب ایک سلام سے چار پڑھ لیں اور ایک سلام سے دو تو دونوں قسم کی احادیث پر عمل ہو گیا بہت سے مشائخ حنفیہ نے چھ والے قول ہی کو ترجیح دی ہے۔

پھر جمعہ کے بعد چھ رکعتیں پڑھنے کی دو صورتیں ہو سکتی ہیں ایک یہ کہ پہلے دو رکعتیں پڑھے پھر چار دوسری یہ کہ پہلے چار پڑھ کر پھر دو پڑھے۔ دونوں صورتیں جائز ہیں البتہ امام ابو یوسف نے افضل دوسری صورت کو قرار دیا ہے اس کی وجہ ایک تو حضرت ابو ہریرہؓ والی حدیث ہے۔ اذا صلی احدکم الجمعۃ فلیصل بعدھا اربعا. اس میں فاء تعقیب مع الوصل کیلئے ہے۔ معلوم ہوا کہ جمعہ کے فرضوں کے متصل بعد چار ہی پڑھنی چاہئیں اس کے بعد دو پڑھے اور دوسری وجہ یہ ہے حدیث ہے ابن عمر کان یکرہ ان یصلی بعد صلاۃ الجمعۃ مثلھا حضرت شاہ صاحب نے ترجیح اسکو دی ہے کہ پہلے دو پڑھے پھر چار کیونکہ حضرت ابن عمرؓ اور حضرت علیؓ کا معمول اسی طرح تھا۔ بہر حال جائز دونوں طریقے ہیں۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ

عَنْ اُمِّ حَبِیْبَةَ قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ مَنْ حَافَظَ عَلٰی اَرْبَعِ رَكَعَاتٍ
حضرت ام حبیبہؓ سے روایت ہے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ فرماتے تھے جس نے محافظت کی ظہر سے پہلے چار رکعتوں پر
قَبْلَ الظُّهْرِ وَاَرْبَعٍ بَعْدَهَا حَرَّمَهُ اللّٰهُ عَلَى النَّارِ. (رواہ احمد بن حنبل و الترمذی و النسائی و ابن ماجة)
اور اس کے بعد چار رکعتوں پر اس پر اللہ آگ کو حرام کر دے گا۔ روایت کیا اس کو احمد ترمذی اور ابوداؤد اور نسائی اور ابن ماجہ نے۔

تشریح: قولہ حرمہ اللہ علی النار یہ ان کی ذاتی تاثیر ہے باقی آگے جزا و سزا کا ترتب اعمال پر ہوگا۔

وَعَنْ اَبِیْ اَیُّوْبَ الْاَنْصَارِیِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَرْبَعٌ قَبْلَ الظُّهْرِ لَیْسَ فِیْهِنَّ
حضرت ابو ایوب انصاریؓ سے روایت ہے کہا فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چار رکعتیں ظہر سے پہلے کہ ان میں
تَسْلِیْمٌ تُفْتَحُ لَهُنَّ اَبْوَابُ السَّمَآءِ. (رواہ ابوداؤد و ابن ماجة)
سلام پھیرنا نہیں ہے آسمان کے دروازے ان کے لئے کھولے جاتے ہیں۔ روایت کیا اس کو ابوداؤد اور ابن ماجہ نے۔

تشریح: اس حدیث میں سلام سے سلام فراغت مراد ہے۔ معلوم ہوا کہ ظہر کی سنن قبلیہ ایک سلام کے ساتھ ہیں۔

وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ السَّائِبِ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یُصَلِّیْ اَرْبَعًا بَعْدَ اَنْ تَزُوْلَ
حضرت عبداللہ بن صائبؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چار رکعت سورج ڈھلنے سے پیچھے پڑھتے تھے ظہر سے پہلے
الشَّمْسُ قَبْلَ الظُّهْرِ وَ قَالَ اِنَّهَا سَاعَةٌ تُفْتَحُ فِیْهَا اَبْوَابُ السَّمَآءِ فَاُحِبُّ اَنْ یَّصْعَدَ لِیْ فِیْهَا عَمَلٌ
اور فرماتے تحقیق یہ وقت ہے کہ کھولے جاتے ہیں اس میں دروازے آسمان کے۔ دوست رکھتا ہوں میں یہ کہ چڑھیں میرے
صَالِحٌ. (رواہ الترمذی)
اس میں نیک عمل۔ روایت کیا اس کو ترمذی نے۔

تشریح: حاصل حدیث: بعض کہتے ہیں کہ یہ زوال کی مستقل چار رکعتیں تھیں اور بعض نے کہا کہ ظہر ہی کی چار رکعتیں مراد ہیں۔

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَحِمَ اللّٰهُ امْرَأً صَلّٰى قَبْلَ الْعَصْرِ

حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ رحمت کرے اللہ اس شخص پر جو پڑھے پہلے عصر کے

اَرْبَعًا. (رواه احمد بن حنبل و الجامع ترمذی و ابوداؤد)

چار رکعت۔ روایت کیا اس کو احمد نے اور ترمذی نے اور ابوداؤد نے۔

وَعَنْ عَلِيٍّ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي قَبْلَ الْعَصْرِ اَرْبَعَ رَكْعَاتٍ يَفْصِلُ بَيْنَهُنَّ

حضرت علیؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھتے تھے عصر کے پہلے چار رکعتیں فرق کرنے ان کے

بِالتَّسْلِيْمِ عَلَى الْمَلَائِكَةِ الْمُقَرَّبِيْنَ وَمَنْ تَبِعَهُمْ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُؤْمِنِيْنَ. (رواه الترمذی)

درمیان سلام کرنے کیساتھ مقربین فرشتوں پر اور جو ان کے تابع ہیں مسلمانوں میں سے اور ایمان والوں میں سے روایت کیا اس کو ترمذی نے۔

تشریح: وعن ابن عمرؓ: وعن علي يفصل بينهن بالتسليم؟ تسلیم سے مراد یعنی تشہد پڑھتے تھے۔

وَعَنْهُ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي قَبْلَ الْعَصْرِ رَكْعَتَيْنِ. (رواه ابوداؤد)

حضرت علیؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے نماز پڑھتے عصر سے پہلے دو رکعتیں روایت کیا اس کو ابوداؤد نے۔

تشریح: اکثر معمول چار کا تھا لیکن کبھی کبھار دو پڑھ لیتے تھے۔ اس لیے تخییر ہے دو بھی پڑھ سکتا ہے اور چار بھی لیکن چار کثرت عبادت کی وجہ سے بہتر ہیں۔

وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ صَلّٰى بَعْدَ الْمَغْرِبِ سِتَّ رَكْعَاتٍ

حضرت ابوہریرۃؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو مغرب کے بعد چھ رکعت پڑھے کہ

لَمْ يَتَكَلَّمْ فِيْمَا بَيْنَهُنَّ بِسُوْءٍ عُدِلْنَ لَهٗ بِعِبَادَةِ ثِنْتَيْ عَشْرَةَ سَنَةً رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ

نہ بولے ان کے درمیان کلام بد کے ساتھ برابر کی جاتی ہیں بارہ برس کی عبادت کے روایت کیا اس کو ترمذی نے اور کہا یہ حدیث

غَرِيْبٌ لَا نَعْرِفُهٗ اِلَّا مِنْ حَدِيْثِ عُمَرَ بْنِ اَبِيْ خَثْعَمٍ وَسَمِعْتُ مُحَمَّدَ بْنَ اِسْمَاعِيْلَ يَقُوْلُ هُوَ مُنْكَرُ

غریب ہے۔ نہیں پہچانتے ہم مگر عمر بن ابی خثعم کی حدیث سے اور میں نے محمد بن اسماعیل بخاری کو سنا کہ کہتے تھے ابن ابی خثعم منکر الحدیث ہے

الْحَدِيْثِ وَضَعَّفَهٗ جِدًّا.

اور اس کو بخاری نے بہت ضعیف کہا۔

تشریح: ضعف فضائل اعمال کے اندر کوئی مضر نہیں۔

وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ صَلّٰى بَعْدَ الْمَغْرِبِ عِشْرِيْنَ رَكْعَةً

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو پڑھے مغرب کے بعد بیس رکعتیں۔ بناتا ہے اللہ اس کیلئے

بَنَى اللّٰهُ لَهٗ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ. (رواه الترمذی)

جنت میں گھر۔ روایت کیا اس کو ترمذی نے۔

تشریح: یہ بیس رکعتیں زیادہ سے زیادہ ہیں اور کم از کم چھ رکعتیں ہیں۔اس میں اختلاف ہے کہ ان بیس رکعتوں میں سنن بھی شامل ہیں یا نہیں۔اس میں دو قول ہیں (۱) شامل ہیں (۲) شامل نہیں۔

وَعَنْهَا قَالَتْ مَا صَلَّى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعِشَاءَ قَطُّ فَدَخَلَ عَلَيَّ صَلَّى اَرْبَعَ
اسی عائشہؓ سے روایت ہے کہا نہیں نماز پڑھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی عشا کی پھر آئے ہوں نزدیک
رَكَعَاتٍ اَوْ سِتَّ رَكَعَاتٍ. (رواه ابوداؤد)
میرے مگر پڑھتے چار رکعتیں یا چھ رکعتیں۔روایت کیا اس کو ابوداؤد نے۔

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِدْبَارُ النُّجُوْمِ الرَّكْعَتَانِ قَبْلَ الْفَجْرِ
حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مراد ساتھ تسبیح ادبار النجوم کے دو رکعتیں فجر کے پہلے
وَاِدْبَارِ السُّجُوْدِ الرَّكْعَتَانِ بَعْدَ الْمَغْرِبِ. (رواه الترمذی)
کی ہیں اور مراد ساتھ تسبیح ادبار السجود کے دو رکعتیں مغرب کے بعد کی ہیں۔روایت کیا اس کو ترمذی نے۔

تشریح: قوله ادبار السجود ادبار النجوم: ادبار السجود سے مراد مغرب کی تین رکعت مراد ہے اس سے مراد فجر کی سنتیں پڑھنی مراد ہیں۔آیتوں کا مصداق بتلایا۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ

وَعَنْ عُمَرَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اَرْبَعٌ قَبْلَ الظُّهْرِ بَعْدَ الزَّوَالِ
حضرت عمرؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا فرماتے تھے چار رکعتیں پہلے ظہر کے پیچھے دوپہر کے حساب کی جاتی ہیں
تُحْسَبُ بِمِثْلِهِنَّ فِيْ صَلَاةِ السَّحَرِ وَمَا مِنْ شَيْءٍ اِلَّا وَهُوَ يُسَبِّحُ اللّٰهَ تِلْكَ السَّاعَةَ ثُمَّ قَرَأَ يَتَفَيَّأُ
ساتھ چار رکعت کے جو نماز تہجد میں پڑھی جائیں نہیں کوئی چیز مگر وہ تسبیح کرتی ہے اللہ کی طرف اس وقت پھر پڑھی یہ آیت پھرتے ہیں سائے ہر چیز
ظِلَالُهٗ عَنِ الْيَمِيْنِ وَالشَّمَائِلِ سُجَّدًا لِلّٰهِ وَهُمْ دَاخِرُوْنَ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَالْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ.
کے دائیں طرف اور بائیں طرف سے سجدہ کرتے ہوئے اللہ کیلئے اور وہ ذلیل ہیں روایت کیا اس کو ترمذی نے اور بیہقی نے شعب الایمان میں۔

تشریح: صلوٰۃ السحر کا مصداق علامہ طیبی (یا علامہ سندھی) کی رائے یہ ہے کہ صبح کی دو سنتیں ہیں اور اکثر علماء کا قول یہ ہے کہ اس کا مصداق صلوٰۃ التہجد ہے۔

وَعَنْ عَائِشَةَ رضی اللّٰه عنها قَالَتْ مَا تَرَكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْعَصْرِ
حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہا کہ نہیں چھوڑیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو رکعتیں عصر کے بعد میرے نزدیک کبھی (متفق علیہ) اور بخاری
عِنْدِيْ قَطُّ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَفِيْ رِوَايَةٍ لِلْبُخَارِيِّ قَالَتْ وَالَّذِيْ ذَهَبَ بِهٖ مَا تَرَكَهُمَا حَتّٰى لَقِيَ اللّٰهَ
کی ایک روایت میں ہے عائشہؓ نے کہا قسم ہے اس ذات کی کہ حضرت کی روح قبض کی نہیں چھوڑیں یہ دو رکعتیں یہاں تک کہ ملاقات کی اللہ سے۔

تشریح: عصر کے بعد دو رکعتیں پڑھنا یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہی خصوصیت ہے اور کسی کے لیے جائز نہیں۔

عصر کے بعد نفل پڑھنا۔عصر کے بعد نماز پڑھنے سے نہی احادیث متواترہ سے ثابت ہے (کما مر غیر مرۃ) لیکن اسی کے ساتھ یہ بات

بھی احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود عصر کے بعد دو رکعتیں پڑھی ہیں بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ وفد عبدالقیس کی آمد کے موقعہ پر مشغولیت کی وجہ سے ظہر کے بعد کی سنتیں نہیں پڑھ سکے تھے ان کو عصر کے بعد قضا کیا ہے جیسا کہ صحیح بخاری وغیرہ میں حضرت ام سلمہؓ کی حدیث ہے بہر کیف عصر کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دو رکعتیں پڑھنا ثابت ہے جبکہ دوسری طرف آپ نے امت کو عصر کے بعد نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے۔اب یہاں یہ مسئلہ بیان کرنے کی ضرورت ہے کہ امت کیلئے ان دو رکعتوں کے بارے میں کیا حک ہے؟اس میں ائمہ کی آراء مختلف ہیں۔امام ابوحنیفہؒ امام مالک اور اکثر علماء کی رائے یہ ہے کہ عصر کے بعد نفل پڑھنا امت کیلئے مکروہ ہے۔امام شافعی اور امام احمد کے نزدیک یہ دو رکعتیں امت کیلئے بھی جائز ہیں۔

حنفیہ اور مالکیہ استدلال کرتے ہیں ان احادیث متواترہ عامہ سے جن میں عصر کے بعد نماز پڑھنے سے مطلقاً نہی وارد ہوئی ہے۔رہی یہ بات کہ پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تھی۔خصوصیت ہونے کی کچھ دلیلیں امام طحاوی نے شرح معانی الآثار "باب الرکعتین بعد العصر" میں ذکر کردی ہیں۔ خصوصیت کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ حضرت عمرؓ عصر کے بعد اگر کسی نماز پڑھتے دیکھتے تو اس کی پٹائی کیا کرتے تھے جیسا کہ اسی صفحہ پر مختار بن فلفلؒ کی روایت ہے، بحوالہ مسلم وہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت انسؓ سے عصر کے بعد نفل پڑھنے کے متعلق پوچھا تو انہوں نے فرمایا کان عمر یضرب الایدی علی صلوۃ بعد العصر صحیح بخاری میں حضرت ابن عباس کا یہ ارشاد مروی ہے کنت اضرب الناس مع عمر بن الخطاب عنھا. یعنی میں حضرت عمر کے ساتھ مل کر لوگوں کو اس نماز سے روکنے کیلئے ان کی پٹائی کیا کرتا تھا۔ظاہر ہے حضرت عمر کے اس طرز عمل کا سب صحابہ کو علم ہوگا لیکن اس کے باوجود کسی نے ان پر نکیر نہیں کی اس کی وجہ یہی ہوسکتی ہے کہ وہ سمجھتے تھے کہ عصر کے بعد امت کو نماز پڑھنے کی اجازت نہیں ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اس وقت نماز پڑھنا آپ کی خصوصیت تھی امت کیلئے نہی ان کے ہاں اتنی واضح تھی کہ اس کے روکنے کیلئے ضرب سے بھی گریز نہیں کیا۔

وَعَنِ الْمُخْتَارِ بْنِ فُلْفُلٍ رحمة الله عليه قَالَ سَأَلْتُ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍؓ عَنِ التَّطَوُّعِ بَعْدَالْعَصْرِ فَقَالَ

حضرت مختار بن فلفلؒ سے روایت ہے کہا کہ میں نے انس بن مالکؓ سے سوال کیا عصر کے بعد نفلی نماز کے بارہ میں کہا

كَانَ عُمَرُ يَضْرِبُ الْاَيْدِىَ عَلٰى صَلٰوةٍ بَعْدَ الْعَصْرِ وَكُنَّا نُصَلِّىْ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

حضرت عمرؓ تھے مارتے اس کے ہاتھوں کو کہ نیت باندھتا نماز کی عصر کے بعد اور تھے پڑھتے ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَكْعَتَيْنِ بَعْدَ غُرُوْبِ الشَّمْسِ قَبْلَ صَلٰوةِ الْمَغْرِبِ فَقُلْتُ لَهٗ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى

زمانہ میں دو رکعت آفتاب کے ڈوبنے کے بعد نماز مغرب سے پہلے۔ میں نے انسؓ کو کہا کیا تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْهِمَا قَالَ كَانَ يَرَانَا نُصَلِّيْهِمَا فَلَمْ يَاْمُرْنَا وَلَمْ يَنْهَنَا. (صحيح مسلم)

پڑھتے ان دونوں رکعتوں کو کہا کہ دیکھتے ہم کو نماز پڑھتے۔پس نہ حکم فرماتے ہم کو اور نہ منع کرتے ہم کو۔روایت کیا اس کو مسلم نے۔

تشریح: حدیث دلیل ہے اس بات کی کہ یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت ہے ورنہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کیسے پٹائی کرتے' مغرب سے پہلے غروب شمس کے بعد دو رکعتیں پڑھنے کا معمول پہلے تھا بعد میں باقی نہ رہا۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس سے نہ روکتے تھے اور نہ حکم کرتے تھے۔یہ دلیل ہے کہ اس کا اہتمام نہیں ہوتا تھا۔

وَعَنْ اَنَسٍؓ قَالَ كُنَّا بِالْمَدِيْنَةِ فَاِذَا اَذَّنَ الْمُؤَذِّنُ لِصَلٰوةِ الْمَغْرِبِ اِبْتَدَرُوا السَّوَارِىَ فَرَكَعُوْا

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہا تھے ہم مدینہ میں جس وقت موذن مغرب کی اذان کہتا دوڑتے سب ستونوں کی طرف پڑھتے

رَكْعَتَيْنِ حَتّٰى اِنَّ الرَّجُلَ الْغَرِيْبَ لَيَدْخُلُ الْمَسْجِدَ فَيَحْسَبُ اَنَّ الصَّلٰوةَ قَدْ صُلِّيَتْ مِنْ كَثْرَةِ

دو رکعت یہاں تک کہ مسافر آتا مسجد میں گمان کرتا تحقیق نماز پڑھ چکے بسبب کثرت ان لوگوں کے کہ پڑھتے

مَنْ يُّصَلِّيهِمَا. (صحيح مسلم)
نماز دو رکعت۔ روایت کیا اس کو مسلم نے۔

تشریح: علامہ طیبی شافعیؒ فرماتے ہیں کہ غروب آفتاب کے بعد اور مغرب کی نماز سے پہلے دو رکعت نماز کے اثبات کی یہ حدیث ظاہری دلیل ہے۔ اس سلسلہ میں ملا علی قاری حنفیؒ کے قول کا مفہوم یہ ہے کہ یہ حدیث اس وجہ سے ان دونوں رکعتوں کے اثبات کی دلیل نہیں ہوسکتی کہ اس طریقہ کے نادر ہونے میں کوئی شک نہیں ہے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عمومی طور پر مغرب کی نماز کی ادائیگی میں جلدی فرماتے تھے جب کہ ان دونوں رکعتوں کے پڑھنے سے نہ صرف یہ کہ مغرب کی ادائیگی میں تاخیر لازم آتی ہے بلکہ بعض علماء کے قول کے مطابق تو نماز کا اپنے وقت سے خروج ہی لازم آجاتا ہے۔ لہٰذا اس حدیث کی تاویل یا تو یہ کی جائے گی کہ حضرت انسؓ یہ ہمیشہ کا طریقہ نقل نہیں کر رہے ہیں بلکہ ہوسکتا ہے کہ کسی ایک دن بعض لوگوں نے یہ طریقہ اختیار کرلیا ہو کہ مغرب کی اذان سنتے ہی مسجد آگئے ہوں اور وہاں نماز مغرب سے پہلے دو رکعت نماز نفل پڑھ لی ہو یا پھر اس کی سب سے بہتر تاویل جیسا کہ بعض علماء کا خیال یہ ہے کہ پہلے یہ نماز پڑھی جاتی تھی مگر پھر بعد میں اسے چھوڑ دیا گیا لہٰذا اب اس نماز کا پڑھنا مکروہ ہے۔

وَعَنْ مَّرْثَدِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِؓ قَالَ اَتَيْتُ عُقْبَةَ الْجُهَنِيَّ فَقُلْتُ اَلَا اُعَجِّبُكَ مِنْ اَبِيْ تَمِيْمٍ يَّرْكَعُ رَكْعَتَيْنِ
حضرت مرثد بن عبداللہؓ سے روایت ہے کہ میں عقبہ جہنیؓ صحابی کے پاس آیا میں نے کہا کیا نہ تعجب میں ڈالوں فعل ابوتمیم تابعی کے سے
قَبْلَ صَلٰوةِ الْمَغْرِبِ فَقَالَ عُقْبَةُ اِنَّا كُنَّا نَفْعَلُهُ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُلْتُ فَمَا
کہ پڑھتا ہے دو رکعتیں مغرب کی نماز سے پہلے۔ عقبہ نے کہا تحقیق ہم کرتے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں کہا میں نے کس چیز سے
يَمْنَعُكَ الْاٰنَ قَالَ الشُّغْلُ. (صحيح البخاري)
منع کیا۔ اب کہا دنیا کے شغل نے۔ روایت کیا اس کو بخاری نے۔

تشریح: اگر مغرب سے پہلے دو رکعتوں کا پڑھنا بطور وجوب کے تھا تو صحابہؓ اس کو چھوڑ دیتے' ہرگز نہیں' پھر بعد میں ایک زمانہ ایسا بھی آیا کہ دو رکعت قبل المغرب پر لوگ تعجب کرنے لگے۔ معلوم ہوا کہ بالکل معمول باقی نہ رہا۔ حضرت عقبہ کہنے لگے یہ تو ہم بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں پڑھتے تھے تو راوی کہتے ہیں میں نے عقبہ سے پوچھا کہ پھر تم نے اس کو چھوڑا کیوں؟ تو انہوں نے فرمایا کہ دنیاوی مصروفیت کی وجہ سے۔ معلوم ہوا کہ استحبابیت ہے کوئی وجوب نہیں۔

وَعَنْ كَعْبِ بْنِ عُجْرَةَ قَالَ اِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَتٰى مَسْجِدَ بَنِيْ عَبْدِالْاَشْهَلِ فَصَلّٰى
حضرت کعب بن عجرہؓ سے روایت ہے کہا کہ تحقیق نبی صلی اللہ علیہ وسلم آئے بنی عبدالاشہل کی مسجد میں پڑھی مغرب کی نماز جب پڑھ چکے
فِيْهِ الْمَغْرِبَ فَلَمَّا قَضَوْا صَلَاتَهُمْ رَاٰهُمْ يُسَبِّحُوْنَ بَعْدَهَا فَقَالَ هٰذِهٖ صَلَاةُ الْبُيُوْتِ رَوَاهُ اَبُوْدَاؤدَ
نماز فرض دیکھا انکو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ پڑھتے ہیں نفل بعد نماز مغرب کے فرمایا کہ یہ نماز گھر میں پڑھنے کی ہے۔ روایت کیا اس کو ابوداؤد نے'
وَفِيْ رِوَايَةِ التِّرْمِذِيِّ وَالنِّسَائِيِّ قَامَ نَاسٌ يُصَلُّوْنَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَيْكُمْ
ترمذی اور نسائی کی ایک روایت میں یوں ہے لوگ کھڑے ہوئے نفل پڑھنے لگے کھڑے ہوئے نفل پڑھنے لگے فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے
بِهٰذِهِ الصَّلَاةِ فِي الْبُيُوْتِ.
لازم پکڑو اس نماز کو اپنے گھروں میں پڑھنا۔

تشریح: حاصل حدیث:۔ اس زمانے میں سنتیں گھر میں پڑھنے کی ترغیب نہ دی جائے اس لئے کہ ایک تو بالکل لوگ سرے

سے چھوڑ دیں گے۔ دوسرے روافض کے ساتھ تشبیہ ہے۔ باقی حدیث: اس کا مطلب یہ ہے کہ مستقل اس کی عادت نہ بنائی جائے۔

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُطِيْلُ الْقِرَائَةَ فِي الرَّكْعَتَيْنِ بَعْدَ

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے لمبی قرأت کرتے دو رکعتوں میں

الْمَغْرِبِ حَتّٰى يَتَفَرَّقَ اَهْلُ الْمَسْجِدِ. (رواہ ابوداؤد)

مغرب کے بعد یہاں تک کہ متفرق ہوتے مسجد والے۔ روایت کیا اس کو ابوداؤد نے۔

تشریح: اس حدیث سے یہ بات بتلانی مقصود ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مغرب کے بعد دو رکعت اتنی لمبی پڑھتے تھے کہ لوگ نماز سے فارغ ہو کر چلے جاتے تھے۔ کبھی حجرہ میں اور کبھی مسجد میں پڑھ لیتے تھے۔

وَعَنْ مَكْحُوْلٍ يَبْلُغُ بِهٖ اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ صَلّٰى بَعْدَ الْمَغْرِبِ قَبْلَ اَنْ

حضرت مکحول تابعیؒ سے روایت ہے کہ پہنچاتا ہے اس حدیث کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک کہ فرمایا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس شخص نے نماز پڑھی مغرب کے

يَتَكَلَّمَ رَكْعَتَيْنِ وَفِي رِوَايَةٍ اَرْبَعَ رَكْعَاتٍ رُفِعَتْ صَلَاتُهٗ فِي عِلِّيِّيْنَ مُرْسَلًا.

بعد کلام کرنے سے پہلے دو رکعت ایک روایت میں چار رکعت بلند کی جاتی ہے اس کی نماز علیین میں مکحول نے بطریق ارسال کے روایت کی ہے۔

وَعَنْ حُذَيْفَةَ نَحْوَهٗ وَزَادَ فَكَانَ يَقُوْلُ عَجِّلُوا الرَّكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْمَغْرِبِ فَاِنَّهُمَا تُرْفَعَانِ مَعَ الْمَكْتُوْبَةِ

حضرت حذیفہؓ سے روایت ہے مانند اس کی اور زیادہ کہا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے جلدی پڑھو دو رکعتیں بعد مغرب کے اس لئے کہ دونوں اٹھائی جاتی

رَوَاهُمَا رَزِيْنٌ وَرَوَى الْبَيْهَقِيُّ الزِّيَادَةَ عَنْهُ نَحْوَهَا فِي شُعَبِ الْاِيْمَانِ.

ہیں فرضوں کے ساتھ رزین نے ان دونوں کو روایت کیا اور بیہقی نے روایت کیا اس زیادتی کے ساتھ حذیفہ سے اس کی مانند شعب الایمان میں۔

تشریح:۔ عجلوا الرکعتین ' جلدی پڑھنے کا مطلب یہ نہیں کہ جلدی جلدی پڑھ لو ارکان کی رعایت نہ ہو بلکہ جلدی کا مطلب یہ ہے کہ فرائض کے بعد اور سنتوں سے پہلے درمیان میں زیادہ وقفہ نہیں ہونا چاہیے۔ وظائف وغیرہ بعد میں پڑھ لینے چاہئیں۔

وَعَنْ عَمْرِو بْنِ عَطَآءٍ رحمة الله عليه قَالَ اِنَّ نَافِعَ بْنَ جُبَيْرٍ اَرْسَلَهٗ اِلَى السَّآئِبِ يَسْئَلُهٗ عَنْ شَيْءٍ

حضرت عمرو بن عطاء تابعیؒ سے روایت ہے کہا کہ تحقیق نافع بن جبیر تابعی نے سائب صحابی کی طرف اس کو بھیجا کہ پوچھے ان سے اس چیز سے

رَاٰهُ مِنْهُ مُعَاوِيَةُ فِي الصَّلٰوةِ فَقَالَ نَعَمْ صَلَّيْتُ مَعَهُ الْجُمُعَةَ فِي الْمَقْصُوْرَةِ فَلَمَّا سَلَّمَ الْاِمَامُ قُمْتُ

کہ دیکھا اس کو ان سے معاویہؓ نے نماز میں کہا سائب نے ہاں نماز پڑھی میں نے معاویہؓ کے ساتھ جمعہ مقصورہ میں جب سلام پھیرا امام نے

فِيْ مَقَامِيْ فَصَلَّيْتُ فَلَمَّا دَخَلَ اَرْسَلَ اِلَيَّ فَقَالَ لَا تَعُدْ لِمَا فَعَلْتَ اِذَا صَلَّيْتَ الْجُمُعَةَ فَلَا تَصِلْهَا

کھڑا ہوا میں اپنی جگہ میں نماز پڑھی میں نے جب داخل ہوئے معاویہؓ گھر میں بھیجا ایک شخص کو میری طرف کہا پھر نہ کرنا یہ کام کہ کیا تو نے جس

بِصَلٰوةٍ حَتّٰى نَتَكَلَّمَ اَوْ تَخْرُجَ فَاِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمَرَنَا بِذَالِكَ اَنْ لَّا نُوْصِلَ

وقت پڑھی تو نے جمعہ کی نماز نہ ملا اس کو ساتھ اور نماز کے۔ یہاں تک کہ بولے تو یا نکلے۔ اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم کیا ہم

بِصَلٰوةٍ حَتّٰى نَتَكَلَّمَ اَوْ نَخْرُجَ. (صحیح مسلم)

کو ساتھ اسکے نہ ملائیں ہم نماز کو دوسری نماز کیساتھ یہاں تک کہ بولیں یا نکلیں ہم روایت کیا اس کو مسلم نے۔

تشریح: پچھلے زمانہ میں جب کہ سلاطین و امراء نمازیں پڑھنے کیلئے مسجد میں آتے تو ان کی امتیازی حیثیت و شان کے پیش نظر ان کیلئے مسجد کے اندر ایک مخصوص جگہ بنادی جاتی تھی جسے مقصورہ کہا جاتا تھا بادشاہ یا خلیفہ مسجد میں آکر اسی جگہ نماز پڑھتا تھا۔ حدیث کے الفاظ اذا صلیت الجمعۃ میں جمعہ کی قید اتفاقی اور مثال کے طور پر ہے کیونکہ جمعہ کے علاوہ بھی تمام نمازوں کا یہی حکم ہے کہ فرض کے ساتھ نوافل نماز ملا کر نہ پڑھی جائیں چنانچہ اس کی تائید حضرت امیر معاویہؓ کی روایت کردہ حدیث کر رہی ہے جس میں کسی خاص نماز کے بارے میں نہیں فرمایا گیا ہے بلکہ ہر نماز کے متعلق یہ حکم دیا گیا ہے کہ جب فرض نماز پڑھ لی جائے تو نوافل پڑھنے کیلئے ایسا طریقہ اختیار کیا جائے جس سے فرض اور نوافل میں فرق و امتیاز پیدا ہو جائے مثلاً جس جگہ فرض نماز پڑھی گئی ہے اسی جگہ (خواہ سنت مؤکدہ ہو یا غیر مؤکدہ) نہ پڑھی جائے بلکہ اس جگہ سے ہٹ کر دوسری جگہ کھڑی ہو کر پڑھی جائے تا کہ دونوں نمازوں کے درمیان امتیاز پیدا ہو سکے اور اس سے فرض و نفل کے درمیان التباس پیدا نہ ہو۔

چنانچہ حدیث کے الفاظ اونخرج نے اسی طرف اشارہ کیا جا رہا ہے اب اونخرج سے مسجد سے حقیقۃ نکلنا بھی مراد ہو سکتا ہے یعنی فرض پڑھ کر مسجد سے نکل کر گھر وغیرہ آجائے اور وہاں نوافل پڑھے جائیں اور حکماً نکلنا بھی مراد ہو سکتا ہے یعنی جس جگہ فرض نماز پڑھی ہے اس جگہ سے ہٹ کر نوافل دوسری جگہ پڑھے جائیں۔ فرض و نوافل کے درمیان نمازوں کے درمیان فرق و امتیاز پیدا کرنے کی ایک اور صورت ہے اور وہ یہ کہ جب فرض نماز پڑھ لی جائے تو اس کے بعد کسی دوسرے شخص سے کوئی گفتگو کر لی جائے تا کہ اس سے ان دونوں نمازوں کے درمیان فرق و امتیاز پیدا ہو جائے چنانچہ حتی تتکلم سے یہی بتایا جا رہا ہے۔ اتنی بات ملحوظ رہے کہ فرض و نوافل کے درمیان جس فرق و امتیاز کیلئے کہا جا رہا ہے وہ دنیاوی بات چیت اور گفتگو ہی سے حاصل ہوتا ہے ذکر اللہ وغیرہ سے وہ فرق حاصل نہیں ہوتا۔

وَعَنْ عَطَاءٍ قَالَ كَانَ ابْنُ عُمَرَ اِذَا صَلَّى الْجُمُعَةَ بِمَكَّةَ تَقَدَّمَ فَصَلّٰى رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ يَتَقَدَّمُ فَيُصَلِّي
حضرت عطاؒ سے روایت ہے کہا کہ تھے ابن عمرؓ جس وقت نماز پڑھ چکتے جمعہ کی مکہ میں آگے بڑھتے پھر پڑھتے دو رکعتیں پھر آگے بڑھتے پھر پڑھتے
اَرْبَعًا وَاِذَا كَانَ بِالْمَدِيْنَةِ صَلَّى الْجُمُعَةَ ثُمَّ رَجَعَ اِلٰى بَيْتِهٖ فَصَلّٰى رَكْعَتَيْنِ وَلَمْ يُصَلِّ فِي الْمَسْجِدِ
چار رکعتیں جس وقت مدینہ میں ہوتے پڑھتے نماز جمعہ پھر پھرتے اپنے گھر کی طرف پھر پڑھتے دو رکعتیں اور مسجد میں نہ پڑھتے پھر کہا گیا ان
فَقِيْلَ لَهٗ فَقَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَفْعَلُهٗ رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ فِي رِوَايَةِ التِّرْمِذِيِّ قَالَ
کیلئے کہا تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ کرتے۔ روایت کیا اس کو ابو داؤد نے اور ترمذی کی ایک روایت میں ہے کہا دیکھا
رَاَيْتُ ابْنَ عُمَرَ صَلّٰى بَعْدَ الْجُمُعَةِ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ صَلّٰى بَعْدَ ذٰلِكَ اَرْبَعًا.
میں نے ابن عمرؓ کو پڑھتے جمعہ کے بعد دو رکعتیں پھر پڑھتے پیچھے اس کے چار رکعتیں۔

تشریح: حضرت ابن عمرؓ کا فرض پڑھ کر سنت پڑھنے کیلئے آگے بڑھ جانا بمنزلہ مسجد سے نکلنے کے تھا جیسا کہ حضرت امیر معاویہؓ کے ارشاد میں مذکور ہوا۔

علماء نے لکھا ہے کہ مکہ اور مدینہ کے معمول کے درمیان فرق غالباً اس لئے تھا کہ مدینہ میں حضرت ابن عمرؓ کا مکان مسجد کے قریب تھا اور مکہ میں چونکہ مسافر ہوتے تھے اور قیام گاہ حرم سے فاصلہ پر ہوتی تھی اس لئے مدینہ میں آپ کا معمول یہ ہوتا تھا کہ فرض پڑھ کر مکان پر تشریف لے جاتے تھے اور وہاں سنتیں پڑھتے تھے مگر مکہ میں مکان کے دور ہونے کی وجہ سے سنتیں بھی مسجد ہی میں پڑھ لیتے تھے مگر جگہ بدل کر دونوں نمازوں کے درمیان فرق کرتے رہتے تھے اور اس طرح آگے بڑھنے کو گھر کے قائم مقام کر لیتے تھے۔

مکہ اور مدینہ کے معمول کے درمیان دوسرا فرق یہ تھا کہ مکہ میں تو آپ جمعہ کے بعد چھ رکعت پڑھا کرتے تھے اور مدینہ میں دو ہی رکعت پڑھتے تھے چنانچہ مکہ میں اس زیادتی کی وجہ یہ تھی کہ حرم میں چونکہ نماز پڑھنے کا ثواب بہت زیادہ ہوتا ہے اس لئے وہاں زیادہ نماز پڑھتے تھے۔

چونکہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ کے نزدیک جمعہ کے بعد سنتیں چار رکعت ہیں اس لئے ملا علی قاریؒ نے حدیث کے الفاظ کہ حضرت ابن عمرؓ جمعہ کے بعد دو رکعت پڑھتے پھر اس کے بعد (آگے بڑھ کر) چار رکعت پڑھتے تھے کا مطلب یہ لکھا ہے کہ حضرت ابن عمرؓ پہلے جمعہ کے بعد

دو رکعتیں پڑھا کرتے تھے اس کے بعد انہوں نے چار رکعتیں پڑھنی شروع کر دیں یعنی ان دو رکعتوں میں جو ان کے نزدیک احادیث سے ثابت تھیں اور جنہیں آپ پہلے پڑھا کرتے تھے دو رکعتوں کا اور اضافہ کر دیا اس طرح بعد میں چار رکعت پڑھنے لگے۔

صاحبین یعنی حضرت امام ابو یوسفؒ اور حضرت امام محمدؒ کے نزدیک جمعہ کے بعد سنتیں چھ رکعتیں ہی ہیں یعنی وہ فرماتے ہیں کہ جمعہ کی فرض نماز پڑھ کر پہلے چار رکعت سنت پڑھی جائے پھر اس کے بعد دو رکعت سنت اور پڑھی جائے۔

بَابُ صَلٰوةِ اللَّيْلِ

رات کی نماز کا بیان

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ

محدثین کی اصطلاح میں صلوٰۃ اللیل تہجد کی نماز اور قیام اللیل تراویح کی نماز کو کہتے ہیں۔

عَنْ عَائِشَةَ رضی الله عنها قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي فِيمَا بَيْنَ اَنْ يَّفْرُغَ مِنْ

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم تھے نماز پڑھتے درمیان اسکے کہ فارغ ہوں نماز عشا سے فجر تک گیارہ رکعتیں

صَلٰوةِ الْعِشَآءِ اِلَى الْفَجْرِ اِحْدٰى عَشْرَةَ رَكْعَةً يُّسَلِّمُ مِنْ كُلِّ رَكْعَتَيْنِ وَيُوْتِرُ بِوَاحِدَةٍ فَيَسْجُدُ

ہر دو رکعت پر سلام پھیرتے اور وتر کرتے ایک رکعت کے ساتھ پھر کرتے سجدہ اس رکعت میں اس قدر کہ پڑھے

السَّجْدَةَ مِنْ ذَالِكَ قَدْرَ مَا يَقْرَاُ اَحَدُكُمْ خَمْسِيْنَ اٰيَةً قَبْلَ اَنْ يَّرْفَعَ رَاْسَهٗ فَاِذَا سَكَتَ الْمُؤَذِّنُ

ایک شخص پچاس آیتیں اس سے پہلے کہ اٹھاتے اپنا سر مبارک جب موذن چپ ہوتا فجر کی اذان سے اور فجر ظاہر ہوتی

مِنْ صَلٰوةِ الْفَجْرِ وَتَبَيَّنَ لَهُ الْفَجْرُ قَامَ فَرَكَعَ رَكْعَتَيْنِ خَفِيْفَتَيْنِ ثُمَّ اضْطَجَعَ عَلٰى شِقِّهِ الْاَيْمَنِ

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے کھڑے ہوتے پڑھتے دو رکعتیں ہلکی پھر لیٹتے اپنی داہنی کروٹ پر۔ یہاں تک کہ آتا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے

حَتّٰى يَاْتِيَهُ الْمُؤَذِّنُ لِلْاِقَامَةِ فَيَخْرُجُ. (صحيح البخاری و صحيح مسلم)

پاس اذان دینے والا تکبیر کیلئے نکلتے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کیلئے۔ بخاری اور مسلم کی روایت ہے۔

وَعَنْهَا قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا صَلّٰى رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ فَاِنْ كُنْتُ مُسْتَيْقِظَةً حَدَّثَنِيْ

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہا نبی صلی اللہ علیہ وسلم جس وقت پڑھ چکتے فجر کی سنتیں اگر میں جاگتی ہوتی بات کرتے مجھ سے

وَاِلَّا اضْطَجَعَ. (صحيح مسلم)

اور اگر میں سوتی ہوتی لیٹ رہتے روایت کیا اس کو مسلم نے۔

تشریح: وعنها قالتؓ الخ: ترجمہ ہے:

وَعَنْهَا قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا صَلّٰى رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ اِضْطَجَعَ عَلٰى شِقِّهِ

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہا تھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم جس وقت فجر کی سنتیں پڑھ لیتے تو داہنی

الْاَیْمَنِ. (صحیح البخاری و صحیح مسلم)
کروٹ پر لیٹتے۔

تشریح: حاصل حدیث کا یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم عشاء کی نماز سے فارغ ہونے کے بعد سے فجر تک گیارہ رکعتیں پڑھتے تھے۔ آٹھ رکعتیں تہجد کی اور تین وتروں کی نماز ہوتی تھی۔ جب فجر کی اذان ہوتی تو اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم دو رکعتیں سنتیں پڑھتے اور پھر لیٹ جاتے تھے۔

مسئلہ: اس میں اختلاف ہے کہ صبح کی سنتوں کے بعد لیٹ جانا "اضطجاع" کا کیا حکم ہے؟ احناف کے نزدیک قول فیصل یہ ہے کہ اس کو نہ بدعت کہنا صحیح ہے اور نہ سنت مؤکدہ لازم قرار دینا صحیح ہے بلکہ اگر نماز تہجد سے پیدا ہونے والی تھکان کو دور کرنے کیلئے اور صبح کی نماز میں نشاط حاصل کرنے کے لیے ایسا کرے تو یہ باعث اجر وثواب ہے اس کے علاوہ نہیں کرنا چاہیے اور نیز نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اضطجاع فرمانا دواماً نہیں ہوتا تھا بلکہ کبھی کبھار آپ صلی اللہ علیہ وسلم گھر چلے جاتے اپنی ازواج مطہرات سے بات چیت کر لیتے اور کبھی کچھ اور کبھی کچھ کر لیتے اور نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اضطجاع فی حجرہ میں ہوتا تھا نہ کہ مسجد میں اور نیز اس زمانے میں قوی مضبوط ہوتے تھے اب نہیں۔ الغرض آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایسا فرمانا کسی حکم تشریعی کی بناء پر نہیں تھا اور جو لوگ متہجدین ہیں وہ اس غرض کے لیے اضطجاع کریں تو یقیناً ثواب ملے گا۔ غیر متہجدین کے لیے اضطجاع صحیح نہیں ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

وَعَنْهَا قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ مِنَ اللَّيْلِ ثَلٰثَ عَشَرَةَ رَكْعَةً مِّنْهَا الْوِتْرُ
حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہا نبی صلی اللہ علیہ وسلم رات کی نماز تیرہ رکعتیں پڑھتے تھے۔ ان میں وتر بھی ہوتے
وَرَكْعَتَا الْفَجْرِ. (صحیح مسلم)
اور فجر کی دو سنتیں بھی۔ روایت کیا اس کو مسلم نے۔

تشریح: حضور صلی اللہ علیہ وسلم رات سے صبح تک تیرہ رکعت پڑھتے تھے۔ ترتیب: ۸ تہجد کی، تین وتر کی اور دو سنتیں فجر کی تو کل تیرہ ہو گئیں۔

عَنْ مَّسْرُوْقٍ رحمة الله عليه قَالَ سَاَلْتُ عَائِشَةَ رضي الله عنها عَنْ صَلٰوةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ
حضرت مسروقؒ سے روایت ہے کہا کہ میں نے عائشہؓ سے سوال کیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی رات کی نماز کے بارہ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِاللَّيْلِ فَقَالَتْ سَبْعٌ وَّتِسْعٌ وَّاِحْدٰى عَشَرَةَ رَكْعَةً سِوٰى رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ. (صحیح البخاری)
میں کہا کبھی سات، کبھی نو اور کبھی گیارہ رکعتیں فجر کی سنت کے سوا۔ روایت کیا اس کو بخاری نے۔

تشریح: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کبھی رات کو سات رکعت پڑھتے چار تہجد کی اور تین وتر کی اور کبھی نو رکعت پڑھتے تھے چھ تہجد کی اور تین وتر کی اور کبھی گیارہ پڑھتے تھے اور اکثر معمول گیارہ پڑھنے کا ہوتا تھا، ۸ تہجد اور تین وتر کی۔ تطبیق: مثلاً سفر میں ہوتے تو تہجد کی چار رکعت پر اکتفاء کر لیتے یا چھ پر اکتفاء کر لیتے اور جب مقیم ہوتے تو آٹھ تہجد کی پڑھ لیتے یا یوں کہو کہ جس موقعہ پر قرأت زیادہ کرنا چاہتے وہاں کم رکعتیں پڑھتے اور جس موقعہ پر قرأت کم کرنی ہوتی تھی اس موقع پر زیادہ رکعتیں پڑھتے تھے یا طبیعت میں نشاط ہوتا تو زیادہ پڑھ لیتے تھے اور اگر نشاط نہ ہوتا تو کم پڑھتے یا عذر ہوتا تو کم پڑھتے عذر نہ ہوتا تو زیادہ پڑھ لیتے۔ الغرض ان روایات کا تعارض ان توجیہات سے دور کیا جا سکتا ہے۔ باقی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا باتیں کرنا ہماری باتوں کی طرح نہیں ہوتا تھا بلکہ دین کی باتیں ہوتی تھیں، اپنی باتوں کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی باتوں پر قیاس نہیں کرنا چاہیے۔ نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اضطجاع ناقض للوضوء نہیں تھا کبھی اور اس پر عمل کرنا جائز نہیں۔

وَعَنْ عَائِشَةَ رضى الله عنها قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا قَامَ مِنَ اللَّيْلِ لِيُصَلِّيَ
حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہا کہ تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کھڑے ہوتے رات کو تاکہ نماز پڑھیں یعنی تہجد کی شروع کرتے
اِفْتَتَحَ صَلٰوتَهُ بِرَكْعَتَيْنِ خَفِيْفَتَيْنِ (صحيح مسلم).
اپنی نماز کو دو رکعتوں ہلکی کے ساتھ۔ روایت کیا اس کو مسلم نے۔

تشریح: قوله ركعتين خفيفتين 'رات کو اٹھنے کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دو رکعتیں مختصر پڑھتے تھے (کیونکہ فطرت انسانی یہ ہے کہ وہ تدریجی طور پر بلندی کی طرف جاتی ہے) تاکہ رفتہ رفتہ طبیعت لمبی نماز کی طرف مائل ہو جائے۔ تو جنھوں نے ان دو رکعتوں کو ملایا انہوں نے پندرہ کو ذکر کر دیا اور بعض احادیث میں سترہ کا ذکر ہے اس میں کوئی تعارض نہیں۔ دو رکعتیں وتروں کے بعد کی ملالی جائیں تو کل سترہ ہو جائیں گی۔ الغرض حالات کے مختلف ہونے کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم مختلف تعداد کی رکعتیں پڑھتے تھے کوئی رات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نوافل سے خالی نہیں ہوتی تھی۔

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا قَامَ أَحَدُكُمْ مِنَ اللَّيْلِ فَلْيَفْتَتِحِ
حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس وقت کھڑا ہو ایک تمہارا نیند سے رات کو چاہیے
الصَّلٰوةَ بِرَكْعَتَيْنِ خَفِيْفَتَيْنِ.
کہ شروع کرے نماز کو ہلکی سی دو رکعتوں کے ساتھ۔ روایت کیا اس کو مسلم نے۔

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ قَالَ بِتُّ عِنْدَ خَالَتِيْ مَيْمُوْنَةَ لَيْلَةً وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِنْدَهَا فَتَحَدَّثَ
حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہا کہ میں نے رات گزاری اپنی خالہ میمونہؓ کے پاس ایک رات اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس تھے۔
رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَعَ أَهْلِهٖ سَاعَةً ثُمَّ رَقَدَ فَلَمَّا كَانَ ثُلُثُ اللَّيْلِ الْاٰخِرِ أَوْ بَعْضُهُ قَعَدَ
پس باتیں کیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اہل کے ساتھ تھوڑی دیر پھر سو رہے جب رات کا آخر ثلث رہ گیا یا کچھ اس میں اٹھ بیٹھے پس
فَنَظَرَ إِلَى السَّمَآءِ فَقَرَأَ إِنَّ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَاخْتِلَافِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ لَاٰيٰتٍ لِّأُوْلِي
دیکھا آسمان کی طرف یہ آیت پڑھی تحقیق بیچ پیدا کرنے آسمانوں اور زمین کے اور رات اور دن کے اختلاف میں البتہ نشانیاں ہیں۔ عقلمندوں کیلئے
الْأَلْبَابِ حَتّٰى خَتَمَ السُّوْرَةَ ثُمَّ قَامَ إِلَى الْقِرْبَةِ فَأَطْلَقَ شِنَاقَهَا ثُمَّ صَبَّ فِي الْجَفْنَةِ ثُمَّ تَوَضَّأَ وُضُوْءً
یہاں تک کہ ختم کیا سورہ کو پھر مشک کی طرف کھڑے ہوئے اس کا بند کھولا پھر پیالہ میں پانی ڈالا پھر وضو کیا اچھا درمیان دو وضوؤں کے نہ زیادہ کیا پانی
حَسَنًا بَيْنَ الْوُضُوْئَيْنِ لَمْ يُكْثِرْ وَقَدْ أَبْلَغَ فَقَامَ فَصَلّٰى فَقُمْتُ وَتَوَضَّأْتُ فَقُمْتُ عَنْ يَّسَارِهٖ فَأَخَذَ
کے استعمال کو اور تحقیق پہنچایا پانی پھر کھڑے ہوئے نماز پڑھی اور کھڑا ہوا میں اور وضو کیا میں نے پھر کھڑا ہوا میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بائیں
بِأُذُنِيْ فَأَدَارَنِيْ عَنْ يَّمِيْنِهٖ فَتَتَامَّتْ صَلٰوتُهٗ ثَلٰثَ عَشْرَةَ رَكْعَةً ثُمَّ اضْطَجَعَ فَنَامَ حَتّٰى نَفَخَ وَكَانَ إِذَا
طرف پس پکڑا میرا کان پھر پھیرا مجھ کو بائیں طرف اپنے۔ پوری ہوئی نماز حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تیرہ رکعت پھر لیٹ رہے اور سوئے یہاں تک
نَامَ نَفَخَ فَاٰذَنَهٗ بِلَالٌ بِالصَّلٰوةِ فَصَلّٰى وَلَمْ يَتَوَضَّأْ وَكَانَ فِيْ دُعَآئِهِ اللّٰهُمَّ اجْعَلْ فِيْ قَلْبِيْ نُوْرًا وَّفِيْ
کہ خراٹے لئے اور تھے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم جس وقت کہ سوتے خراٹے لیتے آگاہ کیا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بلال نے نماز کیلئے۔ نماز پڑھائی

بَصَرِیْ نُوْرًا وَّفِیْ سَمْعِیْ نُوْرًا وَّعَنْ یَّمِیْنِیْ نُوْرًا وَّعَنْ یَّسَارِیْ نُوْرًا وَّفَوْقِیْ نُوْرًا وَّتَحْتِیْ نُوْرًا

اور نہ وضو کیا اور تھے بیچ دعا آپ کی کے یہ الفاظ یاالٰہی کر میرے دل میں نور اور میری آنکھوں میں نور اور میرے کانوں میں نور اور میرے داہنے نور اور

وَّاَمَامِیْ نُوْرًا وَّخَلْفِیْ نُوْرًا وَّاجْعَلْ لِّیْ نُوْرًا وَّزَادَ بَعْضُهُمْ وَفِیْ لِسَانِیْ نُوْرًا وَّذَكَرَ وَعَصَبِیْ وَلَحْمِیْ

میرے بائیں نور میرے اوپر نور اور میرے نیچے نور اور میرے آگے نور اور میرے پیچھے نور اور کر میرے لئے نور بعض راویوں نے زیادہ کیا پیدا کر

وَدَمِیْ وَشَعْرِیْ وَبَشَرِیْ مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ وَفِیْ رِوَایَةٍ لَّهُمَا وَاجْعَلْ فِیْ نَفْسِیْ نُوْرًا وَّاَعْظِمْ لِیْ نُوْرًا وَّفِیْ

میری زبان میں نور اور ذکر کیا بعض نے کر پٹھے میرے میں گوشت میرے میں اور میرے خون میں اور میرے بالوں میں اور میرے چمڑے میں نور

اُخْرٰی لِمُسْلِمٍ اَللّٰهُمَّ اَعْطِنِیْ نُوْرًا.

(متفق علیہ) ان دونوں کی ایک روایت میں ہے میری جان میں نور اور بڑا کر میرے لئے نور۔ مسلم کی ایک روایت ہے یاالٰہی دے مجھ کو نور۔

تشریح: : نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا آسمان کی طرف دیکھنا اس لیے تھا کہ آسمان میں غور وفکر کریں۔ جس پر اگلی آیت دال ہے۔ اس حدیث کے اندر جو دعا مذکور ہے اس کے بارے میں علامہ شہاب الدین سہروردی نے فرمایا جس نے اس دعا پر مداومت کی اللہ کی اس میں خصوصی برکات محسوس ہوں گی۔ باقی اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بے وضو ہونے کی صورت میں قرآن کی تلاوت جائز ہے لیکن ہاتھ لگانا جائز نہیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت شان کی وجہ سے بائیں جانب کھڑے ہوئے لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو پکڑ کر دائیں جانب کھڑا کیا اس سے معلوم ہوا کہ مقتدی ایک ہو تو اس کو امام کے دائیں جانب کھڑا ہونا چاہیے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ رات کو ان آیات کی تلاوت کرنا مستحب ہے۔ نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نیند میں خراٹے لینا قوت کی وجہ سے ہوتا تھا نہ کہ دل کے غافل ہونے کی وجہ سے۔ نیز اس حدیث سے معلوم ہوا کہ صلوٰۃ التہجد ثلث اللیل الاخیر میں پڑھنا افضل ہے۔

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ اَنَّهٗ رَقَدَ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَاسْتَیْقَظَ وَتَسَوَّكَ وَتَوَضَّأَ وَهُوَ

ابنؓ سے روایت ہے تحقیق وہ سویا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پس آپ جاگے اور مسواک کی اور وضو کیا اور آپ پڑھتے تھے

یَقُوْلُ اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ حَتّٰی خَتَمَ السُّوْرَةَ ثُمَّ قَامَ فَصَلّٰی رَكْعَتَیْنِ اَطَالَ فِیْهِمَا الْقِیَامَ

یہ آیت تحقیق آسمانوں کے پیدا کرنے میں اور زمین کے پیدا کرنے میں۔ یہاں تک کہ ختم کی سورۃ پھر کھڑے ہوئے نماز پڑھی دو رکعت

وَالرُّكُوْعَ وَالسُّجُوْدَ ثُمَّ انْصَرَفَ فَنَامَ حَتّٰی نَفَخَ ثُمَّ فَعَلَ ذٰلِكَ ثَلٰثَ مَرَّاتٍ سِتَّ رَكَعَاتٍ كُلَّ

لمبا کیا اس میں قیام اور رکوع کرنا اور سجدہ کرنا پھر پھرے اور سوئے یہاں تک کہ خراٹے لئے پھر کیا یہ فعل تین بار چھ رکعتوں میں

ذٰلِكَ یَسْتَاكُ وَیَتَوَضَّأُ وَیَقْرَأُ هٰؤُلَاءِ الْاٰیَاتِ ثُمَّ اَوْتَرَ بِثَلَاثٍ. (صحیح مسلم)

ہر بار ان تین بار سے مسواک بھی کرتے اور وضو بھی کرتے اور یہ آیت بھی پڑھتے اور تین رکعت وتر پڑھتے۔ روایت کیا اس کو مسلم نے۔

تشریح: قوله انه رقد: اس میں ہے کہ وضو کے بعد تلاوت کی اور پہلی حدیث میں ہے کہ وضو سے پہلے تلاوت کی تو معلوم ہوا کہ واقعات مختلف ہیں۔ یہ واقعہ اور ہے اور وہ واقعہ اور ہے کیونکہ رکعتوں کی تعداد مختلف ہے یعنی چھ رکعت دوبارہ پڑھیں ہر مرتبہ مسواک اور وضو۔ کیا قوله ثم اوتر بثلاث . معلوم ہوا کہ وتر کی تین رکعتیں ہیں اور تین بھی موصولہ ہیں اور سلام واحد کے ساتھ ہیں نہ کہ دو سلاموں کے ساتھ۔ یہ احناف کی دلیل ہے۔

وَعَنْ زَيْدِبْنِ خَالِدِ الْجُهَنِيِّ اَنَّهُ قَالَ لَارْمُقَنَّ صَلٰوةَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اللَّيْلَةَ فَصَلّٰى

زید بن خالد جہنیؓ سے روایت ہے اس نے کہا تحقیق میں دیکھتا رہوں گا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کو آج کی رات پڑھیں ہلکی سی

رَكْعَتَيْنِ خَفِيْفَتَيْنِ ثُمَّ صَلّٰى رَكْعَتَيْنِ طَوِيْلَتَيْنِ طَوِيْلَتَيْنِ طَوِيْلَتَيْنِ ثُمَّ صَلّٰى رَكْعَتَيْنِ وَهُمَا دُوْنَ

دو رکعتیں پھر پڑھیں دو رکعتیں لمبی سے لمبی، لمبی سے لمبی پڑھیں دو رکعتیں اور یہ دو کم تھیں ان دو رکعتوں سے کہ پہلے ان سے تھیں

اللَّتَيْنِ قَبْلَهُمَا ثُمَّ صَلّٰى رَكْعَتَيْنِ وَهُمَا دُوْنَ اللَّتَيْنِ قَبْلَهُمَا ثُمَّ صَلّٰى رَكْعَتَيْنِ وَهُمَا دُوْنَ اللَّتَيْنِ

پھر پڑھیں دو رکعتیں اور یہ دو کم تھیں ان دو سے کہ پہلے ان سے تھیں پھر پڑھیں دو رکعتیں اور یہ دونوں کم تھیں ان دونوں سے کہ پہلے

قَبْلَهُمَا ثُمَّ اَوْتَرَ فَذٰلِكَ ثَلٰثَ عَشْرَةَ رَكْعَةً رَوَاهُ مُسْلِمٌ قَوْلُهُ ثُمَّ صَلّٰى رَكْعَتَيْنِ وَهُمَا دُوْنَ اللَّتَيْنِ

ان سے تھیں پھر وتر پڑھے۔ یہ تیرہ رکعتیں ہوئیں۔ روایت کیا اس کو مسلم نے زید کا قول پھر پڑھیں دو رکعتیں

قَبْلَهُمَا اَرْبَعَ مَرَّاتٍ هٰكَذَا فِيْ صَحِيْحِ مُسْلِمٍ وَاَفْرَادِهِ مِنْ كِتَابِ الْحُمَيْدِيِّ وَمُوَطَّا مَالِكٍ وَسُنَنِ

اور وہ دونوں کم تھیں ان سے کہ پہلے پڑھیں چار بار۔ اس طرح سے صحیح مسلم میں ہے اور افراد مسلم میں کتاب حمیدی سے اور کتاب موطا امام

اَبِیْ دَاوٗدَ وَجَامِعِ الْاَصُوْلِ.

مالک کی میں اور سنن ابوداؤد میں اور جامع الاصول میں۔

تشریح: صلوٰۃ اللیل کی رکعتین خفیفتین میں سے پہلی دو یہ تحیۃ المسجد کی تھیں وھما دون اللتین قبلھما :یعنی ہر آنے والی رکعتیں پہلی دو رکعتوں سے خفیفہ ہوتی تھیں تو کل ۱۳ رکعتیں ہوئیں۔ صاحب مصابیح پر اعتراض، صاحب مصابیح کو چاہیے تھا کہ ثم صلی رکعتیں کے الفاظ چار مرتبہ ذکر کرتے۔ سوال: وھما دون اللتین کا لفظ چار مرتبہ ہے تو اس صورت میں کل پندرہ رکعتیں ہو جائیں گی؟
شوافع کہیں گے کہ وتر کی ایک رکعت تھی لہٰذا تیرہ ہوئیں کیونکہ دو رکعت ابتداء پھر آٹھ تہجد کی پھر دو رکعت آخر میں اور ایک وتر کی تو کل تیرہ ہوگئیں۔ احناف کہیں گے رکعتیں خفیفتین کو ذکر نہیں کیا انہیں شمار کرو تو پندرہ بن جاتی ہیں تو جب تحیۃ المسجد کی دو رکعتیں شمار نہیں کریں گے تو ہر حال میں تیرہ ہی وتر بنتے ہیں۔

وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ لَمَّا بَدَّنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَثَقُلَ كَانَ اَكْثَرُ صلاته جالس. (متفق علیه)

عائشہؓ سے روایت ہے کہا جب بڑی ہوگئی عمر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اور بدن بھاری ہوا بڑھاپے کے سبب سے کہ تھی اکثر نماز نفل حرت کی بیٹھ کر بخاری اور مسلم کی روایت ہے۔

تشریح: حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اخیری زندگی میں بیٹھ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھتے تھے نوجوان ساتھیوں کو بیٹھ کر نماز نہیں پڑھنی چاہیے ورنہ سستی درستی ہوتی چلی جائے گی۔ مطلب یہ ہے کہ عادت نہیں بنانی چاہیے۔

وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ لَقَدْ عَرَفْتُ النَّظَائِرَ الَّتِیْ كَانَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرِنُ

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہا کہ تحقیق جانتا ہوں میں ان سورتوں کو کہ آپس میں ایک مانند دوسرے کے ہے کہ تھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم

بَيْنَهُنَّ فَذَكَرَ عِشْرِيْنَ سُوْرَةً مِّنْ اَوَّلِ الْمُفَصَّلِ عَلٰى تَالِيْفِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ سُوْرَتَيْنِ فِیْ رَكْعَةٍ اٰخِرُهُنَّ

جمع کرتے درمیان ان کے ذکر کی بیس سورتیں اول مفصل میں سے موافق جمع کرنے ابن مسعودؓ کے دو سورتیں ایک رکعت میں۔

حٰمٓ الدُّخَانِ وَعَمَّ يَتَسَآءَلُوْنَ. (صحیح البخاری و صحیح مسلم)

آخر ان دو سورتوں کی حم الدخان اور عم یتساءلون تھیں۔ روایت کیا اس کو بخاری اور مسلم نے۔

تشریح: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سورتوں کی ترتیب اجتہادی ہے یہی وجہ ہے کہ مصحف عبداللہ بن مسعود کی سورتوں کی ترتیب اور ہے اور مصحف عثمانی میں سورتوں کی ترتیب اور ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جو پڑھتے تھے وہ مصحف عبداللہ بن مسعود کی ترتیب کے مطابق پڑھتے تھے۔ تو اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ایک رکعت کے اندر متعدد سورتیں بھی پڑھنی جائز ہیں۔ (جمع السور فی رکعۃ واحدۃ جائز ہے) اس حدیث پر اشکال ہے بظاہر آخر حدیث میں راوی کہتا ہے کہ اخیری رکعت میں حٰم دخان اور عم یتساء لون ہوتی تھی اور شروع حدیث میں ہے کہ مماثلت ہوتی تھی اور عم یتساء لون اور حٰم دخان میں تو مماثلت نہیں ہے؟ جواب: مطلب یہ ہے کہ اخیری سورتیں کہ جن کو اپنے مماثل کیساتھ ملاتے تھے وہ یہ تھیں حٰم الدخان اور عم یتساء لون پہلی کو اپنے مماثل کے ساتھ ملاتے اور عم یتساء لون کو اپنے مماثل کے ساتھ ملاتے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِی

عَنْ حُذَيْفَةَ اَنَّهُ رَأَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي مِنَ اللَّيْلِ فَكَانَ يَقُوْلُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ ثَلَاثًا

حضرت حذیفہؓ سے روایت ہے تحقیق دیکھا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو رات کو نماز پڑھتے تھے فرماتے اللہ اکبر تین بار

ذُوالْمَلَكُوْتِ وَالْجَبَرُوْتِ وَالْكِبْرِيَاءِ وَالْعَظَمَةِ ثُمَّ اسْتَفْتَحَ فَقَرَأَ الْبَقَرَةَ ثُمَّ رَكَعَ فَكَانَ رُكُوْعُهُ نَحْوًا

اور کہتے صاحب ملک کا اور غلبہ کا اور بڑائی کا اور بزرگی کا پھر سبحانک اللھم پڑھتے پھر پڑھتے سورہ بقرہ پھر رکوع کیا پھر تھا

مِنْ قِيَامِهِ فَكَانَ يَقُوْلُ فِي رُكُوْعِهِ سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيْمِ ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوْعِ فَكَانَ قِيَامُهُ نَحْوًا

ان کے رکوع کا اندازہ ان کے قیام کا پس کہتے اپنے رکوع میں پاک ہے میرا رب بڑا پھر سر اٹھایا اپنا رکوع سے پھر تھا کھڑا رہنا

مِنْ رُكُوْعِهِ يَقُوْلُ لِرَبِّيَ الْحَمْدُ ثُمَّ سَجَدَ فَكَانَ سُجُوْدُهُ نَحْوًا مِّنْ قِيَامِهِ فَكَانَ يَقُوْلُ فِي سُجُوْدِهِ

ان کا رکوع کے قریب کہتے میرے رب ہی کیلئے سب تعریف ہے پھر سجدہ کیا سجدہ کی مقدار تھی ان کے قریب قومہ

سُبْحَانَ رَبِّيَ الْاَعْلٰى ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ السُّجُوْدِ وَكَانَ يَقْعُدُ فِيْمَا بَيْنَ السَّجْدَتَيْنِ نَحْوًا مِّنْ

ان کے پس تھے کہتے سجدے اپنے میں پاک ہے۔ میرا رب بلند۔ پھر اٹھایا اپنا سر سجدہ سے اور تھے کہتے

سُجُوْدِهِ وَكَانَ يَقُوْلُ رَبِّ اغْفِرْلِي رَبِّ اغْفِرْلِي فَصَلّٰى اَرْبَعَ رَكَعَاتٍ قَرَأَ فِيْهِنَّ الْبَقَرَةَ وَاٰلِ عِمْرَانَ

اے میرے رب بخش میرے لئے پس پڑھیں چار رکعتیں۔ ان میں پڑھا بقرہ اور آل عمران اور نساء اور مائدہ

وَالنِّسَآءَ وَالْمَائِدَةَ اَوِالْاَنْعَامَ شَكَّ شُعْبَةُ. (رواہ ابوداؤد)

یا انعام شعبہ نے شک کیا جو حدیث کا راوی ہے۔ روایت کیا اس کو ابوداؤد نے۔

تشریح: اس حدیث سے ظاہر یہی ہے کہ سورۃ البقرہ کی پوری سورت تلاوت کی رکوع بھی بہت زیادہ لمبا تھا اور قومہ بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سجدہ آپ کے قومہ کے قریب تھا۔ یعنی چار رکعتوں کے اندر سوا چھ پاروں کی تلاوت کی۔

وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَامَ بِعَشْرِ اٰيَاتٍ لَّمْ

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاصؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو دس آیتوں کے برابر قیام کرے نہیں لکھا جاتا غافلین سے اور جو قیام کرے سو آیت کے لکھا جاتا ہے

يُكْتَبْ مِنَ الْغَافِلِيْنَ وَمَنْ قَامَ بِمِائَةِ اٰيَةٍ كُتِبَ مِنَ الْقَانِتِيْنَ وَمَنْ قَامَ بِاَلْفِ اٰيَةٍ كُتِبَ مِنَ الْمُقَنْطِرِيْنَ. (رواہ ابوداؤد)

فرمانبرداری کرنے والوں سے اور جو کوئی قیام کرے ہزار آیتوں کے ساتھ لکھا جاتا ہے بہت ثواب لینے والوں سے روایت کیا اس کو ابوداؤد نے۔

تشریح: من المقنطرین بہت زیادہ اجر وثواب حاصل کرنے والوں میں سے شمار ہوگا۔

وَعَنْ اَبِی هُرَيْرَةَ قَالَ كَانَتْ قِرَاءَةُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِاللَّيْلِ يَرْفَعُ طَوْرًا وَيَخْفِضُ طَوْرًا. (رواه ابوداؤد)
حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا رات کو نماز پڑھنا مختلف تھا کبھی بلند کبھی پست روایت کیا اس کو ابو داؤد نے۔

تشریح: حاصل حدیث:۔ اگر کوئی پاس سویا ہوا ہوتا تو آہستہ پڑھتے اگر نہیں تو آواز سے پڑھتے تھے۔

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كَانَتْ قِرَآءَةُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى قَدْرِ مَا يَسْمَعُهُ مَنْ فِي
حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہا کہ تھا پڑھنا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا مقدار اس چیز کے کہ سنتا اس کو وہ شخص کہ ہوتا صحن میں
الْحُجْرَةِ وَهُوَ فِي الْبَيْتِ. (رواه ابوداؤد)
اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہوتے حجرے میں روایت کیا اس کو ابوداؤد نے۔

تشریح: من فی الحجرة سے مراد صحن ہے اگر وہاں کوئی موجود ہوتو وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز کو سن لے اتنی مقدار آواز اونچی ہوتی۔

وَعَنْ اَبِي قَتَادَةَ قَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ لَيْلَةً فَاِذَا هُوَ بِاَبِي بَكْرٍ يُصَلِّي
حضرت ابو قتادہؓ سے روایت ہے کہا کہ تحقیق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نکلے ایک رات اچانک ابوبکرؓ کے پاس سے گزرے
وَيَخْفِضُ مِنْ صَوْتِهٖ وَمَرَّ بِعُمَرَ وَهُوَ يُصَلِّي رَافِعًا صَوْتَهٗ قَالَ فَلَمَّا اجْتَمَعَا عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ
اور وہ نماز پڑھتا تھا پست آواز کے ساتھ اور عمرؓ کے پاس سے گزرے اور وہ نماز پڑھتا تھا بلند آواز کے ساتھ کہا ابو قتادہؓ نے
وَسَلَّمَ قَالَ يَا اَبَا بَكْرٍ مَرَرْتُ بِكَ وَاَنْتَ تُصَلِّي تَخْفِضُ صَوْتَكَ قَالَ قَدْ اَسْمَعْتُ مَنْ نَاجَيْتُ يَا
جب دونوں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جمع ہوئے فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے گزرا میں تجھ پر اے ابوبکرؓ اور تو نماز پڑھتا تھا
رَسُوْلَ اللّٰهِ وَقَالَ لِعُمَرَ مَرَرْتُ بِكَ وَاَنْتَ تُصَلِّي رَافِعًا صَوْتَكَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اُوْقِظُ الْوَسْنَانَ
اپنی آواز کو پست کئے ہوئے کہا ابوبکرؓ نے میں سناتا تھا اس ذات کو جس سے مناجات کرتا تھا اور عمر کو کہا گزرا میں تجھ پر اور تو نماز پڑھتا تھا بلند آواز
وَاَطْرُدُ الشَّيْطَانَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا اَبَا بَكْرٍ اِرْفَعْ مِنْ صَوْتِكَ شَيْئًا وَقَالَ لِعُمَرَ
سے کہا عمرؓ نے اے خدا کے رسول میں جگاتا تھا سوئے ہوؤں کو اور شیطان کو ہانکتا تھا فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بلند کر اے ابوبکرؓ اپنی آواز کچھ
اِخْفِضْ مِنْ صَوْتِكَ شَيْئًا. (رواه ابوداؤد وروى الترمذى نحوه)
اور فرمایا عمرؓ کو پست کر اپنی آواز کو کچھ۔ روایت کیا اس کو ابوداؤد نے اور روایت کی ترمذی نے اس کی مانند۔

تشریح: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ دونوں کو اعتدال کی تعلیم دی۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فرمایا کہ اپنی آواز کو کچھ بلند کرو صرف مناجات الہیہ میں نہ لگے رہو لوگوں کی بھی نفع رسانی کرو اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فرمایا تم اپنی آواز کو ذرا پست کرو اور اعداء اللہ کی سرکوبی میں نہ لگے رہو کچھ مناجات مع اللہ کا درجہ بھی حاصل کرو۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ منتظمین کو گشت کرنا چاہیے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ رعایا کو اچھی حالت میں رہنا چاہیے۔

وَعَنْ اَبِي ذَرٍّ قَالَ قَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى اَصْبَحَ بِاٰيَةٍ وَالْاٰيَةُ اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ
حضرت ابوذرؓ سے روایت ہے کہ قیام کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح تک ایک آیت کے ساتھ اور آیت یہ تھی اگر عذاب کرے تو ان کو پس

عِبَادُکَ وَاِنْ تَغْفِرْلَهُمْ فَاِنَّکَ اَنْتَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ. (رواہ النسائی و ابن ماجة)

تحقیق وہ تیرے بندے ہیں اور اگر بخش تو تو غالب حکمت والا ہے۔ روایت کیا اس کو نسائی اور ابن ماجہ نے۔

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا صَلّٰی اَحَدُکُمْ رَکْعَتَیِ الْفَجْرِ

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب پڑھ لے ایک تمہارا دو رکعت

فَلْیَضْطَجِعْ عَلٰی یَمِیْنِهٖ. (رواہ الترمذی و ابوداؤد)

فجر کی سنت سے چاہئے کہ لیٹ رہے داہنے کروٹ اپنے پر۔ روایت کیا اس کو ترمذی اور ابوداؤد نے۔

تشریح: یہ فجر کی سنتوں کے بعد اضطجاع کا حکم صحابہ کو دیا جن کی عادت تہجد پڑھنے کی تھی' تھکان وغیرہ کو دور کرنے کے لیے اور نماز فجر میں نشاط پیدا کرنے کیلئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس طرح کرنے کا حکم دیا۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ

عَنْ مَّسْرُوْقٍ رحمة الله علیه قَالَ سَاَلْتُ عَائِشَةَ اَیُّ الْعَمَلِ کَانَ اَحَبَّ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ

حضرت مسروقؒ سے روایت ہے کہا کہ پوچھا میں نے حضرت عائشہؓ سے کون سا عمل محبوب تھا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کہا عمل کرنا ہمیشہ کا میں نے کہا

عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَتِ الدَّائِمُ قُلْتُ فَاَیَّ حِیْنٍ کَانَ یَقُوْمُ مِنَ اللَّیْلِ قَالَتْ کَانَ یَقُوْمُ اِذَا سَمِعَ الصَّارِخَ. (صحیح البخاری و صحیح مسلم)

کس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم رات کو تہجد کیلئے کھڑے ہوتے تھے فرمایا عائشہؓ نے کھڑے ہوتے تھے جب سنتے مرغ کی آواز۔ بخاری اور مسلم کی روایت ہے۔

تشریح: صارخ مرغ کی آواز' مطلب یہ ہے کہ رات کے آخر میں جس وقت مرغ اذان دیتے ہیں اس وقت عبادت کرنا اللہ کو محبوب ہے۔ یہ مرغ کی اذان اس وقت ہوتی ہے جب تہجد کا وقت ہوتا ہے لیکن اب مرغ اذان نہیں دیتے (اس وقت میں) جیسے انسان ویسے ہی جانور ہو گئے اللہ نے مرغ کے دل میں ڈال دیا ہے کہ یہ لوگ تہجد نہیں پڑھیں گے اس لیے اس وقت میں مرغ اذان نہیں دیتے بلکہ دیر سے دیتے ہیں۔

وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ مَاکُنَّا نَشَآءُ اَنْ نَّرٰی رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِی اللَّیْلِ مُصَلِّیًا اِلَّا رَاَیْنَاهُ

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہا کہ نہ تھے ہم چاہیں یہ کہ دیکھیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو رات میں نماز پڑھتے مگر کہ دیکھتے

وَلَا نَشَآءُ اَنْ نَّرَاهُ نَائِمًا اِلَّا رَاَیْنَاهُ. (رواہ النسائی)

ان کو اور نہ چاہیں ہم یہ کہ دیکھیں ان کو سوتے دیکھتے ہم ان کو سوتے۔ روایت کیا اسکو نسائی نے۔

تشریح: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم رات میں عبادت بھی کرتے تھے اور سوتے بھی تھے۔ معلوم ہوا کہ رات کی عبادت میں اعتدال تھا۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں۔ ایسا بھی نہیں دیکھا کہ پوری رات سوتے ہوں اور ایسے بھی نہیں دیکھا پوری رات عبادت کرتے ہوں بلکہ اعتدال تھا۔ دونوں چیزیں تھیں۔ آرام بھی تھا اور عبادت بھی تھا۔

وَعَنْ حُمَیْدِ بْنِ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ قَالَ اِنَّ رَجُلًا مِّنْ اَصْحَابِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

حضرت حمید بن عبدالرحمان بن عوفؓ سے روایت ہے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے ایک شخص نے کہا تھا میں اس حال میں کہ میں سفر میں

قُلْتُ وَاَنَا فِیْ سَفَرٍ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَاللّٰهِ لَاَرْقُبَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ

تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا تھا میں اس حالت میں کہ میں سفر میں تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اللہ کی قسم البتہ دیکھوں میں پیغمبر خدا

وَسَلَّمَ لِلصَّلاۃِ حَتّٰی اَرٰی فِعْلَهٗ فَلَمَّا صَلَّی صَلَاۃَ الْعِشَآءِ وَهِیَ الْعَتَمَۃُ اِضْطَجَعَ هَوِیًّا مِنَ اللَّیْلِ ثُمَّ

صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز کے وقت تا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فعل دیکھوں جب حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عشا کی نماز پڑھی اور اس کو عتمہ کہتے ہیں لیٹ

اسْتَیْقَظَ فَنَظَرَ فِی الْاُفُقِ فَقَالَ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا حَتّٰی بَلَغَ اِلٰی اِنَّکَ لَا تُخْلِفُ الْمِیْعَادَ ثُمَّ

رہے دیر تک رات سے پھر جاگے آسمان کی طرف نظر کی پھر پڑھی یہ آیت اے رب میرے نہیں پیدا کیا تو نے یہ بے فائدہ یہاں تک کہ آخر آیت تک

اَهْوٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِلٰی فِرَاشِهٖ فَاسْتَلَّ مِنْهُ سِوَاکًا ثُمَّ اَفْرَغَ فِی قَدَحٍ مِّنْ اِدَاوَۃٍ

پہنچے کہ وہ یہ ہے تحقیق تو نہیں خلاف کرتا وعدے کے پھر قصد کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بچھونے کی طرف پس نکالی اس سے مسواک

عِنْدَهٗ مَآءً فَاسْتَنَّ ثُمَّ قَامَ فَصَلّٰی حَتّٰی قُلْتُ قَدْ صَلّٰی قَدْرَ مَا نَامَ ثُمَّ اضْطَجَعَ حَتّٰی قُلْتُ قَدْ نَامَ قَدْرَ مَا

پھر ڈالا پانی پیالہ میں چھاگل میں سے کہ نزدیک ان کے تھی پس مسواک کی پھر کھڑے ہوئے پس نماز پڑھی یہاں تک کہ کہا میں نے تحقیق نماز پڑھی

صَلّٰی ثُمَّ اسْتَیْقَظَ فَفَعَلَ کَمَا فَعَلَ اَوَّلَ مَرَّۃٍ وَّقَالَ مِثْلَ مَا قَالَ فَفَعَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ

اندازے کے موافق اس چیز کے کہ سوئے پھر لیٹ رہے۔ یہاں تک کہ میں نے کہا کہ سوئے موافق اندازے اس چیز کے کہ نماز پڑھی پھر جاگے پھر کیا

ثَلَاثَ مَرَّاتٍ قَبْلَ الْفَجْرِ. (رواہ النسائی)

جیسا کہ پہلی بار اور کہا مانند اس چیز کے کہ کہا پس کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین بار فجر سے پہلے۔ (روایت کیا اس کو نسائی نے)

تشریح: اس حدیث میں یہ نہیں بتلایا کہ کتنی کتنی رکعتیں پڑھیں۔ یہ بھی ممکن ہے کہ دو رکعت ہی پڑھی ہوں اور یہ بھی ممکن ہے کہ دو سے زائد بھی پڑھی ہوں۔

وَعَنْ یَعْلَی بْنِ مُمَلَّکٍ اَنَّهٗ سَاَلَ اُمَّ سَلَمَۃَ زَوْجَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَنْ قِرَاءَۃِ النَّبِیِّ صَلَّی

حضرت یعلیٰ بن مملک سے روایت ہے کہ اس نے ام سلمہؓ سے پوچھا کہ بیوی ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قرأۃ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں

اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَصَلَاتِهٖ فَقَالَتْ وَمَا لَکُمْ وَصَلَاتَهٗ کَانَ یُصَلِّیْ ثُمَّ یَنَامُ قَدْرَ مَا صَلّٰی ثُمَّ یُصَلِّیْ قَدْرَ

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کے بارے میں ام سلمہؓ نے کہا تمہارے لئے کیا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کے ساتھ تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم

مَا نَامَ ثُمَّ یَنَامُ قَدْرَ مَا صَلّٰی ثُمَّ یُصَلِّیْ قَدْرَ مَا نَامَ ثُمَّ یَنَامُ قَدْرَ مَا صَلّٰی حَتّٰی یُصْبِحَ ثُمَّ نَعَتَتْ قِرَاءَتَهٗ

نماز پڑھتے پھر سو جاتے موافق اندازے اس چیز کے کہ نماز پڑھتے پھر نماز پڑھتے اندازہ اس کا کہ سو رہتے پھر سو جاتے اندازہ اس کا کہ نماز پڑھتے یہاں

فَاِذَا هِیَ تَنْعَتُ قِرَاءَۃً مُّفَسَّرَۃً حَرْفًا حَرْفًا. (رواہ ابوداؤد والترمذی والنسائی)

تک کہ صبح ہوتی پھر بیان کی ام سلمہؓ نے حضرت کی قرأۃ پس ناگہاں وہ بیان کرتی تھیں خوب واضح حرف حرف جدا جدا۔ روایت کیا اس کو ابوداؤد نے اور ترمذی نے

تشریح: فاذا ھی الخ: یعنی اس طرح بیان کر رہی تھی کہ آپس میں خلط ملط نہیں کر رہی تھیں، بالکل صاف صاف بیان کر رہی تھیں۔

بَابُ مَا يَقُوْلُ اِذَا قَامَ مِنَ اللَّيْلِ

رات کی نماز میں پڑھنے کا بیان

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا قَامَ مِنَ اللَّيْلِ يَتَهَجَّدُ قَالَ اللّٰهُمَّ لَكَ

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہا تھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوتے رات کو کہ تہجد پڑھیں کہتے یا الٰہی تیرے ہی لئے سب تعریف ہے تو ہی قائم رکھنے والا ہے زمین اور آسمان کو اور ان

الْحَمْدُ اَنْتَ قَيِّمُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَنْ فِيْهِنَّ وَلَكَ الْحَمْدُ اَنْتَ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَنْ

کا کہ انکے درمیان ہے تیرے ہی لئے سب تعریف ہے تو ہی روشن کرنے والا ہے آسمانوں اور زمین کا اور ان کو کہ ان کے درمیان ہے تیرے لئے تمام تعریف ہے

فِيْهِنَّ وَلَكَ الْحَمْدُ اَنْتَ مَلِكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَنْ فِيْهِنَّ وَلَكَ الْحَمْدُ اَنْتَ الْحَقُّ وَوَعْدُكَ

تو ہی آسمانوں کا بادشاہ ہے اور زمین کا اور ان کا کہ ان میں ہے اور تیرے لئے سب تعریف ہے تو ہی حق ہے اور تیرا وعدہ حق ہے اور تیری ملاقات حق ہے

الْحَقُّ وَلِقَائُكَ حَقٌّ وَقَوْلُكَ حَقٌّ وَالْجَنَّةُ حَقٌّ وَالنَّارُ حَقٌّ وَالنَّبِيُّوْنَ حَقٌّ وَمُحَمَّدٌ حَقٌّ وَالسَّاعَةُ

تیرا کلام حق ہے جنت حق ہے دوزخ حق ہے اور سب نبی حق ہیں محمد صلی اللہ علیہ وسلم حق ہیں اور قیامت حق ہے یا الٰہی تیرے لئے تابعدار ہوا میں اور سب احکام تیرے قبول کئے میں نے اور

حَقٌّ اَللّٰهُمَّ لَكَ اَسْلَمْتُ وَبِكَ اٰمَنْتُ وَعَلَيْكَ تَوَكَّلْتُ وَاِلَيْكَ اَنَبْتُ وَبِكَ خَاصَمْتُ

تیرے ساتھ ایمان لایا میں اور تجھ پر بھروسہ کیا میں نے اپنے سب امور میں اور تیری ہی طرف رجوع کیا میں نے اپنے سب احوال میں اور اپنے سب امور تجھ کو سونپے اور تیری مدد سے جھگڑتا

وَاِلَيْكَ حَاكَمْتُ فَاغْفِرْلِيْ مَا قَدَّمْتُ وَمَا اَخَّرْتُ وَمَا اَسْرَرْتُ وَمَا اَعْلَنْتُ وَمَا اَنْتَ اَعْلَمُ بِهٖ مِنِّيْ

ہوں دین کے دشمنوں سے اور تیری طرف فریاد لایا میں پس بخش میرے لئے گناہ میرے کہ آگے کئے میں نے اور وہ گناہ کہ پیچھے کروں گا پوشیدہ گناہ اور ظاہر گناہ اور وہ گناہ کو تو زیادہ جانتا ہے مجھ

اَنْتَ الْمُقَدِّمُ وَاَنْتَ الْمُؤَخِّرُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ وَلَا اِلٰهَ غَيْرُكَ. (صحيح البخاری و صحيح مسلم)

سے تو ہی آگے کرنے والا ہے اور تو ہی پیچھے کرنے والا ہے نہیں ہے۔ کوئی معبود مگر تو اور نہیں کوئی معبود سوا تیرے۔ بخاری اور مسلم کی روایت ہے۔

تشریح: سوال: الساعة حقة ہونا چاہیے تھا؟ جواب: مصدر میں تانیث وتذکیر برابر ہوتے ہیں۔ لقاء ک کا معنی ہے تیرا دیدار ہے۔

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا قَامَ مِنَ اللَّيْلِ افْتَتَحَ صَلٰوتَهٗ

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم تھے جب کھڑے ہوتے رات کو شروع کرتے نماز کو

فَقَالَ اللّٰهُمَّ رَبَّ جِبْرَئِيْلَ وَمِيْكَائِيْلَ وَاِسْرَافِيْلَ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ عَالِمَ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ

کہتے یا الٰہی جبریلؑ کے رب اور میکائیلؑ اور اسرافیلؑ کے رب پیدا کرنے والے آسمان اور زمین کے غائب اور حاضر کو جاننے والے

اَنْتَ تَحْكُمُ بَيْنَ عِبَادِكَ فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ اِهْدِنِيْ لِمَا اخْتُلِفَ فِيْهِ مِنَ الْحَقِّ بِاِذْنِكَ

تو فیصلہ کرے گا اپنے بندوں کے درمیان اس چیز میں کہ اختلاف کرتے ہیں ہدایت دو مجھ کو اس چیز کی طرف کہ اختلاف کیا گیا ہے

اِنَّکَ تَهْدِیْ مَنْ تَشَآءُ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ. (صحیح مسلم)

اس میں حق سے تحقیق تو ہدایت کرتا ہے جس کو چاہے سیدھی راہ کی طرف۔ روایت کیا اس کو مسلم نے۔

تشریح: کوئی امام نہیں کہتا کہ تہجد کی نماز نہ پڑھو سب کہتے ہیں تہجد پڑھو۔ بس ان دعاؤں کو یاد کرو اور عمل میں لاؤ کسی کا کوئی اختلاف نہیں۔ (اس حدیث کے اندر عزرائیلؑ کا ذکر نہیں کیا کیونکہ مقام بقاء والی نعمتوں کے تذکرے کا ہے اور عزرائیلؑ تو فنا کرنے والے ہیں)

عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ تَعَارَّ مِنَ اللَّیْلِ فَقَالَ لَآ اِلٰهَ

حضرت عبادہ بن صامتؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص جاگے نیند سے رات کو پھر کہے نہیں کوئی معبود مگر اللہ اکیلا اور

اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِیْکَ لَهٗ لَهُ الْمُلْکُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ وَسُبْحَانَ اللّٰهِ

نہیں کوئی شریک اس کیلئے اسی کیلئے بادشاہی ہے اور اسی کیلئے سب تعریف ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے اللہ پاک ہے اللہ کیلئے سب تعریف ہے اللہ کے سوا

وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَکْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ ثُمَّ قَالَ رَبِّ اغْفِرْلِیْ اَوْ قَالَ ثُمَّ

کوئی معبود نہیں اور اللہ بہت بڑا ہے اور نہیں پھرنا گناہ سے اور نہیں قوت عبادت پر مگر اللہ کی مدد کے ساتھ پھر کہے اے میرے رب بخش دے میرے لئے یا

دَعَا اسْتُجِیْبَ لَهٗ فَاِنْ تَوَضَّاَ وَصَلّٰی قُبِلَتْ صَلٰوتُهٗ. (صحیح البخاری)

فرمایا پھر دعا کرے قبول کی جائے گی واسطے اس کے پھر اگر وضو کرے اور نماز پڑھے قبول کی جائے گی اس کی نماز روایت کیا اس کو بخاری نے۔

تشریح: جو رات کو اٹھ کر ان کلمات کو پڑھے اس کی دعا قبول ہو جائے گی۔ بشرطیکہ کوئی مانع موجود نہ ہو اور دعا بھی اس کے موافق ہو۔ ان دعاؤں میں کسی کا کوئی اختلاف نہیں سب متفق ہیں کہ جو بھی دعاء یاد ہو وہ تہجد کے وقت پڑھ سکتا ہے۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ

وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اسْتَیْقَظَ مِنَ اللَّیْلِ قَالَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس وقت جاگتے رات کو فرماتے تھے نہیں کوئی معبود مگر تو تو پاک ہے اے اللہ تسبیح

سُبْحَانَکَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِکَ اَسْتَغْفِرُکَ لِذَنْبِیْ وَاَسْاَلُکَ رَحْمَتَکَ اللّٰهُمَّ زِدْنِیْ عِلْمًا وَلَا تُزِغْ

بیان کرتا ہوں میں تیری تعریف کے ساتھ اور تیری بخشش چاہتا ہوں اپنے گناہوں کیلئے تجھ سے اور مانگتا ہوں تیری رحمت یا اللہ زیادہ کر مجھ کو علم اور

قَلْبِیْ بَعْدَ اِذْ هَدَیْتَنِیْ وَهَبْ لِیْ مِنْ لَّدُنْکَ رَحْمَةً اِنَّکَ اَنْتَ الْوَهَّابُ. (رواہ ابوداؤد)

نہ کج کر دل میرا بعد اس کے کہ راہ دکھائی تو نے مجھ کو اور اپنے ہاں سے مجھ کو رحمت بخش بے شک تو بہت بخشنے والا ہے روایت کیا اس کو ابوداؤد نے۔

وَعَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ مُّسْلِمٍ یَبِیْتُ عَلٰی ذِکْرٍ طَاهِرًا

حضرت معاذ بن جبلؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی مسلمان رات کو پاک حالت میں نہیں سوتا پھر رات کو جاگ کر

فَیَتَعَارُّ مِنَ اللَّیْلِ فَیَسْاَلُ اللّٰهَ خَیْرًا اِلَّا اَعْطَاهُ اللّٰهُ اِیَّاهُ. (رواہ احمد بن حنبل و ابوداؤد)

اللہ سے کسی بھلائی کا سوال کرے مگر اللہ تعالیٰ اس کو وہ بھلائی دے دیتا ہے روایت کیا اس کو احمد اور ابوداؤد نے۔

وَعَنْ شَرِیْقٍ الْهَوْزَنِیِّ قَالَ دَخَلْتُ عَلٰی عَآئِشَةَ فَسَاَلْتُهَا بِمَا کَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ

حضرت شریق ہوزنیؒ سے روایت ہے کہا کہ میں حضرت عائشہؓ پر داخل ہوا میں نے اس سے پوچھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

يَفْتَتِحُ اِذَا هَبَّ مِنَ اللَّيْلِ فَقَالَتْ سَأَلْتَنِي عَنْ شَيْءٍ مَا سَأَلَنِي عَنْهُ اَحَدٌ قَبْلَكَ كَانَ اِذَا هَبَّ مِنَ

جس وقت رات کو بیدار ہوتے کس چیز کے ساتھ شروع کرتے تھے کہنے لگیں تو نے مجھ سے ایک ایسی چیز کا سوال کیا ہے تجھ سے پہلے کسی نے نہیں کیا۔

اللَّيْلِ كَبَّرَ عَشْرًا وَّ حَمِدَ اللّٰهَ عَشْرًا وَقَالَ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ عَشْرًا وَّ قَالَ سُبْحَانَ الْمَلِكِ

جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم رات کو بیدار ہوتے دس بار اللہ اکبر کہتے دس بار الحمد اللہ اور دس بار سبحان اللہ کہتے دس بار سبحان الملک القدوس

الْقُدُّوْسِ عَشْرًا وَّ اسْتَغْفَرَ اللّٰهَ عَشْرًا وَّ هَلَّلَ اللّٰهَ عَشْرًا ثُمَّ قَالَ اَللّٰهُمَّ اِنِّي اَعُوْذُبِكَ مِنْ ضِيْقِ الدُّنْيَا

دس مرتبہ استغفار کرتے دس بار لا الہ الا اللہ کہتے۔ پھر فرماتے اے اللہ میں تیرے ساتھ دنیا کی تنگی اور قیامت کے دن کی تنگی سے پناہ

وَضِيْقِ يَوْمِ الْقِيَامَةِ عَشْرًا ثُمَّ يَفْتَتِحُ الصَّلٰوةَ. (رواہ ابوداؤد)

مانگتا ہوں۔ پھر نماز تہجد شروع کرتے۔ روایت کیا اس کو ابوداؤد۔

تشریح: حاصل حدیث:۔ ان احادیث میں رات کو اٹھنے کی تسبیحات کا بیان ہے۔ شریق والی حدیث میں جو تسبیحات مذکور ہیں۔ ان کلمات کو محدثین کی اصطلاح میں معشرات سبعہ کہتے ہیں یعنی سات ایسی تسبیحات کہ جن میں ہر تسبیح دس مرتبہ پڑھی جاتی ہے۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ

وَعَنْ اَبِي سَعِيْدِنِ الْخُدْرِيِّ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا قَامَ مِنَ اللَّيْلِ كَبَّرَ ثُمَّ

حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس وقت رات کو کھڑے ہوتے تو فرماتے اللہ اکبر

يَقُوْلُ سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ وَتَبَارَكَ اسْمُكَ وَ تَعَالٰى جَدُّكَ وَلَا اِلٰهَ غَيْرُكَ ثُمَّ يَقُوْلُ

پھر فرماتے پاک ہے تو اے اللہ اور حمد کرتے ہیں ہم تیری اور برکت والا ہے نام تیرا اور بلند ہے شان تیری پھر کہتے اللہ اکبر کبیرا

اَللّٰهُ اَكْبَرُ كَبِيْرًا ثُمَّ يَقُوْلُ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ السَّمِيْعِ الْعَلِيْمِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ مِنْ هَمْزِهٖ وَنَفْخِهٖ وَنَفْثِهٖ

پھر کہتے پناہ مانگتا ہوں میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ جو سننے والا جاننے والا ہے شیطان راندے ہوئے سے اس کے وسوسے اس کے تکبر اور سحر سکھانے

رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَ اَبُوْدَاوٗدَ وَالنَّسَائِيُّ وَ زَادَ اَبُوْدَاوٗدَ بَعْدَ قَوْلِهٖ غَيْرُكَ ثُمَّ يَقُوْلُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ثَلَاثًا

سے روایت کیا اس کو ترمذی ابو داؤد اور نسائی نے ابو داؤد نے غیرک کے بعد لا الہ الا اللہ تین بار بیان کیا ہے

وَفِي اٰخِرِ الْحَدِيْثِ ثُمَّ يَقْرَأُ.

اور حدیث کے آخر میں ہے پھر پڑھتے۔

وَعَنْ رَبِيْعَةَ بْنِ كَعْبٍ الْاَسْلَمِيِّ قَالَ كُنْتُ اَبِيْتُ عِنْدَ حُجْرَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكُنْتُ

حضرت ربیعہ بن کعب اسلمیؓ سے روایت ہے کہا کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حجرہ کے پاس رات بسر کی جس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم

اَسْمَعُهٗ اِذَا قَامَ مِنَ اللَّيْلِ يَقُوْلُ سُبْحَانَ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ الْهَوِيَّ ثُمَّ يَقُوْلُ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ

رات کو نماز پڑھنے کیلئے کھڑے ہوتے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنتا فرماتے عالموں کا پروردگار پاک ہے کافی دیر تک فرماتے پھر سبحان اللہ وبحمدہ

الْهَوِيَّ. رَوَاهُ النَّسَائِيُّ وَلِلتِّرْمِذِيِّ نَحْوَهٗ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ.

دیر تک فرماتے۔ روایت کیا اس کو نسائی نے اور ترمذی کیلئے مثل اس کی اور اس نے کہا یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تشریح: قوله: كنت ابيت عند النبي صلى الله عليه وسلم یہاں سے ربیعہ بن کعب اسلمیؓ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رات گزارنے کی وجہ بیان کر رہے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رات کی عبادت کو دیکھوں۔

بَابُ التَّحْرِيضِ عَلٰى قِيَامِ اللَّيْلِ

رات کے قیام پر رغبت دلانے کا بیان

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ

عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعْقِدُ الشَّيْطَانُ عَلٰى قَافِيَةِ رَاْسِ اَحَدِكُمْ
حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا شیطان تم میں سے ایک کے سر کی گدی پر
اِذَا هُوَ نَامَ ثَلٰثَ عُقَدٍ يَضْرِبُ عَلٰى كُلِّ عُقْدَةٍ عَلَيْكَ لَيْلٌ طَوِيْلٌ فَارْقُدْ فَاِنِ اسْتَيْقَظَ فَذَكَرَ اللّٰهَ
جس وقت وہ سوتا ہے تین گرہیں لگاتا ہے ہر گرہ پر یہ ہے تجھ پر رات بڑی لمبی ہے سوجا اگر وہ بیدار ہوکر اللہ کا ذکر کرے
انْحَلَّتْ عُقْدَةٌ فَاِنْ تَوَضَّاَ انْحَلَّتْ عُقْدَةٌ فَاِنْ صَلّٰى انْحَلَّتْ عُقْدَةٌ فَاَصْبَحَ نَشِيْطًا طَيِّبَ النَّفْسِ وَاِلَّا
ایک گرہ کھل جاتی ہے اگر وضو کرے دوسری گرہ کھل جاتی ہے اگر نماز پڑھے تیسری گرہ کھل جاتی ہے وہ صبح کرتا ہے شاداماں
اَصْبَحَ خَبِيْثَ النَّفْسِ كَسْلَانَ. (صحيح البخاری و صحيح مسلم)
اور پاک نفس وگرنہ وہ صبح کرتا ہے پلید نفس ست ہے۔

تشریح: يعقد الشيطان الخ: شیطان ہر انسان کی گدی پر تین گرہیں لگا دیتا ہے اس کا کیا مطلب ہے؟

مطلب نمبر (۱) یہ حقیقت پر محمول ہے (چنانچہ بعض صوفیاء کے واقعات سے اس کی تائید بھی ہوتی ہے لیکن یہ غلط ہے)۔

مطلب نمبر (۲) یہ مجازی معنی پر محمول ہے یعنی شیطان تھپکی دیتا ہے اور جادو کرتا ہے جس طرح ساحر جادو کرتے وقت دھاگے پر گرہ لگاتا ہے جس کا اثر یہ ہوتا ہے کہ مسحور کو اپنے مقاصد سے روک دیتا ہے۔ اسی طرح شیطان انسان کو وسوسہ اندازی کے ذریعہ تہجد سے روک دیتا ہے۔

دوسرا مجازی معنی یہ ہے کہ یہ کنایہ ہے شیطان کے تین قسم کے تسلط سے (۱) غفلت نوم کے ذریعے سے تسلط (۲) وضوء سے محروم رکھنے کا تسلط (۳) نماز سے محروم رکھنے کے ذریعے سے تسلط۔ انسان جب بیدار ہوتا ہے تو پہلے تسلط اور جب وضو کرتا ہے تو دوسرے تسلط اور جب نماز پڑھتا ہے تو تیسرے تسلط سے نجات حاصل ہو جاتی ہے۔ اسی کو تین گرہوں سے تعبیر کر دیا۔

وَعَنِ الْمُغِيْرَةِؓ قَالَ قَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى تَوَرَّمَتْ قَدَمَاهُ فَقِيْلَ لَهٗ لِمَ تَصْنَعُ هٰذَا وَقَدْ
حضرت مغیرہؓ سے روایت ہے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قیام کیا یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاؤں مبارک سوج گئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کہا گیا کہ آپ
غُفِرَ لَكَ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ قَالَ اَفَلَا اَكُوْنُ عَبْدًا شَكُوْرًا. (صحيح البخاری و صحيح مسلم)
صلی اللہ علیہ وسلم ایسا کیوں کرتے ہیں جبکہ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلے اور پچھلے گناہ معاف کر دیئے ہیں فرمایا کیا میں اس کا شکر گزار بندہ نہ بنوں۔

عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍؓ قَالَ ذُكِرَ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلٌ فَقِيْلَ لَهٗ مَا زَالَ نَائِمًا حَتّٰى اَصْبَحَ
حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک آدمی کا ذکر کیا گیا پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کہا گیا کہ وہ آدمی صبح تک سویا رہا ہے

مَا قَامَ اِلَی الصَّلٰوۃِ قَالَ ذَالِکَ رَجُلٌ بَالَ الشَّیْطٰنُ فِیْ اُذُنِهٖ اَوْ قَالَ فِیْ اُذُنَیْهِ. (صحیح البخاری و صحیح مسلم)

نماز کی طرف کھڑا نہیں ہوا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ شخص ہے کہ شیطان اس کے کان میں پیشاب کر دیتا ہے یا فرمایا اس کے دونوں کانوں میں۔

تشریح: بال الشیطان فی اذنیه : جو شخص صبح کی نماز کے لیے نہیں اُٹھتا یہاں تک کہ سورج طلوع ہو جاتا ہے تو شیطان اس کے کان میں پیشاب کر دیتا ہے اس کا کیا مطلب ہے؟ جواب: یہ حقیقت پر محمول ہے جیسے کہ بغیر بسم اللہ کے پڑھے ہوئے آدمی کے ساتھ شیطان شریک ہو جاتا ہے۔ چنانچہ بعض صوفیاء کے واقعات سے اس کی تائید بھی ہوتی ہے۔ دوسرا مطلب جہاں پیشاب کیا جاتا ہے اس جگہ کو حقیر سمجھا جاتا ہے۔ اسی طرح شیطان بھی اس شخص کو حقیر سمجھتا ہے گویا کہ یہ اس کی پیشاب گاہ ہے۔ (اس حدیث سے معلوم ہوا کہ تارک صلوٰۃ قوم کا راہنما نہیں بن سکتا اس لیے کہ بول شیطان سے عقل نہیں رہے گی جس کی وجہ سے حق و باطل میں امتیاز نہیں کر سکے گا۔

وَعَنْ اُمِّ سَلَمَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتِ اسْتَیْقَظَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَیْلَةً فَزِعًا یَقُوْلُ

حضرت ام سلمہؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک رات بڑے گھبرائے ہوئے کھڑے ہوئے فرماتے تھے

سُبْحَانَ اللّٰهِ مَاذَا اُنْزِلَ اللَّیْلَةَ مِنَ الْخَزَآئِنِ وَمَاذَا اُنْزِلَ مِنَ الْفِتَنِ مَنْ یُّوْقِظُ صَوَاحِبَ الْحُجُرَاتِ

سبحان اللہ آج کی رات کس قدر خزانے اتارے گئے ہیں اور کس قدر فتنے اتارے گئے ہیں حجرے والیوں کو کون جگائے

یُرِیْدُ اَزْوَاجَهٗ لِکَیْ یُصَلِّیْنَ رُبَّ کَاسِیَةٍ فِی الدُّنْیَا عَارِیَةٍ فِی الْاٰخِرَةِ. (صحیح البخاری)

اپنی بیویاں مراد رکھتے تھے تاکہ وہ نماز پڑھ لیں۔ اکثر کپڑے پہننے والیاں آخرت میں ننگی ہوں گی۔ روایت کیا اس کو بخاری نے۔

تشریح: کتنے نازل کیے گئے خزانے آج کی رات 'خزائن سے مراد رحمت ہے کثرت کی وجہ سے خزائن سے تعبیر کر دیا اور فتن سے مراد عذاب ہے دوسرا مطلب: آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر انکشاف ہوا تھا: کہ خزائن سے مراد وہ فتوحات جو آئندہ ہونے والی تھیں اور فتن سے مراد وہ فتنے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آنے والے تھے کہ وہ سب دکھلا دیئے گئے۔ ان فتنوں سے بچنے کی صورت عبادت ہے۔ چنانچہ فرمایا حجرے والیوں کو بیدار کون کرے گا۔ پہلی علت لکی یصلین. تاکہ وہ نماز پڑھیں۔ دوسری علت رب کاسیة فی الدنیا عاریة فی الآخرة یہاں لباس معنوی پر مراد ہے تاکہ ماقبل کے ساتھ ربط پیدا ہو جائے۔ یعنی ازواج مطہرات کو بیدار کرو کہیں ایسا نہ ہو کہ دنیا میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجیت پر اعتماد کیے ہوئے اعمال نہ کریں۔ (دنیا میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجیت سے سرفراز ہوں اور آخرت میں اعمال صالحہ نہ ہونے کی وجہ سے مراتب عالیہ سے محروم ہو جائیں) کیونکہ آخرت میں صرف نسب (زوجیت) کافی نہیں بلکہ عبادت بھی اعمال صالحہ بھی ضروری ہیں۔ اس لئے عبادت کا حق بھی ادا کرو۔ ایسے ہی پیرو مریدوں کو چاہیے کہ وہ اعمال صالحہ بھی کریں کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ آخرت میں مراتب عالیہ سے محروم ہو جائیں۔ رب کاسیة الخ کا دوسرا مطلب۔ بہت سی عورتیں دنیا میں ایسا لباس پہنیں گی جو آخرت کے اعتبار سے کچھ بھی نہیں۔ یعنی شرعاً اس کا اعتبار نہیں ہے آخرت میں کالعدم سمجھا جائے گا۔ تیسرا مطلب: بہت سی عورتیں دنیا میں تو لباس حسی سے ملبوس ہوں گی مگر آخرت میں لباس معنوی سے اعمال صالحہ کے نہ ہونے کی وجہ سے اعمال صالحہ کے لباس سے محروم ہوں گی لہٰذا ان کو بھی اعمال صالحہ کرنے چاہئیں۔

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَنْزِلُ رَبُّنَا تَبَارَکَ وَتَعَالٰی کُلَّ لَیْلَةٍ

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہمارا رب تبارک وتعالیٰ ہر رات دنیا کے آسمان کی طرف اترتا ہے

اِلَی السَّمَآءِ الدُّنْیَا حِیْنَ یَبْقٰی ثُلُثُ اللَّیْلِ الْاٰخِرِ یَقُوْلُ مَنْ یَّدْعُوْنِیْ فَاَسْتَجِیْبَ لَهٗ مَنْ یَّسْاَلُنِیْ

جس وقت ایک تہائی رات باقی رہ جاتی ہے فرماتا ہے کون ہے جو مجھ کو پکارے میں اس کیلئے قبول کروں کون ہے جو مجھ سے مانگے میں اس کو دوں

فَاُعْطِيَهُ مَنْ يَسْتَغْفِرُنِيْ فَاَغْفِرُلَهُ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَفِيْ رِوَايَةٍ لِمُسْلِمٍ ثُمَّ يَبْسُطُ يَدَيْهِ يَقُوْلُ مَنْ يُقْرِضُ

کون ہے جو مجھ سے بخشش طلب کرے میں اس کو بخش دوں۔اور مسلم کی ایک روایت میں ہے پھر اپنے دونوں ہاتھ پھیلاتا ہے فرماتا ہے کون ہے

غَيْرَ عَدُوْمٍ وَّلَا ظَلُوْمٍ حَتّٰى يَنْفَجِرَ الْفَجْرُ.

جو قرض دے اس کو جو نہ فقیر ہے نہ ظالم یہاں تک کہ صبح پھوٹ پڑتی ہے۔

تشریح: اس حدیث کا نام ہے۔حدیث نزول رب تعالیٰ من الاعلیٰ الی الاسفل ہر رات کے اندر رات کی تہائی گزرنے کے بعد اللہ تعالیٰ کی مخصوص تجلی کا ظہور آسمان دنیا سے زمین پر ہوتا ہے۔اس خاص تجلی کا ظہور لیلۃ دون لیلۃ کے ساتھ تخصیص نہیں ہر شب کے اندر ظہور ہوتا ہے وفی روایۃ لمسلم الخ۔عدیم المال ہونا اور ظلم کو اس لئے ذکر کیا کہ عام طور پر یہ دو صفیں قرض دینے سے مانع ہوتی ہیں۔عدیم المال: اس کو کوئی شخص اس لئے قرض نہیں دیتا کہ قرض لینے والے کے پاس کچھ ہے نہیں مجھے قرض واپس کیسے دے گا اس لئے وہ نہیں دیتا۔ ظلم: دوسرا شخص اس لئے قرض نہیں دیتا کہ قرض لینے والا ظالم ہے' جبار ہے' متکبر ہے' مجھے قرضہ واپس نہیں ملے گا۔تو اللہ فرماتے ہیں کوئی ایسی ذات کو قرضہ دینے والا ہے جو نہ عدیم المال ہے اور نہ ظالم ہے۔یہ فجر تک اعلان کرتے رہتے ہیں۔

وَعَنْ جَابِرٍؓ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنَّ فِي اللَّيْلِ لَسَاعَةً لَّا يُوَافِقُهَا رَجُلٌ

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہا کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا فرماتے تھے رات میں ایک گھڑی ہے اس کو کوئی مسلمان نہیں پاتا اللہ سے

مُّسْلِمٌ يَّسْاَلُ اللّٰهَ فِيْهَا خَيْرًا مِّنْ اَمْرِ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ اِلَّا اَعْطَاهُ اِيَّاهُ وَذَالِكَ كُلَّ لَيْلَةٍ. (صحیح مسلم)

اس میں بھلائی کا سوال کرے دنیا اور آخرت کے امر سے مگر اللہ تعالیٰ اس کو وہ عطا فرما دیتا ہے اور یہ ہر شب میں ہے روایت کیا اس کو مسلم نے۔

تشریح: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ہر رات میں ساعت اجابت ہوتی ہے تو معلوم ہوا کہ ہر شب۔شب قدر ہے راجح یہ ہے کہ ساعت اجابت رات کی آخری گھڑی میں ہوتی ہے۔

وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرٍوؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَحَبُّ الصَّلٰوةِ اِلَى اللّٰهِ صَلٰوةُ

حضرت عبداللہ بن عمروؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بہترین نمازوں میں اللہ کی طرف

دَاوُدَ وَاَحَبُّ الصِّيَامِ اِلَى اللّٰهِ صِيَامُ دَاوُدَ كَانَ يَنَامُ نِصْفَ اللَّيْلِ وَيَقُوْمُ ثُلُثَهُ وَيَنَامُ سُدُسَهُ' وَيَصُوْمُ يَوْمًا

داؤدؑ کی نماز ہے اور بہترین روزوں میں اللہ کی طرف داؤدؑ کے روزے ہیں وہ آدھی رات سوتے اور تہائی رات قیام کرتے اور رات کے چھٹے

وَّيُفْطِرُ يَوْمًا. (صحيح البخاري و صحيح مسلم)

حصے میں سوتے اور ایک دن روزہ رکھتے اور ایک دن افطار کرتے۔روایت کیا اس کو ابوداؤد نے۔

تشریح: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا بعینہ اس پر عمل نہیں تھا۔اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ داؤد علیہ السلام افضل ہیں۔اس لئے کہ دوسری وجوہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو افضلیت حاصل ہے (اس حدیث میں عمل داؤدؑ کی فضیلت بیان ہوئی ہے)

وَعَنْ عَائِشَةَ رضى الله عنها قَالَتْ كَانَ تَعْنِيْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنَامُ اَوَّلَ الَّيْلِ

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہا کہ تھے یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اول رات سوتے

وَيُحْيِ اٰخِرَهُ ثُمَّ اِنْ كَانَتْ لَهُ حَاجَةٌ اِلٰى اَهْلِهِ قَضٰى حَاجَتَهُ ثُمَّ يَنَامُ فَاِنْ كَانَ عِنْدَ النِّدَآءِ

اور آخر رات کو زندہ رکھتے اگر اپنے اہل کی طرف حاجت ہوتی اپنی حاجت پوری کرتے پھر سو جاتے۔اگر اذان کے وقت

الْاَوَّلِ جُنُبًا وَّا ثَبَ فَاَفَاضَ عَلَيْهِ الْمَآءَ وَاِنْ لَّمْ يَكُنْ جُنُبًا تَوَضَّأَ لِلصَّلٰوةِ ثُمَّ صَلّٰى

آپ صلی اللہ علیہ وسلم جنبی ہوتے اٹھتے اور اپنے اوپر پانی ڈالتے اگر جنبی نہ ہوتے نماز کیلئے وضو کرتے

رَكْعَتَيْنِ. (صحيح البخاری و صحيح مسلم)

اور دو رکعتیں پڑھتے۔

تشریح: قوله قضى حاجتهٗ جماع کی حاجت مراد ہے۔ بظاہر معلوم یہ ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وظیفہ زوجیت سے فراغت کے بعد وضو کرتے ہوں گے اس کے بعد پھر سوتے ہوں گے۔

''نداول'' (پہلی اذان) سے مراد اذان متعارف ہے اور ''دوسری اذان'' تکبیر کو کہتے ہیں۔

حدیث کے ظاہری الفاظ سے یہ مفہوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آدھی رات تو سوتے تھے اور آدھی رات اپنے پروردگار کی عبادت میں گزارتے تھے کیونکہ اول سدس یعنی رات کے ابتدائی چھٹے حصہ میں عشاء تک جاگتے تھے پھر عشاء کے بعد دوسرے تیسرے سدس میں آرام فرماتے تھے پھر چوتھے اور پانچویں سدس میں بیدار رہتے اور چھٹے سدس میں سوجاتے اس طرح تین سدس تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سوتے اور تین سدس بیدار رہتے۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِی

وَعَنْ اَبِی اُمَامَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَيْكُمْ بِقِيَامِ اللَّيْلِ فَاِنَّهٗ دَاْبُ الصَّالِحِيْنَ

حضرت ابوامامہؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا رات کے قیام کو لازم پکڑو وہ اچھا طریقہ ہے تم سے پہلے لوگوں کا اور

قَبْلَكُمْ وَهُوَ قُرْبَةٌ لَّكُمْ اِلٰى رَبِّكُمْ وَمَكْفَرَةٌ لِّلسَّيِّاٰتِ وَمَنْهَاةٌ عَنِ الْاِثْمِ (رواه الترمذی)

تمہارے رب کی طرف نزدیکی ہے گناہوں کے دور ہونے کا سبب ہے اور گناہوں سے باز رکھنے والا ہے۔ روایت کیا اس کو ترمذی نے۔

تشریح: قوله داب الصالحين. سے مراد پہلے زمانے کے انبیاء مراد ہیں گویا اس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت کے لوگوں کو تنبیہ فرمارہے ہیں کہ تمہیں تو یہ نماز بطریق اولیٰ پڑھنی چاہئے۔

وَعَنْ اَبِی سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثَةٌ يَضْحَكُ اللّٰهُ اِلَيْهِمُ الرَّجُلُ

حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تین شخص ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان سے ہنستا ہے ایک وہ آدمی

اِذَا قَامَ بِاللَّيْلِ يُصَلِّیْ وَالْقَوْمُ اِذَا صَفُّوْا فِی الصَّلٰوةِ وَالْقَوْمُ اِذَا صَفُّوْا فِیْ قِتَالِ الْعَدُوِّ. (رواه فی شرح السنة)

جو رات کو کھڑا ہو کر نماز پڑھے اور وہ لوگ جو قتال کیلئے صف باندھیں اور نماز کیلئے صف باندھیں روایت کیا اس کو شرح السنہ میں۔

تشریح: ضحک بالمعنی الحقیقی باری تعالیٰ کے حق میں محال ہے۔ یہ کنایہ ہے رضامندی سے۔

وَعَنْ عَمْرِو بْنِ عَنْبَسَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَقْرَبُ مَا يَكُوْنُ الرَّبُّ مِنَ الْعَبْدِ

حضرت عمرو بن عبسہؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بہت قریب جبکہ پروردگار اپنے بندے کے ہوتا ہے

فِیْ جَوْفِ اللَّيْلِ الْاٰخِرِ فَاِنِ اسْتَطَعْتَ اَنْ تَكُوْنَ مِمَّنْ يَّذْكُرُ اللّٰهَ فِیْ تِلْكَ السَّاعَةِ فَكُنْ رَوَاهُ

پچھلی رات کے درمیان ہے پس اگر تو طاقت رکھے کہ ان لوگوں میں ہو جو اس وقت اللہ کو یاد کرتے ہیں پس ہو۔ روایت کیا

التِّرۡمِذِیُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِیۡثٌ حَسَنٌ صَحِیۡحٌ غَرِیۡبٌ اِسۡنَادًا.
اس کو ترمذی نے اور کہا یہ حدیث حسن صحیح اور غریب ہے سند کے لحاظ سے۔

تشریح: حضرت عمرو بن عنبسہ جنہیں لسان نبوت سے حدیث میں مذکورہ سعادت حاصل کرنے کیلئے فرمایا جارہا ہے حضرت حق جل مجدہ کی درگاہ کبریائی کے ایک مجذوب اور دربار رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک مقرب اور ذی شان خادم تھے ان کی بہت زیادہ عظمت اور فضیلت ہے ابتدا ظہور نبوت میں جبکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں کفر وشرک سے اکڑی ہوئی گردنوں کو خداء واحد کے حضور میں جھکانے کی سعی میں مصروف تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تبلیغ کی ابتداء ہو چکی تھی تو حضرت عمرو بن عنبسہؓ اپنے وطن میں تھے یکا یک ان کے دل میں نور توحید ضوفشاں ہوا اور شرک وبت پرستی کی کراہیت ونفرت نے بے چین کر دیا۔ جب ہی سنا کہ ایک شخص مکہ میں پیدا ہوا ہے جو لوگوں کو توحید کی طرف بلاتا ہے اور بتوں کی عبادت سے منع کرتا ہے۔ یہ سنتے ہی قلب مضطر نے فوراً ہی مکہ پہنچنے پر مجبور کر دیا۔ انہوں نے مکہ پہنچ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں دریافت کیا۔ آنحضرت (فداہ روحی) اس زمانہ میں کفار کی شدید مخالفت اور دشمنان دین کی بے پناہ سختیوں کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے حکم سے اپنے دشمنوں کی نظروں سے پوشیدہ ہو کر خدا کے دین کی تبلیغ اور اس کی عبادت میں مصروف تھے۔

حضرت عمرو بن عنبسہ نے لوگوں سے پوچھا کہ "تم میں کون شخص پیدا ہوا ہے جو تمہاری روش اور تمہارے راستہ سے ہٹ کر دوسرے دین کی طرف دنیا کو بلاتا ہے"؟ لوگوں نے کہا کہ "ہاں ایک دیوانہ ہے (آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عقل ودانش پر دونوں جہاں قربان) جس نے اپنے باپ دادا کا طریقہ اور راستہ چھوڑ دیا ہے اور ایک نئی رسم نکالی ہے۔

دیوانہ کنی ہر دو جہانش بخشی　　　دیوانہ تو ہر دو جہاں راچہ کند

انہوں نے پوچھا کہ "اچھا وہ کہاں ملیں گے"؟ لوگوں نے کہا کہ "وہ شخص آدھی رات کو باہر نکلتا ہے اور اس خانہ کعبہ کے اردگرد گھومتا ہے"۔

حضرت عمرو بن عنبسہ آدھی رات کے وقت حرم شریف میں آئے اور کعبۃ اللہ کے پردہ مبارک میں چھپ کر کھڑے ہو گئے اچانک دیکھا کہ ایک شخص ظلمتوں کے پردوں کو چیرتا ہوا نور کی ایک دنیا اپنے جلو میں لئے نمودار ہوا۔ اس شخص کی سراپا کشش، شخصیت اور نورانی چہرہ وجسم کا یہ عالم کہ مہر و ماہ اس کے سامنے شرمندہ اور دنیا کے تمام لوگ اس کے پاس آستانے کی خاک صلی اللہ علیہ وسلم عمرو فوراً پردہ سے نکل کر باہر آئے اور نمودار ہونے والے شخص کو سلام کیا اور پوچھا کہ "آپ کون ہیں اور آپ کا دین کیا ہے؟" انہوں نے فرمایا کہ "میں خدا کا رسول ہوں صلی اللہ علیہ وسلم اور میرا دین لا الٰہ الا اللہ ہے" یہ خوشی سے جھوم اٹھے اور فوراً بولے کہ "میں بھی اس دین کو پسند کرتا ہوں" چنانچہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے جبھی ایمان لائے۔ اس طرح حضرت عمرو بن عنبسہ تیسرے یا چوتھے مسلمان ہیں یعنی ان سے پہلے صرف دو یا تین آدمی ہی اسلام کی دولت سے مشرف ہو سکے تھے۔ اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں رخصت کیا اور فرمایا کہ "میرے پروردگار نے مجھ سے ایک وعدہ کیا ہے۔ جب وہ وعدہ پورا ہوگا تو میرے پاس آنا" چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب ہجرت فرما کر مدینہ منورہ تشریف لے گئے عمرو بن عنبسہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مدینہ پہنچ گئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں رہنے کی سعادت حاصل کی اور نگاہ نبوت کی کرشمہ سازی نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو درجہ کمال پر پہنچا دیا۔

سوال! ماقبل میں حدیث گزری ہے کہ اللہ کے بندہ کا قریب ہونا سجدہ کی حالت میں ہوتا ہے اور اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ آخری رات کی گھڑی میں اللہ کا قرب حاصل ہوتا ہے۔ جواب: ان میں کوئی تعارض نہیں اس لئے کہ وقت کے لحاظ سے رات کی اخیری گھڑی قرب کا ذریعہ ہے اور نماز میں سجدہ کی حالت میں قرب کا ذریعہ ہے۔

وَعَنۡ اَبِیۡ هُرَیۡرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوۡلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیۡهِ وَسَلَّمَ رَحِمَ اللّٰهُ رَجُلًا قَامَ مِنَ اللَّیۡلِ فَصَلّٰی
حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ اس شخص پر رحم کرے جو رات کو اٹھتا ہے نماز پڑھتا ہے اپنی بیوی کو

وَاَیْقَظَ اِمْرَأَتَہٗ فَصَلَّتْ فَاِنْ اَبَتْ نَضَحَ فِیْ وَجْھِھَا الْمَآءَ رَحِمَ اللّٰہُ امْرَأَۃً قَامَتْ مِنَ اللَّیْلِ فَصَلَّتْ

جگائے پس وہ نماز پڑھے اگر وہ انکار کرے اس کے منہ پر پانی کے چھینٹے مارے۔ اللہ اس عورت پر رحم کرے جو رات کو اٹھتی ہے نماز پڑھتی ہے

وَاَیْقَظَتْ زَوْجَھَا فَصَلّٰی فَاِنْ اَبٰی نَضَحَتْ فِی وَجْھِہِ الْمَاءَ. (رواہ ابوداؤد و النسائی)

اپنے خاوند کو جگاتی ہے وہ نماز پڑھتا ہے اگر وہ انکار کرے تو اس کے منہ پر پانی کا چھینٹا مارتی ہے روایت کیا اس کو ابوداؤد اور نسائی نے۔

تشریح: حاصل حدیث:۔ پانی کے چھینٹے مارے تا کہ نیند کا اثر ختم ہو جائے۔

وَعَنْ اَبِی اُمَامَۃَ قَالَ قِیْلَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ اَیُّ الدُّعَآءِ اَسْمَعُ قَالَ جَوْفُ اللَّیْلِ الْاٰخِرُ وَ دُبُرُ الصَّلٰوۃِ

حضرت ابوامامہؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا گیا کونسی دعا زیادہ قبول ہوتی ہے فرمایا پچھلی درمیانی رات اور فرض نمازوں

الْمَکْتُوْبَاتِ. (رواہ الترمذی)

کے پیچھے۔ روایت کیا اس کو ترمذی نے۔

تشریح: فرض نماز کے بعد کی دعا ثابت ہو رہی ہے اور عمومی دعاؤں کے آداب میں سے ہاتھ اٹھانا ہے۔ لہٰذا نماز کے بعد دعا اس حدیث سے کرنی چاہیے۔ یہ حدیث مکرر ذکر کی گئی پہلے باب الذکر کے اندر گزر چکی ہے۔ شاید وہاں لائے دبر الصلوٰۃ کے اعتبار سے اور یہاں دوبارہ ذکر کی جوف اللیل کے اعتبار سے فقط۔

وَعَنْ اَبِی مَالِکِ الْاَشْعَرِیِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ فِی الْجَنَّۃِ غُرَفًا یُرٰی

حضرت ابومالک اشعریؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جنت میں بالاخانے ہیں اس سے

ظَاھِرُھَا مِنْ بَاطِنِھَا وَبَاطِنُھَا مِنْ ظَاھِرِ ھَا اَعَدَّھَا اللّٰہُ لِمَنْ اَلَانَ الْکَلَامَ وَاَطْعَمَ الطَّعَامَ وَتَابَعَ

باہر کی چیزیں اندر سے معلوم ہوتی ہیں اور اندر کی چیزیں باہر سے معلوم ہوتی ہیں اللہ نے تیار...... کیا ہے اس شخص کیلئے جو کلام نرم کرے

الصِّیَامَ وَصَلّٰی بِاللَّیْلِ وَالنَّاسُ نِیَامٌ رَوَاہُ الْبَیْھَقِیُّ فِی شُعَبِ الْاِیْمَانِ وَرَوَی التِّرْمِذِیُّ عَنْ عَلِیٍّ

اور کھانا کھلائے اور پے در پے روزے رکھے اور رات کو نماز پڑھے جس وقت آدمی سوتے ہوں روایت کیا اس کو بیہقی نے شعب الایمان میں اور

نَحْوَہٗ وَفِی رِوَایَتِہٖ لِمَنْ اَطَابَ الْکَلَامِ.

روایت کیا اس کو ترمذی نے علی سب مانند اس کی۔ ایک روایت میں ہے۔ لمن اطاب الکلام۔

تشریح: حدیث میں پے در پے روزے رکھنے کے بارے میں جو فرمایا گیا ہے اس کا آخری درجہ یہ ہے کہ ہر مہینے میں کم سے کم تین روزے بہ نیت نفل رکھے جائیں۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ

وَعَنْ عَبْدِاللّٰہِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِؓ قَالَ قَالَ لِیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَا عَبْدَاللّٰہِ لَا

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاصؓ سے روایت ہے کہا کہ میرے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

تَکُنْ مِّثْلَ فُلَانٍ کَانَ یَقُوْمُ مِنَ اللَّیْلِ فَتَرَکَ قِیَامَ اللَّیْلِ. (صحیح البخاری و صحیح مسلم)

اے عبداللہ تو فلاں شخص کی مانند نہ ہو وہ رات کو قیام کرتا تھا اس نے رات کا قیام چھوڑ دیا ہے۔

تشریح: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عمل کو دوام کے ساتھ کرنا چاہیے یہ نہیں ہونا چاہیے کہ کبھی کیا اور کبھی چھوڑ دیا۔

وَعَنْ عُثْمَانَ بْنِ اَبِی الْعَاصِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ کَانَ لِدَاوٗدَ عَلَیْہِ

حضرت عثمان بن ابی العاصؓ سے روایت ہے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ فرماتے تھے داؤد

السَّلَامُ مِنَ اللَّیْلِ سَاعَۃٌ یُوْقِظُ فِیْھَا اَھْلَہٗ یَقُوْلُ یَا اٰلَ دَاوٗدَ قُوْمُوْا فَصَلُّوْا فَاِنَّ ھٰذِہٖ سَاعَۃٌ یَسْتَجِیْبُ

علیہ السلام کیلئے رات کے وقت ایک گھڑی تھی اس میں اپنے اہل خانہ کو جگاتے کہتے اے آل داؤد کھڑے ہو

اللّٰہُ عَزَّوَجَلَّ فِیْھَا الدُّعَآءَ اِلَّا لِسَاحِرٍ اَوْعَشَّارٍ. (رواہ احمد بن حنبل)

پھر نماز پڑھو پس تحقیق یہ وقت ہے اس میں اللہ تعالیٰ دعا قبول کرتا ہے۔ مگر جادوگر یا عشاء کی۔ روایت کیا اس کو احمد نے۔

تشریح: عشار سے چوکیدار قسم کے وہ راہزن مراد ہیں جو راستوں میں بیٹھے رہتے ہیں اور لوگوں کے مال از راہ ظلم لے لیتے ہیں۔ اس سے وہ عمال بھی مراد لئے جا سکتے ہیں جو محصول وغیرہ کی وصولیابی کیلئے مقرر ہوتے ہیں اور ناجائز وغلط طریقہ پر لوگوں سے ان کے مال واسباب غصب کرتے ہیں۔

بہر حال حاصل یہ ہے کہ اس مقدس ساعت اور رحمت خداوندی کے عام فیضان کے اس بابرکت موقع پر بھی ساحر یعنی جادوگر اور عشار کی دعا قبول نہیں ہوتی کیونکہ ان لوگوں سے مخلوق خدا کو بہت تکلیف پہنچتی ہے اور پروردگار عالم ان لوگوں کے ساتھ کبھی بھی بہتر معاملہ نہیں فرماتا جو اس کی مخلوق کیلئے ایذا رسانی اور تکلیف ومصیبت کا سبب بنتے ہیں اسی وجہ سے بعض عارفین کا یہ عارفانہ ارشاد ہے کہ کمال عبودیت یعنی پوری طرح اللہ کا بندہ ہو جانا چاہیے کہ حکم خداوندی کی تعظیم کی جائے اور مخلوق خدا کے ساتھ شفقت ومہربانی کا برتاؤ کیا جائے۔

وَعَنْ اَبِی ھُرَیْرَۃَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اَفْضَلُ الصَّلٰوۃِ بَعْدَ

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا فرماتے تھے فرضوں کے

الْمَفْرُوْضَۃِ صَلَاۃٌ فِیْ جَوْفِ اللَّیْلِ. (رواہ احمد بن حنبل)

بعد افضل نماز درمیان رات کی نماز ہے۔ روایت کیا اس کو احمد نے۔

تشریح: حضرت میرکؒ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث حضرت ابی اسحٰق مروزی شافعیؒ کے اس قول کی دلیل ہے کہ تہجد کی نماز سنن رواتب سے افضل ہے جبکہ اکثر علماء کا قول یہ ہے کہ سنن رواتب افضل ہیں چنانچہ ابواسحٰق مروزیؒ ہی کا قول قوی تر ہے کیونکہ یہ حدیث صراحت کے ساتھ ان کے قول کی تائید کر رہی ہے۔

بہر حال اس مسئلہ کی تحقیق یہ ہے کہ نماز تہجد بایں طور افضل ہے کہ اس نماز میں نفس بہت زیادہ مشقت میں مبتلا ہوتا ہے اور اس نماز کو پڑھنے والا ریا ونمائش سے بعید ہوتا ہے اور سنن رواتب بایں جہت افضل ہیں کہ فرض نمازوں کے ساتھ ان کے پڑھنے کی بہت تاکید کی گئی ہے نیز یہ کہ سنن رواتب فرض نمازوں کیلئے متمم ہیں یعنی ان کے ذریعہ فرض نمازیں درجہ کمال واتمام کو پہنچتی ہیں لہٰذا اس طرح دونوں کی افضلیت اپنی اپنی جگہ مسلم ہے اور دونوں اقوال میں کوئی منافات نہیں ہے یا پھر رات کی نماز کی فضیلت کے بارے میں یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ رات کی نماز اس لئے افضل ہے کہ یہ وتر پر بھی مشتمل ہے اور وتر واجب ہے۔

سید الطائفہ حضرت جنید بغدادیؒ کے بارے میں منقول ہے کہ انتقال کے بعد انہیں کسی نے خواب میں دیکھا تو پوچھا کہ پروردگار نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ کیا؟ انہوں نے جواب دیا کہ:

تاھت العبادات وفنیت الاشارات ومانفعنا الارکعات صلینا ھا فی جوف اللیل.

''وہ باتیں جو میں حقائق ومعارف کے بیان میں کہتا تھا جاتی رہیں اور وہ نکات جو میں بیان کیا کرتا تھا ختم ہو گئے مجھے تو صرف نماز کی ان چند رکعتوں نے فائدہ دیا جو نصف شب میں پڑھا کرتا تھا''۔ ص ۱۰۹ ج ا فرض نماز کے علاوہ افضل نماز رات کی نماز ہے۔

وَعَنْهُ قَالَ جَآءَ رَجُلٌ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنَّ فُلَانًا يُصَلِّي بِاللَّيْلِ فَاِذَا اَصْبَحَ

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے ایک آدمی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہاں فلاں شخص رات کو نماز پڑھتا ہے جب صبح ہوتی ہے چوری

سَرَقَ فَقَالَ اِنَّهٗ سَيَنْهَاهُ مَا تَقُوْلُ. (رواه احمد بن حنبل و البيهقى فى شعب الايمان)

کرتا ہے فرمایا جلد ہی اس کی نماز اس کو باز رکھے گی جس سے تو کہتا ہے روایت کیا اس کو احمد اور بیہقی نے شعب الایمان میں۔

تشریح: حاصل حدیث:۔ قوله' انه سينها ه ' الخ عنقریب روک دے گا وہ عمل جس کو تو بیان کر رہا ہے۔ یعنی کہیں نہ کہیں تو اس کو خیال آ جائے گا کہ یہ میں غلط کام کر رہا ہوں تو اس وقت چھوڑ دے گا۔

وَعَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ وَاَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَيْقَظَ الرَّجُلُ اَهْلَهٗ مِنَ

حضرت ابوسعیدؓ اور ابو ہریرہؓ سے روایت ہے دونوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس وقت آدمی رات کے وقت اپنی بیوی کو جگائے وہ دونوں نمازیں پڑھیں یا

اللَّيْلِ فَصَلَّيَا اَوْصَلّٰى رَكْعَتَيْنِ جَمِيْعًا كُتِبَا فِي الذَّاكِرِيْنَ وَالذَّاكِرَاتِ. (رواه ابوداؤد و ابن ماجة)

فرمایا پڑھی ہر ایک نے دو دو رکعتیں اکٹھی وہ دونوں ذکر کرنے والے مرد اور ذکر کرنے والی عورتوں میں لکھے جاتے ہیں۔ روایت کیا اس کو ابوداؤد نے اور ابن ماجہ نے۔

تشریح: حدیث میں لفظ ''اہل'' سے مراد صرف بیوی بھی لی جا سکتی ہے اور بیوی اولاد غلام اور لونڈیاں بھی مراد لی جا سکتی ہیں۔ درمیان روایت راوی کو شک واقع ہو گیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لفظ فصليا (یعنی اور وہ دونوں نماز پڑھیں) فرمایا ہے یا لفظ صلی (یعنی ہر ایک رکعتیں اکٹھی پڑھیں) فرمایا ہے۔ بہرکیف یہ صرف لفظی اختلاف ہے دونوں کا مطلب ایک ہی ہے۔ ذکر کرنے والے مردوں اور ذکر کرنے والی عورتوں سے قرآن کریم کی اس آیت کی طرف اشارہ ہے۔

والذاكرين الله كثيرا والذكرات اعد الله لهم مغفرة واجراً عظيما. ''اور اللہ تعالیٰ کو بہت زیادہ یاد کرنیوالے مرد اور عورتیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کیلئے مغفرت اور بہت زیادہ ثواب (کا اجر وانعام) تیار کر رکھا ہے''۔

مطلب یہ ہے کہ جو شخص رات میں خود بھی اٹھ کر تہجد کی نماز پڑھے گا اور ذکر اللہ میں مشغول رہے گا اور اپنی بیوی و دیگر اہل خانہ کو بھی جگا کر خدا کی عبادت میں مشغول رکھے گا تو ان سب کا شمار ان نیک و باسعادت مرد و عورتوں میں ہو گا جن کی فضیلت اس آیت میں بیان کی جا رہی ہے۔

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَشْرَافُ اُمَّتِيْ حَمَلَةُ الْقُرْاٰنِ وَاَصْحَابُ

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری امت کے اشراف قرآن کے اٹھانے والے ہیں اور صاحب

اللَّيْلِ. (رواه البيهقى فى شعب الايمان)

رات کے ہیں روایت کیا اس کو بیہقی نے شعب الایمان میں۔

تشریح: حاصل حدیث: ''قرآن اٹھانے والے'' سے مراد وہ لوگ ہیں جو قرآن کریم یاد کرتے ہیں اور اس کے احکام پر عمل کرتے ہیں بایں طور پر قرآن نے جن امور کو کرنے کا حکم دیا ہے ان کو کرتے ہیں اور جن امور سے منع کیا ہے ان سے بچتے ہیں۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ ایسے ہی لوگ میری امت کے بلند مرتبہ اور باسعادت افراد ہیں۔ چنانچہ قرآن حفظ کرنے والے اور اس کے احکام کے پابند لوگوں کی فضیلت ایک دوسری روایت میں اس طرح بیان کی گئی ہے کہ ''جس شخص نے قرآن حفظ کیا تو بے شک اس پر فیضان نبوت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں مگر اس کے پاس وحی (یعنی وحی جلی) نہیں آتی البتہ وحی خفی اس کے پاس آتی ہے (یعنی وحی جلی کے مطالب ومعارف کا فیضان اس کے قلب ودماغ پر ہوتا

ہے)مطلب یہ ہے کہ قرآن کریم حفظ کرنے والا شخص اس وجہ سے بہت زیادہ فضیلت وسعادت کا پیکر مانا جاتا ہے اس کے قلب کے اندر قرآن کے الفاظ کی شکل میں نور نبوت ودیعت فرما دیا جاتا ہے جس کا اثر یہ ہوتا ہے کہ وحی خفی یعنی قرآن کے ظاہری الفاظ کے مطالب ومعارف کا فیضان اسی کے قلب ودماغ کو منور کر دیتا ہے اور قرآن کے الفاظ کے نور کی برکت سے وحی جلی پر جو کہ انبیاء کا مخصوص حصہ ہے اس کا ایمان وایقان قوی تر ہو جاتا ہے۔

علامہ یحییٰؒ کہتے ہیں کہ "قرآن حفظ کرنے" کا مطلب یہ ہے کہ قرآن یاد کرے اور اپنی عملی زندگی کو اس کے سانچے میں ڈھالے بایں طور کہ قرآن نے جو احکام دیئے ہیں ان پر پورے قلبی خلوص اور مداومت کے ساتھ عمل کرے ورنہ تو محض قرآن یاد کرنے والا اور اس پر عمل کرنے والا ان لوگوں میں شمار کیا جاتا ہے جن کے بارے میں حق تعالیٰ نے یہ فرمایا ہے کہ: "یعنی (جو لوگ حافظ قرآن ہوں، مگر عامل قرآن نہ ہوں تو) وہ ایسے ہیں جیسے کہ گدھے پر کتابیں لاد دی جائیں"۔ یعنی اس طرح کہ گدھے پر کتابیں لاد دینے سے گدھے کو ذرہ برابر بھی فائدہ نہیں پہنچتا بالکل اسی طرح قرآن پر عمل نہ کرنے والے حافظ کو بھی قرآن حفظ کرنے سے کوئی فائدہ نہیں ہوتا اور وہ سعادت ومرتبہ کے اعتبار سے کسی بھی حیثیت میں نہیں ہوتا۔ اصحاب اللیل (رات والے) سے مراد وہ لوگ ہیں جو نماز وقرآن پڑھنے کیلئے شب بیداری پر مداومت کرتے ہیں یعنی پابندی کے ساتھ روزانہ رات میں اٹھتے ہیں اور عبادت خداوندی وذکر اللہ میں مشغول ہوتے ہیں ایسے لوگ خدا اور خدا کے رسول کی نظروں میں بڑی فضیلت کے حامل ہوتے ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق امت مرحومہ کے بلند مرتبہ افراد میں شمار کئے جاتے ہیں۔

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ اَبَاهُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ كَانَ يُصَلِّي مِنَ اللَّيْلِ مَا شَآءَ اللّٰهُ حَتّٰى اِذَا كَانَ مِنْ اٰخِرِ اللَّيْلِ

حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ اس کا باپ عمر بن خطاب رات کو جس قدر چاہتا نماز پڑھتا۔ جب پچھلی رات ہوتی اپنے اہل کو نماز کیلئے

اَيْقَظَ اَهْلَهُ لِلصَّلَاةِ يَقُوْلُ لَهُمُ الصَّلَاةُ ثُمَّ يَتْلُوْا هٰذِهِ الْاٰيَةَ وَاْمُرْ اَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا لَا

بیدار کرتا ان کو کہتا نماز پڑھو پھر یہ آیت پڑھتا اور حکم کر اپنے اہل کو نماز کے ساتھ اور صبر کر اس پر ہم تجھ سے رزق نہیں مانگتے

نَسْأَلُكَ رِزْقًا نَحْنُ نَرْزُقُكَ وَ الْعَاقِبَةُ لِلتَّقْوٰى (رواه موطا مالک)

ہم تم کو رزق دیتے ہیں اور آخرت پرہیز گاروں کیلئے ہے۔ روایت کیا اس کو مالک نے۔

بَابُ الْقَصْدِ فِي الْعَمَلِ

عمل میں میانہ روی کا بیان

ماقبل میں عمل کرنے کی احادیث لائے جن سے عمل کا شوق پیدا ہو۔ اب کہیں ایسا نہ ہو کہ زیادہ نوافل اپنے اوپر لازم کرلے بعد میں نبھا نہ سکے۔ نبھانا مشکل ہو جائے۔ اس لئے اب "باب القصد فی العمل" لائے۔ بس اتنی مقدار عمل کو اختیار کرنا چاہیے جس میں نہ افراط ہو اور نہ تفریط بلکہ اعتدال والا پہلو ہونا چاہئے۔

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ

عَنْ اَنَسٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُفْطِرُ مِنَ الشَّهْرِ حَتّٰى نَظُنَّ اَنْ لَّا يَصُوْمَ مِنْهُ

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مہینہ سے افطار کرتے یہاں تک کہ ہم خیال کرتے کہ اب اس سے

وَيَصُوْمُ حَتّٰى نَظُنَّ اَنْ لَّا يُفْطِرَ مِنْهُ شَيْئًا وَّكَانَ لَا تَشَآءُ اَنْ تَرَاهُ مِنَ اللَّيْلِ مُصَلِّيًا اِلَّا رَاَيْتَهُ وَلَا نَائِمًا

روزہ نہ رکھیں گے اور روزے رکھتے یہاں تک کہ ہم خیال کرتے کہ افطار نہ کریں گے اس میں سے کچھ اور تھے تو نہ چاہتا کہ دیکھے ان کو نماز پڑھتے

اِلَّا رَاَیْتَهٗ. (صحیح البخاری)
مگر دیکھ لے تو ان کو اور نہ چاہے تو کہ دیکھے ان کو سوتے ہوئے مگر دیکھے تو ان کو۔ روایت کیا اس کو بخاری نے۔

تشریح: حاصل حدیث: مطلب یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اعمال نفل میں اعتدال کی راہ اختیار فرماتے ہیں چنانچہ نہ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ روزہ ہی رکھتے تھے کہ افراط یعنی زیادتی لازم آتی اور نہ ہمیشہ بغیر روزہ کے رہتے تھے کہ تفریط یعنی کمی لازم آتی بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول یہ تھا کہ ہر مہینہ میں کچھ دن تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم روزہ سے رہا کرتے تھے اور کچھ دن بغیر روزہ کے۔

اسی طرح نفل نماز کے سلسلہ میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول یہ تھا کہ رات میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سوتے بھی تھے اور نماز بھی پڑھتے تھے نہ تو تمام رات سوتے ہی تھے اور نہ تمام رات نماز ہی میں گزارتے تھے۔ غرض کہ تمام امور میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل اوسط درجہ کا تھا نہ زیادہ تھا اور نہ کم تھا۔

وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَحَبُّ الْاَعْمَالِ اِلَی
حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ کی طرف عملوں میں سے بہت محبوب
اللّٰهِ اَدْوَمُهَا وَاِنْ قَلَّ. (صحیح البخاری و صحیح مسلم)
وہ ہے جس پر ہمیشگی کی جائے اگرچہ کم ہو۔

تشریح: حاصل حدیث:۔ قوله' احب الاعمال الی اللّٰه ادومها و ان قل: عمل دائمی اگرچہ قلیل ہی کیوں نہ ہو وہ اللہ کو زیادہ محبوب ہے اور زیادہ اہم ہے۔ وجوہ اہمیت (۱)۔ عمل قلیل دوام کی وجہ سے قلیل رہتا ہی نہیں کثیر بن جاتا ہے۔ اس کے مقابلے میں جو کثیر ہو وہ دوام نہ ہونے کی وجہ سے قلیل ہو جاتا ہے۔ اہمیت (۲)۔ عمل قلیل مع الدوام میں تاثیر زیادہ ہوتی ہے۔ دوام کی وجہ سے بنسبت اس عمل کے جس میں کثرت ہو دوام نہ ہو۔ امام غزالیؒ فرماتے ہیں بارش کا قطرہ قطرہ دوام کے ساتھ پتھر پر پڑتا رہے تو وہ پتھر میں سوراخ کر دے گا اور اگر یکدم ایک سیلاب آئے اور گزر جائے تو کچھ بھی نہیں ہوگا۔ اہمیت (۳)۔ ایک ہے روزانہ کی تھوڑی تھوڑی محبوب کی ملاقات اور ایک ہے بہت سی ملاقات برسوں اور تو عمل قلیل ایسا ہے کہ جیسا روزانہ کی تھوڑی تھوڑی محبوب سے ملاقات ہوتی رہے اور عمل کثیر ایسے کہ جیسے ایک دن بہت ساری ملاقات ہو جائے بعد میں برسوں نہ ہو تو روزانہ کی تھوڑی تھوڑی ملاقات بہتر ہے۔ اس سے کہ ایک ہی بار بہت ساری ملاقات ہو جائے پھر دیر تک نہ ہو۔ اہمیت (۴)۔ عمل قلیل میں عامل کی طبیعت میں انقباض نہیں پیدا ہوتا ہے (جس کی وجہ سے عمل چھوٹتا نہیں) اور عمل کثیر کرنے والے کی طبیعت میں کبھی نہ کبھی انقباض پیدا ہو جائے گا جس کی وجہ سے عمل چھوٹ جائے گا۔

وَعَنْهَا قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ خُذُوْا مِنَ الْاَعْمَالِ مَا تُطِیْقُوْنَ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا یَمَلُّ
عائشہؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عملوں میں سے اسی قدر لو جس کی تم کو طاقت ہو اس لئے کہ
حَتّٰی تَمَلُّوْا. (صحیح البخاری و صحیح مسلم)
اللہ تعالیٰ تنگ نہیں ہوتا یہاں تک کہ تم تنگ ہو۔

تشریح: حاصل حدیث:۔ ملال کا حقیقی معنی باری تعالیٰ کے حق میں محال ہے۔ یہاں لا یمل ملال کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اجر و ثواب دینے کو ترک نہیں فرماتے۔ یہاں تک کہ تم ملال میں پڑ جاؤ یعنی ملال کی وجہ سے عمل کو کرنا چھوڑ دو۔

وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لِیُصَلِّ اَحَدُکُمْ نَشَاطَهٗ وَاِذَا فَتَرَ فَلْیَقْعُدْ. (بخاری وغیرہ)
حضرت انسؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک تمہارا خوشی تک نماز پڑھے اور جس وقت سست ہو بیٹھ جائے۔

وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا نَعَسَ اَحَدُكُمْ وَهُوَ
حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس وقت تم میں سے ایک اونگھے اور وہ نماز پڑھ رہا ہے
يُصَلِّیْ فَلْيَرْقُدْ حَتّٰى يَذْهَبَ عَنْهُ النَّوْمُ فَاِنَّ اَحَدَكُمْ اِذَا صَلّٰى وَهُوَ نَاعِسٌ لَّا يَدْرِیْ لَعَلَّهٗ يَسْتَغْفِرُ
پس چاہیے کہ سو جائے یہاں تک کہ اس سے نیند جاتی رہے اس لئے کہ ایک تمہارا جس وقت نماز پڑھتا ہے اور وہ اونگھ رہا ہے نہیں جانتا کیا کہتا ہے
فَيَسُبُّ نَفْسَهٗ. (صحیح البخاری و صحیح مسلم)
شاید کہ وہ استغفار کرتا ہو پس اپنے نفس پر بددعا کرے۔

تشریح: حاصل حدیث:۔ اونگھ کی حالت میں نماز سے روکا اسلئے کہ کیا پتہ کہنا کچھ چاہتا ہو اور زبان سے کچھ نکل جائے۔ شریعت نے جو انسان کی رعایت کی ہے ایسے نہیں کی اس میں بہت سی مصلحتیں ہیں۔ مطلب یہ کہ نیند کے غلبہ اور اونگھنے کی حالت میں نماز نہ پڑھی جائے کیونکہ ایسے وقت نہ تو دل و دماغ حاضر رہتے ہیں اور نہ زبان ہی قابو میں ہوتی ہے یہی وجہ ہے کہ ایسی حالت میں انسان کہنا کچھ چاہتا ہے مثال کے طور پر اس کو یوں سمجھئے کہ ایک شخص نماز پڑھ رہا ہے اس پر نیند کا غلبہ ہے اور وہ اونگھ رہا ہے جس کی وجہ سے اس کے دل و دماغ اور زبان پر غفلت و سستی کا قبضہ ہے اب وہ اس حالت میں کہنا چاہتا ہے۔ اللھم اغفرلي ''اے اللہ میری مغفرت فرما''۔

مگر نیند کی غفلت اس کی زبان سے یہ الفاظ ادا کر رہی ہے۔ اللھم اعفرلی. ''اے اللہ مجھے خاک آلود کر دے''۔

دیکھا آپ نے؟ نیند کی غفلت سے صرف ایک نقطہ کے فرق نے کیا گل کھلا دیا'' کہاں تو اپنی مغفرت اور آخرت میں اپنی عزت و کامیابی کی دعا مانگنا چاہتا تھا اور کہاں اپنے نفس کیلئے بددعا کے الفاظ نکال کر ذلت و خواری کا سامان کر بیٹھا' اسی لئے منع کیا جا رہا ہے کہ جب نیند کا غلبہ ہو اور اونگھ کا تسلط ہو تو ایسے وقت میں نماز نہ پڑھنی چاہئے۔

وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ الدِّيْنَ يُسْرٌ وَّلَنْ يُّشَادَّ الدِّيْنَ اَحَدٌ اِلَّا
حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تحقیق دین آسان ہے اور دین میں کوئی سختی نہیں کرتا مگر دین اس پر غالب آجاتا ہے
غَلَبَهٗ فَسَدِّدُوْا وَقَارِبُوْا وَاَبْشِرُوْا وَاسْتَعِيْنُوْا بِالْغَدْوَةِ وَالرَّوْحَةِ وَشَیْءٍ مِّنَ الدُّلْجَةِ. (صحیح البخاری)
میانہ روی کرو اور طاقت کے قریب عمل کرو اور خوش ہو اور مدد چاہو صبح کے وقت سے اور شام کے وقت سے اور کچھ اخیر رات کے وقت سے روایت کیا اس کو بخاری نے۔

تشریح: حاصل حدیث:۔ پہلے جملے کا حاصل یہ ہے کہ ہرگز دین کا کوئی مقابلہ نہیں کر سکتا' یعنی لن یشاد ہرگز نہیں مقابلہ کرنا۔ مشاورت کا معنی ایک دوسرے کو مغلوب کرنے کی کوشش کرنا' پہلوانوں کی کشتی' دین انسان کو مغلوب کرنے کی کوشش کرتا ہے اور انسان دین کو مغلوب کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ بالآخر دین غالب آجاتا ہے۔ اصل میں دین کے احکام دو قسم پر ہیں عزائم کی قبیل سے رخائص کی قبیل سے۔ جو اپنی اصل پر ہیں وہ عزائم ہیں اور جو اپنی اصل پر نہ ہو وہ رخائص کی قبیل سے ہیں۔ صحت کی حالت میں کھڑے ہو کر نماز پڑھنا عزیمت اور مرض کی حالت میں بیٹھ کر نماز پڑھنا رخصت لن یشاد اگر کوئی شخص یہ طے کر لے کہ میں نے عزائم ہی پر عمل کرنا ہے تو یقیناً ایک وقت ایسا آئے گا کہ اسے رخصت پر عمل کرنا پڑے گا۔

دوسرا معنی: یقیناً عاجز آجائے گا۔ مثلاً اگر یہ طے کر لے کہ میں نے رخصت پر ہی عمل کرنا ہے تو یقیناً ایسا وقت آئے گا کہ رخصت پر بھی عمل نہیں کر سکے گا۔ عاجز ہو جائے گا۔ مثلاً بیمار ہو گیا اور ایسا بیمار ہوا کہ نماز ہی نہیں پڑھ سکتا۔ ادھر اب اس نے یہ طے کر رکھا کہ میں رخصت پر عمل کروں گا تو اب نہ عزیمت پر عمل ہوا اور نہ رخصت پر تو یہ عاجز آ گیا۔

فسددوا وقاربوا کے تین معنے ہیں ۱۔ درست عمل میں لگو رہو اور اگر پوری طرح درست عمل نہ کر سکو تو اس کے قریب قریب تو رہو دور نہ جاؤ۔

۲-درست عمل میں لگے رہو اس کے ساتھ ساتھ میانہ روی اختیار کرو۔ یا اللہ کے قرب کو تلاش کرو۔ قرب الٰہی کو حاصل کرتے رہو۔

۳-درست عمل میں ہاتھ لگاؤ کہ برائی پر ڈلٹ لگ جائے۔ وابشروا درست اعمال کرکے اور اپنے نیک اعمال پر ملنے والے اجر وثواب کا استحضار کرکے خوش ہو جاؤ۔

آگے فرمایا واستعینوا بالغدوۃ والروحۃ وشیء من الدلجۃ صبح شام اور رات کے کچھ حصہ کے اندر عبادت کی توفیق مانگو۔ ان تین اوقات کے اندر اگر تم کسی عمل پر مداومت کرو گے تو تم کو بقیہ اوقات میں بھی نفلی عبادات کی توفیق مل جائے گی۔ یہ تین اوقات فرحت اور انبساط کے اوقات ہیں۔ مثلاً کوئی مسافر صبح کے وقت علی الدوام چلنا شروع کردے تو وہ یقیناً منزل مقصود تک پہنچ جائے گا۔ اسی طرح فرحت اور انبساط کے وقت میں کسی عبادت پر مداومت اختیار کرنے سے انسان منزل مقصود تک پہنچ جائے گا۔

وَعَنْ عُمَرَؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ نَّامَ عَنْ حِزْبِهٖ اَوْ عَنْ شَيْءٍ مِنْهُ فَقَرَأَهُ فِيْمَا
حضرت عمرؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اپنے وظیفہ سے سو جائے یا اس کے کچھ حصہ سے
بَيْنَ صَلٰوةِ الْفَجْرِ وَصَلٰوةِ الظُّهْرِ كُتِبَ لَهٗ كَاَنَّمَا قَرَأَهٗ مِنَ اللَّيْلِ. (صحيح مسلم)
اس کو نماز فجر اور ظہر کی نماز کے درمیان پڑھ لے اس کو ثواب لکھا جاتا ہے گویا کہ اس نے رات کو پڑھا ہے۔ روایت کیا اس کو مسلم نے۔

تشریح: حاصل حدیث:۔ رات والا عمل اگر سو جانے کی وجہ سے رہ گیا ہو اور وہ اگلے دن زوال سے پہلے پہلے کرلیا جائے تو اسکا اجر وثواب مل جائیگا۔

وَعَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلِّ قَائِمًا فَاِنْ لَّمْ تَسْتَطِعْ
حضرت عمران بن حصینؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کھڑے ہو کر نماز پڑھ اگر نہ ہو سکے بیٹھ کر نماز پڑھ
فَقَاعِدًا فَاِنْ لَّمْ تَسْتَطِعْ فَعَلٰى جَنْبٍ (صحيح البخاري)
اگر یہ بھی نہ ہو سکے پس اپنے کروٹ پر نماز پڑھ۔ روایت کیا اس کو بخاری نے۔

تشریح: حاصل حدیث:۔ اس حدیث پر اشکال ہے کہ احناف کہتے ہیں کہ اگر کوئی شخص بیٹھ کر نماز پڑھنے پر قادر نہ ہو تو وہ استلقاء کرے یعنی گدی کے بل لیٹ کر نماز پڑھے۔ جبکہ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اضطجاعاً پڑھے؟ اور شوافع کا یہی مذہب ہے تو یہ صورت شوافع کے موافق اور احناف کے خلاف جارہی ہے؟ جواب یہ حکم عمران بن حصین کو دیا گیا ہے اور وہ بواسیر کی بیماری میں مبتلا تھے۔ استلقاء لٹانے میں زیادہ تکلیف ہوتی تھی تو ایسی صورت میں احناف بھی کہتے ہیں کہ مضطجعاً لیٹ کر نماز پڑھ سکتا ہے تو یہ خاص مجبوری کی حالت پر محمول ہے۔

وَعَنْهُ اَنَّهٗ سَاَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ صَلٰوةِ الرَّجُلِ قَاعِدًا قَالَ اِنْ صَلّٰى قَائِمًا فَهُوَ اَفْضَلُ
اسی (عمران) سے روایت ہے اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے آدمی کے بیٹھ کر نماز پڑھنے کے متعلق سوال کیا فرمایا اگر کھڑے ہو کر نماز پڑھے افضل ہے اور جس نے بیٹھ
وَمَنْ صَلّٰى قَاعِدًا فَلَهٗ نِصْفُ اَجْرِ الْقَائِمِ وَمَنْ صَلّٰى نَائِمًا فَلَهٗ نِصْفُ اَجْرِ الْقَاعِدِ. (صحيح البخاري)
کر نماز پڑھی اس کو کھڑے ہو کر نماز پڑھنے والے سے آدھا ثواب ہوگا اور جس نے لیٹ کر نماز پڑھی اس کو بیٹھے ہوئے کا آدھا ثواب ہے۔ روایت کیا اس کو بخاری نے۔

تشریح: حاصل حدیث:۔ عن صلوٰۃ الرجل قاعداً اس حدیث پر ایک اشکال ہے؟ وہ یہ ہے کہ من صلی قاعدًا فلا اجر القائم و من صلی نائمًا فلہ نصف اجر القاعد۔ ہم دریافت کرتے ہیں کہ اس کا مصداق کون ہے۔ نمازی معذور ہوگا یا غیر معذور اگر غیر معذور ہے تو مفترض ہوگا یا متنفل۔ غیر معذور ہونے کی صورت میں اگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد مفترض کے بارے میں ہے تو اس کی نماز تو قدرۃ علی القیام کے ہوتے ہوئے قاعداً صحیح ہی نہیں ہوتی۔ چہ جائیکہ نصف ثواب ملے اور اگر متنفل کے بارے میں ہے تو احناف کا راجح قول یہ ہے کہ جب اس کو قعود پر قدرت ہو اور بیٹھ کر نماز پڑھنے کی طاقت رکھتا ہو وہ لیٹ کر نفل پڑھے تو یہ جائز ہی نہیں۔ اس صورت میں اخیری جملہ منطبق نہیں ہوگا لہٰذا اس کا مصداق نہ تو مفترض بن سکتا ہے اور نہ ہی متنفل (اچھا) یہ تو غیر معذور کے بارے میں ہے اور اگر اس کا مصداق معذور ہو تو اس کے بارے میں تو یہ ہے کہ اگر وہ کھڑا

ہونے پر قادر نہیں ہے وہ بیٹھ کر نماز پڑھتا ہے تو اس کو نصف نہیں بلکہ پورا ثواب ملے گا۔ اس کے اجر وثواب میں تنصیف نہیں ہوگی اور اگر بیٹھنے کی قدرت اس کو نہیں ہے وہ لیٹ کر اشارہ سے نماز پڑھتا ہے تو پھر بھی اس کے اجر وثواب میں تنصیف نہیں ہوگی بلکہ جس طرح تندرست کھڑے ہو کر نماز پڑھے اس کو پورا اجر ملتا ہے اسی طرح اس معذور کا لیٹ کر نماز پڑھنے والے کو بھی پورا اجر وثواب ملے گا۔ تو اس حدیث کو نہ معذور پر محمول کر سکتے ہیں اور نہ غیر معذور پر۔

جواب: اس کا مصداق معذور ہے۔ باقی رہا یہ سوال کہ اس کو تو پورا اجر وثواب ملتا ہے جبکہ حدیث میں آ رہا ہے کہ تنصیف ہوتی ہے؟

جواب! معذور دو قسم پر ہیں۔ ۱- وہ معذور جو قیام اور قعود پر بالکل قدرت نہیں رکھتا ہو

۲- وہ معذور جو بمشقت شدیدہ قیام اور قعود پر قادر ہو یعنی مشقت کر کے اگر کھڑے ہو کر نماز پڑھنا چاہے تو پڑھ سکتا ہے۔

اس کا مصداق قسم ثانی ہے۔ یعنی بمشقت شدیدہ افعال پر نماز پڑھنے پر قادر ہو۔ تو یہ تنصیف تندرستوں کے اجر وثواب کے مقابلے میں نہیں ہے بلکہ یہ مشقت شدیدہ اختیار کر کے نماز پڑھتا تو جتنا ثواب اس کو ملتا بیٹھ کر یا لیٹ کر پڑھنے والے کو اس کا نصف ملے گا۔ اگر یہ مریض جو قعود پر قادر ہے قیام پر بمشقت شدیدہ قادر ہے اگر یہ کھڑے ہو کر نماز پڑھے تو اس کو دُہرا اجر ملے گا۔ ایک تو تندرستوں والا اجر اور ایک مشقت برداشت کرنے کا اجر۔ اور اگر یہی مریض بیٹھ کر نماز پڑھتا ہے تو اس کو نصف اجر ملے گا۔ اسی طرح مضطجعا کی صورت ہے۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ

وَعَنْ اَبِیْ اُمَامَۃَ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ مَنْ اَوٰی اِلٰی فِرَاشِہٖ طَاھِرًا وَّذَکَرَ
حضرت ابوامامہؓ سے روایت ہے کہا کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا فرماتے تھے جو اپنے بستر کی طرف پاک حالت میں جگہ پکڑے
اللّٰہَ حَتّٰی یُدْرِکَہُ النُّعَاسُ لَمْ یَتَقَلَّبْ سَاعَۃً مِّنَ اللَّیْلِ یَسْأَلُ اللّٰہَ فِیْھَا خَیْرًا مِّنْ خَیْرِ الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ
اور اللہ کو یاد کرے یہاں تک کہ اس کو نیند غلبہ کرے نہیں کروٹ لیتا رات کو کسی وقت اللہ سے اس میں دنیا اور آخرت کی بھلائی کا سوال کرے
اِلَّا اَعْطَاہُ اِیَّاہُ ذَکَرَ النَّوَوِیُّ فِیْ کِتَابِ الْاَذْکَارِ بِرِوَایَۃِ ابْنِ السُّنِّیِّ۔
مگر وہ اس کو وہ عطا کر دیتا ہے ذکر کیا اس کو نووی نے کتاب الاذکار میں ابن سنی کی روایت سے۔

تشریح: حاصل حدیث:۔ ظاہراً باوضو ہو کر ذکر اللہ معوذتین آیۃ الکرسی وغیرہ پڑھ لے۔

وَعَنْ عَبْدِاللّٰہِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَجِبَ رَبُّنَا مِنْ رَجُلَیْنِ رَجُلٌ
حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہمارا رب دو شخصوں سے تعجب کرتا ہے ایک وہ شخص جو اپنے نرم بستر
ثَارَ عَنْ وِطَائِہٖ وَلِحَافِہٖ مِنْ بَیْنِ حِبِّہٖ وَاَھْلِہٖ اِلٰی صَلَاتِہٖ فَیَقُوْلُ اللّٰہُ لِمَلَائِکَتِہٖ اُنْظُرُوْا اِلٰی عَبْدِیْ
اور لحاف سے اپنے محبوب اور اہل کے درمیان سے اٹھا اللہ تعالیٰ فرشتوں کو کہتا ہے میرے بندے کی طرف دیکھو اپنے بستر اور لحاف سے اپنے محبوب اور
ثَارَ عَنْ فِرَاشِہٖ وَوِطَائِہٖ مِنْ بَیْنِ حِبِّہٖ وَاَھْلِہٖ وَاِلٰی صَلٰوتِہٖ رَغْبَۃً فِیْمَا عِنْدِیْ وَشَفَقًا مِّمَّا عِنْدِیْ
اہل کے درمیان سے اٹھا ہے رغبت کرتے ہوئے جو میرے پاس ہے اور ڈرتے ہوئے اس چیز سے جو میرے نزدیک ہے۔ ایک وہ آدمی جس نے خدا
وَرَجُلٌ غَزَا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ فَانْھَزَمَ مَعَ اَصْحَابِہٖ فَعَلِمَ مَا عَلَیْہِ فِی الْاِنْھِزَامِ وَمَالَہٗ فِی الرُّجُوْعِ
کی راہ میں جہاد کیا اپنے ساتھیوں کے ساتھ شکست کھا کر بھاگ گیا اس نے جانا وہ گناہ جو بھاگنے میں ہے اور جانا اس ثواب کو جو اسکے واسطے ہے لوٹنے
فَرَجَعَ حَتّٰی ھُرِیْقَ دَمُہٗ فَیَقُوْلُ اللّٰہُ لِمَلَائِکَتِہٖ اُنْظُرُوْا اِلٰی عَبْدِیْ رَجَعَ رَغْبَۃً فِیْمَا عِنْدِیْ وَشَفَقًا
میں وہ واپس لوٹا یہاں تک کہ اس کا خون بہایا گیا اللہ تعالیٰ اپنے فرشتوں کو کہتا ہے میرے بندے کو دیکھو وہ میرے پاس جو کچھ ہے اس میں رغبت

مِمَّا عِنْدِي حَتَّى هُرِيقَ دَمُهُ. (رواه فی شرح السنة)

کرتے ہوئے اور جو میرے پاس سزا ہے اس سے ڈرتے ہوئے لوٹتا ہے یہاں تک کہ اس کا خون بہایا گیا روایت کیا اس کو شرح السنہ نے۔

تشریح: حاصل حدیث: مطلب یہ ہے کہ رات کے پرسکون ماحول اور آرام میں کسی شخص کیلئے نرم بستر' آرام دہ لحاف اور محبوب بیوی کا قرب ہی سب سے زیادہ پسندیدہ اور پیاری چیزیں ہوتی ہیں مگر اس کے باوجود وہ شخص اپنے رب کی عبادت اور اس کی جزاء وانعام کے شوق میں ان سب چیزوں کو چھوڑ دیتا ہے اور پروردگار کے حضور میں اپنی بندگی وعبودیت کا نذرانہ پیش کرنے لگتا ہے کیونکہ وہ جانتا ہے کہ دنیا کی تمام پسندیدہ چیزیں دنیا میں تو قلب ودماغ کے سکون اور انسانی عیش ومسرت کا سامان بن سکتی ہیں مگر نہ تو یہ قبر میں نفع پہنچائیں گی اور نہ حشر میں کامیابی وسرخروئی کی ضامن ہوں گی قبر اور حشر میں تو صرف پروردگار کی اطاعت اور اس کی عبادت ہی کام آئے گی اور وہی سعادت وکامیابی کی منزل سے ہم کنار کریں گی۔

اس حدیث میں اس طرف اشارہ ہے کہ اللہ جل شانہ کے واسطے عبادت کرنا اور اس پر ثواب کی امید رکھنا اخلاص اور کمال کے منافی نہیں ہے اگرچہ یہ اکمل درجہ کے منافی ہے کیونکہ عبادت کے سلسلہ میں اکمل درجہ یہی ہے کہ عبادت محض اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور اس کی رضا کیلئے کی جائے اور اس سے کوئی غرض مثلاً ثواب کا حصول یا عذاب کا خوف وابستہ نہ ہو لیکن ہاں کوئی شخص اگر عبادت محض ثواب کے واسطے یا عذاب کے خوف سے کرتا ہے تو اسے یہ نہ جان لینا چاہئے کہ اس کی یہ عبادت' عبادت نہیں صرف تضیع اوقات ہے۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ

عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرٍوؓ قَالَ حُدِّثْتُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ صَلٰوةُ الرَّجُلِ قَاعِدًا

حضرت عبداللہ بن عمروؓ سے روایت ہے کہا کہ مجھے حدیث بیان کی گئی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے آدمی کا بیٹھ کر نماز پڑھنا آدھی نماز ہے میں آپ

نِصْفُ الصَّلٰوةِ قَالَ فَاَتَيْتُهٗ فَوَجَدْتُهٗ يُصَلِّيْ جَالِسًا فَوَضَعْتُ يَدِيْ عَلٰى رَأْسِهٖ فَقَالَ مَالَكَ يَا عَبْدَاللّٰهِ

صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پایا کہ بیٹھ کر نماز پڑھ رہے ہیں میں نے اپنا ہاتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک پر رکھا آپ

بْنَ عَمْرٍوؓ قُلْتُ حُدِّثْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّكَ قُلْتَ صَلٰوةُ الرَّجُلِ قَاعِدًا عَلٰى نِصْفِ الصَّلٰوةِ وَاَنْتَ

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے عبداللہ بن عمرو تجھے کیا ہے میں نے کہا مجھے بیان کیا گیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آدمی کا نماز بیٹھ کر پڑھنا آدھی

تُصَلِّيْ قَاعِدًا قَالَ اَجَلْ وَلٰكِنِّيْ لَسْتُ كَاَحَدٍ مِّنْكُمْ. (صحیح مسلم)

نماز کے برابر ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھ کر نماز پڑھتے ہیں فرمایا ہاں لیکن میں تم میں سے ایک کی مانند نہیں ہوں۔ روایت کیا اس کو مسلم نے۔

تشریح: حاصل حدیث: عبداللہ بن عمرو فرماتے ہیں کہ مجھے یہ حدیث بیان کی گئی ہے۔ ظاہر یہ ہے کہ نماز سے فارغ ہونے کے بعد سر پر ہاتھ رکھا۔ کیوں رکھا؟ اپنے شدید الحاجۃ ہونے کو بتلانے کے لئے۔ یہ عرب کی عادت تھی۔ قولہ قال اجل الخ یہ فرق ہے نبی اور غیر نبی میں۔ فرمایا اگر میں بیٹھ کر بھی نماز پڑھوں گا تو مجھے پورا اجر وثواب ملے گا۔ اور اگر تم بیٹھ کر پڑھو گے تو تنصیف ہو جائے گی۔ یہ میری ہی خصوصیت ہے۔ میں نے تم کو جو حکم دیا تھا اس میں میں داخل نہیں اپنے کو مجھ پر اور مجھ کو اپنے اوپر قیاس مت کرو۔

وَعَنْ سَالِمِ بْنِ اَبِي الْجَعْدِ قَالَ قَالَ رَجُلٌ مِّنْ خُزَاعَةَ لَيْتَنِيْ صَلَّيْتُ فَاسْتَرَحْتُ فَكَاَنَّهُمْ عَابُوْا ذٰلِكَ

حضرت سالم بن ابی جعدؓ سے روایت ہے کہا کہ خزاعہ کے ایک آدمی نے کہا کاش کہ میں نماز پڑھوں اور آرام حاصل کروں لوگوں نے اس پر عیب پکڑا اس

عَلَيْهِ فَقَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اَقِمِ الصَّلٰوةَ يَا بِلَالُ اَرِحْنَا بِهَا. (رواه ابوداؤد)

نے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا فرماتے تھے اے بلال نماز کی تکبیر کہہ اس کیساتھ ہم کو راحت دے روایت کیا اس کو ابوداؤد نے۔

تشریح: حاصل حدیث:۔ کا یہ ہے کہ ایک شخص نے کہا لیتنی صلیت و استرحت کاش کہ میں نماز پڑھتا (پڑھ لیتا) اور آرام کر لیتا۔ تو لوگوں نے اس پر عیب گیری شروع کر دی اور نکتہ چینی کی۔ لوگوں نے یہ سمجھا کہ یہ شخص کہنا چاہتا ہے کہ کاش میں نماز پڑھ چکا ہوتا اور سو جاتا۔ اور یہ صحیح نہیں ہے اس لئے لوگوں نے آپس میں باتیں کرنا شروع کر دیں۔ اس پر اس شخص نے اپنی کلام کا مطلب سمجھایا کہ نماز سے راحت پہنچتی ہے۔ جیسے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلالؓ کو فرمایا تھا اقم الصلوٰۃ یا بلال وارحنا بھا ان کا مطلب بھی یہی تھا کہ تکبیر کہو اور نماز پڑھیں اس لئے کہ نماز سے راحت ملتی ہے۔ تو میرا مطلب بھی یہی ہے کہ کاش کہ میں نماز میں مشغول ہو جاؤں اور دل کو راحت دوں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کسی شخص کی کلام میں اجمال ہو تو اس پر مواخذہ (جا سکتا ہے) کیا جائے گا اور یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر وہ متکلم اپنی کلام کا صحیح مطلب بیان کر دے تو اس کو تسلیم کر لیا جائے گا (یہ اس لئے کہا کہ عبارات اکابر کی صحیح توجیہات تسلیم کی جائیں گی) اگر متکلم اپنی کلام کا صحیح مطلب نہ بیان کر سکے تو اس پر مواخذہ کیا جائے گا۔ جیسے ایک صحابیؓ نے ایک شخص کو کہا کہ مسجد نبوی کے قریب تیرا گھر ہوتا تو لمبے سفر کی مشقت سے جان چھوٹ جاتی۔ آگے سے اس نے کہا کہ میں اس بات کو پسند نہیں کرتا کہ میرے گھر کے خیمے کی رسیاں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خیمے کے قریب ہوں۔ اس صحابیؓ نے فوراً نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جا کر شکایت لگائی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو بلوایا اس سے مذکورہ بات پوچھی اس نے کہا کہ میرا مطلب یہ تھا کہ دور سے آنے سے ثواب زیادہ ملتا ہے اس لئے میں قریب کو پسند نہیں کرتا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ٹھیک ہے۔ بظاہر تو یہ خطرناک بات کہی تھی مراد اس کی کچھ اور تھی لہٰذا مواخذہ سے بچ گیا۔ واللہ اعلم بالصواب. تم الباب بعون اللہ تعالیٰ خالصۃً۔

بَابُ الْوِتْرِ

نماز وتر کا بیان

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ

عَنِ ابْنِ عُمَرَؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلٰوةُ اللَّيْلِ مَثْنٰى مَثْنٰى فَاِذَا خَشِيَ اَحَدُكُمُ الصُّبْحَ صَلّٰى رَكْعَةً وَّاحِدَةً تُوْتِرُلَهٗ مَا قَدْ صَلّٰى۔ (صحیح البخاری و صحیح مسلم)

حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا رات کی نماز دو دو رکعت ہے جب ایک تمہارا صبح کے نمودار ہونے سے ڈرے ایک رکعت پڑھ لے اس کی پڑھی ہوئی نماز کو طاق بنا دے گی۔

تشریح: عن ابن عمرؓ الخ قوله مثنیٰ مثنیٰ سوال بعض احادیث میں آتا ہے کہ صلوٰۃ اللیل چار چار رکعتیں ہیں اور یہاں سے معلوم ہوا کہ دو رکعتیں ہیں؟ جواب: اس میں دو احتمال ہیں (۱) کم سے کم کو بتلانا ہے کہ کم سے کم دو دو رکعتیں ہوتی ہیں (۲) افضلیت کو بتلانا مقصود ہے۔

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْوِتْرُ رَكْعَةٌ مِّنْ اٰخِرِ اللَّيْلِ (صحیح مسلم)

ابن عمرؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وتر ایک رکعت ہے آخر رات میں راوی تک یا اس کو مسلم نے۔

تشریح: وعنہ قال قال الخ۔ وتروں کے بارے میں کئی اختلافی مسائل ہیں۔

پہلا مسئلہ: وتروں کی کیفیت کیا ہے؟ آیا سنت ہیں یا واجب؟ امام صاحبؒ کے نزدیک واجب ہیں اور باقی آئمہ حتیٰ کہ صاحبین کے نزدیک بھی سنت ہیں۔

دلائل امام صاحب نمبر (۱)۔ وہ احادیث جو نماز وتر کے بارے میں ہیں ان میں وتروں کا حکم بصیغہ امر دیا گیا ہے اور جب تک کوئی

قرینہ صارفہ عن الوجوب نہ ہو تو مطلق امر وجوب کیلئے متعین ہوتا ہے۔ مثلاً اسی باب کی فصل اوّل کی چھٹی حدیث۔ وعنه عن النبی صلی الله علیه وسلم قال بادرو الصبح بالوتر اور حدیث علیؓ جو کہ اسی باب کی فصل ثانی کی چوتھی حدیث ہے۔ وعن علیؓ ان الله وتر یحب الوتر فاوترو ایا اهل القرآن۔ یہاں امر وجوب کے لئے تو معلوم ہوا کہ وتر واجب ہیں۔

دوسری دلیل۔ وہ روایات جن میں وتروں کی قضا کا حکم دیا گیا ہے۔ مثلاً اسی باب کی فصل ثانی کی چھٹی روایت حدیث زید بن اسلم۔

وعن زید بن اسلمؓ قال قال صلی الله علیه وسلم من نام عن وتره فلیصل اذا اصبح

اسی طرح فصل ثالث کی تیسری روایت وعن ابی سعیدؓ قال قال صلی الله علیه وسلم من نام من الوتر اونسیهٔ فلیصل اذا ذکرو اذا استیقظ) ان میں وتروں کی قضا کا حکم دیا گیا ہے۔ اس کا مقتضیٰ تو یہ تھا کہ وتر فرض ہوتے لیکن چونکہ اس کا ثبوت خبر واحد سے ہے اس لئے واجب ہوں گے کیونکہ فرضیت کے ثبوت کے لئے قطعی الدلالت والثبوت احادیث کا ہونا ضروری ہے۔

تیسری دلیل۔ وہ حدیث جن میں وتروں کے ترک پر وعید شدید کا بیان ہے۔ مثلاً اسی باب کی فصل ثالث کی دوسری حدیث وعن بریدةؓ قال سمعت رسول الله الخ یقول الوتر حق فمن لم یوتر فلیس منا۔ یہ تین مرتبہ ارشاد فرمایا کتنی سخت وعید ہے اور پھر تاکید کے ساتھ بھی ہے۔ اور ظاہر ہے کہ وعید شدید کا ترتب ترک واجب پر ہوتا ہے نہ کہ ترک سنت پر۔ تو یہ دلیل ہے اس بات کی کہ وتروں کی کیفیت محض سنت کی نہیں۔

چوتھی دلیل۔ دلیل حدیث خارجہ بن حذافہ وعن خارجة بن حذافه قال خرج علینا رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم وقال ان الله مدکم بصلوٰة هی خیر لکم من حمر النعم الوتر جعلهٔ الله لکم فیما بین صلوٰة العشاء الی ان یطلع الفجر۔

طریق استدلال۔ ا۔ فرمایا ایک نماز کو اللہ نے زائد قرار دیا ہے تم پر وہ وتر ہیں تو وتر کو زائد قرار دیا گیا اور فرائض متعین ہیں نوافل نہیں۔ اور قاعدہ ہے کہ زائد مزید علیہ کی جنس سے ہوتا ہے اور مزید علیہ صلوٰت خمسہ فرائض ہیں۔ تو ان الفاظ کا مدلول تو یہ تھا کہ وتر بھی فرض ہوتے لیکن فرضیت کے اثبات کیلئے قطعی الثبوت دلیل کا ہونا ضروری ہے چونکہ دلیل ظنی الثبوت خبر واحد ہے اس کی دلالت ظنی الدلالت ہے۔ اس لئے وجوب ثابت ہوگا نہ کہ فرض۔

پانچویں دلیل:۔ وتر کی رکعات ثلثہ کا ہونا یہ بھی علامت ہے کہ وتر واجب ہیں بایں طور کہ فرائض میں سے مغرب کے سوا کوئی فرض ایسا نہیں جس کی تین رکعتیں ہوں اور کوئی نوافل ایسے نہیں جن کی تین رکعتیں ہو۔ معلوم ہوا کہ اس وتر کی سرحد ملتی ہے مغرب کی نماز کی سرحد کے ساتھ۔ فرائض کے ساتھ۔ لہٰذا اس کے ساتھ لاحق کیا جائے گا۔

باقی آئمہ کے دلائل: دلیل نمبر (۱)۔ ماقبل میں ایک حدیث گزر چکی حدیث اعرابی حدیث نمبر ۱۴ عن طلحہ بن عبید اللہ اس میں ہے کہ اعرابی نے کہا هل علیّ غیر هن فقال لا۔ الا ان تطوع تو اس میں وتروں کا ذکر نہیں۔ اس کے جواب گزر چکے کہ یہ اس زمانے کا قصہ ہے جبکہ وتر واجب نہیں ہوئے تھے۔ (۲)۔ علی وجہ التسلیم کہ وتر واجب تھے تو عشا کے تابع ہونے کی وجہ سے عشاء کے ذکر کے ضمن میں آ گئے۔ (۳) یا مطلب جیسے فرائض خمسہ فرض ہیں ایسے وتر فرض نہیں دلیل نمبر (۲) باب صلوٰۃ السفر میں ہے۔ حدیث نمبر ۸ حدیث ابن عمر پر ہے۔ عن ابن عمرؓ ویوتر علی راحلته (وتروں کو راحلۃ پر ادا کرنا یہ دلیل ہے اس بات کی کہ وتر سنت ہیں)۔ ان دلائل کے جوابات۔ جواب نمبر (۱) ہو سکتا ہے کہ یہ عذر کی وجہ سے راحلۃ پر پڑھے ہوں۔ اس پر قرینہ یہ ہے کہ اس روایت کے راوی حضرت ابن عمرؓ ہیں جن کا عمل اس کے خلاف ہے۔ جواب نمبر (۲)۔ دوسری حدیث ابن عمرؓ اس کے معارض موجود ہے۔ چنانچہ امام طحاوی نے نقل کیا ہے کہ ابن عمرؓ کا عمل یہ تھا کہ نوافل تو راحلۃ پر پڑھتے اور وتر زمین پر اتر کر پڑھتے تھے تو ان سے سوال ہوا کہ آپؐ ایسا کیوں کرتے ہیں تو ابن عمرؓ نے فرمایا کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی طرح پڑھتے دیکھا ہے تو معارض ہونے کی وجہ سے یہ حدیث قابل استدلال نہیں۔ جواب نمبر (۳)۔ یہ اس زمانے کا قصہ ہے کہ ابھی تک وتروں کا وجوب نہیں ہوا تھا جس طرح نوافل علی الراحلۃ پڑھ لیتے اسی طرح وتر بھی پڑھ لیتے تھے۔ دلیل نمبر (۳) وتروں میں سنتوں کی علامات پائی جاتی ہیں۔ مثلاً وتروں کیلئے الگ اذان واقامۃ نہیں اور نیز وتروں کے منکر کو کافر نہیں کہا جاتا۔ فرائض کے منکر کو کافر کہا جاتا ہے۔ اس دلیل کا جواب! اذان واقامۃ الگ نہیں کیونکہ یہ وتر عشا کے تابع ہیں اور یہ کوئی سنت کی دلیل بھی نہیں

جیسے عیدین کی نماز واجب ہے لیکن اذان واقامۃ نہیں۔ باقی رہی یہ بات کہ وتروں کا منکر کافر نہیں ہوتا۔ جواب: ٹھیک ہے کافر تو فرض قطعی کے منکر کو کہا جاتا ہے ظاہر ہے کہ اس کا ثبوت تو ظنی ہے۔

دلیل نمبر(۴) حدیث علیؓ حضرت علیؓ فرماتے ہیں الوتر لیس بحتم کالمکتوبۃ اس دلیل کا پہلا جواب: ہم قول نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پیش کررہے ہیں اور تم قول صحابیؓ اور قول صحابیؓ قول نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلے میں حجت نہیں۔ دوسرا جواب۔ جو خود عبادت میں مذکور ہے کہ اور ہم وتروں کے وجوب کے اس طرح قائل نہیں کہ جس طرح فرائض کا وجوب ولزوم ہے۔

دوسرا مسئلہ: کمیت میں اختلاف ہے' آیا وتروں کی رکعات کتنی ہیں' احناف کے نزدیک ثلثہ رکعات متعین ہیں۔ باقی آئمہ کہتے ہیں کہ ایک رکعت وتر کی پڑھنا بھی صحیح اور تین بھی پڑھنا جائز وصحیح ہے۔ وتروں کی تین رکعات پر دلائل احناف:

دلیل-۱: ماقبل میں باب صلوٰۃ اللیل کے اندر حدیث ابن عباسؓ گزر چکی کہ ثم اوتر بثلاث تین رکعات ایک ہی سلام کے ساتھ ہیں۔

دلیل-۲: اسی باب کی فصل ثالث کی پانچویں روایت حدیث علی میں ہے یوتر بثلث کہ وتر تین رکعات ہیں۔

دلیل-۳: وہ احادیث جو متعلقہ بقرأۃ صلوٰۃ الوتر ہیں یعنی جن میں وتروں کی قرأت بتلائی جاتی ہے۔ مثلاً اسی باب کی فصل ثانی کی روایت۔ حدیث عبدالعزیز بن جریج حدیث نمبر اس حدیث کا حاصل یہ ہے کہ حضرت عائشہؓ سے سوال ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم وتروں میں کون کون سی سورتوں کی قرأت کرتے تھے تو حضرت عائشہؓ نے جواب ارشاد فرمایا اور تینوں رکعتوں کی قرأت الگ الگ بتلائی فرمایا کان یقرأ فی الاولیٰ بسبح اسم ربک الاعلیٰ و فی الثانیۃ بقل یایھا الکفرون و فی الثالثہ بقل ھو اللہ احد والمعوذتین۔ کتنی مفصل روایت ہے۔ طریق استدلال۔ اگر وتر ایک رکعت ہوتے تو حضرت عائشہؓ اس سوال کے جواب میں ایک رکعت کی قرأت بتلاتی' تینوں کی قرأت بتلانے کی ضرورت نہیں تھی۔ دلیل نمبر(۴): وتر دو حال سے خالی نہیں۔ فرض ہوں گے یا سنت۔ اگر فرض ہوں تو فرائض میں سے بعض فرض ایسے ملتے ہیں جن کی رکعت میں مثلاً صلوٰۃ المغرب تو فرض ہونے کی حالت میں وتروں کا ماخذ فرائض سے ملتا ہے (تو اس کے ساتھ لاحق ہونے کی وجہ سے تین وتر ہوں گے) اور اگر سنت ہوں تو ہر سنت کا ماخذ بھی فرائض ہی ہیں۔ فرضوں میں ہم دیکھتے ہیں کہ ۲' ۳' ۴ ہیں۔ وتروں کے دو ہونے کا کوئی قائل نہیں اور چار کا بھی کوئی قائل نہیں بلکہ ایک یا ۳ کے قائل ہیں۔ تو ایک کی نظیر فرائض میں نہیں ملتی۔ تین کی نظیر فرائض میں نہیں ملتی ہے تو معلوم ہوا کہ سنت ہونے کی تقریر پر بھی وتروں کی رکعات تین ہونی چاہئیں۔ فرض ہوں تو بھی تین' سنت ہوں تو بھی تین۔

باقی آئمہ کے دلائل: دلیل-۱: حدیث ابن عمرؓ اسی باب کی پہلی اور دوسری روایت ہے پہلی روایت میں ہے صلی رکعۃ واحدۃ توترلہٗ ماقد صلی اور دوسری روایت میں ہے الوتر رکعۃ وفی آخر اللیل۔ (طریق استدلال) یہاں مضاف محذوف ہے۔ صلوٰۃ الوتر رکعۃ فی آخر اللیل۔ وتر کی نماز رات کی اخیری حصہ میں ایک رکعت ہے۔ یہ نص ہے کہ وتر ایک رکعت ہے۔ روایت بھی صحیحین کی ہے۔ اس دلیل کے جوابات۔

جواب-۱: اس کا مطلب یہ ہے کہ ماہیت وتر کا تحقق ایک رکعت ملانے سے ہوتا ہے اس کا یہ مطلب نہیں کہ جب عملی طور پر وتر پڑھے جائیں تو ایک رکعت پڑھی جائے بلکہ مطلب یہ ہے کہ نماز میں وتر کی ماہیت کا تحقق اور اس کی شان تب پیدا ہوگی جب شفع کے ساتھ ایک رکعت ملائی جائے۔ اس پر قرینہ یہ ہے کہ اگر ہزار شفع ایسے ہی پڑھ لئے جائیں تو وتریت کا تحقق نہیں ہوگا جب تک کہ ایک رکعت نہ ملائی جائے۔ تو اس وتر کی ماہیت کو نماز میں بتلانے کیلئے الوتر رکعۃ کہہ دیا۔ اس کی شان کو بتلانے کے لئے جیسے کہا جاتا ہے الحج العرفہ کیا مطلب؟ حج عرفہ ہی ہے؟ نہیں۔ اس کی اہمیت اور شان کو بتلانے کے لئے یوں تعبیر کردیا۔

جواب-۲: علیٰ سبیل التسلیم۔ یہ اس زمانے کا قصہ ہے جب تک کہ نہی عن الوتیرہ نہیں ہوئی تھی۔ یعنی ایک رکعت نماز وتر پڑھنے سے نہی نہیں ہوئی تھی لیکن جب نہی عن الوتیرہ ہوگئی تو یہ منسوخ ہوگئیں۔ لیکن پہلا جواب زیادہ بہتر ہے۔ اس لئے کہ نہی عن الوتیرہ والی احادیث بھی ضعیف ہیں۔

جواب-۳: اگر وتر ایک رکعت ہوتی تو لامحالہ کبھی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم وتر بیان جواز کیلئے ایک رکعت پڑھتے حالانکہ نبی کریم صلی

اللہ علیہ وسلم سے عملاً ایک مرتبہ بھی ایک وتر پڑھنا ثابت نہیں تو یہ قرینہ ہے اس بات پر کہ وتر ایک رکعت نہیں اس لئے مذکورہ توجیہ کریں گے کہ وتر شفع کے ساتھ ایک رکعت ملانے سے ہوں گے تو اس ایک رکعت کو ایک امتیازی شان حاصل ہوئی کہ یہ رکعت شفع کو وتر بنا دیتی ہے۔

دلیل-۳: اس میں ترتیب یوں ہے۔ پہلی دلیل عمومی ہے۔ وہ احادیث جن میں بواحدة یوتر بواحدة کے الفاظ ہیں اور دوسری دلیل الوتر رکعة اور تیسری دلیل ہے حدیث ابوایوب وعن ابی ایوبؓ قال قال صلی الله علیه وسلم الوتر حق علی کل مسلم فمن احب ان یوتر بخمس فلیفعل ومن احب ان یوتر بثلاثٍ فلیفعل ومن احب ان یوتر بواحدةٍ فلیفعل۔ اگر بواحدةٍ سے مراد رکعة واحدة مضمومة مع الشفع السابق ہے تو ماقبل میں اس کے ساتھ تقابل کیسے صحیح ہوگا۔ تو تقابل کا تقاضا یہی ہے کہ وتر ایک رکعت ہے۔ واحدة مضمومة مع الشفع السابق نہیں کیونکہ اس کا حاصل بھی تو تین رکعت ہوگا۔ اس دلیل کے جوابات

جواب-۳: صحیح یہ ہے کہ الوتر حق علی کل مسلم تک حدیث مرفوع کا حصہ ختم ہو جاتا ہے۔ آگے فمن احب ان یوتر الخ یہ حدیث موقوف ہے اور ابوایوبؓ کا قول ہے ظاہر ہے کہ حدیث مرفوع کے مقابلے میں یہ موقوف مرجوح سمجھی جائے گی۔

جواب: چلو مان لیتے ہیں کہ یہ بھی مرفوع ہے تو پھر یہ نهی عن البتیرہ سے پہلے کا ارشاد ہے اور یہ منسوخ ہے۔

تیسرا مسئلہ: شوافع کے ہاں بھی وتر کی تین رکعتیں پڑھنا زیادہ افضل ہے۔ اس میں اختلاف ہو گیا کہ تین رکعت پڑھنے کا طریقہ کیا ہے؟ آیا یہ رکعات ثلثہ مفصولہ ہوں گی یا موصولہ ہوں گی۔ موصولہ کا معنی دو رکعت پڑھنے کے بعد درمیان میں بغیر سلام کے تیسری رکعت پڑھ لی جائے اور مفصولہ کا معنی دو رکعتوں کے بعد سلام پھیر دے اور تیسری رکعت الگ پڑھے بغیر تکبیر تحریمہ کے شروع کر دے۔

احناف کے نزدیک وتر کی یہ رکعات ثلثہ موصولہ ہیں بسلامٍ واحدٍ اور شوافع کے نزدیک مفصولہ ہیں دو سلاموں کے ساتھ۔

احناف کی ادلہ دلیل-۱: وہ تمام روایات جن کے اندر ثم یوتر بثلاث کے الفاظ ہیں۔ جن سے متبادر الی الذہن تین رکعتیں موصولہ ہیں بسلامٍ واحدٍ جیسے حدیث ابن عباسؓ ہے وغیرہ۔

دلیل-۲: احادیث عائشہؓ جن میں یہ مذکور ہے لایسلم بین رکعتی الوتر اس سے معلوم ہوا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دو رکعتوں کے بعد سلام نہیں پھیرتے تھے۔ یہ روایت نسائی ہے اور طحاوی میں بھی ہے۔ دلیل ۳ وہ احادیث جن میں وتروں کو تشبیہ دی گئی ہے وتر النہار کے ساتھ۔ وتر النہار کا مصداق مغرب کی نماز ہے۔ جو تین رکعتیں موصولہ ہیں اور بسلامٍ واحدٍ ہیں تو اس تشبیہ کا مقتضی بھی یہی ہے کہ وتر کی رکعات ثلثہ بسلامٍ واحدٍ موصولہ ہونی چاہئیں۔

شوافع کی ادلہ شوافع کی اس مسئلے کے اندر یہاں مشکوٰۃ میں کوئی دلیل وحدیث نہیں ہے باوجودیکہ صاحب مشکوٰۃ شافعی المسلک ہیں۔ معلوم ہوا ان کے پاس کوئی قوی دلیل موجود نہیں۔ اگر کوئی خاص قابل ذکر حدیث دلیل ہوتی تو اس کو یہاں ذکر کرتے لیکن انہوں نے یہاں نہیں ذکر کی۔ البتہ امام طحاویؒ نے طحاوی کے اندر ایک حدیث ابن عمرؓ ذکر کی ہے جس کا مضمون یہ ہے کہ حضرت ابن عمرؓ دو رکعتوں کے بعد سلام پھیرتے تھے۔ فصل کرتے تھے۔ ان سے پوچھا گیا کہ آپ ایسا کیوں کرتے ہو۔ انہوں نے کہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایسا کرتے تھے اور ابن عمرؓ کے بارے میں یہ آتا ہے اشد حریصاً علی اتباع رسول الله صلی الله علیه وسلم اس روایت کا امام طحاوی نے جواب بھی دیا ہے فصل بالتسلیم سے سلام فراغت مراد نہیں بلکہ تسلیم تشہد مراد ہے اور یہ فصل مراد ہے۔ اور طحاوی کی ایک اور روایت میں ہے کہ ابن عمرؓ اس فصل کے دوران میں کوئی کام کاج ہوتا تو گھر والوں کو کہہ بھی دیتے حالانکہ اے شوافع تم بھی اس کی اجازت نہیں دیتے۔ فما هو جوابكم فهو جوابنا۔

سوال: ان روایات کا کیا جواب دو گے جن میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تین سے زائد وتر پڑھتے تھے ۵، ۷، ۹، ۱۱، ۱۳ تک روایات موجود ہیں کیا سب وتر تھے؟

جواب: بعض رواۃ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صلوٰۃ اللیل اور صلوٰۃ الوتر دونوں نمازوں کے مجموعہ کو (جو کہ درحقیقت دو الگ الگ نمازیں تھیں) وتر سے تعبیر کر دیا۔ مجازی طور پر تسمیة الکل باسم اشرف الجزو کی قبیل سے ہے۔ گویا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی

نماز تین قسم کی ہوئیں۔ تہجد، وتر، توابع متممات جن میں سب سے اشرف وتر ہیں۔

وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ مِنَ اللَّيْلِ ثَلٰثَ

عائشہؓ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات کو تیرہ رکعت پڑھتے

عَشْرَةَ رَكْعَةً يُوْتِرُ مِنْ ذٰلِكَ بِخَمْسٍ لَا يَجْلِسُ فِيْ شَيْءٍ اِلَّا فِيْ اٰخِرِهَا. (صحیح البخاری و صحیح مسلم)

پانچ رکعت کے ساتھ وتر پڑھتے نہ بیٹھتے مگر اس کی آخری رکعت میں روایت کیا اس کو بخاری اور مسلم نے۔

تشریح: حاصل حدیث:۔ یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم وتر کی پانچ رکعتیں پڑھتے تھے۔ اس طور پر کہ جلوس پانچویں رکعت کے بعد ہوتا تھا نہ کہ دو رکعتوں کے بعد اور نہ تین اور نہ چار رکعتوں کے بعد ہوتا تھا اس سے معلوم ہوا کہ وتر پانچ رکعتیں ہیں اور جلوس آخر میں ہوگا یہ تو خلاف اجماع ہے نہ احناف اس کے قائل ہیں اور نہ شوافع۔ اس کے قائل ہیں۔ اس لئے اس پر اجماع ہے کہ ہر دو رکعت کے بعد جلوس وتشہد کرنا پڑے گا۔ اس کا جواب: خمسہ رکعات سے مراد تین وتر اور دو رکعتیں ان کے بعد کی ہیں۔ باقی حدیث کا جواب یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا جلوس للاستراحت نفل کی دو رکعتوں سے فارغ ہونے کے بعد ہوتا تھا۔ اصل میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول مبارک یہ تھا کہ تہجد کے وقت دو رکعت تہجد کی پڑھتے اور پھر کچھ آرام فرماتے۔ جلوس للاستراحت فرماتے پھر دو رکعت پڑھتے پھر جلوس للاستراحت فرماتے۔ اسی طرح کئی مرتبہ کرتے۔ لیکن جب آخری پانچ رکعتیں ہوتی تھیں (جن میں ۳ وتر اور ۲ نفل) تو احتمال ہوسکتا تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم وتروں کے بعد بھی جلوس للاستراحت فرماتے ہوں تو حضرت عائشہؓ نے یہ سمجھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم وتروں اور دونفلوں کے درمیان جلوس للاستراحت نہیں فرماتے تھے بلکہ وتروں کے فوراً بعد دو رکعت پڑھ لیتے تھے اس کے بعد آرام فرماتے تو جلوس للتشهد کی نفی نہیں بلکہ نفی جلوس للاستراحت کی ہے۔ دوسری توجیہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول یہ تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تہجد میں کبھی قرأۃ قائماً فرماتے اور کبھی جالساً۔ اب حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ان پانچ رکعتوں میں جلوس للقرأۃ آخری دو رکعتوں میں ہوتا تھا پہلی تین رکعتوں میں نہیں تو جلوس للقرأۃ کی نفی ہے۔ مطلق جلوس کی نہیں۔ وتروں کی تین رکعتوں میں قرأۃ قائماً ہوتی تھی اور آخری دو رکعتوں میں قرأۃ جالساً ہوتی تھی۔ (فی آخرھا سے آخری دو رکعت مراد ہیں) واللہ اعلم۔

وَعَنْ سَعْدِ بْنِ هِشَامٍؓ قَالَ انْطَلَقْتُ اِلٰى عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا فَقُلْتُ يَا اُمَّ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْبِئِيْنِيْ عَنْ

حضرت سعد بن ہشامؓ سے روایت ہے کہا کہ میں حضرت عائشہؓ کے پاس گیا میں نے کہا مجھ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے

خُلُقِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ اَلَسْتَ تَقْرَءُ الْقُرْاٰنَ قُلْتُ بَلٰى قَالَتْ فَاِنَّ خُلُقَ نَبِيِّ

خلق کے متعلق خبر دو کہا کیا تو قرآن نہیں پڑھتا میں نے کہا کیوں نہیں کہا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا خلق

اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ الْقُرْاٰنَ قُلْتُ يَا اُمَّ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْبِئِيْنِيْ عَنْ وِتْرِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

قرآن تھا۔ میں نے کہا اے ام المومنین مجھ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وتر کے متعلق خبر دو۔ کہا ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ كُنَّا نُعِدُّ لَهٗ سِوَاكَهٗ وَطَهُوْرَهٗ فَيَبْعَثُهُ اللّٰهُ مَا شَاءَ اَنْ يَّبْعَثَهٗ مِنَ اللَّيْلِ فَيَتَسَوَّكُ

کیلئے مسواک اور وضو کا پانی تیار رکھے اٹھاتا ان کو اللہ جب چاہتا کہ ان کو اٹھائے مسواک کرتے وضو کرتے اور نو رکعتیں پڑھتے آٹھویں رکعت میں بیٹھتے اللہ کو یاد کرتے اس کی تعریف

وَيَتَوَضَّأُ وَيُصَلِّيْ تِسْعَ رَكَعَاتٍ لَا يَجْلِسُ فِيْهَا اِلَّا فِي الثَّامِنَةِ فَيَذْكُرُ اللّٰهَ وَيَحْمَدُهٗ وَيَدْعُوْهُ ثُمَّ

اور اس سے دعا مانگتے پھر کھڑے ہوتے اور سلام نہ پھیرتے نویں رکعت پڑھتے پھر بیٹھتے اللہ کا ذکر کرتے اس کی تعریف کرتے

يَنْهَضُ وَلَا يُسَلِّمُ فَيُصَلِّي التَّاسِعَةَ ثُمَّ يَقْعُدُ فَيَذْكُرُ اللّٰهَ وَيَحْمَدُهٗ وَيَدْعُوْهُ ثُمَّ يُسَلِّمُ تَسْلِيْمًا يُسْمِعُنَا

اس سے دعا مانگتے پھر سلام پھیرتے اور ہم کو سناتے پھر سلام کے بعد دو رکعت پڑھتے جب کہ وہ بیٹھے ہوتے۔

ثُمَّ يُصَلِّيْ رَكْعَتَيْنِ بَعْدَ مَا يُسَلِّمُ وَهُوَ قَاعِدٌ فَتِلْكَ اِحْدٰى عَشْرَةَ رَكْعَةً يَا بُنَيَّ فَلَمَّا اَسَنَّ رَسُوْلُ صَلَّى اللّٰهُ

یہ گیارہ رکعت ہیں اے میرے بیٹے جس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم بڑی عمر کے ہوگئے اور بدن بھاری ہوگیا

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَخَذَ اللَّحْمَ اَوْتَرَ بِسَبْعٍ وَّصَنَعَ فِي الرَّكْعَتَيْنِ مِثْلَ صَنِيْعِهٖ فِي الْاُوْلٰى فَتِلْكَ تِسْعٌ يَا

سات رکعتیں وتر کی پڑھتے اور دو رکعت اس طرح پڑھتے جس طرح پہلے پڑھتے تھے پس یہ نو رکعت ہوئیں

بُنَيَّ وَكَانَ نَبِيُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا صَلّٰى صَلٰوةً اَحَبَّ اَنْ يُّدَاوِمَ عَلَيْهَا وَكَانَ اِذَا غَلَبَهٗ نَوْمٌ

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم جس وقت کوئی نماز پڑھتے اس بات کو پسند رکھتے تھے کہ اس پر ہمیشگی کریں اور جب نیند یا بیماری آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر

اَوْ وَجَعٌ عَنْ قِيَامِ اللَّيْلِ صَلّٰى مِنَ النَّهَارِ ثِنْتَيْ عَشْرَةَ رَكْعَةً وَّلَا اَعْلَمُ نَبِيَّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

غالب آجاتی رات کے وقت کھڑے ہونے سے دن کو بارہ رکعت پڑھتے۔ اور میں نہیں جانتی کہ آپ نے پورا قرآن ایک رات میں ختم کیا ہو اور

قَرَءَ الْقُرْاٰنَ كُلَّهٗ فِيْ لَيْلَةٍ وَّلَا صَلّٰى لَيْلَةً اِلَى الصُّبْحِ وَلَا صَامَ شَهْرًا كَامِلًا غَيْرَ رَمَضَانَ. (صحیح مسلم)

نہ رات سے لے کر صبح تک کبھی نماز پڑھی ہو اور نہ رمضان کے علاوہ کبھی پورے مہینہ کے روزے رکھے ہوں۔ روایت کیا اس کو مسلم نے۔

تشریح: حاصل حدیث کا یہ ہے کہ حضرت سعد بن ہشامؒ نے حضرت عائشہؓ سے کچھ سوال کئے اور حضرت عائشہؓ نے اس کے جواب دیئے۔ پہلا سوال آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کے متعلق کیا؟ حضرت عائشہؓ نے فرمایا الست تقرأ القرآن الخ جس کا حاصل یہ ہے کہ قرآن نے جن مکارم اخلاق کی تعلیم دی ہے وہ تمام اخلاق حسنہ اور ان کا مجموعہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ پھر دوسرا سوال نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وتروں کی کیفیت کے متعلق کیا؟ الغرض حضرت عائشہؓ نے پوری تفصیل بتلائی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نو رکعتیں پڑھتے تھے اس طور پر آٹھویں رکعت کے بعد جلوس ہوتا اور نویں رکعت کے بعد جلوس ہوتا اور پھر سلام پھیرتے۔ بسا اوقات اتنا اونچا سلام پھیرتے کہ آواز ہمیں سنائی دیتی تھی تو اس حدیث سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ آٹھ رکعتوں کے بعد جلوس للتشہد ہوتا (نہ دو رکعت کے بعد اور نہ چار رکعت کے بعد اور نہ چھ کے بعد جلوس ہوتا) اور پھر نویں رکعت کے بعد سلام پھیرتے اور یہ تو اجماع کے خلاف ہے اس لئے کہ ایک تکبیر تحریمہ کے ساتھ متعدد رکعات تو پڑھی جاسکتی ہیں مگر دو رکعت کے بعد جلوس للتشہد تو ضروری ہے۔ جواب: سوال صرف وتروں کی کیفیت کے متعلق ہوا تھا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری صلوٰۃ اللیل کے متعلق نہیں ہوا تھا۔ تو یہ ان نو رکعتوں میں سے وتروں کی ۳ رکعتیں ہیں اور حضرت عائشہؓ انہی تین رکعتوں کی کیفیت کو بیان فرما رہی ہیں کہ وتروں کی تین رکعتوں میں جلوس، دو رکعتوں کے بعد ہوا اور پھر جلوس تیسری رکعت کے بعد ہوتا تھا۔ جس کا حاصل یہ نکلا کہ تین رکعتیں وتر کی موصولہ ہوتی تھیں اور بسلام واحد ہوتی تھیں تو وتر کی تیسری رکعت مجموعہ کے اعتبار سے نویں رکعت ہوگئی اور اس کے بعد دو رکعتیں بیٹھ کر پڑھتے تھے۔ تو یہ کل ۱۱ ہوگئیں اور آگے فرمایا کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم عمر رسیدہ ہوگئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا وزن و بدن بھاری ہوگیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ۷ رکعتیں پڑھتے تھے ۴ تہجد اور ۳ وتر اور وتروں کے بعد والی ۲ رکعت جیسے عمر رسیدہ ہونے سے پہلے بیٹھ کر پڑھتے تھے اسی طرح عمر رسیدہ ہونے کے بعد بھی بیٹھ کر پڑھتے تھے اس میں کوئی تغیر و تبدل نہیں ہوا۔ باقی حضرت عائشہؓ کا حضرت سعد بن ہشامؒ کو یا بنی کہنا محاورۂ عرب کی بنا پر تھا ورنہ عائشہؓ کی اولاد نہیں تھی۔

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَؓ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اجْعَلُوْا اٰخِرَ صَلٰوتِكُمْ بِاللَّيْلِ وِتْرًا. (صحیح مسلم)

حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہا وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں فرمایا رات کو اپنی آخری نماز وتر کو بناؤ۔ روایت کیا اس کو مسلم نے۔

تشریح: حاصل حدیث:۔ قوله اجعلوا آخر صلوٰتكم بالليل وترًا یعنی فرض نماز کے اعتبار سے وتر اخیر میں ہونے چاہئیں۔ آخری نماز وتر کی ہونی چاہیے۔ ورنہ وتر کے بعد کی دو رکعتوں سے اشکال ہوگا کہ آخری نماز تو دو رکعت ہیں وتر تو نہیں۔ اسی حدیث کی بنا پر بعض حضرات نے وتر کے بعد والی دو رکعتوں کا انکار کر دیا ہے لیکن یہ جمہور کے خلاف ہے۔ جمہور قائل ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے وتروں کے بعد دو رکعتیں پڑھنا صحیح احادیث سے ثابت ہے۔ باقی حدیث الباب کا جواب یہ ہے کہ آخر صلوٰۃ سے مراد فرض نماز ہے یعنی فرض نماز کے بعد وتر ہونے چاہئیں۔ یہی وجہ ہے کہ اگر کسی نے عشا کی نماز پڑھے بغیر وتر پڑھ لئے تو جائز نہیں ان کو دوبارہ لوٹائے گا۔

وَعَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ بَادِرُوا الصُّبْحَ بِالْوِتْرِ. (صحیح مسلم)

ابن عمرؓ سے روایت ہے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں فرمایا صبح سے پہلے جلد وتر پڑھ لو۔ روایت کیا اس کو مسلم نے

تشریح: حاصل حدیث:۔ یہ ہے کہ صبح ہونے سے پہلے پہلے وتر پڑھ لیا کرو حنفیہ کے نزدیک یہ حکم وجوب کیلئے ہے اگر رات میں وتر کی نماز رہ جائے تو دن میں اس کی قضاء پڑھنا واجب ہے۔

وَعَنْ جَابِرٍؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ خَافَ اَنْ لَّا يَقُوْمَ مِنْ اٰخِرِ اللَّيْلِ فَلْيُوْتِرْ اَوَّلَهٗ

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص ڈرے کہ رات کے آخر میں

وَمَنْ طَمِعَ اَنْ يَّقُوْمَ اٰخِرَهٗ فَلْيُوْتِرْ اٰخِرَ اللَّيْلِ فَاِنَّ صَلٰوةَ اٰخِرِ اللَّيْلِ مَشْهُوْدَةٌ وَّذٰلِكَ اَفْضَلُ. (مسلم)

اٹھ نہیں سکے گا وہ اول شب وتر پڑھ لے اور جو امید رکھے کہ آخر رات اٹھ سکے گا وہ آخر رات وتر پڑھے کیونکہ آخری رات کی نماز حاضر کی گئی ہے اور یہ افضل ہے روایت کیا اسکو مسلم نے

وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ مِنْ كُلِّ اللَّيْلِ اَوْتَرَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ اَوَّلِ

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رات کے ہر حصہ میں وتر پڑھے ہیں اول رات میں بھی

اللَّيْلِ وَاَوْسَطِهٖ وَاٰخِرِهٖ وَانْتَهٰى وِتْرُهٗ اِلَى السَّحَرِ. (صحیح البخاری و صحیح مسلم)

رات کے وسط میں بھی اور آخر عمر میں پچھلی رات وتر پڑھنا ٹھہرا۔

تشریح: حاصل حدیث:۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے رات کے ہر حصہ میں وتر پڑھے۔ تارۃً اوّل شب میں تارۃً نصف وسط میں اور تارۃً آخر اللیل میں۔ یہ مطلب نہیں کہ تمام رات وتر پڑھتے رہتے تھے۔

وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَؓ قَالَ اَوْصَانِيْ خَلِيْلِيْ بِثَلٰثٍ صِيَامِ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ مِّنْ كُلِّ شَهْرٍ وَّرَكْعَتَيِ الضُّحٰى وَاَنْ

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہا کہ میرے دوست نے مجھ کو تین باتوں کی وصیت فرمائی تین روزوں کی ہر مہینہ میں تین دن روزہ رکھنے کی ضحی

اَوْتِرَ قَبْلَ اَنْ اَنَامَ. (صحیح البخاری و صحیح مسلم)

کی دو رکعت کی اور یہ کہ سونے سے پہلے میں وتر پڑھ لوں۔

تشریح: حاصل حدیث:۔ رکعتی الضحیٰ یہ ادنی مقدار کا بیان ہے ورنہ زیادہ سے زیادہ ۱۲ رکعتیں ہیں اور ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ مجھے یہ فرمایا کہ تم وتر اوّل شب میں پڑھ کر سو جایا کرو۔ یہ تین وصیتیں کیں۔ (۱)۔ ہر مہینہ میں تین روزے۔ (۲)۔ چاشت کی دو رکعت نماز۔ (۳)۔ سونے سے پہلے وتر پڑھنا۔ باقی رہی یہ بات کہ سونے سے پہلے وتر پڑھنے کا حکم ابو ہریرہؓ کو کیوں دیا؟ جواب: ابو ہریرہؓ چونکہ یہ حدیثیں یاد کرتے رہتے تھے۔ رات کے کافی حصہ تک اس لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم حدیثیں یاد کرتے رہتے ہو کہیں ایسا نہ ہو سونے کے بعد نیند کا غلبہ ہو جائے اور وتر رہ جائیں۔ اس لئے ابتدائے شب میں پڑھ لیا کرو۔ یہی وجہ ہے کہ ابو ہریرہؓ صرف چار سال نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں رہے سب سے زیادہ انہی سے روایات مروی ہیں۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ

عَنْ غُضَیْفِ بْنِ الْحَارِثِ قَالَ قُلْتُ لِعَائِشَةَ اَرَاَیْتِ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ کَانَ یَغْتَسِلُ

حضرت عضیف بن حارثؓ سے روایت ہے کہا کہ میں نے عائشہ کو کہا مجھ کو خبر دیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جنابت کا غسل

مِنَ الْجَنَابَةِ فِیْ اَوَّلِ اللَّیْلِ اَمْ فِیْ اٰخِرِہٖ قَالَتْ رُبَّمَا اغْتَسَلَ فِیْ اَوَّلِ اللَّیْلِ وَرُبَّمَا اغْتَسَلَ فِیْ اٰخِرِہٖ

پہلی رات کرلیا کرتے تھے یا آخر رات کہا کبھی پہلی رات غسل کر لیتے اور کبھی آخر رات میں نے کہا اللہ اکبر سب تعریف اللہ کیلئے ہے جس نے

قُلْتُ اللّٰہُ اَکْبَرُ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ جَعَلَ فِی الْاَمْرِ سَعَةً قُلْتُ کَانَ یُوْتِرُ فِیْ اَوَّلِ اللَّیْلِ اَمْ فِیْ اٰخِرِہٖ

امر دین میں وسعت کردی۔ میں نے کہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم اول شب وتر پڑھتے تھے یا آخر شب کہا کبھی اول شب وتر پڑھ لیتے اور کبھی آخر شب میں

قَالَتْ رُبَّمَا اَوْتَرَ فِیْ اَوَّلِ اللَّیْلِ وَرُبَّمَا اَوْتَرَ فِیْ اٰخِرِہٖ قُلْتُ اللّٰہُ اَکْبَرُ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ جَعَلَ فِی

نے کہا اللہ اکبر سب تعریف اللہ کیلئے جس نے امر دین میں وسعت کردی۔ میں

الْاَمْرِ سَعَةً قُلْتُ کَانَ یَجْهَرُ بِالْقِرَاءَةِ اَمْ یَخْفِتُ قَالَتْ رُبَّمَا جَهَرَ بِهٖ وَرُبَّمَا خَفَتَ قُلْتُ اللّٰہُ اَکْبَرُ

نے کہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم قرات جہر کیساتھ پڑھتے تھے یا آہستہ کہا عائشہ نے کبھی پکار کر پڑھتے کبھی آہستہ میں نے کہا اللہ اکبر

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ جَعَلَ فِی الْاَمْرِ سَعَةً رَوَاہُ اَبُوْدَاؤدَ وَرَوَی ابْنُ مَاجَةَ الْفَصْلَ الْاَخِیْرَ.

سب تعریف اللہ کیلئے جس نے امر دین میں وسعت کردی۔ روایت کیا اس کو ابوداؤد نے اور روایت کیا اس کو ابن ماجہ نے آخر فقرہ۔

تشریح: حاصل حدیث:۔ الفصل الاخیر۔ بمعنی حدیث کا اخیری حصہ۔

وَعَنْ عَبْدِاللّٰہِ بْنِ اَبِیْ قَیْسٍ قَالَ سَئَلْتُ عَائِشَةَ بِکَمْ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یُوْتِرُ

حضرت عبداللہ بن ابی قیسؓ سے روایت ہے کہا کہ میں نے حضرت عائشہؓ سے پوچھا نبی صلی اللہ علیہ وسلم وتر کتنی رکعت پڑھتے۔

قَالَتْ کَانَ یُوْتِرُ بِاَرْبَعٍ وَّثَلَاثٍ وَسِتٍّ وَّثَلَاثٍ وَّثَمَانٍ وَّثَلَاثٍ وَّعَشْرٍ وَّثَلَاثٍ وَلَمْ یَکُنْ یُوْتِرُ بِاَنْقَصَ

عائشہؓ نے کہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم پڑھتے چار رکعت کے ساتھ تین وتر اور چھ رکعت اور تین وتر اور آٹھ رکعت اور تین وتر اور دس رکعت اور تین وتر۔

مِنْ سَبْعٍ وَلَا بِاَکْثَرَ مِنْ ثَلَاثَ عَشْرَةَ. (رواہ ابوداؤد)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سات سے کم کبھی وتر نہیں پڑھے اور نہ تیرہ سے زیادہ۔ روایت کیا اس کو ابوداؤد نے۔

تشریح: حاصل حدیث:۔ یوتر الخ صلوۃ اللیل اور وتر کے مجموعہ کو صلوۃ الوتر سے تعبیر کردیا الفاظ اسی پر دال ہیں اس لئے کہ کان یوتر بسبع نہیں کہا بلکہ باربع و ثلث کہا۔ معلوم ہوا کہ اربع کی نوعیت اور ہے اور ثلث کی نوعیت اور ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

وَعَنْ اَبِیْ اَیُّوْبَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَلْوِتْرُ حَقٌّ عَلٰی کُلِّ مُسْلِمٍ فَمَنْ اَحَبَّ

حضرت ابو ایوبؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وتر ہر مسلمان پر حق ہے جو پانچ رکعت وتر پڑھنا چاہے

اَنْ یُّوْتِرَ بِخَمْسٍ فَلْیَفْعَلْ وَمَنْ اَحَبَّ اَنْ یُّوْتِرَ بِثَلَاثٍ فَلْیَفْعَلْ وَمَنْ اَحَبَّ اَنْ یُّوْتِرَ بِوَاحِدَةٍ فَلْیَفْعَلْ. (ابوداؤد وغیرہ)

پس کرے جو تین رکعت وتر پڑھنا چاہے پس کرے جو ایک رکعت وتر پڑھنا چاہے پس کرے۔ روایت کیا اس کو ابوداؤد اور نسائی اور ابن ماجہ نے۔

تشریح: حاصل حدیث:۔اس حدیث کے جوابات گزر چکے ہیں۔

وَعَنْ عَلِيٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللهَ وِتْرٌ يُّحِبُّ الْوِتْرَ فَاَوْتِرُوْا يَا اَهْلَ
حضرت علیؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تحقیق اللہ تعالیٰ وتر ہے وتر کو دوست رکھتا ہے اے اہل
الْقُرْاٰنِ. (رواه الترمذی و ابوداوٗد و النسائی)
قرآن وتر پڑھو۔روایت کیا اس کو ابوداؤد ترمذی اور نسائی نے۔

تشریح: ''اللہ تعالیٰ وتر ہے'' کا مطلب یہ ہے کہ اللہ اپنی ذات وصفات میں یکتا ہے' تنہا ہے اس کا کوئی مثل نہیں ہے اسی طرح اپنے افعال میں بھی وہ یکتا ہے کہ کوئی اس کا مددگار اور شریک نہیں ہے۔''وتر کو دوست رکھتا ہے'' کا مطلب یہ ہے کہ وتر کی نماز پڑھنے والے کو بہت زیادہ ثواب سے نوازتا ہے اور اس کی اس نماز کو قبول فرماتا ہے۔حدیث کا حاصل یہ ہے کہ اللہ جل شانہ چونکہ اپنی ذات وصفات اور اپنے افعال میں یکتا و تنہا ہے کہ کوئی اس کا مثل شریک اور مددگار نہیں اس لئے وہ طاق عدد کو پسند فرماتا ہے اور چونکہ وتر بھی طاق ہے اس لئے اس کو بھی پسند کرتا ہے اور اس کے پڑھنے والے کو بہت زیادہ ثواب کی سعادت سے نوازتا ہے۔

وَعَنْ خَارِجَةَ بْنِ حُذَافَةَ قَالَ خَرَجَ عَلَيْنَا رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ اِنَّ اللهَ اَمَدَّكُمْ
حضرت خارجہؓ بن حذافہ سے روایت ہے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہم پر نکلے اور فرمایا تحقیق اللہ نے امداد کی ہے تمہاری
بِصَلَاةٍ هِيَ خَيْرٌ لَّكُمْ مِنْ حُمْرِ النَّعَمِ الْوِتْرُ جَعَلَهُ اللهُ لَكُمْ فِيْمَا بَيْنَ صَلَاةِ الْعِشَاءِ اِلٰى اَنْ يَّطْلَعَ
ایک نماز سے جو تمہارے لئے سرخ اونٹوں سے بہتر ہے اللہ نے اس کا وقت عشا کی نماز سے لے کر طلوع فجر تک
الْفَجْرُ. (رواه الترمذی و ابوداؤد)
مقرر کیا ہے۔روایت کیا اس کو ترمذی اور ابوداؤد نے۔

تشریح: اس حدیث سے وتروں کے وجوب پر دو طریقوں سے استدلال ہے۔

۱-المزید من جنس المزید علیہ ہوتا ہے جس کی تفصیل گزر چکی ہے۔

۲-تعیین اوقات' جس طرح فرائض کے اوقات متعین ہیں اسی طرح وتر کا وقت بھی متعین ہے یعنی عشاء کی نماز کے بعد سے فجر تک۔

وَعَنْ زَيْدِ بْنِ اَسْلَمَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ نَامَ عَنْ وِتْرِهٖ فَلْيُصَلِّ اِذَا
حضرت زین بن اسلمؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اپنے وتر سے سو جائے پس
اَصْبَحَ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ مُرْسَلًا.
وہ اس کو صبح پڑھ لے۔روایت کیا اس کو ترمذی نے مرسل۔

تشریح: حاصل حدیث:۔اس حدیث کی تفصیل گزر چکی ہے۔

وَعَنْ عَبْدِالْعَزِيْزِ بْنِ جُرَيْجٍ قَالَ سَاَلْنَا عَائِشَةَ بِاَيِّ شَيْءٍ كَانَ يُوْتِرُ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
حضرت عبدالعزیز بن جریج سے روایت ہے کہا کہ ہم نے حضرت عائشہؓ سے پوچھا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کن
قَالَتْ كَانَ يَقْرَاُ فِي الْاُوْلٰى بِسَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلٰى وَفِي الثَّانِيَةِ بِقُلْ يَا اَيُّهَا الْكَافِرُوْنَ وَفِي
سورتوں کے ساتھ وتر پڑھا کرتے تھے کہا پہلی رکعت میں سبح اسم ربک الاعلیٰ دوسری میں قل یا ایہا الکفرون

الثَّالِثَةِ بِقُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ وَالْمُعَوِّذَتَيْنِ. رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَ اَبُوْدَاوُدَ وَرَوَاهُ النَّسَائِيُّ عَنْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ

تیسری میں قل ہو اللہ احد اور معوذتین پڑھتے۔ روایت کیا اس کو ابو داؤد نے اور روایت کیا نسائی نے عبدالرحمان

ابْنِ اَبْزٰی وَرَوَاهُ اَحْمَدُ عَنْ اُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ وَالدَّارِمِيُّ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَلَمْ يَذْكُرَا الْمُعَوِّذَتَيْنِ.

بن ابزی سے اور احمد نے ابی بن کعب سے دارمی نے ابن عباس سے اور معوذتین کا ذکر نہیں کیا۔

تشریح: اس حدیث کی تشریح ماقبل میں گزر چکی ہے۔

وَعَنِ الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ قَالَ عَلَّمَنِي رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَلِمَاتٍ اَقُوْلُهُنَّ فِي قُنُوْتِ

حضرت حسن بن علیؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو کلمات سکھلائے جن کو میں وتر کے قنوت میں کہوں اے اللہ مجھ کو ہدایت دے ان

الْوِتْرِ اَللّٰهُمَّ اهْدِنِيْ فِيْمَنْ هَدَيْتَ وَعَافِنِي فِيْمَنْ عَافَيْتَ وَتَوَلَّنِي فِيْمَنْ تَوَلَّيْتَ وَبَارِكْ لِي فِيْمَآ

لوگوں میں جن کو تو نے ہدایت دی اور عافیت میں رکھ مجھ کو ان لوگوں میں جن کو تو نے عافیت سے رکھا اور میرا دوست بن تو ان لوگوں میں جن کا تو دوست بنا اور

اَعْطَيْتَ وَقِنِي شَرَّ مَاقَضَيْتَ فَاِنَّكَ تَقْضِي وَلَا يُقْضٰى عَلَيْكَ اِنَّهٗ لَا يُذِلُّ مَنْ وَّالَيْتَ تَبَارَكْتَ رَبَّنَا

برکت ڈال میرے لئے اس چیز میں جو تو نے مجھ کو دی اور بچا مجھ کو اس چیز کے شر سے جو مقدر کی تو نے بے شک تو حکم کرتا ہے اور حکم کیا نہیں جاتا تحقیق شان یہ

وَتَعَالَيْتَ. (رواه الترمذی و ابوداؤد و النسائی و ابن ماجة والدارمی)

ہے کہ نہیں ذلیل ہوا وہ شخص جس کو تو نے دوست رکھا بابرکت ہے تو اے رب ہمارے اور بلند ہے تو روایت کیا اس کو ابوداؤد نسائی ابن ماجہ اور دارمی نے۔

تشریح: قولہ وعن الحسن بن علی الخ یہ قنوت وتر قنوت حسن بن علی ہے اور ایک مشہور قنوت ہے۔ دعائے قنوت کے سلسلہ میں ائمہ کے یہاں مختلف فیہ چیزیں ہیں۔ محقق علامہ ابن ہمام علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ دعا قنوت کے سلسلہ میں ائمہ کے یہاں تین باتیں مختلف فیہ ہیں ایک تو یہ کہ دعائے قنوت رکوع سے پہلے پڑھی جائے یا بعد میں؟ دوسری بات یہ ہے کہ دعاء قنوت وتر کی نماز میں تمام دنوں میں پڑھی جائے یا صرف رمضان کے آخری نصف حصہ میں؟ تیسری چیز یہ کہ دعا قنوت وتر کے علاوہ کسی اور نماز میں پڑھی جائے یا نہیں؟ چنانچہ حضرت امام شافعیؒ تو فرماتے ہیں کہ قنوت رکوع کے بعد پڑھی جائے مگر حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ کی دلیل بہت زیادہ قوی ہے اس سلسلہ میں اہل علم اور محققین مرقاۃ میں پوری تفصیل دیکھ سکتے ہیں جہاں تک دوسری اور تیسری مختلف باتوں کا تعلق ہے تو ہم ان شاء اللہ ان دونوں مسئلوں کو آگے آنے والے باب ''باب القنوت'' میں تفصیل کے ساتھ بیان کریں گے۔

وَعَنْ اُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا سَلَّمَ فِي الْوِتْرِ قَالَ سُبْحَانَ

حضرت ابی بن کعبؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس وقت وتر کا سلام پھیرتے فرماتے

الْمَلِكِ الْقُدُّوْسِ رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ وَ النَّسَائِيُّ وَزَادَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ يُطِيْلُ وَفِي رِوَايَةٍ لِلنَّسَائِيِّ عَنْ

سبحان الملک القدوس۔ روایت کیا اس کو ابوداؤد اور نسائی نے اور اس نے زیادہ کیا کہ تین مرتبہ فرماتے اور بلند آواز کرتے

عَبْدِالرَّحْمٰنِ ابْنِ اَبْزٰی عَنْ اَبِيْهِ قَالَ كَانَ يَقُوْلُ اِذَا سَلَّمَ سُبْحَانَ الْمَلِكِ الْقُدُّوْسِ ثَلَاثًا وَّ يَرْفَعُ

نسائی نے عبدالرحمٰن بن ابزی عن ابیہ سے روایت کیا ہے کہ جس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم وتر کا سلام پھیرتے تین مرتبہ سبحان الملک القدوس

صَوْتَهٗ بِالثَّالِثَةِ.

کہتے اور تیسری بار آواز بلند کرتے۔

عَنْ عَلِيٍّ قَالَ اِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُوْلُ فِي اٰخِرِ وِتْرِهٖ اَللّٰهُمَّ اِنِّي اَعُوْذُ بِرِضَائِكَ

حضرت علیؓ سے روایت ہے بے شک نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے وتر کے آخر میں فرمایا کرتے تھے اے اللہ میں پناہ مانگتا ہوں تیری رضا کے ساتھ

مِنْ سَخَطِكَ بِمُعَافَاتِكَ مِنْ عُقُوْبَتِكَ وَاَعُوْذُبِكَ مِنْكَ لَا اُحْصِي ثَنَاءً عَلَيْكَ اَنْتَ كَمَا

تیرے غضب سے اور تیری عافیت کے ساتھ تیرے عذاب سے اور پناہ مانگتا ہوں تیری ذات کے ساتھ تیری پکڑ سے تیری تعریف میں گن نہیں

اَثْنَيْتَ عَلٰى نَفْسِكَ. (رواه ابوداؤد و الترمذي والنسائي وابن ماجة)

سکتا تو ویسا ہی ہے جس طرح تو نے اپنی تعریف کی روایت کیا اس کو ابوداؤد نے اور ترمذی نسائی اور ابن ماجہ نے۔

تشریح: حاصل حدیث:۔ کان یقول فی آخر وترہ سے مراد نماز وتر کے آخر میں یا نماز سے فارغ ہونے کے بعد ہے بعض نے کہا کہ دونوں کو جمع کر لینا چاہیے پہلے مشہور یہی تھی بعد میں یہ قنوت حسن بن علی پڑھ لی جائے۔ الخ مشہور ہوئی۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ قِيْلَ لَهٗ هَلْ لَّكَ فِيْ اَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ مُعَاوِيَةَ مَا اَوْتَرَ اِلَّا بِوَاحِدَةٍ قَالَ اَصَابَ اِنَّهٗ

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے اسے کہا گیا کیا تجھ کو امیر المومنین معاویہؓ میں (رغبت) ہے کہ وہ ہمیشہ ایک ہی وتر پڑھتا ہے۔ ابن عباسؓ نے کہا اس نے

فَقِيْهٌ وَفِيْ رِوَايَةٍ قَالَ ابْنُ اَبِيْ مُلَيْكَةَ اَوْتَرَ مُعَاوِيَةُ بَعْدَ الْعِشَاءِ بِرَكْعَةٍ وَّعِنْدَهٗ مَوْلًى لِّابْنِ عَبَّاسٍ

درست کام کیا وہ فقیہہ ہے ایک روایت میں ہے ابن ابی ملیکہ نے کہا کہ ایک مرتبہ حضرت معاویہؓ نے عشاء کے بعد ایک وتر پڑھا ان کے پاس ابن عباسؓ کا

فَاَتَى ابْنَ عَبَّاسٍ فَاَخْبَرَهٗ فَقَالَ دَعْهُ فَاِنَّهٗ قَدْ صَحِبَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (صحيح البخاري)

غلام تھا اس نے آ کر ابن عباسؓ کو اس بات کی خبر دی ابن عباسؓ نے کہا چھوڑ دے تو ان کو کیونکہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا صحابی ہے روایت کیا اس کو بخاری نے۔

تشریح: حاصل حدیث:۔ اس طریقہ سے معلوم ہوا کہ ایک رکعت وتر پڑھنے کا عام رواج نہیں تھا اور نیز اس پر کوئی واضح نص بھی موجود نہیں تھی۔ اگر ہوتی تو ابن عباسؓ اس کا حوالہ دیتے اور حضرت معاویہؓ کے اجتہاد کی طرف محمول نہ کرتے۔

وَعَنْ بُرَيْدَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ الْوِتْرُ حَقٌّ فَمَنْ لَّمْ يُوْتِرْ فَلَيْسَ

حضرت بریدہؓ سے روایت ہے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا وتر حق ہے جو وتر نہ پڑھے وہ ہم میں سے نہیں وتر حق ہے

مِنَّا اَلْوِتْرُ حَقٌّ فَمَنْ لَّمْ يُوْتِرْ فَلَيْسَ مِنَّا اَلْوِتْرُ حَقٌّ فَمَنْ لَّمْ يُوْتِرْ فَلَيْسَ مِنَّا. (رواه ابوداؤد)

جو نہ پڑھے وہ ہم میں سے نہیں وتر حق ہے جو نہ پڑھے وہ ہم میں سے نہیں۔ روایت کیا اس کو ابوداؤد نے۔

وَعَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ نَّامَ عَنِ الْوِتْرِ اَوْنَسِيَهٗ فَلْيُصَلِّ

حضرت ابو سعیدؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص وتر سے سو رہے یا بھول جائے

اِذَا ذَكَرَ وَ اِذَا اسْتَيْقَظَ. (رواه الترمذي و ابوداؤد و ابن ماجة)

اسکو پڑھ لے اس وقت یاد آئے اور جس وقت وہ بیدار ہو روایت کیا اس کو ترمذی ابوداؤد اور ابن ماجہ نے۔

وَعَنْ مَّالِكٍ بَلَغَهٗ اَنَّ رَجُلًا سَاَلَ ابْنَ عُمَرَ عَنِ الْوِتْرِ اَوَاجِبٌ هُوَ؟ فَقَالَ عَبْدُاللّٰهِ قَدْ اَوْتَرَ رَسُوْلُ

حضرت مالکؓ سے روایت ہے کہا اس کو خبر پہنچی ہے کہ ایک آدمی نے ابن عمر سے پوچھا کیا وتر واجب ہے عبداللہ نے کہا

اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَوْتَرَ الْمُسْلِمُوْنَ فَجَعَلَ الرَّجُلُ يُرَدِّدُ عَلَيْهِ وَعَبْدُاللهِ يَقُوْلُ اَوْتَرَ رَسُوْلُ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وتر پڑھا اور مسلمانوں نے وہ شخص تکرار کرنے لگا کہ عبداللہ نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَوْتَرَ الْمُسْلِمُوْنَ . (رواه فى الموطا)
اور مسلمانوں نے وتر پڑھا۔ روایت کیا اس کو موطا میں۔

تشریح: حاصل حدیث۔ ماقبل احادیث کی تفصیل ماقبل میں گزر چکی ہے اس حدیث کا حاصل یہ ہے کہ ایک شخص نے ابن عمرؓ سے وتر کے متعلق پوچھا کہ کیا یہ واجب ہیں؟ تو ابن عمرؓ نے اس کے جواب میں ایسا اسلوب اختیار کیا کہ حکم کے ساتھ ساتھ دلیل بھی معلوم ہو جائے۔ وہ یہ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کا اس پر مداومت کرنا یہ دلیل وجوب ہے۔

وَعَنْ عَلِيٍّ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُوْتِرُ بِثَلَاثٍ يُقْرَأُ فِيْهِنَّ بِتِسْعِ سُوَرٍ مِّنَ
حضرت علیؓ سے روایت ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم تین رکعت وتر پڑھتے ان میں مفصل کی نو سورتیں پڑھتے
الْمُفَصَّلِ يَقْرَأُ فِىْ كُلِّ رَكْعَةٍ بِثَلَاثِ سُوَرٍ اٰخِرُهُنَّ قُلْ هُوَاللهُ اَحَدٌ. (رواه الترمذى)
ہر رکعت میں تین سورتیں آخر ان کی قل ہو اللہ احد ہوتی۔ روایت کیا اس کو ترمذی نے۔

وَعَنْ نَّافِعٍ قَالَ كُنْتُ مَعَ ابْنِ عُمَرَ بِمَكَّةَ وَالسَّمَآءُ مُغِيْمَةٌ فَخَشِيَ الصُّبْحَ فَاَوْتَرَ بِوَاحِدَةٍ ثُمَّ
حضرت نافعؒ سے روایت ہے کہا کہ میں ابن عمرؓ کے ساتھ مکہ میں تھا آسمان ابر آلود تھا وہ صبح کے ہونے سے ڈرے ایک رکعت وتر پڑھ لیا پھر ابر کھل گیا پس دیکھا
انْكَشَفَ فَرَاٰى اَنَّ عَلَيْهِ لَيْلًا فَشَفَعَ بِوَاحِدَةٍ ثُمَّ صَلّٰى رَكْعَتَيْنِ فَلَمَّا خَشِيَ الصُّبْحَ اَوْتَرَ بِوَاحِدَةٍ. (رواه موطا)
پس کہ ابھی رات ہے پس اس کو ایک رکعت کیساتھ دوگانہ کیا پھر دو دو رکعت پڑھیں جس وقت صبح ہو جانے سے ڈرے ایک وتر پڑھا روایت کیا اس کو مالک نے۔

تشریح: حاصل حدیث:۔ قال كنت مع ابن عمر بمكة والسماء الخ اس حدیث کے تحت چوتھا مسئلہ نقض وتر کا ہے۔ آیا نقض وتر جائز ہے یا نہیں؟ نقض وتر کی صورت یہ ہے کہ ابتدائے شب میں وتر پڑھ لئے ہوں پھر جب رات کو بیدار ہو جائے نماز تہجد پڑھنا چاہے تو اوّلاً ایک رکعت پڑھے اس ارادہ سے تا کہ یہ رکعت پہلے وتر کے ساتھ مل کر شفع بن جائے تو یہ نقض وتر ہے (تا کہ نقض وتر ہو جائے) پھر تہجد پڑھ کر وتر ساتھ ملائے۔ آئمہ اربعہ میں سے اس کا کوئی بھی قائل نہیں ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ نقض وتر جائز ہے۔ جواب! یہ حضرت ابن عمرؓ کا اپنا اجتہاد ہے اس کے مقابلے میں ایک مرفوع حدیث ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ایک رات میں ایک مرتبہ وتر پڑھنے کے بعد دوبارہ وتر پڑھنے کی اجازت نہیں۔

وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ كَانَ يُصَلِّىْ جَالِسًا فَيَقْرَأُ وَهُوَ جَالِسٌ فَاِذَا بَقِىَ مِنْ
حضرت عائشہؓ سے روایت ہے بے شک نبی صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھ کر نماز پڑھتے رہتے تھے پڑھتے رہتے جب کہ وہ بیٹھے ہوتے جس وقت آپ صلی اللہ
قِرَاءَ تِهٖ قَدْرَ مَا يَكُوْنُ ثَلَاثِيْنَ اَوْ اَرْبَعِيْنَ اٰيَةً قَامَ وَقَرَأَ وَهُوَ قَائِمٌ ثُمَّ رَكَعَ ثُمَّ سَجَدَ ثُمَّ يَفْعَلُ فِى
علیہ وسلم کی قرأت سے تیس یا چالیس آیتیں رہ جاتیں کھڑے ہوتے اور پڑھتے جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوتے پھر رکوع کرتے پھر سجدہ
الرَّكْعَةِ الثَّانِيَةِ مِثْلَ ذَالِكَ (صحیح مسلم)
کرتے پھر دوسری رکعت میں اسی طرح کرتے روایت کیا اس کو مسلم نے۔

تشریح: حاصل حدیث:۔اس باب کے ساتھ مناسبت ربط یہ ہے کہ وتر کے بعد کی دو رکعتوں میں ایسا کرنا جائز ہے۔

وَعَنْ اُمِّ سَلَمَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّيْ بَعْدَ الْوِتْرِ رَكْعَتَيْنِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ

حضرت ام سلمہؓ سے روایت ہے کہا کہ بے شک نبی صلی اللہ علیہ وسلم وتر کے بعد دو رکعتیں پڑھتے تھے۔ روایت کیا اس کو ترمذی نے زیادہ کیا ابن

وَزَادَ ابْنُ مَاجَةَ خَفِيْفَتَيْنِ وَهُوَ جَالِسٌ.

ماجہ نے کہ دو ہلکی رکعتیں پڑھتے اور بیٹھے ہوئے ہوتے۔

وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُوْتِرُ بِوَاحِدَةٍ ثُمَّ يَرْكَعُ رَكْعَتَيْنِ يَقْرَأُ

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک وتر پڑھتے پھر بیٹھ کر دو رکعتیں پڑھتے ان میں قرأت کرتے

فِيْهِمَا وَهُوَ جَالِسٌ فَاِذَا اَرَادَ اَنْ يَّرْكَعَ قَامَ فَرَكَعَ. (رواه ابن ماجة)

جس وقت رکوع کا ارادہ کرتے کھڑے ہوتے پس رکوع کرتے۔ روایت کیا اس کو ابن ماجہ نے۔

وَعَنْ ثَوْبَانَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ هٰذَا السَّهَرَ جُهْدٌ وَثِقْلٌ فَاِذَا اَوْتَرَ اَحَدُكُمْ

حضرت ثوبانؓ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔ رات کی بیداری مشکل اور بھاری ہے جس وقت ایک تمہارا وتر پڑھ لے دو رکعتیں

فَلْيَرْكَعْ رَكْعَتَيْنِ فَاِنْ قَامَ مِنَ اللَّيْلِ وَاِلَّا كَانَتَا لَهٗ. (رواه الترمذی)

پڑھے۔ اگر رات کو اٹھ کھڑا ہو تو بہتر ہے ورنہ یہ دونوں رکعتیں اس کیلئے کافی ہوں گی روایت کیا اس کو ترمذی اور دارمی نے۔

تشریح: یہی دو رکعت تہجد کے قائم مقام ہو جائیں گی یعنی حکماً اجر و ثواب مل جائے گا۔ باقی احادیث کی تفصیل تدریجاً گزر چکی ہے۔

وَعَنْ اَبِيْ اُمَامَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّيْهِمَا بَعْدَ الْوِتْرِ وَهُوَ جَالِسٌ يَقْرَأُ فِيْهِمَا

حضرت ابوامامہؓ سے روایت ہے بے شک نبی صلی اللہ علیہ وسلم یہ دو رکعتیں وتر کے بعد پڑھتے جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھے ہوئے ہوتے۔

اِذَا زُلْزِلَتِ الْاَرْضُ وَقُلْ يٰاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ. (رواه احمد بن حنبل)

ان دونوں میں اذا زلزلت الارض اور قل یا یہا الکفرون پڑھتے۔ روایت کیا اس کو احمد نے۔

بَابُ الْقُنُوْتِ

قنوت کا بیان

قنوت کے کئی معنی آتے ہیں۔ ۱۔ طول القیام ۲۔ طول القیام فی الصلوۃ ۳۔ سکوت ۴۔ طاعت ۵۔ تواضع ۶۔ دعا وغیرہا من المعانی یہاں قنوت کا آخری معنی مراد ہے۔

نماز میں قنوت کی تین قسمیں ہیں۔ ۱۔ قنوت نازلہ ۲۔ قنوت فی الفجر دائما ۳۔ قنوت فی الوتر۔ یہاں پر تینوں کے متعلق ضروری امور پر مختصراً گفتگو کی جائے گی۔

قنوت نازلہ۔ قنوت نازلہ وہ دعا ہے جو مسلمانوں پر شدائد آنے کی صورت میں نماز میں پڑھی جائے۔ قنوت نازلہ میں دو مسئلے یہاں قابل ذکر ہیں۔ ۱۔ قنوت نازلہ کی مشروعیت ۲۔ قنوت نازلہ یعنی کون کون سی نمازوں میں قنوت نازلہ مشروع ہے۔

مسئلہ اولی۔ جس وقت مسلمانوں پر شدائد و مصائب نازل ہو رہے ہوں یا کافروں کے ساتھ مسلمانوں کی لڑائی ہو رہی ہو تو ائمہ ثلثہ کے نزدیک ایسے موقعہ پر نماز میں قنوت نازلہ پڑھنا مشروع ہے۔ حنفیہ کا بھی یہی مذہب مشہور ہے۔ لیکن امام طحاوی کی ایک عبارت سے اسکی عدم مشروعیت کا شبہ پڑتا ہے امام طحاوی نے شرح معانی الآثار میں اس مسئلہ پر تفصیلی گفتگو کرنے کے بعد فرمایا ہے۔ فثبت بما ذکرنا انہ لاینبغی القنوت فی الفجر فی حال حرب ولا غیرہ قیاسا و نظرا علی ما ذکرنا من ذلک وھذا قول ابی حنیفہ وابی یوسف ومحمد رحمھم اللہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حنفیہ کے ائمہ ثلثہ حالت حرب میں بھی قنوت کے قائل نہیں ہیں جبکہ فقہ حنفی کی دوسری کتابوں کا بیان اس کے خلاف ہے بلکہ شرح منیہ میں خود امام طحاوی سے نقل کیا گیا ہے۔ انما لایقنت عندنا فی صلوٰۃ الفجر من غیر بلیۃ فان وقعت بلیۃ واوفتنۃ فلاباس بہ فعلہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

حکیم الامت حضرت تھانوی قدس سرہ نے دونوں روایتوں میں تطبیق اس طرح سے دی ہے کہ حنفیہ کے نزدیک مطلق حرب کی صورت میں تو قنوت نازلہ مشروع نہیں ہے صرف اس وقت مشروع ہے جب کہ مسلمان کسی بہت بڑی مصیبت کا شکار ہوں۔ خلاصہ یہ کہ مسلمانوں پر سخت شدائد نازل ہونے کی صورت میں قنوت بالاتفاق مشروع ہے۔

المسئلہ الثانیہ۔ قنوت نازلہ صرف فجر کی نماز میں مشروع ہے یا دوسری نمازوں میں بھی۔ امام احمدؒ کے نزدیک قنوت نازلہ صرف فجر کی نماز میں مشروع ہے۔ امام شافعیؒ کے نزدیک پانچوں نمازوں میں مشروع ہے بعض کے نزدیک صرف جہری نمازوں میں مشروع ہے۔

فقہاء احناف کے اس مسئلہ میں تینوں قول کہتے ہیں صرف فجر میں مشروعیت کا جہری نمازوں میں مشروعیت کا اور تمام نمازوں میں مشروعیت کا علامہ شامی وغیرہ کا میلان پہلے قول کی ترجیح کی طرف معلوم ہوتا ہے۔

جو حضرات تمام نمازوں میں قنوت نازلہ کی مشروعیت کے قائل ہیں وہ ابن عباسؓ کی اس روایت سے استدلال کرتے ہیں جو صاحب مشکوٰۃ نے اس باب کی فصل ثانی میں بحوالہ ابوداؤد ذکر کی ہے۔ قنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شہرا متتابعا فی الظھر والعصر والمغرب والعشاء وصلوٰۃ الصبح الخ اور جو حضرات صرف جہری نمازوں میں اس کی مشروعیت کے قائل ہیں وہ استدلال کرتے ہیں۔ حضرت ابوہریرہؓ کی حدیث سے جس کی تخریج امام مسلم نے کی ہے۔ حضرت ابوہریرہؓ نے فرمایا لاقربن بکم صلاۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فکان ابوہریرۃؓ یقنت فی الظھر والعشاء الآخرۃ وصلاۃ الصبح ویدعو للمؤمنین ویلعن الکفار۔

حنفیہ وحنابلہ کا اس بارے میں موقف یہ ہے کہ پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سب نمازوں میں قنوت نازلہ پڑھ لیا کرتے تھے لیکن بعد میں یہ مشروعیت منسوخ ہوگئی صرف قنوت نازلہ فی الفجر کی مشروعیت باقی رہ گئی۔ اس کی دلیل حضرت انسؓ کی حدیث ہے جس کی تخریج دار قطنی اور بیہقی وغیرہ نے کی ہے۔ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قنت شہرا یدعو علی قاتلی اصحابہ ببیر معونۃ ثم ترک فاما فی الصبح فلم یزل یقنت حتی فارق الدنیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسری نمازوں میں قنوت نازلہ ترک کر دی تھی لیکن فجر میں قنوت نازلہ پڑھتے رہے جب بھی کوئی حادثہ پیش آتا۔

قنوت فی الفجر۔ فجر کی نماز میں دائما دعا قنوت پڑھنا مستحب ہے یا نہیں ہے؟ اس میں ائمہ کا اختلاف ہوا ہے امام مالک کے نزدیک قنوت نازلہ کے علاوہ بھی فجر کی نماز میں دعا قنوت پڑھنا مستحب ہے امام شافعیؒ کے نزدیک سنت ہے۔

امام ابوحنیفہ صاحبین امام احمد اور سلف کی ایک بہت بڑی جماعت کا ایک یہ مذہب ہے کہ فجر کی نماز میں دعا قنوت نہ سنت ہے۔ نہ مستحب۔

حنفیہ وحنابلہ کی ایک دلیل ابو مالک اشجعی کی روایت ہے جسے صاحب مشکوٰۃ نے بحوالہ ترمذی نسائی ابن ماجہ نقل کیا ہے ابو مالک اشجعی کہتے ہیں کہ میں نے اپنے والد سے عرض کیا کہ آپ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ابوبکرؓ عمرؓ عثمانؓ اور علیؓ کے پیچھے نمازیں پڑھتے رہے ہیں۔ تو کیا یہ حضرات (فرض نمازوں میں) قنوت پڑھا کرتے تھے۔ انہوں نے فرمایا کہ ای بنی محدث (اے بیٹے یہ بعد کی ایجاد کردہ چیز ہے) اس سے معلوم ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفاء راشدین کا کسی بھی فرض نماز میں دعائے قنوت پڑھنے کا معمول نہ تھا اور بھی بہت سی روایات ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ صحابہؓ میں عام حالات کے اندر قنوت الفجر کا رواج نہیں تھا چنانچہ ابن ابی شیبہ نے ابراہیم نخعی کا قول نقل کیا ہے کان عبداللہ لایقنت فی الفجر واول من قنت فیھا علی وکانوا یرون انہ انما فعل ذلک لانہ کان محاربا۔ اس سے معلوم ہوا کہ کم از کم کوفہ میں سب سے

پہلے فجر میں دعا قنوت حضرت علیؓ نے پڑھی ہے اور حضرت علی کی بھی یہ قنوت قنوت نازلہ تھی۔ جن روایات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فجر کی نماز میں قنوت پڑھنے کا ذکر ہے وہ قنوت نازلہ پر محمول ہیں جیسا کہ اس باب کی فصل اول کی دونوں متفق علیہ روایات میں تصریح ہے۔

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَؓ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ کَانَ اِذَا اَرَادَ اَنْ یَّدْعُوَ عَلٰی اَحَدٍ اَوْ یَدْعُوَ
حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے بے شک نبی صلی اللہ علیہ وسلم جس وقت ارادہ کرتے یہ کہ کسی پر بد دعا کریں۔ یا کسی کو دعا دیں
لِاَحَدٍ قَنَتَ بَعْدَ الرُّکُوْعِ فَرُبَّمَا قَالَ اِذَا قَالَ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ رَبَّنَا لَکَ الْحَمْدُ اَللّٰهُمَّ اَنْجِ
تو قنوت کرتے رکوع کے بعد چنانچہ آپ کبھی سمع اللہ لمن حمدہ کے بعد فرماتے اے اللہ ولید بن ولید کو اور عیاش بن ابی ربیعہ
الْوَلِیْدَ بْنَ الْوَلِیْدِ وَسَلَمَةَ بْنَ هِشَامٍ وَّعَیَّاشَ ابْنَ اَبِیْ رَبِیْعَةَ اَللّٰهُمَّ اشْدُدْ وَطْاَتَکَ عَلٰی مُضَرَ
کو نجات دے اے اللہ مضر پر اپنا سخت عذاب کر ان پر قحط ڈال جس طرح یوسف کا قحط تھا۔ یہ بلند آواز سے کہتے۔
وَاجْعَلْهَا سِنِیْنَ کَسِنِیْ یُوْسُفَ یَجْهَرُ بِذَالِکَ وَکَانَ یَقُوْلُ فِیْ بَعْضِ صَلٰوتِهٖ اَللّٰهُمَّ الْعَنْ فُلَانًا
اپنی بعض نمازوں میں فرماتے اے اللہ فلاں پر اور فلاں پر لعنت کر عرب کے بعض قبائل مراد لیتے۔
وَفُلَانًا لِاَحْیَآءَ مِنَ الْعَرَبِ حَتّٰی اَنْزَلَ اللّٰهُ لَیْسَ لَکَ مِنَ الْاَمْرِ شَیْءٌ (اَلْاٰیَةَ.) (آل عمران ۳:)(بخاری وغیرہ)
یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی نہیں واسطے تیرے امر سے کچھ آخر آیت تک۔

تشریح: عن ابی ہریرۃؓ الخ قنوت وتروں کے بارے میں اختلافی مسائل کچھ گزر چکے کچھ آ رہے ہیں۔

پانچواں مسئلہ وتروں میں کونسی دعا القنوت افضل ہے؟ شوافع کے نزدیک قنوت حسن بن علیؓ زیادہ افضل ہے اور احناف کے نزدیک قنوت عبداللہ بن مسعودؓ (قنوت مشہور) زیادہ افضل ہے۔ یہ اختلاف افضلیت میں ہے جواز وعدم جواز میں نہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ دونوں کو جمع کر لے۔ دعائے قنوت ابن مسعود کی افضلیت کی وجہ یہ ہے کہ کہا جاتا ہے کہ یہ قنوت کسی زمانے میں قرآن مجید کی دو آیتیں تھیں لیکن بعد میں ان کی تلاوت منسوخ ہو گئی تو اس دعائے قنوت کو وحی جلی ہونے کی سعادت حاصل ہے۔

چھٹا مسئلہ: آیا یہ قنوت وتر دائمی ہے یا نہیں شوافع کے نزدیک دائمی نہیں ہے۔ صرف رمضان کے نصف اخیر میں ہے اور احناف کے نزدیک یہ قنوت وتر دائمی ہے۔ احناف کے دلائل۔

احناف کی دلیل-۱: کیونکہ وتر دائمی ہیں تو دعائے قنوت بھی دائمی ہونی چاہیے۔

احناف کی دلیل-۲: وہ احادیث جن کے اندر قنوت الوتر کی تعلیم دی گئی ہے اس میں کسی قسم کی تخصیص نہیں تو احناف کے نزدیک قنوت وتر دائمی ہے۔

شوافع کی دلیل اسی باب القنوت کی فصل ثالث کی حدیث۔ حدیث نمبر ۶ عن الحسن ان عمر بن الخطاب الخ لا یقنت بھم الا فی النصف الباقی۔ ابی بن کعبؓ نے حضرت عمرؓ سے اجازت لی ہوئی ہوگی کہ میں گھر جا کر نماز وتر اور تراویح پڑھوں گا اور یہ اس لئے گھر چلے جاتے تھے کہ اخیر عشرہ میں خلوت بہتر ہے بنسبت جلوت کے (یہ ان کا اپنا اجتہاد تھا) اور حضرت ابی بن کعبؓ ان حضرات میں سے تھے جو ان راتوں میں جلوت کی بنسبت خلوت کو پسند زیادہ کرتے تھے جلوت کی نسبت۔ تو لوگ کہتے ابی بھاگ گیا' الغرض حضرت ابی بن کعبؓ اس اخیر نصف میں قنوت الوتر شروع کر دیتے تو معلوم ہوا کہ یہ صرف رمضان کے نصف اخیر میں ہے پورا سال نہیں ہے۔ جواب! قنوت کے کئی معنے ہیں۔ قنوت کا ایک معنی دعائے قنوت اور ایک معنی ہے قیام طویل۔ یہاں قنوت بمعنی قیام طویل کے ہے۔ اب معنی یہ ہوگا نصف اوّل میں

قیام لمبا نہیں ہوتا تھا۔ نصف ثانی میں قیام لمبا ہوتا تھا (قرینہ افضل الصلوٰۃ طول القنوت) اذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال۔

ساتواں مسئلہ دعائے قنوت قبل از رکوع ہے یا بعد از رکوع ہے؟ احناف کے نزدیک قبل الرکوع ہے اور شوافع کے نزدیک بعد الرکوع ہے۔

وَعَنْ عَاصِمٍ الْاَحْوَلِ قَالَ سَاَلْتُ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ عَنِ الْقُنُوْتِ فِي الصَّلٰوةِ كَانَ قَبْلَ الرُّكُوْعِ اَوْ
حضرت عاصمؒ احوال سے روایت ہے کہا کہ میں نے انس بن مالکؓ سے نماز میں قنوت کے متعلق پوچھا کہ
بَعْدَهٗ قَالَ قَبْلَهٗ اِنَّمَا قَنَتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَ الرُّكُوْعِ شَهْرًا اِنَّهٗ كَانَ بَعَثَ اُنَاسًا
وہ رکوع سے پہلے ہے یا بعد کہا پہلے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مہینہ تک رکوع کے بعد قنوت پڑھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے
يُقَالُ لَهُمُ الْقُرَّآءُ سَبْعُوْنَ رَجُلًا فَاُصِيْبُوْا فَقَنَتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَ الرُّكُوْعِ
چند لوگ بھیجے تھے ان کو قراء کہا جاتا تھا وہ ستر آدمی تھے وہ شہید کردیئے گئے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے رکوع کے بعد
شَهْرًا يَّدْعُوْ عَلَيْهِمْ (صحيح البخاري و صحيح مسلم)
ان پر ایک مہینہ تک قنوت پڑھی۔ ظالموں پر بددعا کرتے تھے۔

احناف کی دلیل: حدیث نمبر (۲) عن عاصم الاحول قال سالت انس بن مالک عن القنوت فی الصلوٰۃ کان قبل الرکوع او بعدہٗ قال قبلہٗ انما قنت رسول اللہ بعد الرکوع شهرًا انه کان بعث اناسًا الخ دلیل کو سمجھنے سے پہلے تمہید، قنوت دو قسم پر ہے (۱)۔ قنوت وتر (۲)۔ قنوت نازلہ، قنوت وتر قبل از رکوع ہے اور قنوت نازلہ بعد از رکوع ہے۔ جن حدیثوں میں قبل الرکوع آرہا ہے اس سے قنوت کا مصداق، قنوت وتر ہے اور جن میں بعد الرکوع کا ذکر آرہا ہے اس کا مصداق قنوت نازلہ ہے۔ شوافع کی دلیل حدیث نمبر ا ابو ہریرہؓ اس میں ہے قنت بعد الرکوع اس کا جواب یہ ہے کہ بعد از رکوع قنوت وتر نہیں بلکہ قنوت نازلہ ہے۔

آٹھواں مسئلہ: قنوت الفجر دائمی ہے یا دائمی نہیں۔ عند الاحناف دائمی نہیں۔ عند الشوافع دائمی ہے۔ سارا سال پڑھنی ہے۔ شوافع کی دلیل یہاں مشکوٰۃ کے اندر کوئی حدیث نہیں ہے جو قنوت الفجر کے دائمی ہونے پر دال ہو البتہ دوسری کتابوں میں جو احادیث مذکور ہیں ان احادیث کے عموم سے استدلال کرتے ہیں تو ان احادیث کا جواب یہ ہے کہ یہ قنوت نازلہ ضرورت کے وقت پڑھتے تھے اور نوازل کے وقت پڑھتے تھے۔ دائمی نہیں تھی۔

اس پر قرینہ حدیث ابی مالک الاشجعی ہے۔ وعن ابی مالک الاشجعی الخ اکانوا یقنتون قال ای بنی محدث یہ بدعۃ ہے۔ ابی مالک اس کو بدعۃ کہہ رہے ہیں۔ یعنی قنوت الفجر والنازلہ پر دوام واستمرار کرنا بدعۃ ہے۔ باقی احناف کی دلیل حدیث نمبر ۴ وعن انسؓ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قنت شهرًا ثم ترکهٗ اور اگلی روایت ابو مالک الاشجعی کی احناف کی دلیل ہے۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَنَتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَهْرًا مُتَتَابِعًا فِي الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ
حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مہینہ بھر متواتر قنوت پڑھی۔ ظہر، عصر،
وَالْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ وَصَلٰوةِ الصُّبْحِ اِذَا قَالَ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ مِنَ الرَّكْعَةِ الْاٰخِرَةِ يَدْعُوْ
مغرب، عشا اور صبح کی نمازوں میں۔ جس وقت سمع اللہ لمن حمدہ کہتے آخری رکعت سے بنوسلیم کے قبائل رعل
عَلٰى اَحْيَآءٍ مِّنْ بَنِيْ سُلَيْمٍ عَلٰى رِعْلٍ وَّذَكْوَانَ وَ عُصَيَّةَ وَيُؤَمِّنُ مَنْ خَلْفَهٗ. (رواہ ابوداؤد)
اور ذکوان عصیہ پر بددعا کرتے اور جو لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے ہوتے وہ آمین کہتے۔ روایت کیا اس کو ابوداؤد نے۔

تشریح: حاصل حدیث: اس حدیث میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پانچوں نمازوں میں قنوت ایک مہینہ لگاتار پڑھی۔ نواں مسئلہ قنوت نازلہ مختص ہے فجر کے ساتھ یا پانچوں نمازوں میں پڑھی جاسکتی ہے؟ احناف کے نزدیک قنوت نازلہ مختص ہے فجر کی نماز کے ساتھ۔ حدیث الباب کا جواب۔ ابتداء میں توسع تھا پھر استقرار جاکر فجر کی نماز پر ہوا۔ اس کی تشریح پہلے گزر چکی ہے۔

وَعَنْ اَنَسٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَنَتَ شَھْرًا ثُمَّ تَرَکَہٗ. (رواہ ابود والنسائی)
حضرت انسؓ سے روایت ہے بے شک نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مہینہ بھر قنوت پڑھی پھر اس کو چھوڑ دیا۔ روایت کیا اس کو ابوداؤد اور نسائی نے۔

تشریح: حاصل حدیث: ثم ترکہ مراد یہ ہے قنوت الفجر کو چھوڑ دیا تھا۔ اسی وجہ سے صاحب مشکوٰۃ نے باب کو مطلق رکھا ہے۔ ''باب القنوت'' کہ دونوں قنوتوں کو ذکر کرنا ہے۔

وَعَنْ اَبِی مَالِکِ الْاَشْجَعِیِّ قَالَ قُلْتُ لِاَبِی یَا اَبَتِ اِنَّکَ قَدْ صَلَّیْتَ خَلْفَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ
حضرت ابومالک اشجعیؓ سے روایت ہے کہا کہ میں نے اپنے باپ سے کہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکرؓ اور عمرؓ اور عثمانؓ
عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَاَبِی بَکْرٍ وَّ عُمَرَ وَ عُثْمَانَ وَ عَلِیٍّ ھٰھُنَا بِالْکُوْفَۃِ نَحْوًا مِّنْ خَمْسِ سِنِیْنَ اَکَانُوْا یَقْنُتُوْنَ
کے پیچھے نماز پڑھی ہے اور علیؓ کے پیچھے بھی کوفہ میں تقریباً پانچ سال تک کیا وہ قنوت پڑھتے تھے۔
قَالَ اَیْ بُنَیَّ مُحْدَثٌ. (رواہ الترمذی والنسائی وابن ماجۃ)
کہا اے میرے بیٹے بدعت ہے۔ روایت کیا اس کو ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ نے۔

تشریح: حاصل حدیث: ابومالک الاشجعی فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے والد صاحب سے پوچھا کہ کیا یہ ابوبکر وعمر عثمان وعلیؓ قنوت الفجر پڑھتے تھے تو انہوں نے جواب دیا کہ اے بیٹے یہ تو بدعۃ ہے یعنی قنوت فی الصلوٰۃ الفجر پر مواظبت بدعۃ ہے۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ

عَنِ الْحَسَنِ اَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ جَمَعَ النَّاسَ عَلٰی اُبَیِّ ابْنِ کَعْبٍ فَکَانَ یُصَلِّی لَھُمْ عِشْرِیْنَ لَیْلَۃً
حضرت حسنؓ سے روایت ہے بے شک عمر بن خطابؓ نے لوگوں کو ابی بن کعبؓ پر جمع کردیا ابیؓ ان کو بیس راتیں نماز پڑھاتے
وَّلَا یَقْنُتُ بِھِمْ اِلَّا فِی النِّصْفِ الْبَاقِی فَاِذَا کَانَتِ الْعَشْرُ الْاَوَاخِرُ تَخَلَّفَ فَصَلّٰی فِی بَیْتِہٖ فَکَانُوْا
اور نہ قنوت کرتے مگر رمضان کے آخری نصف میں جب آخری دھاکہ ہوتا ابی پیچھے رہتے اور تراویح اپنے گھر پڑھتے لوگ
یَقُوْلُوْنَ اَبَقَ اُبَیٌّ رَوَاہُ اَبُوْدَاوٗدَ وَسُئِلَ اَنَسُ بْنُ مَالِکٍ عَنِ الْقُنُوْتِ فَقَالَ قَنَتَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ
کہتے ابیؓ بھاگ گئے روایت کیا اس کو مالک نے اور انسؓ بن مالک سے قنوت کے متعلق سوال کیا گیا کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بَعْدَ الرُّکُوْعِ وَفِی رِوَایَۃٍ قَبْلَ الرُّکُوْعِ وَبَعْدَہٗ. (رواہ ابن ماجۃ)
رکوع کے بعد اور ایک روایت میں ہے کہ رکوع سے پہلے بھی قنوت پڑھی اور رکوع کے بعد بھی۔ روایت کیا اس کو ابن ماجہ نے۔

تشریح: حضرت ابی بن کعبؓ ایک جلیل القدر اور بڑی عظمت وشان کے مالک صحابی تھے جہاں ان کی اور بہت سی امتیازی خصوصیات تھیں وہیں آپ کی ایک خصوصیت یہ بھی تھی کہ آپ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ ہی میں پورا قرآن کریم حفظ کرلیا تھا۔

نیز یہ کہ صحابہ میں بڑے اونچے درجہ کے قاری مانے جاتے تھے اسی وجہ سے آپ کو ''سید القراء'' کے لقب سے یاد کیا جاتا تھا۔ چنانچہ حضرت عمر فاروقؓ نے ان کی انہیں خصوصیات کی بنا پر انہیں رمضان میں تراویح کی نماز کیلئے امام مقرر فرمایا تاکہ لوگ ان کی اقتدا میں نماز تراویح پڑھیں۔

یہ دونوں حدیثیں جو حضرت حسن بصریؒ سے منقول ہیں حضرات شوافع کی مستدل ہیں۔

پہلی حدیث تو اس بات کی دلیل ہے کہ "دعاء قنوت صرف رمضان کے آخری نصف حصہ میں پڑھی جائے" علماء احناف فرماتے ہیں کہ اول تو مطلقاً وتر میں دعا قنوت کا پڑھنا مشروع ہوا ہے اور چونکہ وتر کی نماز ہمیشہ پڑھی جاتی ہے اس لئے دعا قنوت بھی ہمیشہ پڑھی جائے گی۔

دوسرے یہ کہ زیادہ ایسی ہی احادیث وارد ہیں جن میں بلا تخصیص رمضان، وتر کی نماز میں دعا قنوت پڑھنا ثابت ہوتا ہے لہٰذا اس اعتبار سے بھی ہمیشہ وتر کی نماز میں دعا قنوت کا پڑھنا اولیٰ اور ارجح ہوگا۔

دوسری حدیث شوافع کیلئے اس بات کی دلیل ہے کہ "دعا قنوت رکوع کے بعد پڑھی جائے" اس کا جواب حنفی علماء کی جانب سے یہ دیا جاتا ہے کہ رکوع سے پہلے دعا قنوت پڑھنے کے سلسلہ میں احادیث زیادہ تعداد میں منقول ہیں، پھر یہ کہ صحابہؓ کا عمل بھی انہی احادیث کے مطابق نقل کیا گیا ہے اس لئے انہیں احادیث پر عمل کرنا چاہئے۔

جہاں تک ان احادیث کا تعلق ہے جن سے رکوع کے بعد دعا قنوت پڑھنا ثابت ہوتا ہے تو اس کے بارے میں بتایا جا چکا ہے کہ ان احادیث کا تعلق صرف ایک مہینہ سے ہے جبکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے رکوع کے بعد قنوت پڑھی ہے۔ مستقل طریقہ سے رکوع کے بعد دعا قنوت پڑھنے سے اس کا تعلق نہیں ہے۔

ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں کہ حضرت ابی بن کعب رمضان کے آخری نصف حصہ میں خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے باغیوں کیلئے بددعا کرنے کی وجہ سے دعا قنوت پڑھتے ہوں گے کیونکہ صحیح سند کے ساتھ حضرت عمر فاروقؓ سے منقول ہے کہ:

"جب آدھا رمضان گزر جائے تو (رمضان کے آخری نصف حصہ میں) وتر میں کفار پر لعنت بھیجنا سنت ہے"۔

ابق ابی کے الفاظ کہہ کر لوگوں نے حضرت ابی کو بھاگنے والے غلام کے ساتھ تشبیہ دی۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ ان لوگوں کی نظر میں حضرت ابی کا یہ عمل کہ "آخری دس دنوں میں مسجد نہیں آئے" مکروہ معلوم ہوا۔ حالانکہ حضرت ابی کسی عذر کی بنا پر ہی رمضان کے آخری عشرہ میں مسجد نہیں آئے ہوں گے۔

اور عذر یہی ہو سکتا ہے کہ وہ ان ایام میں خلوت اختیار کرتے تھے تاکہ عبادت کا وہ کمال خلوت میں حاصل ہو جائے جو جلوت میں حاصل نہیں ہوتا۔

حدیث کے الفاظ "آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دعاء قنوت رکوع کے بعد پڑھی ہے" سے مراد یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف ایک مہینہ تک (فجر کی نماز میں) رکوع کے بعد دعا قنوت پڑھی ہے اور اس پر دلیل بخاریؒ و مسلمؒ کی وہ روایت ہے جو عاصم احولؒ سے منقول ہے۔

آخری روایت کا مفہوم یہ ہے کہ "کبھی (یعنی وتر میں) تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم دعا قنوت رکوع سے پہلے پڑھتے تھے اور کبھی (یعنی کسی حادثہ و وباء کے وقت) رکوع کے بعد پڑھتے تھے"۔

اس مفہوم سے ان تمام احادیث میں تطبیق ہو جائے گی جن میں سے بعض روایات تو رکوع کے بعد دعائے قنوت پڑھنے پر دلالت کرتی ہیں اور بعض روایتوں سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ "آپ صلی اللہ علیہ وسلم رکوع سے پہلے دعا قنوت پڑھتے تھے"۔

بَابُ قِيَامِ شَهْرِ رَمَضَانَ

ماہ رمضان میں قیام کا بیان

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ

محدثین کے ہاں نماز تراویح الگ نماز ہے اور تہجد کی نماز الگ نماز ہے اس لئے باب الگ الگ قائم کیا۔ قیام شہر رمضان سے مراد نماز تراویح ہے۔

عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِتَّخَذَ حُجْرَةً فِي الْمَسْجِدِ مِنْ حَصِيْرٍ فَصَلّٰى فِيْهَا

حضرت زید بن ثابتؓ سے روایت ہے بے شک نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد میں بوریا کا ایک حجرہ بنایا کئی راتوں تک اس میں نماز پڑھی۔

لَيَالِيَ حَتّٰى اجْتَمَعَ عَلَيْهِ نَاسٌ ثُمَّ فَقَدُوْا صَوْتَهٗ لَيْلَةً وَظَنُّوْا اَنَّهٗ قَدْ نَامَ فَجَعَلَ بَعْضُهُمْ يَتَنَحْنَحُ لِيَخْرُجَ

یہاں تک کہ بہت لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر جمع ہو گئے پھر ایک رات انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز گم پائی انہوں نے خیال کیا کہ

اِلَيْهِمْ فَقَالَ مَا زَالَ بِكُمُ الَّذِيْ رَاَيْتُ مِنْ صَنِيْعِكُمْ حَتّٰى خَشِيْتُ اَنْ يُّكْتَبَ عَلَيْكُمْ وَلَوْ كُتِبَ

آپ صلی اللہ علیہ وسلم سو گئے ہیں پھر شروع ہوا ان کا بعض کھنکارتا تا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم انکی طرف نکلیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں

عَلَيْكُمْ مَا قُمْتُمْ بِهٖ فَصَلُّوْا اَيُّهَا النَّاسُ فِيْ بُيُوْتِكُمْ فَاِنَّ اَفْضَلَ صَلٰوةِ الْمَرْءِ فِيْ بَيْتِهٖ اِلَّا الصَّلٰوةَ

نے وہ چیز جو تمہارے ساتھ رہی ہے دیکھی ہے یہاں تک کہ میں ڈرا کہ تم پر فرض نہ کر دی جائے اور اگر تم پر فرض ہو جاتی تو تم اس کو پڑھ نہ سکتے۔

الْمَكْتُوْبَةَ. (صحيح البخاري و صحيح مسلم)

اے لوگو اس کو اپنے گھروں میں پڑھو۔ آدمی کی بہترین نماز اس کے گھر کی ہے سوائے فرض نمازوں کے۔

تشریح: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں نماز تراویح فرادیٰ فرادیٰ گھروں میں ادا کی جاتی تھی اس حدیث کا حاصل یہ ہے کہ کچھ دن آپ علیہ السلام نے با جماعت نماز تراویح پڑھائی جس سے صحابہ کرامؓ روز بروز زیادہ آنے لگے۔ پھر ایک دن با جماعت نہیں پڑھائی (جماعت کا التزام نہیں کیا مصلحت یہ تھی) اس مصلحت کے اندیشہ کی وجہ سے کہ کہیں تراویح پر مداومت کرنے کی وجہ سے فرض نہ ہو جائے اس پر سوال ہوگا کہ نمازیں تو معراج کی رات میں فرض ہو چکی تھیں جتنی ہونی تھیں تو پھر تراویح کیسے فرض ہوتی؟ جواب جو فرض ہو چکی تھیں اس سے کمی کا اندیشہ نہیں تھا کہ پانچ سے کم نہیں ہوں گی البتہ زیادتی کا اندیشہ تھا۔ اس لئے فرمایا کہ کہیں تراویح فرض نہ ہو جائے یا نفس تراویح تو فرض نہ ہوتی اس کا اندیشہ نہیں تھا کہ نفس تراویح فرض ہو جائے گی بلکہ جماعت کے فرض ہونے کا اندیشہ تھا۔ چنانچہ یہی صورت باقی رہی تراویح کا باقاعدہ اہتمام نہیں تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں بھی اور ابوبکرؓ کے زمانہ خلافت میں بھی اور حضرت عمرؓ کے زمانہ خلافت کے ابتدائی دور میں بھی یہی حالت رہی۔ ۱۴ھ میں حضرت عمرؓ نے جا کر نماز تراویح با جماعت کا اہتمام شروع کیا۔

سوال: حضرت ابوبکرؓ کے زمانے میں تو فرضیت کا اندیشہ نہیں تھا تو پھر ان کے زمانہ میں نماز تراویح کا با جماعت ہونے کا اہتمام کیوں نہ کیا گیا؟

جواب! حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے کے بعد فتنے شروع ہو گئے تو حضرت ابوبکرؓ کو دیگر اہم امور پیش آ گئے ان کے زمانے میں مثلاً ارتداد کا فتنہ، بغاوت کا فتنہ، منکرین زکوٰۃ کا فتنہ وغیرہ۔ یہ فتنے چل پڑے تو ان فتنوں کی سرکوبی کرنا ختم کرنا اور زیادہ اہم تھا اس لئے وہ اسی

میں مشغول ہو گئے۔ نماز تراویح باجماعت کی طرف توجہ نہ دی۔ باقی حضرت عمرؓ نے جو اہتمام فرمایا یہ نفس تراویح یا نفس جماعت کا اہتمام نہیں تھا اس لئے کہ نفس تراویح کا اہتمام تو پہلے بھی تھا بلکہ یہ مداومت علی الجماعۃ فی المساجد کا اہتمام تھا۔ کیونکہ یہ مداومت علی الجماعت فی المساجد یہ ایک نئی چیز تھی اس لئے اس پر حضرت عمرؓ نے نعمۃ البدعۃ کا اطلاق کر دیا۔ یہ لغوی معنی کے اعتبار سے ہے۔ اسی وجہ سے بعض لوگوں نے کہہ دیا کہ بدعت کی دو قسمیں ہیں۔ بدعۃ حسنہ اور بدعۃ سیرء۔ سوال: یہ تو بدعت ہوئی۔

جواب: حضرت عمرؓ نے نفس جماعت کو ایجاد نہیں کیا بلکہ مداومۃ علی الجماعۃ فی المساجد کا اہتمام کیا۔ اگر تم کہو کہ بدعۃ دو قسم پر ہے تو ہم کہتے ہیں کہ بدعۃ حسنہ وہ ہوتی ہے جب حضرت عمرؓ جیسے شخص ایجاد کرنے والے ہوں (نیز یہ سنتی و سنت خلفاء الراشدین کی قبیل سے ہو جائے گی اور نیز جو صحابہ کرامؓ اس وقت موجود تھے انہوں نے اس کا انکار بھی نہیں کیا تو اجماع بھی ہو گیا۔ جس طرح عمرؓ کے زمانے میں نماز جمعہ کیلئے دو اذانوں کا اہتمام ہوا اس پر صحابہؓ کا اجماع ہو گیا یہاں بھی ایسے ہی ہے۔ باقی رہی بات کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے لیالی قلیلہ کے اندر جو تراویح پڑھائی تھی وہ کتنی رکعات تھیں۔ حضرت جابرؓ کی روایت میں ہے کہ آٹھ اور حضرت ابن عباسؓ کی روایت میں ہے کہ ۲۰ رکعات تھیں لیکن دونوں قسم کی روایات متکلم فیہ ہیں۔ البتہ احادیث ابن عباسؓ کے ضعف کو تعامل امت کی وجہ سے دور کیا جا سکتا ہے۔ اس لئے کہ آئمہ اربعہ میں سے کوئی بھی ۲۰ سے کم کا قائل نہیں ہے۔ مالکیہ کہتے ہیں ۳۶ پڑھنی چاہئیں۔

سوال: ان کے نزدیک ۳۶ کیسے ہیں؟ جواب: تراویح ان کے نزدیک ۲۰ ہی ہیں کہتے ہیں مگر مزید فضیلت حاصل کرنے کیلئے ۱۶ اور پڑھنی چاہئیں۔ مگر استقرار جو ہوا وہ ۲۰ رکعات پر ہوا۔ تو اب اس پر اجماع ہو گیا کہ نماز تراویح ۲۰ رکعات ہیں۔

مسئلہ: نماز تراویح تنہا گھروں میں پڑھنی زیادہ افضل ہے یا جماعت کے ساتھ مساجد میں زیادہ افضل ہے؟

متقدمین کی ایک کثیر تعداد پہلی قسم کی طرف گئی ہے کہ تنہا گھروں میں البعد عن الریاء ہونے کی وجہ سے فرادیٰ فرادیٰ پڑھنی افضل ہے اور حدیث الباب سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے۔ فصلوا یاایها الناس فی بیوتکم فان افضل صلوٰة المرء فی بیته لیکن جمہور کہتے ہیں جماعت کے ساتھ مساجد میں پڑھنی افضل ہے۔ باقی حدیث الباب کا جواب یہ ہے کہ اس وقت چونکہ فرضیت کا اندیشہ تھا اس لئے گھروں میں پڑھنے کی ترغیب دی۔ اب یہ علت باقی نہیں رہی اور نیز اس وقت دین کا دور تھا اور نماز تراویح چھوڑنے کا اندیشہ نہیں تھا لیکن آج کے دور میں خصوصاً یہ تداین کا دور ہے اور لوگ سستی کرنے لگ گئے ہیں اس لئے اب اگر گھر میں پڑھنے کی ترغیب دی جائے تو لوگ پڑھنا ہی چھوڑ دیں گے۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَؓ قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یُرَغِّبُ فِیْ قِیَامِ رَمَضَانَ مِنْ غَیْرِ اَنْ
حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قیام رمضان میں رغبت دلاتے تھے بغیر اس بات کے
یَّاْمُرَهُمْ فِیْهِ بِعَزِیْمَةٍ فَیَقُوْلُ مَنْ قَامَ رَمَضَانَ اِیْمَانًا وَّاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ فَتُوُفِّیَ رَسُوْلُ
کہ ان کو تاکید کے ساتھ حکم کریں فرماتے جو شخص رمضان کا قیام صحیح اعتقاد کے ساتھ اور ثواب کیلئے کرے
اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَالْاَمْرُ عَلٰی ذٰلِکَ ثُمَّ کَانَ الْاَمْرُ عَلٰی ذٰالِکَ فِیْ خِلَافَةِ اَبِیْ بَکْرٍ
اس کے پہلے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم فوت کر دیئے گئے اور معاملہ اسی طرح پر تھا۔
وَّصَدْرًا مِّنْ خِلَافَةِ عُمَرَ عَلٰی ذٰالِکَ. (صحیح مسلم)
پھر حضرت ابو بکرؓ کی خلافت میں اور حضرت عمرؓ کی ابتداء خلافت میں معاملہ اسی طرح پر تھا۔ روایت کیا اس کو مسلم نے۔

تشریح: ''صحیح اعتقاد اور حصول ثواب کیلئے رمضان میں قیام کرنے'' کا مطلب یہ ہے کہ ''رمضان کی مقدس و بابرکت راتوں میں عبادت خداوندی کیلئے شب بیداری کرنا'' یا اس سے یہ بھی مراد ہے کہ ''جو شخص صحیح اعتقاد کے ساتھ نماز تراویح پڑھے یعنی اللہ ہی کی ذات

ذات وصفات پر ایمان رکھتا ہو اور اس بات کو سچ جانتا ہو کہ رمضان کی راتوں میں عبادت خداوندی میں مشغول ہونا مثلاً نماز تراویح وغیرہ کا پڑھنا اللہ تعالیٰ کے قریب اور اس کی رضا و خوشنودی کا باعث ہے تو اس کے وہ گناہ صغیرہ جو اس سے سرزد ہو چکے ہیں معاف کر دیئے جاتے ہیں۔

عَنْ جَابِرٍؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا قَضٰی اَحَدُکُمُ الصَّلٰوۃَ فِیْ مَسْجِدِہٖ

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس وقت ایک تمہارا

فَلْیَجْعَلْ لِبَیْتِہٖ نَصِیْبًا مِنْ صَلٰوتِہٖ فَاِنَّ اللّٰہَ جَاعِلٌ فِیْ بَیْتِہٖ مِنْ صَلٰوتِہٖ خَیْرًا۔ (صحیح مسلم)

مسجد میں نماز پڑھے اپنی نماز سے کچھ حصہ گھر کیلئے رکھے اس کی نماز کے سبب اللہ تعالیٰ گھر میں بھلائی کردے گا روایت کیا اس کو مسلم نے۔

تشریح: اس حدیث کے ذریعہ گھروں میں سنن و نوافل پڑھنے کی فضیلت اور گھر میں ان نمازوں کے پڑھنے کے جو اثرات مرتب ہوتے ہیں ان کو بتایا جا رہا ہے چنانچہ فرمایا کہ جو شخص فرض نماز مسجد میں پڑھتا ہے اور سنت و نفل گھر میں پڑھتا ہے اس کے گھر میں اللہ تعالیٰ اس نماز کے سبب سے بھلائی پیدا فرماتا ہے یعنی گھر والوں کو نیک توفیق دیتا ہے اور مکینوں کے رزق و عمر میں برکت عطا فرماتا ہے۔ نماز تراویح اس حکم میں شامل نہیں ہے کیونکہ بالاتفاق یہ ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نماز تراویح کو مسجد میں پڑھا کرتے تھے اور صحابہؓ کا بھی اس پر اجماع تھا۔ اس حدیث کو جو بظاہر اس باب سے متعلق نہیں ہے اس باب میں نقل کر کے گویا اس طرف اشارہ کیا جا رہا ہے کہ رمضان میں بھی کچھ نمازیں گھر میں بھی پڑھنی چاہئیں۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ

وَعَنْ اَبِیْ ذَرٍّ قَالَ صُمْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَلَمْ یَقُمْ بِنَا شَیْئًا مِنَ الشَّھْرِ حَتّٰی بَقِیَ

حضرت ابوذرؓ سے روایت ہے کہا کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ روزے رکھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے ساتھ قیام نہ کیا مہینے سے کچھ بھی

سَبْعٌ فَقَامَ بِنَا حَتّٰی ذَھَبَ ثُلُثُ اللَّیْلِ فَلَمَّا کَانَتِ السَّادِسَۃُ لَمْ یَقُمْ بِنَا فَلَمَّا کَانَتِ الْخَامِسَۃُ قَامَ بِنَا

جس وقت سات راتیں باقی رہ گئیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے ساتھ قیام کیا یہاں تک کہ ایک تہائی رات چلی گئی جب چھ راتیں باقی رہ گئیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے

حَتّٰی ذَھَبَ شَطْرُ اللَّیْلِ فَقُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ لَوْ نَفَّلْتَنَا قِیَامَ ھٰذِہِ اللَّیْلَۃِ فَقَالَ اِنَّ الرَّجُلَ اِذَا صَلّٰی مَعَ

ہمارے ساتھ قیام نہیں کیا جب پانچ راتیں باقی رہ گئیں ہمارے ساتھ قیام کیا یہاں تک کہ آدھی رات چلی گئی میں نے کہا اے اللہ کے رسول کاش کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس رات کا قیام

الْاِمَامِ حَتّٰی یَنْصَرِفَ حُسِبَ لَہٗ قِیَامُ لَیْلَۃٍ فَلَمَّا کَانَتِ الرَّابِعَۃُ لَمْ یَقُمْ بِنَا حَتّٰی بَقِیَ ثُلُثُ اللَّیْلِ فَلَمَّا

زیادہ کرتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آدمی جس وقت امام کے ساتھ نماز پڑھتا ہے یہاں تک کہ فارغ ہوتا ہے اس کیلئے رات کا قیام گنا جاتا ہے۔ جب چار راتیں باقی رہ

کَانَتِ الثَّالِثَۃُ جَمَعَ اَھْلَہٗ وَنِسَاءَہٗ وَالنَّاسَ فَقَامَ بِنَا حَتّٰی خَشِیْنَا اَنْ یَفُوْتَنَا الْفَلَاحُ قُلْتُ وَمَا الْفَلَاحُ

گئیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے ساتھ قیام نہ کیا یہاں تک کہ جس وقت تہائی رات باقی رہ گئی جب تین راتیں باقی رہ گئیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے گھر والوں کو جمع کیا اور اپنی عورتوں کو

قَالَ السُّحُوْرُ ثُمَّ لَمْ یَقُمْ بِنَا بَقِیَّۃَ الشَّھْرِ رَوَاہُ اَبُوْدَاوٗدَ وَ التِّرْمِذِیُّ وَالنَّسَائِیُّ وَرَوَی ابْنُ مَاجَۃَ نَحْوَہٗ

اور لوگوں اور ہمارے ساتھ قیام کیا یہاں تک کہ ہم ڈرنے کہ ہم سے فلاح فوت ہو جائیگی میں نے کہا فلاح کیا ہے کہا سحر کا کھانا پھر مہینہ کے بقیہ دنوں میں قیام نہیں

اِلَّا اَنَّ التِّرْمِذِیَّ لَمْ یَذْکُرْ ثُمَّ لَمْ یَقُمْ بِنَا بَقِیَّۃَ الشَّھْرِ۔

کیا روایت کیا اس کو ابوداؤد اور ترمذی اور نسائی نے اور روایت کیا ابن ماجہ نے اس کی مانند مگر ترمذی نے ثم لم یقیم بنا بقیۃ الشھر کا ذکر نہیں کیا۔

تشریح: عرب کے اندر جب مہینہ کا اخیری نصف ہوتا ہے تو اخیر سے شمار کرتے ہیں۔ مثلاً (۲۳ ویں کو سابعہ ۲۶ کو سادسہ ۲۵ ویں کو خامسہ ۲۷ ویں کو ثالثہ وغیرہ) حاصل حدیث کا یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ۲۳ ویں کی شب کو نماز پڑھائی ۲۴ ویں کو پھر ۲۵ ویں کو پڑھائی ۲۶ ویں کو نہیں پڑھائی پھر ۲۷ ویں شب میں پڑھائی پھر اور اتنی لمبی پڑھائی کہ صحابہؓ کہتے ہیں ہمیں اندیشہ ہوا کہ آج سحری کا کھانا بھی ہم سے چھوٹ جائے گا۔ باقی رہی یہ بات کہ ان لیالی قلیلہ کے اندر یہ عمل ایک رمضان میں ہوا یا متعدد رمضانوں میں اس میں دونوں قول ہیں۔ راجح متعدد رمضانوں والا ہے۔

وَعَنْ عَائِشَةَؓ قَالَتْ فَقَدْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْلَةً فَإِذَا هُوَ بِالْبَقِيْعِ فَقَالَ أَكُنْتِ
حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہا کہ میں نے ایک رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو گم پایا وہ ناگہاں بقیع میں تھے۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے
تَخَافِيْنَ أَنْ يَّحِيْفَ اللّٰهُ عَلَيْكِ وَرَسُوْلُهُ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ إِنِّيْ ظَنَنْتُ أَنَّكَ أَتَيْتَ بَعْضَ نِسَائِكَ
فرمایا کیا تو ڈرتی تھی کہ تجھ پر اللہ اور اس کا رسول ظلم کرے گا میں نے کہا اے اللہ کے رسول میں نے خیال کیا تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی کسی
فَقَالَ إِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى يَنْزِلُ لَيْلَةَ النِّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ إِلَى السَّمَاءِ الدُّنْيَا فَيَغْفِرُ لِأَكْثَرَ مِنْ عَدَدِ شَعْرِ غَنَمِ
بیوی کے پاس چلے گئے ہیں۔ فرمایا اللہ تعالیٰ نصف شعبان کی رات آسمان دنیا کی طرف اترتا ہے اور بنی کلب کے ریوڑ کی بکریوں کے بالوں سے
كَلْبٍ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَزَادَ رَزِيْنٌ مِمَّنِ اسْتَحَقَّ النَّارَ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ سَمِعْتُ مُحَمَّدًا
زیادہ تعداد لوگوں کو بخشتا ہے۔ روایت کیا اس کو ترمذی اور ابن ماجہ نے رزین نے زیادہ کیا کہ وہ لوگ جو آگ کے مستحق ہو چکے تھے۔ ترمذی نے کہا
يَعْنِي الْبُخَارِيَّ يُضَعِّفُ هٰذَا الْحَدِيْثَ.
میں نے محمد یعنی بخاری سے سنا وہ اس حدیث کو ضعیف کہتے تھے۔

تشریح: یہ حدیث شب براۃ سے متعلق ہے چونکہ اس کیلئے حکم یہ ہے کہ چونکہ اس دن میں روزہ رکھا جاتا ہے اور قیام کیا جاتا ہے اس لئے اس کی سرحد قیام شہر رمضان کے ساتھ مل گئی۔ باقی حدیث کا حاصل یہ ہے کہ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک رات گم پایا میں نے تلاش کرنا شروع کر دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جنت البقیع میں موجود تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس میں پہنچی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تو نے یہ خیال کیا کہ میں تیری باری میں دوسری ازواج مطہرات کے پاس چلا جاؤں گا اس لئے تو نے تلاش شروع کر دی ہے (اس موقع پر حضرت عائشہؓ نے کلام اطناب اختیار کی)۔ اس کے جواب میں حضرت عائشہؓ نے یہ خیال کیا کہ اگر میرا یہی خیال ہوا اگر میں اس موقع پر حضرت عائشہؓ کہتی ہیں لا۔ تو یہ واقعہ کے خلاف ہے اور اگر نعم سے جواب دیتی ہیں تو حضور کی کلام میں یحیف (بمعنی ظلم) کا لفظ ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ظلم کی نسبت لازم آئے گی تو یہ بڑا سخت الجھن کا مقام تھا۔ علامہ سندھیؒ فرماتے ہیں اس موقع پر جو جواب حضرت عائشہؓ نے دیا یہ حضرت عائشہؓ ہی دے سکتی تھیں (اطناب اختیار کیا ایجاز کو چھوڑ کر) جواب یہ دیا کہ میں نے یہ خیال کیا کہ مگر اس حیثیت سے نہیں کہ یہ ظلم ہے بلکہ اس حیثیت سے کہ یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے جائز ہے دوسری ازواج مطہرات کے پاس جانا۔ شب براۃ کی فضیلت ان اللہ ینزل الخ شعر غنم کلب ایک تو قبیلہ کلب کی بکریوں کی تعداد کا احاطہ بیان سے باہر ہے اور پھر ان کے بال کی تو بطریق اولیٰ احاطہ بیان سے باہر ہے مراد کثرت بیان کرنا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

وَعَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَاةُ الْمَرْءِ فِيْ بَيْتِهِ أَفْضَلُ
حضرت زید بن ثابتؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آدمی کا گھر میں نماز پڑھنا میری اس مسجد میں
مِنْ صَلَاتِهِ فِيْ مَسْجِدِيْ هٰذَا إِلَّا الْمَكْتُوْبَةَ. (رواہ ابوداؤد و الترمذی)
نماز پڑھنے سے بہتر ہے سوائے فرض نماز کے۔ روایت کیا اس کو ابوداؤد اور ترمذی نے۔

تشریح: اس کی تفصیل ماقبل میں گزر چکی ہے۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ

عَنْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ عَبْدِنِ الْقَارِيِّ قَالَ خَرَجْتُ مَعَ عُمَرَبْنِ الْخَطَّابِ ؓ لَيْلَةً اِلَى الْمَسْجِدِ فَاِذَ

حضرت عبدالرحمان بن عبدالقاریؒ سے روایت ہے کہا کہ ایک رات میں عمر بن خطابؓ کیساتھ مسجد کی طرف نکلا پس ناگہاں

النَّاسُ اَوْزَاعٌ مُّتَفَرِّقُوْنَ يُصَلِّي الرَّجُلُ لِنَفْسِهٖ وَيُصَلِّي الرَّجُلُ فَيُصَلِّي بِصَلٰوتِهِ الرَّهْطُ فَقَالَ عُمَرُ ؓ

لوگ متفرق تھے۔ ایک آدمی اکیلا نماز پڑھتا تھا۔ ایک آدمی نماز پڑھتا تھا اوراس کے ساتھ ایک قوم نماز پڑھتی تھی۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا

اِنِّيْ لَوْ جَمَعْتُ هٰؤُلَاۤءِ عَلٰى وَّاحِدٍ لَّكَانَ اَمْثَلَ ثُمَّ عَزَمَ فَجَمَعَهُمْ عَلٰى اُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ ؓ قَالَ ثُمَّ

اگر میں ان سب کو ایک قاری پر جمع کردوں۔ کہا عبدالرحمان نے پھر ایک دوسری رات میں اس کے ساتھ نکلا لوگ اپنے امام کے

خَرَجْتُ مَعَهٗ لَيْلَةً اُخْرٰى وَالنَّاسُ يُصَلُّوْنَ بِصَلٰوةِ قَارِئِهِمْ قَالَ عُمَرُ ؓ نِعْمَتِ الْبِدْعَةُ هٰذِهٖ وَالَّتِيْ

پیچھے نماز پڑھ رہے تھے۔ عمرؓ نے کہا یہ اچھی بدعت ہے اور وہ نماز جس سے تم سورہتے ہو اور غفلت کرتے ہو

تَنَامُوْنَ عَنْهَا اَفْضَلُ مِنَ الَّتِيْ تَقُوْمُوْنَ يُرِيْدُ اٰخِرَ اللَّيْلِ وَكَانَ النَّاسُ يَقُوْمُوْنَ اَوَّلَهٗ. (صحیح البخاری)

اس نماز سے بہتر ہے کہ قیام کرتے ہو جس کا ارادہ کرتے تھے آخر رات کا اور لوگ اول رات قیام کرتے تھے۔ روایت کیا اس کو بخاری نے۔

تشریح: قولہ والتی تنامون عنہا افضل من التی تقومون الخ اس عبارت کے تین مطلب ہیں۔

۱۔تم لوگ نماز تراویح ابتدائے شب میں پڑھ لیتے ہو حالانکہ اس کی بنسبت آخری شب پڑھنا افضل ہے۔

۲۔تم لوگ تراویح پڑھ کر سوجاتے ہو تہجد کو چھوڑ دیتے ہو اور اس کو نہیں پڑھتے۔ بہتر وافضل یہ ہے کہ اخیری شب میں اٹھ کر تہجد بھی پڑھنی چاہیے۔

۳۔نماز تراویح کو ابتدائے شب میں شروع کر کے اس کا اطالہ کرو یعنی اخیر شب تک لے جاؤ یہ افضل ہے (اطالہ الی السحر) یہ تیسرا مطلب زیادہ راجح ہے۔

وَعَنِ السَّائِبِ بْنِ يَزِيْدَ قَالَ اَمَرَ عُمَرُ اُبَيَّ بْنَ كَعْبٍ وَتَمِيْمًا الدَّارِيَّ اَنْ يَّقُوْمَا لِلنَّاسِ فِيْ رَمَضَانَ

حضرت سائب بن یزیدؓ سے روایت ہے کہا حضرت عمرؓ نے ابی بن کعبؓ اور تمیم داریؓ کو حکم دیا کہ وہ لوگوں کو رمضان میں گیارہ رکعت پڑھائیں

بِاِحْدٰى عَشْرَةَ رَكْعَةً فَكَانَ الْقَارِئُ يَقْرَأُ لِمِئِيْنَ حَتّٰى كُنَّا نَعْتَمِدُ عَلَى الْعَصَاءِ مِنْ طُوْلِ الْقِيَامِ فَمَا

اور امام وہ سورتیں پڑھتا تھا جن میں ایک سو سے زیادہ آیتیں ہیں۔ دراز قیام کرنے کی وجہ سے ہم اپنی لاٹھیوں پر سہارا لیتے ہم

كُنَّا نَنْصَرِفُ اِلَّا فِيْ فُرُوْعِ الْفَجْرِ. (رواہ مالک)

پھرتے نہ تھے مگر فجر کے قریب۔ روایت کیا اس کو مالک نے۔

تشریح: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضرت عمرؓ کی خلافت میں تراویح آٹھ رکعت ہوتی تھی۔ اس کا جواب ابتداءً یہ عمل رہا لیکن استقرار ۲۰ پر ہوا۔ اس کا دوسرا جواب یہ ہے کہ سنن کبریٰ کے حوالے سے روایت ہے کہ سائب بن یزید فرماتے ہیں حضرت عمرؓ نے ۲۰ رکعات پڑھنے کا حکم دیا۔

وَعَنِ الْاَعْرَجِ قَالَ مَا اَدْرَكْنَا النَّاسَ اِلَّا وَهُمْ يَلْعَنُوْنَ الْكَفَرَةَ فِيْ رَمَضَانَ قَالَ وَكَانَ الْقَارِئُ يَقْرَأُ سُوْرَةَ

حضرت اعرجؒ سے روایت ہے کہا کہ ہم نے لوگوں کو نہیں پایا مگر وہ رمضان میں کفار پر لعنت کرتے تھے اور امام

بَقَرَةَ فِيْ ثَمَانِيْ رَكْعَاتٍ فَاِذَا قَامَ بِهَا فِيْ ثِنْتَيْ عَشْرَةَ رَكْعَةً رَاَى النَّاسُ اَنَّهٗ قَدْ خَفَّفَ. (رواہ مالک)

سورہ بقرہ آٹھ رکعت میں پڑھتا۔ اگر وہ بارہ رکعتوں میں پڑھتا لوگ معلوم کرتے کہ اس نے ہلکی نماز پڑھی ہے روایت کیا اس کو مالک نے۔

تشریح: حاصل حدیث:۔اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آٹھ سے زائد بھی رکعات پڑھی جاتی تھیں۔

وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ ابْنِ اَبِیْ بَکْرٍ قَالَ سَمِعْتُ اُبَیًّا یَقُوْلُ کُنَّا نَنْصَرِفُ فِیْ رَمَضَانَ مِنَ الْقِیَامِ فَنَسْتَعْجِلُ

حضرت عبداللہ بن ابی بکرؓ سے روایت ہے کہا کہ میں نے ابیؓ سے سنا کہتا تھا کہ ہم رمضان میں قیام سے پھرتے تو خادموں کو جلد کھانا

الْخَدِمَ بِالطَّعَامِ مَخَافَةَ فَوْتِ السُّحُوْرِ وَفِیْ اُخْرٰی مَخَافَةَ الْفَجْرِ. (رواہ مالک)

لانے کیلئے کہتے کہیں سحری فوت نہ ہو جائے ایک روایت میں ہے کہ فجر طلوع ہونے کے خوف سے روایت کیا اس کو مالک نے۔

وَعَنْ عَائِشَةَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ هَلْ تَدْرِیْنَ مَافِیْ هٰذِهِ اللَّیْلَةِ یَعْنِیْ لَیْلَةَ النِّصْفِ مِنْ

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو جانتی ہے اس رات کیا واقع ہوتا ہے یعنی نصف

شَعْبَانَ قَالَتْ مَا فِیْهَا یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَقَالَ فِیْهَا اَنْ یُکْتَبَ کُلُّ مَوْلُوْدٍ بَنِیْ اٰدَمَ فِیْ هٰذِهِ السَّنَةِ وَ فِیْهَا

شعبان کی رات اس نے کہا اے اللہ کے رسول اس میں کیا ہوتا ہے فرمایا اس رات میں سال میں ہونے والا ہر بچہ لکھا جاتا ہے

اَنْ یُکْتَبَ کُلُّ هَالِکٍ مِنْ بَنِیْ اٰدَمَ فِیْ هٰذِهِ السَّنَةِ وَفِیْهَا تُرْفَعُ اَعْمَالُهُمْ وَ فِیْهَا تُنْزَلُ اَرْزَاقُهُمْ

اور اس سال میں بنی آدم میں فوت ہونے والا لکھ دیا جاتا ہے۔اس رات ان کے اعمال بلند کیے جاتے ہیں اور اس رات لوگوں کے رزق اترتے ہیں۔

فَقَالَتْ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا مِنْ اَحَدٍیَدْخُلُ الْجَنَّةَ اِلَّا بِرَحْمَةِ اللّٰهِ تَعَالٰی فَقَالَ مَا مِنْ اَحَدٍ یَدْخُلُ الْجَنَّةَ

کہا اے اللہ کے رسول ہر شخص اللہ کی رحمت سے ہی جنت میں داخل ہوگا فرمایا ہاں! کوئی نہیں جو جنت میں داخل ہو مگر اللہ کی رحمت سے

اِلَّا بِرَحْمَةِ اللّٰهِ تَعَالٰی ثَلَاثًا قُلْتُ وَلَا اَنْتَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَوَضَعَ یَدَهٗ عَلٰی هَامَتِهٖ فَقَالَ وَلَا اَنَّ اِلَّا اَنْ

تین بار فرمایا میں نے کہا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی نہیں اے اللہ کے رسول آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا ہاتھ اپنے سر پر کھا

یَتَغَمَّدَنِیَ اللّٰهُ مِنْهُ بِرَحْمَتِهٖ یَقُوْلُهَا ثَلَاثَ مَرَّاتٍ رَوَاهُ الْبَیْهَقِیُّ فِی الدَّاعْوٰتِ الْکَبِیْرِ.

اور فرمایا میں بھی نہیں جب تک اللہ کی رحمت مجھ کو نہ ڈھانکے تین مرتبہ فرمایا روایت کیا اس کو بیہقی نے دعوات الکبیر میں۔

تشریح: کمال کی بات یہ ہے کہ ۸ رکعتوں والی روایت مؤطا امام مالک کی ہے اور دوسری احادیث بھی مؤطا امام مالک کی ہیں۔۸ والی نظر آتی ہیں دوسری نظر نہیں آتیں۔آٹھ پر پابندی کرنا سنت پر پابندی نہیں بلکہ نفس کی پابندی ہے۔لطیفہ: ایک آدمی نے انگوٹھے چومے کسی نے پوچھا تم نے انگوٹھے کیوں چومے ہیں۔اس نے کہا یہ آدمؑ کی سنت ہے۔اگلے نے جواب دیا آدمؑ کی دوسری سنت بھی ہے وہ تم کو نظر نہیں آتی کہ بہن بھائی کا نکاح آدمؑ کے زمانے میں جائز تھا وہ سنت بھی تو زندہ کرو اور اعمال صالحہ میں لگے رہنا چاہیے۔یہ اعمال اگرچہ علل تامہ تو نہیں ہیں لیکن ہاں ہمہ ایسے اسباب ہیں جو کشاں کشاں جنت کی طرف کھینچ کر لے جاتے ہیں۔

وَعَنْ اَبِیْ مُوْسٰی الْاَشْعَرِیِّ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی لَیَطَّلِعُ فِیْ لَیْلَةِ

حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں فرمایا اللہ تعالیٰ نصف شعبان کی رات جھانکتا ہے اور اپنی

النِّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ فَیَغْفِرُ لِجَمِیْعِ خَلْقِهٖ اِلَّالِمُشْرِکٍ اَوْ مُشَاحِنٍ رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ وَرَوَاهُ اَحْمَدُ عَنْ

سب مخلوق کو بخش دیتا ہے مگر مشرک اور کینہ رکھنے والے کو نہیں بخشتا۔ روایت کیا اس کو ابن ماجہ نے اور روایت کیا احمد نے

عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ وَ فِیْ رِوَایَتِهٖ اِلَّا اثْنَیْنِ مُشَاحِنٌ وَقَاتِلُ نَفْسٍ.

عبداللہ بن عمرو بن عاصؓ سے اور اس کی ایک روایت میں مگر دو شخصوں کو کینہ رکھنے والے کو اور جان کو مار ڈالنے والے کو۔

تشریح: وعن ابی موسیٰ الخ ترجمہ ہے۔

وَعَنْ عَلِيٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا كَانَتْ لَيْلَةُ النِّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ فَقُوْمُوْا لَيْلَهَا

حضرت علیؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس وقت نصف شعبان کی راتی ہوتی ہے رات کو نماز پڑھو اور دن کو روزہ رکھو اللہ تعالیٰ

وَصُوْمُوْا يَوْمَهَا فَاِنَّ اللهَ تَعَالٰى يَنْزِلُ فِيْهَا لِغُرُوْبِ الشَّمْسِ اِلَى السَّمَاءِ الدُّنْيَا فَيَقُوْلُ اَلَا مِنْ مُسْتَغْفِرٍ

سورج غروب ہونے کے وقت آسمان دنیا کی طرف اترتا ہے۔ فرماتا ہے خبردار کوئی ہے بخشش مانگنے والا میں اس کو بخشوں خبردار کوئی ہے رزق مانگنے والا

فَاَغْفِرَ لَهُ اَلَا مُسْتَرْزِقٌ فَاَرْزُقَهُ اَلَا مُبْتَلًى فَاُعَافِيَهُ اَلَا كَذَا اَلَا كَذَا حَتّٰى يَطْلُعَ الْفَجْرُ. (رواه ابن ماجة)

میں اس کو رزق دوں خبردار کوئی ہے گرفتار بلا میں اس کو عافیت دوں خبردار کوئی ہے خبردار کوئی ہے یہاں تک کہ فجر نمودار ہو روایت کیا اسکو ابن ماجہ نے۔

تشریح: شب برأت کی عظمتوں اور فضیلتوں کا کیا ٹھکانہ؟ یہی وہ مقدس شب ہے کہ پروردگار عالم اپنی رحمت کاملہ اور رحمت عامہ کے ساتھ اہل دنیا کی طرف متوجہ ہوتا ہے دنیا والوں کو اپنی رحمت کی طرف لاتا ہے۔ ان کے دامن میں رحمت و بخشش اور عطاء کے خزانے بھرتا ہے۔

بشارت ہو ان نفوس قدسیہ کو اور ان خوش بختوں کو جو اس مقدس شب میں اپنے پروردگار کی رحمت کا سایہ ڈھونڈتے ہیں عبادت و بندگی کرتے ہیں۔ اپنے مولیٰ کی بارگاہ میں اپنی ضرورتوں اور حاجتوں کی درخواست پیش کرتے ہیں اور مولیٰ ان کی درخواستوں کو اپنی رحمت کاملہ کے صدقہ قبول فرماتا ہے۔

واحسرتا! ان حرماں نصیبوں پر، جو اس بابرکت و باعظمت شب کی تقدیس کا استقبال لہو ولعب سے کرتے ہیں، آتش بازی جیسے قبیح فعل میں مبتلا ہو کر اپنی نیک بختی و سعادت کو بھسم کرتے ہیں، کھیل کود اور حلوے مانڈے کے چکر میں پڑ کر رحمت خداوندی سے بعد اختیار کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق دے کہ ہم شب برأت کی عظمت و فضیلت کا احساس کریں۔ اس رات کی تقدیس کا احترام کریں اور عبادت و بندگی کا مخلصانہ نذرانہ پروردگار کی بارگاہ میں پیش کر کے اس کی رحمت عامہ سے اپنے دین و دنیا کی سعادتوں اور کامرانیوں کو حاصل کریں۔ اکثر صحابہؓ مثلاً حضرت عمر فاروقؓ اور حضرت ابن مسعودؓ وغیرہ سے منقول ہے کہ وہ اس رات میں یہ دعا بطور خاص پڑھا کرتے تھے۔

باب صلوٰۃ الضحی

نماز ضحیٰ کا بیان

ایک ہوتی ہے صلوٰۃ الضحیٰ اور ایک ہوتی ہے صلوٰۃ الاشراق۔ سورج کے مکمل طور پر نکلنے کے بعد یعنی بقدر ایک یا دو نیزہ آفتاب بلند ہونے کے بعد (جب کہ وقت مکروہ ختم ہو جاتا ہے) متصلاً جو پڑھی جاتی ہے اس کو صلوٰۃ الاشراق کہتے ہیں۔ جب آفتاب خوب بلند ہو جائے اور فضا میں اچھی طرح گرمی پیدا ہو جائے تو زوال سے پہلے پہلے جو نماز پڑھی جاتی ہے۔ اس کو صلوٰۃ الضحیٰ کہتے ہیں۔ محدثین کے ہاں صلوٰۃ الضحیٰ اور صلوٰۃ الاشراق کوئی الگ الگ نمازیں نہیں ہیں بلکہ ایک ہی ہیں۔ البتہ صوفیا کے ہاں الگ الگ ہیں۔

سوال: یہ تو صوفیاء کا فرق کرنا بدعت ہوا؟ جواب: یہ کوئی بدعت نہیں، اس کا ماخذ حضرت علیؓ کی کلام میں موجود ہے۔

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ

عَنْ اُمِّ هَانِئٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ اِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ بَيْتَهَا يَوْمَ فَتْحِ مَكَّةَ

حضرت ام ہانیؓ سے روایت ہے کہا کہ بے شک نبی صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے دن اس کے گھر داخل ہوئے

فَاغْتَسَلَ وَصَلّٰى ثَمَانِيَ رَكَعَاتٍ فَلَمْ اَرَ صَلٰوةً قَطُّ اَخَفَّ مِنْهَا غَيْرَ اَنَّهُ يُتِمُّ الرُّكُوْعَ وَالسُّجُوْدَ

پس غسل کیا اور آٹھ رکعات پڑھیں میں نے اس سے ہلکی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی نماز نہیں دیکھی لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم رکوع

وَقَالَتْ فِیْ رِوَایَةٍ اُخْرٰی وَذَالِکَ ضُحًی. (صحیح البخاری و صحیح مسلم)

اور سجود مکمل کرتے تھے ایک دوسری روایت میں ہے ام ہانی نے کہا اور یہ چاشت کی نماز تھی۔

تشریح: آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لمبی قرأۃ نہیں کی کیونکہ اہم امور کے پیش آنے کی وجہ سے انتظامی امور کو طے کرنا تھا۔ وصلی ثمانی رکعات چونکہ صاحب مشکوٰۃ نے اس کو باب الضحیٰ میں لایا ہے۔ اسی وجہ سے محدثین کہتے ہیں کہ یہ آٹھ رکعتیں صلوٰۃ الضحیٰ ہونے کی حیثیت سے تھیں اگر چہ اس کے ضمن میں صلوٰۃ شکر کی بھی آجاتی ہیں۔ باقی صلوٰۃ الضحیٰ کی کم از کم چار رکعتیں ہیں اور زیادہ سے زیادہ بارہ ہیں۔

وَعَنْ مُعَاذَةَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھَا قَالَتْ سَاَلْتُ عَائِشَةَ کَمْ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یُصَلِّیْ

حضرت معاذہؓ سے روایت ہے میں نے حضرت عائشہؓ سے پوچھا نبی صلی اللہ علیہ وسلم چاشت کی نماز کتنی رکعتیں پڑھتے تھے

صَلٰوۃَ الضُّحٰی قَالَتْ اَرْبَعَ رَکَعَاتٍ وَّیَزِیْدُ مَا شَآءَ اللّٰہُ. (صحیح مسلم)

کہا چار رکعتیں جس قدر اللہ چاہتا ہے زیادہ پڑھتے۔ روایت کیا اسکو مسلم نے۔

عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یُصْبِحُ عَلٰی کُلِّ سُلَامٰی مِنْ اَحَدِکُمْ صَدَقَةٌ

حضرت ابو ذرؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا صبح ہوتے ہی تم میں سے ہر ایک کی ہڈی پر

فَکُلُّ تَسْبِیْحَةٍ صَدَقَةٌ وَّکُلُّ تَحْمِیْدَةٍ صَدَقَةٌ وَکُلُّ تَھْلِیْلَةٍ صَدَقَةٌ وَکُلُّ تَکْبِیْرَةٍ صَدَقَةٌ وَّاَمْرٌ بِالْمَعْرُوْفِ

صدقہ لازم ہوتا ہے پھر ہر تسبیح صدقہ ہے ہر تحمید صدقہ ہے ہر تہلیل صدقہ ہے ہر تکبیر صدقہ ہے نیکی کا حکم کرنا

صَدَقَةٌ وَّنَھْیٌ عَنِ الْمُنْکَرِ صَدَقَةٌ وَّیُجْزِئُ مِنْ ذَالِکَ رَکْعَتَانِ یَرْکَعُھُمَا مِنَ الضُّحٰی. (صحیح مسلم)

صدقہ ہے برائی سے روکنا صدقہ ہے ان سب سے دو رکعتیں کفایت کر جاتی ہیں جن کو چاشت کے وقت پڑھ لے روایت کیا اس کو مسلم نے۔

تشریح: حاصل حدیث:۔ صدقہ سے صرف مال کا صدقہ نہ سمجھ لینا تسبیحات بھی صدقہ ہیں۔ معلوم ہوا کہ ہر نیکی صدقہ ہے اس سے سستا سودا کیا ہو گا اور ماقبل والی حدیث سے معلوم ہوا کہ چاشت کی نماز چار رکعت پڑھتے تھے مگر اس سے زائد سب پڑھتے تھے۔

وَعَنْ زَیْدِ بْنِ اَرْقَمَ اَنَّهٗ رَاٰی قَوْمًا یُصَلُّوْنَ مِنَ الضُّحٰی فَقَالَ لَقَدْ عَلِمُوْا اَنَّ الصَّلٰوۃَ فِیْ غَیْرِ ھٰذِہِ السَّاعَةِ

حضرت زید بن ارقمؓ سے روایت ہے اس نے کچھ لوگوں کو ضحیٰ کی نماز پڑھتے دیکھا کہا تحقیق یہ لوگ جانتے ہیں اس وقت کے علاوہ نماز پڑھنا

اَفْضَلُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ صَلٰوۃُ الْاَوَّابِیْنَ حِیْنَ تَرْمَضُ الْفِصَالُ. (صحیح مسلم)

افضل ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اوابین کی نماز کا وقت ہے جس وقت اونٹ کے بچے کے پاؤں گرم ہوں۔ روایت کیا اس کو مسلم نے۔

تشریح: قولہ وعن زید بن ارقم حین ترمض الفصال مطلب یہ ہے کہ جس وقت خوب حرارت تیز ہو جائے تو اس وقت صلوٰۃ الاوابین پڑھنی چاہیے۔ صلوٰۃ الاوابین لوگوں میں مشہور مغرب کے بعد والی نماز ہے لیکن یہاں صلوٰۃ الضحیٰ چاشت والی نماز کو صلوٰۃ الاوابین کہا گیا ہے۔ اوابین کا لغوی معنی کریں گے۔ اللہ کی طرف رجوع کرنے والوں کی نماز کا وقت یہ ہے کہ جب اونٹنی کے پاؤں جلنے لگیں۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ

وَعَنْ اَبِی الدَّرْدَاءِ وَاَبِیْ ذَرٍّ قَالَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَنِ اللّٰہِ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی

حضرت ابوالدرداءؓ اور ابوذرؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

اَنَّهُ قَالَ يَا ابْنَ اٰدَمَ اِرْكَعْ لِيْ اَرْبَعَ رَكْعَاتٍ مِنْ اَوَّلِ النَّهَارِ اَكْفِكَ اٰخِرَهُ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَرَوَاهُ
اے آدم کے بیٹے خاص میرے لئے دن کے اول میں چار رکعتیں پڑھ لے میں اس دن کے آخر تک تجھ کو کفایت کروں گا۔ روایت کیا
اَبُوْدَاوٗدَ وَالدَّارِمِيُّ عَنْ نُعَيْمِ بْنِ هَمَّازِ الْغَطْفَانِيِّ وَاَحْمَدُ عَنْهُمْ.
اس کو ترمذی نے اور روایت کیا ابوداؤد اور دارمی نے نعیم بن ہمار غطفانی سے اور احمد نے ان سب سے

وَعَنْ بُرَيْدَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ فِي الْاِنْسَانِ ثَلَاثُ مِائَةٍ وَسِتُّوْنَ
حضرت بریدہؓ سے روایت ہے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا فرماتے تھے ہر انسان کے تین سو ساٹھ بند ہیں
مَفْصِلًا فَعَلَيْهِ اَنْ يَتَصَدَّقَ عَنْ كُلِّ مَفْصِلٍ مِنْهُ بِصَدَقَةٍ قَالُوْا وَمَنْ يُطِيْقُ ذٰلِكَ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ قَالَ
اس پر لازم ہے ہر بند کی طرف سے صدقہ کرے صحابہؓ نے کہا اس کی کون طاقت رکھ سکتا ہے اے اللہ کے نبی فرمایا مسجد میں تھوک پڑی ہو اس کو دفن
النُّخَاعَةُ فِي الْمَسْجِدِ تَدْفِنُهَا وَالشَّيْءُ تُنَحِّيْهِ عَنِ الطَّرِيْقِ فَاِنْ لَّمْ تَجِدْ فَرَكْعَتَا الضُّحٰى تُجْزِءُكَ.
کر دینا صدقہ ہے راستہ سے کسی چیز کا دور کر دینا صدقہ ہے اگر نہ پائے تو ضحیٰ کی دو رکعتیں تجھ کو کفایت کر دیں گی۔ روایت کیا اس کو ابوداؤد نے۔

(رواہ ابوداؤد)

تشریح: قولہ وعن بریدۃ الخ حدیث میں آیا۔ انسان کے ۳۶۰ جوڑ ہیں۔ شیخ ابوعلی سینا اس کے خلاف لکھتا ہے؟

جواب: جب حدیث میں آ گیا تو اس کا اعتبار نہیں ہوگا۔

وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ صَلَّى الضُّحٰى ثِنْتَيْ عَشْرَةَ رَكْعَةً بَنَى
حضرت انسؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے ضحیٰ کے وقت بارہ رکعت پڑھیں اللہ تعالیٰ اس کیلئے
اللّٰهُ لَهُ قَصْرًا مِنْ ذَهَبٍ فِي الْجَنَّةِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَ ابْنُ مَاجَةَ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ
جنت میں سونے کا ایک محل بناتا ہے۔ روایت کیا اس کو ترمذی نے اور ابن ماجہ نے۔ ترمذی نے کہا یہ حدیث غریب ہے
لَا نَعْرِفُهُ اِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ.
ہم اس کو نہیں پہچانتے مگر اس وجہ سے۔

تشریح: حاصل حدیث:۔ اس میں اختلاف ہے کہ یہ بشارت مداومت کرنے پر ہے یا جو ایک مرتبہ پڑھ لے اس کے لئے بھی ہے؟

جواب: اللہ کی رحمت وسیع ہے اس میں تعمیم کر لو۔ یہ ہر ایک کیلئے بشارت ہے۔

وَعَنْ مُعَاذِ بْنِ اَنَسٍ الْجُهَنِيِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَعَدَ فِيْ مُصَلَّاهُ حِيْنَ
حضرت معاذ بن انس جہنیؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اپنی نماز کی جگہ بیٹھا رہے
يَنْصَرِفُ مِنْ صَلَاةِ الصُّبْحِ حَتّٰى يُسَبِّحَ رَكْعَتَيِ الضُّحٰى لَا يَقُوْلُ اِلَّا خَيْرًا غُفِرَ لَهٗ خَطَايَاهُ وَاِنْ
جس وقت وہ صبح کی نماز سے پھرتا ہے یہاں تک کہ ضحیٰ کی دو رکعتیں پڑھے اور اس دوران نہ کہے مگر بھلائی کی بات اس کے گناہ بخش دیئے جاتے
كَانَتْ اَكْثَرَ مِنْ زَبَدِ الْبَحْرِ. (رواہ ابوداؤد)
ہیں اگرچہ سمندر کی جھاگ سے زیادہ ہوں۔ روایت کیا اس کو ابوداؤد نے۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ حَافَظَ عَلٰی شُفْعَةِ الضُّحٰی غُفِرَتْ

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص ضحیٰ کی دو رکعت پر محافظت کرتا ہے

لَهٗ ذُنُوْبُهٗ وَاِنْ كَانَتْ مِثْلَ زَبَدِ الْبَحْرِ. (رواه احمد بن حنبل و الترمذی و ابن ماجة)

اس کے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔ اگرچہ سمندر کی جھاگ کے برابر ہوں روایت کیا اس کو احمدؒ ترمذی اور ابن ماجہ نے۔

وَعَنْ عَائِشَةَ اَنَّهَا كَانَتْ تُصَلِّی الضُّحٰی ثَمَانِیَ رَكَعَاتٍ ثُمَّ تَقُوْلُ لَوْ نُشِرَ لِیْ اَبَوَایَ مَا تَرَكْتُهَا. (رواه مالک)

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے وہ ضحیٰ کی نماز آٹھ رکعتیں پڑھتیں اور فرماتیں اگر میرے ماں باپ زندہ کئے جائیں میں ان کو نہ چھوڑوں۔ روایت کیا اس کو مالک نے۔

تشریح: حضرت عائشہؓ کا یہ ارشاد مبالغہ کیلئے تعلیق بالمحال ہے یعنی اس کا مطلب یہ ہے کہ مجھے اس نماز کو پڑھ کر اتنی زیادہ لذت حاصل ہوتی ہے اور اتنا سرور ہوتا ہے کہ اگر میرے ماں باپ بھی زندہ ہو جائیں باوجود یہ کہ ان کا زندہ ہونا محال ہے تو ان سے ملاقات کی خوشی اور مسرت بھی مجھے اس نماز سے نہیں روک سکتی۔ گویا حضرت عائشہؓ نے اس کے ذریعہ لوگوں کو ترغیب دلائی ہے کہ اس نماز کو ہمیشہ باقاعدگی کے ساتھ پڑھا جائے۔

وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یُصَلِّی الضُّحٰی حَتّٰی نَقُوْلَ لَا یَدَعُهَا

حضرت ابوسعیدؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ضحیٰ کی نماز پڑھتے تھے یہاں تک کہ ہم کہتے اس کو چھوڑیں گے نہیں اور چھوڑتے

وَیَدَعُهَا حَتّٰی نَقُوْلَ لَا یُصَلِّیْهَا. (رواه الترمذی)

اس کو یہاں تک کہ ہم کہتے اس کو پڑھیں گے نہیں۔ روایت کیا اس کو ترمذی نے۔

تشریح: حاصل حدیث: یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی خصوصیت تھی کوئی بھی فعل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے التزام کی وجہ سے فرض ہو جاتا تھا اگر امت کے لوگ کوئی فعل التزام کے ساتھ کریں تو فرض نہیں ہوگا۔ لہٰذا اب تمام مسلمان التزام کے ساتھ نماز ضحیٰ ہمیشہ پڑھیں گے تو یہ نماز فرض نہیں ہوگی بلکہ مستحب ہی رہے گی۔

وَعَنْ مُوَرِّقٍ الْعِجْلِیِّ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَیْهِ قَالَ قُلْتُ لِابْنِ عُمَرَ تُصَلِّی الضُّحٰی قَالَ لَا قُلْتُ فَعُمَرُ قَالَ

حضرت مورقؒ عجلی سے روایت ہے کہ میں نے ابن عمرؓ سے کہا تو ضحیٰ کی نماز پڑھتا ہے کہا نہیں میں نے کہا عمرؓ پڑھتے تھے کہا

لَا قُلْتُ فَاَبُوْ بَكْرٍ قَالَ لَا قُلْتُ فَالنَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا اِخَالُهٗ. (صحیح البخاری)

نہیں میں نے کہا ابوبکرؓ پڑھتے تھے کہا نہیں میں نے کہا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کہا میرا خیال ہے کہ نہیں روایت کیا اس کو بخاری نے۔

تشریح: قولہ وعن مورق العجلی۔ ابن عمرؓ جو صلوٰۃ الضحیٰ کی نفی کر رہے ہیں یہ مواظبت کی نفی کر رہے ہیں۔ نفس صلوٰۃ الضحیٰ کی نہیں کر رہے ورنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے چاشت کی نماز ثابت ہے۔ جمہور اس کے سنت ہونے کے قائل ہیں۔ لوگوں کو پڑھنے کا مشورہ دینا چاہیے ورنہ ویسے بھی فضول وقت ضائع کر دیتے ہیں۔ اس سے بہتر یہ ہے کہ کچھ عبادت کرلیں! واللہ اعلم بالصواب۔

بَابُ التَّطَوُّعِ
نفل نماز کا بیان

اس حدیث میں صلوۃ الاستخارہ کا ذکر ہے نماز استخارہ کے متعلق چند مسائل کا مختصراً وضاحت کر دینا مناسب ہے۔ کسی اہم مباح کام کرنے سے پہلے دوسرا مستحب ہیں ایک استشارہ دوسرا استخارہ۔ استشارہ کا مطلب یہ ہے کہ کوئی اہم قدم اٹھانے سے پہلے کسی ایسے شخص سے مشورہ کرلیا جائے جو دیانتدار اور خیر خواہ بھی ہو اور متعلقہ معاملہ کو سمجھتا بھی ہو اور استخارہ کا مطلب یہ ہے کہ دو رکعت نفل پڑھ کے یہ دعا کرلی جائے کہ حق تعالیٰ صحیح جانب قدم اٹھانے کی توفیق عطا فرمائیں اور جس کام کا میں نے ارادہ کیا ہے اگر اس میں میرا کوئی دینوی یا اخروی نقصان ہو تو مجھے اس سے بچالیں۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے استخارہ کی حکمت پر تفصیلی گفتگو فرمائی ہے حضرت شاہ صاحبؒ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ زمانہ جاہلیت میں عرب کو جب کسی کام کے کرنے یا نہ کرنے میں تردد ہوتا تھا تو ایک جانب کو متعین کرنے کیلئے مختلف جاہلانہ طریقوں سے کام لیتے تھے ان میں سے ایک اہم طریقہ ''استقسام بالازلام کا بھی تھا یعنی تیروں کے ذریعے سے اس کام کا مفید یا مضر ہونا معلوم کرتے تھے۔ اس کی بھی مختلف صورتیں ہوتی تھیں۔ اسلام نے ان تمام صورتوں سے منع کر دیا اور اس کے بدلہ میں مسلمانوں کو صلوۃ الاستخارہ کا طریقہ عنایت فرمایا۔ اس میں بندہ ان مشرکانہ اور جاہلانہ طریقوں کو اپنانے کی بجائے براہ راست اس قادر مطلق اور علام الغیوب ذات کی بارگاہ میں یہ عرض کرتا ہے کہ اے اللہ میرا علم بھی ناقص اور میری قدرت بھی ناقص اس لئے نہ تو میں خود اپنی بھلائی کا فیصلہ کر سکتا ہوں اور نہ ہی اس کو عملی جامہ پہنا سکتا ہوں لیکن آپ کا علم بھی کامل ہے اور قدرت بھی کامل ہے اس لئے آپ کو میری بھلائی خوب معلوم بھی ہے اور اس کو پورا کرنے پر آپ قادر بھی ہیں اس لئے آپ کے علم میں اگر یہ معاملہ میری دنیا و آخرت کیلئے مفید ہے تو یہی میرے مقدر کر دیجئے اور اس کو بسہولت پورا فرما دیجئے اور اگر یہ معاملہ آپ کے کامل علم میں میرے لئے مضر ہے تو آپ خود ہی میری توجہ اس سے پھیر دیجئے اور میرے لئے وہ راستہ مقدر کیجئے جس میں میرے لئے خیر ہو ظاہر ہے کہ جب بندہ اپنے خالق کے سامنے عاجزانہ انداز میں یہ درخواست کرے گا تو وہ اس کی ضرور رہنمائی فرمائیں گے اور اس کام کے دینی یا دنیوی نقصانات سے محفوظ رکھیں گے اس کا یہ کام بھی درست ہو جائے گا اور اس کے ساتھ ساتھ اس کا تعلق اپنے مولیٰ کے ساتھ پہلے سے زیادہ مضبوط ہو جائے گا۔ اس کے برعکس دوسرے جاہلانہ طریقوں میں بھلائی کی بھی کوئی توقع نہیں ہوتی اس لئے ان طریقوں میں انسان ایسی چیزوں سے رہنمائی طلب کرتا ہے جو علم و قدرت میں اس سے بھی کمتر ہیں اور اس کے ساتھ ساتھ یہ طریقے بندے کو اپنے مالک حقیقی سے بھی دور کر دیتے ہیں۔

استخارہ کن امور میں کرنا چاہئے استخارہ صرف مباحات یا واجبات غیر مؤقتہ میں کرنا چاہئے۔ واجبات مؤقتہ یا مندوبات میں استخارہ کی ضرورت نہیں بلکہ بغیر استخارہ کے ہی ان کو کرلینا چاہئے ایسے ہی محرمات یا مکروہات میں بھی استخارہ نہیں کرنا چاہئے بلکہ بغیر استخارہ کے ہی ان کاموں سے بچنا چاہئے اس لئے کہ واجبات و مندوبات کا نافع ہونا اور محرمات و مکروہات کا ضار ہونا پہلے ہی معلوم ہے۔

استخارہ کا طریقہ حدیث میں واضح طور پر بیان کر دیا گیا یعنی دو رکعت نفل پڑھ کر دعا استخارہ پڑھ لے۔ صرف اتنا کر لینے سے استخارہ کی سنت ادا ہو جائے گی سونا وغیرہ ادا سنت کیلئے ضروری نہیں البتہ مشائخ نے اپنے تجربات کی روشنی میں یہ لکھا ہے کہ یہ دعا پڑھنے کے بعد کچھ دیر لیٹ بھی جانا چاہئے۔

اسی طرح حدیث میں کوئی جواب وغیرہ نظر آنے کا بھی کوئی وعدہ نہیں ہے بعض اوقات اس دعا کی قبولیت کا ظہور اس طرح بھی ہوتا ہے کہ اس کام کرنے یا چھوڑنے کا شدید داعیہ دل میں پیدا ہو جاتا ہے یا اسباب و حالات ایسے پیدا ہو جاتے ہیں کہ اگر وہ کام مفید ہو تو استخارہ کرنے والا اس کو کر ہی لیتا ہے اور اگر مضر ہو تو یہ شخص وہ کام کر ہی نہیں پاتا۔ اللہ تعالیٰ اپنے بعض بندوں کو بعض اوقات خواب میں بھی اس کا مفید یا مضر ہونا

دکھلا دیتے ہیں یا ایسی علامات دکھلا دیتے ہیں جن سے ایک جانب کا رجحان ہو جاتا ہے لیکن ہر شخص کیلئے یا ہر وقت میں ایسا ہونا ضروری ہے۔
اگر استخارہ کے بعد بھی اس امر میں تحیر و تردد ختم نہ ہو تو بار بار استخارہ کرنا چاہئے بعض نے سات مرتبہ تک استخارہ کرنا لکھا ہے بعض روایات سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔ اصل سنت استخارہ تو وہی ہے جو حدیث میں مذکور ہے اس کے علاوہ بعض مشائخ نے اپنے تجربات سے اس کے کچھ اور آداب بھی بتائے ہیں اور دعائیں اور طریقے بھی لکھے ہیں ان میں سے بعض تجربہ سے مفید بھی ثابت ہوئے ہیں ان کو سنت تو نہیں سمجھنا چاہئے بغیر اعتقاد سنت کے عملیات کے درجہ میں ان کو کر لیا جائے تو کوئی حرج نہیں۔

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ

وَعَنْ اَبِی هُرَیْرَةَؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لِبِلَالٍ عِنْدَ صَلٰوةِ الْفَجْرِ یَا بِلَالُ حَدِّثْنِیْ بِاَرْجٰی عَمَلٍ عَمِلْتَهٗ فِی الْاِسْلَامِ فَاِنِّیْ سَمِعْتُ دَفَّ نَعْلَیْکَ بَیْنَ یَدَیَّ فِی الْجَنَّةِ قَالَ مَا عَمِلْتُ عَمَلًا اَرْجٰی عِنْدِیْ اَنِّیْ لَمْ اَتَطَهَّرْ طُهُوْرًا فِیْ سَاعَةٍ مِّنْ لَّیْلٍ وَّلَا نَهَارٍ اِلَّا صَلَّیْتُ بِذٰلِکَ الطُّهُوْرِ مَا کُتِبَ لِیْ اَنْ اُصَلِّیَ. (صحیح البخاری و صحیح مسلم)

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بلالؓ کو فرمایا صبح کی نماز کے وقت اے بلال مجھے اپنا ایک ایسا عمل بتلا جس کی تو بہت امید رکھتا ہو جس کو تو نے اسلام لانے کے بعد کیا ہے تحقیق میں نے تیری جوتیوں کی آواز جنت میں اپنے آگے آگے سنی ہے کہا میں نے کوئی عمل نہیں کیا جس کی مجھ کو زیادہ امید ہو۔ میں رات اور دن کبھی وضو نہیں کرتا مگر اس وضو سے نماز پڑھتا ہوں جو میرے لئے مقدر کی گئی ہے کہ میں پڑھوں۔

تشریح: حاصل حدیث:۔ یہ آگے ہونا ایسا ہی تھا جیسے خادم کا مخدوم کے آگے ہونا۔ حضرت بلالؓ کا یہ عمل تھا کہ جب وضو کرتے تو دو رکعت صلوٰۃ الوضوء کی پڑھتے تھے (یعنی احناف کے نزدیک اوقات مکروھہ کے ماسوا پر محمول ہے)۔ اس عمل کی وجہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے چلنے کی آواز جنت میں سنی۔ سمع یا تو خواب میں ہوا یا صلوٰۃ الکسوف میں۔

وَعَنْ جَابِرٍؓ قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یُعَلِّمُنَا الْاِسْتِخَارَةَ فِی الْاُمُوْرِ کَمَا یُعَلِّمُنَا السُّوْرَةَ مِنَ الْقُرْاٰنِ یَقُوْلُ اِذَا هَمَّ اَحَدُکُمْ بِالْاَمْرِ فَلْیَرْکَعْ رَکْعَتَیْنِ مِنْ غَیْرِ الْفَرِیْضَةِ ثُمَّ لِیَقُلِ اللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْتَخِیْرُکَ بِعِلْمِکَ وَاَسْتَقْدِرُکَ بِقُدْرَتِکَ وَاَسْاَلُکَ مِنْ فَضْلِکَ الْعَظِیْمِ فَاِنَّکَ تَقْدِرُ وَلَا اَقْدِرُ وَتَعْلَمُ وَلَا اَعْلَمُ وَاَنْتَ عَلَّامُ الْغُیُوْبِ اَللّٰهُمَّ اِنْ کُنْتَ تَعْلَمُ اَنَّ هٰذَا الْاَمْرَ خَیْرٌ لِّیْ فِیْ دِیْنِیْ وَمَعَاشِیْ وَعَاقِبَةِ اَمْرِیْ اَوْ قَالَ فِیْ عَاجِلِ اَمْرِیْ وَاٰجِلِهٖ فَاقْدِرْهُ لِیْ وَیَسِّرْهُ لِیْ ثُمَّ بَارِکْ لِیْ فِیْهِ وَاِنْ کُنْتَ تَعْلَمُ اَنَّ

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم کو ہر کام کیلئے دعائے استخارہ سکھلاتے تھے جس طرح قرآن کی سورہ سکھلاتے۔ فرماتے جس وقت تم میں کوئی کسی کام کا قصد کرے دو رکعتیں پڑھے سوائے فرض کے پھر کہے اے اللہ میں تجھ سے طلب خیر کرتا ہوں تیرے علم کے ساتھ اور قدرت طلب کرتا ہوں تیری قدرت کے واسطہ سے اور سوال کرتا ہوں تیرے بڑے فضل کا پس تحقیق تو قادر ہے میں قادر نہیں تو جانتا ہے میں نہیں جانتا اور تو غیبوں کا جاننے والا ہے اے اللہ اگر تو جانتا ہے کہ یہ کام میرے لئے بہتر ہے میرے دین میں میری دنیا میں میری زندگانی میں اور میرے انجام کار میں یا فرمایا اس جہان میں یا اس جہان میں پس مہیا کر اس کو میرے لئے اور اس کو میرے لئے آسان کر پھر میرے لئے اس میں برکت دے اور اگر تو جانتا ہے یہ کام میرے لئے برا ہے میرے دین میں میری دنیا میں میری زندگانی میں اور میرے

هٰذَا الْاَمْرَ شَرٌّ لِّیْ فِیْ دِیْنِیْ وَمَعَاشِیْ وَعَاقِبَةِ اَمْرِیْ اَوْقَالَ فِیْ عَاجِلِ اَمْرِیْ وَاٰجِلِهٖ فَاصْرِفْهُ عَنِّیْ

انجام کار میں یا فرمایا اس جہان میں اور اس جہان میں پس مجھ کو اس سے پھیر اور اس کو مجھ سے پھیر اور مہیا فرما میرے لئے بھلائی جہاں ہو

وَاصْرِفْنِیْ عَنْهُ وَاقْدُرْلِیَ الْخَیْرَ حَیْثُ کَانَ ثُمَّ اَرْضِنِیْ بِهٖ قَالَ وَیُسَمِّیْ حَاجَتَهٗ. (صحیح البخاری)

جہاں ہو پھر مجھ کو اس کے ساتھ راضی کر۔ راوی نے کہا اور اپنی حاجت کا نام لے۔ روایت کیا اس کو بخاری نے۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ

عَنْ عَلِیٍّ قَالَ حَدَّثَنِیْ اَبُوْ بَکْرٍ وَ صَدَقَ اَبُوْبَکْرٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ مَا

حضرت علیؓ سے روایت ہے کہا کہ ابو بکرؓ نے مجھ کو حدیث بیان کی اور ابو بکرؓ نے سچ کہا' کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا

مِنْ رَجُلٍ یُذْنِبُ ذَنْبًا ثُمَّ یَقُوْمُ فَیَتَطَهَّرُ ثُمَّ یُصَلِّیْ ثُمَّ یَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ اِلَّا غَفَرَ اللّٰهُ لَهٗ ثُمَّ قَرَأَ وَالَّذِیْنَ اِذَا فَعَلُوْا

فرماتے تھے کوئی آدمی نہیں جو کوئی گناہ کا کام کرے پس وضو کرے پھر نماز پڑھے پھر اللہ تعالیٰ سے بخشش طلب کرے

فَاحِشَةً اَوْظَلَمُوْا اَنْفُسَهُمْ ذَکَرُوا اللّٰهَ فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِهِمْ رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَابْنُ مَاجَةَ اِلَّا اَنَّ ابْنَ مَاجَةَ لَمْ

مگر اللہ تعالیٰ بخش دیتا ہے پھر یہ آیت پڑھی اور وہ جب کوئی بے حیائی کرتے ہیں یا ظلم کرتے ہیں اپنی جانوں پر اللہ کو یاد کرتے ہیں

یَذْکُرِ الْاٰیَةَ وَالَّذِیْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً اَوْ ظَلَمُوْا اَنْفُسَهُمْ ذَکَرُوا اللّٰهَ فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِهِمْ.

پس اپنے گناہوں کی بخشش طلب کرتے ہیں۔ روایت کیا اس کو ترمذی اور ابن ماجہ نے مگر ابن ماجہ نے آیت کا ذکر نہیں کیا۔

تشریح: عن علی صلوٰۃ التوبہ ص ۱۷۱ ج ۱۔ صدق اکبرؓ (حضرت ابو بکرؓ نے بالکل سچ فرمایا) یہ جملہ معترضہ کے طور پر ہے جس کے ذریعہ حضرت علیؓ نے حضرت ابو بکرؓ کی بزرگی ان کی عظمت اور ان کے انتہائی سچے ہونے کو ظاہر فرمایا ہے جن کی سچائی اور صداقت اس پایہ کی تھی کہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ''صدیق'' کے لقب سے سرفراز فرمایا۔

حضرت علیؓ کے بارے میں منقول ہے کہ ان کی عادت تھی کہ وہ کسی بھی راوی کی نقل کردہ حدیث کو اس وقت تک قبول نہیں کرتے تھے جب تک کہ راوی سے وہ قسم نہ کھلوا لیتے تھے چنانچہ جب راوی ان سے کہتا کہ ''میں قسم کھاتا ہوں کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ حدیث اسی طرح سنی ہے تو آپ اسے قبول فرماتے لیکن جب کوئی حدیث حضرت ابو بکرؓ سے سنتے تو بغیر قسم کے قبول کر لیتے تھے۔

فیتطهر کا مطلب تو یہی ہے کہ گناہ کرنے والا وضو کر کے نماز پڑھے لیکن افضل غسل کرنا ہے نہ صرف یہ بلکہ ٹھنڈے پانی سے غسل کرنا سب سے زیادہ افضل ہے۔ یصلی کا مطلب یہ ہے کہ دو رکعت نماز پڑھے جس میں سے ایک رکعت میں سورہ فاتحہ کے ساتھ قل یا ایھا الکافرون پڑھی جائے اور دوسری رکعت میں قل ھو اللہ کی قرأت کی جائے اس نماز کو نماز توبہ کہا جاتا ہے۔

حدیث کے الفاظ ثم یستغفر اللہ (پھر پروردگار کی بارگاہ میں توبہ مانگتا ہے اور نہ صرف یہ کہ اس گناہ کو چھوڑ دیتا ہے بلکہ آئندہ کبھی گناہ میں مبتلا نہ ہونے کا پختہ عزم کرتا ہے اور اس عزم پر ثابت قدم رہتا ہے پھر یہ کہ اگر اس کے ذمہ کسی کا کوئی حق ہوتا ہے تو اس کا تدارک کرتا ہے۔

وَعَنْ حُذَیْفَةَ قَالَ کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا حَزَنَهٗ اَمْرٌ صَلّٰی. (رواه ابوداؤد)

حضرت حذیفہؓ سے روایت ہے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو جب کوئی مصیبت پہنچتی تو نماز پڑھتے روایت کیا اس کو ابو داؤد نے۔

تشریح: مطلب یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جب کوئی رنج وغم ہوتا یا کوئی مصیبت رونما ہوتی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم رنج وغم اور مصیبت سے چھٹکارا پاتے اور اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کے طور پر نماز پڑھتے کہ حق تعالیٰ کا فرمان ہے۔ یا یھا الذین امنوا استعینو ا الصبر و الصلوۃ . ''اے اہل ایمان! صبر اور نماز کے ذریعہ مدد مانگو''۔ علماء لکھتے ہیں کسی رنج اور مصیبت کے وقت نماز نفل پڑھنے کی حکمت یہ ہے کہ جب انسان نماز میں مشغول ہوتا ہے تو اس کے سامنے عالم ربوبیت کھل جاتا ہے اور جب اس پر عالم ربوبیت منکشف ہو جاتا ہے تو دنیا از خود اس کی نظروں میں بالکل حقیر و بے وقعت ہو جاتی ہے جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اس کے دل میں دنیا کے ہونے (یعنی دنیا کی راحت و آسائش) اور دنیا کے نہ ہونے (یعنی دنیا کی تکلیف و مصیبت) کا ذرہ برابر بھی احساس نہیں رہتا۔ لہٰذا اگر دنیا اسے نہیں ملتی بائیں طور کہ وہ دنیا کے رنج وغم اور تکلیف و مصیبت میں مبتلا ہوتا ہے تو متوحش و پریشان نہیں ہوتا اور اگر دنیا اسے ملتی ہے بایں طور پر کہ دنیا کی راحت و چین اور آرام و آسائش اسے حاصل ہوتی ہے تو وہ خوش نہیں ہوتا جیسا کہ یہ عارفانہ مقولہ کہا گیا۔ ''اگر ہے تو خوشی نہیں اور اگر نہیں تو غم نہیں''۔

وَعَنْ بُرَيْدَةَ قَالَ اَصْبَحَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَدَعَا بِلَالًا فَقَالَ بِمَا سَبَقْتَنِي اِلَى الْجَنَّةِ

حضرت بریدہؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح کی اور بلال کو بلایا فرمایا کس چیز کی وجہ سے تو مجھ سے جنت کی طرف

مَادَخَلْتُ الْجَنَّةَ قَطُّ اِلَّا سَمِعْتُ خَشْخَشَتَكَ اَمَامِي قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا اَذَّنْتُ قَطُّ اِلَّا صَلَّيْتُ

سبقت لے گیا ہے میں جنت میں داخل نہیں ہوا مگر تیری جوتیوں کی آواز اپنے آگے سنی ہے۔ کہا اے اللہ کے رسول میں نے کبھی اذان نہیں کہی مگر

رَكْعَتَيْنِ وَمَا اَصَابَنِي حَدَثٌ قَطُّ اِلَّا تَوَضَّأْتُ عِنْدَهُ وَرَاَيْتُ اَنَّ لِلّٰهِ عَلَيَّ رَكْعَتَيْنِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ

دو رکعت پڑھی ہیں اور میں کبھی بے وضو نہیں ہوا مگر وضو کر لیا ہے اور میں نے اختیار کیا ہے کہ مجھ پر اللہ تعالیٰ کی دو رکعتیں ہیں

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهِمَا. (رواه الترمذی)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان دونوں کاموں کی وجہ سے تو جنت میں پہنچا ہے۔ روایت کیا اس کو ترمذی نے

وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ اَبِي اَوْفٰى قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ كَانَتْ لَهٗ حَاجَةٌ اِلَى اللّٰهِ

حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰؓ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص کو اللہ کی طرف یا کسی انسان کی طرف کوئی کام ہو

اَوْاِلٰى اَحَدٍ مِنْ بَنِي اٰدَمَ فَلْيَتَوَضَّأْ فَلْيُحْسِنِ الْوُضُوْءَ ثُمَّ لِيُصَلِّ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ لِيُثْنِ عَلَى اللّٰهِ تَعَالٰى وَيُصَلِّ

پس وہ وضو کرے پس اچھا وضو کرے پھر دو رکعت پڑھے پھر اللہ تعالیٰ کی تعریف کرے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجے پھر کہے نہیں

عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ لِيَقُلْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ الْحَلِيْمُ الْكَرِيْمُ سُبْحَانَ اللّٰهِ رَبِّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ

کوئی معبود مگر اللہ تعالیٰ بردبار بخشش کرنے والا پاک ہے اللہ پروردگار بڑے عرش کا سب تعریف اللہ کیلئے ہے جو پالنے والا ہے

وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ اَسْاَلُكَ مُوْجِبَاتِ رَحْمَتِكَ وَعَزَائِمَ مَغْفِرَتِكَ وَالْغَنِيْمَةَ مِنْ كُلِّ بِرٍّ وَّ

سب جہانوں کا سوال کرتا ہوں تجھ سے تیری رحمت کا سبب بننے والے عملوں کا اور جس عمل سے تیری بخشش لازم ہو اور ہر نیکی سے فائدہ اور ہر گناہ

السَّلَامَةَ مِنْ كُلِّ اِثْمٍ لَا تَدَعْ لِي ذَنْبًا اِلَّا غَفَرْتَهٗ وَلَا هَمًّا اِلَّا فَرَّجْتَهٗ وَلَا حَاجَةً هِيَ لَكَ رِضًى اِلَّا

سے سلامتی میرے لئے کوئی گناہ نہ چھوڑ مگر وہ مجھ کو معاف کر دے اور نہ کوئی فکر مگر اس کو کھول دے اور نہ چھوڑ کوئی حاجت جو تجھ کو پسند ہو مگر روا کر

قَضَيْتَهَا يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ.

میرے لئے اسے سب رحم کرنے والوں سے زیادہ رحم کرنے والے۔ روایت کیا اس کو ترمذی اور ابن ماجہ نے ترمذی نے کہا یہ حدیث غریب ہے۔

تشریح: جب کسی کو کوئی حاجت یا ضرورت پیش آئے تو خواہ وہ حاجت بلا واسطہ اللہ تعالیٰ سے ہو یا بالواسطہ کسی بندے سے متعلق ہو مثلاً کسی کو نوکری کی خواہش ہو یا کسی سے نکاح کرنا چاہتا ہو یا ایسی کوئی اور ضرورت ہو جسے کسی شخص سے پورا کرنا مقصود ہو تو اس کیلئے مستحب ہے کہ وہ اچھی طرح وضو کر کے دو رکعت نماز پڑھے پھر اللہ تعالیٰ جل شانہ کی تعریف و بڑائی بیان کر کے درود شریف پڑھے جو نماز میں التحیات کے بعد پڑھا جاتا ہے اس کے بعد حدیث میں مذکورہ دعا پڑھے۔ دعا کے بعد اس کی جو حاجت وضرورت ہو اسے پروردگار کی بارگاہ میں پیش کرے۔ یعنی اللہ تعالیٰ سے اپنے مقصد برآری کیلئے دعا کرے۔ حاجت روائی اور مقصد برآری کیلئے یہ نماز کہ جسے اصطلاح میں ''صلوٰۃ الحاجت'' یعنی نماز حاجت کہتے ہیں بہت مجرب ہے بعض بزرگوں کے بارے میں منقول ہے کہ انہوں نے اپنی ضرورتوں میں اس طریقہ سے نماز پڑھ کر اللہ تعالیٰ سے اپنی حاجت بیان کی اللہ تعالیٰ نے ان کے مقصد اور ان کی حاجت کو پورا فرمایا۔ (علم الفقہ)

علامہ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ حاجت مند کو اپنی حاجت روائی اور اس نماز و دعا کو پڑھنے کیلئے شنبہ کے دن صبح کے وقت اختیار کرنا چاہئے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ''جو شخص شنبہ کے دن صبح کے وقت (نماز حاجت اور اس کی دعا پڑھ کر) اپنی حلال و جائز حاجت کو طلب کرے تو میں اس کی حاجت روائی کا ضامن ہوں''۔ (ملا علی قاریؒ)

یوں تو یہ نماز اور یہ دعا تمام حاجتوں اور ضرورتوں کیلئے ہے لیکن قوت حافظہ کی اگر حاجت ہو تو اس کیلئے بطور خاص الگ نماز ہے جس کو صلوٰۃ الحافظ (حافظ کی نماز) کہتے ہیں جو حصن حصین میں مذکور ہے اس کی اردو شرح میں اس نماز کی روایت بالتفصیل لکھی گئی ہے وہاں ملاحظہ فرمایا جا سکتا ہے۔

بَابُ صَلٰوةِ التَّسْبِيحِ

نماز تسبیح کا بیان

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لِلْعَبَّاسِ بْنِ عَبْدِالْمُطَّلِبِ یَا عَبَّاسُ یَا عَمَّاہُ اَلَا

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے بے شک نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عباس بن عبدالمطلبؓ کیلئے فرمایا اے عباسؓ اے چچا کیا

اُعْطِیْکَ اَلَا اَمْنَحُکَ اَلَا اُخْبِرُکَ اَلَا اَفْعَلُ بِکَ عَشْرَ خِصَالٍ اِذَا اَنْتَ فَعَلْتَ ذٰلِکَ غَفَرَ اللّٰہُ

نہ دوں میں تجھ کو کیا نہ دوں میں تجھ کو کیا میں تجھ کو خبر نہ دوں کیا تیرے ساتھ نہ کروں میں تجھ کو دس خصلتوں کا مالک اگر تو کرلے گا اللہ تعالیٰ تیرے

لَکَ ذَنْبَکَ اَوَّلَہٗ وَاٰخِرَہٗ قَدِیْمَہٗ وَحَدِیْثَہٗ خَطَاہُ وَعَمْدَہٗ صَغِیْرَہٗ وَکَبِیْرَہٗ سِرَّہٗ وَعَلَانِیَتَہٗ اَنْ تُصَلِّیَ

پہلے اور پچھلے پرانے اور نئے غلطی سے کیے ہوئے اور جان بوجھ کر کیے ہوئے چھوٹے اور بڑے چھپے اور ظاہر سب گناہ معاف کر دے گا اور وہ

اَرْبَعَ رَکْعَاتٍ تَقْرَأُ فِیْ کُلِّ رَکْعَۃٍ فَاتِحَۃَ الْکِتَابِ وَسُوْرَۃً فَاِذَا فَرَغْتَ مِنَ الْقِرَاءَۃِ فِیْ اَوَّلِ رَکْعَۃٍ

یہ ہے کہ تو چار رکعت پڑھ ہر رکعت میں سورہ فاتحہ اور کوئی اور سورت پڑھ پہلی رکعت میں جس وقت تو پڑھنے سے فارغ ہو جائے

وَاَنْتَ قَائِمٌ قُلْتَ سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ خَمْسَ عَشْرَۃَ مَرَّۃً ثُمَّ تَرْکَعُ

تو کھڑا ہوا ہو اور کہہ سبحان اللہ والحمدللہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر پندرہ مرتبہ پھر تو رکوع کر اور رکوع میں تو کہے

فَتَقُوْلُهَا وَاَنْتَ رَاکِعٌ عَشْرًا ثُمَّ تَرْفَعُ رَاْسَکَ مِنَ الرُّکُوْعِ فَتَقُوْلُهَا عَشْرًا ثُمَّ تَهْوِیْ سَاجِدًا فَتَقُوْلُهَا

انہی کلمات کو دس مرتبہ پھر اپنا سر رکوع سے اٹھائے دس مرتبہ کہہ پھر سجدہ کیلئے جھکے تو

وَاَنْتَ سَاجِدٌ عَشْرًا ثُمَّ تَرْفَعُ رَاْسَکَ مِنَ السُّجُوْدِ فَتَقُوْلُهَا عَشْرًا ثُمَّ تَسْجُدُ فَتَقُوْلُهَا عَشْرًا ثُمَّ

دس مرتبہ کہہ پھر سجدہ سے سر اٹھائے اور دس مرتبہ کہہ پھر سجدہ کرے دس مرتبہ کہہ پھر اپنا سر اٹھائے اور دس مرتبہ کہہ پھر سجدہ کرے دس مرتبہ

تَرْفَعُ رَأْسَکَ فَتَقُوْلُهَا عَشْرًا فَذٰلِکَ خَمْسٌ وَّسَبْعُوْنَ فِیْ کُلِّ رَکْعَةٍ تَفْعَلُ ذٰلِکَ فِیْ اَرْبَعِ
کہ پھر اپنا سر اٹھائے اوردس مرتبہ کہہ پس یہ پچھتر مرتبہ ہے ہر رکعت میں اسی طرح چاروں
رَکْعَاتٍ اِنِ اسْتَطَعْتَ اَنْ تُصَلِّیَهَا فِیْ کُلِّ یَوْمٍ مَرَّةً فَافْعَلْ فَاِنْ لَمْ تَفْعَلْ فَفِیْ کُلِّ جُمُعَةٍ مَرَّةً فَاِنْ لَمْ
رکعتوں میں کر اگر تجھ کو طاقت ہو توہر روز پڑھ اگر نہ پڑھ سکے ہر ہفتہ میں ایک بار پڑھ اگر نہ پڑھ سکے
تَفْعَلْ فَفِیْ کُلِّ شَهْرٍ مَرَّةً فَاِنْ لَمْ تَفْعَلْ فَفِیْ کُلِّ سَنَةٍ مَرَّةً فَاِنْ لَمْ تَفْعَلْ فَفِیْ عُمْرِکَ مَرَّةً رَوَاهُ
ہر مہینہ میں ایک بار پڑھ اگر نہ پڑھ سکے ہر سال میں ایک بار پڑھ اگر نہ پڑھ سکے تو عمر میں ایک بار پڑھ۔ روایت کیا
اَبُوْدَاوٗدَ وَابْنُ مَاجَةَ وَالْبَیْهَقِیُّ فِی الدَّعْوَاتِ الْکَبِیْرِ وَرَوَی التِّرْمِذِیُّ عَنْ اَبِیْ رَافِعٍ نَحْوَهٗ.
اسکو ابو داؤد نے اور ابن ماجہ نے اور بیہقی نے دعوت الکبیر میں اور روایت کیا ترمذی نے ابو رافع سے اس کی مانند۔

تشریح: اس حدیث میں صلوۃ التسبیح کی فضیلت اوراس کا طریقہ بیان کیا گیا ہے حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے علاوہ اور بھی بہت سے صحابہؓ یہ نماز نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کررہے ہیں حضرت بنوریؒ نے سیوطی کی ''اللآلی المصنوعۃ'' کے حوالہ سے لکھا ہے۔ یہ حدیث دس سے زائد صحابہؓ سے منقول ہے۔ان میں سے زیادہ مشہور حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی حدیث ہے جوصاحب مشکوۃ نے یہاں نقل کی ہے بعض محدثین نے اس کی سند پر کچھ کلام کیا ہے حتی کہ حافظ ابن جوزی وغیرہ نے اسے موضوع تک کہہ دیا ہے لیکن ابن جوزی کا یہ فیصلہ تشدد ہے۔یہ حدیث قابل استدلال ہے۔بہت سے محدثین نے اس کی تصحیح کی ہے حدیث ابن عباسؓ اور دوسری بعض حدیثیں بذات خود کم از کم درجہ حسن تک پہنچ جاتی ہیں۔ پھر تعدد طرق سے اس میں مزید قوت آتی ہے پھراس کے ساتھ امت کا تعامل مل جائے تواس کے رد کرنے کی گنجائش نہیں رہتی۔ صلحاء امت میں اس نماز کا معمول رہا ہے بعض تابعین سے بھی اس کا پڑھنا منقول ہے محدثین میں سے حضرت عبداللہ بن مبارک نمایاں شخصیت ہیں جن کا یہ نماز پڑھنے کا معمول تھا۔امام حاکمؒ اپنی ''المستدرک'' میں صلوۃ التسبیح کے متعلق حضرت ابن عمرؓ کی حدیث نقل کرکے فرماتے ہیں۔ ہذا اسناد صحیح لاغبار علیہ ومما یستدل بہ علی صحۃ ھذا الحدیث استعمال الأئمۃ من اتباع التابعین الی عصرنا ھذا ایاہ ومواظبتھم علیہ وتعلیم الناس منھم عبداللہ بن المبارک رحمۃ اللہ علیہ یادرہے کہ اس حدیث کی تصحیح پر ذہبی نے موافقت کی ہے۔

صلوۃ التسبیح کی چار رکعتیں ہوتی ہیں ہر رکعت میں پچھتر مرتبہ تسبیح پڑھی جاتی ہے ہر رکعت میں یہ تعداد پوری کرنے کے دوطریقے ہیں ایک وہی جواس حدیث میں مذکور ہے یعنی قیام میں قرأت کے بعد پندرہ مرتبہ اس کے بعد رکوع' قومہ دونوں سجدے اور جلسہ میں سے ایک ہر ایک میں دس دس مرتبہ سجدہ کے بعد جلسہ استراحت میں بھی دس مرتبہ اس طریقہ میں جلسہ استراحت لازم آتا ہے۔

دوسرا طریقہ یہ ہے کہ قیام میں پندرہ کی بجائے پچیس مرتبہ تسبیح پڑھ لے۔ پندرہ مرتبہ ثناء کے بعد اور دس مرتبہ قرأت کے بعد دوسرے سجدے کے بعد پڑھنے کی ضرورت نہیں پڑے گی۔ یہ طریقہ حضرت عبداللہ بن المبارک سے منقول ہے اس میں جلسہ استراحت لازم نہیں آتا اس لئے بعض احناف نیاس کو ترجیح دی ہے حضرت شاہ صاحبؒ نے پہلے طریقہ ہی کو ترجیح دی ہے وہ فرماتے ہیں کہ اس نماز کی شان دوسری نمازوں سے مختلف ہے۔اس لئے اس میں جلسہ استراحت پر کوئی اشکال نہیں۔ حاوی قدسی' حلیہ اور بحر میں صرف پہلے طریقہ ہی کو ذکر کیا گیا ہے۔علامہ شامی فرماتے ہیں کبھی پہلے طریقہ کے مطابق پڑھ لینی چاہئے کبھی دوسرے کے مطابق۔

اس پر اشکال یہ ہے کہ آخری تسبیح جو پڑھنی ہے وہ دوسرے سجدہ سے فراغت کے بعد بیٹھ کر پڑھنی ہے۔ اس سے جلسہ استراحت لازم آتا اور احناف تو جلسہ استراحت کے قائل نہیں۔ جواب: نوافل کے اندر وہ وسعت ہے جو کہ فرائض میں نہیں ہوتی۔ یہ صلوۃ التسبیح کی خصوصیت ہے نیز اگر پہلی رکعت کے اندر قیام میں ۲۵ مرتبہ پڑھ لی جائیں تو جلسہ استراحت کا سوال ہی پیدا نہیں ہوگا چونکہ یہ صلوۃ تسبیحات پر مشتمل ہے اس وجہ سے ان کا نام ہی صلوۃ التسبیح ہے۔

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اِنَّ اَوَّلَ مَا یُحَاسِبُ بِهِ الْعَبْدُ
حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہا کہ سنا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے قیامت کے دن بندے کا سب سے
یَوْمَ الْقِیَامَةِ مِنْ عَمَلِهٖ صَلَاتُهٗ فَاِنْ صَلُحَتْ فَقَدْ اَفْلَحَ وَاَنْجَحَ وَاِنْ فَسَدَتْ فَقَدْ خَابَ وَخَسِرَ فَاِنِ
پہلے نماز کا حساب ہوگا۔ اگر درست ہوئی پس کامیاب ہوا اور نجات پائی گر فاسد ہوئی پس تحقیق ناکام ہوا اور زیاں کار۔ اگر اس کے
انْتَقَصَ مِنَ الْفَرِاضَةِ شَیْءٌ قَالَ الرَّبُّ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی اُنْظُرُوْا هَلْ لِعَبْدِیْ مِنْ تَطَوُّعٍ فَیُکَمِّلُ بِهَا
فرضوں سے کوئی ناقص ہوئی فرمائے گا اللہ تعالیٰ میرے بندے کیلئے دیکھو کیا اس کے نفل ہیں اس سے اس کے فرضوں کی کمی
مَا انْتَقَصَ مِنَ الْفَرِایْضَةِ ثُمَّ یَکُوْنُ سَائِرُ عَمَلِهٖ عَلٰی ذٰلِکَ وَفِیْ رِوَایَةٍ ثُمَّ الزَّکَاةُ مِثْلُ ذٰلِکَ ثُمَّ
پوری کی جائیگی پھر اسی طرح اس کے باقی عمل ہوں گے۔ ایک روایت میں ہے پھر اس کی مانند زکوٰۃ پھر تمام اعمال
تُوْخَذُ الْاَعْمَالُ عَلٰی حَسَبِ ذٰلِکَ رَوَاهُ اَبُوْدَاؤُدَ وَاَحْمَدُ عَنْ رَجُلٍ.
کا حساب اسی طرح ہوگا۔ روایت کیا اس کو ابوداؤد نے اور روایت کیا اس کو احمد نے ایک شخص سے۔

تشریح: حدیث کے آخری الفاظ "پھر اسی طرح بندہ کے دوسرے اعمال کا حساب ہوگا" کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح فرض نماز کی کوئی کمی سنت ونفل نماز سے پوری کی جائے گی اسی طرح دوسرے فرض اعمال بھی کوئی کوتاہی ہوگی تو اسے نفل اعمال کے ذریعہ پورا کیا جائے گا۔ مثلاً اگر فرض روزوں میں کوئی نقصان واقع ہوگا تو وہ نقصان نفل روزے سے پورا کیا جائے گا اگر زکوٰۃ میں کچھ نقصان ہوگا تو صدقہ نفل سے اسے پورا کیا جائے گا۔ اگر فرض حج میں کوئی کمی رہ گئی ہوگی تو نفل حج یا عمرہ سے پوری کی جائے گی اور اگر کسی پر کسی کا کوئی حق (مطالبہ) ہوگا تو اس کے نامہ اعمال صالحہ سے اس مطالبہ کی بقدر حصہ لے کر صاحب مطالبہ کو دیدیا جائے گا اسی طرح تمام اعمال کے بارے میں پورا پورا محاسبہ کیا جائے گا۔

وَعَنْ اَبِیْ اُمَامَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَا اَذِنَ اللهُ لِعَبْدٍ فِیْ شَیْءٍ اَفْضَلَ مِنَ
حضرت ابو امامہؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ کسی بندے کیلئے نہیں سنتا جو بہتر ہو
الرَّکْعَتَیْنِ یُصَلِّیْهِمَا وَاِنَّ الْبِرَّ لَیُذَرُّ عَلٰی رَاْسِ الْعَبْدِ مَادَامَ فِیْ صَلَاتِهٖ وَمَا تَقَرَّبَ الْعِبَادُ اِلَی اللهِ
دو رکعتوں سے جن کو پڑھتا ہے اور نیکی بندے کے سر پر چھڑکی جاتی ہے۔ جب تک وہ نماز میں ہوتا ہے اور کسی انسان نے نزدیکی
بِمِثْلِ مَاخَرَجَ مِنْهُ یَعْنِی الْقُرْآنَ. (رواه احمد بن حنبل والترمذی)
حاصل نہیں کی اللہ کی طرف مثل اس چیز کی جو اس سے نکلی ہے۔ یعنی قرآن پاک۔ روایت کیا اس کو احمد اور ترمذی نے۔

بَابُ صَلٰوۃِ السَّفَرِ

نمازسفر کا بیان

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ

عَنْ اَنَسٍؓ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ صَلَّی الظُّھْرَ بِالْمَدِیْنَۃِ اَرْبَعًا وَّ صَلَّی الْعَصْرَ
حضرت انسؓ سے روایت ہے بے شک نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ میں ظہر کی نماز چار رکعت پڑھی
بِذِی الْحُلَیْفَۃِ رَکْعَتَیْنِ (صحیح البخاری و صحیح مسلم)
اور عصر کی ذوالحلیفہ میں دو رکعت پڑھی۔

تشریح: حاصل حدیث:۔ ذوالحلیفہ مدینہ منورہ سے ۶ میل کے فاصلے پر ہے۔ جمہور کے نزدیک جب مسافر نے تین کا سفر کرنا ہو یعنی (۴۸ میل کا سفر ہو) تو پھر قصر کرے گا اور غیر مقلدین اور اہل ظواہر کہتے ہیں کہ اگر ایک میل یا میلین سفر کرنا تو بھی قصر ہے۔ ان کی دلیل یہی حدیث ہے۔ جواب! آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ سفر مکہ مکرمہ تک کے ارادہ سے تھا صرف ذوالحلیفہ تک نہیں تھا۔ اسی وجہ سے یہیں سے قصر شروع کر دیا۔ جمہور کی دلیل مدت مسح علی الخفین والی احادیث ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ۳ دن سفر والے کو موزا پہننے کی اجازت دی تو معلوم ہوا کہ سفر شرعی تین دن سے کم نہیں۔

وَعَنْ حَارِثَۃَ بْنِ وَھْبِ نِ الْخُزَاعِیِّؓ قَالَ صَلّٰی بِنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَنَحْنُ اَکْثَرُ
حضرت حارثہ بن وہب خزاعیؓ سے روایت ہے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو نماز پڑھائی
مَا کُنَّا قَطُّ وَاٰمَنُہٗ بِمِنًی رَّکْعَتَیْنِ (صحیح البخاری و صحیح مسلم)
جبکہ ہم بہت زیادہ اور بہت امن میں تھے منٰی میں دو رکعت۔

تشریح: یہ حجۃ الوداع کا ذکر ہے اس موقع پر چونکہ اسلام کی حقانیت وصداقت اکثر دلوں میں اپنا گھر کر چکی تھی اور مسلمانوں کی تعداد بہت زیادہ ہوگئی تھی اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ حجۃ الوداع کے موقع پر صحابہ جتنی زیادہ تعداد میں تھے اس سے پہلے کسی موقع پر نہ تھے۔ ''امن کی حالت میں تھے'' کا مطلب یہ ہے کہ کفار کے کسی حملہ اور ان سے کسی جنگ وغیرہ کا کوئی خوف نہیں تھا بلکہ بہت اطمینان اور سکون کی حالت میں تھے۔ اس کا ذکر بطور خاص اس لئے کیا گیا ہے تاکہ یہ واضح ہو جائے کہ قصر کی مشروعیت کفار کے فتنوں کے خوف پر موقوف نہیں ہے جیسا کہ قرآن کریم کی آیت سے ظاہری طور پر مفہوم ہوتا ہے بلکہ سفر میں بہر صورت قصر کرنا چاہئے چنانچہ اگلی حدیث میں اس کو تفصیل کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔

وَعَنْ یَّعْلَی بْنِ اُمَیَّۃَؓ قَالَ قُلْتُ لِعُمَرَبْنِ الْخَطَّابِ اِنَّمَا قَالَ اللّٰہُ اَنْ تَقْصُرُوْا مِنَ الصَّلٰوۃِ اِنْ خِفْتُمْ
حضرت یعلٰی بن امیہؓ سے روایت ہے کہا کہ میں نے عمر بن خطاب کیلئے کہا اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اگر تم اس بات سے ڈرو کہ تم کو کافر لوگ فتنہ میں ڈال دیں
اَنْ یَّفْتِنَکُمُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا فَقَدْ اَمِنَ النَّاسُ قَالَ عُمَرُ عَجِبْتُ مِمَّا عَجِبْتَ مِنْہُ فَسَاَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ

گے نماز قصر کرلو گے تو تم پر کوئی گناہ نہیں پس تحقیق لوگ امن میں ہوگئے ہیں۔ عمر نے کہا میں نے بھی تعجب کیا تھا جس طرح تو نے تعجب کیا ہے میں نے

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ صَدَقَةٌ تَصَدَّقَ اللّٰهُ بِهَا عَلَيْكُمْ فَاقْبَلُوْا صَدَقَتَهُ (رواہ مسلم)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا تھا آپ نے فرمایا احسان ہے جو اللہ تعالیٰ نے تم پر احسان کیا ہے اس کا احسان قبول کرو روایت کیا اس کو مسلم نے۔

تشریح: حاصل حدیث:۔ان خفتم ان یفتنکم الذین کفروا یہ خوف کی قید بیان واقع کے لئے ہے کوئی احترازی نہیں ورنہ سفر میں تو بغیر خوف کے بھی دو رکعت ہیں۔ کریم ذات احسان کر کے اور سخاوت کر کے واپس نہیں لیتی سفر میں قصر کی حیثیت کیا ہے اس میں اختلاف ہے (اس لئے یہ بیان واقع کیلئے ہے) اس حدیث کے تحت مندرجہ ذیل مسائل کا ذکر ہوگا۔ مسئلہ: رخصت ہے۔ احناف کے نزدیک قصر واجب ہے اتمام کرنا جائز ہی نہیں اور مسافر پر فرض وقتی دو ہی رکعتیں ہیں اور یہی عزیمت ہے اگر چہ مجازاً اس کو رخصت کہا گیا ہے۔ شوافع کے نزدیک اتمام عزیمت اور قصر رخصت ہے۔

احناف کی ادلہ دلیل-۱: یہی حدیث ابن عمر ہے جو کہ یعلی بن امیہ سے منقول ہے۔ طریقہ استدلال یہ ہے کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا کہ آیت کریمہ سے معلوم ہوتا ہے کہ قصر الصلوٰۃ فی السفر کا حکم خوف وفتن کی قید کے ساتھ مقید ہے اب تو امن ہے لہٰذا اب قصر الصلوٰۃ فی السفر جائز نہیں ہوگی۔ جواب میں ارشاد فرمایا کہ یہ اللہ کی طرف سے صدقہ ہے اس کو قبول کرو اور صدقہ محض اسقاط کا نام ہے اور حکیم کی حکمت کا تقاضا ہے کہ اگر انعام کی علت باقی نہ رہے تو اس انعام کا سبب نہیں ہوتا۔

دلیل-۲: حدیث نمبر ۶ او عن عائشةؓ قالت فرضت الصلوٰة ركعتين ثم هاجر رسول الله صلى الله عليه وسلم ففرضت اربعًا و تركت صلوٰة السفر على الفريضة الاولى معلوم ہوا کہ سفر میں فرض ہی دو ہوئیں ہیں عزیمت یہی ہے رخصت اس کو مجازاً کہہ دیتے ہیں۔

دلیل-۳: حدیث نمبر ۱۸ عنه وعن ابن عمرؓ قالا سنّ رسول اللّٰه صلى الله عليه وسلم صلوٰة السفر ركعتين وهما اتمام غير قصر کتنی واضح حدیث ہے اور نیز نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا قصر پر مداومت فرمانا بھی دلیل وجوب وفرض ہے۔

دلیل-۴: حدیث نمبر ۷ حدیث حفص بن عاصم جس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور ابو بکرؓ وعمرؓ وعثمانؓ کے عمل کو نقل کیا گیا ہے کہ ان کا عمل دو رکعتوں کا تھا اور اس پر مداومت بھی تھی۔ كان لا يزيد فى السفر على ركعتين و ابا بكر و عمر و عثمان كذالك.

شوافع کی ادلہ۔ دلیل افصل ثانی کی پہلی روایت عن عائشةؓ قالت كل ذالك قد فعل رسول اللّٰه صلى الله عليه وسلم قصر الصلوٰة واتم۔ نبی کریم نے قصر بھی کیا اور اتمام بھی معلوم ہوا کہ قصر متعین نہیں۔

اس دلیل کا جواب-۱: ٹھیک ہے اتمام اور قصر کیا لیکن قصر کیا ہے۔ قصر کے موقع پر اور وہ سفر ہے اور اتمام کیا ہے اتمام کے موقع پر یعنی حضر میں۔

جواب-۲: حاشیہ نصیر یہ میں ہے۔ یہ حدیث سنداً کمزور ہونے کی وجہ سے ان حدیثوں کا معارض بننے کی صلاحیت نہیں رکھتی جن میں سفر میں قصر کا ذکر ہے۔ اس کے راوی ابراہیم بن یحییٰ مرجوح ہیں۔

دوسری دلیل عمل حضرت عثمانؓ حضرت عثمانؓ کا معمول خلافت کے اخیری دور میں اتمام کا تھا جب حج پر تشریف لاتے تو منیٰ میں اتمام فرماتے حالانکہ مسافر ہوتے۔

اس دلیل کا جواب! کہ حضرت عثمانؓ کا ابتداء زمانہ میں قصر پر مداومت کرنا اور اخیر دور میں مداومت نہ کرنا یہ کسی نہ کسی عذر کی وجہ سے تھا وہ عذر کئی ہیں۔ (۱)۔ کبھی یہ بیان فرماتے کہ میں نے مکہ مکرمہ میں نکاح کر لیا ہے لہٰذا میں وہاں مقیم ہوتا ہوں (۲)۔ کبھی یہ بیان فرماتے کہ میں نے مکہ مکرمہ طائف میں زمین خرید لی ہے۔ (۳)۔ سد لباب الفساد اتمام فرماتے اور یہ فرماتے کہ حج میں بدوی دیہاتی لوگ بھی آتے ہیں وہ خلیفہ کو دیکھ کر کہیں غلط فہمی کا شکار نہ ہو جائیں۔ لوگ یہ سمجھیں گے کہ ظہر کی نماز اور عشاء وعصر کی نماز کے فرض دو رکعت ہی ہیں اور ایسا ہوا بھی تھا۔ ۴۔ بعض لوگوں نے یہ بھی کہا ہے کہ یہ حضرت عثمانؓ کا اجتہاد تھا کہ قصر تب جائز ہے جب مشقت ہو اور میں تو اپنے اوپر اس کو مشقت نہیں سمجھتا اس لئے میرے لئے اتمام ہے۔

تیسری دلیل: عمل حضرت عائشہؓ جب مکہ مکرمہ میں جاتی تھیں تو اتمام کرتی تھیں۔ اس دلیل کا جواب: صحابہؓ نے حضرت عائشہؓ سے پوچھا کہ آپ اتمام کیوں کرتی ہیں تو انہوں نے جواب دیئے۔

(۱)۔ یہ کہ میں تو اُم المؤمنین ہوں میں جہاں جاؤں میری اولاد ہے وہاں مقیم ہوتی ہوں۔ (۲)۔ کبھی یہ بیان فرماتیں کہ قصر مقید ہے مشقت کی قید کے ساتھ۔ یہ ان کا اجتہاد تھا۔ (۳) کبھی سمجھتی تھیں کہ ٹھہرنے کی حالت میں قصر نہیں۔ حالت سیر کے ساتھ قصر کے مباح ہونے کو مقید کیا یعنی قصر صرف حالت سیر میں جائز ہے۔ الحاصل حضرت عائشہؓ اور حضرت عثمانؓ اپنے آپ کو مسافروں کی صف سے نکال کر اتمام کرتے تھے کہ اپنے آپ کو مسافر سمجھ کر۔ تب ہی تو تاویلیں کی ہیں۔ الغرض صحابہؓ کا سوال کرنا اور حضرت عثمانؓ اور حضرت عائشہؓ کا توجیہات کرنا اس بات کی قوی دلیل ہیں کہ صحابہ کرامؓ قصر کے وجوب کے قائل تھے اور ان کا عمل قصر پر تھا۔ باقی اگر شوافع کہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تو اب المؤمنین تھے وہ یہ تاویلیں کیوں نہیں کرتے تھے؟ جواب! یہ حضرت عثمانؓ سے پوچھو ہم تو ناقل ہیں۔

چوتھی دلیل: آیت صلوٰۃ السفر کے اسلوب" فلا جناح علیکم ان تقصروا من الصلوٰۃ کے الفاظ سے بھی اباحت معلوم ہوتی ہے۔ اس دلیل کا جواب نمبر (۱) بطور معارضہ کے اس قسم کی تاویل تعبیر و اسلوب اور الفاظ سعی بین الصفاء والمروۃ کے بارے میں بھی آئے ہیں۔ فلا جناح علیه ان یطوف بهما حالانکہ سعی تو تمہارے نزدیک بھی واجب ہے۔ فما هو جوابكم فهو جوابنا۔ الحاصل لامحالہ یہی کہیں گے کہ یہ تعبیر و اسلوب صحابہ کرامؓ کو تسلی دینے کیلئے ہیں نہ کہ اباحت کو بتلانے کیلئے جواب ۲ فلا جناح کی تعبیر وہاں ہوتی ہے جہاں عدم جواز کا شبہ ہو اس کے ازالہ کیلئے یہ لفظ لاتے ہیں مثلاً چونکہ صفا مروۃ میں پہلے بت رکھے ہوئے تھے اب صحابہؓ کو یہ شبہ ہوا کہ عبادت کریں یا نہ کریں یہ جائز ہے یا نہیں تو اللہ نے فرمایا کوئی حرج نہیں سعی کرو اور اسی طرح آیت کریمہ فلا جناح علیکم ان تقصروا من الصلوٰۃ کہ پہلے زندگی کا معمول اتمام کا تھا اب جب قصر کا حکم دیا تو شبہ ہوا کہ گراں گزرا تو اللہ نے فرمایا قصر کرو میرا حکم ہے تم تسلیم کرلو۔

وَعَنْ اَنَسٍؓ قَالَ خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْمَدِيْنَةِ اِلٰى مَكَّةَ فَكَانَ يُصَلِّيْ
حضرت انسؓ سے روایت ہے کہا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مدینہ سے نکلے مکہ کی طرف جا رہے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم دو دو
رَكْعَتَيْنِ رَكْعَتَيْنِ حَتّٰى رَجَعْنَا اِلَى الْمَدِيْنَةِ قِيْلَ لَهٗ اَقَمْتُمْ بِمَكَّةَ شَيْئًا قَالَ اَقَمْنَا بِهَا عَشْرًا (بخاری وغیرہ)
رکعتیں پڑھاتے تھے یہاں تک کہ ہم مدینہ واپس ہوئے۔ انس کیلئے کہا گیا مکہ میں تم کس قدر ٹھہرے تھے کہا ہم مکہ میں دس دن ٹھہرے تھے۔

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ سَافَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَفَرًا فَاَقَامَ تِسْعَةَ عَشَرَ يَوْمًا يُصَلِّيْ رَكْعَتَيْنِ
حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک سفر میں انیس دن ٹھہرے دو دو رکعتیں نماز پڑھتے تھے
رَكْعَتَيْنِ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ فَنَحْنُ نُصَلِّيْ فِيْمَا بَيْنَنَا وَبَيْنَ مَكَّةَ تِسْعَةَ عَشَرَ رَكْعَتَيْنِ رَكْعَتَيْنِ فَاِذَا اَقَمْنَا
ابن عباسؓ سے نے کہا ہم اپنی منزل اور مکہ کے درمیان انیس دن دو دو رکعتیں پڑھتے ہیں اگر ہم اس سے
اَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ صَلَّيْنَا اَرْبَعًا. (رواه البخاری)
زیادہ ٹھہریں تو چار رکعتیں پڑھیں گے۔ روایت کیا اسکو بخاری نے۔

تشریح: قوله سافر النبی صلی الله علیه وسلم سفرًا فاقام تسعة عشر یومًا یصلی رکعتین رکعتین یہ حدیث سب آئمہ کے خلاف ہے۔ اس لئے کہ مدت اقامت احناف کے نزدیک زیادہ سے زیادہ ۱۵ دن ہیں اور بعض کے نزدیک چار دن ہیں یعنی اگر قیام چار دن ہو تو بھی اتمام ہے کوئی بھی ۱۹ دن کا قائل نہیں سوائے ابن عباسؓ کے اس میں ہے کہ آپ علیہ السلام نے ۱۹ دن قیام

کیا اور قصر کیا۔ اس کا جواب! نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ قیام فتح مکہ کے موقع پر تھا اور یہ بلانیت وارادہ کے تھا۔ آج کل آج کل کرتے کرتے ۱۹ دن گزر گئے اور بلانیت وارادہ اگر سالہا سال ٹھہرا رہے تو قصر ہی کرے گا مقیم نہیں بنے گا۔ باقی حضرت ابن عباسؓ کا یہ اپنا اجتہاد ہے فلا حجة علی غیرہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو حکم نہیں کیا تھا کہ ۱۹ دن تک تم قصر کرو۔

سوال: باقی رہی یہ بات کہ روایات میں تعارض ہے۔ پچھلی روایت انسؓ میں ہے کہ فتح مکہ کے موقع پر قیام مکہ ۱۰ یوم تک تھا اور یہاں اس روایت میں ہے کہ ۱۹ دن تھا اور مابعد میں فصل ثانی کی دوسری روایت عمران بن حصین میں ہے کہ ۱۸ دن تھا اور ابن ماجہ وغیرہ کی کتابوں میں تو ۱۷ اور ۱۵ دن کی روایات بھی موجود ہیں۔

جواب: روایت انسؓ کا تعلق حجۃ الوداع کے ساتھ ہے اور باقی سب روایات فتح مکہ کے ساتھ متعلق ہیں اور ان چار قسم کی روایتوں میں ۱۵ دن والی روایات سنداً ضعیف ہیں۔ بقول امام نووی کے ضعفہ النووی اور باقی تین میں تطبیق کی صورت یہ ہے کہ جس نے یوم الدخول اور یوم الخروج دونوں کا اعتبار کیا تو ۱۹ اور جس نے دونوں کو نکالا تو ۱۷ اور جس نے ایک کو نکالا اور ایک کو شمار کیا اس نے ۱۸ کو ذکر کر دیا لہٰذا ان میں کوئی تعارض نہیں۔

وَعَنْ حَفْصِ بْنِ عَاصِمٍؓ قَالَ صَحِبْتُ ابْنَ عُمَرَ فِيْ طَرِيْقِ مَكَّةَ فَصَلّٰى لَنَا الظُّهْرَ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ جَآءَ
حضرت حفص بن عاصمؓ سے روایت ہے میں نے ابن عمرؓ کے ساتھ مکہ میں رفاقت کی ہم کو ظہر کی نماز دو رکعتیں پڑھائی
رَحْلَهٗ وَجَلَسَ فَرَاٰى نَاسًا قِيَامًا فَقَالَ مَا يَصْنَعُ هٰؤُلَآءِ قُلْتُ يُسَبِّحُوْنَ قَالَ لَوْ كُنْتُ مُسَبِّحًا اَتْمَمْتُ
اپنے ڈیرہ میں آئے کچھ لوگوں کو دیکھا کھڑے ہوئے نماز پڑھ رہے ہیں کہا یہ لوگ کیا کرتے ہیں میں نے کہا نفل پڑھتے ہیں
صَلٰوتِيْ صَحِبْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَانَ لَا يَزِيْدُ فِي السَّفَرِ عَلٰى رَكْعَتَيْنِ وَاَبَابَكْرٍ
کہا اگر میں نے نفل پڑھتے تھے تو میں پوری نماز پڑھ لیتا۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صحبت رکھی ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم
وَعُمَرَ وَعُثْمَانَ كَذٰلِكَ (صحيح البخاری و صحيح مسلم)
سفر میں دو رکعتوں سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے۔ ابوبکرؓ عمرؓ اور عثمانؓ بھی اسی طرح کرتے تھے۔

تشریح: اس حدیث کے تحت مسئلہ چل پڑا کہ سفر میں سنن مؤکدہ اور نوافل کی کیا حیثیت ہے، پڑھی جائیں یا نہ؟ دو قسم کی روایات ہیں۔ ممانعت اور اباحت کی تو ان سب میں تطبیق کی صورت یہ ہے کہ بعض احوال میں پڑھ لی جائیں تو کوئی حرج نہیں۔ عادت ہی بنالی تو منع ہے۔ عادت بنالینا درست نہیں یا حالت سیر ہو تو نہ پڑھی جائیں اور اگر حالت نزول ہو تو پڑھ لی جائیں یا اگر حرج ہو تو نہ پڑھے اور اگر کوئی حرج و مشقت نہ ہو تو پڑھ لی جائیں چاہے وقوع حرج اپنے لئے ہو یا ساتھیوں کیلئے نہ پڑھی جائیں۔ بہرحال ایسا اہتمام کہ یہ معلوم ہو کہ یہ رخصت رخصت کو قبول ہی نہیں کرتا یہ صحیح نہیں ہے۔

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَجْمَعُ بَيْنَ صَلٰوةِ الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ
حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ظہر اور عصر کو جمع کر لیتے تھے
اِذَا كَانَ عَلٰى ظَهْرِ سَيْرٍ وَّيَجْمَعُ بَيْنَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَآءِ (صحيح البخاری)
جب سفر پر ہوتے اور مغرب اور عشا کو۔ روایت کیا اس کو بخاری نے۔

تشریح: حاصل حدیث:۔ یجمع ای فی السفر معطوف علیہ کی جانب جو قید ہو معطوف میں بھی معتبر ہوتی ہے۔

جمع بین الصلوٰتین کا عمل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے بالاتفاق۔

البتہ کیفیت میں اختلاف ہو گیا ہے آیا یہ جمع بین الصلوٰتین صورۃً تھا یا حقیقۃً تھا۔احناف کے نزدیک یہ جمع بین الصلوٰتین صورۃً تھا (یعنی پہلی اخیر وقت میں اور دوسری ابتداء وقت میں پڑھی)۔ یہ جمع حقیقۃً نہیں تھا۔شوافع کہتے ہیں کہ یہ جمع بین الصلوٰتین حقیقی تھا جس کو جمع حقیقی وقتی تاخیری کہا جاتا ہے۔(جمع حقیقی وقتی تقدیمی کے عدم جواز پر آئمہ کا اجماع ہے) یعنی ظہر کی نماز کو عصر کے وقت میں اور مغرب کی نماز عشاء کے وقت میں جمع کر کے پڑھی۔شوافع کہتے ہیں کہ جمع حقیقی وقتی تاخیری جائز ہے اور عندالاحناف جائز نہیں۔

شوافع کی دلیل یہی حدیث ابن عباسؓ ہے۔اس دلیل کا جواب احناف کہتے ہیں یہ جمع صوری پر محمول ہے۔اس پر دلیل: ان الصلوٰۃ کانت علی المؤمنین کتاباً موقوتا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر نماز کا اپنا وقت متعین ہے نیز وہ تمام احادیث دلیل ہیں جن میں نماز کو اخیری وقت تک مؤخر کرنے کو کبیرۃ من الکبائر کہا گیا ہے تو وقت کے بعد پڑھنے پر وعید شدید کا بیان ہوا اور نیز پھر خصوصی طور پر ظہرین اور عشائین میں جمع کیا۔یہ جمع قوی دلیل ہے کہ یہ جمع صوری تھی اس لئے کہ انہی میں جمع صوری متحقق ہو سکتی ہے یہ کہیں نہیں آیا کہ فجر اور ظہر کے مابین جمع کیا کیونکہ ان میں جمع صوری ممکن نہیں۔

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَؓ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّىْ فِى السَّفَرِ عَلٰى رَاحِلَتِهٖ حَيْثُ
حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سفر میں اپنی سواری پر نماز پڑھتے تھے جس طرف متوجہ ہوتی
تَوَجَّهَتْ بِهٖ يُوْمِیْ اِيْمَاۤءً صَلٰوةَ اللَّيْلِ اِلَّا الْفَرَائِضَ وَيُوْتِرُ عَلٰى رَاحِلَتِهٖ (صحیح البخاری و صحیح مسلم)
آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری اشارہ کرتے اشارہ کرنا۔ رات کی نماز سوائے فرض کے اور وتر بھی سواری پر پڑھتے تھے۔

تشریح: حیث توجھت بہ کا مطلب یہ ہے کہ جدھر سواری کا منہ ہوتا (ادھر ہی کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی منہ کئے ہوئے نماز پڑھتے رہتے تھے لیکن تکبیر تحریمہ کے وقت اپنا روئے مبارک بہر صورت قبلہ ہی کی طرف رکھتے تھے۔جیسا کہ حضرت انسؓ کی روایت سے معلوم ہوگا "اشارہ سے نماز پڑھنے" کا مطلب یہ ہے کہ رکوع اور سجدہ اشارہ سے کرتے تھے نیز یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سجدہ کا جو اشارہ کرتے وہ رکوع کے اشارے سے پست ہوتا تھا۔

اس حدیث سے دو مسئلے مستنبط ہوتے ہیں اول تو یہ کہ سواری پر نفل نماز پڑھنی جائز ہے لیکن فرض نہیں اس حدیث میں اگر چہ رات کی نماز کا ذکر کیا گیا ہے لیکن دوسری روایتوں میں عام نفل نمازوں کا ذکر موجود ہے لہٰذا یہ حکم سنت مؤکدہ اور اس کے علاوہ دیگر سنن ونوافل نمازوں کو بھی شامل ہے مگر حضرت امام ابوحنیفہؒ سے ایک روایت میں ثابت ہے کہ فجر کی سنتوں کیلئے سواری سے اتر جانا مستحب ہے بلکہ ایک دوسری روایت سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ فجر کی سنتوں کو سواری سے اتر کر پڑھنا واجب ہے۔اسی لئے اس نماز کو بغیر کسی عذر کے بیٹھے بیٹھے پڑھنا جائز نہیں ہے فرض نماز سواری پر پڑھنا جائز نہیں ہے لیکن مندرجہ ذیل اعذار کی صورت میں فرض نماز بھی سواری پڑھ لینا جائز ہے۔

۱۔کوئی شخص جنگل میں ہو اور اپنے مال یا اپنی جان کی ہلاکت کا خوف غالب ہو۔مثلاً یہ ڈر ہو کہ اگر سواری سے اتر کر نماز پڑھنے لگوں گا تو کوئی چور یا راہزن مال واسباب لے کر چلتا بنے گا یا کوئی درندہ نقصان پہنچائے گا یا قافلہ سے بچھڑ جاؤں گا یا راستہ بھول جاؤں گا۔۲۔سواری میں کوئی ایسا سرکش جانور ہو یا کوئی ایسی چیز ہو جس پر اترنے کے بعد پھر چڑھنا ممکن نہ ہو۔۳۔نماز پڑھنے والا اتنا ضعیف اور بڈھا ہو کہ خود سے نہ تو سواری سے اتر سکتا ہو اور نہ سواری پر چڑھنے پر قادر ہو اور نہ کوئی ایسا شخص پاس موجود ہو جو سواری سے اتار سکے اور اس پر چڑھا سکے۔

۴۔زمین پر اتنی کیچڑ ہو کہ اس پر نماز پڑھنا ممکن نہ ہو۔۵۔یا بارش کا عذر ہو۔

بہر حال ان صورتوں میں فرض نماز بھی سواری پر پڑھی جا سکتی ہے کیونکہ اعذار اور ضرورتیں شرعی قواعد وقوانین سے مستثنیٰ ہوتی ہیں۔جہاں تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس عمل کا تعلق ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم وتر کی نماز بھی سواری پر پڑھ لیتے تھے تو اس کے بارے میں امام طحاویؒ فرماتے ہیں کہ ہمارے نزدیک اس کی وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پہلے نماز وتر کے حکم کی تاکید کے پیش نظر اور اس کی

اہمیت کا احساس دلانے کیلئے سواری پر وتر کی نماز پڑھ لیتے تھے مگر جب لوگوں کے ذہن میں اس نماز کی تاکید واہمیت بیٹھ گئی اور اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی اتنی تاکید فرمادی کہ اس کے چھوڑنے کو روا نہیں رکھا تو بعد میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم وتر کی نماز بھی سواری سے اتر کر زمین پر پڑھتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اسی طرح کرتے تھے حضرت امام محمدؒ نے اپنی کتاب ''موطا'' میں صحابہؓ وتابعینؒ کے ایسے بہت آثار نقل کئے ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ حضرات وتر کی نماز پڑھنے کیلئے اپنی سواریوں سے اتر جاتے تھے۔

علامہ شمنیؒ فرماتے ہیں کہ ''نماز فرض کی طرح جنازہ کی نماز' منت مانی ہوئی نماز نذر اور وہ سجدہ تلاوت کہ جس کی آیت سجدہ کی تلاوت زمین پر کی گئی ہو سواری پر جائز نہیں ہے۔

حدیث سے دوسرا مسئلہ یہ مستنبط ہوتا ہے کہ سواری پر نماز پڑھنا سفر کے ساتھ مشروط ہے چنانچہ آئمہ جمہور کا یہی مسلک ہے اور حضرت امام ابوحنیفہؒ وحضرت امام ابویوسفؒ سے بھی ایک روایت میں یہی منقول ہے لیکن حضرت امام ابوحنیفہؒ کا محقق اور صحیح مسلک یہ ہے کہ ''سواری پر نماز کا جواز نمازی کے شہر سے باہر ہونے کے ساتھ مشروط ہے خواہ مسافر ہو یا مسافر نہ ہو' چنانچہ اگر کوئی مسافر بھی شہر کے اندر ہو تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اس کیلئے سواری پر نفل نماز پڑھنی جائز نہیں ہے لیکن حضرت امام محمدؒ کے نزدیک جائز ہے اگرچہ مکروہ ان کے نزدیک بھی ہے حضرت امام ابویوسفؒ فرماتے ہیں کہ مسافر شہر کے اندر بھی سواری پر نفل پڑھے تو کوئی مضائقہ نہیں۔ اب اسکے بعد اس میں اختلاف ہے کہ شہر سے کتنے فاصلے پر ہونے کی صورت میں سواری پر نماز پڑھنا جائز ہے چنانچہ بعض حضرات کے نزدیک کم سے کم دو فرسخ (چھ میل) شہر سے باہر ہونا ضروری ہے۔ بعض حضرات نے تین فرسخ اور بعض حضرات نے ایک کوس متعین کیا ہے لیکن صحیح یہ ہے کہ شہر و آبادی کے مکانات سے باہر ہوتے ہی سواری پر نماز نفل پڑھنا جائز ہے جیسا کہ قصر نماز کے جواز کے سلسلے میں قاعدہ ہے۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ

عَنْ عَآئِشَةَ قَالَتْ كُلُّ ذٰلِكَ قَدْ فَعَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَصَرَ الصَّلَاةَ وَاَتَمَّ. (رواہ فی شرح السنة)

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سب کیا ہے قصر بھی کی ہے اور پوری نماز بھی پڑھی ہے۔ روایت کیا اس کو شرح السنہ میں۔

وَعَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ قَالَ غَزَوْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَشَهِدْتُ مَعَهُ الْفَتْحَ فَاَقَامَ بِمَكَّةَ ثَمَانِيَ عَشْرَةَ لَيْلَةً لَا يُصَلِّي اِلَّا رَكْعَتَيْنِ يَقُوْلُ يَا اَهْلَ الْبَلَدِ صَلُّوْا اَرْبَعًا فَاِنَّا سَفْرٌ. (رواہ ابوداؤد)

حضرت عمران بن حصینؓ سے روایت ہے کہا کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں جہاد کیا ہے اور فتح مکہ کے دن میں حاضر تھا آپ مکہ میں اٹھارہ راتیں رہے نہیں پڑھتے تھے مگر دو رکعت۔ فرماتے اے شہر والو تم چار رکعت پوری کرلو ہم مسافر ہیں۔ روایت کیا اس کو ابوداؤد نے۔

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ صَلَّيْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الظُّهْرَ فِي السَّفَرِ رَكْعَتَيْنِ وَبَعْدَهَا رَكْعَتَيْنِ وَفِيْ رِوَايَةٍ قَالَ صَلَّتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْحَضَرِ وَالسَّفَرِ فَصَلَّيْتُ مَعَهُ فِي الْحَضَرِ الظُّهْرَ اَرْبَعًا وَ بَعْدَهَا رَكْعَتَيْنِ وَصَلَّيْتُ مَعَهُ فِي السَّفَرِ الظُّهْرَ رَكْعَتَيْنِ وَ بَعْدَهَا رَكْعَتَيْنِ

حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ظہر کی نماز دو رکعت پڑھی اس کے بعد دو رکعتیں۔ ایک روایت میں ہے میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شہر اور سفر میں نماز پڑھی۔ شہر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ظہر کی چار رکعتیں پڑھیں اس کے بعد دو رکعتیں اور سفر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ظہر کی دو رکعتیں اس کے بعد دو رکعتیں عصر کی دو رکعتیں

وَالْعَصْرَ رَكْعَتَيْنِ وَلَمْ يُصَلِّ بَعْدَهَا شَيْئًا وَالْمَغْرِبَ فِي الْحَضَرِ وَالسَّفَرِ سَوَاءً ثَلَاثَ رَكْعَاتٍ وَلَا

اس کے بعد کچھ نہیں پڑھا اور مغرب شہر اور سفر میں برابر تین رکعتیں شہر اور سفر میں کم نہیں کرتے تھے اور یہ دن کے

يَنْقُصُ فِي حَضَرٍ وَلَا سَفَرٍ وَهِيَ وِتْرُ النَّهَارِ وَ بَعْدَهَا رَكْعَتَيْنِ. (رواہ الترمذی)

وتر تھے۔اس کے بعد دو رکعتیں پڑھیں۔روایت کیا اس کو ترمذی نے۔

تشریح: حاصل حدیث:۔ یہ سنتیں بعض احوال میں پڑھنے کا معمول تھا اور اکثر احوال میں نہ پڑھنے کا تھا۔ یا حالت سیر میں پڑھنے کا معمول نہیں تھا اور حالت نزول میں پڑھنے کا معمول تھا۔ باقی سفر میں اتمام اور قصر کی بحث ماقبل میں گزر چکی ہے۔

وَعَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي غَزْوَةِ تَبُوكَ إِذَا زَاغَتِ الشَّمْسُ قَبْلَ

حضرت معاذ بن جبلؓ سے روایت ہے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم تبوک کی جنگ میں تھے اگر کوچ کرنے سے

أَنْ يَرْتَحِلَ جَمَعَ بَيْنَ الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ وَإِنِ ارْتَحَلَ قَبْلَ أَنْ تَزِيغَ الشَّمْسُ أَخَّرَ الظُّهْرَ حَتّٰى يَنْزِلَ الْعَصْرَ

پہلے سورج ڈھل جاتا ظہر اور عصر کو جمع کر لیتے اور اگر کوچ کرتے سورج ڈھل جانے سے پہلے ظہر کو موخر کرتے یہاں تک کہ عصر کیلئے

وَفِي الْمَغْرِبِ مِثْلَ ذَالِكَ إِذَا غَابَتِ الشَّمْسُ قَبْلَ أَنْ يَرْتَحِلَ جَمَعَ بَيْنَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ فَإِنِ ارْتَحَلَ

اترتے اور مغرب کی نماز اس طرح کرتے اگر کوچ کرنے سے پہلے سورج غروب ہو جاتا مغرب اور عشاء کو جمع کر لیتے اور اگر سورج غروب ہونے سے

قَبْلَ أَنْ تَغِيبَ الشَّمْسُ أَخَّرَ الْمَغْرِبَ حَتّٰى يَنْزِلَ لِلْعِشَاءِ ثُمَّ يَجْمَعُ بَيْنَهُمَا. (رواہ ابوداؤد و الترمذی)

پہلے کوچ کرتے مغرب کو مؤخر کرتے یہاں تک کہ عشا کیلئے اترتے پھر دونوں نمازوں کو جمع کرتے۔روایت کیا اس کو ابوداؤد اور ترمذی نے۔

تشریح: حاصل حدیث:۔ اس حدیث سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ ارتحال سے پہلے زوال شمس ہو جاتا پھر ظہر و عصر کو جمع کرتے تھے یعنی عصر کو ظہر کے وقت میں پڑھتے تھے۔ اگر زوال شمس سے پہلے سفر شروع ہو جاتا تو پھر عصر کے وقت میں ظہر کو پڑھتے۔ پہلی صورت میں جمع تقدیمی ہے اور دوسری صورت میں جمع تاخیری ہے۔ اسی طرح اگر ارتحال سورج کے غروب ہونے سے پہلے نہ ہوتا تو عشاء کو مغرب کے وقت میں جمع کرتے اور جب ارتحال ہو جاتا تو عشاء کے وقت میں مغرب کو ادا کرتے تو الغرض اس حدیث سے جمع حقیقی وقتی تقدیمی بھی اور جمع حقیقی وقتی تاخیری بھی دونوں معلوم ہوتے ہیں۔ اوّل کا تو قائل کوئی نہیں ہے اور ثانی کے احناف قائل نہیں ہیں۔ احناف کی طرف سے اس کا جواب: راوی کا مقصد جمع بین الصلوتین کی کیفیت کو نہیں بتلانا بلکہ جمع بین الصلوتین اور ارتحال کے درمیان ترتیب کو بتلانا ہے۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارادہ زوال کے بعد سفر کو جاری رکھنے کا ہوتا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سفر شروع نہ کرتے تھے ٹھہرے رہتے تھے ٹھہرے رہتے یہاں تک کہ جب ظہر کا اخیر وقت ہوتا تو پھر جمع صوری کرتے۔ اسی طرح اگر غروب شمس کے بعد سفر جاری رکھنے اور سفر شروع کرنے کا ارادہ ہوتا تو ٹھہرے رہتے کہ جب مغرب کا اخیری وقت ہوتا تو جمع صوری کرتے یہاں ارتحال اور جمع بین الصلوتین کے درمیان ترتیب کو بتلایا ہے۔ راوی یہی بتلانا چاہتا ہے پہلی صورت میں جمع صوری پہلے ہوتی اور ارتحال بعد میں ہوتا اور دوسری صورت میں ارتحال پہلے ہوتا اور جمع صوری بعد میں ہوتی تو حتی ینزل العصر یہ کنایہ ہے جمع صوری پر قادر ہونے سے۔

وَعَنْ أَنَسٍ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا سَافَرَ وَأَرَادَ أَنْ يَتَطَوَّعَ اسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس وقت سفر کرتے اور نفل پڑھنا چاہتے

بِنَاقَتِهِ فَكَبَّرَ ثُمَّ صَلّٰى حَيْثُ وَجَّهَهُ رِكَابُهُ. (رواہ ابوداؤد)

اپنی اونٹنی کا منہ قبلہ کی طرف کرتے پھر نماز پڑھتے جس طرف اس کا منہ ہوتا۔ روایت کیا اس کو ابوداؤد نے۔

تشریح: امام شافعیؒ کے نزدیک مذکورہ شکل میں قبلہ کی طرف منہ کرنا شرط ہے مگر حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ کے نزدیک فرض نماز میں تو شرط ہے مگر نفل نماز میں شرط نہیں ہے یعنی جو عذر پہلے ذکر کئے جا چکے ہیں ان کی وجہ سے اگر سواری پر فرض نماز پڑھی جائے تو قبلہ رو ہو کر تکبیر تحریمہ کہنی ضروری ہے۔

وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ بَعَثَنِیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ حَاجَۃٍ فَجِئْتُ وَھُوَ یُصَلِّیْ عَلٰی رَاحِلَتِہٖ
حضرت جابرؓ سے روایت ہے مجھ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کام کیلئے بھیجا میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی
نَحْوَ الْمَشْرِقِ وَ یَجْعَلُ السُّجُوْدَ اَخْفَضَ مِنَ الرُّکُوْعِ. (رواہ ابوداؤد)
سواری پر نماز پڑھ رہے تھے اس کا منہ مشرق کی طرف تھا۔ سجدہ رکوع سے پست تر کرتے۔ روایت کیا اس کو ابوداؤد نے۔

تشریح: حاصل حدیث:۔ حدیث کے آخری جملے کا مطلب یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم رکوع و سجدہ دونوں اشارہ سے کرتے تھے چنانچہ سجدہ کیلئے تو زیادہ اور رکوع کیلئے جھکتے تھے۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ

عَنِ ابْنِ عُمَرَؓ قَالَ صَلّٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِمِنٰی رَکْعَتَیْنِ وَاَبُوْ بَکْرٍ بَعْدَہٗ وَعُمَرُ
حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منیٰ میں دو رکعتیں پڑھیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے
بَعْدَ اَبِیْ بَکْرٍ وَعُثْمَانُ صَدْرًا مِّنْ خِلَافَتِہٖ ثُمَّ اِنَّ عُثْمَانَ صَلّٰی بَعْدُ اَرْبَعًا فَکَانَ ابْنُ عُمَرَ اِذَا صَلّٰی
بعد ابوبکرؓ نے بھی ان کے بعد عمرؓ نے ان کے بعد عثمانؓ نے اپنی خلافت کی ابتدا میں۔ پھر عثمانؓ نے بعد میں چار رکعتیں پڑھیں۔
مَعَ الْاِمَامِ صَلّٰی اَرْبَعًا وَاِذَا صَلَّاھَا وَحْدَہٗ صَلّٰی رَکْعَتَیْنِ. (صحیح البخاری و صحیح مسلم)
ابن عمرؓ جس وقت امام کے ساتھ نماز پڑھتے چار رکعتیں پڑھتے اور جب اکیلے پڑھتے دو رکعتیں پڑھتے۔

تشریح: مطلب یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور اپنے زمانہ خلافت میں حضرت ابوبکر و عمر فاروقؓ جب حج کیلئے سفر کرتے اور منیٰ میں پہنچتے تو وہاں بھی مسافرانہ نماز (یعنی قصر نماز) پڑھتے تھے اسی طرح حضرت عثمان غنیؓ نے بھی اپنی خلافت کے ابتدائی زمانہ میں تو دو ہی رکعت نماز پڑھی ہے مگر بعد میں وہ چار رکعت نماز پڑھنے لگے تھے۔

حضرت عثمانؓ کے اس عمل کے بارے میں کئی سبب نقل کئے جاتے ہیں چنانچہ علماء لکھتے ہیں کہ اس کی وجہ یا تو یہ تھی کہ وہ مکہ میں متاہل تھے اس کی تائید امام احمدؒ کی اس روایت سے ہوتی ہے کہ ”حضرت عثمانؓ نے منیٰ میں چار رکعتیں پڑھیں تو لوگوں نے حیرت کا اظہار کیا۔ انہوں نے فرمایا کہ لوگو! میں مکہ میں متاہل یعنی قبیلہ دار ہوں اور میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ ”جو شخص کسی شہر میں متاہل ہو تو وہ مقیم کی طرح نماز پڑھے“۔ حضرت عثمانؓ کے اس عمل پر لوگوں کو حیرت اس بات کی دلیل ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سفر میں پوری نماز نہیں پڑھتے تھے اور یہ کہ حالت سفر میں قصر لازم ہے ورنہ تو لوگ حیرت کا اظہار کیوں کرتے۔

حضرت عثمانؓ کے اس عمل کی ایک دوسری توجیہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ موسم حج میں بہت زیادہ مسلمان منیٰ میں جمع ہوتے تھے اور ان میں ایسے لوگ بھی ہوتے تھے جو نو مسلم تھے اور دین کے احکام پوری طرح نہیں جانتے تھے اس لئے حضرت عثمانؓ ان کو دکھانے کیلئے چار رکعتیں پڑھتے تھے تاکہ ناواقف مسلمان جان لیں کہ نماز کی چار رکعتیں ہیں اگر قصر کرتے اور دو رکعت پڑھتے تو وہ لوگ یہ جانتے کہ دو ہی رکعتیں فرض ہیں۔

یا پھر یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ آخر میں حضرت عثمانؓ کا عمل حضرت عائشہؓ کی رائے کے مطابق ہو گیا تھا کیونکہ حضرت عائشہؓ کے نزدیک سفر میں قصر اور اتمام دونوں ہی جائز تھے۔

وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ فُرِضَتِ الصَّلٰوةُ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ هَاجَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَفُرِضَتْ
حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہا کہ نماز دو رکعتیں فرض کی گئیں پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کی
اَرْبَعًا وَّتُرِكَتْ صَلٰوةُ السَّفَرِ عَلَى الْفَرِيْضَةِ الْاُوْلٰى قَالَ الزُّهْرِيُّ قُلْتُ لِعُرْوَةَ مَا بَالُ عَائِشَةَ تُتِمُّ
تو چار رکعتیں فرض کی گئیں اور سفر میں پہلی صورت پر چھوڑ دی گئی۔ زہری نے کہا میں نے عروہ کو کہا عائشہ سفر میں پوری نماز کیوں پڑھتی تھی
قَالَ تَاَوَّلَتْ كَمَا تَاَوَّلَ عُثْمَانُ. (صحيح البخاری و صحيح مسلم)
کہا اس نے تاویل کر لی تھی جس طرح عثمانؓ نے تاویل کر لی۔

تشریح: تاولت کما تاول عثمان جس طرح حضرت عثمانؓ نے منیٰ میں قصر کیا ہے تاویل کی وجہ سے اسی طرح حضرت عائشہؓ بھی کوئی تاویل کرتی تھیں۔ یہاں تشبیہ نفس تاول میں دینا مقصود ہے یہ ضروری نہیں کہ دونوں کی تاویل بھی ایک ہی ہو۔

حضرت عثمانؓ کیا تاویل کرتے تھے؟ بعض نے کہا کہ ان کی تاویل کی وجہ یہ تھی کہ انہوں نے مدینہ کے ساتھ ساتھ مکہ میں بھی تاہل اختیار کر لیا تھا۔ اس لئے مکہ میں اتمام کرتے تھے بعض نے کہا ہے کہ حضرت عثمانؓ کے نزدیک قصر حالت سیر کے ساتھ خاص تھا۔ اگر مسافر کہیں ٹھہر جائے خواہ قلیل وقفہ کیلئے ہی ہو اس کیلئے اتمام کے قائل تھے اس لئے اتمام کیا کرتے تھے اس میں اور اقوال بھی ہیں۔

حضرت عائشہؓ کی تاویل یہ بتائی جاتی ہے کہ وہ قصر کی اس وقت قائل تھیں جبکہ سفر میں مشقت زیادہ ہو اگر مشقت نہ ہو تو اتمام کر لیا کرتی تھیں۔

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ فَرَضَ اللّٰهُ الصَّلٰوةَ عَلٰى لِسَانِ نَبِيِّكُمْ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْحَضَرِ
حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان پر شہر میں
اَرْبَعًا وَفِي السَّفَرِ رَكْعَتَيْنِ وَفِي الْخَوْفِ رَكْعَةً. (صحيح مسلم)
نماز چار رکعت فرض کی اور سفر میں دو رکعت اور ڈر کی حالت میں ایک رکعت۔ روایت کیا اس کو مسلم نے۔

تشریح: قوله وفي الخوف ركعة خوف کی ایک رکعت مع الامام ہے۔ یا یہ ہے کہ اول زمانہ میں صلوٰۃ الخوف صرف ایک ہی رکعۃ فرض تھی الجواب الاول اصح وارجح۔ سوال: حدیث عائشہؓ اور حدیث ابن عباسؓ میں تعارض ہے۔ عائشہؓ کی کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ ابتداء دو رکعتیں فرض تھیں پھر حضر میں چار ہو گئیں اور ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ ابتداء حضر میں ہی چار فرض ہوئی تھیں۔ جواب! کوئی تعارض نہیں حضرت عائشہؓ کی کلام ابتدا پر محمول ہے اور ابن عباسؓ کی کلام بقا پر محمول ہے۔ عائشہؓ ما کان کے اعتبار سے اور ابن عباس مایقون کے اعتبار سے فرما رہے ہیں۔ اس حدیث عائشہؓ پر دوسرا سوال یہ ہے کہ اس کا تعارض ہے آیۃ کریمہ "ان تقصروا من الصلوٰۃ" کے ساتھ۔ اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ ابتداء چار رکعت فرض تھیں۔ یہ آیت ۴ھ میں نازل ہوئی۔ بعد از ہجرت ۳ برس تک چار رکعت ہی رہیں پھر ۴ھ میں قصر کا حکم ہوا اور حدیث عائشہؓ سے معلوم ہوتا ہے کہ سفر کی حالت میں چار ہوئی ہی نہیں دو ہی تھیں تو اس کی کیا تطبیق ہے۔ یہ ایک ایسا تعارض ہے جو کہ احناف کے خلاف ہے اور شوافع کے بھی خلاف ہے۔ جواب! عند الاحناف۔ توجیہ نمبر (۱)۔ احناف آیۃ کریمہ میں تاویل کریں گے کہ قصر کی دو قسمیں ہیں (۱)۔ عددی (۲)۔ وصفی آیت کریمہ میں قصر وصفی مراد ہے اور حدیث میں قصر عددی مراد ہے۔ قصر وصفی جیسے صلوٰۃ الخوف میں ہے (فلا تعارض) توجیہ نمبر (۲): اگر مان بھی لیں کہ آیت میں قصر عددی مراد ہے تو پھر جواب یہ ہے کہ یہ مجاز ہے کہ اگر تمہیں سفر میں دشمن کا خوف ہے تو قصر کو برقرار رکھو۔ یہ مطلب نہیں کہ ۴ سے قصر کر کے ۲ پڑھو جیسے یقال ضیق فم البیر (کی قبیل سے ہے) اس کا یہ مطلب نہیں ہوتا کہ پہلے کنویں کا منہ کھلا اور کشادہ کرو پھر تنگ کرو بلکہ مطلب یہ ہوتا ہے کہ ابتداء ہی سے کنویں کا منہ تنگ رکھو۔

وَعَنْهُ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَا سَنَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَاةَ السَّفَرِ رَكْعَتَيْنِ وَهُمَا
ابن عباسؓ سے اور ابن عمرؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سفر کی نماز دو رکعتیں مقرر کیں اور وہ پوری ہیں

تَمَامٌ غَيْرُ قَصْرٍ وَالْوِتْرُ فِي السَّفَرِ سُنَّةٌ. (رواه ابن ماجة)

ناقص نہیں اور وتر سفر میں سنت ہیں روایت کیا اس کو ابن ماجہ نے۔

تشریح: سفر کی حالت میں قصر نماز پڑھنا تو قرآن کریم سے ثابت ہے لہٰذا حدیث کے الفاظ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے اپنے قول وفعل سے واضح کیا ہے۔ وھما تمام غیر قصر (اور وہ ناقص نہیں ہیں پوری ہیں) کا مطلب یہ ہے کہ سفر کی نماز کیلئے مشروع ہی دو رکعتیں ہیں نہ یہ کہ پہلے چار رکعتیں مشروع تھیں پھر بعد میں دو رکعتیں کم کردی گئی ہیں۔

اور وتر سفر میں سنت ہے۔ یعنی سفر میں نماز وتر پڑھنا سنت سے ثابت ہے یا یہ کہ سفر کی حالت میں نماز وتر پڑھنا اسلام کی سنتوں میں سے ایک سنت ہے یہ مفہوم وجوب وتر کے منافی نہیں ہوگا۔ کیونکہ نماز وتر جس طرح حضر میں واجب ہے اسی طرح سفر میں بھی واجب ہے۔

وَعَنْ مَالِكٍ بَلَغَهُ اَنَّ بْنَ عَبَّاسٍ كَانَ يَقْصُرُ الصَّلَاةَ فِي مِثْلِ مَايَكُوْنُ بَيْنَ مَكَّةَ وَالطَّائِفِ وَفِي مِثْلِ مَابَيْنَ مَكَّةَ وَعُسْفَانَ وَفِي مِثْلِ مَابَيْنَ مَكَّةَ وَجَدَّةَ قَالَ مَالِكٌ وَ ذٰلِكَ اَرْبَعَةُ بُرُدٍ. (رواه فی الموطا)

حضرت مالکؒ سے روایت ہے اسکو خبر پہنچی کہ ابن عباسؓ نماز قصر کرتے تھے اس مسافت کے درمیان جو مکہ اور طائف کے درمیان ہے اور مانند اس مسافت کے درمیان ہے جو مکہ اور عسفان کے درمیان جو مکہ اور عسفان کے درمیان ہے اور مسافت جو مانند کہ اور جدہ کے درمیان ہے۔ مالک نے کہا اور یہ مسافت چار برد ہے۔ روایت کیا اس کو موطا میں۔

وَعَنِ الْبَرَاءِ قَالَ صَحِبْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَمَانِيَةَ عَشَرَ سَفَرًا فَمَارَاَيْتُهُ تَرَكَ رَكْعَتَيْنِ اِذَا زَاغَتِ الشَّمْسُ قَبْلَ الظُّهْرِ رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ.

حضرت براءؓ سے روایت ہے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اٹھارہ دن سفر میں رفاقت کی میں نے نہیں دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر سے پہلے جس وقت سورج ڈھل جائے دو رکعتیں پڑھنا چھوڑی ہوں۔ روایت کیا اس کو ابوداؤد اور ترمذی نے اور کہا یہ حدیث غریب ہے۔

وَعَنْ نَافِعٍ قَالَ اِنَّ عَبْدَاللهِ ابْنِ عُمَرَ كَانَ يَرٰى ابْنَهُ عُبَيْدَ اللهِ يَتَنَفَّلُ فِي السَّفَرِ فَلَا يُنْكِرُ عَلَيْهِ. (رواه مالک)

حضرت نافعؒ سے روایت ہے کہا کہ عبداللہ بن عمرؓ اپنے بیٹے عبید اللہ کو سفر میں نفل پڑھتے ہوئے دیکھتے پس اس پر انکار نہ کرتے۔ روایت کیا اس کو مالک نے۔

تشریح: مقدار مساوفت قصر۔ کتنی مسافت کا سفر کرنے سے آدمی شرعاً مسافر بنتا ہے اور اس کیلئے قصر جائز ہوتی ہے اس میں فقہاء کے اقوال بہت مختلف ہیں۔ تقریباً بیس کے قریب اقوال ہیں یہاں صرف ائمہ اربعہ کے مذاہب نقل کرنے پر اکتفاء کیا جائے گا۔ امام مالکؒ امام شافعیؒ اور امام احمدؒ سے مسافت سفر کی مقدار چار برید منقول ہے یہ ایک دن کی مسافت بنتی ہے پھر اس مقدار کی میلوں کے ساتھ تحدید میں ان حضرات کے اقوال مختلف ہیں۔ امام ابوحنیفہؒ کی ظاہری الروایۃ یہ ہے کہ مسافت قصر تین دن کی مسافت ہے۔ درمیانی چال کے ساتھ۔ ایک روایت یہ بھی ہے کہ تین مراحل ہیں۔ دونوں روایتیں قریب قریب ہی ہیں۔ امام ابو یوسفؒ کا قول یہ ہے کہ مسافت قصر دو دن اور تیسرے دن کے اکثر حصے کی مسافت ہے۔ امام صاحب سے بھی ایک روایت اسی طرح ہے۔ تین دن کی مسافت والا قول حضرت عثمانؓ حضرت ابن مسعودؓ سوید بن عنملۃ' حذیفہ بن الیمانؓ وغیرہ بہت سے سلف سے منقول ہے۔

بعض مشائخ حنفیہ نے مقدار سفر کی تحدید فراسخ کے ساتھ بھی کی ہے اس میں بھی کئی قول ہیں ایک یہ کہ مسافت قصر پندرہ فرسخ ہے دوسرا یہ کہ اٹھارہ فرسخ ہے۔ تیسرا یہ کہ اکیس فرسخ ہے فتویٰ بھی مختلف قولوں پر دیا گیا ہے ایک فرسخ تین میل کا ہوتا ہے ایک میل چھ ہزار ذرائع کا ہوتا ہے اور ایک ذرائع چوبیس انگل کا۔ ان مقداروں کا تفصیل حضرت مفتی محمد شفیع صاحب قدس سرہ کے رسالہ اوزان شرعیہ میں دیکھی جاسکتی ہے ہمارے بہت سے مشائخ نے اڑتالیس میل والے قول کو اختیار کیا ہے یہ پندرہ مرسخ والے قول کے قریب ہی ہے۔

حنفیہ کی ظاہر الروایۃ تین دن کی مسافت کی ہے اس کی دلیل یہ ہے کہ سفر کے دوسرے احکام میں شریعت نے تین دن کی مدت کو معیار

بنایا ہے۔ مثلاً ہر مسافر کیلئے تین دن رات تک موزوں پر مسح کرنے کی اجازت ہے اور یہ رخصت تبھی ممکن ہے جبکہ اقل مدت سفر تین دن رات ہو ورنہ یہ رخصت بعض مسافروں کو شامل ہوگی بعض کو نہیں حالانکہ حدیث میں ''المسافر'' محلی باللام ذکر کیا گیا ہے اور اس سے مقصود استغراق جنس ہے۔ معلوم ہوا سفر شرعی اس وقت بنتا ہے جبکہ آدمی کھانا پینا اور آرام جاری رکھ کر تین دن سفر میں گزارے یا اتنی مسافت کرلے۔ اسی طرح ایک حدیث میں ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''لا تسافر المرۃ ثلثۃ ایام الا مع ذی محرم اس سے بھی یہی بات معلوم ہوتی ہے غرضیکہ سفر کے دوسرے احکام میں تین دن ہی کا اعتبار کیا گیا ہے۔

زیر بحث حدیث میں حضرت ابن عباسؓ کا جن مسافتوں میں قصر کرنا آرہا ہے۔ امام مالکؒ نے ان کی تحدید ''اربعۃ برد'' کے ساتھ کی ہے۔ ''برد'' برید کی جمع ہے۔ بری کے مختلف معانی آتے ہیں ا۔ دو فرسخ ۲۔ بارہ میل ۳۔ دو منزلوں کے درمیان جتنی بھی مسافت ہو اسی لئے مولانا ظفر احمد عثمانیؒ نے فرمایا ہے جن روایات میں مسافت قصر کی تحدید ''برید'' کے ساتھ کی گئی ہے ان سے استدلال کسی بھی مسلک پر مناسب نہیں اس لئے کہ اس کے معنی میں ابہام پایا جاتا ہے۔ مالکیہ نے جو اس کی تفسیر کی ہے وہ یہ ہے کہ ہر برید چار فرسخ کا ہوتا ہے اور ہر فرسخ تین میل کا ہوتا ہے۔ تو چار برید سولہ فرسخ یعنی اڑتالیس میل کا ہوا۔

بَابُ الْجُمُعَةِ

جمعہ کا بیان

لفظ ''جمعہ'' جو ہفتہ کے ایک دن کا نام ہے فصیح زبان و لغت کے اعتبار سے جیم اور میم دونوں کے پیش کے ساتھ ہے لیکن جیم کے پیش اور میم کے سکون کے ساتھ بھی مستعمل ہوا ہے۔

اس دن کو جمعہ اس لئے کہا جاتا ہے کہ اسی دن حضرت آدمؑ کی تخلیق جمع اور پوری کی گئی تھی۔ بعض حضرات کہتے ہیں کہ اس دن کو جمعہ کا نام دینے کی وجہ یہ ہے کہ حضرت آدمؑ جب بہشت سے دنیا میں اتارے گئے تو اسی دن زمین پر وہ حضرت حواؑ کے ساتھ جمع ہوئے تھے۔ اس کے علاوہ علماء نے اور بھی وجہ تسمیہ بیان کئے ہیں چنانچہ بعض حضرات کا قول ہے کہ اس دن چونکہ تمام لوگ اللہ تعالیٰ کی عبادت اور نماز کیلئے جمع ہوتے ہیں اس لئے اسے یوم الجمعہ کہا جاتا ہے۔

جمعہ اسلامی نام ہے زمانہ جاہلیت میں اس دن کو عروبہ کہا جاتا تھا۔ لیکن بعض علماء کی تحقیق یہ ہے کہ عروبہ بہت قدیم نام تھا مگر زمانہ جاہلیت ہی میں یہ نام بدل دیا گیا تھا اور اس دن کو جمعہ کہا جانے لگا تھا۔

جمعہ کا روز نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے زمانہ جاہلیت میں بھی ایک امتیازی اور شرف و فضیلت کا دن مانا جاتا تھا مگر اسلام نے اس دن کو اس حقیقی عظمت و فضیلت کے پیش نظر بہت ہی زیادہ باعظمت و با فضیلت دن قرار دیا۔

نماز جمعہ کی فرضیت۔ نماز جمعہ فرض عین ہے۔ قرآن مجید احادیث متواترہ اور اجماع امت سے ثابت ہے اور اسلام کے شعائر اعظم میں سے ہے نماز جمعہ کی فرضیت کا انکار کرنے والا کافر اور اس کو بلا عذر چھوڑنے والا فاسق ہے۔ نماز جمعہ کے بارے میں ارشاد ربانی ہے۔

یایھا الذین امنوا اذا نودی للصلوۃ الخ ''اے ایمان والو! جب نماز جمعہ کیلئے اذان کہی جائے تو تم لوگ اللہ تعالیٰ کے ذکر کی طرف دوڑو اور خرید و فروخت چھوڑ دو یہ تمہارے لئے بہتر ہے اگر تم جانو''۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ کے ''ذکر'' سے مراد نماز جمعہ اور اس کا خطبہ ہے۔ ''دوڑنے'' سے مراد اس نماز کیلئے نہایت اہتمام کے ساتھ جانا۔ نماز جمعہ کی فرضیت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مکہ ہی میں معلوم ہوگئی تھی مگر غلبہ کفر کے سبب اس کے ادا کرنے کا موقع نہیں ملتا تھا۔ ہجرت کے بعد مدینہ منورہ تشریف لاتے ہی آپ نے نماز جمعہ شروع کردی۔

مدینہ منورہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے تشریف لانے سے پہلے حضرت اسعد ابن زرارہؓ نے اپنے اجتہاد صائب اور کشف صادق سے جمعہ کی نماز شروع کر دی تھی۔(علم الفقہ)

ارشاد گرامی ''فاختلفوا فیہ'' کی وضاحت وتشریح میں شارحین حدیث کا اختلاف ہے کہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے یہود ونصاریٰ پر جمعہ کے روز کو فرض کرنے سے کیا مراد ہے؟ اور یہ کہ اہل کتاب نے اس میں کیا اختلاف کیا؟

چنانچہ بعض علماء نے کہا ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جس طرح مسلمانوں پر جمعہ کی نماز فرض کی ہے بعینہ اسی طرح اہل کتاب پر بھی جمعہ کے روز عبادت کرنا فرض قرار دیا تھا اور انہیں یہ حکم دیا تھا کہ وہ اسی روز عبادت خداوندی کیلئے آپس میں جمع ہوا کریں جیسا کہ حدیث کے الفاظ سے مفہوم ہوتا ہے مگر انہوں نے اپنی عادت کے مطابق اسی معاملہ میں بھی خدا کے حکم سے اعراض کیا اور اپنی سرکشی کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا جمعہ کو فرض کرنے سے مراد یہ ہے کہ ان کو اللہ تعالیٰ نے اپنے علم میں تمہارے لئے ایک ایسا دن فرض قرار دیا ہے جس میں تم اپنے دنیوی امور سے فارغ ہو کر اور تمام کام کاج چھوڑ کر خدا کی عبادت اور ذکر میں مشغول رہو لہٰذا تم اپنی اجتہاد اور فکری قوت سے کام لیتے ہوئے اس دن کو متعین کرلو کہ وہ کون سا دن ہے؟ گویا اس طرح اللہ تعالیٰ کی جانب سے یہ اہل کتاب کے اجتہاد وفکر کا امتحان تھا کہ آیا یہ حق اور صحیح بات دریافت کر لینے اور اس پر مطلع ہو جانے کی صلاحیت رکھتے ہیں یا نہیں؟ چنانچہ یہود نے تو سنیچر کے دن کو متعین کیا اور کہا کہ یہی دن عبادت خداوندی میں اجتماعیت کے ساتھ مشغول ہونے کا دن ہے اور اسی دن کی سب سے زیادہ فضیلت ہے کیونکہ اسی دن اللہ تعالیٰ تمام مخلوقات کے پیدا کرنے سے فارغ ہوا تھا۔ لہٰذا ہمیں بھی چاہئے کہ ہم اس دنیا کے کاروبار سے فراغت حاصل کر کے عبادت میں مشغول رہیں۔

نصاریٰ نے اتوار کا دن مقرر کیا انہوں نے اس دن کو بایں طور پر تمام دنوں سے زیادہ افضل وبابرکت جانا کہ یہی دن ابتدائے آفرینش کا ہے۔ انہوں نے سوچا کہ مبداء کمالات وانعامات ہے کہ جس میں اللہ تعالیٰ جل شانہ مخلوق پر اپنے فیض اور اپنی نعمتوں کے ساتھ متوجہ ہوا۔ لہٰذا اس مقصد کیلئے کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت وپرستش بہت زیادہ کی جائے اور بندے دنیا کی مصروفیتوں سے منہ موڑ کر اپنے پیدا کرنے والے اور اپنے پالنہار کی بندگی میں مصروف رہیں یہی دن سب سے زیادہ مناسب اور بہتر ہو سکتا ہے۔

لیکن یہود ونصاریٰ دونوں اپنے اجتہاد اور اپنی رائے میں ناکام رہے ان کی طبیعت اور ان کے مزاج میں چونکہ تمرد وسرکشی کا مادہ زیادہ تھا۔ سعادت وبھلائی کے نور سے ان کے قلوب پوری طرح مستفید نہ تھے اس لئے وہ اصل مقصد اور اصل دن جو خدا کے علم میں تھا اس کو تو پہچان نہ سکے بلکہ اپنی اپنی دلیلوں کا سہارا لے کر دوسرے دنوں کو اختیار کر بیٹھے۔

برخلاف اس کے اللہ تعالیٰ نے امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہدایت سے نوازا اور اپنے فضل وکرم سے اصل دن یعنی جمعہ کی معرفت عطا فرمائی چنانچہ جب اللہ جل شانہ نے اس آیت ''یا ایھا الذین امنوا اذا نودی للصلوۃ من یوم الجمعۃ فاسعوا الی ذکر اللہ'' کے ذریعے مسلمانوں کو حکم دیا کہ جمعہ کو خدا کی عبادت کی جائے تو اس کے ساتھ انہیں اس حکم کی بجا آوری کی توفیق بھی عطا فرمائی اور اس امت کو اس مرحلے میں بھی تمرد وسرکشی اور خود ساختہ دلیلوں کے ذریعے گمراہ نہیں کیا چنانچہ مسلمانوں نے خدا کے اس حکم کے آگے گردن اطاعت جھکا دی اور ایک سچی فرمانبردار امت ہونے کے ناطے جمعہ ہی کے دن کو خدا کی عبادت وبندگی کیلئے اختیار کر لیا۔

''لوگ ہمارے تابع ہیں'' کا مطلب یہ ہے کہ جمعہ کا روز چونکہ حضرت آدمؑ کی تخلیق کا دن ہونے کی وجہ سے نسل انسانی کیلئے مبداء اور انسانی زندگی کا سب سے پہلا دن ہے اس لئے اس دن عبادت کرنے والے عبادت کے اعتبار سے متبوع اور اس کے بعد کے دو دن یعنی سنیچر واتوار کو عبادت کرنے والے تابع ہوئے۔

اسی بنا پر یہ حدیث اس بات کی دلالت کرتی ہے کہ شرعاً اور اصولاً جمعہ کا دن ہی ہفتہ کا پہلا دن ہے۔ لیکن تعجب ہے کہ عرف عام اس کے برخلاف ہے۔

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ نَحْنُ الْاٰخِرُوْنَ السَّابِقُوْنَ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ بَیْدَ
حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہم پیچھے آنے والے ہیں اور قیامت کے دن
اَنَّهُمْ اُوْتُوا الْکِتٰبَ مِنْ قَبْلِنَا وَاُوْتِیْنٰهُ مِنْ بَعْدِهِمْ ثُمَّ هٰذَا یَوْمُهُمُ الَّذِیْ فُرِضَ عَلَیْهِمْ یَعْنِیْ یَوْمَ الْجُمُعَةِ
پہلے ہونے والے ہیں سوا اس کے کہ وہ کتاب ہم سے پہلے دیئے گئے ہیں اور ہم ان کے بعد دیئے گئے ہیں پھر یہ وہ دن ہے جوان پر فرض کیا گیا ہے۔ یعنی جمعہ کا
فَاخْتَلَفُوْا فِیْهِ فَهَدَانَا اللّٰهُ لَهٗ وَالنَّاسُ لَنَا فِیْهِ تَبَعٌ اَلْیَهُوْدُ غَدًا وَّالنَّصَارٰی بَعْدَ غَدٍ مُّتَّفَقٌ عَلَیْهِ وَفِیْ رِوَایَةٍ
دن انہوں نے اختلاف کیا اللہ تعالیٰ نے ہم کو اس کی ہدایت دی اور لوگ اس میں ہمارے تابع ہیں۔ یہود نے اختیار کیا کل کو اور نصاریٰ نے کل کے بعد کو۔ مسلم
لِّمُسْلِمٍ قَالَ نَحْنُ الْاٰخِرُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ وَنَحْنُ اَوَّلُ مَنْ یَّدْخُلُ الْجَنَّةَ بَیْدَ اَنَّهُمْ وَذَکَرَ نَحْوَهٗ
کی ایک روایت میں ہے کہا ہم پیچھے آنے والے ہیں اور قیامت کے دن پہلے ہوں گے اور ہم سب سے پہلے جنت میں جائیں گے سوائے اس کے نہیں کہ وہ اور
اِلٰی اٰخِرِهٖ وَفِیْ اُخْرٰی لَهٗ عَنْهُ وَعَنْ حُذَیْفَةَ قَالَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِیْ اٰخِرِ
ذکر کیا اس کی مانند آخر تک اور مسلم کی ایک دوسری روایت میں اسی ابوہریرہؓ سے اور حذیفہؓ سے ہے کہا ان دونوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث کے
الْحَدِیْثِ نَحْنُ الْاٰخِرُوْنَ مِنْ اَهْلِ الدُّنْیَا وَالْاَوَّلُوْنَ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ الْمُقْضٰی لَهُمْ قَبْلَ الْخَلَائِقِ.
آخر میں فرمایا ہم پیچھے آنے والے ہیں اہل دنیا میں سے پہلے ہونے والے ہیں اور قیامت کے دن سب مخلوق سے پہلے ان کا فیصلہ کیا جائے گا۔

تشریح: جمعہ کے روز قبولیت دعا کی ساعت منقول ہے اور اس کی حقیقت میں کسی کو کوئی شبہ نہیں ہے لیکن علماء کے یہاں اس بات میں اختلاف ہے کہ وہ ساعت کون سی ہے؟ یعنی وہ کون سا وقت ہے جس میں ساعت قبولیت آتی ہے؟ چنانچہ بعض علماء کی تحقیق تو یہ ہے کہ شب قدر کی ساعت قبولیت اور اسم اعظم کی طرح جمعہ کے روز کی ساعت قبولیت بھی مبہم یعنی غیر معلوم ہے۔ بعض حضرات کی رائے یہ ہے کہ وہ ساعت ہر جمعہ کو بدلتی رہتی ہے کسی جمعہ کو تو دن کے ابتدائی حصے میں آتی ہے اور کسی جمعہ کو درمیانی حصے میں اور اسی طرح کسی جمعے کو دن کے آخری حصے میں آتی ہے لیکن اکثر علماء کا کہنا یہ ہے کہ وہ ساعت متعین اور معلوم ہے لیکن اس میں بھی اختلاف ہے کہ اگر وہ ساعت متعین اور معلوم ہے تو کون سی ساعت ہے اور وہ کونسا وقت ہے جس میں یہ عظیم و مقدس ساعت پوشیدہ ہے۔ اس بارے میں چند اقوال منقول ہیں۔

(۱) جمعہ کے روز فجر کی نماز کیلئے مؤذن کے اذان دینے کا وقت۔ (۲) فجر کے طلوع ہونے سے آفتاب کے طلوع ہونے تک کا وقت۔

(۳) عصر سے آفتاب غروب ہونے تک کا وقت۔ (۴) خطبہ کے بعد امام کے منبر سے اترنے سے تکبیر تحریمہ کہے جانے تک کا وقت۔

(۵) آفتاب نکلنے کے فوراً بعد کی ساعت۔ (۶) طلوع آفتاب کا وقت۔

(۷) ایک پہر باقی دن کی آخری ساعت۔ (۸) زوال شروع ہونے سے آدھا سایہ ہو جانے تک کا وقت۔

(۹) عین زوال کا وقت۔ (۱۰) جمعہ کی نماز کیلئے مؤذن جب اذان کہے وہ وقت۔

(۱۱) زوال شروع ہونے سے نماز جمعہ میں شامل ہونے کا وقت۔ (۱۲) خطبہ کیلئے امام کے منبر پر چڑھنے سے نماز جمعہ شروع ہونے تک کا وقت۔

(۱۳) خطبہ کیلئے امام کے منبر پر چڑھنے اور ادائیگی نماز کے درمیان کا وقت۔ (۱۴) اذان سے ادائیگی نماز کے درمیان کا وقت۔

(۱۵) امام کے منبر پر بیٹھنے سے نماز پوری ہو جانے کا وقت۔ (۱۶) امام کے خطبہ شروع کرنے اور خطبہ ختم کرنے تک کا وقت۔

(۱۷) دونوں خطبوں کے درمیان امام کے بیٹھنے کا وقت۔ (۱۸) عصر کی نماز سے غروب آفتاب تک کا وقت۔

(۱۹) نماز عصر کے درمیان کا وقت۔ (۲۰) مطلقاً نماز عصر کے بعد کا وقت۔

(۲۱) اور وہ وقت جب کہ آفتاب ڈوبنے لگے۔ مزید تفصیل کیلئے مظاہر حق کا مطالعہ کریں۔

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ خَیْرُ یَوْمٍ طَلَعَتْ عَلَیْهِ الشَّمْسُ یَوْمُ الْجُمُعَةِ

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بہترین دن جس میں سورج نکلا جمعہ کا دن ہے اس میں آدم پیدا

فِیْهِ خُلِقَ اٰدَمُ وَفِیْهِ اُدْخِلَ الْجَنَّةَ وَفِیْهِ اُخْرِجَ مِنْهَا وَلَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ اِلَّا فِیْ یَوْمِ الْجُمُعَةِ. (مسلم)

ہوئے اس دن جنت میں داخل کئے گئے اور اسی دن جنت سے نکالے گئے اور قیامت قائم نہیں ہوگی مگر جمعہ کے دن۔ روایت کیا اس کو مسلم نے۔

تشریح: حاصل حدیث کا یہ ہے کہ جمعہ کا دن بہت بہترین دن ہے اور عظمت کا دن ہے۔ اس میں آدم کی پیدائش وتخلیق ہوئی اور اسی دن جنت میں داخلہ ہوا اور اسی دن نکالے گئے اور اسی دن میں قیامت بھی آئے گی۔ سوال: جنت سے نکالا جانا یہ تو نعمت نہیں ہے یہ کیسے نعمت ہے؟

جواب-۱: یہ نکالنا خلافت ارضی کا سبب بنا اور لامحدود خیرات وحسنات کا سبب بنا۔ اس اعتبار سے نعمت ہے۔

جواب-۲: اگر آدمؑ کا خروج نہ ہوتا تو انبیاء کا سلسلہ کیسے چلتا۔ خلافت ارضی کا ترتب کیسے ہوتا۔ اولیاء اللہ، صلحاء اور یہ ساری نعمتیں کیسے ہوتیں یہ نعمت کا مصداق ہیں تو یہ ساری نعمتیں آدمؑ کے خروج سے ہمیں ملی ہیں تو نعمت کا مقدمہ بھی نعمت ہے لہٰذا آدمؑ کا خروج بھی بہت بڑی نعمت ہے۔

سوال: قیامت بھی اسی دن میں قائم ہوئی پھر جمعہ کا دن نعمت کیسے ہے اور قیام قیامت اس دن میں کیف النعمۃ ہے۔

جواب-۱: لقاء خداوندی کی نعمت قیام قیامت کے بعد ہی ہوگی اس لئے یہ قیامت کا قائم ہونا مسلمانوں کے حق میں نعمت ہے اور اس دن میں بہت بڑا انعام حاصل ہوگا۔ (دیدار خداوندی) اسی لئے یہ دن بھی عظیم ہوا۔

جواب-۲: یہ ہے کہ جمعہ کے دن جن امور عظیمہ کا وقوع ہوا ہے ان امور میں سے بعض امور کا نعمت ہونے کی حیثیت سے ہے۔ ان امور کا ذکر نعمت ہونے کے اعتبار سے نہیں بلکہ اس حیثیت سے ان امور کا ذکر ہے کہ ان امور کا وقوع جمعہ کے دن میں ہوا ہے۔ باقی اس میں اختلاف ہے کہ افضل عرفہ کا دن ہے یا جمعہ کا؟ جمہور کا قول یہ ہے کہ افضل عرفہ کا دن ہے۔ بعض کہتے ہیں جمعہ کا دن ہے۔ تطبیق: ایام السنۃ کے اعتبار سے افضل عرفہ کا دن ہے اور ایام الاسبوع (الاسبوع) کے اعتبار سے افضل جمعہ کا دن ہے۔

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ فِی الْجُمُعَةِ لَسَاعَةً لَّا یُوَافِقُهَا عَبْدٌ مُّسْلِمٌ یَّسْاَلُ اللّٰهَ

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تحقیق جمعہ میں ایک ایسی گھڑی ہے کوئی مسلمان بندہ اس کو نہیں پاتا کہ اللہ

فِیْهَا خَیْرًا اِلَّا اَعْطَاهُ اِیَّاهُ مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ وَزَادَ مُسْلِمٌ قَالَ وَهِیَ سَاعَةٌ خَفِیْفَةٌ وَّفِیْ رِوَایَةٍ لَّهُمَا قَالَ اِنَّ فِی

سے اس میں بھلائی کا سوال کرے مگر اللہ تعالیٰ اس کو وہ دے دیتا ہے۔ اور مسلم نے زیادہ کیا وہ گھڑی بہت کم ہے۔ ان دونوں کی ایک روایت میں ہے

الْجُمُعَةِ لَسَاعَةً لَّا یُوَافِقُهَا مُسْلِمٌ قَائِمٌ یُّصَلِّیْ یَسْاَلُ اللّٰهَ خَیْرًا اِلَّا اَعْطَاهُ اِیَّاهُ. (صحیح البخاری و صحیح مسلم)

کہ جمعہ کے دن میں ایک گھڑی ہے کوئی مسلمان اس کو نہیں پاتا کھڑا نماز پڑھ رہا ہو اللہ سے بھلائی کا سوال کرتا ہو مگر اللہ تعالیٰ وہ اس کو دے دیتا ہے۔

تشریح: حاصل حدیث:۔ جمعہ کے دن کی فضیلت ایک یہ بھی ہے کہ اس میں ایک گھڑی ساعۃ اجابت ہے۔ اب ساعۃ اجابت کون سی ہے اس میں مختلف روایات ہیں۔ جو اگلی روایت میں آئیں گی۔

عَنْ اَبِیْ بُرْدَةَ بْنِ اَبِیْ مُوْسٰیؓ قَالَ سَمِعْتُ اَبِیْ یَقُوْلُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ

حضرت ابو بردہ بن ابی موسیٰؓ سے روایت ہے کہا میں نے اپنے باپ سے سنا کہتے تھے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا

یَقُوْلُ فِیْ شَانِ سَاعَةِ الْجُمُعَةِ مَا بَیْنَ اَنْ یَّجْلِسَ الْاِمَامُ اِلٰی اَنْ تُقْضَی الصَّلٰوةُ. (مسلم)

فرماتے تھے جمعہ کی گھڑی کے متعلق وہ ہے درمیان اس کے کہ امام بیٹھے یہاں تک کہ نماز پڑھی جائے۔ روایت کیا اس کو مسلم نے

تشریح: وعن ابی بردۃ الخ دیکھ لیا۔ جمعہ کے دن ساعۃ اجابت کی تعیین کے بارے میں ایک حدیث آ گئی۔ وہ ساعۃ اجابت یہ ہے۔امام کے دو خطبوں کے درمیان وقفہ کی ساعۃ ہے۔ جلوس علی المنبر کے وقت سے لے کر انقطاع صلوٰۃ تک اس میں ساعۃ اجابت ہے۔ سوال: اس وقت میں خطبہ سنے گا یا دُعا کرے گا۔ جواب: دعا دو قسم پر ہے۔ا۔دعائے لفظی ۲۔دعائے نفسی۔ اس وقت میں دعائے لفظی نہ کرے دعا نفسی کرے یعنی دل میں قلباً اللہ پاک سے مانگ لے جو مانگنا ہے۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ خَرَجْتُ اِلَی الطُّوْرِ فَلَقِیْتُ کَعْبَ الْاَحْبَارِ فَجَلَسْتُ مَعَهٗ فَحَدَّثَنِیْ عَنِ التَّوْرَاةِ وَحَدَّثْتُهٗ

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے میں طور کی طرف نکلا وہاں میں کعب احبار سے ملا میں اس کے پاس بیٹھا اس نے مجھ کو تورات سے بیان کیا اور میں نے نبی

عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَکَانَ فِیْمَا حَدَّثْتُهٗ اَنْ قُلْتُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ

صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث بیان کیں۔ ان احادیث میں سے جو میں نے اس کو بیان کیں ایک یہ بھی تھی کہ میں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بہترین

خَیْرُ یَوْمٍ طَلَعَتْ عَلَیْهِ الشَّمْسُ یَوْمُ الْجُمُعَةِ فِیْهِ خُلِقَ آدَمُ وَفیه احبط وفیه تیب علیه وفیه مات وفیه تقوم

وہ دن جس میں سورج چڑھا جمعہ کا دن ہے۔ اس میں آدم پیدا کئے گئے اور اس میں اتارے گئے اور اس دن انکی توبہ قبول کی گئی اس دن فوت ہوئے اور اسی دن

الساعة ومامن دابة الا وهی مصیخة یوم الجمعة من حین تصبح حتی تطلع الشمس شفقا من

قیامت قائم ہوگی اور کوئی جانور نہیں مگر جمعہ کے دن کان لگائے ہوئے ہے اس وقت سے کہ صبح کرتا ہے یہاں تک کہ سورج طلوع ہو قیامت سے ڈرتے ہوئے مگر

الساعة الا الجن والانس وفیه ساعة لا یصادفها عبد مسلم وهو یصلی یسال الله شیا الا اعطاه ایاه قال

جن اور آدمی اور اس میں ایک گھڑی ہے اس کو کوئی مسلمان بندہ نہیں پاتا کہ وہ کھڑا نماز پڑھ رہا ہو اللہ سے کسی چیز کا سوال کرتا ہو مگر اللہ تعالیٰ اسے دے دیتا

کعب ذلک فی کل سنة یوم فقلت بل فی کل جمعة فقرا کعب التوراة فقال صدق رسول الله علیه وسلم

ہے۔ کعبؓ نے کہا یہ ہر سال میں ہے میں نے کہا بلکہ یہ ساعت ہر ہفتے میں ہے پھر کعبؓ نے تورات پڑھی اور کہنے لگا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سچ فرمایا کہا ابو

قال ابو هر یرة لقیت عبدالله بن سلام فحدثته بمجلسی مع کعب الاحبارو ما حدثته فی یوم الجمعة فقلت له

ہریرہؓ نے میں اس کے بعد عبداللہ بن سلامؓ کو ملا میں نے اس کو کعب احبارؓ کے ساتھ اپنی مجلس کا ذکر کیا اور میں نے جمعہ کے متعلق جو حدیث بیان کی کہا میں نے کعب

قال کعب ذلک فی کل سنة یوم قال عبدالله بن سلام کذب کعب فقلت له ثم قرا کعب التوراة

کو کہا۔ کعب نے کہا کہ ایسا ہر سال میں ایک دن ہے۔ عبداللہ بن سلام نے کہا کعب نے جھوٹ بولا میں نے اسے کہا پھر کعب نے تورات پڑھی اور کہا بلکہ وہ گھڑی ہر

فقال بل هی فی کل جمعة فقال عبدالله بن سلام صدق کعب ثم قال عبدالله بن سلام قد علمت

ہفتے میں ہے۔ عبداللہ بن سلام نے کہا کعب نے سچ کہا پھر عبداللہ بن سلام نے کہا مجھے معلوم ہے وہ کون سی گھڑی ہے۔ ابو ہریرہؓ نے کہا میں نے اس کو کہا مجھ کو خبر دو وہ

ایة ساعة هی قال ابوهریرة فقلت اخبرنی بها ولا تضن علی فقال عبدالله بن سلام . هی اخر ساعة فی یوم

کون سی گھڑی ہے اور مجھ پر بخل نہ کریں عبداللہ بن سلامؓ نے کہا وہ جمعہ کے دن کی آخری گھڑی ہے۔ ابو ہریرہؓ نے کہا میں نے کہا وہ جمعہ کے دن کی آخری گھڑی کیسے

الجمعة قال ابو هر یرة فقلت و کیف تکون اخرساعة فی یوم الجمعة وقد قال رسول الله صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لا یصادفها

ہو سکتی ہے جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اس کو کوئی مسلمان بندہ نہیں پاتا اور وہ نماز پڑھ رہا ہوتا ہے۔ عبداللہ بن سلام نے کہا کیا رسول اللہ صلی اللہ

عبد مسلم وھو یصلی فیھا فقال عبداللہ بن سلام الم یقل رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَن جلس مجلسا ینتظر

علیہ وسلم نے نہیں فرمایا جوشخص بیٹھے کسی جگہ بیٹھنا نماز کا انتظار کر رہا ہو وہ نماز میں ہی ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ نماز پڑھے ابو ہریرہؓ نے کہا میں نے کہا کیوں نہیں کہا

الصلوٰۃ فھو فی صلاۃ حتی یصلی قال ابو ھر یرۃ فقلت بلی قال فھو ذالک (رواہ موطا امام مالک و ابوداؤد و الترمذی والنسائی وروی احمد بن حنبل الی قولہ صدق کعب)

پس اس سے مراد یہی ہے۔ روایت کیا اس کو مالک نے اور ابو داؤدؒ ترمذی اور نسائی نے اور احمد نے روایت کیا ہے اس کے قول صدق کعب تک۔

تشریح: حاصل حدیث:۔ یہاں حضرت ابو ہریرہؓ اپنا قصہ بیان فرما رہے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ میں اپنے کسی مقصد کے لئے جبل طور پر گیا تو راستے میں کعب الاحبار سے میری ملاقات ہوگئی۔ میں ان کے ساتھ بیٹھ گیا۔ وہ مجھے تورات سناتے رہے اور میں ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث سناتا رہا۔ منجملہ ان احادیث میں سے ایک حدیث میں نے فضیلت جمعہ کے بارے میں سنائی۔ فرمایا جمعہ کے دن میں ایک ساعۃ ساعۃ اجابت ہے۔ حضرت کعب الاحبار نے کہا وہ سال میں ایک جمعہ ہے جس میں وہ ساعۃ اجابت ہوتی ہے۔ میں نے عرض کیا نہیں بلکہ ہر جمعہ میں ساعۃ اجابت ہوتی ہے۔ الغرض انہوں نے توراۃ پڑھی اس کے بعد فرمایا صدق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں پھر میری ملاقات عبداللہ بن سلام سے ہوئی۔ میں نے ان کو یہ واقعہ سنایا۔ جب میں اس بات پر پہنچا کہ جمعہ کے دن میں ایک ساعۃ ساعت اجابت ہے تو کعب نے انکار کیا اور کہا کہ ہر جمعہ میں ساعۃ اجابت نہیں ہے بلکہ پورے سال میں ایک جمعہ ہے جس میں ساعۃ اجابت ہے تو فوراً عبداللہ بن سلام نے کہا ان سے غلطی ہوئی ہے اور کعب نے جھوٹ بولا ہے پھر میں نے اگلی بات سنائی کہ انہوں نے توراۃ میں دیکھا پھر کعب نے تصدیق کردی کہ ہر جمعہ میں ساعۃ اجابت ہے تو اس پر عبداللہ نے کہا کہ کعب نے سچ کہا ہے اور عبداللہ بن سلام نے کہا کہ مجھے معلوم ہے کہ وہ کونسی ساعۃ اجابت ہے۔ تو ابن عباسؓ نے ان کو بتایا کہ وہ عصر کے بعد کی ساعۃ ہے۔ اس پر ابو ہریرہؓ نے اشکال کر دیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تو فرمایا ہے کہ وہ ساعۃ ایسی ہو گی جس میں بندہ نماز پڑھ رہا ہوگا اور بعد العصر تو نماز کا وقت نہیں ہے تو بعد العصر ساعۃ اجابت کیسے ہوسکتی ہے۔ تو اس پر عبداللہ بن سلام نے کہا کہ کیا تم نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان نہیں سنا کہ جوشخص نماز کی انتظار میں بیٹھا رہے وہ نماز میں ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ نماز پڑھ لے۔ یعنی منتظر صلوٰۃ بھی حکماً نماز میں ہے۔ تو اس کے جواب میں ابو ہریرہؓ نے جواب دیا کیوں نہیں ایسے ہی ہے تو ساعۃ اجابۃ کے تعیین کے متعلق یہ دوسری روایت ہے۔ شوافع کے نزدیک پہلی حدیث زیادہ راجح ہے اور احناف کے نزدیک دوسری روایت ہی زیادہ راجح ہے۔ ساعۃ اجابۃ کی تعیین کے متعلق علماء کے تقریباً ۴۵ اقوال ذکر کئے گئے ہیں۔ ان میں سے گیارہ مشہور ہیں جن میں سے بعض کا ذکر ہو چکا پھر ان میں سے یہ دو مشہور ہیں۔ بعض حضرات نے تطبیق کی صورت نکالی کہ ساعۃ اجابت مختلف جمعوں میں مختلف وقتوں کے اعتبار سے ہوتی ہے یعنی یہ بدلتی رہتی ہے۔ باقی رہی یہ بات کہ ابو ہریرۃ جبل طور پر کس کام کیلئے گئے۔ جواب: نماز پڑھنے کے لئے گئے تھے۔ اس ساعۃ کو مبہم رکھنے میں وہی حکمت ہے جو شب قدر کے مبہم رکھنے میں ہے۔

وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِلْتَمِسُوْ السَّاعَۃَ الَّتِیْ تُرْجٰی فِیْ یَوْمِ الْجُمُعَۃِ

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس گھڑی کو جس کی جمعہ کے دن قبولیت کی

بَعْدَ الْعَصْرِ اِلٰی غَیْبُوْبَۃِ الشَّمْسِ ۔ (رواہ الترمذی)

امید ہے عصر سے لیکر سورج غروب ہونے تک تلاش کرو۔ روایت کیا اس کو ترمذی نے۔

تشریح: حاصل حدیث:۔ اس حدیث سے احناف کے قول کی تائید ہوتی ہے۔

وَعَنْ اَوْسِ بْنِ اَوْسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ مِنْ اَفْضَلِ اَیَّامِکُمْ یَوْمَ الْجُمُعَۃِ فِیْہِ

حضرت اوس بن اوسؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہارے دنوں میں سب سے افضل جمعہ کا دن ہے اس میں آدمؑ

خُلِقَ اٰدَمُ وَفِیْهِ قُبِضَ وَفِیْهِ النَّفْخَةُ وَفِیْهِ الصَّعْقَةُ فَاَکْثِرُوْا عَلَیَّ مِنَ الصَّلَاةِ فِیْهِ فَاِنَّ صَلَاتَکُمْ مَعْرُوْضَةٌ

پیدا کئے گئے اس میں قبض کئے گئے اسی میں صور پھونکنا ہوگا اور اسی میں نفحہ ہے اس دن مجھ پر بہت زیادہ درود بھیجو اس لئے کہ تمہارا درود مجھ پر پیش

عَلَیَّ قَالُوْا یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَکَیْفَ تُعْرَضُ صَلَاتُنَا عَلَیْکَ وَقَدْ اَرِمْتَ قَالَ یَقُوْلُوْنَ بَلِیْتَ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ

کیا جاتا ہے انہوں نے کہا اے اللہ کے رسول ہمارا درود آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر کیسے پیش کیا جاتا ہے جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہڈیاں پرانی ہو چکی ہوں گی صحابہؓ ارمت سے مراد بلیت لیتے تھے

حَرَّمَ عَلَی الْاَرْضِ اَجْسَادَ الْاَنْبِیَاءِ. (رواہ ابوداؤد والنسائی وابن ماجة والدارمی والبیھقی فی الدعوات الکبیر)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے زمین پر انبیاءؑ کے جسموں کو کھانا حرام کر دیا ہے۔ روایت کیا اس کو ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ، دارمی نے اور بیہقی نے دعوات الکبیر میں

تشریح: حاصل حدیث:۔ صحابہ کرامؓ کا سوال کرنے کا منشا یہ تھا کہ موت کے بعد اجسام فنا ہو جاتے ہیں تو پھر عرض صلوٰۃ کیسے ہو گا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اجسادِ انبیاء فنا ہونے سے مبرا و منزہ ہیں۔ بعنوان آخر صحابہؓ کے سوال کرنے کا منشا یہ تھا کہ موت کا طاری ہونا یہ عرض صلوٰۃ سے مانع ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جواب کا حاصل یہ ہے کہ انبیاءؑ اپنی قبور میں زندہ ہوتے ہیں۔ ان کے لئے موت عرض صلوٰۃ سے مانع نہیں ہے۔ یہ حدیث حیات انبیاءؑ فی القبور پر واضح دلیل ہے۔ اہلسنت والجماعۃ کا یہی عقیدہ ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ افضل الایام میں اور افضل الوقت میں افضل الانبیاءؑ پر درود بھیجنا افضل ہے۔

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَلْیَوْمُ الْمَوْعُوْدُ یَوْمُ الْقِیَامَةِ وَالْیَوْمُ الْمَشْهُوْدُ

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا موعود دن قیامت کا دن ہے اور مشہور دن عرفہ کا دن ہے

یَوْمُ عَرَفَةَ وَالشَّاهِدُ یَوْمُ الْجُمُعَةِ وَمَا طَلَعَتِ الشَّمْسُ وَلَا غَرَبَتْ عَلٰی یَوْمٍ اَفْضَلَ مِنْهُ فِیْهِ سَاعَةٌ لَا

اور شاہد جمعہ کا دن ہے اور نہ نکلا سورج اور نہ غروب ہوا کسی دن جو اس سے افضل ہو اس میں ایک گھڑی ہے اس کو کوئی مومن بندہ نہیں پاتا دعا کرتا

یُوَافِقُهَا عَبْدٌ مُؤْمِنٌ یَدْعُو اللّٰهَ بِخَیْرٍ اِلَّا اسْتَجَابَ اللّٰهُ لَهٗ وَلَا یَسْتَعِیْذُ مِنْ شَیْءٍ اِلَّا اَعَاذَهٗ مِنْهُ رَوَاهُ اَحْمَدُ

ہو اللہ تعالیٰ سے خیر کی مگر اللہ اس کی دعا قبول کرتا ہے اور کسی چیز سے پناہ نہیں مانگتا مگر اس سے پناہ دیتا ہے۔ روایت کیا اس کو احمد

وَالتِّرْمِذِیُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِیْثٌ غَرِیْبٌ لَا یُعْرَفُ اِلَّا مِنْ حَدِیْثِ مُوْسَی ابْنِ عُبَیْدَةَ وَهُوَ یُضَعَّفُ.

اور ترمذی نے اور کہا یہ حدیث غریب ہے نہیں معلوم کی جاتی مگر موسیٰ بن عبیدہ کی حدیث سے اور وہ ضعیف کیا جاتا ہے۔

تشریح: حاصل حدیث:۔ اس حدیث میں سورۃ البروج کی آیات کی تفسیر کی جا رہی ہے۔ یوم مشہود یعنی لوگ وہاں حاضر ہوتے ہیں اور جمعہ کا دن شاہد ہے یعنی لوگ اپنے اپنے کاموں میں مشغول ہوتے ہیں۔ اور پر جمعہ کا دن آ پہنچتا ہے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ عصر کے بعد نماز کا وقت نہیں ہے۔ باقی شاہد اور مشہور کے مختصر اقوال آپ عمّ پارہ سورۃ بروج میں پڑھ چکے ہو۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ

عَنْ اَبِیْ لُبَابَةَ بْنِ عَبْدِ الْمُنْذِرِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ یَوْمَ الْجُمُعَةِ سَیِّدُ الْاَیَّامِ

حضرت ابولبابہ بن عبدالمنذرؓ سے روایت ہے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جمعہ کا دن دنوں کا سردار ہے

وَاَعْظَمُهَا عِنْدَ اللّٰهِ وَهُوَ اَعْظَمُ عِنْدَ اللّٰهِ مِنْ یَوْمِ الْاَضْحٰی وَیَوْمِ الْفِطْرِ فِیْهِ خَمْسُ خِلَالٍ خَلَقَ اللّٰهُ فِیْهِ

اور اللہ کے نزدیک بڑا ہے اور وہ اللہ کے نزدیک عید قربان اور عید الفطر سے بھی بڑا ہے اس میں پانچ باتیں ہیں اس میں اللہ تعالیٰ نے

اٰدَمَ وَاَهْبَطَ اللّٰهُ فِيْهِ اٰدَمَ اِلَى الْاَرْضِ وَفِيْهِ تَوَفَّى اللّٰهُ اٰدَمَ وَفِيْهِ سَاعَةٌ لَا يَسْئَلُ الْعَبْدُ فِيْهَا شَيْئًا اِلَّا

آدمؑ کو پیدا کیا اور اس میں اللہ تعالیٰ آدمؑ کو زمین کی طرف اتارا اور اس دن اللہ تعالیٰ نے آدمؑ کوفوت کیا اور اس میں

اَعْطَاهُ مَالَمْ يَسْئَلْ حَرَامًا وَفِيْهِ تَقُوْمُ السَّاعَةُ مَامِنْ مَلَكٍ مُقَرَّبٍ وَلَا سَمَاءٍ وَلَا اَرْضٍ وَلَا رِيَاحٍ وَلَا

ایک ساعت ہے کوئی بندہ اس میں کچھ نہیں مانگتا مگروہ اس کو دے دیتا ہے جب تک حرام کا سوال نہ کرے اور اس میں قیامت قائم ہوگی۔

جِبَالٍ وَلَا بَحْرٍ اِلَّا هُوَ مُشْفِقٌ مِنْ يَوْمِ الْجُمُعَةِ رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ وَرَوَى اَحْمَدُ عَنْ سَعْدِ بْنِ مُعَاذٍ اَنَّ

کوئی مقرب فرشتہ نہیں نہ آسمان میں نہ زمین میں نہ ہوا نہ پہاڑ نہ دریا مگر وہ جمعہ سے ڈرتے ہیں۔ روایت کیا اس کو ابن ماجہ نے اور روایت کیا

رَجُلًا مِنَ الْاَنْصَارِ اَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَخْبِرْنَا عَنْ يَوْمِ الْجُمُعَةِ مَاذَا فِيْهِ مِنَ الْخَيْرِ

احمد نے سعد بن معاذ سے کہا انصار کا ایک آدمی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا کہا ہم کو جمعہ کے متعلق

قَالَ فِيْهِ خَمْسُ خِلَالٍ وَ سَاقَ اِلٰى آخِرِ الْحَدِيْثِ.

خبر دو اس میں کس قدر بھلائی ہے کہا اس میں پانچ چیزیں ہیں اور ساری حدیث بیان کی۔

تشریح: حدیث کے الفاظ وهو اعظم عند الله من يوم الاضحى ويوم الفطر سے معلوم ہوتا ہے کہ یا تو عرفہ کا دن جمعہ سے افضل ہے یا فضیلت کے اعتبار سے یہ دونوں دن مساوی ہیں لیکن حضرت رزینؒ کی نقل کردہ روایت میں صراحت کے ساتھ فرمایا گیا ہے کہ تمام دنوں میں سب سے افضل دن عرفہ کا دن ہے۔ وفیہ خمس (اور اس دن کی پانچ باتیں ہیں) جمعہ کے فضائل کے بیان میں تحدید اور حصر کیلئے نہیں فرمایا گیا ہے جس کا مطلب یہ ہو کہ جمعہ کے دن کی صرف یہی پانچ باتیں فضیلت کی ہیں بلکہ اس دن کی اور بھی ایسی باتیں ہیں جو فضیلت وعظمت کے اعتبار سے جمعہ کو تمام دنوں میں امتیاز بخشتی ہیں مثلاً منقول ہے کہ جنت میں اللہ تعالیٰ کی زیارت کا شرف بھی جمعہ کے دن حاصل ہوا کریگا اسی طرح اور دوسری باتیں منقول ہیں۔

وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قِيْلَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِاَيِّ شَيْءٍ سُمِّيَ يَوْمُ الْجُمُعَةِ قَالَ لِاَنَّ فِيْهَا

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے کہا گیا جمعہ کے دن کا نام جمعہ کیوں رکھا گیا ہے فرمایا اس لئے کہ

طُبِعَتْ طِيْنَةُ اَبِيْكَ اٰدَمَ وَفِيْهَا الصَّعْقَةُ وَالْبَعْثَةُ وَفِيْهَا الْبَطْشَةُ وَفِيْ اٰخِرِ ثَلَاثِ سَاعَاتٍ مِنْهَا سَاعَةٌ

اس میں تیرے باپ آدمؑ کی مٹی خمیر کی گئی اس میں نفخہ ہوگا مرنے کا اور زندہ ہونے کا اس میں پکڑنا ہوگا سخت اور اس کی آخری

مَنْ دَعَا اللّٰهَ فِيْهَا اسْتُجِيْبَ لَهُ. (رواه احمد بن حنبل)

تین ساعتوں میں ایک ساعت ہے اللہ سے جو اس میں دعا کرے وہ قبول ہوگی۔ روایت کیا اس کو احمد نے۔

تشریح: حاصل حدیث:۔ جمعہ کے دن کی وجہ تسمیہ کا بیان ہے جو کہ ماقبل میں گزر چکی ہے۔

وَعَنْ اَبِي الدَّرْدَاءِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَكْثِرُوا الصَّلَاةَ عَلَيَّ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فَاِنَّهُ

حضرت ابودرداءؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جمعہ کے دن مجھ پر بہت زیادہ درود بھیجو اس لئے کہ جمعہ کا دن حاضر کیا گیا ہے فرشتے اس کو

مَشْهُوْدٌ يَشْهَدُهُ الْمَلَائِكَةُ وَاِنَّ اَحَدًا لَمْ يُصَلِّ عَلَيَّ اِلَّا عُرِضَتْ عَلَيَّ صَلَاتُهُ حَتّٰى يَفْرُغَ مِنْهَا قَالَ قُلْتُ

حاضر ہوتے ہیں اور تحقیق کوئی مجھ پر درود نہیں بھیجتا مگر مجھ پر عرض کیا جاتا ہے اس کا درود یہاں تک کہ فارغ ہوتا ہے اس سے میں نے کہا اور مرنے کے بعد بھی عرض

وَبَعْدَ الْمَوْتِ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ عَلَى الْاَرْضِ اَنْ تَاْكُلَ اَجْسَادَ الْاَنْبِيَاءِ فَنَبِيُّ اللّٰهِ حَيٌّ يُرْزَقُ. (رواه ابن ماجة)

کیا جاتا ہے کہا بیشک اللہ تعالیٰ نے حرام کیا ہے زمین پر کہ انبیاءؑ کے جسموں کو کھائے اللہ کے نبی زندہ ہیں روزی دیئے جاتے ہیں۔ روایت کیا اس کو ابن ماجہ نے۔

تشریح: عرضت صلوتہ کا مطلب ہی ہے کہ یوں تو ہمیشہ یہ جب مجھ پر کوئی درود بھیجتا ہے۔ تو اس کا درود میرے سامنے پیش کیا جاتا ہے مگر جمعہ کا دن چونکہ سب سے افضل دن ہے اس لئے جمعہ کے دن بھیجا جانے والا درود بطریق اولیٰ میرے سامنے پیش کیا جاتا ہے اگرچہ درود بھیجنے کی مدت کتنی ہی طویل کیوں نہ ہو چنانچہ حتی یفرغ فرما کر اس طرف فرمادیا گیا ہے کہ جب تک درود پڑھنے والا خود ہی فارغ نہ ہو جائے یا درود پڑھنا ترک نہ کردے اس وقت تک پوری مدت کے درود برابر میرے سامنے پیش کئے جاتے رہتے ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد سن کر حضرت ابودرداءؓ یہ سمجھے کہ شاید یہ حکم ظاہری حالت یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دنیاوی زندگی ہی سے متعلق ہے چنانچہ انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بارے میں جب سوال کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ زمین پر انبیاء کے اجسام کھانا حرام ہے یعنی جس طرح دوسرے مردوں کے جسم قبر میں فنا ہو جاتے ہیں اس طرح انبیاء کے جسم قبر میں فنا نہیں ہوتے بلکہ وہ اپنی اصلی حالت میں موجود رہتے ہیں اس لئے انبیاء کیلئے فناء حالت یعنی دنیا کی ظاہری زندگی اور موت میں کوئی فرق نہیں ہے جس طرح وہ یہاں ہیں اسی طرح وہاں ہیں اسی لئے کہا گیا ہے۔ اولیاء اللہ لایموتون ولکن ینتقلون من دار الیٰ دار"۔

"اللہ کے دوست اور حقیقی بندے مرتے نہیں وہ تو صرف ایک مکان سے دوسرے مکان کو منتقل ہو جاتے ہیں"۔

لہٰذا جس طرح یہاں دنیا کی زندگی میں میرے سامنے درود پیش کئے جاتے ہیں اسی طرح میری قبر میں بھی میرے سامنے درود پیش کئے جاتے رہیں گے۔ حدیث کے آخری الفاظ حتی یرزق کا مطلب یہ ہے کہ انبیاء کو اپنی اپنی قبروں میں حق تعالیٰ کی طرف سے معنوی رزق دیا جاتا ہے اور "رزق" سے رزق حسی مراد لیا جائے تو یہ حقیقت کے منافی نہیں ہوگا بلکہ صحیح ہی ہوگا۔ کیونکہ جب شہداء کی ارواح کے بارے میں منقول ہے کہ وہ جنت کے میوے کھاتی ہیں تو انبیاء شہداء سے بھی اشرف واعلیٰ ہیں اس لئے ان کیلئے بھی یہ بات بطریق اولیٰ ثابت ہو سکتی ہے کہ وہ اپنی قبروں میں رزق حسی دیئے جاتے ہوں۔

وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَامِنْ مُسْلِمٍ يَمُوْتُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ اَوْلَيْلَةَ
حضرت عبداللہ بن عمروؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی مسلمان جمعہ کے دن یا
الْجُمُعَةِ اِلَّا وَقَاهُ اللّٰهُ فِتْنَةَ الْقَبْرِ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ وَلَيْسَ اِسْنَادُهٗ بِمُتَّصِلٍ.
جمعہ کی رات نہیں مرتا مگر اللہ اس کو فتنہ قبر سے بچاتا ہے۔ روایت کیا اس کو احمد اور ترمذی نے اور کہا یہ حدیث غریب ہے اسکی سند متصل نہیں ہے۔

تشریح: حاصل حدیث:۔ مامن مسلم یموت یوم الجمعة اس میں اختلاف ہے کہ جمعہ اور شب جمعہ کی وفات افضل ہے یا کسی اور دن کی وفات افضل ہے۔ محدثین کہتے ہیں کہ پیر کے دن کی وفات افضل ہے بنسبت جمعہ کی وفات کے۔ وجہ یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات پیر کے دن ہوئی ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات افضل دن میں ہی ہوئی تھی۔ اگرچہ جمعہ کے دن بھی افضل ہے۔

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّهٗ قَرَاَ اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ اَلْاٰيَةَ وَعِنْدَهٗ يَهُوْدِيٌّ قَالَ لَوْنَزَلَتْ هٰذِهِ الْاٰيَةُ
حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ اس نے یہ آیت پڑھی آج کے دن پورا کیا میں نے واسطے تمہارے دین تمہارا آخر آیت تک اور انکے پاس ایک یہودی تھا
عَلَيْنَا لَا تَّخَذْنَا هَا عِيْدًا فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ فَاِنَّهَا نَزَلَتْ فِيْ يَوْمِ عِيْدَيْنِ فِيْ يَوْمِ جُمُعَةٍ وَيَوْمِ عَرَفَةَ
اس نے کہا اگر یہ آیت ہم پر اترتی ہم اس کو عید ٹھہراتے۔ ابن عباس نے کہا تحقیق یہ آیت اس دن اتری ہے جب دو عیدیں تھیں جمعہ کے دن اور عرفہ کے دن۔
رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ.
روایت کیا اس کو ترمذی نے اور کہا یہ حدیث حسن غریب ہے۔

تشریح: حاصل حدیث:۔ الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم یہ آیت دو عیدوں کے دن میں نازل ہوئی جمعہ کے دن اور عرفہ کے دن۔ باقی رہی یہ بات کہ حج کونسا افضل ہے؟ جواب: جمعہ کے دن حج افضل ہے کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی جمعہ کے دن

حج کیا تھا اور جمعہ کے دن کو فضیلت بھی حاصل ہے تو جمعہ کے دن کا حج افضل ہونا یہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حج کے موافق ہونے کی وجہ سے ہے۔ باقی جمعہ کو حج اکبر کہنا صحیح نہیں ہے اس لئے کہ حج اکبر حج کو کہتے ہیں عام ازیں جمعہ کے دن ہو یا جمعہ کے ماسوا ہو اور حج اصغر عمرہ کو کہتے ہیں۔

وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا دَخَلَ رَجَبٌ قَالَ اَللّٰھُمَّ بَارِکْ لَنَا فِیْ
حضرت انسؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس وقت رجب کا مہینہ آتا فرماتے اے اللہ ہمارے
رَجَبَ وَ شَعْبَانَ وَبَلِّغْنَا رَمَضَانَ قَالَ وَکَانَ یَقُوْلُ لَیْلَۃُ الْجُمُعَۃِ لَیْلَۃٌ اَغَرُّ وَیَوْمُ الْجُمُعَۃِ یَوْمٌ اَزْھَرُ
رجب اور شعبان کے مہینے میں برکت ڈال اور ہمیں رمضان تک پہنچا دے اور فرمایا کرتے تھے جمعہ کی رات روشن رات ہے
رَوَاہُ الْبَیْھَقِیُّ فِی الدَّعْوَاتِ الْکَبِیْرِ.
اور جمعہ کا دن چمکتا دن ہے روایت کیا اس کو دعوت الکبیر میں۔

تشریح: ''اور ہمیں رمضان تک پہنچا'' کا مطلب یہ ہے کہ ''اے خدایا! ہمیں یہ سعادت بخش کہ پورا رمضان پائیں اور رمضان کے تمام دنوں میں ہمیں روزے رکھنے اور نماز تراویح پڑھنے کی توفیق ہو''۔ جمعہ کے دن اور جمعہ کی رات کی نورانیت معنوی یا تو بالذات ہوتی ہے یا پھر یہ کہ جمعہ کے دن اور جمعہ کی رات میں جو عبادت کی جاتی ہے اس کی برکت اور اس کے سبب سے معنوی نورانیت پیدا ہوتی ہے۔

باب وجوبها

جمعہ کے واجب ہونے کا بیان

مسئلہ جمعہ کی فرضیت کب ہوئی؟ راجح قول یہ ہے کہ مکہ مکرمہ میں ہوئی البتہ شرائط کے نہ پائے جانے کی وجہ سے اور موانع کے پائے جانے کی وجہ سے مکہ مکرمہ میں بالفعل ادا نہ کی گئی۔ البتہ اسعد بن ضرارؓ مدینہ منورہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نیابت میں جمعہ پڑھاتے تھے۔ باقی رہی یہ بات کہ آیت جمعہ اذا نودی للصلوٰۃ من یوم الجمعۃ تو مدنی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جمعہ مدینہ میں فرض ہوا؟ جواب: علامہ سیوطیؒ نے الاتقان میں بہت سارے نظائر پیش کئے ہیں۔ اس بات پر کہ فرضیت پہلے ہو چکی تھی اور آیت بعد میں نازل ہوئی ہے۔ مثلاً آیت وضو اوّل وحی میں حضرت جبرائیلؑ نے وضو کا طریقہ بتلا دیا تھا لیکن آیہ کریمہ بعد میں نازل ہوئی۔ اسی طرح یہاں پر بھی ہے۔ باقی رہی یہ بات کہ نماز جمعہ میں تخصیص بھی ہے یا نہیں (یعنی نماز جمعہ باقی نمازوں کی طرح ہے یا اس میں فرق ہے؟) جمہور فقہاء اس بات پر متفق ہیں کہ نماز جمعہ میں تخصیص ہے۔ عام نمازوں کی طرح یہ نماز نہیں ہے۔ موجودہ زمانہ کے غیر مقلدین اور اہل ظواہر کہتے ہیں کوئی تخصیص نہیں۔ باقی رہی یہ بات کہ تخصیص کس اعتبار سے ہے؟ دو اعتبار سے ہے۔ تخصیص بحسب الافراد بھی ہے اور تخصیص بحسب المحل بھی ہے۔ تخصیص بحسب الافراد کا مطلب یہ ہے کہ جمعہ کی نماز کے صحیح ہونے کیلئے امام کے علاوہ ۲ یا ۳ آدمیوں کا ہونا ضروری ہے۔ یہ احناف کے نزدیک ہے اور شوافع کے نزدیک اس کے بارے میں مختلف اقوال ہیں اور مالکیہ کے نزدیک ۲۰ آدمیوں کا ہونا ضروری ہے اور اس پر بھی اتفاق ہے کہ تخصیص بحسب المحل ہے یعنی اس پر اتفاق ہے کہ مسجد میں جمعہ ہوگا صحراجنگلوں میں سمندروں میں جائز نہیں۔ البتہ اس میں اختلاف ہوگیا کہ وہ محل کس قسم کا ہو۔ عندالاحناف مصر ہو یا مصر کے حکم میں ہو۔ باقی آئمہ کے نزدیک قریہ میں بھی جائز ہے۔ نوع من الافراد والمحل کا ہونا ضروری ہے۔ سوال: آیت کریمہ جمعہ میں مطلق آیا ہے اس میں کوئی تخصیص نہیں۔ آپ نے مصر مراد لیا کیا قرینہ ہے؟

جواب نو ذروا البیع بیع مصر میں ہوتی ہے نہ کہ قریہ میں اور تجارت گاہیں عموماً مصر میں ہوتی ہیں تو یہ قرینہ ہیں اس بات کا کہ مصر مراد ہے۔

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ

عَنِ ابْنِ عُمَرؓ وَاَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّهُمَا قَالَا سَمِعْنَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ عَلٰی اَعْوَادِ مِنْبَرِهٖ

حضرت ابن عمرؓ اور ابو ہریرہؓ سے روایت ہے ان دونوں نے کہا ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا اس منبر کی لکڑیوں پر فرمار ہے تھے قومیں

لَیَنْتَهِیَنَّ اَقْوَامٌ عَنْ وَّدْعِهِمُ الْجُمُعَاتِ اَوْ لَیَخْتِمَنَّ اللّٰهُ عَلٰی قُلُوْبِهِمْ ثُمَّ لَیَكُوْنُنَّ مِنَ الْغَافِلِیْنَ. (صحیح مسلم)

اپنے جمعہ کو چھوڑنے سے باز آجائیں گی یا اللہ تعالیٰ ان کے دلوں پر مہر لگادے گا پھر وہ غافل ہو جائیں گے۔ روایت کیا اس کو مسلم نے۔

تشریح: حاصل حدیث:۔اس حدیث میں ترک جمعہ پر وعید شدید کا بیان ہے۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ

عَنْ اَبِی الْجَعْدِ الضَّمْرِیِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ تَرَکَ ثَلَاثَ جُمَعٍ تَهَاوُنًا

حضرت ابوالجعد ضمیریؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے سستی کی وجہ سے

بِهَا طَبَعَ اللّٰهُ عَلٰی قَلْبِهٖ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَالتِّرْمِذِیُّ وَالنَّسَائِیُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَالدَّارِمِیُّ وَرَوَاهُ مَالِکٌ

تین جمعہ چھوڑ دیئے اللہ تعالیٰ اس کے دل پر مہر لگادے گا۔ روایت کیا اس کو ابو داؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، دارمی نے

عَنْ صَفْوَانَ بْنِ سُلَیْمٍ وَاَحْمَدُ عَنْ اَبِیْ قَتَادَةَ.

اور روایت کیا مالک نے صفوان بن سلیم سے اور احمد نے ابوقتادہؓ سے۔

تشریح: حاصل حدیث:۔ تین جمعوں کا ترک بطور سستی کے ہو تو دل پر ایک مہر لگ جاتی ہے۔ اگر جمعہ کا ترک علی وجہ الاستخفاف ہو تو یہ کفر ہے اور اگر ترک علی وجہ الکاسل ہو تو پھر یہ کفر نہیں یہاں یہی مراد ہے جس پر قرینہ ثلاث کے الفاظ ہیں۔

وَعَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ تَرَکَ الْجُمُعَةَ مِنْ غَیْرِ عُذْرٍ

حضرت سمرہ بن جندبؓ سے روایت ہے کہا جو شخص چھوڑ دے بغیر کسی عذر کے جمعہ کو وہ ایک دینار صدقہ کرے۔

فَلْیَتَصَدَّقْ بِدِیْنَارٍ فَاِنْ لَّمْ یَجِدْ فَبِنِصْفِ دِیْنَارٍ. (رواه احمد بن حنبل و ابوداؤد و ابن ماجة)

اگر نہ پائے تو آدھا دینار صدقہ کرے روایت کیا اس کو احمد، ابوداؤد اور ابن ماجہ نے۔

تشریح: حاصل حدیث:۔ایک دینار یا نصف دینار صدقہ کرنا۔ یہ استحبابی حکم ہے۔

وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُمَرٍو عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَلْجُمُعَةُ عَلٰی مَنْ سَمِعَ النِّدَاءَ. (رواه ابوداؤد)

حضرت عبداللہ بن عمروؓ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں فرمایا جمعہ اس شخص پر لازم ہے جو آواز کو سنے۔ روایت کیا اس کو ابوداؤد نے۔

تشریح: حضرت شیخ عبدالحقؒ فرماتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ جب کوئی شخص جمعہ کی اذان سنے تو اس کیلئے جمعہ کی تیاری کرنا اور جمعہ کی نماز کیلئے جانا واجب ہے۔ ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں کہ اس حدیث کو علی الاطلاق اس کے ظاہری معنی پر محمول کیا جائے گا تو اس سے بڑے اشکالات پیدا ہونگے اس لئے مناسب یہ ہے کہ اس حدیث کا مفہوم یہ لیا جائے کہ جمعہ اس شخص پر واجب ہے جو کسی ایسی جگہ ہو جہاں اس کے اور شہر کے درمیان بقدر آواز پہنچنے کا فاصلہ ہو یعنی اگر کوئی شخص شہر میں پکارے تو جہاں وہ ہے وہاں آواز پہنچ جائے۔

شرح منیہ میں ذکر کیا گیا ہے کہ "جمعہ اس شخص پر لازم ہے جو شہر کے اطراف میں کسی ایسی جگہ ہو کہ اس کے اور شہر کے درمیان فاصلہ نہ ہو بلکہ ملے

ہوئے مکانات ہوں (اگر چہ وہ اذان کی آواز نہ سنے) اور اگر اس کے اور شہر کے درمیان کھیت اور چراگاہ وغیرہ حائل ہونے کی وجہ سے فاصلہ ہو تو اس پر جمعہ واجب نہیں اگر چہ وہ اذان سنے۔ مگر امام محمدؒ سے منقول ہے کہ اگر وہ اذان کی آواز سنے تو اس پر جمعہ واجب ہوگا۔ فتویٰ حضرت امام محمدؒ کے قول ہی پر ہے۔

وَعَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْجُمُعَةُ عَلٰى مَنْ اٰوَاهُ اللَّيْلُ اِلٰى اَهْلِهٖ

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں فرمایا جمعہ اس شخص پر فرض ہے جس کو رات

رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ اِسْنَادُهٗ ضَعِيْفٌ.

اس کے اہل کی طرف جگہ دے۔ روایت کیا اس کو ترمذی نے اور کہا اس کی سند ضعیف ہے۔

تشریح: حاصل حدیث:۔ اس میں اختلاف ہے کہ شہر سے کتنی مقدار دور رہنے والوں پر جمعہ واجب ہوگا۔ اس بارے میں دو قول ہیں ا۔ شہر میں ہونے والی اذان کی آواز جہاں تک پہنچے وہاں تک کے رہنے والوں پر جمعہ واجب ہے۔ خواہ اذان کی آواز سنیں یا نہ سنیں جیسا کہ پہلی روایت سے معلوم ہوتا ہے ۲۔ علی من آواہ اللیل یعنی اتنی مسافت پر دور ہوں کہ جو شہر میں جمعہ ادا کرنے کے بعد بآسانی ماشیا اپنے اہل وعیال کے پاس رات گزار سکیں۔ ان پر جمعہ فرض ہے۔ احناف کے نزدیک پہلا قول زیادہ راجح ہے۔

وَعَنْ طَارِقِ بْنِ شِهَابٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْجُمُعَةُ حَقٌّ وَاجِبٌ عَلٰى كُلِّ

حضرت طارق بن شہابؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جمعہ حق اور واجب ہے ہر

مُسْلِمٍ فِيْ جَمَاعَةٍ اِلَّا عَلٰى اَرْبَعَةٍ عَبْدٍ مَمْلُوْكٍ اَوِ امْرَاَةٍ اَوْصَبِيٍّ اَوْ مَرِيْضٍ رَوَاهُ اَبُوْدَاؤدَ فِيْ شَرْحِ

مسلمان پر جماعت میں مگر چار شخصوں پر واجب نہیں۔ غلام مملوک پر عورت، بچے اور مریض پر۔ روایت کیا اس کو ابوداؤد نے اور شرح

السُّنَّةِ بِلَفْظِ الْمَصَابِيْحِ عَنْ رَجُلٍ مِنْ بَنِيْ وَائِلٍ.

السنہ میں مصابیح کے لفظوں کے ساتھ بنو وائل کے ایک شخص سے روایت ہے۔

تشریح: اس حدیث میں شرائط جمعہ کا بیان ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ صرف اذان سننا کافی نہیں جمعہ کے وجوب کیلئے بلکہ شرائط کا پایا جانا بھی ضروری ہے۔ وہ شرائط یہ ہیں۔ ا۔ مسلم ہو کافر نہ ہو ۲۔ آزاد ہو غلام نہ ہو ۳۔ مرد ہو عورت پر واجب نہیں۔ بچہ پر بھی نہیں۔ ۴۔ عاقل ہو مجنون پر واجب نہیں ۵۔ صحت مند ہو بیمار پر واجب نہیں۔ مریض اگر ادا کرنا شروع کردے تو وجوب ادا ہے۔ نماز جمعہ گھر میں ادا نہیں کی جا سکتی مسجد کا ہونا ضروری ہے جس میں پانچ وقت جماعت ہوتی ہو۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ

عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِقَوْمٍ يَّتَخَلَّفُوْنَ عَنِ الْجُمُعَةِ لَقَدْ هَمَمْتُ

حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہے بے شک نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کیلئے فرمایا جو جمعہ سے پیچھے رہتے ہیں البتہ میں نے ارادہ کیا ہے کہ کسی شخص کو

اَنْ اٰمُرَ رَجُلًا يُّصَلِّيْ بِالنَّاسِ ثُمَّ اُحَرِّقَ عَلٰى رِجَالٍ يَّتَخَلَّفُوْنَ عَنِ الْجُمُعَةِ بُيُوْتَهُمْ. (صحیح مسلم)

حکم دوں جو لوگوں کو نماز پڑھائے اور ان میں لوگوں کے گھروں کو جلادوں جو اپنے گھروں میں جمعہ سے پیچھے رہتے ہیں۔ روایت کیا اس کو مسلم نے۔

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ تَرَكَ الْجُمُعَةَ مِنْ غَيْرِ ضَرُوْرَةٍ كُتِبَ مُنَافِقًا

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے بے شک نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص بغیر کسی ضرورت کے جمعہ چھوڑ دیتا ہے منافق لکھا جاتا ہے ایک

فِي كِتَابٍ لَا يُمْحَى وَلَا يُبَدَّلُ وَفِي بَعْضِ الرِّوَايَاتِ ثَلَاثًا. (رواه الشافعی)
ایسی کتاب میں نہ وہ مٹائی جاتی ہے نہ تبدیل کی جاتی ہے بعض روایات میں ہے کہ تین جمعہ چھوڑ دے۔روایت کیا اس کو شافعی نے۔

تشریح: حاصل حدیث جس نے بغیر عذر کے جمعہ چھوڑ دیا وہ منافق لکھا جائے گا۔منافق عملی نہ کہ منافق اعتقادی اس لئے کہ وہ تو کافر ہے۔

وَعَنْ جَابِرٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَعَلَيْهِ الْجُمُعَةُ
حضرت جابرؓ سے روایت ہے بے شک نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اللہ اور دن آخرت کے ساتھ ایمان رکھتا ہے جمعہ کے دن اس پر جمعہ
يَوْمَ الْجُمُعَةِ اِلَّا مَرِيْضٌ اَوْ مُسَافِرٌ اَوْ اِمْرَاَةٌ اَوْصَبِيٌّ اَوْ مَمْلُوْكٌ فَمَنِ اسْتَغْنٰى بِلَهْوٍ اَوْ تِجَارَةٍ
پڑھنا فرض ہے مگر مریض یا مسافر یا عورت یا بچہ یا غلام جو شخص کھیلنے یا تجارت میں بے پرواہ ہو اللہ اس سے بے پرواہ ہو جاتا ہے
اِسْتَغْنَى اللّٰهُ عَنْهُ وَاللّٰهُ غَنِيٌّ حَمِيْدٌ (رواه الدارقطنی)
اور اللہ تعالیٰ بے پرواہ تعریف کیا گیا ہے۔روایت کیا اس کو دارقطنی نے۔

تشریح: حاصل حدیث من غیر ضرورۃ کا مطلب یہ ہے کہ ترک جماعت کے جو عذر ہیں مثلاً کسی ظالم اور دشمن کا خوف، پانی برسنا، برف پڑنا یا راستہ میں کیچڑ وغیرہ کا ہونا وغیرہ وغیرہ اگر ان میں سے کسی عذر کی بنا پر جمعہ کی نماز میں نہ جائے تو وہ منافق نہیں لکھا جائے گا ہاں بغیر کسی عذر اور مجبوری کے جمعہ چھوڑنے والا منافق لکھا جائے گا۔

فی کتاب لایمحٰی ولایبدل میں کتاب سے مراد "نامہ اعمال" ہے حاصل یہ ہے کہ نماز جمعہ چھوڑنے والا اپنے نامہ اعمال میں کہ جس میں نہ تنسیخ ممکن ہے اور نہ تغیر و تبدل، منافق لکھ دیا جاتا ہے۔جس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اس کے ساتھ نفاق جیسی ملعون صفت ہمیشہ کیلئے چپک کر رہ جاتی ہے تاکہ آخرت میں یا تو اللہ تعالیٰ اس کی وجہ سے اسے عذاب میں مبتلا کر دے یا اپنے فضل وکرم سے درگزر فرماتے ہوئے اسے بخش دے غور و فکر کا مقام ہے کہ نماز جمعہ چھوڑنے کی کتنی شدید وعید ہے؟ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنے عذاب سے محفوظ رکھے۔

وعن جابرؓ اس حدیث کا حاصل یہ نکلتا ہے کہ نماز جمعہ نہیں چھوڑنی چاہیے۔واللہ اعلم بالصواب.

باب التنظيف و التبكير

پاکیزگی کرنے اور جمعہ کی طرف سویرے جانے کا بیان

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ

عَنْ سَلْمَانَؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَغْتَسِلُ رَجُلٌ يَّوْمَ الْجُمُعَةِ وَيَتَطَهَّرُ مَا
حضرت سلمانؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں غسل کرتا کوئی آدمی جمعہ کے دن اور پاکیزگی حاصل کرتا ہے جس قدر اس کو پاک ہونے کی
اسْتَطَاعَ مِنْ طُهْرٍ وَيَدَّهِنُ مِنْ دُهْنِهٖ اَوْ يَمَسُّ مِنْ طِيْبِ بَيْتِهٖ ثُمَّ يَخْرُجُ فَلَا يُفَرِّقُ بَيْنَ اثْنَيْنِ ثُمَّ يُصَلِّيْ
استطاعت ہے اور تیل لگاتا اپنے تیل سے یا نہیں ملتا خوشبو اپنے گھر کی خوشبو سے پھر نکلتا ہے پس وہ دو شخصوں کے درمیان فرق نہیں کرتا پھر نماز پڑھتا ہے جو اس کیلئے مقدر کی
مَا كُتِبَ لَهٗ ثُمَّ يُنْصِتُ اِذَا تَكَلَّمَ الْاِمَامُ اِلَّا غُفِرَ لَهٗ مَا بَيْنَهٗ وَبَيْنَ الْجُمُعَةِ الْاُخْرٰى. (صحيح البخاری)
گئی ہے پھر جس وقت امام خطبہ دے چپ رہتا ہے مگر اس کے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں جن کو وہ اس جمعہ اور دوسرے جمعہ کے درمیان کرتا ہے روایت کیا اس کو بخاری نے۔

تشریح: ''اور جس قدر ہو سکے پاکی اختیار کرے'' کا مطلب یہ ہے کہ لبیں کتروائے' ناخن کٹوائے' زیر ناف کے بال صاف کرے بغلوں کے بال دور کرے اور پاک وصاف کپڑے پہنے۔

''دو آدمیوں کے درمیان فرق نہ کرے'' کا مطلب یہ ہے کہ اگر مسجد میں باپ بیٹا یا ایسے دو آدمی جو آپس میں محبت و تعلق رکھتے ہوں ایک جگہ پاس بیٹھے ہوں تو ان کے درمیان نہ بیٹھے یا دو آدمیوں کے درمیان اگر جگہ نہ ہو تو وہاں نہ بیٹھے کہ انہیں تکلیف ہوگی ہاں اگر جگہ ہو تو کوئی مضائقہ نہیں۔

یا ''فرق نہ کرنے'' سے مراد یہ ہے کہ لوگوں کو پھلانگتا ہوا' صفوں کو چیرتا پھاڑتا آگے کی صفوں میں نہ جائے بلکہ جہاں جگہ ملے وہیں بیٹھ جائے اور اگر بغیر پھلانگے اور بغیر صفوں کے چیرے پھاڑے پہلی صف میں پہنچ سکتا ہے تو پھر آگے جانے میں کوئی مضائقہ نہیں یہ حکم اس صورت کا ہے جب کہ آگے کی صفوں میں جگہ نہ ہو۔ ہاں اگر یہ سمجھتا ہے کہ اگر میں آگے کی صفوں میں جاؤں گا تو لوگ مجھے وہاں بیٹھنے کی جگہ دیدیں گے یا یہ کہ اگلی صفوں میں جگہ خالی پڑی ہو تو پھر صفوں کو چیر پھاڑ کر بھی آگے جانا درست ہوگا کیونکہ یہ پچھلی صفوں میں بیٹھے ہوئے لوگوں کا قصور ہے کہ وہ آگے بڑھ کر پہلی صفوں میں کیوں نہیں بیٹھتے اور خالی جگہ کو پر کیوں نہیں کرتے۔

درحقیقت یہ حدیث اس طرف اشارہ کر رہی ہے کہ نماز جمعہ کے لئے اول وقت مسجد پہنچ جانا چاہیے۔ تاکہ وہاں ''فرق نہ کرنے'' اور صفوں کو چیرنے پھاڑنے کی ضرورت پیش نہ آئے۔

وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ ؓ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنِ اغْتَسَلَ ثُمَّ اَتَی الْجُمُعَۃَ فَصَلّٰی
حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے غسل کیا پھر جمعہ کیلئے آیا
مَا قُدِّرَ لَہٗ ثُمَّ اَنْصَتَ حَتّٰی یَفْرُغَ مِنْ خُطْبَتِہٖ ثُمَّ یُصَلِّیْ مَعَہٗ غُفِرَ لَہٗ مَا بَیْنَہٗ وَبَیْنَ الْجُمُعَۃِ الْاُخْرٰی
نماز پڑھی جس قدر اس کیلئے مقدر تھی پھر چپ رہا یہاں تک کہ امام اپنے خطبہ سے فارغ ہو پھر اس کیساتھ نماز پڑھی اس کے وہ گناہ بخش دیئے
وَفَضْلُ ثَلٰثَۃِ اَیَّامٍ. (صحیح مسلم)
جاتے ہیں جو اس نے اس جمعہ اور دوسرے جمعہ کے درمیان کئے ہوتے ہیں اور زیادہ تین دن کے روایت کیا اس کو مسلم نے۔

وَعَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ تَوَضَّاَ فَاَحْسَنَ الْوُضُوْٓءَ ثُمَّ اَتَی الْجُمُعَۃَ فَاسْتَمَعَ
ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص نے وضو کیا پس اچھا وضو کیا پھر جمعہ کیلئے آیا خطبہ سنا اور چپ رہا اس کے وہ گناہ بخش دیئے جاتے ہیں
وَاَنْصَتَ غُفِرَ لَہٗ مَا بَیْنَہٗ وَبَیْنَ الْجُمُعَۃِ وَزِیَادَۃُ ثَلٰثَۃِ اَیَّامٍ وَّمَنْ مَّسَّ الْحَصَا فَقَدْ لَغَا. (صحیح مسلم)
جو اس نے اس کے اور دوسرے جمعہ کے درمیان کئے ہوتے ہیں اور تین دن کے زیادہ بھی اور جس نے کنکریوں کو ہاتھ لگایا اس نے بے ہودہ کام کیا روایت کیا اس کو مسلم نے۔

تشریح: حاصل حدیث ''کنکریوں کو چھوا'' یعنی نماز میں کنکریوں سے شغل کیا بایں طور کہ سجدے کی جگہ برابر کرنے کیلئے انہیں ایک مرتبہ سے زیادہ برابر کیا'' بعض حضرات کہتے ہیں کہ ''اس سے مراد یہ ہے کہ خطبہ کے وقت کنکریوں سے کھیلتا رہا''۔

''لغو'' کے معنی باطل اور بے فائدہ بات' لہٰذا نمازی کے کنکریوں سے کھیلنے یا کنکریوں کو چھونے کو لغو'' کے ساتھ مشابہت اس لئے دی گئی ہے کہ یہ فعل خطبہ سننے سے مانع ہوتا ہے۔

وَعَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا کَانَ یَوْمُ الْجُمُعَۃِ وَقَفَتِ الْمَلٰٓئِکَۃُ عَلٰی بَابِ
حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس وقت جمعہ کا دن ہوتا ہے فرشتے مسجد کے دروازے پر کھڑے ہوتے ہیں وہ اول آنے
الْمَسْجِدِ یَکْتُبُوْنَ الْاَوَّلَ فَالْاَوَّلَ وَمَثَلُ الْمُھَجِّرِ کَمَثَلِ الَّذِیْ یُھْدِیْ بَدَنَۃً ثُمَّ کَالَّذِیْ یُھْدِیْ بَقَرَۃً
والوں کو لکھتے ہیں اول وقت آنے والے کی مثال اس شخص کی طرح ہے جو اونٹ قربانی کیلئے بھیجتا ہے پھر جو اس کے بعد آتا ہے جیسے گائے قربانی کیلئے بھیجتا

ثُمَّ كَبْشًا ثُمَّ دَجَاجَةً ثُمَّ بَيْضَةً فَإِذَا خَرَجَ الْإِمَامُ طَوَوْا صُحُفَهُمْ وَيَسْتَمِعُونَ الذِّكْرَ

ہے پھر جواس کے بعد آئے جیسے دنبہ جواس کے بعد آئے جیسے مرغی پھر انڈا صدقہ کرتا ہے جب امام نکلتا ہے وہ اپنے دفتر لپیٹتے ہیں اور خطبہ سنتے ہیں۔

تشریح: حاصل حدیث:۔ اس حدیث میں ساعات خمسہ کا بیان ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ جمعہ کے دن فرشتے مسجد کے دروازوں پر کھڑے ہو جاتے ہیں جو پہلے آتا ہے اس کا ثواب اونٹ صدقہ کرنے کے برابر لکھ دیا جاتا ہے۔ اس کے بعد آنے والے کا ثواب گائے صدقہ کرنے والے کے برابر اور اس کے بعد تیسرے نمبر پر آنے والے کا ثواب دنبہ صدقہ کرنے کے برابر پھر چوتھے نمبر پر آنے والے کا ثواب مرغی صدقہ کرنے والے کے برابر اور پھر پانچویں نمبر پر آنے والے کا ثواب انڈہ صدقہ کرنے والے کے برابر لکھ دیا جاتا ہے۔ باقی رہی یہ بات کہ یہ ساعات خمسہ کس وقت سے شروع ہوں گی اس میں دو قول ہیں۔ طلوع شمس سے لے کر خطبہ شروع ہونے تک اس کے پانچ حصے کر دیئے جاتے ہیں جو جس حصہ میں آئے اس کے مطابق ثواب لکھ دیا جاتا ہے۔ ۲۔ زوال کے وقت سے شروع ہو جاتا ہے خطبہ کے شروع ہونے تک۔ اس وقت کے پانچ حصے کر دیئے جاتے ہیں جو جس کے حصے میں آئے گا اس کے مطابق اس کیلئے ثواب لکھ دیا جاتا ہے اور یہی راجح ہے۔

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا قُلْتَ لِصَاحِبِکَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ أَنْصِتْ وَالْإِمَامُ

ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس وقت تو نے اپنے پاس بیٹھنے والے کو

يَخْطُبُ فَقَدْ لَغَوْتَ. (صحيح البخاری وصحيح مسلم)

جمعہ کے دن کہا کہ چپ کر حالانکہ امام خطبہ دے رہا ہو تو تو نے لغو کیا۔

تشریح: حاصل حدیث:۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا بھی ایک وقت ہے ہوتا ہے اگر خطبہ کے دوران کوئی شخص بات کر رہا ہے تو اس کو نہ روکا جائے۔ یہ روکنا ایسے ہی ہے جیسے نماز کے دوران کسی کو بات کرنے سے منع کرنا ہے لیکن اگر اشارے سے روک دیا جائے تو اس میں گنجائش ہے اور کوئی حرج نہیں ہے۔

وَعَنْ جَابِرٍؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يُقِيْمَنَّ أَحَدُكُمْ أَخَاهُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ ثُمَّ

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کوئی اپنے بھائی کو جمعہ کے دن اٹھا کر

يُخَالِفُ إِلَى مَقْعَدِهٖ فَيَقْعُدُ فِيْهِ وَلٰكِنْ يَّقُوْلُ افْسَحُوْا. (صحيح مسلم)

اس کی جگہ کا قصد نہ کرے اور اس میں نہ بیٹھے لیکن کہے جگہ کو کشادہ کرو۔ روایت کیا اس کو مسلم نے۔

تشریح: مسئلہ یہ ہے کہ کسی شخص کو ہٹا کر اس کی جگہ پر اس کی رضا کے بغیر بیٹھنا حرام ہے اور اگر رضا حاصل ہو تو وہ بھی حقیقۃً ہونی چاہئے نہ کہ کسی خوف و حیا کی وجہ سے ہو اس طرح اگر کوئی شخص کسی کو پہلے سے مسجد میں بھیج دے تا کہ وہ وہاں اس کیلئے جگہ روک لے تو اس شخص کو بھی اس جگہ سے اٹھانا حرام ہے کیونکہ کوئی شخص بھی محض کسی کو بھیج کر جگہ رکوا لینے سے مسجد وغیرہ جیسی مقدس جگہوں کا حقدار نہیں ہوتا بلکہ جو شخص جس جگہ بیٹھا ہوا ہے وہ اس جگہ پہلے پہنچ جانے کی وجہ سے اس کا سب سے زیادہ حق دار ہے اگر چہ وہاں پہنچنے پر اس کی یہی نیت کیوں نہ ہو کہ جس شخص نے مجھے بھیجا ہے اس کیلئے میں جگہ روک رہا ہوں اور یہاں وہی شخص آ کر بیٹھے گا۔ چنانچہ خود اس شخص کیلئے اپنی جگہ سے اپنے بھیجنے والے کیلئے اٹھنا اور اس کے ساتھ اس سلسلہ میں ایثار کا معاملہ کرنا مکروہ ہے۔

افسحوا (جگہ کشادہ کرو) اس طرح اس وقت کہنا چاہئے جب کہ جگہ میں کشادگی کی گنجائش ہو ورنہ بصورت دیگر یہ بھی نہ کہنا چاہئے اور نہ لوگوں کو تنگ کرنا چاہے بلکہ جہاں بھی جگہ مل جائے وہیں نماز پڑھ لے اگر چہ مسجد کے دروازوں ہی میں جگہ کیوں نہ ملے۔

باب کے ساتھ حدیث کی مناسبت یہ ہے کہ اس حدیث میں یہ رغبت دلائی جارہی ہے کہ نماز پڑھنے والا جامع مسجد میں سویرے سے پہنچ

جائے تا کہ کسی کو اٹھانے ہٹانے کی ضرورت نہ پڑے۔

عَنْ اَبِی سَعِیْدٍ وَ اَبِی هُرَیْرَةَ قَالَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنِ اغْتَسَلَ یَوْمَ الْجُمُعَةِ
حضرت ابو سعیدؓ اور ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہا ان دونوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص جمعہ کے دن
وَلَبِسَ مِنْ اَحْسَنِ ثِیَابِهٖ وَمَسَّ مِنْ طِیْبٍ اِنْ کَانَ عِنْدَهٗ ثُمَّ اَتَی الْجُمُعَةَ فَلَمْ یَتَخَطَّ اَعْنَاقَ النَّاسِ
نہائے اور اپنے اچھے کپڑے پہنے اگر اس کے پاس خوشبو ہو لگائے پھر جمعہ کیلئے آئے لوگوں کی گردنوں کو نہ پھلانگے پھر نماز پڑھے
ثُمَّ صَلّٰی مَا کَتَبَ اللّٰهُ لَهٗ ثُمَّ اَنْصَتَ اِذَا خَرَجَ اِمَامُهٗ حَتّٰی یَفْرُغَ مِنْ صَلَاتِهٖ کَانَتْ کَفَّارَةً لِمَا بَیْنَهَا
جو اللہ نے اس کیلئے لکھ دی ہے پھر چپ رہے جس وقت امام نکلے یہاں تک کہ اپنی نماز سے فارغ ہو وہ اسکے ان گناہوں کا کفارہ بن جاتا ہے
وَبَیْنَ جُمُعَتِهِ الَّتِیْ قَبْلَهَا. (رواہ ابوداؤد)
جو اس نے اس جمعہ اور پہلے جمعہ کے درمیان کئے ہوتے ہیں۔ روایت کیا اس کو ابوداؤد نے۔

تشریح: قولہ' ان کان عندہٗ گھر والوں کے پاس خوشبو کا ہونا یہ خود اسی کے پاس موجود ہونا ہے۔ قولہ' بین جمعة التی قبلها۔ معلوم ہوا گزشتہ جمعہ کی سیئات کا کفارہ ہوگا۔ عمدہ لباس سے مراد سفید کپڑے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سفید ہی کپڑے پسند تھے۔

وَعَنْ اَوْسِ بْنِ اَوْسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ غَسَّلَ یَوْمَ الْجُمُعَةِ وَاغْتَسَلَ
حضرت اوس بن اوسؓ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو کہ نہلائے جمعہ کے دن اور نہائے اور سویر جائے
وَبَکَّرَ وَ ابْتَکَرَ وَمَشٰی وَلَمْ یَرْکَبْ وَدَنَا مِنَ الْاِمَامِ وَاسْتَمَعَ وَلَمْ یَلْغُ کَانَ لَهٗ بِکُلِّ خُطْوَةٍ عَمَلُ سَنَةٍ
اور اول بھی خطبہ پائے اور پیادہ جائے سوار نہ ہو امام کے نزدیک ہو اور لغو کام نہ کرے اس کو ہر قدم کے بدلہ میں ایک سال کے
اَجْرُ صِیَامِهَا وَقِیَامِهَا. (رواہ الترمذی، وابوداؤد، والنسائی و ابن ماجة)
روزوں کے رکھنے اور قیام کرنے کا ثواب ہوگا۔ روایت کیا اس کو ترمذی' ابوداؤد' نسائی اور ابن ماجہ نے۔

تشریح: قولہ' غَسَّلَ دوسرے کو غسل کرنے کا حکم دیا۔ اغتسل خود غسل کیا۔ بکر جلدی کرنے کا حکم دیا ابتکر خود جلدی کی۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مذکورہ شخص کو ایک سال کے روزوں کا ثواب اور ایک سال شب بیداری کا اجر و ثواب ملے گا۔ اس میں اختلاف ہے کہ اغتسل غسل اور اسی طرح بکر ابتکر یہ تاسیس ہے یا تاکید ہے۔ اس کے بارے میں دو قول ہیں۔ (۱) تاکید ہے' (۲) تاسیس ہے۔ باقی رہی یہ بات کہ تاسیس کیسے ہے اس کی مختلف توجیہات ہیں۔ اغتسل خود بھی غسل کیا اور غَسَّلَ دوسرے کو غسل کروایا۔ یعنی بیوی کے ساتھ جماع کیا تا کہ جمعہ میں جاتے ہوئے راستہ میں غلط نگاہ کسی پر نہ پڑ جائے اس لئے خود بھی غسل کیا اور بیوی کو بھی غسل کروایا۔ یا اغتسل سے مراد خود غسل کیا اور غسل سے مراد دوسرے کو بھی غسل کا حکم دیا۔ بکر ابتکر میں تاسیس کی صورت میں فرق۔ بکر کا معنی جلدی سے نماز جمعہ کیلئے آیا۔ ابتکر دوسروں کو بھی جمعہ کیلئے جانے کا حکم دیا۔ مالکیہ کے نزدیک جمعہ کے دن کے غسل والی سنت تب ادا ہوگی جب اسی غسل سے حاصل شدہ طہارت کے ساتھ نماز جمعہ ادا کی جائے۔ اگر نماز جمعہ ادا کرنے سے پہلے وضو ٹوٹ گیا اور دوبارہ وضو کیا تو پھر سنت ادا نہ ہوگی۔

وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ سَلَامٍؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَا عَلٰی اَحَدِکُمْ اِنْ وَجَدَ اَنْ
حضرت عبداللہ بن سلامؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کسی ایک کیلئے کیا قباحت ہے کہ وہ دو کپڑے بنالے
یَتَّخِذَ ثَوْبَیْنِ لِیَوْمِ الْجُمُعَةِ سِوٰی ثَوْبَیْ مِهْنَتِهٖ رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ وَرَوَاهُ مَالِکٌ عَنْ یَحْیَ بْنِ سَعِیْدٍ
جمعہ کے دن کیلئے اپنے کاروبار کے کپڑوں کے علاوہ۔ روایت کیا اس کو ابن ماجہ نے اور روایت کیا مالک نے یحییٰ بن سعید سے۔

تشریح: مطلب یہ ہے کہ اگر کسی شخص کو سہولت و آسانی کے ساتھ یہ میسر ہو کہ وہ ان کپڑوں کے علاوہ جنہیں وہ ہمیشہ پہنتا ہے اور ان کپڑوں میں گھر باہر کا کاروبار کرتا ہے نماز جمعہ کیلئے دو مزید کپڑے بنا لے تو کوئی مضائقہ نہیں۔

اس سے یہ معلوم ہوا کہ اگر کوئی شخص بطور خاص جمعہ اور عیدین کیلئے اچھے کپڑے بنائے تو یہ زہد و تقویٰ کے منافی نہیں ہوگا چنانچہ خود سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں ثابت ہے کہ آپ کے پاس دو ایسے کپڑے تھے جنہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم بطور خاص جمعہ ہی کے روز زیب تن فرماتے تھے۔

وَعَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُحْضُرُوا الذِّكْرَ وَ ادْنُوْا مِنَ الْاِمَامِ فَاِنَّ الرَّجُلَ لَا يَزَالُ يَتَبَاعَدُ حَتّٰى يُؤَخَّرَ فِي الْجَنَّةِ وَاِنْ دَخَلَهَا. (رواہ ابوداؤد)

حضرت سمرہ بن جندبؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خطبہ کے وقت حاضر ہو اور امام کے قریب بیٹھو کیونکہ آدمی ہمیشہ دور رہتا ہے یہاں تک کہ پیچھے رہے گا جنت میں اگرچہ اس میں داخل ہو۔ روایت کیا اس کو ابوداؤد نے۔

تشریح: حاصل حدیث:۔ اس حدیث میں اس بات کی طرف رغبت دلائی جا رہی ہے کہ ہمیشہ اعلیٰ امور اختیار کئے جائیں اور ادنیٰ چیزوں سے اجتناب کیا جائے۔

وَعَنْ مُعَاذِ بْنِ اَنَسٍ الْجُهَنِيِّ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ تَخَطّٰى رِقَابَ النَّاسِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ اتُّخِذَ جِسْرًا اِلٰى جَهَنَّمَ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ.

حضرت معاذ بن انس جہنیؓ سے روایت ہے وہ اپنے باپ سے روایت کرتا کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جمعہ کے دن جو شخص لوگوں کی گردنوں کو پھلانگتا ہے وہ جہنم کی طرف پل بنائے گا۔ روایت کیا اس کو ترمذی نے اور کہا یہ حدیث غریب ہے۔

تشریح: حاصل حدیث کا یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ کے درمیان احتباء کے طریقہ پر بیٹھنے سے منع فرمایا۔

سوال: دوسری احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہؓ احتباء کی حالت میں بیٹھتے تھے حالانکہ اس حدیث میں منع فرمایا گیا ہے۔

جواب: توجیہ (۱) وہ احتباء جو جالب نوم والغفلت ہو جس کی وجہ سے خطبہ میں خلل واقع ہو وہ ممنوع ہے اور صحابہ کرامؓ کا اس قسم کا احتباء نہیں تھا۔ یہ حکم معلول بالعلت ہے۔

وَعَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنِ الْحَبْوَةِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَالْاِمَامُ يَخْطُبُ. (رواہ الترمذی)

حضرت معاذ بن انسؓ سے روایت ہے بیشک نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جمعہ کے دن جس وقت امام خطبہ دے رہا ہو گوٹھ مارنے سے منع کیا ہے۔ روایت کیا اس کو ترمذی اور ابوداؤد نے۔

تشریح: توجیہ نمبر (۲)۔ ایک احتباء خطبہ جمعہ سے پہلے ہے اور ایک خطبہ جمعہ کے دوران ہے اور صحابہ کرامؓ کا احتباء خطبہ جمعہ سے پہلے ہوتا تھا اور یہ ممنوع نہیں۔ توجیہ نمبر (۳) یا یہ نہی تنزیہ کیلئے ہے اور صحابہؓ کا عمل بیان جواز کیلئے تھا۔

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا نَعَسَ اَحَدُكُمْ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فَلْيَتَحَوَّلْ مِنْ مَجْلِسِهٖ ذٰلِكَ. (رواہ الترمذی)

حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس وقت ایک تمہارا جمعہ کے دن اونگھے اپنی جگہ بدل ڈالے۔ روایت کیا اس کو ترمذی نے۔

تشریح: حاصل حدیث:۔ اس حدیث میں اونگھ کو ختم کرنے کا طریقہ بیان کیا گیا ہے کہ ایک جگہ سے دوسری جگہ چلے جاؤ۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ

عَنْ نَّافِعٍ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَؓ يَقُوْلُ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يُّقِيْمَ الرَّجُلُ الرَّجُلَ مِنْ مَّقْعَدِهٖ وَيَجْلِسُ فِيْهِ قِيْلَ لِنَافِعٍ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ فِي الْجُمُعَةِ قَالَ فِي الْجُمُعَةِ وَغَيْرِهَا. (صحيح البخاري و صحيح مسلم)

حضرت نافعؒ سے روایت ہے کہا میں نے ابن عمرؓ سے سنا فرماتے تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منع فرماتے اس بات سے کہ ایک آدمی دوسرے کو اس کی جگہ سے اٹھائے اور خود بیٹھ جائے۔ نافعؒ کیلئے کہا گیا جمعہ میں کہا جمعہ میں بھی اور اس کے علاوہ بھی۔

وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَحْضُرُ الْجُمُعَةَ ثَلَاثَةُ نَفَرٍ فَرَجُلٌ حَضَرَهَا بِلَغْوٍ فَذَالِکَ حَظُّهٗ مِنْهَا وَرَجُلٌ حَضَرَهَا بِدُعَاءٍ فَهُوَ رَجُلٌ دَعَا اللّٰهَ اِنْ شَاءَ اَعْطَاهُ وَاِنْ شَاءَ مَنَعَهٗ وَرَجُلٌ حَضَرَهَا بِاِنْصَاتٍ وَسُكُوْتٍ وَلَمْ يَتَخَطَّ رَقَبَةَ مُسْلِمٍ وَلَمْ يُؤْذِ اَحَدًا فَهِيَ كَفَّارَةٌ اِلَى الْجُمُعَةِ الَّتِي تَلِيْهَا وَزِيَادَةُ ثَلَاثَةِ اَيَّامٍ وَ ذَالِکَ بِاَنَّ اللّٰهَ يَقُوْلُ مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا. (رواه ابوداؤد)

حضرت عبداللہ بن عمروؓ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جمعہ میں تین شخص حاضر ہوتے ہیں ایک شخص بے فائدہ کلام کیساتھ حاضر ہوتا ہے پس وہ اسکا حصہ ہے اور ایک آدمی دعا کیساتھ حاضر ہوتا ہے پس وہ شخص ہے کہ اس نے دعا مانگی اگر اللہ چاہے اسکو دے اگر چاہے نہ دے اور ایک آدمی جمعہ کو حاضر ہوتا ہے خاموشی اور سکوت کے ساتھ کسی مسلمان کی گردن نہ پھلانگے کسی کو تکلیف نہ دے یہ جمعہ اس کا کفارہ ہے اس جمعہ تک جو اسکے ساتھ متصل ہے اور تین دن زائد کا اور یہ اس لئے ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے جو شخص ایک نیکی کرے اس کیلئے دس گنا ثواب ہے۔ روایت کیا اس کو ابوداؤد نے۔

تشریح: ان شاء اعطاہ وان شاء منعہ کا مطلب یہ ہے کہ وہ شخص چونکہ خلاف ادب اور خلاف حکم اس وقت دعا میں مشغول رہتا ہے۔ اس لئے اگر اللہ تعالیٰ چاہے گا تو محض اپنے فضل و کرم کے صدقہ میں اس کی دعا کو قبول فرمالے گا ورنہ تو از راہ عدل اس کے اس فعل بد کی وجہ سے کہ وہ دعا میں مشغول رہ کر خطبہ سننے سے غافل رہا اس کی دعا قبول نہیں فرمائے گا خطبہ کے وقت دعا میں مشغول ہونا حنفیہ کے نزدیک مکروہ ہے جب کہ دوسرے علماء کے یہاں حرام ہے۔ مشکوۃ کے ایک دوسرے نسخہ میں لفظ یلغو اصیغہ مضارع کے ساتھ نقل کیا گیا ہے لیکن صحیح بلغو ہے جیسا کہ یہاں نقل کیا گیا ہے کیونکہ یہ اگلے جملوں کے مطابق ہے۔

ولم یوذ احدا کا مطلب یہ ہے کہ مسجد میں آکر اس نے کسی شخص کو ایذا اور تکلیف نہیں پہنچائی بایں طور کہ مثلاً نہ تو کسی کو اس کی جگہ سے اٹھایا نہ کسی دوسرے کے جسم کے کسی عضو پر چڑھ کر بیٹھا یا اسی طرح نہ تو کسی کے مصلی پر اس کی مرضی کے بغیر بیٹھا اور نہ لہسن و پیاز جیسی اشیاء کی بدبو سے کسی کو تکلیف پہنچائی۔

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ تَكَلَّمَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَالْاِمَامُ يَخْطُبُ فَهُوَ كَمَثَلِ الْحِمَارِ يَحْمِلُ اَسْفَارًا وَالَّذِي يَقُوْلُ لَهٗ اَنْصِتْ لَيْسَ لَهٗ جُمُعَةٌ. (رواه احمد بن حنبل)

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے جمعہ کے دن کلام کی جبکہ امام خطبہ دے رہا ہے وہ گدھے کی مانند ہے جو کتابیں اٹھاتا ہے اور جو شخص اس کو کہے کہ چپ رہ اس کو جمعہ کا ثواب نہیں۔ روایت کیا اس کو احمد نے۔

تشریح: حاصل حدیث:۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جب روکنے والے کا جمعہ نہیں تو باتیں کرنے والے کا بطریق اولیٰ

نہیں ہوگا اس لئے کہ یہ امر بالمعروف کا وقت نہیں۔ قولہ' کمثل الحمار یہ عالم کے علم پر عمل نہ کرنے سے کنایہ ہے۔

وَعَنْ عُبَيْدِ بْنِ السَّبَّاقِ مُرْسَلًا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي جُمُعَةٍ مِنَ الْجُمَعِ
حضرت عبید بن السباقؒ سے مرسل روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جمعہ کے دن فرمایا
يَا مَعْشَرَ الْمُسْلِمِيْنَ إِنَّ هٰذَا يَوْمٌ جَعَلَهُ اللّٰهُ عِيْدًا فَاغْتَسِلُوْا وَمَنْ كَانَ عِنْدَهُ طِيْبٌ فَلَا يَضُرُّهُ أَنْ
اے مسلمانوں کی جماعت اس دن کو اللہ تعالیٰ نے عید ٹھہرایا ہے پس نہاؤ اور جس کے پاس خوشبو ہو اس کو ضرر نہیں کہ
يَمَسَّ مِنْهُ وَعَلَيْكُمْ بِالسِّوَاكِ رَوَاهُ مَالِكٌ وَرَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ عَنْهُ وَهُوَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ مُتَّصِلًا.
اس کو لگالے اور لازم ہے تم پر مسواک۔ روایت کیا اس کو مالک نے اور روایت کیا اس کو ابن ماجہ نے اس سے اور ابن عباس سے متصل۔

تشریح: حاصل حدیث:۔ خصوصی طور پر جمعہ کے دن کثرت کے ساتھ مسواک کو لازم پکڑو۔ حدیث کے الفاظ ومن کان عندہ طیب فلا یضرہ ان یمس کے بارہ میں اگر یہ اشکال پیدا ہو کہ یہ پیرایہ بیان وہاں استعمال کیا جاتا ہے جہاں کسی گناہ کا گمان ہوتا ہے لیکن خوشبو استعمال کرنا اور خاص طور پر جمعہ کے دن سنت موکدہ ہے لہٰذا اس موقعہ پر یہ پیرایہ بیان کیوں اختیار کیا گیا؟ تو جواب یہ ہوگا کہ بعض مسلمان یہ گمان کرتے تھے کہ خوشبو چونکہ عورتوں کے استعمال میں زیادہ آتی ہے اور عورتیں زیادہ تر اس کے استعمال کی عادی ہوتی ہیں اس لئے مردوں کیلئے اس کا استعمال مناسب نہ ہوگا چنانچہ اس گمان اور گناہ کی نفی اس پیرایہ میں بیان سے کی گئی ہے جیسا کہ طواف یعنی صفا ومروہ کی سعی ارکان حج میں سے ہے اور واجب ہے لیکن اس کے باوجود اس بارے میں حق تعالیٰ نے یہ پیرایہ بیان اختیار فرمایا لا جناح علیہ ان یطوف بھما (یعنی اس میں کوئی حرج نہیں ہے کہ صفا ومروہ کی سعی کی جائے) حدیث کے آخری الفاظ کا مطلب یہ ہے کہ جمعہ کے دن اور خاص طور پر غسل ووضو کے وقت مسواک ضرور استعمال کرنی چاہئے۔

وَعَنِ الْبَرَاءِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَقًّا عَلَى الْمُسْلِمِيْنَ أَنْ يَغْتَسِلُوْا يَوْمَ
حضرت براءؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مسلمانوں پر لازم ہے کہ جمعہ کے
الْجُمُعَةِ وَلْيَمَسَّ أَحَدُهُمْ مِنْ طِيْبِ أَهْلِهِ فَإِنْ لَمْ يَجِدْ فَالْمَاءُ لَهُ طِيْبٌ رَوَاهُ أَحْمَدُ وَ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ
دن غسل کریں اور ان کا ایک اپنے اہل کی خوشبو سے لگائے اگر خوشبو نہ ہو تو پانی اس کیلئے خوشبو ہے۔ روایت کیا اس کو احمد اور ترمذی نے
هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ.
اور کہا یہ حدیث حسن ہے۔

تشریح: قولہ' من طیب اھلہ اس لئے فرمایا گیا ہے کہ عورتیں اکثر خوشبو رکھتی ہیں اس سے گویا اس طرف اشارہ ہے کہ اگر کسی کے پاس خوشبو نہ ہو تو وہ اپنی بیوی سے مانگ لے لیکن خوشبو زنانی یعنی ایسی نہ ہو کہ اس میں رنگ کی آمیزش ہو۔ فالماء لہ طیب کا مطلب یہ ہے کہ اگر کسی کے پاس خوشبو نہ ہو اور اس کے گھر میں بھی بیوی وغیرہ کے پاس نہ ملے تو وہ پانی سے نہالے کہ پانی بمنزلہ خوشبو کے ہے کیونکہ پانی پاکیزگی اور ستھرائی کا سبب ہے اور بدن کی بو اس سے جاتی رہتی ہے۔

یہ حدیث اور اوپر کی حدیث حضرت امام مالکؒ کے مسلک کی مؤید ہے کیونکہ ان کے نزدیک جمعہ کے دن غسل کرنا واجب ہے لیکن جمہور علماء کے نزدیک چونکہ جمعہ کے دن غسل واجب نہیں لہٰذا ان حضرات نے احادیث کو سنت پر محمول کیا ہے کیونکہ ان کے علاوہ دوسری اور بہت سی احادیث سے یہ ثابت ہے کہ جمعہ کے دن غسل واجب نہیں ہے تاہم علماء لکھتے ہیں کہ جمعہ کے دن غسل نہ کرنا مکروہ ہے۔

بَابُ الْخُطْبَةِ وَالصَّلٰوةِ

خطبہ اور جمعہ کی نماز کا بیان

لغت میں خطبہ مطلقاً تقریر، گفتگو اور اس کلام کو کہتے ہیں کہ جس کے ذریعہ لوگوں کو مخاطب کیا گیا ہو لیکن شریعت کی اصطلاح میں ''خطبہ'' اس کلام اور مجموعہ الفاظ کو کہتے ہیں جو پند و نصائح، ذکر و ارشاد، درود و سلام اور شہادتیں پر مشتمل ہو۔

نماز جمعہ میں خطبہ فرض اور شرط ہے، امام اعظم ابوحنیفہؒ کے نزدیک خطبہ کی کم سے کم مقدار سبحان اللہ یا الحمدللہ یا لا الہ الا اللہ کہہ دینا ہے اگرچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے طویل خطبہ منقول ہے لیکن طویل خطبہ واجب یا سنت ہے شرط اور فرض نہیں ہے کہ بغیر طویل خطبہ کے جمعہ کی نماز درست نہ ہوتی ہو مگر حضرت امام ابو یوسفؒ اور حضرت امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ طویل ذکر اور پند و نصیحت کہ جسے عرف عام میں خطبہ کہا جاتا ہے ضروری ہے محض سبحان اللہ یا الحمدللہ کہہ لینے کو خطبہ نہیں کہا جا سکتا۔ حضرت امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ جب تک دو خطبے نہ پڑھے جائیں خطبہ جائز ہی نہیں ہوتا۔ ان تمام ائمہ کے دلائل فقہ کی کتابوں میں مذکور ہیں۔

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ

عَنْ اَنَسٍؓ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّي الْجُمُعَةَ حِيْنَ تَمِيْلُ الشَّمْسُ. (صحیح البخاری)
حضرت انسؓ سے روایت ہے بے شک نبی صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ پڑھتے جس وقت سورج ڈھلتا۔ روایت کیا اس کو بخاری نے۔

تشریح: قیلولہ دوپہر کا آرام۔ تغدی زوال شمس سے پہلے پہلے کا کھانا۔ اس حدیث کے تحت کہ جمعہ کا وقت کب شروع ہوگا؟ اس میں دو قول ہیں۔

۱۔ جمہور کہتے ہیں جو وقت ظہر کی نماز کا ہے وہی جمعہ کی نماز ہے یعنی زوال شمس کے بعد نماز جمعہ شروع ہوتا ہے۔

۲۔ حنابلہ کہتے ہیں زوال سے پہلے ہی شروع ہو جاتا ہے۔ اس سے پہلے بھی نماز جمعہ ادا کی جا سکتی ہے۔

جمہور کی دلیل پہلی حدیث ہے۔

حدیث انس ان النبی كان يصلی الجمعة حين تميل الشمس.

حنابلہ کی دلیل دوسری حدیث ہے۔

وَعَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍؓ قَالَ مَا كُنَّا نَقِيْلُ وَلَا نَتَغَدّٰى اِلَّا بَعْدَ الْجُمُعَةِ. (صحیح البخاری و صحیح مسلم)
حضرت سہل بن سعدؓ سے روایت ہے کہا ہم نہ قیلولہ کرتے تھے اور نہ اول روز کا کھانا کھاتے تھے مگر جمعہ پڑھنے کے بعد۔

تشریح: حديث سهل بن سعد قال ماكنا نقيل ولا نتغدى الابعد الجمعة طریق استدلال یہ ہے کہ وقت قیلولہ دوپہر کے وقت زوال سے پہلے ہوتا ہے۔ جمعہ کے دن جمعہ کی نماز کے بعد صحابہ کرامؓ قیلولہ کرتے تھے لہٰذا نماز جمعہ بھی زوال سے پہلے ہوتی تھی۔ (وقت القیلولہ علی الزوال و وقت الزوال متقدمة علی الجمعہ۔ نتیجہ: فوقت الجمعہ متقدمة علی الزوال):۔

احناف و جمہور کی طرف سے اس کا جواب یہ ہے کہ صحابی کا مقصود اس بات کو بیان کرنا نہیں ہے کہ جمعہ کے دن نماز جمعہ پہلے اور کھانا اور قیلولہ بعد میں ہوتا تھا۔ جمعہ کی نماز قیلولہ کے وقت معتاد پر نہیں ہوتا تھا بلکہ یہ بتلانا مقصود ہے کہ جمعہ کے دن قیلولہ اپنے وقت معتاد پر نہیں ہوتا تھا بلکہ غیر وقت میں ہوتا تھا۔ یہ بالکل ایسے ہی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سحری کا کھانا کھا رہے تھے ایک صحابیؓ آئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

نے فرمایاھلم غداء مبارکاً آؤ بابرکت صبح کے کھانے میں شریک ہوجاؤ۔اب غداءاس کھانے کو کہتے ہیں جوزوال شمس سے پہلے پہلے کھایا جائے۔اب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے غداۃ کا اطلاق سحری کے کھانے پر کیا جبکہ اس سحری کے کھانے پر غداۃ کا اطلاق نہیں ہوسکتا چونکہ سحری کا یہ کھاناغداۃ کے قائم مقام ہوجاتا ہےیعنی اس کھانے کے قائم مقام ہوجاتا ہے جوکہ زوال شمس سے پہلے پہلے کھایا جاتا ہے۔تواس لئے اس پرغداۃ کا اطلاق کردیا۔اسی طرح یہاں بھی ہے۔چونکہ یہ قیلولہ وآرام جوکہ جمعہ کی نماز کے بعد ہوتا تھا یہ قائم مقام ہے۔اس آرام وقیلولہ کے جوزوال شمس کے وقت ہوتا تھااس لئے اس آرام پرقیلولہ کا اطلاق کردیا۔

وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اشْتَدَّ الْبَرْدُ بَكَّرَ بِالصَّلٰوةِ وَاِذَا اشْتَدَّ الْحَرُّ
انسؓ سے روایت ہے کہا نبی صلی اللہ علیہ وسلم جس وقت سردی شدت کی ہوتی یعنی نماز جلد پڑھ لیتے
اَبْرَدَ بِالصَّلٰوةِ يَعْنِي الْجُمُعَةَ. (صحيح البخاری)
اور جب گرمی سخت ہوتی نماز دیر سے پڑھتے یعنی جمعہ کی نماز۔روایت کیااس کو بخاری نے۔

تشریح: مسئلہ:جمعہ میں تعجیل افضل ہے یا تاخیر؟احناف کے اس بارے میں دوقول ہیں۔(۱)مطلقاً تعجیل افضل ہے۔

(۲)۔جمعہ شتائی اور صیفی کا فرق ہے۔اگر جمعہ شتائی ہوتو پھر تعجیل افضل ہےاوراگر جمعہ صیفی ہوتو پھر تاخیر افضل ہے۔راجح یہ ہے کہ مطلقاً تعجیل افضل ہے۔باقی حدیث الباب کا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث ظہر کے بارے میں ہےاورصلوٰۃ کی تفسیر یعنی الجمعہ کے ساتھ کرنا یہ راوی کا اپنا اجتہاد ہے۔

وَعَنِ السَّائِبِ بْنِ يَزِيْدَؓ قَالَ كَانَ النِّدَاءُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ اَوَّلُهُ اِذَا جَلَسَ الْاِمَامُ عَلَى الْمِنْبَرِ عَلٰى عَهْدِ
حضرت سائب بن یزیدؓ سے روایت ہے کہاجمعہ کی اذان اول اسوقت ہوتی جس وقت منبر پر امام بیٹھتا
رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَبِيْ بَكْرٍ وَّعُمَرَ فَلَمَّا كَانَ عُثْمَانُ وَكَثُرَ النَّاسُ زَادَ النِّدَآءَ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں اور حضرت ابوبکرؓ اور عمرؓ کے زمانہ میں۔جب عثمانؓ خلیفہ ہوئے اور لوگ زیادہ ہوگئے انہوں نے
الثَّالِثَ عَلَى الزَّوْرَآءِ. (صحيح البخاری)
تیسری اذان زوراء پر زائد کردی۔روایت کیااس کو بخاری نے۔

تشریح: قولہ' فلما کان عثمان و کثر الناس زاد النداء الثالث اس میں ہےزوراء یہ ایک گھر تھا جس کی چھت پر چڑھ کراذان دی جاتی تھی۔نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں دواذانیں تھیں۔نمبرا جوامام کے منبر پر بیٹھنے کے بعد دی جاتی تھی جس کو اوّل سے تعبیر کردیا اور دوسری اذان تکبیر (اقامۃ) ہے۔نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکرؓ وعمرؓ کے زمانہ میں یہی دواذانیں تھیں لیکن جب عثمانؓ کا دورخلافت آیا تولوگ زیادہ ہوگئے اورضرورت تھی تواس لئے ایک تیسری اذان کوایجاد کیا جوکہ زوال شمس کے بعد کہی جاتی ہے جس کو حدیث میں ثالث سے تعبیر کیا ہے۔اس کوثالث کہنا ایجاد کے اعتبار سے ہے۔مصنوعیت کے اعتبار سے آخر میں مشروع ہوئی عمل کے اعتبار سے اوروقت کے اعتبار سے یہ اوّل ہے۔یہ تیسری اذان تب بنے گی جب تغلیباً تکبیر کوبھی اذان شمار کیا جائے۔ورنہ یہ تیسری نہیں بنے گی اگر کوئی یہ کہے کہ یہ تو بدعت ہوئی؟جواب:بعد میں آئمہ کااس پراجماع ہوگیا تھااوراس وقت جوصحابہ کرامؓ موجود تھے وہ سب خاموش رہے لہٰذا ان کا اجماع بھی ہوگیا۔اور علیکم بسنتی و سنۃ خلفاء الراشدین کی وجہ سے یہ سنت ہے۔اوراس زمانہ میں بھی تعامل اسی پر ہے۔ لہٰذااس کوبدعت کہنا غلط ہےاوربیع وشراء وغیرہ کا تعلق پہلی اذان کے ساتھ ہے۔

وَعَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَؓ قَالَ كَانَتْ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خُطْبَتَانِ يَجْلِسُ بَيْنَهُمَا يَقْرَءُ الْقُرْاٰنَ
حضرت جابر بن سمرہؓ سے روایت ہے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دوخطبے تھےان کے درمیان بیٹھتے قرآن پڑھتے اورلوگوں کونصیحت کرتے

وَيُذَكِّرُ النَّاسَ فَكَانَتْ صَلٰوتُهُ قَصْدًا وَّخُطْبَتُهُ قَصْدًا. (مسلم)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز بھی اوسط درجہ کی تھی اور خطبہ بھی اوسط درجہ کا روایت کیا اس کو مسلم نے۔

تشریح: آپ دونوں خطبوں کے درمیان اس قدر بیٹھا کرتے تھے کہ جسم مبارک کا ہر ہر عضو اپنی اپنی جگہ پر آجاتا تھا چنانچہ فقہاء نے دونوں خطبوں کے درمیان بیٹھنے کا صرف اتنا عرصہ مقرر کیا ہے کہ جس میں تین مرتبہ ''سبحان اللہ'' کہا جاسکے دونوں خطبوں کے درمیان بیٹھنا واجب نہیں ہے بلکہ سنت ہے۔ یہ بات بھی جان لینی چاہئے کہ صحیح طور پر یہ ثابت نہیں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دونوں خطبوں کے درمیان بیٹھ کر کوئی دعا پڑھتے تھے۔

وَعَنْ عَمَّارٍؓ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنَّ طُوْلَ صَلٰوةِ الرَّجُلِ وَقِصَرَ

حضرت عمارؓ سے روایت ہے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا فرماتے تھے آدمی کا نماز لمبی پڑھنا

خُطْبَتِهٖ مَئِنَّةٌ مِّنْ فِقْهِهٖ فَاَطِيْلُوا الصَّلٰوةَ وَاقْصُرُوا الْخُطْبَةَ وَاِنَّ مِنَ الْبَيَانِ سِحْرًا. (صحیح مسلم)

اور خطبہ مختصر کرنا اس کی دانائی کی علامت ہے پس دراز کرو اور خطبہ کو تاہ کرو تحقیق بعض بیان سحر ہے۔ روایت کیا اس کو مسلم نے۔

تشریح: حاصل حدیث:۔ خطبہ جمعہ ایسا مختصر ہونا چاہیے جو کہ مؤثر ہو اور ایسا مؤثر جیسے جادو مؤثر ہوتا ہے۔ وان من البیان لسحراً۔ یہ مدح کو بیان کرنا ہے۔ بعض نے کہا کہ یہ مذمت کو بیان کرنا ہے۔

وَعَنْ جَابِرٍؓ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا خَطَبَ اِحْمَرَّتْ عَيْنَاهُ وَعَلَا صَوْتُهٗ

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس وقت خطبہ فرماتے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھیں سرخ ہو جاتیں آواز بلند ہوتی

وَاشْتَدَّ غَضَبُهٗ حَتّٰى كَاَنَّهٗ مُنْذِرُ جَيْشٍ يَقُوْلُ صَبَّحَكُمْ وَمَسَّاكُمْ وَيَقُوْلُ بُعِثْتُ اَنَا وَالسَّاعَةَ كَهَاتَيْنِ

اور غصہ سخت ہوتا گویا آپ صلی اللہ علیہ وسلم ڈرانے والے ہیں لشکر سے کہ کہتا ہے کہ وہ لشکر تم کو صبح لوٹ لے گا یا شام کو لوٹے گا اور فرماتے میں اور

وَيَقْرُنُ بَيْنَ اِصْبَعَيْهِ السَّبَّابَةِ وَالْوُسْطٰى. (صحیح مسلم)

قیامت ساتھ ساتھ اس طرح بھیجے گئے ہیں۔ اپنی دونوں انگلیاں ملاتے یعنی شہادت انگلی اور وسطی انگلی کو روایت کیا اس کو مسلم نے۔

تشریح: حاصل حدیث:۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب خطبہ دیتے تو آنکھیں سرخ ہو جاتیں اور آواز بلند ہو جاتی تھی۔ غصہ سخت ہو جاتا اور بڑھ جاتا تھا اور ایسی کیفیت معلوم ہوتی تھی کہ کسی لشکر سے ڈرانے والے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ کیفیت غیر اختیاری ہوتی تھی اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے کہ مجھ میں اور قیامت میں اقتران و اتصال ہے۔ اس سے مقصود یہ تھا کہ میرے درمیان اور قیامت کے درمیان میں کوئی حائل نہیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سبابہ اور وسطی کو ملاتے وقت یہ کہتے **بعثت انا و الساعة کھاتین** اس کی تشریح میں بعض نے کہا کہ اس سے مقصود یہ تھا کہ جس طرح وسطی اور سبابہ کے درمیان کوئی زیادہ وقفہ نہیں فاصلہ بہت کم ہے اسی طرح میرے اور قیامت کے درمیان کوئی زیادہ فاصلہ نہیں اور بعض نے کہا کہ جس طرح ان دونوں انگلیوں کے درمیان کوئی تیسری انگلی نہیں اسی طرح قیامت اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان کوئی دوسرا نبی آنے والا نہیں ہے۔

وَعَنْ يَّعْلَى بْنِ اُمَيَّةَؓ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَاُ عَلَى الْمِنْبَرِ وَنَادَوْا يَا مَالِكُ

حضرت یعلی بن امیہؓ سے روایت ہے کہا میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سنا منبر پر پڑھ رہے تھے ونادوا یا مالک

لِيَقْضِ عَلَيْنَا رَبُّكَ. (صحیح البخاری و صحیح مسلم)

لیقض علینا ربک.

تشریح: حاصل حدیث:۔اس حدیث سے معلوم ہوا کہ خطبہ جمعہ میں قرآن کی آیات میں سے کوئی آیت تلاوت کی جائے۔

وَعَنْ اُمِّ هِشَامٍ بِنْتِ حَارِثَةَ بْنِ النُّعْمَانِ رضی الله عنها قَالَتْ مَا اَخَذْتُ قٓ وَالْقُرْآنِ الْمَجِيْدِ اِلَّا

حضرت ام ہشام بنت حارثہ بن نعمانؓ سے روایت ہے کہا میں نے سورہ ق والقرآن المجید نہیں سیکھی مگر

عَنْ لِّسَانِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُهَا كُلَّ جُمُعَةٍ عَلَى الْمِنْبَرِ اِذَا خَطَبَ النَّاسَ. (مسلم)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے ہر جمعہ کو منبر پر پڑھتے۔ جس وقت لوگوں کو خطبہ دیتے روایت کیا اس کو مسلم نے۔

تشریح: حاصل حدیث:۔سورۃ ق کی ابتدائی آیات خطبہ میں تلاوت فرماتے تھے نہ کہ پوری سورت'قالت ام حشام نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خطبہ کے اندران آیات کو کثرت سے پڑھنے کی وجہ سے مجھے یاد ہوگئیں۔

وَعَنْ عَمْرِو بْنِ حُرَيْثٍؓ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَطَبَ وَعَلَيْهِ عِمَامَةٌ سَوْدَاءُ قَدْ اَرْخٰى

حضرت عمرو بن حریثؓ سے روایت ہے بیشک نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ دیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک پر سیاہ رنگ کی پگڑی تھی اس

طَرَفَيْهَا بَيْنَ كَتِفَيْهِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ. (مسلم)

کے دونوں سرے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے کندھوں کے درمیان چھوٹے تھے یہ دن جمعہ کا تھا۔روایت کیا اس کو مسلم نے۔

تشریح: ایک ضعیف حدیث میں منقول ہے کہ عمامہ باندھ کر پڑھی گئی نماز ان ستر نمازوں سے بہتر ہے جو بغیر عمامہ پڑھی گئی ہوں بہر حال علامہ طیبیؒ فرماتے ہیں کہ حدیث بالا سے یہ مفہوم ہوتا ہے کہ جمعہ کے روز زیبائش اختیار کرنا' اچھے اور عمدہ لباس زیب تن کرنا' سیاہ عمامہ باندھنا اور عمامہ کے دونوں کناروں کو دونوں مونڈھوں کے درمیان لٹکانا سنت ہے۔ میرکؒ کا قول اس حدیث کے بارے میں یہ ہے کہ جس خطبہ کے بارے میں یہاں بتایا جارہا ہے یہ خطبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مرض موت میں ارشاد فرمایا تھا۔ زیلعیؒ کا کہنا ہے کہ سیاہ کپڑے کا استعمال کرنا سنت ہے۔صاحب مدخل نے لکھا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا عمامہ سات ہاتھ کا تھا۔ سیوطیؒ نے ایسے صحابہ اور تابعین کا ذکر کیا ہے جو سیاہ عمامہ باندھتے تھے ان میں انس ابن مالکؓ عمار ابن یاسرؓ معاویہؓ ابودرداءؓ براءؓ عبدالرحمن ابن عوفؓ واثلہؓ سعید ابن مسیبؓ حسن بصریؒ اور سعید ابن جبیرؓ وغیرہ شامل ہیں۔

نوویؒ نے لکھا ہے کہ عمامہ دونوں طریقوں سے باندھنا جائز ہے خواہ شملہ چھوڑا جائے یا نہ چھوڑا جائے ان میں سے کوئی طریقہ مکروہ نہیں ہے۔

وَعَنْ جَابِرٍؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَخْطُبُ اِذَا جَاءَ اَحَدُكُمْ يَوْمَ الْجُمُعَةِ

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ دے رہے تھے جس وقت ایک تمہارا جمعہ کیلئے آئے

وَالْاِمَامُ يَخْطُبُ فَلْيَرْكَعْ رَكْعَتَيْنِ وَلْيَتَجَوَّزْ فِيْهِمَا. (مسلم)

اور امام خطبہ دے رہا ہو دو رکعتیں پڑھے اور انکو ہلکا پڑھے۔روایت کیا اس کو مسلم نے۔

تشریح: اگر کوئی شخص مسجد میں ایسے وقت آئے جبکہ امام خطبہ دے رہا ہو تو اس آنے والے شخص کو تحیۃ المسجد کو دو رکعتیں پڑھنی چاہئیں یا نہیں؟ اس میں ائمہ کا اختلاف ہوا ہے۔ امام شافعیؒ اور امام احمدؒ کا مذہب یہ ہے کہ ایسے شخص کو تحیۃ المسجد کی دو رکعتیں پڑھ کر بیٹھنا چاہئے۔امام ابوحنیفہؒ امام مالکؒ کے نزدیک اگر کوئی شخص خطبہ کے وقت مسجد میں آئے تو اس کو آتے ہی بیٹھ کر خطبہ کی طرف متوجہ ہو جانا چاہئے اس وقت تحیۃ المسجد نہ پڑھے۔ حضرت عمرؓ حضرت عثمانؓ حضرت علیؓ وغیرھم بہت سے اکابر صحابہؓ سے بھی یہی منقول ہے۔

احادیث سے ثابت ہے کہ خطبہ جمعہ کے وقت استماع وانصاف واجب ہے تحیۃ المسجد شافعیہ وحنابلہ کے نزدیک واجب نہیں صرف مستحب ہے اور خطبہ جمعہ کے وقت شریعت نے ایسے واجبات کی بھی اجازت نہیں دی جو انصات واستماع کے منافی ہو مثلاً کوئی شخص خطبہ کے دوران باتیں کررہا ہو۔ اس کو روکنا نہی عن المنکر ہے اور نہی عن المنکر کی بہت سی صورتیں واجب ہیں لیکن خطبہ کے دوران اس کی بھی اجازت نہیں

اس کو بھی حدیث میں لغو قرار دیا گیا ہے۔ تحیۃ المسجد جو کہ واجب نہیں مستحب ہے اس کی اجازت عامہ کیسے ہو سکتی ہے۔ احادیث میں بہت سے واقعات ایسے ملتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خطبہ کے دوران کئی صحابہؓ پہنچے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو تحیۃ المسجد پڑھنے کا حکم نہیں دیا سوائے ایک واقعہ کے۔ مثلاً اسی باب کی فصل ثانی میں ہے کہ ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ دینے لگے تو آپ نے فرمایا اجلسوا (بیٹھ جاؤ) حضرت ابن مسعودؓ بھی آ رہے تھے انہوں نے یہ جملہ سنا تو مسجد کے دروازے ہی میں بیٹھ گئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمانے پر اندر تشریف لائے۔ ان کو آپ نے تحیۃ المسجد کا حکم نہیں دیا۔ اس قسم کے اور بھی کافی واقعات عہد رسالت اور عہد خلافت راشدہ میں ملتے ہیں۔

ابن ابی شیبہ نے حضرت ابن عمر و ابن عباسؓ کا اثر نقل کیا ہے۔ أنهما كان يكرهان الصلوة والكلام يوم الجمعة بعد خروج الامام۔ اسی طرح ثعلبہ بن مالک القرظی سے حضرت عمرؓ و عثمانؓ کے زمانہ کا معمول نقل کیا ہے۔ ادركت عمر و عثمان فكان الامام اذا خرج يوم الجمعة تركنا الصلوة فاذا تكلم تركنا الكلام۔

شافعیہ و حنابلہ کی دلیل۔ شافعیہ و حنابلہ حضرت جابرؓ کی زیر بحث حدیث سے استدلال کرتے ہیں۔ یہ حدیث دو طرح سے مروی ہے ایک تو یہی جو یہاں مذکور ہے اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا قول عام نقل کیا گیا ہے۔ اذا جاء أحدكم يوم الجمعة والامام يخطب فليركع ركعتين۔ اس حدیث کے دوسرے اکثر طرق میں قاعدہ عامہ نقل نہیں کیا گیا بلکہ ایک واقعہ جزئیہ نقل کیا گیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ممبر پر تھے۔ اس دوران ایک صحابیؓ آئے تو آپ نے ان کو دو رکعت پڑھنے کا حکم دیا یہ صحابیؓ سلیک غطفانی تھے۔ دونوں قسم کی روایات کے الگ الگ جوابات دیئے جائیں گے۔

واقعہ جزئیہ والی روایات کے جوابات حسب ذیل ہیں۔

۱۔ اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا خطبہ شروع نہیں فرمایا تھا شروع کرنے کا ارادہ فرما رہے تھے۔ یخطب کا معنی ہے "يريد أن يخطب" لہٰذا یہ رکعتیں خطبہ کے دوران نہ ہوئیں خطبہ سے پہلے ہوئیں۔ اس احتمال کی تائید بعض روایات سے بھی ہوتی ہیں۔

۲۔ جب سلیکؓ دو رکعتیں پڑھنے لگے ہیں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اتنی دیر کیلئے خطبہ سے سکوت فرما لیا تھا۔ جب تک وہ نماز پڑھتے رہے خطبہ بند رہا۔ لہٰذا یہ نماز خطبہ کے دوران نہ ہوئی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ساتھ یہ خصوصی معاملہ اس لئے فرمایا کہ یہ بہت زیادہ مفلوک الحال تھے۔ پھٹے پرانے کپڑے پہن کر آئے تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ روک کر ان کو نماز کیلئے کھڑا کر دیا تا کہ لوگ ان کے پھٹے پرانے کپڑے دیکھ لیں اور اس پر صدقہ کریں اس کی تائید بھی روایات حدیث سے ہوتی ہے۔

۳۔ ہو سکتا ہے کہ یہ اس زمانہ کا واقعہ ہو جب نماز میں کلام کی اجازت تھی۔ اس وقت خطبہ کے دوران بدرجہ اولیٰ کلام جائز ہوگی۔ جب کلام کی اجازت ہوگی تو نماز کی بھی ہوگی۔ بعد میں یہ ساری چیزیں منسوخ ہو گئی ہوں۔

۴۔ سلیک غطفانیؓ کا یہ واقعہ واقعہ جزئیہ ہے۔ اس میں عموم نہیں اس میں کئی احتمالات ہیں ایک احتمال یہ بھی ہے کہ یہ سلیکؓ کی خصوصیت ہو۔ اس کے مقابلہ میں ہم نے جو دلائل پیش کئے ہیں وہ قاعدہ کلیہ ہیں واقعہ جزئیہ کا قاعدہ کے ساتھ تعارض ہو تو ترجیح قاعدہ عام کو دینی چاہئے۔

۵۔ ہمارے دلائل محرم ہیں یہ حدیث مبیح ہے محرم کو مبیح پر ترجیح ہونی چاہئے۔

زیر بحث حدیث جس میں بطور قاعدہ فرمایا گیا "اذا جاء احدكم الجمعة والامام يخطب فليصل ركعتين" اس کا جواب یہ ہے کہ یہ اصل میں وہی واقعہ جزئیہ ہی ہے جس کا جواب ہو چکا۔ بعض رواۃ نے اسے قاعدہ عامہ پر محمول کر کے اس عنوان سے روایت کر دیا ہے۔ چنانچہ امام دارقطنی نے کتاب التتبع علی الصحیحین لکھی ہے اس میں صحیحین کی بعض حدیثوں پر تنقید کی ہے۔ ان منتقد علیہا احادیث میں سے ایک یہ بھی ہے۔ باقی احادیث کی تو سندوں پر تنقید کی ہے لیکن اس حدیث کے متن پر تنقید کی ہے اور یہی بات فرمائی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ عیہ وسلم نے تو ایک خاص آدمی کو نماز پڑھنے کا کہا تھا لیکن راوی نے اس کو عام عنوان سے نقل کر دیا۔ اگر بالفرض اس حدیث کو اسی طرح تسلیم کر لیں تو جواب یہ ہوگا کہ "يخطب" کا معنی "يكاد يخطب" یہ مطلب لینے کی صورت میں مختلف دلائل میں تعارض نہیں رہے گا۔

وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اَدْرَکَ رَکْعَةً مِنَ الصَّلٰوةِ
حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص نماز کی ایک رکعت پالیتا ہے

مَعَ الْإِمَامِ فَقَدْ اَدْرَکَ الصَّلٰوۃَ. (صحیح البخاری و صحیح مسلم)

ساتھ امام کے پس اس نے نماز پالی۔

تشریح: حاصل حدیث:۔اس حدیث کی تشریح آگے آرہی ہے۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ

عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَخْطُبُ خُطْبَتَیْنِ کَانَ یَجْلِسُ اِذَا صَعِدَ الْمِنْبَرَ

حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم دو خطبے پڑھتے تھے جس وقت منبر پر چڑھتے بیٹھ جاتے یہاں تک کہ فارغ ہوتا میرا خیال

حَتّٰی یَفْرُغَ اَرَاہُ الْمُؤَذِّنُ ثُمَّ یَقُوْمُ فَیَخْطُبُ ثُمَّ یَجْلِسُ وَلَا یَتَکَلَّمُ ثُمَّ یَقُوْمُ یَخْطُبُ. (رواہ ابوداؤد)

ہے کہ موذن پھر کھڑے ہوتے پس خطبہ پڑھتے پھر بیٹھتے اور کلام نہ کرتے پھر کھڑے ہوتے اور خطبہ پڑھتے۔روایت کیا اس کو ابوداؤد نے۔

تشریح: حدیث کے الفاظ اذا صعد المنبر کے پیش نظر علماء نے کہا ہے کہ منبر پر کھڑے ہو کر خطبہ پڑھنا مستحب ہے۔دونوں خطبوں کے درمیان بیٹھنے کی مقدار کے بارے میں علامہ ابن حجرؒ کا ارشاد ہے کہ اولیٰ یہ ہے کہ سورہ اخلاص پڑھنے کے بقدر بیٹھنا چاہئے "کوئی کلام نہ کرتے" کا مطلب یہ ہے کہ دونوں خطبوں کے درمیان بیٹھنے کے عرصہ میں نہ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم دعا کرتے تھے اور نہ کچھ پڑھتے تھے۔

مسئلہ یہ ہے کہ دوسرے خطبہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے آل واصحاب وازواج مطہرات خصوصاً خلفاء راشدین اور حضرت حمزہؓ وعباسؓ کیلئے دعا کرنا مستحب ہے۔بادشاہ وقت کیلئے بھی دعا کرنا جائز ہے۔لیکن "شرح منیہ" میں لکھا ہے کہ بادشاہوں کی ایسی تعریف کرنا جو غلط ہو اور ان کے ایسے اوصاف بیان کرنا جن سے وہ متصف نہ ہوں اشد مکروہ (یعنی مکروہ تحریمی) ہے کیونکہ اس طرح عبادت کے ساتھ گناہ یعنی جھوٹ کو ملانا لازم آتا ہے۔اس مسئلہ کی شدت اس سے بخوبی واضح ہوتی ہے کہ ہمارے بعض ائمہ نے تو یہاں تک کہا ہے کہ ہمارے زمانہ کے بادشاہوں کو عادل کہنا حدود کفر کے قریب ہو جاتا ہے۔حدیث میں جو یہ بیان کیا گیا ہے کہ "آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دونوں خطبوں کے درمیان کلام نہ کرتے تھے" تو اس کے بارے میں حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ نے تو وہی تشریح کی ہے جو اوپر بیان کی گئی ہے لیکن ملا علی قاریؒ نے شرح طیبی سے نقل کیا ہے کہ دونوں خطبوں کے درمیان قرآن کی آیتیں پڑھنا اولیٰ ہے لیکن حضرت ابن حبان کی ایک روایت ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب دونوں خطبوں کے درمیان بیٹھتے تو کتاب اللہ کی آیتیں پڑھا کرتے تھے چنانچہ بعض حضرات نے کہا ہے کہ اس عرصہ میں سورہ اخلاص پڑھنا مستحب ہے۔بہرحال ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حدیث کے اس جملہ کی تشریح کے وقت حضرت شیخ عبدالحق کے سامنے یہ روایت نہیں ہوگی۔واللہ اعلم۔

وَعَنْ عَبْدِاللّٰہِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا اسْتَوٰی عَلَی الْمِنْبَرِ اسْتَقْبَلْنَاہُ

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہا نبی صلی اللہ علیہ وسلم جس وقت منبر پر بیٹھتے ہم اپنا منہ

بِوُجُوْھِنَا رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَقَالَ ھٰذَا حَدِیْثٌ لَا نَعْرِفُہٗ اِلَّا مِنْ حَدِیْثِ مُحَمَّدِ ابْنِ الْفَضْلِ وَھُوَ ضَعِیْفٌ

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کر لیتے۔روایت کیا اس کو ترمذی نے اور کہا یہ حدیث ہے ہم اس کو نہیں پہچانتے مگر محمد بن

ذَاھِبُ الْحَدِیْثِ.

فضل کی روایت سے اور وہ ضعیف ہے حدیث بھول جانے والا۔

تشریح: سوال:اس حدیث سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ حلقہ بنا لیتے تھے یہ تو تسویۃ الصفوف کے خلاف ہے؟

جواب-۱: مطلب یہ ہے کہ ہم اس جہت کی طرف رخ کرتے تھے جس جہت کی طرف نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہوتے تھے۔

جواب-۲: یہ حدیث سنداً اس وزن پر نہیں کہ اس سے استدلال کیا جا سکے اس لئے کہ یہ ضعیف ہے۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ

عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَؓ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُ قَائِمًا ثُمَّ يَجْلِسُ ثُمَّ يَقُوْمُ

حضرت جابر بن سمرہؓ سے روایت ہے کہا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوکر خطبہ دیتے پھر بیٹھتے پھر کھڑے ہوتے اور خطبہ دیتے

فَيَخْطُبُ قَائِمًا فَمَنْ نَبَّاَكَ اَنَّهُ كَانَ يَخْطُبُ جَالِسًا فَقَدْ كَذَبَ فَقَدْ وَاللّٰهِ صَلَّيْتُ مَعَهُ اَكْثَرَ

جو تجھ کو بتلائے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھ کر خطبہ دیتے تھے اس نے جھوٹ بولا پس قسم ہے اللہ کی میں نے دو ہزار سے زیادہ نمازیں

مِنْ اَلْفَيْ صَلٰوةٍ. (مسلم)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ پڑھی ہیں۔ روایت کیا اس کو مسلم نے۔

تشریح: حاصل حدیث:۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ دونوں خطبے قائماً ہیں۔ حضرت جابر بن سمرہؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں دو ہزار سے زائد نمازیں پڑھی ہیں۔ اس سے صرف جمعہ کی نمازیں مراد نہیں بلکہ مطلق نمازیں مراد ہیں خواہ جمعہ کی ہوں یا جمعہ کے ماسوا۔

وَعَنْ كَعْبِ بْنِ عُجْرَةَؓ اَنَّهُ دَخَلَ الْمَسْجِدَ وَعَبْدُالرَّحْمٰنِ بْنُ اُمِّ الْحَكَمِ يَخْطُبُ قَاعِدًا فَقَالَ

حضرت کعب بن عجرہؓ سے روایت ہے کہ وہ مسجد میں داخل ہوا اور عبدالرحمٰن بن ام حکم بیٹھ کر خطبہ دے رہا تھا کہا اس خبیث کی طرف

اُنْظُرُوْا اِلٰى هٰذَا الْخَبِيْثِ يَخْطُبُ قَاعِدًا وَقَدْقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى وَاِذَا رَاَوْاتِجَارَةً اَوْ لَهْوَان انْفَضُّوْا

دیکھو بیٹھ کر خطبہ دے رہا ہے جب کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اور جس وقت دیکھتے ہیں تجارت یا کھیل دوڑتے ہیں اس کی طرف

اِلَيْهَا وَتَرَكُوْكَ قَائِمًا. (الجمعة ۶۲:۱۱) (صحیح مسلم)

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کھڑے ہوئے چھوڑ جاتے ہیں روایت کیا اس کو مسلم نے۔

تشریح: حاصل حدیث:۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جو سنت کی خلاف ورزی کرے گا وہ عتاب کا مستحق ہوگا۔ باقی رہی یہ بات کہ آیا خطبہ عربی زبان میں ہوگا یا اس کے ماسوا میں بھی ہوسکتا ہے؟ جواب: خطبہ عربی میں ہی ہوگا۔ اس لئے کہ خطبہ کی مشروعیت ذکر ہونے کی حیثیت سے ہے نہ کہ وعظ و موعظہ ہونے کی حیثیت سے۔ اس لئے اذکار اپنی اصلی ہیئت پر باقی رہتے ہیں رہیں گے۔ اس پر حضرت تھانویؒ کا یہی واقعہ کہ ایک شخص نے کہا کہ خطبہ اردو میں ہونا چاہیے۔ عربی لوگوں کو سمجھ میں تو آتی نہیں ہے عربی سے خطبہ دینے میں کیا فائدہ ہے۔ آپؒ نے جواب دیا کہ خطبہ کی مشروعیت ذکر ہونے کی حیثیت سے ہے اور ذکر اپنی اصلی ہیئت پر باقی رہتا ہے خواہ سمجھ میں آئے یا نہ آئے۔

وَعَنْ عُمَارَةَ بْنِ رُوَيْبَةَؓ اَنَّهُ رَاٰى بِشْرَ بْنَ مَرْوَانَ عَلَى الْمِنْبَرِ رَافِعًا يَدَيْهِ فَقَالَ قَبَّحَ اللّٰهُ هَاتَيْنِ

حضرت عمارہ بن رویبہؓ سے روایت ہے اس نے بشر بن مروانؓ کو دیکھا منبر پر دونوں ہاتھ اٹھاتا ہے کہا اللہ تعالیٰ

الْيَدَيْنِ لَقَدْ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا يَزِيْدُ عَلٰى اَنْ يَّقُوْلَ بِيَدِهٖ هٰكَذَا وَاَشَارَ

ان دونوں ہاتھوں کو برا کرے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دیکھا ہے کہ اس طرح اشارہ سے زیادہ نہیں کرتے تھے

بِاِصْبَعِهِ الْمُسَبِّحَةِ. (صحیح مسلم)

یہ کہہ کر عمارؓ نے اپنی شہادت کی انگلی کے ساتھ اشارہ کیا روایت کیا اس کو مسلم نے۔

تشریح: حاصل حدیث:۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ خطبہ کے دوران یمیناً شمالاً ہاتھ پھیلانا صحیح نہیں ہے ایسا کرنے والے

کے بارے میں فرمایا کہ اس کے ہاتھ تباہ و برباد ہو جائیں۔ بس صرف انگلی سے اشارہ کرنا چاہیے۔

وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ لَمَّا اسْتَوٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ عَلَى الْمِنبَرِ قَالَ اجْلِسُوْا فَسَمِعَ ذٰلِكَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ فَجَلَسَ عَلٰى بَابِ الْمَسْجِدِ فَرَاٰهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ تَعَالَ يَا عَبْدَاللّٰهِ بْنَ مَسْعُوْدٍ. (رواہ ابوداؤد)

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہا کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے دن منبر پر بیٹھے صحابہؓ کو فرمایا بیٹھ جاؤ ابن مسعودؓ نے اسکو مسجد کے دروازے کے پاس سنا وہ وہیں بیٹھ گئے جب اس کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا فرمایا اے عبداللہ بن مسعودؓ آؤ۔ روایت کیا اس کو ابوداؤد نے۔

تشریح: حاصل حدیث:۔ ایک دفعہ جمعہ کے دن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منبر پر چڑھے اور فرمایا کہ بیٹھ جاؤ ابن مسعودؓ مسجد کے دروازے پر کھڑے تھے وہ وہیں بیٹھ گئے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو دیکھا تو فرمایا آگے آ جاؤ۔ ابن مسعودؓ نے سوچا کہ یہ حکم عام ہے اس لئے وہیں بیٹھ گئے حالانکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو فرمایا تھا جو مسجد میں تھے۔ بہرحال خطیب اگر خطبہ شروع بھی کر دے تو اس کو اس قسم کی بات کرنا جائز ہے۔

وَعَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اَدْرَكَ مِنَ الْجُمُعَةِ رَكْعَةً فَلْيُصَلِّ اِلَيْهَا اُخْرٰى وَمَنْ فَاتَتْهُ الرَّكْعَتَانِ فَلْيُصَلِّ اَرْبَعًا اَوْقَالَ الظُّهْرَ. (رواہ الدارقطنی)

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص جمعہ کی ایک رکعت پالے پس چاہیئے کہ اسکے ساتھ ایک اور ملالے اور جسکی دونوں رکعتیں رہ جائیں چار رکعت پڑھے یا فرمایا ظہر پڑھے۔ روایت کیا اس کو دارقطنی نے۔

تشریح: بعض سلف کا یہ مذہب ہوا ہے کہ اگر کسی شخص سے جمعہ کا خطبہ بھی فوت ہوا ہے تو وہ مدرک جمعہ نہیں سمجھا جائے گا اس کو ظہر کی چار رکعتیں پڑھنی چاہئیں۔ لیکن جمہور فقہاء اور ائمہ اربعہ کا اس بات پر اتفاق ہے کہ اگر جمعہ کی ایک رکعت بھی کسی کو مل جائے تو وہ جمعہ کی دو رکعتیں ہی پڑھے گا۔ ظہر کی چار رکعت نہیں اگر کسی شخص کو جمعہ کی ایک رات سے بھی کم ملے مثلاً دوسرے رکعت کے رکوع کے بعد شریک ہو تو اس کو جمعہ کی دو رکعتیں پوری کرنی چاہئیں یا ظہر کی چار؟ اس کے بارے میں ائمہ اربعہ کا بھی اختلاف ہے۔ امام مالکؒ امام شافعیؒ اور امام احمدؒ کے مذہب میں مشہور یہ ہے کہ یہ شخص بعد میں چار رکعات پڑھے۔ امام ابوحنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ کا مذہب یہ ہے کہ اگر امام کے سلام پھیرنے سے پہلے کسی بھی وقت جماعت میں شریک ہو جاتے تو وہ مدرک جمعہ سمجھا جائے گا اور جمعہ کی ہی دو رکعتیں پوری کرے گا حضرت ابن مسعودؓ معاذ بن جبلؓ سے یہی منقول ہے۔

حنفیہ کی دلیل حضرت ابوہریرہؓ کی مرفوع حدیث ہے جس کی تخریج بخاری وغیرہ نے کی ہے۔ بخاری کے لفظ یہ ہیں۔ **اذا سمعتم الاقامة فامشوا الی الصلوة وعلیکم السکینة والو قار ولا تسرعوا فما ادرکتم فصلو وما فاتکم فاتمو.** اس میں مافات کو پورا کرنے کا حکم دیا ہے اور فوت یہاں جمعہ کی رکعتیں ہوئی ہیں ظہر کی نہیں اس لئے اتمام بھی انہی کا ہوگا۔

زیر بحث حدیث ابوہریرہؓ بحوالہ دارقطنی ائمہ ثلثہ کی دلیل ہے اس کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث کی سند پر کلام ہے یہ حدیث صحیح بخاری والی حدیث کے ہم پلہ نہیں۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ ''من فاتتہ الرکعتان'' کا مطلب ہے کہ جس کی دونوں رکعتیں پوری کی پوری رہ جائیں۔ یعنی جمعہ کا کچھ حصہ بھی نہ ملے ایسے شخص کو ظہر کی چار رکعتیں پڑھنی چاہئیں۔ اس کے ہم بھی قائل ہیں۔

بَابُ صَلٰوةُ الْخَوْفِ

نمازخوف کا بیان

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ

عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ غَزَوْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ قِبَلَ نَجْدٍ فَوَازَيْنَا الْعَدُوَّ فَصَافَفْنَا

حضرت سالم بن عبداللہ بن عمرؓ اپنے باپ سے روایت کرتا ہے کہا کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جہاد میں شریک ہوا نجد کی طرف ہم نے

لَهُمْ فَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ لَنَا فَقَامَتْ طَائِفَةٌ مَعَهُ وَاَقْبَلَتْ طَآئِفَةٌ عَلَى الْعَدُوِّ

دشمن کا مقابلہ کیا اور انکے سامنے صف باندھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے ہم کو نماز پڑھواتے تھے ایک جماعت

وَرَكَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَنْ مَعَهُ وَسَجَدَ سَجْدَتَيْنِ ثُمَّ انْصَرَفُوْا مَكَانَ الطَّآئِفَةِ الَّتِيْ

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کیساتھ کھڑی ہوئی اور ایک جماعت دشمن کی طرف متوجہ ہوئی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کے ساتھ

لَمْ تُصَلِّ فَجَآءُوْا فَرَكَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهِمْ رَكْعَةً وَّسَجَدَ سَجْدَتَيْنِ ثُمَّ سَلَّمَ فَقَامَ

جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کیساتھ تھے اایک رکوع کیا اور دو سجدے کئے پھر وہ اس جماعت کی طرف پھرے جنہوں نے نماز نہیں پڑھی تھی

كُلُّ وَاحِدٍ مِّنْهُمْ فَرَكَعَ لِنَفْسِهٖ رَكْعَةً وَّسَجَدَ سَجْدَتَيْنِ وَرَوٰى نَافِعٌ نَّحْوَهٗ وَزَادَ فَاِنْ كَانَ خَوْفٌ هُوَ

وہ آئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انکے ایک ساتھ رکوع کیا اور دو سجدے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام پھیرا ان میں سے ہر ایک نے

اَشَدُّ مِنْ ذَالِكَ صَلُّوْا رِجَالًا قِيَامًا عَلٰى اَقْدَامِهِمْ اَوْ رُكْبَانًا مُّسْتَقْبِلِي الْقِبْلَةِ اَوْ غَيْرَ مُسْتَقْبِلِيْهَا قَالَ

ایک رکوع اور دو سجدے کئے اور نافع نے اسکی مانند روایت کی ہے اور زیادہ بیان کیا کہ اگر خوف زیادہ ہو نماز پڑھیں پیادہ اپنے قدموں پر کھڑے یا سوار منہ

نَافِعٌ لَا اَرَى ابْنَ عُمَرَ ذَكَرَ ذَالِكَ اِلَّا عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. (صحيح البخاري)

قبلے کی طرف ہوں یا نہ ہوں نافع نے کہا میں نہیں گمان کرتا مگر ابن عمرؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا۔ روایت کیا اس کو بخاری نے

تشریح: (عام فقہاء اور محدثین باب الجمعہ کے بعد باب العیدین کا عنوان قائم کرتے ہیں لیکن صاحب مشکوٰۃ نے باب صلوٰۃ الخوف کا عنوان قائم کیا اس کی کئی وجہیں ہیں۔ وجہ نمبر (۱): ایک تو امام بخاریؒ کی اتباع کرتے ہوئے باب الجمعہ کے بعد صلوٰۃ الخوف لائے ہیں۔ وجہ نمبر (۲) جس طرح نماز جمعہ فرض ہے اسی طرح صلوٰۃ الخوف بھی فرض ہے بخلاف عیدین کے احناف کے ہاں وہ واجب اور باقی آئمہ کے ہاں سنت مؤکدہ ہے۔ اس وجہ سے جمعہ کے بعد صلوٰۃ الخوف کو لائے۔ وجہ نمبر (۳)۔ صلوٰۃ الجمعہ بدل ہے صلوٰۃ الظہر کا اور صلوٰۃ الخوف یہ بدل ہے۔ صلوٰۃ مع الطمانیہ والسکون کا اس لئے باب الجمعہ کے باب صلوٰۃ الخوف قائم کیا۔

مسئلہ: صلوٰۃ الخوف کب مشروع ہوئی؟ اس میں دو قول ہیں۔ قول نمبر (۱)۔ غزوہ ذات الرقاع میں مشروع ہوئی۔ غزوہ ذات الرقاع کب ہوا؟ ۴ھ اور ۷ھ کے درمیان میں ہوا۔ جمہور کے نزدیک راجح ۴ھ یا ۵ھ ہے۔ قول نمبر (۲)۔ یہ غزوہ عسفان میں مشروع ہوئی راجح پہلا قول ہے۔

مسئلہ: صلوٰۃ الخوف کی مشروعیت اب بھی ہے یا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کے ساتھ مختص تھی؟ جمہور کے نزدیک اس کی مشروعیت

اب بھی باقی ہے۔البتہ قاضی ابو یوسفؒ کے متون سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خاص تھی۔اب مشروع نہیں ہے۔جمہور کی دلیل یہی روایت ہیں کہ جن سے معلوم ہوتا ہے کہ اکابر صحابہؓ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد بھی صلوٰۃ الخوف پڑھی مثلاً جنگ صفین میں حضرت علیؓ اور عبدالرحمٰن بن سمرہ نے صلوٰۃ الخوف پڑھائی تو یہ دلیل ہے اس بات کی کہ یہ مشروع ہے۔

مسئلہ: صلوٰۃ الخوف سفر کی حالت کے ساتھ مختص ہے یا حضر میں بھی جائز ہے۔جمہور کا اس بات پر اتفاق ہے کہ یہ کسی حالت کے ساتھ مختص نہیں سفر اور حضر دونوں حالتوں میں پڑھ سکتے ہیں۔

مسئلہ: صلوٰۃ الخوف کی کیفیت کیا ہے؟ مشکوٰۃ میں ۴ کیفیات صلوٰۃ الخوف کی مذکور ہیں اور باقی حضرات نے ۱۶ کے قریب اور بعض نے ۲۴ کے قریب کیفیات لکھی ہیں۔یہ سب کی سب مشروع ہیں اور بالا جماع جائز ہیں۔البتہ اس میں اختلاف ہو گیا ہے کہ افضل کونسی ہے؟ احناف کے نزدیک مشکوٰۃ کی پہلی حدیث میں جو کیفیت بیان کی گئی ہے وہ زیادہ راجح ہے۔وہ صورت یہ ہے کہ عن سالم بن عبداللہ الخ امام دو جماعتیں بنا لے۔پہلے ایک فریق کو ایک رکعت پڑھائے بمع سجدتین پھر یہ پہلا فریق چلا جائے اور دوسرا فریق آ جائے اور اس دوسرے فریق کو امام دوسری رکعت پڑھائے اور امام ان کو سلام پھروا دے۔پھر یہ دوسرا فریق دشمن کے مقابلے میں چلائے اور پہلا فریق آ کر اپنی نماز پوری کرے یا وہیں پوری کرے (بغیر قرأۃ کے) اس صورت و کیفیت کی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں امام پہلے فارغ ہوتا ہے اور مقتدی بعد میں۔اس میں مقتدیوں کو امام کا انتظار کرنا پڑتا ہے امام کو مقتدیوں کا انتظار کرنا نہیں پڑتا۔

اور شوافع کے نزدیک وہ صورت افضل ہے جو کہ دوسری حدیث میں ہے کہ امام پہلے فریق کو ایک رکعت پڑھائے امام نماز میں رہے اور یہ فریق اپنی بقیہ نماز پڑھ کر چلا جائے اور اب دوسرا فریق آئے امام ان کو ایک دوسری رکعت پڑھائے پھر امام جلوس کرے پھر وہ فریق اپنی پہلی ہی اس رکعت کو پورا کرے جب وہ دوسرا فریق اپنی رکعت پڑھ لے تو پھر امام ان کے ساتھ سلام پھیرے۔اس صورت میں خصوصیت یہ ہے کہ چلنا پھرنا کم ہے۔امام کو مقتدیوں کی انتظار کرنا پڑتی ہے اور شوافع کی وجہ ترجیح اس کیفیت کے راجح ہونے پر یہی ہے کہ اس میں چلنا پھرنا بہت کم ہے۔اس کا جواب: اس میں ٹھیک چلنا پھرنا کم ہے لیکن امام کو انتظار کرنا پڑ رہا ہے تا کہ اکٹھا سلام پھر جائے اور یہ امام کے منصب کے خلاف ہے۔امام تو متبوع ہوتا ہے یہاں تابع بن گیا اور احناف کی وجہ ترجیح یہ ہے کہ اس میں امام کے اصولوں کی رعایت رہتی ہے۔**وللناس فیما یعشقون مذاہب** اور جو دوسری صورت حدیث میں آئی ہے یہ تب ہے جب سب لوگ ایک امام کے پیچھے نماز پڑھنے کا اصرار رکھتے ہوں۔

مسئلہ: استقبال قبلہ: اگر دشمن قبلہ کی جانب ہو تو صلوٰۃ الخوف کی صورت بدلے گی یا نہیں۔احناف کے ہاں نہیں بدلے گی۔جبکہ شوافع کے ہاں بدلے گی جیسا کہ اگلی روایت میں آیا ہے کہ جب خوف زیادہ ہو تو پھر وہیں اپنی اپنی جگہ تنہا تنہا نماز پڑھ لیں۔عذر کی حالت میں استقبال قبلہ کی شرط ساقط ہو جائیگی جیسا کہ تحری کے مسئلہ میں آ چکا ہے۔**صلوا رجالاً قیاماً علی اقدامھم او رکباناً مستقبلی القبلۃ او غیر مستقبلیھا۔**

وَعَنْ يَزِيْدَ بْنِ رُوْمَانَ رحمة الله عليه عَنْ صَالِحِ بْنِ خَوَّاتٍ عَمَّنْ صَلّٰى مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ
حضرت یزید بن رومان صالح بن خواتؓ سے اور وہ ایک ایسے شخص سے روایت کرتا ہے جس نے ذات الرقاع کے دن خوف کی نماز نبی صلی اللہ علیہ وسلم
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ ذَاتِ الرِّقَاعِ صَلٰوةَ الْخَوْفِ اَنَّ طَائِفَةً صَفَّتْ مَعَهٗ وَ طَائِفَةٌ وِجَاهَ الْعَدُوِّ فَصَلّٰى
کے ساتھ پڑھی کہ ایک جماعت نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صف باندھی اور ایک جماعت دشمن کے مقابل چلی گئی پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم
بِالَّتِيْ مَعَهٗ رَكْعَةً ثُمَّ ثَبَتَ قَائِمًا وَاَتَمُّوْا لِاَنْفُسِهِمْ ثُمَّ انْصَرَفُوْا فَصَفُّوْا وِجَاهَ الْعَدُوِّ وَجَاءَتِ الطَّائِفَةُ
نے ایک رکعت ان کو پڑھائی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے رہے اور انہوں نے پوری نماز پڑھ لی پھر وہ چلے گئے اور دشمن کے مقابل جا کر صف
الْاُخْرٰى فَصَلّٰى بِهِمُ الرَّكْعَةَ الَّتِيْ بَقِيَتْ مِنْ صَلٰوتِهٖ ثُمَّ ثَبَتَ جَالِسًا وَاَتَمُّوْا لِاَنْفُسِهِمْ ثُمَّ سَلَّمَ بِهِمْ
باندھ لی اور دوسری جماعت آ گئی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ایک رکعت پڑھائی جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز سے باقی رہ گئی تھی

(صحیح البخاری و صحیح مسلم واخرج البخاری بطریق اٰخر عن القاسم عن صالح بن

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھے رہے اور انہوں نے کھڑے ہو کر ایک رکعت پڑھ لی پھر ان کے ساتھ سلام پھیرا (متفق علیہ) اور بخاری نے ایک دوسری سند سے

خوات عن سھل بن ابی حثمۃ عن النبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ)

اس حدیث کو بیان کیا ہے جو اس طرح ہے عن القاسم عن صالح بن خوات عن سہل بن ابی حثمہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔

تشریح: ذات الرقاع کے دن جس شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ نماز پڑھی تھی ان کا نام سہل ابن ابی حثمہؓ ہے کیونکہ محمد ابن قاسمؒ نے صلوۃ الخوف کی حدیث صالح ابن خوات سے اور انہوں نے حضرت سہل ابن ابی حثمہؓ سے نقل کی ہے جیسا کہ بخاری کی روایت میں بیان کیا گیا ہے۔ ''ذات الرقاع'' ایک غزوہ کا نام ہے جو ۵ ھ میں وقوع پذیر ہوا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کفار کے مقابلہ کیلئے گئے مگر بغیر جنگ کیے ہوئے واپسی ہوئی۔ اسی موقع پر یہ نماز پڑھی گئی تھی۔

اس غزوہ کو ''ذات الرقاع'' اس لئے کہا جاتا ہے کہ اس وقت جو مسلمان غزوہ میں شریک ہونے کیلئے میدان جہاد کی طرف گئے وہ ننگے پاؤں تھے جس کی وجہ سے ان کے پاؤں میں سوراخ ہو گئے تھے اور ناخن ٹوٹ گئے تھے چنانچہ ان مجاہدین نے اپنے پیروں پر رقاع یعنی چیتھڑے لپیٹ لئے تھے اسی مناسبت سے یہ غزوہ ''ذات الرقاع'' (یعنی چیتھڑوں والا) کے نام سے مشہور ہوا۔

اس حدیث میں نماز خوف کا جو طریقہ نقل کیا گیا ہے یہ ایک اور طریقہ ہے اس میں بھی ہر جماعت نے ایک ایک رکعت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ پڑھی اور ایک ایک رکعت تنہا پوری کی۔ لیکن یہاں فرق یہ ہے کہ ہر ایک جماعت نے جو ایک ایک رکعت تنہا پڑھی وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز میں رہنے کے دوران ہی پڑھی جب کہ پہلے طریقہ میں ہر ایک جماعت نے اپنی اپنی ایک رکعت نماز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نماز سے فارغ ہونے کے بعد پڑھی تھی۔ حضرت امام شافعیؒ اور حضرت امام مالکؒ نے اسی طرح پر عمل کیا ہے جو اس حدیث سے ثابت ہو رہا ہے۔

وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ اَقْبَلْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ حَتّٰی اِذَا کُنَّا بِذَاتِ الرِّقَاعِ قَالَ کُنَّا

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہا ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آئے جب ہم ذات الرقاع پہنچے کہا جب ہم کسی سایہ دار درخت کے

اِذَا اَتَیْنَا عَلٰی شَجَرَۃٍ ظَلِیْلَۃٍ تَرَکْنٰھَا لِرَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ فَجَاءَ رَجُلٌ مِّنَ

پاس سے گزرتے ہم اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے چھوڑ دیتے۔ کہا جابرؓ نے ایک مشرک آدمی آیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی

الْمُشْرِکِیْنَ وَسَیْفُ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مُعَلَّقٌ بِشَجَرَۃٍ فَاَخَذَ سَیْفَ نَبِیِّ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ

تلوار درخت کے ساتھ لٹکی ہوئی تھی اس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تلوار پکڑ لی۔ اس کو میان سے کھینچا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے

عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَاخْتَرَطَہٗ فَقَالَ لِرَسُوْلِ اللّٰہِ اَتَخَافُنِیْ قَالَ لَا قَالَ فَمَنْ یَّمْنَعُکَ مِنِّیْ قَالَ اَللّٰہُ یَمْنَعُنِیْ

کہنے لگا کیا مجھ سے ڈرتے ہو فرمایا نہیں۔ کہا کون بچائے گا تم کو مجھ سے فرمایا اللہ تعالیٰ تجھ سے مجھے بچائے گا۔

مِنْکَ قَالَ فَتَھَدَّدَہٗ اَصْحَابُ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَغَمَّدَ السَّیْفَ وَعَلَّقَہٗ قَالَ فَنُوْدِیَ

جابرؓ نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ نے اس کو ڈرایا اس نے تلوار میان میں ڈال لی اور اس کو لٹکا دیا۔ کہا

بِالصَّلٰوۃِ فَصَلّٰی بِطَآئِفَۃٍ رَکْعَتَیْنِ ثُمَّ تَاَخَّرُوْا وَصَلّٰی بِالطَّآئِفَۃِ الْاُخْرٰی رَکْعَتَیْنِ قَالَ فَکَانَتْ لِرَسُوْلِ

نماز کی اذان کہی گئی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک جماعت کو دو رکعت پڑھائیں۔ اور دوسری جماعت کو دو رکعت پڑھائیں۔

اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَرْبَعُ رَکَعَاتٍ وَّلِلْقَوْمِ رَکْعَتَانِ. (صحیح البخاری و صحیح مسلم)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی چار رکعت ہو گئیں اور لوگوں کی دو رکعتیں۔

تشریح: اس حدیث سے معلوم ہوا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نہ صرف یہ کہ نہایت شجاع تھے بلکہ کفار کی جانب سے پہنچائی جانے والی ایذا پر صبر کرتے تھے اور جاہل کفار اور اگر آپ کے ساتھ بے تمیزی کا کوئی معاملہ کرتے تھے تو آپ اسے انتہائی حلم کے ساتھ برداشت فرماتے تھے۔

واقدیؒ نے ذکر کیا ہے کہ جب اس مشرک نے غلط ارادہ کے ساتھ تلوار نکالی تو اس کی پیٹھ میں شدید درد شروع ہو گیا جس سے وہ بوکھلا گیا اور تلوار اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر زمین پر گر گئی۔ وہ یہ حالت دیکھ کر مسلمان ہو گیا اور اس کی وجہ سے بہت زیادہ مخلوق نے ہدایت پائی۔
لیکن ابوعوانہؒ نے نقل کیا ہے کہ وہ مسلمان تو نہیں ہوا مگر اس نے یہ عہد کیا کہ کبھی بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نہیں لڑوں گا۔

بہر حال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی اس بدتمیزی پر اسے کوئی سزا نہیں دی۔ اس کی وجہ یا تو اس کی تالیف قلب تھی یا کوئی اور وجہ رہی ہو گی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے معاف فرما دیا۔

اس روایت کے بارے میں مولانا مظہرؒ کا قول یہ ہے کہ اس سے پہلے نقل کی گئی روایت اور اس میں اختلاف ہے باوجود یہ کہ دونوں روایتوں کا تعلق ایک ہی جگہ یعنی غزوہ ذات الرقاع سے ہے تو اس کی وجہ یہ ہے اگرچہ دونوں روایتیں ایک ہی جگہ سے متعلق ہیں مگر اوقات میں فرق واختلاف ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ دونوں روایتوں کا محمول یہ ہوگا کہ غزوہ ذات الرقاع میں اس جگہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دو مرتبہ نماز پڑھی ہے۔ ایک مرتبہ تو اس طریقہ کے مطابق جو سہل ابن ابی حثمہؓ نے بیان کیا ہے اور ایک مرتبہ اس طریقہ کے مطابق جو حضرت جابرؓ بیان کر رہے ہیں۔ لہٰذا حضرت سہلؓ کی روایت صبح کی نماز پر محمول کی جائے گی۔ اور حضرت جابرؓ کی اس روایت کا محمول ظہر یا عصر کی نماز ہو گی۔ یا پھر یہ کہا جا سکتا ہے کہ دونوں روایتیں تعدد غزوات پر محمول کی جائیں گی۔

جیسا کہ حضرت جابرؓ کے ارشاد سے ثابت ہو رہا ہے اس موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے چار رکعتیں پڑھیں اور دوسرے لوگوں کی دو ہی رکعتیں ہوئیں۔ تو علماء نے اس کی کئی وجہیں بیان کی ہیں ان میں سب سے صحیح اور بہتر توجیہ یہ ہے کہ یا تو یہ واقعہ آیت قصر کے نازل ہونے سے پہلے کا ہے یا پھر یہ کہ جس جگہ یہ نماز پڑھی گئی تھی وہاں قصر واجب نہیں ہوتا تھا چنانچہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ نے اسی قول کو اختیار کیا ہے اور علماء نے حدیث کے الفاظ لقوم رکعتان کی مراد یہ بیان کی ہے کہ لوگوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دو دو رکعتیں پڑھیں اور باقی دو دو رکعتیں تنہا تنہا پوری کیں۔ واللہ اعلم۔

سوال: اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے چار رکعتیں پڑھائی؟ ہر فریق کو دو دو رکعت۔

جواب: یہ اس زمانے کا قصہ ہے جب تک سفر کی حالت میں قصر فی الصلوٰۃ کا حکم نہیں ہوا تھا۔ ۲۔ یا خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مقیم تھے اس لئے چار پڑھا دیں۔ الاول ھو الراجح

وَعَنْهُ قَالَ صَلّٰی بِنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلٰوةَ الْخَوْفِ فَصَفَفْنَا خَلْفَهٗ صَفَّيْنِ وَالْعَدُوُّ

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو صلوٰۃ پڑھائی ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے

بَيْنَنَا وَبَيْنَ الْقِبْلَةِ فَكَبَّرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَبَّرْنَا جَمِيْعًا ثُمَّ رَكَعَ وَرَكَعْنَا جَمِيْعًا ثُمَّ رَفَعَ

دو صفیں باندھیں اور دشمن ہمارے اور قبلہ کے درمیان تھا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تکبیر کہی اور ہم سب نے تکبیر کہی پھر

رَأْسَهٗ مِنَ الرُّكُوْعِ وَرَفَعْنَا جَمِيْعًا ثُمَّ انْحَدَرَ بِالسُّجُوْدِ وَالصَّفُّ الَّذِيْ يَلِيْهِ وَقَامَ الصَّفُّ الْمُؤَخَّرُ فِيْ

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے رکوع کیا اور ہم نے رکوع کیا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے رکوع سے سر اٹھایا اور ہم نے سر اٹھایا

نَحْرِ الْعَدُوِّ فَلَمَّا قَضَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ السُّجُوْدَ وَقَامَ الصَّفُّ الَّذِيْ يَلِيْهِ انْحَدَرَ الصَّفُّ

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سجدہ کیلئے جھکے اور وہ صف جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھی۔ پچھلی صف دشمن کے مقابل کھڑی رہی

الْمُؤَخَّرُ بِالسُّجُودِ ثُمَّ قَامُوْا ثُمَّ تَقَدَّمَ الصَّفُّ الْمُؤَخَّرُ وَتَاَخَّرَ الْمُقَدَّمُ ثُمَّ رَكَعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ
جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سجدہ پورا کرلیا اور وہ صف جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب تھی کھڑی ہوئی۔ پچھلی صف سجدے کیلئے
وَسَلَّمَ وَرَكَعْنَا جَمِيْعًا ثُمَّ رَفَعَ رَاْسَهُ مِنَ الرُّكُوْعِ وَرَفَعْنَا جَمِيْعًا ثُمَّ انْحَدَرَ بِالسُّجُوْدِ وَالصَّفُّ الَّذِىْ
جھکی پھر کھڑے ہوئے۔ پھر پچھلی صف آگے بڑھی اور اگلی صف پیچھے ہٹ گئی پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے رکوع کیا اور ہم سب نے رکوع کیا پھر آپ صلی اللہ
يَلِيْهِ الَّذِىْ كَانَ مُؤَخَّرًا فِى الرَّكْعَةِ الْاُوْلٰى وَقَامَ الصَّفُّ الْمُؤَخَّرُ فِىْ نَحْرِ الْعَدُوِّ فَلَمَّا قَضَى النَّبِيُّ
علیہ وسلم نے رکوع سے سر اٹھایا اور ہم سب نے اٹھایا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سجدہ کیلئے جھکے اور وہ صف جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھی اور وہ پہلی رکعت
صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ السُّجُوْدَ وَالصَّفُّ الَّذِىْ يَلِيْهِ انْحَدَرَ الصَّفُّ الْمُؤَخَّرُ بِالسُّجُوْدِ فَسَجَدُوْا ثُمَّ
میں پیچھے تھی اور پچھلی صف دشمن کے سامنے کھڑی رہی۔ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم سجدہ سے فارغ ہوئے اور وہ صف جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک تھی
سَلَّمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَسَلَّمْنَا جَمِيْعًا. (صحیح مسلم)
پچھلی صف سجدہ کیلئے جھکی۔ پھر انہوں نے سجدہ کیا۔ پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام پھیرا اور ہم نے سب نے سلام پھیرا۔ روایت کیا اس کو مسلم نے۔

تشریح: جب دشمن قبلہ کی جانب ہو تو اس وقت صلوٰۃ الخوف پڑھنے کی ایک مخصوص کیفیت اس حدیث میں بتائی گئی ہے۔ شوافع یہی کہتے ہیں کہ یہ اولیٰ ہے۔ جواب: ایسا کرنا بیان جواز کیلئے تھا نہ کہ اس صورت کے افضل ہونے کی وجہ سے۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِىْ

عَنْ جَابِرٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّىْ بِالنَّاسِ صَلَاةَ الظُّهْرِ فِى الْخَوْفِ بِبَطْنِ نَخْلٍ
حضرت جابرؓ سے روایت ہے بے شک نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بطن نخل میں لوگوں کو ظہر کی نماز خوف میں پڑھائی
فَصَلّٰى بِطَائِفَةٍ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ سَلَّمَ ثُمَّ جَآءَ طَائِفَةٌ اُخْرٰى فَصَلّٰى بِهِمْ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ سَلَّمَ. (رواه فى شرح السنة)
ایک جماعت کو دو رکعت پڑھائیں پھر سلام پھیر دیا پھر دوسری جماعت آئی ان کو دو رکعت پڑھائیں پس سلام پھیر دیا۔ روایت کیا اس کو شرح السنہ میں۔

تشریح: حاصل حدیث کا یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بطن نخل میں صلوٰۃ الظہر خوف میں صلوٰۃ پڑھائی اور دو جماعتیں کیں۔ ایک کو دو رکعتیں پڑھائیں پھر سلام پھیر دیا اور دوسری جماعت کو بھی دو رکعتیں پڑھائیں اور پھر سلام پھیر دیا۔ اس حدیث پر اشکال ہے کہ آیا یہ واقعہ حضر کا ہے یا سفر کا ہے۔ اگر حضر کا ہے تو پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دو رکعتوں پر سلام کیوں پھیرا؟ اور اگر سفر کا ہے تو پھر دو رکعتوں پر سلام پھیرنا تو صحیح ہے لیکن دوسرے فریق کو جو دو رکعتیں پڑھائیں ان آخری دو رکعتوں کے حق میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم متنفل ہوئے اور مقتدی مفترض تو لازم آیا اقتداء المفترض خلف المتنفل احناف کے نزدیک یہ جائز نہیں اور شوافع کے نزدیک یہ جائز ہے۔ یہ شوافع کی دلیلوں میں سے اس مسئلے میں یہ مضبوط دلیل ہے جس پر علامہ سندھیؒ نے اس حدیث کا احناف کی طرف سے جواب دینے سے عاجزی کا اظہار کیا ہے لیکن امام طحاوی نے اس کا جواب دیا ہے۔ جواب نمبر (۱)۔ اگر یہ واقعہ حضر کا ہے تو پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت تھی۔ جواب نمبر (۲)۔ سلم سے مراد سلام تشہد ہے نہ کہ سلام فراغت اور اگر سفر کا واقعہ ہے تو پھر یہ اس زمانے کا واقعہ ہے جب کہ تکرار فریضہ جائز تھا۔ بطن نخل: مکہ اور طائف کے درمیان جو جگہ ہے وہ بطن نخلہ ہے بطن نخل نہیں۔ بخاری میں یہ روایت چار جگہ پر ہے۔ تین میں بطن نخلہ ہے اور ایک میں بطن نخل ہے بطن نخل یہ مدینہ منورہ میں ہے۔ محشی نے بین الملکہ والطائف سے تفسیر کی ہے۔ ممکن ہے ان کے نزدیک ان میں فرق نہ ہو۔ (بین النخل والنخلة) لیکن محققین کی رائے پہلے والی ہی ہے۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ نَزَلَ بَیْنَ ضَجْنَانَ وَ عَسْفَانَ فَقَالَ الْمُشْرِکُوْنَ
حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے بے شک نبی صلی اللہ علیہ وسلم ضجنان اور عسفان کے درمیان اترے مشرکوں نے کہا مسلمانوں کی یہ نماز ہے
لِهٰؤُلَآءِ صَلَاةٌ هِیَ اَحَبُّ اِلَیْهِمْ مِنْ اٰبَآءِ هِمْ وَهِیَ الْعَصْرُ فَاَجْمِعُوْا اَمْرَکُمْ فَتَمِیْلُوْا عَلَیْهِمْ مَیْلَةً
وہ ان کو ان کے باپوں اور بیٹوں سے زیادہ محبوب ہے اور وہ عصر کی نماز ہے پس اپنے امر کا قصد کرو اور ان پر یک وقت حملہ کردو
وَّاحِدَةً وَاِنَّ جِبْرِیْلَ اَتَی النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَاَمَرَهُ اَنْ یُّقَسِّمَ اَصْحَابَهُ شَطْرَیْنِ فَیُصَلِّیْ بِهِمْ
اور بے شک جبرئیلؑ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ اپنے صحابہ کو دو حصوں میں تقسیم کریں ایک جماعت کو
وَتَقُوْمَ طَائِفَةٌ اُخْرٰی وَرَاءَ هُمْ وَلْیَاْخُذُوْا حِذْرَهُمْ وَاَسْلِحَتَهُمْ فَتَکُوْنَ لَهُمْ رَکْعَةٌ وَلِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی
نماز پڑھائیں اور دوسری جماعت ان کے پیچھے کھڑی رہے اور چاہیے کہ پکڑیں اپنا بچاؤ اور ہتھیار اپنے پس ان کی ایک ایک رکعت ہوگی
اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ رَکْعَتَانِ. (رواہ الترمذی و النسائی)
اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دو رکعت ہوں گی۔ روایت کیا اس کو ترمذی اور نسائی نے۔

تشریح: حاصل حدیث:۔ضجنان ایک پہاڑ کا نام ہے جو مکہ اور مدینہ کے درمیان ہے اور عسفان ایک جگہ کا نام ہے جو مکہ سے دو منزل کے فاصلے پر واقع ہے۔

بَابُ صَلٰوةِ الْعِیْدَیْنِ

عیدین کی نماز کا بیان

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ

عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ نِ الْخُدْرِیِّ قَالَ کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَخْرُجُ یَوْمَ الْفِطْرِ وَالْاَضْحٰی اِلَی
حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم عید الفطر اور عید قربان کے دن
الْمُصَلّٰی فَاَوَّلُ شَیْءٍ یَبْدَأُ بِهِ الصَّلٰوةُ ثُمَّ یَنْصَرِفُ فَیَقُوْمُ مُقَابِلَ النَّاسِ وَالنَّاسُ جُلُوْسٌ عَلٰی صُفُوْفِهِمْ
عید گاہ کی طرف نکلتے سب سے پہلے نماز پڑھتے پھر پھرتے لوگوں کے سامنے کھڑے ہوتے اور لوگ
فَیَعِظُهُمْ وَیُوْصِیْهِمْ وَیَاْمُرُهُمْ وَاِنْ کَانَ یُرِیْدُ اَنْ یَّقْطَعَ بَعْثًا قَطَعَهُ اَوْ یَاْمُرُهُمْ بِشَیْءٍ اَمَرَ بِهِ ثُمَّ
اپنی صفوں پر بیٹھے ہوتے ان کو نصیحت کرتے اور وصیت کرتے اور حکم فرماتے اگر کوئی لشکر بھیجنا چاہتے بھیجتے یا کسی چیز کا حکم فرمانا ہوتا
یَنْصَرِفُ. (صحیح البخاری و صحیح مسلم)
حکم فرماتے پھر واپس آتے۔

تشریح: حاصل حدیث:۔ مدینہ منورہ کی عیدگاہ شہر سے باہر ہے جس کا فاصلہ کہتے ہیں کہ حجرہ شریف سے ایک ہزار قدم ہے وہ جگہ انتہائی متبرک اور مقدس ہے اب اس کے اردگرد چاردیواری بنادی گئی ہے۔

بہرحال شرح السنۃ میں لکھا ہے کہ امام وقت کیلئے ضروری ہے کہ وہ عیدین کی نماز کیلئے عیدگاہ جائے۔ ہاں اگر کوئی عذر مانع ہو تو پھر شہر کی مسجد میں نماز پڑھائے ابن ہمامؒ فرماتے ہیں کہ امام وقت کیلئے مسنون ہے کہ وہ خود تو عید کی نماز کیلئے عیدگاہ جائے اور کسی ایسے شخص کو اپنا قائم مقام بنادے جو شہر میں ضعیفوں کو نماز پڑھائے لیکن حضرت علامہ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ عیدگاہ جانے کا مسئلہ مسجد حرام اور بیت المقدس کے علاوہ دوسری جگہوں کیلئے ہے کیونکہ نہ صرف ان دونوں مقدس مسجدوں کی عظمت و تقدس کے پیش نظر بلکہ صحابہؓ اور تابعین کی اتباع میں بھی مسجدوں میں تمام ہی نمازیں پڑھنی افضل ہیں۔

فیقوم کا مطلب یہ ہے کہ آپ نماز سے فراغت کے بعد خطبہ ارشاد فرمانے کیلئے لوگوں کے سامنے زمین پر کھڑے ہوتے تھے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مبارک میں عیدگاہ میں منبر نہیں تھا۔ اس کے بعد جب مسلمانوں کی تعداد بہت زیادہ ہوگئی تو عیدگاہ میں منبر کا انتظام کیا گیا اس لئے کہ منبر پر کھڑے ہو کر پڑھے گئے خطبہ کی آواز دور دور تک پہنچتی ہے۔

''نصیحت کرتے'' یعنی مسلمانوں کو آپ اس موقع پر دنیا سے زہد اختیار کرنے اور آخرت کی طرف دھیان رکھنے کی نصیحت فرماتے۔ نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کے سامنے ثواب کی عظمت و فضائل بیان کرتے اور گناہوں سے ڈراتے تاکہ لوگ اس دن کی خوشیوں اور مسرتوں میں مشغول ہو کر اطاعت سے غافل اور گناہوں میں مبتلا نہ ہو جائیں جیسا کہ آج کل لوگوں کا حال ہے اور ''وصیت کرتے'' یعنی لوگوں کو تقویٰ یعنی پرہیزگاری اختیار کرنے کی وصیت فرماتے۔ تقویٰ کے تین درجے ہیں۔ ادنیٰ درجہ یہ ہے کہ شرک سے بچا جائے۔ وسط درجہ یہ ہے کہ خدا اور خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت و فرمانبرداری کی جائے اور ممنوع چیزوں سے بچا جائے اور اعلیٰ درجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف ہمہ وقت حضور قلب کے ساتھ متوجہ اور ماسوا اللہ سے بے غرض رہا جائے۔ ''احکام صادر فرماتے'' یعنی لوگوں کے معاملات کے بارے میں جو احکام دینے ہوتے تھے وہ صادر فرماتے نیز عیدالفطر میں فطرہ کے احکام اور عیدالاضحیٰ میں قربانی کے احکام بیان فرماتے۔

وَعَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَؓ قَالَ صَلَّيْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعِيْدَيْنِ غَيْرَ مَرَّةٍ وَّلَا
حضرت جابر بن سمرہؓ سے روایت ہے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عیدین کی نماز پڑھی نہ ایک بار نہ دوبارہ
مَرَّتَيْنِ بِغَيْرِ اَذَانٍ وَّلَا اِقَامَةٍ.
بغیر اذان اور تکبیر کے۔ روایت کیا اس کو مسلم نے۔

تشریح: حاصل حدیث:۔ شرح السنہ میں لکھا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے اکثر اہل علم کا یہی مسلک تھا کہ عید و بقر عید کی نماز میں نہ تو اذان مشروع ہے اور نہ تکبیر اسی طرح دوسرے نوافل میں بھی اذان و تکبیر نہیں ہے بلکہ کتاب ازہار میں تو یہ لکھا ہے کہ مکروہ ہے۔

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَؓ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَبُوْ بَكْرٍؓ وَّعُمَرُؓ يُصَلُّوْنَ الْعِيْدَيْنِ
حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکرؓ اور عمرؓ عیدین خطبہ سے
قَبْلَ الْخُطْبَةِ. (صحيح البخارى و صحيح مسلم)
پہلے پڑھتے تھے۔

وَسُئِلَ ابْنُ عَبَّاسٍؓ اَشَهِدْتَّ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعِيْدَ قَالَ نَعَمْ خَرَجَ رَسُوْلُ
حضرت ابن عباسؓ سے سوال کیا گیا کیا تو نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عید کی نماز پڑھی ہے کہا ہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نکلے

اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَصَلّٰى ثُمَّ خَطَبَ وَلَمْ يَذْكُرْ اَذَانًا وَّلَا اِقَامَةً ثُمَّ اَتَى النِّسَآءَ فَوَعَظَهُنَّ
عید کی نماز پڑھی پھر خطبہ دیا اور اذان اور تکبیر کا ذکر نہیں کیا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم عورتوں کے پاس آئے ان کو نصیحت کی اور احکام دین
وَذَكَّرَهُنَّ وَاَمَرَهُنَّ بِالصَّدَقَةِ فَرَاَيْتُهُنَّ يُهْوِيْنَ اِلٰى اٰذَانِهِنَّ وَحُلُوْقِهِنَّ يَدْفَعْنَ اِلٰى بِلَالٍ ثُمَّ ارْتَفَعَ
یاد دلائے اور ان کو صدقہ کا حکم دیا۔ میں نے ان کو دیکھا کہ اپنے کانوں اور گلوں کی طرف ہاتھ دراز کئے بلالؓ کو دیتی تھیں۔
هُوَ وَبِلَالٌ اِلٰى بَيْتِهٖ. (صحیح البخاری و صحیح مسلم)
پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور بلالؓ گھر کی طرف چلے۔

تشریح: جیسا کہ حضرت جابر ابن سمرہؓ نے بھی وضاحت کے ساتھ بیان کیا ہے۔ اس روایت سے بھی ثابت ہو رہا ہے کہ نماز عید و بقر عید کیلئے اذان و تکبیر مشروع نہیں ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے عورتیں بھی نماز عید و بقر عید میں عیدگاہ جاتی تھیں۔ چنانچہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم مردوں کو وعظ و نصیحت فرما چکے تو علیحدہ سے عورتوں کے پاس بھی انہیں پند و نصیحت کرنے کیلئے تشریف لے گئے کیونکہ عورتیں مردوں سے الگ ایک طرف بیٹھی ہوئی تھیں اس لئے جب آپ مردوں کے سامنے خطبہ ارشاد فرما رہے تھے تو آواز ان تک اچھی طرح نہیں پہنچی تھی۔

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلّٰى يَوْمَ الْفِطْرِ رَكْعَتَيْنِ لَمْ يُصَلِّ قَبْلَهُمَا وَلَا
حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے بے شک نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عید الفطر کی نماز دو رکعت پڑھی نہ ان سے پہلے
بَعْدَهُمَا. (صحیح البخاری و صحیح مسلم)
اور نہ بعد کچھ پڑھا۔

تشریح: علامہ ابن ہمامؒ فرماتے ہیں کہ یہ نفی عیدگاہ سے متعلق ہے کیونکہ حضرت ابوسعید خدریؓ کی یہ روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نماز عید سے پہلے (نفل) نماز نہیں پڑھتے تھے ہاں جب (عیدگاہ سے) اپنے گھر تشریف لے جاتے تو دو رکعتیں پڑھتے۔

چنانچہ درمختار میں لکھا ہے کہ نماز عید سے پہلے نفل نماز پڑھنی مطلقاً مکروہ ہے یعنی عیدگاہ میں بھی مکروہ ہے اور گھر میں بھی۔ البتہ نماز عید کے بعد عیدگاہ میں نفل نماز پڑھنی مکروہ ہے مگر گھر میں جائز ہے۔

وَعَنْ اُمِّ عَطِيَّةَ رضى الله عنها قَالَتْ اُمِرْنَا اَنْ نُخْرِجَ الْحُيَّضَ يَوْمَ الْعِيْدَيْنِ وَذَوَاتِ الْخُدُوْرِ
حضرت ام عطیہؓ سے روایت ہے کہا ہم کو حکم دیا گیا ہم حیض والی عورتوں کو اور پردہ والیوں کو نکالیں وہ مسلمانوں کی
فَيَشْهَدْنَ جَمَاعَةَ الْمُسْلِمِيْنَ وَدَعْوَتَهُمْ وَتَعْتَزِلُ الْحُيَّضُ عَنْ مُصَلَّاهُنَّ قَالَتِ امْرَاَةٌ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ
جماعت میں حاضر ہوں اور ان کی دعا میں اور حیض والیاں اپنے مصلے سے علیحدہ رہیں۔ ایک عورت نے کہا اے اللہ کے رسول
اِحْدَانَا لَيْسَ لَهَا جِلْبَابٌ قَالَ لِتُلْبِسْهَا صَاحِبَتُهَا مِنْ جِلْبَابِهَا. (صحیح البخاری و صحیح مسلم)
ہم میں اگر کسی کے پاس چادر نہ ہو فرمایا اس کے ساتھ والی اپنی چادر سے اڑھائے۔

تشریح: خطابیؒ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام عورتوں کو عیدگاہ جانے کا حکم فرمایا تا کہ جن عورتوں کو کوئی عذر نہیں ہے وہ تو نماز پڑھیں اور جن عورتوں کو کوئی عذر ہے انہیں نماز اور دعا کی برکت پہنچے گویا اس طرح لوگوں کو ترغیب دلائی جا رہی ہے کہ وہ نمازوں میں شریک ہوں۔ وعظ و ذکر کی مجالس میں حاضر ہوں اور علماء و صلحا کا قرب حاصل کریں تا کہ انہیں خدا کے ان نیک و مقدس بندوں کی برکت حاصل ہو اگرچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مقدس زمانہ میں عورتوں کیلئے عیدگاہ جانا ممنوع نہیں تھا مگر آج کل کے زمانہ میں فتنہ و فساد

کے خوف سے عورتوں کیلئے عیدگاہ جانا مستحب نہیں ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں عورتوں کے عیدگاہ جانے کی توجیہ امام طحاویؒ نے یہ بیان فرمائی ہے کہ چونکہ اس وقت اسلام کا ابتدائی دور تھا مسلمان بہت کم تھے اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ مقصد تھا کہ اگر تمام عورتیں بھی عیدگاہ جائیں گی تو مسلمانوں کی تعداد زیادہ معلوم ہوگی جس سے کفار پر رعب پڑے گا۔ لہٰذا آج کل نہ صرف اس کی ضرورت ہے بلکہ عورتوں کی موجودگی چونکہ بہت زیادہ محرمات ومکروہات کا ذریعہ بن سکتی ہے اس لئے علماء نے عورتوں کو عیدگاہ جانے سے روک دیا ہے۔

حدیث کے آخری جملہ کا مطلب یہ ہے کہ اگر کسی عورت کے پاس ایسی کوئی چادر اور کوئی کپڑا نہ ہو جسے اوڑھ کر وہ عیدگاہ جاسکے تو اس کی ساتھ والی کو چاہئے کہ یا تو اس کے پاس کئی چادریں ہوں تو ایک چادر عاریتا اس عورت کو دے دے جسے وہ بعد میں واپس کر دے گی یا پھر یہ کہ اگر اس کے پاس کئی نہیں بلکہ ایک ہی چادر ہے تو اپنی چادر کا ایک حصہ اس کو اوڑھا دے اور دونوں ایک جگہ بیٹھ جائیں۔

وَعَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا قَالَتْ اِنَّ اَبَابَكْرٍ دَخَلَ عَلَيْهَا وَعِنْدَهَا جَارِيَتَانِ فِيْ اَيَّامِ مِنًى تُدَفِّفَانِ
حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہا کہ بے شک ابوبکرؓ اس کے پاس آئے ان کے پاس دو باندیاں تھیں منیٰ کے
وَتَضْرِبَانِ وَفِيْ رِوَايَةٍ تُغَنِّيَانِ بِمَا تَقَاوَلَتِ الْاَنْصَارُ يَوْمَ بُعَاثَ وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُتَغَشٍّ
دنوں میں دف بجاتی تھیں۔ ایک روایت میں ہے گاتی تھیں جو انصار نے کہا بعاث کے دن اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنا کپڑا
بِثَوْبِهٖ فَانْتَهَرَهُمَا اَبُوْ بَكْرٍ فَكَشَفَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ وَّجْهِهٖ فَقَالَ دَعْهُمَا يَا اَبَا بَكْرٍ
ڈھانکے ہوئے تھے۔ ابوبکرؓ نے ان کو ڈانٹا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چہرے سے کپڑا ہٹایا۔ فرمایا اے ابوبکرؓ ان کو چھوڑ دے۔
فَاِنَّهَا اَيَّامُ عِيْدٍ وَّفِيْ رِوَايَةٍ يَّا اَبَا بَكْرٍ اِنَّ لِكُلِّ قَوْمٍ عِيْدًا وَّهٰذَا عِيْدُنَا (صحیح البخاری و صحیح مسلم)
کیونکہ یہ عید کے دن ہیں ایک روایت میں ہے اے ابوبکرؓ بیشک ہر قوم کی ایک عید ہوتی ہے اور یہ ہماری عید ہے۔

تشریح: لفظ تضربان گویا تدفعان کی تاکید کیلئے استعمال کیا گیا ہے لیکن بعض حضرات نے اس کے یہ معنی بیان کئے ہیں کہ "وہ لڑکیاں اچھلتی کودتی تھیں اور دف بجاتی تھیں"۔

دف بجانے کا مسئلہ۔ دف باجے کے بارے میں دو قول ہیں۔ ایک قول تو یہ ہے کہ دف بجانا مطلقاً مباح ہے یعنی کسی بھی وقت اور کسی بھی موقعہ پر بجایا جاسکتا ہے اس کے برخلاف دوسرا قول یہ ہے کہ مطلقاً حرام ہے۔ اس سلسلہ میں صحیح مسئلہ یہ ہے کہ بعض مواقع پر مثلاً نکاح، ولیمہ یا اس قسم کی دوسری تقریبات میں کہ جو انہیں دونوں کے حکم میں ہوں، نیز عیدین میں دف بجانا مباح ہے۔ پھر علماء نے دف میں فرق کیا ہے یعنی اگر دف جھانجدار ہے تو اس کا بجانا مکروہ ہے اور اگر جھانجدار نہ ہو تو مکروہ نہیں ہے اگرچہ جھانجدار دف کے بارے میں بھی علماء نے اختلاف کیا ہے۔

حدیث کے الفاظ تغنیان (گا رہی تھیں) کا مطلب یہ ہے کہ لڑکیاں وہ اشعار پڑھ رہی تھیں جن میں شجاعت و بہادری کے مضمون مذکور تھے اور جو انصار نے "بعاث" پر چڑھائی اور وہاں کی جنگ کے متعلق کہے تھے جیسا کہ بہادروں کی عادت ہے کہ جنگ کے وقت اپنی شجاعت و بہادری پر مشتمل اشعار بڑے فخر کے ساتھ کہتے ہیں "بعاث" ایک جگہ کا نام ہے جو مدینہ سے دو میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔ بعض حضرات کی تحقیق یہ ہے کہ ایام جاہلیت میں انصار کے دو قبیلوں "اوس اور خزرج" کے درمیان سخت جنگ ہوئی تھی جس میں قبیلہ اوس کامیاب رہا تھا اسی جنگ کو "جنگ بعاث" کہا جاتا ہے۔

بہرحال لڑکیاں جو اشعار گا رہی تھیں وہ فواحش اور حسن و عشق کے ان مضامین کے حامل نہیں تھے جن کا پڑھنا معیوب اور ممنوع ہے بلکہ وہ اشعار جنگ و جدل کے کارناموں، معرکہ آرائیوں کی پرشجاعت داستانوں اور میدان جنگ کی گرم کہانیوں پر مشتمل تھے جن کے پڑھنے سے اشاعت دین میں مدد ملتی تھی بایں طور پر کہ وہ کفار سے جہاد کرنے کیلئے مومنین کو ترغیب دلاتے تھے ورنہ ان لڑکیوں کی کیا مجال کہ عائشہ صدیقہؓ کی موجودگی میں اور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے وہ برے اور معیوب اشعار کی جرات بھی کرتیں۔

چنانچہ بخاریؒ کی ایک روایت میں لفظ ''تغنیان'' کے بعد یہ الفاظ بھی مذکور ہیں کہ ولیستا بمغنیین یعنی لڑکیاں اشعار گا رہی تھیں اور گانا ان لڑکیوں کا کسب و پیشہ نہیں تھا کہ کو زیادہ اچھا گاتی ہوں اور گانے بجانے کے فن میں مشہور ہوں یا یہ کہ وہ اپنے اشعار کے ذریعہ خیالات فاحشہ و خواہشات نفسانی کے ہیجان و اشتیاق کا سبب بنتی ہوں جو فتنہ و فساد کا باعث ہوتا بلکہ وہ بالکل اسی انداز میں اشعار پڑھ رہی ہیں جیسا کہ اکثر شریف زادیاں اپنے گھروں میں پاکیزہ خیالات کی حامل اشعار گنگنایا کرتی ہیں۔

فانتھرھا ابوبکر (حضرت ابوبکر ان چھوکریوں کو دھمکانے لگے) یعنی جیسا کہ صحیح بخاری میں مذکور ہے کہ ''حضرت ابوبکرؓ نے ان لڑکیوں سے کہا کہ ''سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب مزمار شیطان (یعنی شیطانی باجا) بجاتی ہو؟ گویا حضرت ابوبکرؓ نے انہیں تنبیہ کی اور اس فعل سے منع فرمایا'' اصطلاحاً مزمار ہر اس باجے کو کہتے ہیں جو گویے بجاتے ہیں مثلاً بانسری، دف رباب (سارنگی) حضرت ابوبکرؓ نے لڑکیوں کے باجے کو شیطانی باجا اس لئے کہا کہ جس طرح شیطان اپنی ذات سے انسانوں کی عملی زندگی کو نیک کاموں سے ہٹا کر برے کاموں میں مشغول کر دیتا ہے اسی طرح باجا بھی انسانی قلوب کو یاد الٰہی کے مقدس راستہ سے ہٹا کر لہو و لعب و ناجائز خواہشات کے راستہ پر ڈال دیتا ہے۔

حدیث کے آخری الفاظ کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح گزشتہ امتوں اور غیر مسلموں کے یہاں خوشی و مسرت اور عید کا ایک خاص دن ہوتا ہے جیسے قوم مجوس کے یہاں ''نوروز'' ایک خاص دن ہے جس میں وہ اپنی عید مناتے ہیں اسی طرح مسلمانوں کیلئے بھی خوشی و مسرت اور شادمانی کے دو دن ہیں اور وہ عید و بقر کے دن ہیں۔ (بقیہ تفصیل مظاہر حق ص 903 سے دیکھ لیں)

وَعَنْ اَنَسٍؓ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَغْدُوْ يَوْمَ الْفِطْرِ حَتّٰى يَاْكُلَ تَمَرَاتٍ
حضرت انسؓ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عید الفطر کے دن عید گاہ کو نہ جاتے یہاں تک کہ کھجوریں کھاتے
وَّيَاْكُلُهُنَّ وِتْرًا. (صحیح البخاری)
اور طاق کھجوریں کھاتے راہ میں مخالفت کرتے۔ روایت کیا اس کو بخاری نے۔

تشریح: حاصل حدیث:۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عید الفطر سے پہلے کوئی میٹھی چیز کھا لینی چاہیے یہ سنت ہے کھجوریں کھانا سنت ہے اور طاق عدد مسنون ہے۔

وَعَنْ جَابِرٍؓ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا كَانَ يَوْمُ عِيْدٍ خَالَفَ الطَّرِيْقَ. (صحیح البخاری)
حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب عید کا دن ہوتا راہ میں مخالفت کرتے (روایت کیا اس کو بخاری نے)

تشریح: حاصل حدیث:۔ خالف الطریق، راستہ بدلنے میں کئی حکمتیں تھیں (۱) اسلام کی شان و شوکت کا اظہار۔ (۲)۔ تا کہ مختلف راستے گواہی دیں (۳) تا کہ جو بوڑھے مریض مسلمان ہیں راستوں میں وہ بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہو جائیں۔

وَعَنِ الْبَرَاءِؓ قَالَ خَطَبَنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ النَّحْرِ فَقَالَ اِنَّ اَوَّلَ مَا نَبْدَاُ بِهٖ فِيْ يَوْمِنَا
حضرت براءؓ سے روایت ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قربانی کے دن خطبہ فرمایا سب سے پہلی چیز جس کو ہم شروع کریں گے یہ کہ ہم نماز پڑھیں
هٰذَا اَنْ نُّصَلِّيَ ثُمَّ نَرْجِعَ فَنَنْحَرَ فَمَنْ فَعَلَ ذَالِكَ فَقَدْ اَصَابَ سُنَّتَنَا وَمَنْ ذَبَحَ قَبْلَ اَنْ نُّصَلِّيَ فَاِنَّمَا
گے پھر لوٹ آئیں گے پس قربانی کریں گے جس شخص نے یہ کیا تحقیق ہماری سنت کو پہنچا اور جس نے نماز عید سے پہلے ذبح کیا سوائے اس کے
هُوَ شَاةُ لَحْمٍ عَجَّلَهٗ لِاَهْلِهٖ لَيْسَ مِنَ النُّسُكِ فِيْ شَيْءٍ. (صحیح البخاری و صحیح مسلم)
نہیں وہ بکری کا گوشت ہے جو اس نے اپنے گھر والوں کیلئے جلدی ذبح کر دی ہے اس کا قربانی سے کچھ حصہ نہیں ہے۔

تشریح: وعن البراء الخ قربانی تب جائز ہے جب نماز عید سے فارغ ہو جائے۔ اگر قبل الصلوٰۃ کر لی تو قربانی جائز نہیں ہے

ان لوگوں کیلئے جن پر قربانی واجب ہے۔ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک قربانی کا وقت شہر والوں کیلئے قربانی کی نماز کے بعد شروع ہوتی ہے اور دیہات والوں کیلئے طلوع فجر کے بعد شروع ہو جاتا ہے۔

وَعَنْ جُنْدُبِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ الْبَجَلِيِّ ؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ ذَبَحَ قَبْلَ الصَّلٰوةِ

حضرت جندب بن عبداللہ بجلیؓ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو عید کی نماز سے پہلے ذبح کرے

فَلْيَذْبَحْ مَكَانَهَا اُخْرٰى وَمَنْ لَّمْ يَذْبَحْ حَتّٰى صَلَّيْنَا فَلْيَذْبَحْ عَلَى اسْمِ اللّٰهِ. (صحیح البخاری و صحیح مسلم)

اس کی جگہ ایک دوسرا ذبح کرے جس نے ذبح نہ کیا یہاں تک کہ ہم نے نماز پڑھی پس چاہئے کہ اللہ کے نام سے ذبح کرے۔

وَعَنِ الْبَرَآءِ ؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ ذَبَحَ قَبْلَ الصَّلٰوةِ فَاِنَّمَا يَذْبَحُ لِنَفْسِهٖ

حضرت براءؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے نماز سے پہلے ذبح کیا

وَمَنْ ذَبَحَ بَعْدَ الصَّلٰوةِ فَقَدْ تَمَّ نُسُكُهٗ وَاَصَابَ سُنَّةَ الْمُسْلِمِيْنَ. (صحیح البخاری و صحیح مسلم)

وہ اپنے لئے ذبح کرتا ہے۔ جس نے نماز کے بعد ذبح کیا اس کی قربانی پوری ہوئی اور مسلمانوں کی سنت پالی۔

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ ؓ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَذْبَحُ وَيَنْحَرُ بِالْمُصَلّٰى. (صحیح البخاری)

حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عید گاہ میں بھی ذبح اور نحر کرتے۔ روایت کیا اس کو بخاری نے۔

تشریح: بکری، دنبہ، بھیڑ، گائے، بھینس اور اونٹ یہ جانور خواہ نر ہوں یا مادہ، ان کے علاوہ دوسرے جانوروں کی قربانی جائز نہیں، اونٹ کے علاوہ بقیہ جانوروں کے حلال کرنے کو ''ذبح'' کہتے ہیں اور اونٹ کے حلال کرنے کو ''نحر'' کہتے ہیں نحر کا طریقہ یہ ہوتا ہے کہ اونٹ کو کھڑا کر کے اس کے سینہ میں نیزہ مارا جاتا ہے جس سے وہ گر پڑتا ہے اگرچہ اونٹ کو ذبح کرنا بھی جائز ہے لیکن نحر افضل ہے۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِيْ

عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَدِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِيْنَةَ وَلَهُمْ يَوْمَانِ يَلْعَبُوْنَ فِيْهِمَا فَقَالَ مَا هٰذَانِ

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے اور ان کے دو دن تھے جن میں وہ کھیلتے تھے

الْيَوْمَانِ قَالُوْا كُنَّا نَلْعَبُ فِيْهِمَا فِي الْجَاهِلِيَّةِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ اَبْدَلَكُمُ

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ دو دن کیسے ہیں انہوں نے کہا جاہلیت کے زمانہ میں ہم ان دونوں میں کھیلا کرتے تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

اللّٰهُ بِهِمَا خَيْرًا مِّنْهُمَا يَوْمَ الْاَضْحٰى وَيَوْمَ الْفِطْرِ. (رواہ ابوداؤد)

فرمایا اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کے بدلہ میں تمہیں دو دن بہتر عطا فرمائے ہیں عید قربان کا اور عید فطر کا روایت کیا اس کو ابوداؤد نے۔

وَعَنْ بُرَيْدَةَ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَخْرُجُ يَوْمَ الْفِطْرِ حَتّٰى يَطْعَمَ وَلَا يُطْعَمُ

حضرت بریدہؓ سے روایت ہے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم عید فطر کے دن باہر نہیں نکلتے تھے یہاں تک کہ کھا لیتے اور قربانی کے دن نہ کھاتے تھے

يَوْمَ الْاَضْحٰى حَتّٰى يُصَلِّيَ. (رواہ الترمذی و ابن ماجۃ الدارمی)

یہاں تک کہ نماز پڑھ لیتے۔ روایت کیا اس کو ترمذی اور ابن ماجہ اور دارمی نے۔

تشریح: زمانہ جاہلیت میں اہل مدینہ کیلئے دو دن مقرر تھے جن میں وہ لہو ولعب میں مشغول ہوتے تھے اور خوشیاں منایا کرتے

تھے ان میں سے ایک دن ''نوروز'' تھا اور دوسرا دن ''مہرجان''۔ نوروز کے دن آفتاب برج حمل میں جاتا ہے اور مہرجان کے دن برج میزان میں داخل ہوتا ہے چونکہ ان دونوں دنوں میں آب وہوا معتدل ہوتی ہے اور رات برابر ہوتے ہیں اس لئے ان دنوں کو حکماء نے خوشی منانے کیلئے مقرر کرلیا تھا چنانچہ وہی رسم لوگوں میں چلی آتی تھی۔ یہاں تک کہ جب اہل مدینہ حلقہ بگوش اسلام ہوئے تو شروع میں پرانی عادت کے مطابق ان دنوں میں پہلے زمانے کی طرح خوشی منایا کرتے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب ان دنوں کی حقیقت دریافت فرمائی تو وہ اس کی کوئی حقیقت بیان نہ کرسکے صرف اتنا بتاسکے کہ پرانے زمانے سے یہ طریقہ چلا آرہا ہے اور ان دنوں میں ہم اسی طرح خوشی مناتے چلے آتے ہیں۔ تب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دنوں سے تمہیں اب کوئی سروکار نہیں ہونا چاہئے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان دنوں سے بہتر تمہیں عیدین کے دو دن عنایت فرمادیئے ہیں تم ان بابرکت دنوں میں خوشی مناسکتے ہو۔ گویا اس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک طرف تو یہ اشارہ فرمایا کہ مسلمان کو چاہئے کہ وہ حقیقی عید اور خوشی عبادت کے دن منائے۔ لہٰذا اس حدیث میں عیدین کے دن لہو ولعب میں مشغول ہونے کی ممانعت ہے۔ دوسری طرف یہ اشارہ خفی ہے کہ عیدین میں بہت معمولی طریقہ پر کھیل کود اور اس انداز اور اس طریقہ سے خوشی منانا کہ جس میں حدود شریعت سے تجاوز اور فحاشی نہ ہو جائز ہے۔

یہ حدیث نہایت لطیف انداز میں یہ بتارہی ہے کہ غیر مسلموں کے تہوار کی تعظیم کرنا اور ان میں خوشی منانا' نیز ان رسموں کو اپنانا ممنوع ہے نیز یہ حدیث غیر مسلموں کی عید وتہوار میں شرکت وحاضری کی ممانعت کو بھی ظاہر کررہی ہے۔ بعض علماء نے تو اسے اتنا سخت جانا ہے کہ اس عمل پر کفر کا حکم لگایا ہے چنانچہ ابوحفص کبیر حنفی فرماتے ہیں کہ جو شخص نوروز کی عظمت وتوقیر کے پیش نظر اس دن مشرکوں کو تحفہ میں انڈا بھیجے (جیسا کہ اس روز مشرکین کا طریقہ ہے) تو وہ کافر ہو جاتا ہے اور اس کے تمام اعمال نابود ہو جاتے ہیں۔

حضرت قاضی ابوالمحاسن ابن منصور حنفی کا قول ہے کہ ''اگر کوئی اس دن وہ چیزیں خریدے جو دوسرے دنوں میں نہیں خریدتا ہے (جیسا کہ ہمارے یہاں دیوالی کے روز کھیلیں اور مٹھائی کے بنے ہوئے کھلونے وغیرہ خریدے جاتے ہیں) یا اس دن کسی کو تحفہ بھیجتا ہے اور اس سے اس کا مقصد اس دن کی تعظیم ہو جیسا کہ مشرک اس دن کی تعظیم کرتے ہیں تو وہ شخص کافر ہو جاتا ہے اور اگر کوئی شخص محض اپنے استعمال اور فائدہ اٹھانے یا حسب عادت کسی کو ہدیہ بھیجنے کی نیت سے خریدتا ہے۔ تو کافر نہیں ہوتا لیکن یہ بھی مکروہ ہے لیکن اس طرح کافروں کے ساتھ مشابہت ہوتی ہے اس لئے اس سے بھی احتراز کرنا چاہئے۔

اس طرح اگر کوئی شخص عاشورہ کے دن خوشی مناتا ہے تو خوارج کے ساتھ مشابہت ہوتی ہے اور اگر اس دن غم والم ظاہر کرنے والی چیزیں اختیار کرتا ہے تو روافض کے ساتھ مشابہت ہوتی ہے۔ لہٰذا ان دونوں باتوں سے بچنا چاہئے۔ یہ بات بھی جان لیجئے کہ نوروز کی عظمت وتوقیر کے سلسلہ میں روافض مجوسیوں کے ساتھ شریک ہوتے ہیں اور اس کا سبب یہ بیان کرتے ہیں کہ اسی دن حضرت عثمانؓ شہید کئے گئے تھے اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی خلافت منعقد ہوئی تھی۔

فتاویٰ ذخیرہ میں لکھا ہے کہ جو شخص ہولی اور دیوالی دیکھنے کیلئے بطور خاص نکلتا ہے وہ حدود کفر کے قریب ہو جاتا ہے کیونکہ اسی میں اعلان کفر ہوتا ہے لہٰذا ایسا شخص گویا اپنے عمل سے کفر کی مدد کرتا ہے اسی پر ''نوروز'' دیکھنے کیلئے نکلنے کو بھی قیاس کیا جاسکتا ہے کہ بعض مسلمان ایسا کرتے ہیں یہ بھی موجب کفر ہے۔

''تجنیس'' میں مذکور ہے کہ ہمارے مشائخ اور علماء اس بات پر متفق ہیں کہ جس شخص نے اہل کفار کے معتقدات ومعاملات میں سے کسی چیز کے اچھا ہونے کا اعتقاد رکھا تو وہ حدود کفر میں داخل ہو جائے گا۔ اسی پر اس مسئلہ کو بھی قیاس کیا جاسکتا ہے کہ اگر کوئی شخص کسی ایسے اہل ہوا وہوس انسان مثلاً شریعت کی کھلم کھلا خلاف ورزی کرنے والے نام نہاد صوفیا کے کسی کلام یا کسی قول کے بارے میں اچھا خیال رکھے اور یہ کہے کہ یہ کلام معنوی ہے یا یہ کہے کہ فلاں قول ایسا ہے جس کے معنی صحیح ہیں تو اگر حقیقت میں وہ کلام وقول کفر آمیز ہو تو اس کے بارے میں اچھا عقیدہ رکھنے والا اور اسے صحیح کہنے والا بھی کافر ہو جاتا ہے۔ اسی طرح ''نوادر الفتاویٰ'' میں منقول ہے کہ جو شخص غیر مسلموں کی رسومات کو اچھا

جانے وہ کافر ہو جاتا ہے۔"عمدۃ الاسلام" میں لکھا ہے کہ جو شخص کافروں کی رسومات ادا کرے مثلاً نئے مکان میں بیل اور گائے اور گھوڑے کو زرد و سرخ رنگ کرے یا بندھن دار باندھے تو کافر ہو جاتا ہے"۔ حاصل یہ کہ ان معتقدات و رسومات سے قطعاً احتراز کرنا چاہئے جن سے اسلام اور شریعت کا دور کا بھی واسطہ ہو بلکہ ان کی بنیاد خالص غیر اسلامی و غیر شرعی چیزوں پر ہے۔

وَعَنْ كَثِيرِ بْنِ عَبْدِاللهِ عَنْ اَبِيهِ عَنْ جَدِّهٖ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَبَّرَ فِي الْعِيْدَيْنِ فِي الْاُوْلٰى

حضرت کثیر بن عبداللہؓ اپنے باپ اس نے کثیر کے دادا سے روایت بیان کی ہے بے شک نبی صلی اللہ علیہ وسلم عیدین کی پہلی رکعت میں سات

سَبْعًا قَبْلَ الْقِرَاءَ ةِ. (رواه الترمذی و ابن ماجة و الدارمی)

تکبیریں قرأت سے پہلے اور دوسری میں پانچ تکبیریں قرأت سے پہلے کہا کرتے تھے۔ روایت کیا اس کو ترمذی ابن ماجہ اور دارمی نے۔

تشریح: حاصل حدیث:۔ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ پہلی رکعت میں قرأۃ سے پہلے ۷ اور دوسری رکعت میں ۵ تکبیریں ہیں۔
جواب: ابتداء مختلف عمل تھے لیکن بعد میں حضرت عمرؓ کے زمانے میں اجماع ہو گیا تھا کہ زائد تکبیریں چھ ہیں۔ طحاوی میں یہ مضمون مفصل ہے فلیرجع

وَعَنْ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ مُرْسَلًا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَبَا بَكْرٍ وَ عُمَرَ كَبَّرُوا فِي الْعِيْدَيْنِ

حضرت جعفر بن محمدؒ سے مرسل روایت ہے بے شک نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکرؓ اور عمرؓ دونوں عیدوں اور نماز استسقاء میں سات

وَالْاِسْتِسْقَاءِ سَبْعًا وَخَمْسًا وَصَلَّوْا قَبْلَ الْخُطْبَةِ وَجَهَرُوْا بِالْقِرَاءَ ةِ. (رواه الشافعی)

اور پانچ تکبیریں کہتے اور خطبہ سے پہلے نماز پڑھتے اور قرأت بلند آواز سے کرتے روایت کیا اس کو شافعی نے۔

تشریح: عید کے روز نماز سے پہلے کھانے پینے کا سبب گزشتہ صفحات میں بیان کیا جا چکا ہے۔ بقرعید کے روز آپ غرباء و مساکین کا ساتھ دینے اور ان کی دلجوئی کی خاطر بقرعید کی نماز کے بعد ہی کچھ تناول فرماتے تھے کیونکہ غرباء و مساکین کو تو کچھ کھانا پینا اسی وقت نصیب ہوتا تھا جب قربانی ہو جاتی اور اس کا گوشت ان لوگوں میں تقسیم ہو جاتا اس لئے آپ ان کی وجہ سے خود بھی کھانے پینے میں تاخیر فرماتے تھے۔

"جعفر" سے مراد امام جعفرؒ صادق ابن محمد باقرؒ ابن علی یعنی امام زین العابدین ابن حضرت امام حسینؓ ابن حضرت علی کرم اللہ وجہہ ہیں۔
سات اور پانچ کی وضاحت حدیث بالا تاکید کی ہے کہ پہلی رکعت میں قرأت سے پہلے سات تکبیریں اور دوسری رکعت میں قرأت سے پہلے پانچ تکبیریں کہا کرتے تھے یہ بھی بتایا جا چکا ہے کہ حضرت امام شافعیؒ کا یہی مسلک ہے۔

وَعَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْعَاصِ قَالَ سَاَلْتُ اَبَا مُوْسٰى وَحُذَيْفَةَ كَيْفَ كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضرت سعید بن عاصؓ سے روایت ہے کہا کہ میں نے ابو موسیٰؓ اور حذیفہؓ سے سوال کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عید قربان

يُكَبِّرُ فِي الْاَضْحٰى وَالْفِطْرِ؟ فَقَالَ اَبُوْ مُوْسٰى كَانَ يُكَبِّرُ اَرْبَعًا تَكْبِيْرَهٗ عَلَى الْجَنَائِزِ فَقَالَ حُذَيْفَةُ

اور عید فطر میں تکبیریں کیسے کہا کرتے تھے ابو موسیٰؓ نے کہا جنازے کی طرح چار تکبیریں کہتے حذیفہؓ نے کہا ابو موسیٰؓ نے

صَدَقَ. (رواه ابوداؤد)

سچ کہا۔ روایت کیا اس کو ابوداؤد نے۔

تشریح: حضرت ابو موسیٰؓ کے جواب کی تفصیل یہ ہے کہ جس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز جنازہ پڑھتے وقت چار تکبیریں کہا کرتے تھے اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم عیدین کی نماز میں بھی ہر رکعت میں چار تکبیریں کہا کرتے تھے اس طرح کہ پہلی رکعت میں تو قرأت سے پہلے تکبیر تحریمہ سمیت چار تکبیریں کہتے تھے اور دوسری رکعت میں قرأت کے بعد رکوع کی تکبیر سمیت چار تکبیریں کہتے ہیں۔

وَعَنِ الْبَرَاءِ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نُوْوِلَ یَوْمَ الْعِیْدِ قَوْسًا فَخَطَبَ عَلَیْہِ. (رواہ ابوداؤد)

حضرت براء سے روایت ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کوعید کے دن کمان پکڑائی گئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر ٹیک لگا کر خطبہ دیا۔ روایت کیا اس کو ابوداؤد نے۔

تشریح: حاصل حدیث:۔ یہ حدیث حناف کے موافق ہے تکبیر تحریمہ اور تکبیر رکوع کو نہ ملائیں تو زائد چھ ہی رہیں گی۔ ایک رکعت میں چھ نہیں۔

وَعَنْ عَطَاءٍ مُرْسَلًا اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ اِذَا خَطَبَ یَعْتَمِدُ عَلٰی عَنَزَتِہٖ اِعْتِمَادًا. (رواہ الشافعی)

حضرت عطاءؒ مرسلاً سے روایت ہے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ دیتے تو اپنے نیزے پر ٹیک لگا کر کھڑے ہوتے۔ روایت کیا اسکو شافعی نے۔

تشریح: حاصل حدیث:۔ مطلب یہ ہے کہ کبھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم عصا پر ٹیک لگاتے اور کبھی نیزہ وغیرہ پر ٹیک لگا کر خطبہ پڑھتے۔

وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ شَهِدْتُ الصَّلَاةَ مَعَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ یَوْمِ عِیْدٍ فَبَدَأَ بِالصَّلٰوۃِ قَبْلَ

حضرت جابرؓ سے روایت ہے عید کے دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم کیساتھ نماز میں حاضر ہوا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ سے پہلے نماز شروع کی

الْخُطْبَةِ بِغَیْرِ اَذَانٍ وَّلَا اِقَامَةٍ فَلَمَّا قَضَی الصَّلٰوۃَ قَامَ مُتَّکِئًا عَلٰی بِلَالٍ فَحَمِدَ اللّٰہَ وَاَثْنٰی عَلَیْہِ

بغیر اذان اور تکبیر کے جس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہوئے کھڑے ہوئے بلالؓ پر ٹیک لگائے ہوئے اللہ کی حمد کی اس کی

وَوَعَظَ النَّاسَ وَذَکَّرَهُمْ وَحَثَّهُمْ عَلٰی طَاعَتِہٖ وَمَضٰی اِلَی النِّسَآءِ وَمَعَهُ بِلَالٌ فَاَمَرَهُنَّ بِتَقْوَی

تعریف کی اور لوگوں کو نصیحت کی اور یاد دلایا اور اپنی اطاعت پر ان کو رغبت دلائی پھر عورتوں کی طرف تشریف لے گئے اور آپ کے ساتھ بلالؓ تھے

اللّٰہِ وَوَعَظَهُنَّ وَذَکَّرَهُنَّ. (رواہ السنن نسائی)

ان کو اللہ کے تقویٰ کا حکم دیا ان کو نصیحت کی اور اللہ کا عذاب وثواب ان کو یاد دلایا۔ روایت کیا اس کو نسائی نے۔

تشریح: آگے تر.مہ میں۔ فخطب علیه سہارا لگایا یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت ہے اور یا اس شخص کیلئے جائز ہے جو سہارا لگوانے سے خوش ہوتا ہو اور ناراض نہ ہوتا ہو۔

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا خَرَجَ یَوْمَ الْعِیْدِ فِیْ طَرِیْقٍ رَجَعَ

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہا نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب عید کے دن نکلتے کسی راستہ میں واپس اس کے علاوہ کسی دوسرے

فِیْ غَیْرِہٖ. (رواہ الترمذی)

راستہ سے آتے روایت کیا اس کو ترمذی اور دارمی نے۔

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّهٗ اَصَابَهُمْ مَطَرٌ فِیْ یَوْمِ عِیْدٍ فَصَلّٰی بِهِمُ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ صَلَاةَ

ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ عید کے دن صحابہؓ کو مینہ (بارش) پہنچا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے

الْعِیْدِ فِی الْمَسْجِدِ. (رواہ ابوداؤد و ابن ماجه)

انکو عید کی نماز مسجد میں پڑھائی۔ روایت کیا اس کو ابوداؤد اور ابن ماجہ نے۔

تشریح: مطلب یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عیدین کی نماز شہر سے باہر جنگل میں ادا فرماتے تھے مگر جب کبھی بارش ہوتی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد نبوی ہی میں نماز پڑھ لیتے تھے۔ لہٰذا اس سے معلوم ہوا کہ عیدین کی نماز جنگل میں (یعنی عیدگاہ میں) ادا کرنا افضل ہے۔ ہاں کوئی عذر پیش آ جائے تو پھر شہر کی مسجد میں ادا کی جاسکتی ہے۔

اس سلسلہ میں اہل مکہ کیلئے مسئلہ یہ ہے کہ وہ عیدین کی نماز مسجد حرام ہی میں ادا کریں جیسا کہ آج کل عمل ہے اسی طرح اہل مدینہ بھی عیدین کی نماز مسجد نبوی ہی میں پڑھتے ہیں۔

وَعَنْ اَبِی الْحُوَیْرِثِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَتَبَ اِلٰی عَمْرِو بْنِ حَزْمٍ وَھُوَ بِنَجْرَانَ

حضرت ابو الحویرث سے روایت ہے بے شک رسول اللہ صلی علیہ وسلم نے عمرو بن حزم کی طرف لکھا کہ عیدالاضحیٰ

عَجِلِّ الْاَضْحٰی وَاَخِّرِ الْفِطْرَ وَ ذَکِّرِ النَّاسَ. (رواہ الشافعی)

جلدی پڑھو اور عیدالفطر دیر سے اور لوگوں کو نصیحت کرو۔ روایت کیا اس کو امام شافعی نے۔

تشریح: نجران ایک شہر کا نام ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرو ابن حزمؓ کو وہاں کا عامل بنا کر بھیجا تھا جبکہ ان کی عمر صرف سترہ سال تھی۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں یہ احکام لکھ کر بھیجے تھے تاکہ وہ اس پر عمل کریں۔ بقرعید کی نماز جلدی ادا کر لینے کیلئے اس واسطے فرمایا تاکہ لوگ نماز سے جلدی فارغ ہو کر قربانی وغیرہ میں مشغول ہو جائیں۔ اس طرح عید کی نماز تاخیر سے ادا کرنے کیلئے اس واسطے فرمایا تاکہ لوگ نماز سے پہلے صدقہ فطر ادا کر لیں۔

وَعَنْ اَبِیْ عُمَیْرِ ابْنِ اَنَسٍ عَنْ عُمُوْمَۃٍ لَّہٗ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ رَکْبًا

حضرت ابو عمیر بن انسؓ اپنے ایک نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی چچا سے روایت کرتے ہیں ایک قافلہ

جَآءُ وْ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَشْھَدُوْنَ اَنَّھُمْ رَءُ وا الْھِلَالَ بِالْاَمْسِ فَاَمَرَھُمْ اَنْ یُّفْطِرُوْا

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا وہ گواہی دیتے تھے کہ انہوں نے عید کا چاند کل دیکھا تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو حکم دیا کہ روزہ افطار کریں

وَاِذَا اَصْبَحُوْا اَنْ یَّغْدُوْ اِلٰی مُصَلَّاھُمْ. (رواہ ابوداؤ و السنن نسائی)

اور جب صبح کریں تو اپنی عیدگاہ کی طرف جائیں۔ روایت کیا اس کو ابوداؤد اور نسائی نے۔

تشریح: رمضان کی تیسویں شب یعنی انتیس تاریخ کو اہل مدینہ نے عید کا چاند نہیں دیکھا چنانچہ انہوں نے تیس تاریخ کو روزہ رکھا۔ اتفاق سے اسی روز ایک قافلہ باہر سے مدینہ آیا اور اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اس بات کی شہادت دی کہ ہم نے کل چاند دیکھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قافلہ کی شہادت کو مانتے ہوئے لوگوں کو حکم دیا کہ روزہ افطار کر دیں اور چونکہ چاند ہونے کی یہ شہادت زوال آفتاب کے بعد آئی تھی اور نماز عید کا وقت نہ رہا تھا۔ جیسا کہ ایک روایت میں یہ صراحت بھی ہے کہ انھم قدموا اخر النھار (یعنی قافلہ دن کے آخری حصہ میں مدینہ پہنچا تھا) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز عید کے بارے میں حکم دیا کہ کل صبح ادا کی جائے۔ چنانچہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ کا اسی پر عمل ہے کہ آفتاب بلند ہونے کے بعد نماز عید کا وقت شروع ہو جاتا ہے اور زوال آفتاب تک رہتا ہے۔

شرح منیہ میں لکھا کہ "اگر کوئی ایسا عذر پیش آجائے جو عیدالفطر کے روز زوال آفتاب سے پہلے نماز عید کی ادائیگی کیلئے مانع ہو تو عید کی نماز اس روز پڑھنے کی بجائے دوسرے روز زوال آفتاب سے پہلے ادا کر لی جائے۔ اگر دوسرے دن بھی کوئی عذر نماز کی ادائیگی کیلئے مانع ہو تو پھر نماز نہ پڑھی جائے۔

بخلاف بقرعید کی نماز کے کہ اگر اس کی ادائیگی کیلئے کوئی عذر پہلے اور دوسرے روز مانع ہو تو تیسرے روز بھی اس کی نماز پڑھی جا سکتی ہے۔ ویسے بقرعید کی نماز میں بلا عذر بھی دوسرے یا تیسرے دن تک تاخیر جائز ہے مگر مکروہ ہے۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ

عَنِ ابْنِ جُرَیْجٍ رحمۃ اللہ علیہ قَالَ اَخْبَرَنِیْ عَطَآءٌ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَجَابِرِ بْنِ عَبْدِاللّٰہِ قَالَا لَمْ

حضرت ابن جریجؒ سے روایت ہے کہا کہ مجھ کو عطا نے ابن عباس اور جابر بن عبداللہ سے بیان کیا ان دونوں نے کہا عید الفطر

يَكُنْ يُؤَذَّنُ يَوْمَ الْفِطْرِ وَلَا يَوْمَ الْاَضْحٰى ثُمَّ سَأَلْتُهُ يَعْنِيْ عَطَآءً بَعْدَ حِيْنٍ عَنْ ذَالِكَ فَاَخْبَرَنِيْ قَالَ

اور عید قربان کے دن نہ اذان کہی جاتی اور نہ تکبیر پھر میں کچھ مدت بعد عطا کو ملا اور اس کے متعلق پوچھا عطا نے مجھ

اَخْبَرَنِيْ جَابِرُ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ اَنْ لَّا اَذَانَ لِلصَّلٰوةِ يَوْمَ الْفِطْرِ حِيْنَ يَخْرُجُ الْاِمَامُ وَلَا بَعْدَ مَا يَخْرُجُ

کو خبر دی کہا مجھ کو جابر بن عبداللہؓ نے خبر دی عید فطر کے دن نماز کیلئے نہ اذان تھی جس وقت امام نکلتا ہے اور نہ امام کے نکلنے کے بعد

وَلَا اِقَامَةَ وَلَا نِدَآءَ وَلَا شَيْءَ وَلَا نِدَآءَ يَوْمَئِذٍ وَّلَا اِقَامَةَ. (صحیح مسلم)

اور نہ تکبیر ہے اور نہ پکارنا اور نہ کچھ اور نہ آواز اس روز اور نہ تکبیر۔ روایت کیا اس کو مسلم نے۔

تشریح: ''نداء'' سے ''الصلوۃ الصلوۃ'' یا اس طرح کے دوسرے الفاظ جو نماز کی اطلاع دینے کیلئے استعمال کئے جائیں کہنا مراد ہے ''لا نداء'' کے بعد لفظ ''لا شیٔ'' لا نداء کی تاکید کے لئے لایا گیا ہے۔ پھر اس کے بعد حدیث کے آخری الفاظ لا نداء یومئذ ولا اقامۃ بھی تاکید کیلئے دوبارہ استعمال کئے گئے ہیں۔ (شیخ عبدالحقؒ)

ملا علی قاریؒ نے لکھا ہے کہ لفظ ''لا نداء'' اول سے آخر تک پہلے جملہ کی تاکید ہے اور مناسب یہ ہے کہ لفظ نداء سے اذان مراد لی جائے کیونکہ عیدین کے موقع پر اذان وتکبیر کی بجائے الصلوۃ جامعۃ پکار کر کہنا تمام علماء کے نزدیک مستحب ہے۔ گویا حضرت شیخ عبدالحقؒ کے قول کے مطابق حدیث کا مطلب یہ ہوا کہ عیدین کی نماز کیلئے جس طرح اذان وتکبیر مشروع نہیں ہے اسی طرح نماز کی اطلاع کیلئے کوئی اور لفظ مثلاً ''الصلوۃ جامعۃ'' پکارنا بھی مشروع نہیں ہے جبکہ حضرت ملا علی قاریؒ کے قول کا مطلب یہ ہے کہ عیدین کی نماز میں اذان وتکبیر تو مشروع نہیں ہاں نماز کی اطلاع دینے کیلئے نداء یعنی ''الصلوۃ جامعۃ'' پکار کر کہنا مستحب ہے۔

لہٰذا ان دونوں اقوال کے باہم اختلاف وتضاد کو اس تطبیق کے ذریعہ ختم کیا جائے حضرت شیخ نے نداء کی جو نفی کی ہے وہ عیدگاہ کے اندر بطریق التزام کے ہے یعنی ان کا مطلب یہ ہے کہ اول تو عیدگاہ کے اندر اور دوسرے بطریق التزام نداء نہ دی جائے اور حضرت ملا علی قاریؒ نے نداء کو جو مستحب لکھا ہے تو اس کا تعلق عیدگاہ سے باہر اور کبھی کبھی کہنے سے ہے۔ یعنی ''الصلوۃ جامعۃ'' عیدگاہ سے باہر اور کبھی کبھی پکار کر کہنا مستحب ہے۔ واللہ اعلم۔

وَعَنْ اَبِيْ سَعِيْدِ نِ الْخُدْرِيِّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَخْرُجُ يَوْمَ الْاَضْحٰى وَيَوْمَ

حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے بے شک نبی صلی اللہ علیہ وسلم عید قربان اور عید فطر کے دن نکلتے تھے نماز شروع کرتے

الْفِطْرِ فَيَبْدَأُ بِالصَّلٰوةِ فَاِذَا صَلّٰى صَلٰوتَهُ قَامَ فَاَقْبَلَ عَلَى النَّاسِ وَهُمْ جُلُوْسٌ فِيْ مُصَلَّاهُمْ فَاِنْ

جس وقت نماز پڑھ لیتے کھڑے ہوتے لوگوں پر متوجہ ہوتے اور وہ اپنی اپنی نماز کی جگہ بیٹھے ہوتے پس اگر ہوتی

كَانَتْ لَهُ حَاجَةٌ بِبَعْثٍ ذَكَرَهُ لِلنَّاسِ اَوْ كَانَتْ لَهُ حَاجَةٌ بِغَيْرِ ذَالِكَ اَمَرَهُمْ بِهَا وَكَانَ يَقُوْلُ

آپ کو لشکر بھیجنے کی حاجت لوگوں کیلئے ذکر کرتے یا اس کے علاوہ کوئی اور حاجت ہوتی اس کا حکم دیتے اور فرمایا کرتے

تَصَدَّقُوْا تَصَدَّقُوْا تَصَدَّقُوْا وَكَانَ اَكْثَرُ مَنْ يَتَصَدَّقُ النِّسَآءَ ثُمَّ يَنْصَرِفُ فَلَمْ يَزَلْ كَذَالِكَ حَتّٰى

صدقہ کرو صدقہ کرو اور زیادہ صدقہ کرنے والی عورتیں ہوتیں پھر واپس آئے اسی طرح امر رہا یہاں تک کہ

كَانَ مَرْوَانُ بْنُ الْحَكَمِ فَخَرَجْتُ مُخَاصِرًا مَّرْوَانَ حَتّٰى اَتَيْنَا الْمُصَلّٰى فَاِذَا كَثِيْرُ بْنُ الصَّلْتِ قَدْ

مروان بن حکم مدینہ کا گورنر بنا میں مروان کا ہاتھ پکڑے ہوئے نکلا ہم عیدگاہ پہنچے ناگہاں کثیر بن صلت نے مٹی کی اینٹ کا

بَنٰى مِنْبَرًا مِّنْ طِيْنٍ وَّلَبِنٍ فَاِذَا مَرْوَانُ يُنَازِعُنِيْ يَدَهُ كَاَنَّهُ يَجُرُّنِيْ نَحْوَ الْمِنْبَرِ وَاَنَا اَجُرُّهُ نَحْوَ الصَّلٰوةِ

منبر بنایا ہوا تھا۔ مروان مجھ سے اپنا ہاتھ کھینچتا تھا گویا وہ مجھ کو منبر کی طرف کھینچتا تھا اور میں اسکو نماز کی طرف کھینچتا تھا جب میں نے اس سے یہ بات

فَلَمَّا رَاَیْتُ ذَالِکَ مِنْهُ قُلْتُ اَیْنَ الْاِبْتِدَآءُ بِالصَّلٰوۃِ فَقَالَ لَا یَا اَبَاسَعِیْدٍ قَدْ تُرِکَ مَا تَعْلَمُ قُلْتُ

دیکھی میں نے کہا نماز کے ساتھ ابتدا کرنا کہاں ہے کہنے لگا نہیں اے ابوسعیدؓ وہ چیز چھوڑ دی گئی ہے جو تو جانتا ہے میں نے کہا ہرگز نہیں اس ذات

کَلَّا وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ لَا تَاْتُوْنَ بِخَیْرٍ مِّمَّا اَعْلَمُ ثَلٰثَ مِرَارٍ ثُمَّ انْصَرَفَ. (صحیح مسلم)

کی قسم ہے جس کے قبضہ میں میری جان ہے نہیں لاؤ گے تم بہتر اس چیز سے جو میں جانتا ہوں پھر پھرے۔ (روایت کیا اس کو مسلم نے)

تشریح: صدقہ وخیرات یعنی اللہ کے نام پر اپنا مال خرچ کرنے کی جو اہمیت وفضیلت ہے اس کے پیش نظر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے خطبہ میں لفظ تصدقوا تین مرتبہ تاکیداً فرمایا کرتے تھے یا یہ کہ تین مرتبہ فرمانا تین حالتوں کی طرف اشارہ ہے۔

۱-صدقہ دو اپنی زندگی کے واسطے۔ ۲-صدقہ دو اپنی موت کیلئے۔ ۳-اور صدقہ دو اپنی آخرت کیلئے۔

''مخاصر'' دو شخصوں کے اس طرح باہم ہاتھ پکڑے ہوئے چلنے کو کہتے ہیں کہ ہر ایک کا ہاتھ دوسرے کے کولہے کے قریب ہو۔

مروان ابن حکم ۲ھ میں پیدا ہوا تھا مگر اسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے شرف زیارت حاصل نہیں ہوا تھا۔ اسی طرح کثیر ابن صلت کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ ان کی پیدائش بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے زمانہ مبارک ہی میں ہوئی تھی۔ چنانچہ اسی وجہ سے صاحب جامع الاصول نے انہیں صحابہ میں شمار کیا ہے جبکہ بعض محققین نے انہیں تابعی کہا ہے۔ ان کا مکان عیدگاہ کے قریب تھا۔ انہوں نے ہی عیدگاہ میں منبر بنایا تھا تا کہ عیدین کا خطبہ اس پر کھڑے ہو کر پڑھا جائے جیسا کہ جمعہ کا خطبہ منبر پر کھڑے ہو کر پڑھنا مسنون ہے۔ لہٰذا ظاہر حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ سب سے پہلے مروان ابن حکم نے عیدگاہ میں منبر بنوایا ہے۔

حدیث کے آخری الفاظ ثم انصرف کے یہ معنی بھی محتمل ہو سکتے ہیں کہ مروان منبر کی طرف آیا تا کہ خطبہ پڑھے اور اس نے حضرت ابوسعیدؓ کی یہ بات نہ مانی کہ پہلے نماز پڑھی جائے پھر خطبہ پڑھا جائے۔

باب فی الاضحیة

قربانی کا بیان

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ

عَنْ اَنَسٍؓ قَالَ ضَحّٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِکَبْشَیْنِ اَمْلَحَیْنِ اَقْرَنَیْنِ ذَبَحَھُمَا بِیَدِہٖ

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو دنبوں کی قربانی کی دونوں ابلق سینگ دار تھے۔ اپنے ہاتھ سے ان کو ذبح کیا۔

وَسَمّٰی وَکَبَّرَ قَالَ رَاَیْتُهٗ وَاضِعًا قَدَمَهٗ عَلٰی صِفَاحِھِمَا وَیَقُوْلُ بِسْمِ اللّٰہِ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ. (صحیح البخاری وغیرہ)

بسم اللہ پڑھی اور تکبیر کہی انسؓ نے کہا میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے گلے پر پاؤں رکھے ہوئے دیکھا اور کہتے تھے بسم اللہ واللہ اکبر۔

تشریح: وعن انس الخ مناسبت: ماقبل میں صلوٰۃ الاضحیٰ کا ذکر بھی تھا اب یہاں سے باب الاضحیہ (قربانی) کا بیان ہے۔

وَعَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَمَرَ بِکَبْشٍ اَقْرَنَ یَطَاُ فِیْ سَوَادٍ

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک سینگدار دنبہ لانے کا حکم دیا کہ سیاہی میں چلتا ہو سیاہی میں بیٹھتا ہو

وَّيَبْرُكُ فِي سَوَادٍ وَيَنْظُرُ فِي سَوَادٍ فَأُتِيَ بِهٖ لِيُضَحِّيَ بِهٖ قَالَ يَا عَآئِشَةُ هَلُمِّي الْمُدْيَةَ ثُمَّ قَالَ
اور سیاہی میں دیکھتا ہو۔ ایسا دنبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لایا گیا تا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی قربانی کریں۔ فرمایا اے عائشہ چھری لاؤ
اشْحَذِيْهَا بِحَجَرٍ فَفَعَلَتْ ثُمَّ اَخَذَهَا وَاَخَذَ الْكَبْشَ فَاَضْجَعَهٗ ثُمَّ ذَبَحَهٗ ثُمَّ قَالَ بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُمَّ تَقَبَّلْ
پھر فرمایا اس کو تیز کرو پتھر پر رگڑ کر میں نے ایسا کیا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو پکڑا اور دنبہ کو پکڑا اور اس کو لٹایا اور ذبح کرنے کا ارادہ کیا
مِنْ مُّحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ وَّمِنْ اُمَّةِ مُحَمَّدٍ ثُمَّ ضَحّٰى بِهٖ. (صحيح مسلم)
پھر فرمایا بسم اللہ اے اللہ قبول کر محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آل محمد سے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت سے پھر اس کی قربانی کی۔ روایت کیا اس کو مسلم نے۔

تشریح: وعن عائشه الخ يطاء في سواد جو چلتا تھا سیاہی میں یہ کنایہ ہے کہ جس کے پاؤں سیاہ تھے۔ ويبرک في سواد اس کی پیشانی سیاہ تھی وينظر في سواد آنکھیں بھی کالی تھیں۔ اللهم تقبل من محمد و ال محمد الخ یہاں اشتراک سے اشتراک في نفس الاضحيه ہو تو یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خصوصیت تھی ورنہ ثواب میں اشتراک جائز ہے۱۲ اراجح یہ ہے کہ اشتراک ثواب اضحیہ میں تھا۔

وَعَنْ جَابِرٍؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَذْبَحُوْا اِلَّا مُسِنَّةً اِلَّا اَنْ يُّعْسَرَ عَلَيْكُمْ
حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہ ذبح کرو مگر مسنہ کو مگر یہ کہ وہ تم پر مشکل ہو جائے
فَتَذْبَحُوْا جَذَعَةً مِّنَ الضَّاْنِ. (صحيح مسلم)
پس ذبح کرو جذعہ دنبہ یا بھیڑ سے۔ روایت کیا اس کو مسلم نے۔

تشریح: وعن جابرؓ الخ ص ۱۲۷ ج ۱ لاتذبحوا الامسنة. اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حالت دشوار ہو تو پھر جزع من الضان جائز ہے ورنہ مسنہ ہے۔ جواب: یہ حصر استحباب کے اعتبار سے اور افضلیت کے اعتبار سے ہے نہ کہ نفس اضحیہ کے اعتبار سے۔

عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍؓ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَعْطَاهُ غَنَمًا يَقْسِمُهَا عَلٰى صَحَابَتِهٖ ضَحَايَا فَبَقِيَ
حضرت عقبہ بن عامرؓ سے روایت ہے بے شک نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو بکریوں کا ایک ریوڑ دیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں
عَتُوْدٌ فَذَكَرَهٗ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ ضَحِّ بِهٖ اَنْتَ وَفِيْ رِوَايَةٍ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ
تقسیم کریں قربانی کیلئے ایک بکری کا بچہ باقی رہ گیا اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے ذکر کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو قربانی کر لے
مَالِيْ جَذَعٌ قَالَ ضَحِّ بِهٖ. (صحيح البخاري و صحيح مسلم)
ساتھ اس کے ایک روایت میں ہے میں نے کہا اے اللہ کے رسول مجھ کو ایک بھیڑ کا بچہ ملا ہے۔ فرمایا تو اس کی قربانی کر لے۔

تشریح: وعن عقبہ بن عامر الخ عتود بچہ: اس میں اختلاف ہو گیا ہے کہ یہ عتود من المعز ہے یا من الضان۔ اگر عتود من الضان ہے تو پھر اس کی قربانی ٹھیک ہے جائز ہے اور اگر عتود من المعز ہے تو پھر اس کی قربانی جائز نہیں تو پھر آپ صلی اللہ علی وآلہ وسلم نے اس کو اس کا حکم کیوں دیا؟ جواب: فیہ قولان راجح یہ ہے کہ یہ عتود من المعز تھا۔ سوال: یہ ہے کہ عتود جو ۶، ۷ ماہ کا ہو اس کی قربانی جائز ہی نہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بکری کے سال سے کم کی بچے کی اجازت کیسے دے دی؟ جواب یہ عقبہ بن عامر کی خصوصیت ہے لا يقاس عليه غيره.

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَؓ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَذْبَحُ وَيَنْحَرُ بِالْمُصَلّٰى. (صحيح البخاري)
حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ذبح اور نحر عید گاہ میں کرتے تھے۔ روایت کیا اس کو بخاری نے۔

تشریح: وعن ابن عمر الخ بالمصلی ای بقرب المصلیٰ

وَعَنْ جَابِرٍؓ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ الْبَقَرَۃُ عَنْ سَبْعَۃٍ وَالْجَزُوْرُ عَنْ سَبْعَۃٍ (صحیح مسلم)

حضرت جابرؓ سے روایت ہے بے شک نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا گائے سات کی طرف سے اور اونٹ بھی سات کی طرف سے کفایت کرتا ہے۔ روایت کیا مسلم نے اور ابوداؤد نے اور لفظ ہیں واسطے اس کے۔

تشریح: وعن جابرؓ الخ اس پر امام طحاویؒ نے فقہاء کا اجماع نقل کیا ہے کہ گائے اور اونٹ میں ۷ آدمی شریک ہو سکتے ہیں۔

وَعَنْ اُمِّ سَلَمَۃَ رضی اللہ عنہا قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا دَخَلَ الْعَشْرُ وَاَرَادَ بَعْضُکُمْ اَنْ یُّضَحِّیَ فَلَا یَمَسَّ مِنْ شَعْرِہٖ وَبَشَرِہٖ شَیْئًا وَّفِیْ رِوَایَۃٍ فَلَا یَاْخُذَنَّ شَعْرًا وَّلَا یَقْلِمَنَّ ظُفُرًا وَّفِیْ رِوَایَۃٍ مَّنْ رَّاٰی ھِلَالَ ذِی الْحِجَّۃِ وَاَرَادَ اَنْ یُّضَحِّیَ فَلَا یَاْخُذْ مِنْ شَعْرِہٖ وَلَا مِنْ اَظْفَارِہٖ. (صحیح مسلم)

حضرت ام سلمہؓ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جس وقت ذوالحجہ کا پہلا عشرہ داخل ہو اور بعض تمہارا قربانی کا ارادہ کرے وہ اپنے بال اور ناخن ذرا بھی نہ دور کرے۔ ایک روایت میں ہے نہ بال کٹوائے اور نہ ناخن ترشوائے ایک روایت میں ہے جو ذوالحجہ کا چاند دیکھ لے اور قربانی کا ارادہ کرے نہ لے بال اپنے اور نہ ناخن اپنے۔ روایت کیا اس کو مسلم نے۔

تشریح: قولہ وعن ام سلمہ فلا یمس من شعرہ الخ احناف کے نزدیک یہ نہی تنزیہی ہے حنابلہ کے نزدیک نہی تحریم کیلئے ہے۔ الا یہ کہ پہلے ناخن اور بال وغیرہ کاٹنے میں سستی کی ہو تو پھر کاٹ سکتا ہے۔ ۴۰ دن کے اوپر دن گزر رہے ہوں تو حنابلہ بھی کاٹنے کا حکم دیتے ہیں۔

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ اَیَّامِ الْعَمَلُ الصَّالِحُ فِیْھِنَّ اَحَبُّ اِلَی اللّٰہِ مِنْ ھٰذِہِ الْاَیَّامِ الْعَشْرِ قَالُوْا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ وَلَا الْجِھَادُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ قَالَ وَلَا الْجِھَادُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اِلَّا رَجُلٌ خَرَجَ بِنَفْسِہٖ وَمَالِہٖ فَلَمْ یَرْجِعْ مِنْ ذَالِکَ بِشَیْءٍ. (صحیح البخاری)

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ کی طرف کوئی دن زیادہ محبوب نہیں جن میں عمل کرنا افضل ہو ان دس دنوں سے صحابہؓ نے کہا اے اللہ کے رسول اور نہ اللہ کے راستہ میں جہاد کرنا فرمایا اور نہ اللہ کے راستہ میں جہاد کرنا اور وہ آدمی جو اپنی ذات اور مال لے کر جہاد کی طرف نکلا پھر ان میں سے کسی چیز کے ساتھ نہ لوٹا۔ روایت کیا اس کو بخاری نے۔

تشریح: وعن ابن عباس الخ مشکوٰۃ ج ۱ ص ۱۲۷-۱۲۸، اس میں اختلاف ہے ذی الحجہ کے دس دن افضل ہیں یا رمضان کے آخری دس دن افضل ہیں۔ اس میں دونوں قول ہیں۔ تطبیق: ایام سنہ میں سے ذی الحجہ کے پہلے ۱۰ دن افضل ہیں اور لیالی سنہ میں سے رمضان کے اخیری عشرہ کی راتیں افضل ہیں۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ

وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ ذَبَحَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَوْمَ الذَّبْحِ کَبْشَیْنِ اَقْرَنَیْنِ اَمْلَحَیْنِ مَوْجُوْئَیْنِ فَلَمَّا وَجَّھَھُمَا قَالَ اِنِّیْ وَجَّھْتُ وَجْھِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ عَلٰی مِلَّۃِ اِبْرَاھِیْمَ حَنِیْفًا وَّمَا اَنَا

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قربانی کے دن دو دنبے سینگ دار ابلق اور خصی ذبح کئے جب ان کو قبلہ کے رخ لٹایا فرمایا میں اپنا منہ اس ذات کیلئے سامنے کرتا ہوں جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ابراہیمؑ کی ملت پر یکطرفہ ہوں اور میں مشرکوں میں سے نہیں ہوں تحقیق

مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ اِنَّ صَلَاتِيْ وَنُسُكِيْ وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِيْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَبِذٰلِكَ

میری نماز میری قربانی میری زندگی اور میری موت اللہ کیلئے ہے۔ جو رب ہے سب جہانوں کا اس کا کوئی شریک نہیں اور ساتھ اس کے میں حکم دیا گیا

اُمِرْتُ وَاَنَا مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ اَللّٰهُمَّ مِنْكَ وَلَكَ عَنْ مُّحَمَّدٍ وَاُمَّتِهٖ بِسْمِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ ثُمَّ ذَبَحَ رَوَاهُ

ہوں اور میں مسلمانوں سے ہوں۔ اے اللہ یہ قربانی تیری ہی عطا سے ہے اور تیرے لئے ہے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور اس کی امت کی طرف سے بسم اللہ

اَحْمَدُ وَ اَبُوْدَاؤدَ وَابْنُ مَاجَةَ وَالدَّارِمِيُّ وَفِيْ رِوَايَةٍ لِاَحْمَدَ وَاَبِيْ دَاوٗدَ وَالتِّرْمِذِيِّ ذَبَحَ بِيَدِهٖ وَقَالَ

واللہ اکبر پھر ذبح کیا۔ روایت کیا اس کو احمد اور ابوداؤد و ابن ماجہ اور دارمی نے احمد ابوداؤد اور ترمذی کی ایک روایت میں ہے اپنے ہاتھ مبارک سے اس کو

بِسْمِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُمَّ هٰذَا عَنِّيْ وَعَمَّنْ لَّمْ يُضَحِّ مِنْ اُمَّتِيْ.

ذبح کیا اور کہا بسم اللہ واللہ اکبر اے اللہ یہ میری طرف سے ہے اور اس شخص کی طرف ہے جس نے میری امت میں سے قربانی نہیں کی۔

تشریح: عن جابرؓ الخ ترجمہ ہے

وَعَنْ حَنَشٍ قَالَ رَاَيْتُ عَلِيًّا يُضَحِّيْ بِكَبْشَيْنِ فَقُلْتُ لَهٗ مَا هٰذَا فَقَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

حضرت حنشؒ سے روایت ہے کہا میں نے علیؓ کو دیکھا وہ دو دنبوں کی قربانی کرتے ہیں۔ میں نے اسے کہا یہ کیا ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو وصیت فرمائی

وَسَلَّمَ اَوْ صَانِيْ اَنْ اُضَحِّيَ عَنْهُ فَاَنَا اُضَحِّيْ عَنْهُ. (رواه ابوداؤد ، وروى الترمذى نحوه)

تھی کہ میں آپ کی طرف سے بھی قربانی دوں میں آپ کی طرف سے قربانی کرتا ہوں۔ روایت کیا اس کو ابوداؤد نے اور روایت کیا اس کو ترمذی نے مانند اس کی۔

تشریح: وعن حنش الخ میت کی طرف سے اگر قربانی کرنی ہے تو اس وصیت کی وجہ سے تو سارا گوشت صدقہ کرنا ہے اور اگر ثواب پہنچانا ہے تو خود بھی کھا سکتا ہے۔

وَعَنْ عَلِيٍّ قَالَ اَمَرَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ نَسْتَشْرِفَ الْعَيْنَ وَالْاُذُنَ وَاَنْ لَّا نُضَحِّيَ

حضرت علیؓ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو حکم دیا ہے۔ کہ ہم قربانی کی آنکھ اور کان اچھی طرح دیکھ لیں اور ہم اس جانور کو

بِمُقَابَلَةٍ وَلَا مُدَابَرَةٍ وَّلَا شَرْقَاءَ وَلَا خَرْقَاءَ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَ اَبُوْدَاؤدَ وَالنَّسَائِيُّ وَالدَّارِمِيُّ وَابْنُ

ذبح نہ کریں جس کا اگلی جانب سے کان کٹا ہو اور نہ پچھلی طرف سے اور اس کے کان چرے ہوئے ہوں اور نہ جس کے کان گول یا دراز پھٹے ہوئے

مَاجَةَ وَانْتَهَتْ رِوَايَتُهٗ اِلٰى قَوْلِهٖ وَالْاُذُنَ.

ہوں۔ روایت کیا اس کو ترمذی ابوداؤد و نسائی دارمی اور ابن ماجہ نے اس نے یہ روایت والاذن تک روایت کی ہے۔

تشریح: وعن علی الخ اگر یہ عیوب مقابلہ مدابرہ شرقاء غرباً ثلث سے یا اس سے زیادہ متاثر ہو گئے ہوں تو نہی تحریم کیلئے ہے اور اگر ثلث سے کم ہے تو نہی تنزیہ کیلئے ہے۔ مقابلہ...... مدابرہ...... شرفا...... خرقاً......

وَعَنْ عَلِيٍّ قَالَ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ نُّضَحِّيَ بِاَعْضَبِ الْقَرْنِ وَالْاُذُنِ (رواه ابن ماجة)

علیؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے کہ ہم ٹوٹے ہوئے سینگ یا کٹے ہوئے کان والا جانور ذبح کریں روایت کیا اس کو ابن ماجہ نے۔

تشریح: وعنہ قال الخ یہ نہی اس صورت میں ہے جبکہ وہ جڑ سے اکھڑا ہوا ہو ایسے جانور کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ذبح کرنے سے منع فرمایا۔

وَعَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُئِلَ مَاذَا يُتَّقٰى مِنَ الضَّحَايَا فَاَشَارَ

حضرت براء بن عازبؓ سے روایت ہے بے شک نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا کون سا جانور لائق قربانی نہیں

بِيَدِهٖ فَقَالَ اَرْبَعًا اَلْعَرْجَاءُ الْبَيِّنُ ظَلْعُهَا وَالْعَوْرَاءُ الْبَيِّنُ عَوْرُهَا وَالْمَرِيْضَةُ الْبَيِّنُ مَرْضُهَا وَالْعَجْفَاءُ

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ سے اشارہ کیا کہ چار جانور ہیں لنگڑا جس کا لنگڑا پن ظاہر ہو کانا جس کا کانا پن ظاہر ہو بیماری

الَّتِيْ لَا تَنْقِيْ. (رواه موطا امام مالک و احمد بن حنبل والترمذی وابوداؤو السنن نسائی و ابن ماجة والدارمی)

جس کی بیماری ظاہر ہو اور دبلا جس کی ہڈیوں میں گودا نہ ہو روایت کیا اس کو مالکؒ احمدؒ ترمذیؒ نسائیؒ اور ابن ماجہ اور دارمی نے۔

تشریح: وعن البراء بن عازب الخ ترجمہ ہے۔

وَعَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُضَحِّيْ بِكَبْشٍ اَقْرَنَ فَحِيْلٍ يَنْظُرُ فِيْ

حضرت ابو سعیدؓ سے روایت ہے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک دنبہ فربہ سینگدار قربانی کرتے تھے جو سیاہی میں دیکھتا۔

سَوَادٍ وَّيَاْكُلُ فِيْ سَوَادٍ وَّيَمْشِيْ فِيْ سَوَادٍ. (رواه الترمذی و ابوداؤد و ابن ماجة)

سیاہی میں کھاتا اور سیاہی میں چلتا تھا۔ روایت کیا اس کو ترمذیؒ ابوداؤدؒ و نسائیؒ اور ابن ماجہ نے۔

تشریح: وعن ابی سعید الخ ترجمہ ہے۔

وَعَنْ مُجَاشِعٍ مِنْ بَنِيْ سُلَيْمٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُوْلُ اِنَّ الْجَذَعَ يُوَفِّيْ

حضرت مجاشعؓ سے روایت ہے جو بنو سلیم میں سے تھے بے شک نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے جذع کفایت کرتا ہے

مِمَّا يُوَفِّيْ مِنْهُ الثَّنِيُّ. (رواه ابوداؤد و السنن نسائی و ابن ماجة)

اس چیز سے کفایت کرے ثنی۔ روایت کیا اس کو ابوداؤدؒ و نسائیؒ ابن ماجہ نے۔

تشریح: وعن مجاشع الخ ترجمہ ہے۔

وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ نِعْمَةُ الْاُضْحِيَّةُ الْجَذَعُ

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا فرماتے تھے جذع دنبہ سے اچھا ہے

مِنَ الضَّاْنِ. (رواه الترمذی)

قربانی میں۔ روایت کیا اس کو ترمذی نے۔

تشریح: وعن ابی هريرة نعمت الاضحيه الجذع من الضان. جذع من الضان کی قربانی جذع من المعز کے اعتبار سے افضل اور اچھی ہے۔ اس لئے کہ جذع من المعز میں قربانی کی صلاحیت نہیں اور جذع من الضان میں قربانی کی صلاحیت ہے۔ نعمۃ ہونا مطلق قربانی کے اعتبار سے نہیں۔

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كُنَّا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ سَفَرٍ فَحَضَرَ الْاَضْحٰى فَاشْتَرَكْنَا

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے ایک سفر میں

فِي الْبَقَرَةِ سَبْعَةً وَّفِي الْبَعِيْرِ عَشَرَةً رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَ النِّسَائِيُّ وَ ابْنُ مَاجَةَ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ هٰذَا

عید قربان آگئی ہم گائے میں سات شریک ہوئے اور اونٹ میں دس۔ روایت کیا اس کو ترمذیؒ نسائیؒ ابن ماجہ نے اور کہا ترمذی نے

حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ.
یہ حدیث حسن غریب ہے۔

تشریح: وعن ابن عباس الخ سوال: اس حدیث میں آیا کہ ۱۰ آدمی ایک اونٹ میں شریک ہو سکتے ہیں جبکہ ماقبل میں آیا الجزور عن سبعة؟ جواب: یہ صحابہ کرامؓ کا اپنا اجتہاد تھا۔ زیادہ سے زیادہ یہ سوال ہوگا کہ اس اجتہاد کا منشا کیا ہے؟ وہ منشا یہ ہے کہ ایک مرتبہ آپؐ نے غنیمت کا مال تقسیم کیا اور آپؐ نے دس بکریوں کو ایک اونٹ کے برابر قرار دیا اور ایک بکری ایک آدمی کی طرف سے کفایت کر جاتی ہے تو صحابہؓ نے یہ سمجھا کہ ایک اونٹ بھی دس آدمیوں کیلئے کفایت کر جائے گا۔

وَعَنْ عَآئِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا عَمِلَ ابْنُ اٰدَمَ مِنْ عَمَلٍ يَوْمَ النَّحْرِ
حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کسی انسان کا قربانی کے دن کوئی ایسا عمل نہیں کیا جو اللہ تعالیٰ کی
اَحَبَّ اِلَى اللهِ مِنْ اِهْرَاقِ الدَّمِ وَاِنَّهٗ لَيَاتِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِقُرُوْنِهَا وَاَشْعَارِهَا وَاَظْلَافِهَا وَاِنَّ الدَّمَ
طرف خون بہانے سے زیادہ محبوب ہو اور وہ قیامت کے دن آئے گا اپنے سینگوں اور بالوں اور کھروں سمیت اور تحقیق خون قبول ہوتا ہے
لَيَقَعُ مِنَ اللهِ بِمَكَانٍ قَبْلَ اَنْ يَّقَعَ بِالْاَرْضِ فَطِيْبُوْا بِهَا نَفْسًا. (رواه الترمذي و ابن ماجة)
اللہ تعالیٰ کے ہاں اس سے پہلے کہ زمین پر گرے پس اس کے ساتھ نفسوں کو خوش کرو۔ روایت کیا اس کو ترمذی اور ابن ماجہ نے۔

تشریح: وعن عائشہؓ ترجمہ ہے۔

وَعَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ اَيَّامٍ اَحَبُّ اِلَى اللهِ اَنْ يُّتَعَبَّدَ
حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ کے ہاں کوئی دن زیادہ محبوب نہیں کہ اس میں
لَهٗ فِيْهَا مِنْ عَشْرِ ذِي الْحِجَّةِ يَعْدِلُ صِيَامُ كُلِّ يَوْمٍ مِّنْهَا بِصِيَامِ سَنَةٍ وَقِيَامُ كُلِّ لَيْلَةٍ مِّنْهَا بِقِيَامِ
اس کی عبادت کی جائے دس دن ذوالحجہ سے اس کے ہر دن کا روزہ سال کے روزوں کے برابر ہوتا ہے اور ہر رات کا قیام لیلۃ القدر کے قیام کے
لَيْلَةِ الْقَدْرِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَ ابْنُ مَاجَةَ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ اِسْنَادُهٗ ضَعِيْفٌ.
برابر ہوتا ہے۔ روایت کیا اس کو ترمذی اور ابن ماجہ نے۔ ترمذی نے کہا اس کی سند ضعیف ہے۔

تشریح: ترجمہ ہے۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ

عَنْ جُنْدُبِ بْنِ عَبْدِ اللهِؓ قَالَ شَهِدْتُّ الْاَضْحٰى يَوْمَ النَّحْرِ مَعَ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
حضرت جندب بن عبداللہؓ سے روایت ہے کہا کہ عید قربان میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر تھا۔ پس نہ تجاوز کیا آپ نے یہ کہ نماز پڑھی
فَلَمْ يَعْدُ اَنْ صَلّٰى وَفَرَغَ مِنْ صَلٰوتِهٖ وَسَلَّمَ فَاِذَا هُوَ يَرٰى لَحْمَ اَضَاحِيَّ قَدْ ذُبِحَتْ قَبْلَ اَنْ يَّفْرُغَ
اور اپنی نماز سے فارغ ہوئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قربانیوں کا گوشت دیکھا کہ نماز سے فارغ ہونے سے پہلے ذبح کی گئی ہیں۔
مِنْ صَلٰوتِهٖ فَقَالَ مَنْ كَانَ ذَبَحَ قَبْلَ اَنْ يُّصَلِّيَ اَوْ نُصَلِّيَ فَلْيَذْبَحْ مَكَانَهَا اُخْرٰى وَفِيْ رِوَايَةٍ قَالَ
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے نماز پڑھنے سے پہلے قربانی ذبح کی ہے یا فرمایا کہ ہمارے نماز پڑھنے سے

صَلَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ النَّحْرِ ثُمَّ خَطَبَ ثُمَّ ذَبَحَ وَقَالَ مَنْ كَانَ ذَبَحَ قَبْلَ اَنْ يُّصَلِّيَ

پہلے اس کی جگہ دوسرا جانور قربانی کرے۔ ایک روایت میں ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قربانی کے دن خطبہ دیا۔ پھر قربانی ذبح کی

فَلْيَذْبَحْ اُخْرٰى مَكَانَهَا وَمَنْ لَّمْ يَذْبَحْ فَلْيَذْبَحْ بِاسْمِ اللهِ. (صحیح البخاری و صحیح مسلم)

اور فرمایا جس نے نماز پڑھنے سے پہلے ذبح کیا ہے وہ اس کی جگہ اور ذبح کرے اور جس نے ذبح نہیں کیا وہ اللہ کے نام سے ذبح کرے۔

تشریح: عن جندب الخ یہ حدیث ان احادیث میں ہے جن سے قربانی کے وجوب پر استدلال کیا گیا ہے۔ طریق استدلال سنۃ کا اعادہ نہیں ہوتا اور جس شخص نے صلوٰۃ الاضحیہ سے پہلے قربانی کرلی اس کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قربانی کا اعادہ کروار ہے ہیں۔ یہ اس کے وجوب کی دلیل ہے۔

وَعَنْ نَافِعٍ اَنَّ ابْنَ عُمَرَ قَالَ الْاَضْحٰى يَوْمَانِ بَعْدَ يَوْمِ الْاَضْحٰى رَوَاهُ مَالِكٌ وَقَالَ بَلَغَنِيْ عَنْ

حضرت نافعؒ سے روایت ہے بیشک ابن عمرؓ نے کہا قربانی کے دو دن ہیں نحر کے دن کے بعد۔ روایت کیا اس کو مالک نے اور کہا مجھ کو

عَلِيِّ بْنِ اَبِيْ طَالِبٍ مِثْلَهٗ.

علی بن ابی طالبؓ سے اس کی مانند روایت پہنچی ہے۔

تشریح: یہ حدیث مسلک احناف کے موافق ہے۔

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ اَقَامَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْمَدِيْنَةِ عَشْرَ سِنِيْنَ يُضَحِّيْ. (رواہ الترمذی)

حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ میں دس برس ٹھہرے ہر سال قربانی کرتے تھے۔ روایت کیا اس کو ترمذی نے۔

تشریح: قربانی کے وجوب کی دوسری دلیل۔ مواظبت بلاترک دلیل وجوب ہے۔

وَعَنْ زَيْدِ بْنِ اَرْقَمَ قَالَ قَالَ اَصْحَابُ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا رَسُوْلَ اللهِ مَا هٰذِهِ

حضرت زید بن ارقمؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ نے کہا اے اللہ کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ قربانی کیا ہے فرمایا تمہارے

الْاَضَاحِيُّ قَالَ سُنَّةُ اَبِيْكُمْ اِبْرَاهِيْمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالُوْا فَمَا لَنَا فِيْهَا يَا رَسُوْلَ اللهِ قَالَ بِكُلِّ شَعْرَةٍ

باپ ابراہیم کا طریقہ ہے۔ انہوں نے کہا ہمیں اے اللہ کے رسول اس سے کیا ثواب ملتا ہے فرمایا ہر بال کے عوض ایک نیکی ہے صحابہؓ نے عرض کیا پس

حَسَنَةٌ قَالُوْا فَالصُّوْفُ يَا رَسُوْلَ اللهِ قَالَ بِكُلِّ شَعْرَةٍ مِّنَ الصُّوْفِ حَسَنَةٌ. (رواہ احمد بن حنبل و ابن ماجۃ)

صوف کے متعلق کیا خیال ہے اے اللہ کے رسول فرمایا ہر صوف کے ایک پشم کے بدلے ایک نیکی ہے۔ روایت کیا اس کو احمد اور ابن ماجہ نے۔

تشریح: وعن زید بن ارقم الخ ترجمہ ہے۔

باب العتیرة

عتیرہ کابیان

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ

عتیرہ عترۃ سے ماخوذ ہے۔ بمعنی ذبیحہ کے۔ ذبیحہ بروزن فعیل فعیل بمعنی مفعول ای مذبوح اور اصطلاح میں عتیرۃ وہ ذبیحہ جس کو اسلام سے پہلے زمانہ جاہلیت میں بتوں کے نام پر رجب کے پہلے عشرے میں ذبح کیا جاتا تھا اور اسلام کے بعد اللہ کی رضا کیلئے اس کا دوسرا نام رجبیہ ہے کما فی الحدیث۔ بعد میں یہ منسوخ ہو گیا۔

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَؓ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا فَرَعَ وَلَا عَتِیْرَۃَ قَالَ وَالْفَرَعُ اَوَّلُ نِتَاجٍ

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں فرمایا اسلام میں فرع اور عتیرہ نہیں۔ کہا فرع جانور کا پہلا بچہ

کَانَ یُنْتَجُ لَھُمْ کَانُوْا یَذْبَحُوْنَہٗ لِطَوَاغِیْتِھِمْ وَالْعَتِیْرَۃُ فِیْ رَجَبَ. (صحیح البخاری و صحیح مسلم)

جو کافروں کے ہاں پیدا ہوتا ہے وہ اسے اپنے بتوں کے نام پر ذبح کرتے تھے اور عتیرہ رجب میں ذبح کرتے ہیں۔ متفق علیہ۔

تشریح: عن ابی ھریرہ الخ عندالجمہور اس عتیرہ کا جواز بھی اور وجوب بھی منسوخ ہے البتہ علامہ ابن سیرین اس عتیرہ پر عمل کرتے تھے اور رجب کے شروع میں ذبح کرتے تھے ممکن ہے کہ یہ ان کا اپنا اجتہاد ہو کہ وجوب منسوخ ہوا ہے نہ کہ جواز۔ فرع پہلے پیدا ہونے والا بچہ۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ

عَنْ مِخْنَفِ بْنِ سُلَیْمٍ قَالَ کُنَّا وُقُوْفًا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِعَرَفَۃَ فَسَمِعْتُہٗ یَقُوْلُ

حضرت مخنف بن سلیمؓ سے روایت ہے کہا کہ ہم عرفات میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ٹھہرے ہوئے تھے

یٰاَیُّھَا النَّاسُ اِنَّ عَلٰی کُلِّ اَھْلِ بَیْتٍ فِیْ کُلِّ عَامٍ اُضْحِیَّۃً وَعَتِیْرَۃً ھَلْ تَدْرُوْنَ مَا لْعَتِیْرَۃُ ھِیَ الَّتِیْ

میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا فرماتے تھے اے لوگو ہر گھر والے پر سال میں قربانی واجب ہے اور عتیرہ

تُسَمُّوْنَھَا الرَّجَبِیَّۃُ رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَ اَبُوْدَاوٗدَ وَ النَّسَائِیُّ وَ ابْنُ مَاجَۃَ وَقَالَ التِّرْمِذِیُّ ھٰذَا حَدِیْثٌ

اور تم جانتے ہو عتیرہ کیا ہے یہ وہ ہے جس کا نام تم رجبیہ رکھتے ہو۔ روایت کیا اس کو ترمذی ابوداؤد نسائی ابن ماجہ نے اور ترمذی نے کہا

غَرِیْبٌ ضَعِیْفُ الْاِسْنَادِ وَقَالَ اَبُوْدَاوٗدَ وَ الْعَتِیْرَۃَ مَنْسُوْخَۃٌ.

یہ حدیث غریب ضعیف ہے سند کے اعتبار سے ابوداؤد نے کہا عتیرہ منسوخ ہے۔

تشریح: عن مخنف بن سلیمؓ اس حدیث پر پہلا اشکال یہ حدیث تو حجۃ الوداع کی ہے۔ اس وقت سب احکام نازل ہو چکے تھے تو پھر عتیرہ منسوخ کیسے ہے؟ جواب:۱۔ لاعتیرۃ والی حدیث اس سے بھی بعد کی ہے۔ اس پر دلیل صحابہ کرامؓ کا اس عتیرہ پر عمل نہ کرنا ہے۔ جواب:۲۔ ھذا حدیث غریب اسنادہٗ ضعیف کہ یہ حدیث اس کی سند غریب اور ضعیف ہے۔ دوسرا اشکال: ان علی کل اھل بیت اضحیہ کیا تمام گھر والوں پر ایک قربانی کیسے ہے؟ حالانکہ ہر شخص پر مستقل قربانی واجب ہے؟ جواب یہ دوسری صحیح احادیث سے معارض ہونے کی وجہ سے قابل استدلال اور قابل عمل نہیں۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اُمِرْتُ بِیَوْمِ الْاَضْحٰی عِیْدًا جَعَلَہُ

حضرت عبداللہ بن عمروؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے حکم دیا گیا ہے کہ یوم الاضحی کو عید ٹھہراؤں اس کو اللہ تعالیٰ نے

اللّٰہُ لِھٰذِہِ الْاُمَّۃِ قَالَ لَہٗ رَجُلٌ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اَرَاَیْتَ اِنْ لَّمْ اَجِدْ اِلَّا مَنِیْحَۃً اُنْثٰی اَفَاُضَحِّیْ بِھَا قَالَ لَا

اس امت کیلئے عید مقرر کیا ہے۔ ایک آدمی نے کہا اے اللہ کے رسول خبر دو اگر نہ پاؤں میں مگر منیحہ مادہ کیا میں اس کو قربانی کروں فرمایا

وَلٰکِنْ خُذْ مِنْ شَعْرِکَ وَاَظْفَارِکَ وَتَقُصُّ شَارِبَکَ وَتَحْلِقُ عَانَتَکَ فَذَالِکَ تَمَامُ اُضْحِیَتِکَ

نہیں لیکن تو اپنے بال اور ناخن کٹوالے اور لبیں ترشوالے اور زیرناف بال صاف کرلے یہ ہے تیری پوری قربانی اللہ

عِنْدَ اللّٰہِ۔ (رواہ ابوداؤد و السنن نسائی)

کے نزدیک۔ روایت کیا اس کو ابوداؤد اور نسائی نے۔

تشریح: عن عبداللہ بن عمروؓ منیحہ اس جانور کو کہتے ہیں جس کو آدمی کسی دوسرے کو نفع اٹھانے کے لئے دے مثلاً بکری دے دی کہ تم اس سے دودھ وغیرہ نکال کر پیتے رہو تو یہ منیحہ ہے۔ حاصل حدیث کا یہ ہے کہ ایک شخص آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا اور عرض کیا۔ میرے پاس ایسا جانور ہے جس سے میں نفع حاصل کرتا ہوں آیا میں اس کی قربانی کرلوں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمایا نہیں بلکہ تو اپنے بال ناخن اور مونچھیں وغیرہ کاٹ لے یہی تیری اللہ کے ہاں قربانی ہے۔

باب صلوۃ الخسوف

نماز خسوف کا بیان

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ

خسوف لغوی طور پر اس کا معنی ہے تغییر الی السواد عام ازیں چاند کا ہو یا سورج کا ہو۔ اسی طرح محدثین بھی فرق نہیں کرتے لیکن فقہا فرق کرتے ہیں کہ سورج گرہن پر خسوف ہی کا اطلاق اور چاند گرہن پر کسوف کا ہی اطلاق کرتے ہیں۔

صاحب مشکوٰۃ چونکہ محدثین میں سے ہیں اس لئے وہ اس باب کے تحت خسوف و کسوف دونوں کو ذکر کریں گے۔

عَنْ عَائِشَۃَ رضی اللہ عنہا قَالَتْ اِنَّ الشَّمْسَ خَسَفَتْ عَلٰی عَھْدِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں سورج گرہن لگا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے

فَبَعَثَ مُنَادِیًا اَلصَّلٰوۃُ جَامِعَۃٌ فَتَقَدَّمَ فَصَلّٰی اَرْبَعَ رَکَعَاتٍ فِیْ رَکْعَتَیْنِ وَاَرْبَعَ سَجَدَاتٍ قَالَتْ عَائِشَۃُ

ایک ندا کرنے والوں کو بھیجا جو کہے الصلوٰۃ جامعۃ آپ صلی اللہ علیہ وسلم آگے بڑھے چار رکوع پڑھے دو رکعت

مَا رَکَعْتُ رُکُوْعًا قَطُّ وَلَا سَجَدْتُّ سُجُوْدًا قَطُّ کَانَ اَطْوَلَ مِنْہُ۔ (صحیح البخاری و صحیح مسلم)

اور چار سجدوں میں عائشہؓ نے کہا میں نے کبھی کوئی رکوع اور سجدہ اس سے لمبا نہیں کیا۔ متفق علیہ۔

تشریح: عن عائشةؓ قالت ان الشمس خسفت الخ حاصل حدیث کا یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں سورج گرہن ہوگیا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک منادی کو بھیجا جو یہ آواز لگائے اور یہ اعلان کرے الصلوٰۃ جامعة ای هذه صلوٰۃ تصلی مع الجماعة اس کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آگے بڑھے اور دو رکعت نماز پڑھائی جس میں ۴ رکوع اور ۴ سجدے کئے۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے پہلے کبھی اتنے لمبے رکوع اور سجود نہیں کئے۔ اس حدیث کے تحت مسئلہ چل پڑا کہ صلوٰۃ الخسوف میں آیا ایک رکعۃ میں ایک رکوع ہے یا زائد۔ (بعنوان آخر آیا صلوٰۃ الخسوف کی دو رکعتیں باقی کی طرح ہیں یا فرق ہے)۔ احناف کے نزدیک صلوٰۃ الخسوف باقی نمازوں کی طرح ہے یعنی ہر ایک رکعۃ میں ایک رکوع ہے۔ باقی آئمہ کے نزدیک فرق ہے باقی نمازوں سے ہر رکعت میں دو رکوع ہیں۔ وحدت رکوع پر احناف کی ادلہ۔ دلیل ا۔ اسی باب کی فصل اوّل کی حدیث نمبر ۷ ہے۔

وَعَنْهَا قَالَتْ جَهَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ صَلٰوةِ الْخُسُوْفِ بِقِرَآتِهٖ. (صحیح البخاری و صحیح مسلم)
عائشہؓ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز خسوف میں بلند آواز سے قرأت کرتے تھے۔ متفق علیہ۔

وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ انْخَسَفَتِ الشَّمْسُ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ
حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں سورج گرہن ہوا رسول اللہ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَصَلّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالنَّاسُ مَعَهٗ فَقَامَ قِيَامًا طَوِيْلًا نَّحْوًا مِّنْ قِرَآءَةِ
صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی اور لوگوں نے بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر لمبا قیام کیا
سُوْرَةِ الْبَقَرَةِ ثُمَّ رَكَعَ رُكُوْعًا طَوِيْلًا ثُمَّ رَفَعَ فَقَامَ قِيَامًا طَوِيْلًا وَهُوَ دُوْنَ الْقِيَامِ الْاَوَّلِ ثُمَّ رَكَعَ
سورہ بقرہ پڑھنے کے قریب پھر لمبا رکوع کیا پھر سر اٹھایا اور لمبا قیام کیا اور وہ پہلے قیام سے کم تھا پھر لمبا رکوع کیا اور وہ
رُكُوْعًا طَوِيْلًا وَهُوَ دُوْنَ الرُّكُوْعِ الْاَوَّلِ ثُمَّ رَفَعَ ثُمَّ سَجَدَ ثُمَّ قَامَ فَقَامَ قِيَامًا طَوِيْلًا وَّهُوَ دُوْنَ الْقِيَامِ
پہلے رکوع سے کم تھا پھر سر اٹھایا پھر سجدہ کیا پھر کھڑے ہوئے اور لمبا قیام کیا اور وہ پہلے قیام سے ذرا کم تھا پھر لمبا رکوع کیا
الْاَوَّلِ ثُمَّ رَكَعَ رُكُوْعًا طَوِيْلًا وَهُوَ دُوْنَ الرُّكُوْعِ الْاَوَّلِ ثُمَّ رَفَعَ فَقَامَ قِيَامًا طَوِيْلًا وَهُوَ دُوْنَ الْقِيَامِ
اور وہ پہلے رکوع سے ذرا کم تھا پھر سر اٹھایا پھر سجدہ کیا پھر پھرے نماز سے اور سورج روشن ہو چکا تھا۔ آپ نے
الْاَوَّلِ ثُمَّ رَكَعَ رُكُوْعاً طَوِيْلًا وَّهُوَ دُوْنَ الرُّكُوْعِ الْاَوَّلِ ثُمَّ رَفَعَ ثُمَّ سَجَدَ ثُمَّ انْصَرَفَ وَقَدِ انْجَلَتِ
فرمایا سورج اور چاند اللہ کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں کسی کے مرنے یا کسی کے پیدا ہونے سے
الشَّمْسُ فَقَالَ اِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ اٰيَتَانِ مِنْ اٰيَاتِ اللّٰهِ لَا يَخْسِفَانِ لِمَوْتِ اَحَدٍ وَّلَا لِحَيٰوتِهٖ فَاِذَا
ان کو گرہن نہیں لگتا جب تم یہ دیکھو پس اللہ کو یاد کرو۔ صحابہ نے کہا اے اللہ کے رسول ہم نے آپکو دیکھا ہے
رَاَيْتُمْ ذَالِكَ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ قَالُوْا يَارَسُوْلَ اللّٰهِ رَاَيْنَاكَ تَنَاوَلْتَ شَيْئًا فِيْ مَقَامِكَ هٰذَا ثُمَّ رَاَيْنَاكَ
اپنی اس جگہ پر آپ نے کوئی چیز پکڑی ہے پھر ہم نے آپ کو دیکھا کہ پیچھے ہٹے پس فرمایا میں نے جنت دیکھی ہے
تَكَعْكَعْتَ فَقَالَ اِنِّيْ رَاَيْتُ الْجَنَّةَ فَتَنَاوَلْتُ مِنْهَا عُنْقُوْدًا وَلَوْ اَخَذْتُهٗ لَاَكَلْتُمْ مِنْهُ مَا بَقِيَتِ الدُّنْيَا
میں نے ایک انگور کے خوشہ لینے کا قصد کیا اور اگر میں لے لیتا تم رہتی دنیا تک اس سے کھاتے اور میں نے دوزخ دیکھی ہے

وَرَاَیْتُ النَّارَ فَلَمْ اَرَ کَالْیَوْمِ مَنْظَرًا قَطُّ اَفْظَعَ وَرَاَیْتُ اَکْثَرَ اَھْلِھَا النِّسَآءَ فَقَالُوْا بِمَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ قَالَ

کبھی اس سے بڑھ کر ہولناک منظر میں نے نہیں دیکھا اور میں نے دیکھا کہ اس میں رہنے والی اکثر عورتیں ہیں۔ انہوں نے کہا کیوں اے اللہ

بِکُفْرِھِنَّ قِیْلَ یَکْفُرْنَ بِاللّٰہِ قَالَ یَکْفُرْنَ الْعَشِیْرَ وَیَکْفُرْنَ الْاِحْسَانَ لَوْ اَحْسَنْتَ اِلٰی اِحْدَاھُنَّ الدَّھْرَ

کے رسول فرمایا ان کے کفر کی وجہ سے کہا گیا کیا وہ اللہ کے ساتھ کفر کرتی ہیں فرمایا خاوند کا کفران نعمت کرتی ہیں اور احسان کا کفران کرتی ہیں اگر ان

ثُمَّ رَاَتْ مِنْکَ شَیْئًا قَالَتْ مَا رَاَیْتُ مِنْکَ خَیْرًا قَطُّ. (صحیح البخاری و صحیح مسلم)

میں سے کسی کی طرف تو ایک مدت تک نیکی کرتا رہے پھر تجھ سے دیکھے کوئی مرضی کے خلاف چیز کہے گی کبھی میں نے تجھ سے نیکی نہیں دیکھی۔

تشریح: حدیث نمبر ۳ وعن عبداللہ بن عباس الخ نحوًا من قراۃ سورۃ البقرۃ یہ دلیل ہے اس بات کی کہ قراۃ جہرًا نہیں ہوئی تھی ورنہ تخمینہ بتلانے کی ضرورت نہیں تھی۔ باقی اس حدیث سے بھی متعدد رکوع معلوم ہوئے۔ حضرت تھانویؒ نے اس کے جواب دیئے ہیں فرماتے ہیں کہ کثیر رکوع نہیں تھے بلکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب بھی رکوع کا ارادہ فرماتے تو نئی تجلی کا ظہور ہوتا تو آپ رک جاتے تو اسی طرح یہ کئی بار ہوا بس اسی کو راوی تعدد رکوع سے تعبیر کر دیا یا پھر یہ توجیہ ہے ٹھیک ہے تعدد رکوع تھا لیکن پہلا رکوع رکوع صلوٰۃ ہونے کی حیثیت سے تھا اور باقی رکوع تجلیات اور آیات کو دیکھنے کیوجہ سے تھے کیونکہ حدیث میں آتا ہے کہ جب بھی اللہ کی نشانیوں میں سے کسی کو دیکھو تو سجدہ کرو تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز میں ہونے کی وجہ سے رکوع پر اکتفا کیا۔

وَعَنْ عَائِشَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھَا نَحْوَ حَدِیْثِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَّقَالَتْ ثُمَّ سَجَدَ فَاَطَالَ السُّجُوْدَ ثُمَّ انْصَرَفَ

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے ابن عباسؓ کی حدیث کی مانند اور کہا عائشہؓ نے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سجدہ کیا

وَقَدِ انْجَلَتِ الشَّمْسُ فَخَطَبَ النَّاسَ فَحَمِدَ اللّٰہَ وَاَثْنٰی عَلَیْہِ ثُمَّ قَالَ اِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ اٰیَتَانِ مِنْ

پس لمبا سجدہ کیا پھر پھرے اور سورج روشن ہوگیا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو خطبہ دیا اللہ کی تعریف کی اور ثنا کہی

اٰیَاتِ اللّٰہِ لَا یَخْسِفَانِ لِمَوْتِ اَحَدٍ وَّلَا لِحَیٰوتِہٖ فَاِذَا رَاَیْتُمْ ذَالِکَ فَادْعُوا اللّٰہَ وَکَبِّرُوْا وَصَلُّوْا

پھر فرمایا بے شک سورج اور چاند اللہ کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں کسی کے مرنے اور پیدا ہونے پر نہیں گہنتے جب دیکھو تم

وَتَصَدَّقُوْا ثُمَّ قَالَ یَا اُمَّۃَ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَاللّٰہِ مَا مِنْ اَحَدٍ اَغْیَرُ مِنَ اللّٰہِ اَنْ یَّزْنِیَ عَبْدُہٗ

یہ پس اللہ سے دعا کرو اور تکبیر کہو اور نماز پڑھو اور صدقہ کرو پھر فرمایا اے امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کی قسم اللہ سے

اَوْ تَزْنِیَ اَمَتُہٗ یَا اُمَّۃَ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَّاللّٰہِ لَوْ تَعْلَمُوْنَ مَا اَعْلَمُ لَضَحِکْتُمْ قَلِیْلًا وَّلَبَکَیْتُمْ

زیادہ کوئی غیرت مند نہیں کہ اس کا غلام یا اس کی لونڈی زنا کرے اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کی قسم اگر تم جان لو جو

کَثِیْرًا. (صحیح البخاری و صحیح مسلم)

میں جانتا ہوں البتہ کم ہنسو اور زیادہ روؤ۔

وَعَنْ اَبِیْ مُوْسٰی قَالَ خَسَفَتِ الشَّمْسُ فَقَامَ النَّبِیُّ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَزِعًا یَّخْشٰی اَنْ

اور حضرت ابو موسیٰؓ فرماتے ہیں کہ (جب) سورج گرہن ہوا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گھبرائے ہوئے کھڑے ہوگئے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایسا خوف طاری ہوا جیسے قیامت ہوگی

تَکُوْنَ السَّاعَۃُ فَاَتَی الْمَسْجِدَ فَصَلّٰی بِاَطْوَلِ قِیَامٍ وَّرُکُوْعٍ وَّسُجُوْدٍ مَارَاَیْتُہٗ یَفْعَلُہٗ وَقَالَ ھٰذِہٖ

ہو۔ چنانچہ آپ مسجد میں تشریف لائے اور طویل قیام ورکوع اور سجود کے ساتھ نماز پڑھی۔ میں نے اس طرح کبھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو (اتنا طویل قیام ورکوع اور سجود) کرتے ہوئے نہیں

الْاٰيَاتِ الَّتِيْ يُرْسِلُ اللّٰهُ لاَ تَكُوْنُ لِمَوْتِ اَحَدٍ وَّلاَ لِحَيَاتِهٖ وَلٰكِنْ يُخَوِّفُ اللّٰهُ بِهَا عِبَادَهٗ

دیکھا پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا یہ نشانیاں جو اللہ تعالیٰ بھیجتا ہے۔ نہ تو کسی کے مرنے کے سبب سے (ظاہر ہوتی) ہیں اور نہ کسی کی پیدائش کی وجہ سے ہاں اس ذریعہ سے اللہ تعالیٰ اپنے

فَاِذَا رَاَيْتُمْ شَيْئًا ذٰلِكَ فَافْزَعُوْا اِلٰى ذِكْرِهٖ وَدُعَائِهٖ وَاسْتِغْفَارِهٖ (متفق علیه)

بندوں کو ڈراتا ہے۔ لہٰذا جب تم ان نشانیوں میں سے کوئی نشانی دیکھو تو خدا سے ڈرتے ہوئے اس کا ذکر کرنے اس سے دعا مانگنے اور استغفار کرنے میں مصروف ہو جاؤ۔ (بخاریؒ و مسلمؒ)

تشریح: حدیث نمبر۴ ترجمہ ہے حدیث نمبر۵ وعن ابی موسیٰ الخ ۔سوال: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تو معلوم تھا کہ میرے ہوتے ہوئے قیامت نہیں آسکتی۔ قیامت کا وقوع نہیں ہوگا تو پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم خوفزدہ کیوں ہوئے؟ جواب: یہ راوی کا اپنا اجتہاد ہی ہے ضروری تو نہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خوفزدہ ہوئے ہوں۔ جواب-۲: آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خشیۃ کی کیفیت ایسی ہی تھی جیسے قیامت کے وقوع کی وجہ سے آدمی پریشان ہوتا ہے تو یہ کلام محمول ہے تشبیہ پر یا ۳۔ اللہ تعالیٰ کے جلال کے ظہور کی وجہ سے دوسری طرف توجہ نہ رہی۔

عَنْ جَابِرٍؓ قَالَ انْكَسَفَتِ الشَّمْسُ فِيْ عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ مَاتَ اِبْرٰهِيْمُ بْنُ

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں سورج گہنا جس دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے

رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَصَلّٰى بِالنَّاسِ سِتَّ رَكَعَاتٍ بِاَرْبَعِ سَجَدَاتٍ. (صحیح مسلم)

صاحبزادے ابراہیم فوت ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو چھ رکوع چار سجدوں کے ساتھ پڑھائے۔ روایت کیا اس کو مسلم نے۔

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ قَالَ صَلّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ كَسَفَتِ الشَّمْسُ ثَمَانَ رَكَعَاتٍ

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس وقت سورج گھنا نماز پڑھائی آٹھ رکوع

فِيْ اَرْبَعِ سَجَدَاتٍ وَّعَنْ عَلِيٍّ مِّثْلُ ذٰلِكَ. (صحیح مسلم)

چار سجدوں کی علیؓ سے بھی اس کی مثل روایت ہے۔ روایت کیا اس کو مسلم نے۔

وَعَنْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ سَمُرَةَؓ قَالَ كُنْتُ اَرْتَمِيْ بِاَسْهُمٍ لِّيْ بِالْمَدِيْنَةِ فِيْ حَيَاةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

حضرت عبدالرحمٰن بن سمرہؓ سے روایت ہے میں مدینہ میں تیر اندازی کر رہا تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی مبارک میں اچانک سورج گرہن لگا میں نے تیر پھینک دیئے

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذْ كَسَفَتِ الشَّمْسُ فَنَبَذْتُهَا فَقُلْتُ وَاللّٰهِ لَاَنْظُرَنَّ اِلٰى مَا حَدَثَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

میں نے کہا اللہ کی قسم ضرور دیکھوں گا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کہ سورج گرہن سے کیا کرتے ہیں میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ كُسُوْفِ الشَّمْسِ قَالَ فَاَتَيْتُهٗ وَهُوَ قَائِمٌ فِي الصَّلٰوةِ رَافِعٌ يَدَيْهِ فَجَعَلَ يُسَبِّحُ وَيُهَلِّلُ

کھڑے تھے دونوں ہاتھ اٹھائے ہوئے تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سبحان اللہ لا الہ الا اللہ اللہ اکبر الحمد للہ کہنا شروع کر دیا اور دعا مانگتے یہاں تک کہ جاتا رہا۔ جب اندھیرا دور ہوا

وَيُكَبِّرُ وَيَحْمَدُ وَيَدْعُوْا حَتّٰى حُسِرَ عَنْهَا فَلَمَّا حُسِرَ عَنْهَا قَرَءَ سُوْرَتَيْنِ وَصَلّٰى رَكْعَتَيْنِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ

پڑھیں دو سورتیں دو رکعتوں میں روایت کیا اس کو مسلم نے اپنی صحیح میں عبدالرحمٰن بن سمرہؓ سے اسی طرح شرح السنہ میں ہے اس سے مصابیح میں یہ روایت جابر بن سمرہؓ سے ہے۔

تشریح: وعن عبدالرحمن بن سمرہ الخ صلی رکعتین کے الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ دو رکعتیں عام قاعدہ معروفہ کے مطابق پڑھیں اگر کیفیت مختلف ہوتی تو بتلاتے۔ دوسری دلیل حدیث نعمان بن بشیر حدیث نمبر۱۳ میں فجعل یصلی رکعتین رکعتین کے الفاظ آتے ہیں۔ تیسری دلیل آگے نسائی کی روایت میں یہ الفاظ ہیں مثل صلوٰ تنا یرکع ویسجد یہ نص

ہے اس بات پر کہ ایک رکعت میں ایک ہی رکوع ہے ورنہ مماثلت کیسے ہوگی۔ چوتھی دلیل: حدیث قبیصہ یہ حدیث قولی ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ فجر کے قریب قریب نماز کسوف پڑھو۔ اس میں صلوٰۃ الخسوف کو صلوٰۃ الفجر کے ساتھ تشبیہ دی گئی تو لہٰذا اس سے معلوم ہوا کہ جیسے فجر کی نماز پڑھی جاتی ہے ایسے ہی نماز خسوف بھی پڑھی جائے گی اور نماز فجر کی ہر رکعت میں ایک ایک رکوع اور دو دو سجدے ہیں پانچویں دلیل قیاس ہے کہ دیگر نمازوں پر قیاس کا مقتضیٰ بھی یہی ہے کہ ایک رکعت میں ایک رکوع ہو کیونکہ کسی بھی نماز میں ایک رکعت کے اندر دو رکوع نہیں ہیں۔ باقی آئمہ کی ادلہ۔ دلیل ا: اس باب کی باقی تمام احادیث اس بات پر دال ہیں کہ ایک رکعت میں دو رکوع ہیں۔ ان احادیث کا جواب۔ ا۔ صرف اثنیت رکوع والی روایات ہی نہیں ہیں بلکہ ایک سے ۶ رکوعوں تک کی روایات موجود ہیں۔ ثلث اربع خمسہ رکوعات والی روایات تو مشکوٰۃ ہی میں موجود ہیں تو اے شوافع۔ جو جواب تم ثلث، اربعہ، خمسہ رکوعات والی احادیث کا دو گے وہی ہم دیں گے۔ وہی اثنیت والی کا جواب ہوگا۔ فماھو جوابکم فھو جوابنا۔ جواب ۲ واقعۃً رکوع میں تعدد تھا ہی نہیں بلکہ یہ اشتباہ کیونکہ آگے آئے گا کہ یہ رکوع سورۃ بقرہ کے برابر ہوا اور اندھیرا سخت تھا اور گرمی بھی سخت تھی اتنی گرمی تھی کہ کمزور لوگ گر پڑے ممکن ہے کہ بعض نے سر اٹھایا ہو دیکھنے کیلئے کہ رکوع ختم تو نہیں ہوا ہے۔ پھر رکوع میں چلے گئے اسی طرح وقفہ سے سر اٹھاتے رہے تو پچھلی صفوں والوں نے سمجھ لیا کہ رکوع متعدد ہوا ہے۔ تو جس نے جتنی مرتبہ یہ منظر دیکھا اس نے اتنے ہی رکوع سمجھ کر اتنی تعداد بیان کر دی۔ واقعہ میں تعدد نہیں تھا۔ جواب ۳ صلوٰۃ الکسوف سے متعلق روایات میں ہے کہ نبی کریم کو جنت کا منظر بھی دکھلایا گیا اور جہنم کا منظر بھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ (جب جنت کا منظر دکھلایا گیا تو شوق کے اندر) میں جنت میں انگوروں کا خوشہ لینے کیلئے آگے ہوا اور جب جہنم کا منظر دکھلایا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خوف کی وجہ سے پیچھے ہٹے تو اس نقل وحرکت کو کسی نے تعدد رکوع سے تعبیر کر دیا۔ جواب ۴: چلو ہم مان لیتے ہیں کہ تعدد رکوع تھا تو پھر جواب: یہ ہے کہ وحدت رکوع والی روایات زیادہ راجح ہیں اور اثنیت والی مرجوح ہیں۔ وجوہ ترجیح کئی ہیں ا۔ وحدت رکوع کی روایات قولی بھی ہیں اور فعلی بھی اور اثنیت والی صرف فعلی ہیں۔ قولی کوئی بھی نہیں تو قولی سے استدلال کرنا اولیٰ ہے بنسبت فعلی سے۔ ۲۔ قولی روایت صرف وحدت کی ہے اور فعلی روایت جس طرح وحدت کی ہیں اسی طرح اثنیت کی بھی ہیں تو قولی روایت (جو کہ وحدت رکوع کی ہے) سالم عن المعارضت ہوئی اور فعلی روایات سالم عن المعارضت نہیں اور ظاہر ہے کہ استدلال کا دارومدار سالم عن المعارضت پر ہونا چاہیے۔ ۳۔ وحدت رکوع والی روایات عام قاعدہ کلیہ متعلقہ بالصلوٰۃ کے مطابق وموافق ہیں اور دوسری اثنیت والی قاعدہ کلیہ متعلقہ بالصلوٰۃ کے مخالف ہیں۔ تو ظاہر ہے کہ موافق والیوں کو ترجیح حاصل ہوگی۔ ۴ وحدت رکوع کی روایات موافق قیاس ہیں اور دوسری مخالف قیاس ہیں تو موافق قیاس کو ترجیح ہوگی ۵۔ وحدت کی روایات معمول بہا ہیں بالا جماع چنانچہ شوافع کے ہاں بھی اگر ایک رکوع کے ساتھ صلوٰۃ الخسوف پڑھ لی جائے تو ہو جائے گی۔ بخلاف دوسری روایات کے کہ بالا جماع معمول بہا نہیں تو لہٰذا معمول بہا کو ترجیح ہوگی۔ مسئلہ: صلوٰۃ الکسوف میں قرأۃ سراً ہے یا جہراً؟ امام صاحبؒ اور امام شافعیؒ فرماتے ہیں سراً ہے البتہ ان کے متبعین احناف وشوافع کہتے ہیں جہراً ہے۔ امام صاحبؒ اور امام شافعیؒ کی دلیل۔ حدیث سمرہ بن جندبؓ ہے حدیث نمبر ۱۰ صلی بنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فی کسوف لا نسمع لہ صوتاً صاحبین اور شوافع کی دلیل فصل الاوّل کی دوسری روایت ہے (عن عائشۃؓ) جھر النبی صلی اللہ و علیہ وسلم فی صلوٰۃ الخسوف بقرأتہ جواب: ترجیح روایت سمرۃ بن جندب کو ہے اس لئے کہ زیادہ علم اس کو ہوگا جو آگے ہے اور سمرہ آگے تھے اور حضرت عائشہؓ پیچھے تھیں تو لہٰذا زیادہ علم والے کی حدیث کو ترجیح ہوگی۔ امام طحاویؒ نے صاحبین کے حق میں اور شوافع کے حق میں قیاس پیش کیا ہے قیاس یہ ہے کہ کثیر الوقوع جو نمازیں ہیں وہ سری ہیں اور جو قلیل الوقوع ہیں ان میں قرأۃ جہراً ہے مثلاً عیدین جمعہ وغیرہما قلیل الوقوع ہیں اور یہ جہری ہیں اور کسوف بھی قلیل الوقوع ہے لہٰذا اس میں بھی قرأۃ جہراً ہوگی لیکن مجدد الف ثانیؒ نے امام طحاویؒ کے اس قیاس کو توڑ دیا ہے اور یہ جواب دیا کہ دن رات اللہ تعالیٰ کی مظہر ہیں دن جلال کا مظہر ہے اور رات جمال کا مظہر ہے۔ جلال کے وقت چپ رہنا چاہیے نہ کہ آواز نکالنی چاہیے۔ باقی رہیں عیدین وجمعہ۔ یہ نمازیں تو خوشی کی نمازیں ہیں ان میں جمال کا ظہور ہے اور کسوف خسوف میں تو ''مظہر جلال ہے تو اس میں چپ رہنا چاہیے (لہٰذا قرأۃ سراً ہوگی)۔ مسئلہ: آیا خطبہ بھی ہے یا نہیں؟ شوافع کے نزدیک خطبہ ہے

رہنا چاہیے (لہٰذا قرأۃ سرًّا ہوگی)۔ مسئلہ: آیا خطبہ بھی ہے یا نہیں؟ شوافع کے نزدیک خطبہ ہے احناف کے نزدیک خطبہ نہیں۔ پھر شوافع کے دو قول ہیں بعض کہتے ہیں صلوٰۃ سے پہلے ہوگا اور بعض کہتے ہیں بعد میں ہوگا۔ باقی رہی یہ بات کہ اس باب کی احادیث میں خطبہ کا ذکر ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے زمانہ جاہلیت کے لوگوں کے عقیدے کی اصلاح کیلئے نماز سے پہلے کچھ ارشاد فرمایا اسی کو راوی نے خطبہ سے تعبیر کر دیا۔ یہ سنن صلوٰۃ الخسوف ہونے کی حیثیت سے نہیں تھا۔ باقی رہی یہ بات کہ بعض روایات میں صلوٰۃ سے پہلے کا ذکر ہے اور بعض روایات میں بعد کا ذکر ہے اس میں تعارض ہے: جواب: اس میں کوئی تعارض نہیں' اس لئے کہ پہلے جو کیا وہ زمانہ جاہلیت کا رد کیا اور بعد میں وہ باتیں بیان کیں جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دوران نماز عجیب وغریب مناظر دیکھے تھے ان کی وضاحت کیلئے بعد میں کچھ ارشاد فرمایا اور چوتھی بات: خسوف کا سبب کیا ہے (چاند گرہن تھا اور سورج گرہن کا) وہ یہ ہے۔ تخویف العباد' قلوب غافلہ کو بیدار کرنا اور قیامت کا نمونہ پیش کرنا ہے اور عابدین شمس کے منہ پر تھپڑ مارنا ہے کہ جس کی تم پرستش کرتے ہو اس کا یہ حال ہے...... فلسفی لوگ کہتے ہیں کہ زمین' سورج اور چاند کے درمیان حائل ہو جاتی ہے۔ بھائی حائل کرنے والے تو اللہ ہی ہیں۔ پانچویں بات: نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں خسوف کتنی مرتبہ ہوا اور کب ہوا؟ اس میں دو قول ہیں۔ ۱۔ دو مرتبہ ہوا' ۲۔ ایک مرتبہ ہوا ۹ میں جس دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بیٹے کی وفات ہوئی اور راجح یہی ہے۔

وَعَنْ اَسْمَاءَ بِنْتِ اَبِیْ بَكْرٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَاقَالَتْ لَقَدْ اَمَرَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِالْعِتَاقَةِ
حضرت اسماء بنت ابی بکرؓ سے روایت ہے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے غلام آزاد کرنے کا حکم دیا۔
فِیْ كُسُوْفِ الشَّمْسِ (رواہ البخاری)
کسوف شمس میں۔ روایت کیا اس کو بخاری نے۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ

عَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ قَالَ صَلّٰی بِنَارَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِیْ كُسُوْفٍ لَا نَسْمَعُ
حضرت سمرہ بن جندبؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو سورج گہن کی نماز پڑھائی ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی
لَهٗ صَوْتًا. (رواہ الترمذی و ابوداؤد و السنن نسائی و ابن ماجة)
آواز نہیں سنتے تھے۔ روایت کیا اس کو ترمذی' ابوداؤد' نسائی' ابن ماجہ نے۔

وَعَنْ عِكْرِمَةَ قَالَ قِیْلَ لِابْنِ عَبَّاسٍ مَاتَتْ فُلَانَةُ بَعْضُ اَزْوَاجِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَخَرَّ
عکرمہؒ سے روایت ہے کہا گیا ابن عباسؓ کیلئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی فلاں بیوی فوت ہوگئی ہے وہ سجدہ میں گر گئے۔
سَاجِدًا فَقِیْلَ لَهٗ تَسْجُدُ فِیْ هٰذِهِ السَّاعَةِ فَقَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا رَاَیْتُمْ اٰیَةً
ان کیلئے کہا گیا اس وقت تو سجدہ کرتا ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جس وقت تم کوئی نشان دیکھو سجدہ کرو
فَاسْجُدُوْا وَاَیُّ اٰیَةٍ اَعْظَمُ مِنْ ذَهَابِ اَزْوَاجِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ (رواہ ابوداؤد و الترمذی)
اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بیوی کے فوت ہو جانے سے بڑھ کر اور کون سی نشانی ہو سکتی ہے روایت کیا اس کو ابو داؤد' ترمذی نے۔

تشریح: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج مطہرات کا پردہ فرما جانا محرومی کا سبب ہے ممکن ہے عذاب آ جائے۔ بزرگوں کے وجود سے اللہ تعالیٰ بڑے فتنوں سے بچاتے ہیں جن کا احساس بعد میں ہوتا ہے۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ

عَنْ اُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ قَالَ اِنْكَسَفَتِ الشَّمْسُ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَصَلّٰى بِهِمْ

حضرت ابی بن کعبؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں سورج گرہن ہوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

فَقَرَأَ بِسُوْرَةٍ مِنَ الطُّوَلِ وَرَكَعَ خَمْسَ رَكْعَاتٍ وَ سَجَدَ سَجْدَتَيْنِ ثُمَّ قَامَ اِلَى الثَّانِيَةِ فَقَرَأَ بِسُوْرَةٍ

صحابہؓ کو نماز پڑھائی ارو لمبی سورتوں میں سے ایک سورت پڑھی اور پانچ رکوع اور دو سجدے پہلی رکعت میں کئے

مِّنَ الطُّوَلِ ثُمَّ رَكَعَ خَمْسَ رَكْعَاتٍ وَ سَجَدَ سَجْدَتَيْنِ ثُمَّ جَلَسَ كَمَا هُوَ مُسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةِ يَدْعُوْا

پھر دوسری رکعت کیلئے کھڑے ہوئے اور ایک لمبی سورہ پڑھی پھر پانچ رکوع اور دو سجدے کئے پھر نماز پڑھ کر قبلہ رخ بیٹھے دعا مانگتے رہے

حَتّٰى انْجَلٰى كُسُوْفُهَا. (رواه ابوداؤد)

یہاں تک کہ اسکا کسوف جاتا رہا۔ (روایت کیا اس کو ابوداؤد نے)

تشریح: عن ابی الخ یہاں ایک رکعت میں ۵ رکوعات کا ذکر ہے۔ یہاں مشکوٰۃ میں پانچ تک کی روایات ہیں۔

وَعَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيْرٍ قَالَ كَسَفَتِ الشَّمْسُ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَعَلَ

حضرت نعمان بن بشیرؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں سورج گہنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو دو رکعت کر کے

يُصَلِّيْ رَكْعَتَيْنِ وَيَسْأَلُ عَنْهَا حَتّٰى انْجَلَتِ الشَّمْسُ رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ وَفِيْ رِوَايَةِ النَّسَائِيِّ اَنَّ النَّبِيَّ

نماز پڑھنا شروع کی اور سورج کے متعلق پوچھتے تھے یہاں تک کہ سورج روشن ہوا۔ روایت کیا اس کو ابوداؤد نے نسائی کی ایک روایت میں ہے

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلّٰى حِيْنَ انْكَسَفَتِ الشَّمْسُ مِثْلَ صَلَاتِنَا يَرْكَعُ وَ يَسْجُدُ وَلَهٗ فِيْ اُخْرٰى اَنَّ

بے شک نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی جس وقت سورج گہنا گیا ہماری نماز کی مثل رکوع اور سجدہ کرتے تھے۔ اس کی ایک دوسری روایت میں

النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ يَوْمًا مُسْتَعْجِلًا اِلَى الْمَسْجِدِ وَقَدِ انْكَسَفَتِ الشَّمْسُ فَصَلّٰى حَتّٰى

ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن مسجد کی طرف جلدی کرتے ہوئے نکلے سورج گہنا گیا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی حتیٰ کہ

انْجَلَتْ ثُمَّ قَالَ اِنَّ اَهْلَ الْجَاهِلِيَّةِ كَانُوْا يَقُوْلُوْنَ اِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ لَا يَخْسِفَانِ اِلَّا لِمَوْتِ عَظِيْمٍ مِنْ

سورج روشن ہوا پھر فرمایا اہل جاہلیت کہا کرتے تھے کہ سورج اور چاند کسی بڑے سردار کی موت کی وجہ سے گرہن لگتے ہیں اور بے شک سورج

عُظَمَآءِ اَهْلِ الْاَرْضِ وَاِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ لَا يَخْسِفَانِ لِمَوْتِ اَحَدٍ وَّلَا لِحَيَاتِهٖ وَلٰكِنَّهُمَا خَلِيْقَتَانِ مِنْ

اور چاند کسی کے مرنے یا پیدا ہونے کی وجہ سے گرہن نہیں لگتے۔ لیکن یہ دونوں اللہ کی مخلوق میں سے مخلوق ہیں اللہ تعالیٰ جو چاہے تغیر پیدا کردے۔

خَلْقِهٖ يُحْدِثُ اللّٰهُ فِيْ خَلْقِهٖ مَاشَآءَ فَاَيُّهُمَا انْخَسَفَتْ فَصَلُّوْا حَتّٰى يَنْجَلِيَ اَوْ يُحْدِثُ اللّٰهُ اَمْرًا.

ان دونوں میں سے جو گہنے نماز پڑھو۔ یہاں تک کہ کھل جائے یا پیدا کردے اللہ تعالیٰ کوئی اور حکم۔ روایت کیا اس کو نسائی نے۔

تشریح: وعن النعمان الخ یہ احناف کے کوئی خلاف نہیں۔ اس لئے کہ احناف کہتے ہیں کہ دو رکعتیں پڑھو اگر سورج گرہن کھل جائے تو فبہا ورنہ اور دو پڑھو الخ بعض نے کہا کہ یہ کنایہ ہے رکعتین طویلتین سے۔

باب فی سجود الشکر

سجدہ شکر کا بیان

وھذا الباب خال عن اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ والثَّالِث
(اور اس باب میں پہلی فصل اور تیسری فصل نہیں ہے)

اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ

وَعَنْ اَبِی بَکْرَۃَ قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا جَاءَ ہُ اَمْرٌ سُرُوْرًا اَوْ یَسُرُّ بِہٖ خَرَّ
حضرت ابوبکرہؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جس وقت کوئی خوش کن امر پہنچتا سجدہ کرتے
سَاجِدًا شَاکِرًا لِلّٰہِ تَعَالٰی رَوَاہُ اَبُوْدَاؤدَ وَالتِّرْمِذِیُّ وَقَالَ ھٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ غَرِیْبٌ.
اللہ تعالیٰ کا شکریہ ادا کرتے ہوئے روایت کیا اس ابو داؤد ترمذی نے اور کہا یہ حدیث غریب ہے۔

تشریح: عن ابی بکرۃ الخ امام صاحب کے نزدیک سجدہ شکر کوئی مستقل عبادت نہیں۔ جمہور (امام شافعیؒ احمد بن حنبل اور امام محمد) کہتے ہیں کہ انعام ملنے پر یہ سجدہ شکر مستقل عبادت ہے اور امام صاحب کی طرف سے یہ تاویل کی جاتی ہے کہ ان روایات میں سجدہ سے مراد صلوٰۃ ہے اور اطلاق الجزء علی الکل کی قبیل سے ہے۔

وَعَنْ اَبِیْ جَعْفَرٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ رَاٰی رَجُلًا مِنَ النُّغَاشِیْنَ فَخَرَّ سَاجِدًا رَوَاہُ
حضرت ابوجعفرؒ سے روایت ہے بے شک نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بونوں میں سے ایک آدمی کو دیکھا پس سجدہ میں گر پڑے۔
الدَّارُقُطْنِی مُرْسَلًا وَفِی شَرْحِ السُّنَّۃِ لَفْظُ الْمَصَابِیْحِ.
روایت کیا اس کو دارقطنی نے مرسل اور شرح السنہ میں مصابیح کے لفظ کے مطابق ہے۔

تشریح: فخر ساجدا یعنی شکر ہے اس نعمت پر جو تو نے دے رکھی ہے۔ علماء نے لکھا ہے کہ سجدہ شکر اس شخص کے سامنے نہ کرے۔

وَعَنْ سَعْدِ بْنِ اَبِیْ وَقَّاصٍ قَالَ خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مِنْ مَّکَّۃَ نُرِیْدُ الْمَدِیْنَۃَ
حضرت سعد بن ابی وقاصؓ سے روایت ہے کہا ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مکہ سے نکلے مدینہ جانا چاہتے تھے جب ہم غزوزاء کے قریب
فَلَمَّا کُنَّا قَرِیْبًا مِنْ عَزْوَزَاءَ نَزَلَ ثُمَّ رَفَعَ یَدَیْہِ فَدَعَا اللّٰہَ سَاعَۃً ثُمَّ خَرَّ سَاجِدًا فَمَکَثَ طَوِیْلًا ثُمَّ قَامَ
ہوئے اترے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں ہاتھ بلند کئے اللہ سے تھوڑی دیر دعا مانگی پھر سجدہ میں گر پڑے۔ سجدہ میں کافی دیر پڑے رہے
فَرَفَعَ یَدَیْہِ سَاعَۃً ثُمَّ خَرَّ سَاجِدًا فَمَکَثَ طَوِیْلًا ثُمَّ قَامَ فَرَفَعَ یَدَیْہِ سَاعَۃً ثُمَّ سَاجِدًا قَالَ اِنِّیْ سَاَلْتُ
پھر کھڑے ہوئے پھر تھوڑی دیر ہاتھ اٹھائے پھر سجدہ میں گرے کافی دیر تک سجدہ میں پڑے رہے فرمایا میں نے اپنی امت کیلئے اپنے رب سے دعا

رَبِّی وَ شَفَعتُ لِاُمَّتِیْ فَاَعْطَانِی ثُلُثَ اُمَّتِیْ فَخَرَرْتُ سَاجِدً الِرَبِّی شُکْرًا ثُمَّ رَفَعتُ رَأْسِی فَسَاَلْتُ
مانگی ہے اور شفاعت کی ہے مجھ کو تہائی امت دے دی پھر میں اپنے رب کا شکریہ ادا کرتے ہوئے سجدہ میں گر گیا میں نے اپنا سر اٹھایا اور اپنی امت
رَبِّی لِاُمَّتِیْ فَاَعْطَانِیْ ثُلُثَ اُمَّتِیْ فَخَرَرْتُ سَاجِدً الِرَبِّی شُکْرًا ثُمَّ رَفَعتُ رَأْسِی فَسَاَلْتُ رَبِّی لِاُمَّتِیْ
کیلئے رب سے دعا مانگی مجھ کو تہائی امت کی دے دی۔ پھر میں اپنے رب کا شکریہ ادا کرتے ہوئے سجدہ میں گر گیا پھر میں نے اپنا سر اٹھایا اور اپنی
فَاَعْطَانِی الثُّلُثَ لاٰخَرَ فَخَرَرْتُ سَاجِدً الِرَبِّی شُکْرًا. (رواه احمد بن حنبل و ابوداؤد)
امت کیلئے رب سے دعا مانگی مجھ کو تہائی اخیر بھی دیدی پھر میں شکریہ ادا کرتے ہوئے سجدہ میں گر گیا۔ روایت کیا اس کو احمد اور ابوداؤد نے۔

تشریح: وعن سعد بن ابی وقاص الخ۔ اس سے مراد یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دو رکعت نماز پڑھی واللہ اعلم۔

باب صلوة الا ستسقاء

نماز استسقاء کا بیان

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ

عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ زَیْدٍؓ قَالَ خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِالنَّاسِ اِلَی الْمُصَلّٰی یَسْتَسْقِیْ
حضرت عبداللہ بن زیدؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو لے کر بینہ طلب کرنے کیلئے عید گاہ کی طرف
فَصَلّٰی بِهِمْ رَکْعَتَیْنِ جَهَرَ فِیْهِمَا بِالْقِرَآءَةِ وَاسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ یَدْعُوْ وَرَفَعَ یَدَیْهِ وَحَوَّلَ رِدَآءَهٗ حِیْنَ
نکلے ان کو دو رکعت نماز پڑھائی ان میں قرأت بلند آواز سے کی قبلہ کی طرف منہ کیا دعا مانگتے تھے اپنے ہاتھ اٹھائے اپنی چادر پھیری
اسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ. (صحیح البخاری و صحیح مسلم)
جس وقت قبلہ کی طرف منہ کیا۔

تشریح: عن عبدالله بن زید الخ استسقاء کا لغوی معنی۔ پانی کا طلب کرنا۔ مسئلہ اس میں اختلاف ہے کہ صلوٰۃ الاستسقاء مسنون ہے یا نہیں؟ جمہور فقہاء اور صاحبین کے نزدیک مسنون ہے اور امام صاحب کا قول نقل کیا گیا ہے لا صلوٰة فی الاستسقاء. اس کے دو معنے ہیں ا۔ سرے سے صلوٰۃ فی الاستسقاء ہے ہی نہیں لیکن اس کو پسند نہیں کیا گیا۔ ۲۔ استسقاء میں نماز سنت مؤکدہ نہیں یہ درست ہے۔ جمہور کی دلیل یہی حدیث ہے بلکہ یہ ساری احادیث ہیں۔ امام صاحب کی دلیل یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چھ مرتبہ استسقاء کیا ہے اور اکثر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا پر اکتفا کیا ہے اور بعض موقعوں پر دو رکعت ادا فرمائیں۔ اس سے سنت مؤکدہ ہونا ثابت نہیں ہوتا۔

مسئلہ ۲: صلوٰۃ الاستسقاء میں تحویل رداء ہے یا نہیں؟

مسئلہ ۳: خطبہ بھی ہے یا نہیں؟ احناف کے نزدیک خطبہ نہیں۔ باقی احادیث میں جو خطبے کا ذکر آیا ہے وہ موعظہ ہونے کی بنا پر خطبہ ارشاد فرمایا گیا۔

مسئلہ ۴: محل استسقاء کیا ہے؟ عیدگاہ ہے۔

مسئلہ ۵: وقت کون سا ہے؟ عند البعض جو وقت نماز عید کا ہے وہی وقت اس کا ہے۔ جمہور کے نزدیک اس کا کوئی وقت نہیں ہے۔

مسئلہ ۶: تکبیرات زوائد ہیں یا نہیں؟ عند الاحناف نہیں۔ عند الشوافع ہیں۔ شوافع کی دلیل یہاں نہیں ہے البتہ باب العیدین میں آئے گی۔

وَعَنْ اَنَسٍؓ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَرْفَعُ يَدَيْهِ فِي شَيْءٍ مِّنْ دُعَآئِهٖ اِلَّا فِي الْاِسْتِسْقَاءِ

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کسی دعا میں دونوں ہاتھ نہیں اٹھاتے تھے مگر استسقاء کی نماز میں

فَاِنَّهٗ يَرْفَعُ حَتّٰى يُرٰى بَيَاضُ اِبْطَيْهِ. (صحیح البخاری و صحیح مسلم)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم دونوں ہاتھ اٹھاتے یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بغلوں کی سفیدی دکھائی جاتی تھی۔

وَعَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اسْتَسْقٰى فَاَشَارَ بِظَهْرِ كَفَّيْهِ اِلَى السَّمَآءِ. (صحیح مسلم)

انسؓ سے روایت ہے بے شک نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مینہ مانگا اور اپنے دونوں ہاتھوں کی پشتوں کے ساتھ آسمان کی طرف اشارہ کیا۔

تشریح: حدیث نمبر۳ وعنهٗ ان الخ فاشار بظهر كفيه الى السمآء شوافع کہتے ہیں استسقاء میں دعا کے وقت ہاتھ کی پشت کی جانب آسمان کی طرف ہو کمافی هٰذه الحدیث۔ احناف کہتے ہیں جیسے عام حالات میں دعا کرتے وقت ہاتھ ہوتے ہیں ویسے ہی ہونے چاہئیں۔ باقی حدیث کی بعض حضرات نے یہ توجیہ کی کہ یہ کنایہ ہے خوشحالی آ گئی۔ بس صلوٰۃ الاستسقاء میں افعال کی یہ ترتیب ہے۔ صلوٰۃ خطبہ تحویل رداء اور پھر دعا...... باقی سب احادیث کا ترجمہ ہے۔

وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا رَاَى الْمَطَرَ

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے بے شک نبی صلی اللہ علیہ وسلم جس وقت بارش دیکھتے فرماتے اے اللہ خوب مینہ برسا

قَالَ اَللّٰهُمَّ صَيِّبًا نَافِعًا. (صحیح البخاری)

نفع دینے والا۔ روایت کیا اس کو بخاری نے۔

وَعَنْ اَنَسٍؓ قَالَ اَصَابَنَا وَنَحْنُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَطَرٌ قَالَ فَحَسَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہا کہ ایک مرتبہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے ساتھ تھے کہ ہم کو بارش پہنچی

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَوْبَهٗ حَتّٰى اَصَابَهٗ مِنَ الْمَطَرِ فَقُلْنَا يَارَسُوْلَ اللّٰهِ لِمَ صَنَعْتَ هٰذَا قَالَ لِاَنَّهٗ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کپڑا جسم مبارک سے ہٹایا یہاں تک کہ اس کو بارش پہنچی ہم نے کہا اے اللہ کے رسول اس طرح کیوں کیا ہے

حَدِيْثُ عَهْدٍ بِرَبِّهٖ. (صحیح مسلم)

فرمایا اس کا اپنے رب کے پاس سے آنے کا وقت ابھی نیا ہے۔ روایت کیا اس کو مسلم نے۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِيْ

عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ زَيْدٍ قَالَ خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَى الْمُصَلّٰى فَاسْتَسْقٰى وَحَوَّلَ

حضرت عبداللہ بن زیدؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عیدگاہ کی طرف نکلے پس بارش طلب کی اپنی چادر پھیری جس وقت قبلہ کی طرف منہ کیا اس

رِدَاءَهٗ حِيْنَ اسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ فَجَعَلَ عِطَافَهُ الْاَيْمَنَ عَلٰى عَاتِقِهِ الْاَيْسَرِ وَجَعَلَ عِطَافَهُ الْاَيْسَرَ عَلٰى

کا دایاں کونہ بائیں کندھے پر رکھا اور بایاں کونہ دائیں کندھے پر رکھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر سیاہ رنگ کی چادر تھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو نیچے سے پکڑنا

عَاتِقِهِ الْاَيْمَنِ ثُمَّ دَعَا اللّٰهَ. (رواہ ابوداؤد)

چاہا کہ اس کو اوپر الٹا دیں جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر بھاری ہوگئی اپنے کندھوں پر اس کو الٹ دیا۔ پھر اللہ سے دعا کی۔ روایت کیا اس کو ابوداؤد نے۔

وَعَنْهُ اَنَّهُ قَالَ اسْتَسْقٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَمِيْصَةٌ لَّهُ سَوْدَآءُ فَاَرَادَ اَنْ يَّاْخُذَ اَسْفَلَهَا

حضرت عبداللہ بن زیدؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بارش طلب کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر سیاہ رنگ کی چادر تھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارادہ فرمایا کہ اس کی نیچے کی

فَيَجْعَلَهُ اَعْلَاهَا فَلَمَّا ثَقُلَتْ قَلَّبَهَا عَلٰى عَاتِقِهِ. (رواه احمد بن حنبل و ابوداؤد)

جانب کو پکڑ کر اوپر کی جانب کرلیں جس وقت بھاری محسوس ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دونوں کندھوں پر چادر کو الٹ دیا۔ روایت کیا اس کو احمد اور ابوداؤد نے۔

وَعَنْ عُمَيْرٍ مَوْلٰى اَبِى اللَّحْمِ اَنَّهُ رَاَى النَّبِىَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتَسْقِىْ عِنْدَ اَحْجَارِ الزَّيْتِ

حضرت عمیر مولی ابی اللحمؓ سے روایت ہے اس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو احجار الزیت کے قریب زوزاء کے نزدیک استسقاء کرتے

قَرِيْبًا مِّنَ الزَّوْرَاءِ قَائِمًا يَّدْعُوْ لِيَسْتَسْقِىْ رَافِعًا يَّدَيْهِ قِبَلَ وَجْهِهِ لَا يُجَاوِزُ بِهَا رَاْسَهُ وَرَوَى التِّرْمِذِىُّ

دیکھا دعا مانگتے تھے استسقاء کرتے تھے اٹھانے والے تھے اپنے دونوں ہاتھوں کو اپنے چہرہ کے سامنے ان کو اپنے سر سے اونچا نہ کرتے تھے۔

وَالنِّسَائِىُّ نَحْوَهُ. (رواه ابوداؤد)

روایت کیا اس کو ابوداؤد نے اور روایت کیا اس کو ترمذی اور نسائی نے مانند اس کی۔

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعْنِىْ فِى الْاِسْتِسْقَاءِ مُتَبَذِّلًا مُّتَوَاضِعًا

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم استسقاء کیلئے نکلے اس حال میں کہ زینت ترک کئے ہوئے تھے تواضع اختیار

مُتَخَشِّعًا مُّتَضَرِّعًا. (رواه الترمذى و ابوداؤد و السنن نسائى و ابن ماجة)

کئے ہوئے عاجزی کئے ہوئے زاری کرنے والے۔ روایت کیا اس کو ابوداؤد' ترمذی' نسائی' ابن ماجہ نے۔

وَعَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّه قَالَ كَانَ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اسْتَسْقٰى قَالَ اَللّٰهُمَّ

حضرت عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہؓ سے روایت ہے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جس وقت استسقاء کرتے کہتے اے اللہ اپنے بندوں کو

اسْقِ عِبَادَكَ وَبَهِيْمَتَكَ وَانْشُرْ رَحْمَتَكَ وَاَحْىِ بَلَدَكَ الْمَيِّتَ. (رواه موطا امام مالک و ابوداؤد)

اور اپنے جانوروں کو پانی پلا۔ اپنی رحمت کو پھیلا اور زندہ کر اپنے مردہ شہر کو۔ روایت کیا اس کو مالک اور ابوداؤد نے۔

وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُوَاكِئُ فَقَالَ اَللّٰهُمَّ اسْقِنَا غَيْثًا مُّغِيْثًا مَّرِيْئًا

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہاتھ اٹھاتے پس کہتے اے اللہ ہم کو پلا مینہ کہ فریادرسی کرے اور انجام

مُّرِيْعًا نَّافِعًا غَيْرَ ضَارٍّ عَاجِلًا غَيْرَ اٰجِلٍ قَالَ فَاَطْبَقَتْ عَلَيْهِمُ السَّمَآءُ. (رواه ابوداؤد)

اچھا ہو ارزانی کرے نفع کرنے والا نہ ضرر کرنے والا جلدی آنے والا نہ دیر لگانے والا۔ جابرؓ نے کہا چھا گیا ان پر ابر۔ روایت کیا اس کو ابوداؤد نے۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ شَكَى النَّاسُ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُحُوْطَ الْمَطَرِ فَاَمَرَ بِمِنْبَرٍ

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہا کہ لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف مینہ کے رک جانے کی شکایت کی آپ نے منبر کا

فَوُضِعَ لَهٗ فِي الْمُصَلّٰى وَوَعَدَ النَّاسَ يَوْمًا يَخْرُجُوْنَ فِيْهِ قَالَتْ عَائِشَةُ فَخَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

حکم دیا پس رکھا گیا واسطے آپ کے عیدگاہ میں اور لوگوں سے ایک دن کا وعدہ کیا کہ اس میں نکلیں گے عائشہؓ نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نکلے

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ بَدَا حَاجِبُ الشَّمْسِ فَقَعَدَ عَلَى الْمِنْبَرِ فَكَبَّرَ وَ حَمِدَ اللّٰهَ ثُمَّ قَالَ اِنَّكُمْ شَكَوْتُمْ

جس وقت سورج کا کنارہ ظاہر ہوا پس منبر پر بیٹھے تکبیر کہی اور اللہ کی حمد کہی پھر فرمایا تم نے اپنے شہروں میں قحط کی شکایت کی ہے

جَدْبَ دِيَارِكُمْ وَاسْتِخَارَ الْمَطَرِ عَنْ اِبَّانَ زَمَانِهٖ عَنْكُمْ وَقَدْ اَمَرَكُمُ اللّٰهُ اَنْ تَدْعُوْهُ وَوَعَدَكُمْ اَنْ

اور مینہ کے وقت مقررہ سے دیر کرنے کی۔ اللہ تعالیٰ نے تم کو حکم دیا ہے کہ تم اس کو پکارو اور تم سے وعدہ کیا ہے کہ تمہاری دعا قبول کرے گا

يَّسْتَجِيْبَ لَكُمْ ثُمَّ قَالَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ مَالِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ

پھر فرمایا سب تعریف اللہ کیلئے ہے جو عالموں کا پروردگار ہے بخشنے والا مہربان ہے۔ جزاء کے دن کا مالک ہے نہیں کوئی معبود مگر وہی کرتا ہے

يَفْعَلُ مَا يُرِيْدُ اَللّٰهُمَّ اَنْتَ اللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ الْغَنِيُّ وَنَحْنُ الْفُقَرَاءُ اَنْزِلْ عَلَيْنَا الْغَيْثَ وَاجْعَلْ مَا اَنْزَلْتَ

جو چاہتا ہے اے اللہ تو اللہ ہے تیرے سوا کوئی معبود نہیں تو بے پرواہ ہے اور ہم فقیر ہیں ہم پر مینہ برسا اور اس چیز کو جو تو اتارے قوت

لَنَا قُوَّةً وَ بَلَاغًا اِلٰى حِيْنٍ ثُمَّ رَفَعَ يَدَيْهِ فَلَمْ يَتْرُكِ الرَّفْعَ حَتّٰى بَدَا بَيَاضُ اِبْطَيْهِ ثُمَّ حَوَّلَ اِلَى النَّاسِ

اور ایک مدت تک فائدہ پہنچنے کا سبب بنا پھر اپنے ہاتھ بلند کئے اور نہ چھوڑے ہاتھ اٹھانا یہاں تک کہ بغلوں کی سفیدی ظاہر ہوئی

ظَهْرَهٗ وَقَلَبَ اَوْحَوَّلَ رِدَاءَهٗ وَهُوَ رَافِعٌ يَدَيْهِ ثُمَّ اَقْبَلَ عَلَى النَّاسِ وَنَزَلَ فَصَلّٰى رَكْعَتَيْنِ فَاَنْشَاَ اللّٰهُ

پھر لوگوں کی طرف اپنی پیٹھ پھیری اور الٹی کی یا پھیری چادر اپنی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اٹھانے والے تھے اپنے ہاتھوں کو پھر لوگوں کی طرف متوجہ

سَحَابَةً فَرَعَدَتْ وَبَرَقَتْ ثُمَّ اَمْطَرَتْ بِاِذْنِ اللّٰهِ فَلَمْ يَاْتِ مَسْجِدَهٗ حَتّٰى سَالَتِ السُّيُوْلُ فَلَمَّا رَاٰى

ہوئے اور اترے دو رکعتیں پڑھیں۔ اللہ تعالیٰ نے ایک ابر ظاہر کیا پھر گرجا اور چمکا پھر اللہ کے حکم سے مینہ برسایا آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی مسجد تک نہ

سُرْعَتَهُمْ اِلَى الْكِنِّ ضَحِكَ حَتّٰى بَدَتْ نَوَاجِذُهٗ فَقَالَ اَشْهَدُ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ وَاَنِّيْ

پہنچے تھے کہ نالے بہے۔ جب لوگوں کو سائے کی طرف جلدی کرتے ہوئے دیکھا ہنسے یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دانت ظاہر ہوئے۔ پس

عَبْدُ اللّٰهِ وَرَسُوْلُهٗ. (رواہ ابوداؤد)

فرمایا میں گواہی دیتا ہوں بے شک اللہ ہر چیز پر قادر ہے اور بے شک میں اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہوں۔ روایت کیا اس کو ابوداؤد نے۔

وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ كَانَ اِذَا قَحَطُوْا اسْتَسْقٰى بِالْعَبَّاسِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ فَقَالَ اَللّٰهُمَّ

حضرت انسؓ سے روایت ہے بے شک عمر بن خطابؓ جس وقت لوگ خشک سالی میں مبتلا ہوتے استسقاء کرتے ساتھ عباسؓ بن عبدالمطلب کے پس کہتے اے اللہ ہم وسیلہ کرتے تھے

اِنَّا كُنَّا نَتَوَسَّلُ اِلَيْكَ بِنَبِيِّنَا فَتَسْقِيْنَا وَاِنَّا نَتَوَسَّلُ اِلَيْكَ بِعَمِّ نَبِيِّنَا فَاسْقِنَا قَالَ فَيُسْقَوْنَ. (صحیح البخاری)

تیری طرف اپنے نبی کے ساتھ تو ہم کو پلاتا تھا اب ہم وسیلہ کرتے ہیں تیری طرف اپنے نبی کے چچا سے پس ہم کو پلا۔ کہا انسؓ نے مینہ برسائے جاتے روایت کیا اس کو بخاری نے۔

تشریح: وعن انسؓ الخ۔ اس سے معلوم ہوا مردوں سے وسیلہ پکڑنا صحیح ہے۔

وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ خَرَجَ نَبِيٌّ مِّنَ الْاَنْبِيَاءِ بِالنَّاسِ

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا فرماتے تھے ایک نبی انبیاء میں سے لوگوں کو لے کر

يَسْتَسْقِيْ فَاِذَا هُوَ بِنَمْلَةٍ رَافِعَةٍ بَعْضَ قَوَائِمِهَا اِلَى السَّمَاءِ فَقَالَ ارْجِعُوْا فَقَدِ اسْتُجِيْبَ لَكُمْ مِنْ

استسقاء کیلئے نکلا پس ناگہاں ایک چیونٹی کو دیکھا وہ اپنے پاؤں آسمان کی طرف اٹھائے ہوئے ہے کہا واپس چلو اس چیونٹی

اَجْلِ هٰذِهِ النَّمْلَةِ (رواه الدار قطنى)

کیوجہ سے تمہاری دعا قبول کی گئی ہے روایت کیا اس کو دارقطنی نے۔

باب فى الرياح والمطر (ہواؤں کا بیان)

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ

قرآن میں عمومی طور پر نعمت کے مقام پر ریاح کا لفظ اور عذاب کے مقام پر ریح کا لفظ مستعمل ہوا ہے۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نُصِرْتُ بِالصَّبَا وَاُهْلِكَتْ عَادٌ بِالدَّبُوْرِ. (صحيح البخارى و صحيح مسلم)

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں پروا ہوا کے ساتھ مدد دیا گیا ہوں اور عاد پچھوا کے ساتھ ہلاک کیے گئے۔

وَعَنْ عَائِشَةَ رضى الله عنها قَالَتْ مَا رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ضَاحِكًا حَتّٰى اَرٰى مِنْهُ

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کبھی اس طرح ہنستے ہوئے نہیں دیکھا کہ میں انکے کوا حلق کو نہ دیکھوں

لَهَوَاتِهٖ اِنَّمَا كَانَ يَتَبَسَّمُ فَكَانَ اِذَا رَاٰى غَيْمًا اَوْ رِيْحًا عُرِفَ فِيْ وَجْهِهٖ.(صحيح البخارى و صحيح مسلم)

سوائے اسکے نہیں کہ تبسم فرماتے تھے اور جس وقت دبا باؤ دیکھتے اس کا تغیر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ پر پہچانا جاتا۔

وَعَنْهَا قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا عَصَفَتِ الرِّيْحُ قَالَ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْاَلُكَ خَيْرَهَا

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب باؤ چلتی فرماتے اے اللہ میں تجھ سے اس کی بھلائی مانگتا ہوں اور بھلائی اس کی کہ اس میں ہے اور

وَخَيْرَ مَا فِيْهَا وَ خَيْرَ مَا اُرْسِلَتْ بِهٖ وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّهَا وَشَرِّ مَا فِيْهَا وَشَرِّ مَا اُرْسِلَتْ بِهٖ وَاِذَا

بھلائی اس چیز کی کہ اس کے ساتھ بھیجی گئی ہے اور میں اس کے شر سے پناہ مانگتا ہوں اور اس چیز کی برائی سے جو اس میں ہے اور برائی اس چیز کی کہ اس کے ساتھ بھیجی

تَخَيَّلَتِ السَّمَآءُ تَغَيَّرَ لَوْنُهٗ وَخَرَجَ وَدَخَلَ وَاَقْبَلَ وَاَدْبَرَ فَاِذَا مَطَرَتْ سُرِّيَ عَنْهُ فَعَرَفَتْ ذَالِكَ

گئی ہے اور جس وقت آسمان پر ابر ہوتا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا رنگ متغیر ہو جاتا اور گھر سے باہر نکلتے پھر اندر آتے اور پھر جاتے جس وقت مینہ برستا خوف واضطراب

عَائِشَةُ فَسَاَلَتْهُ فَقَالَ لَعَلَّهٗ يَا عَائِشَةُ كَمَا قَالَ قَوْمُ عَادٍ فَلَمَّا رَاَوْهُ عَارِضًا مُّسْتَقْبِلَ اَوْدِيَتِهِمْ قَالُوْا هٰذَا

جاتا رہتا عائشہؓ نے یہ بات معلوم کر لی۔ آپ سے پوچھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے عائشہؓ شاید کہ یہ ابر اس کی مانند ہو کہا قوم عادؑ نے اس کے حق میں جب

عَارِضٌ مُّمْطِرُنَا وَفِيْ رِوَايَةٍ يَقُوْلُ اِذَا رَاَى الْمَطَرَ رَحْمَةً. (صحيح البخارى وصحيح و مسلم)

دیکھا ابر سامنے آیا انکے نالوں کے کہا اس قوم نے یہ ابر ہے ہم پر برسے گا۔ ایک روایت میں ہے جس وقت مینہ کو دیکھتے تو فرماتے اے اللہ اس کو رحمت بنا۔

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَفَاتِيْحُ الْغَيْبِ خَمْسٌ ثُمَّ قَرَاَ اِنَّ

حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا غیب کے خزانے پانچ ہیں پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے

اللّٰہَ عِنْدَہٗ عِلْمُ السَّاعَةِ وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ اَلْاٰيَة. (صحيح البخارى)

یہ آیت پڑھی بے شک اللہ تعالیٰ کے پاس ہے علم قیامت کا اور اتارتا ہے مینہ۔ الآیۃ۔ روایت کیا اس کو بخاری نے۔

وَعَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَتِ السَّنَةُ بِاَنْ لَّا تُمْطَرُوْا وَلٰكِنَّ السَّنَةَ اَنْ تُمْطَرُوْا وَتُمْطَرُوْا وَلَا تُنْبِتُ الْاَرْضُ شَيْئًا. (صحيح مسلم)

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قحط شدید یہ نہیں ہے کہ تم برسائے نہ جاؤ لیکن قحط یہ ہے کہ تم برسائے جاؤ اور خوب برسائے جاؤ لیکن زمین کچھ نہ اگائے۔ روایت کیا اس کو مسلم نے۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِىْ

عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ الرِّيْحُ مِنْ رَوْحِ اللّٰهِ تَاْتِىْ بِالرَّحْمَةِ وَبِالْعَذَابِ فَلَا تَسُبُّوْهَا وَسَلُوا اللّٰهَ مِنْ خَيْرِهَا وَعُوْذُوْا بِهٖ مِنْ شَرِّهَا. رَوَاهُ الشَّافِعِىُّ وَاَبُوْدَاؤدَ وَابْنُ مَاجَةَ وَالْبَيْهَقِىُّ فِى الدَّعْوَاتِ الْكَبِيْرِ

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے فرماتے ہوا اللہ کی رحمت ہے جو رحمت لاتی ہے اور عذاب بھی اس کو گالی نہ دو اللہ سے اسکی بھلائی کا سوال کرو اور اس کے شر سے پناہ مانگو۔ روایت کیا اس کو شافعی نے ابوداؤد، ابن ماجہ اور بیہقی نے دعوات الکبیر میں۔

تشریح: سوال: یہاں اجمال اور تفصیل میں مطابقت نہیں۔ اجمال میں آیا کہ ہوا اللہ کی رحمت ہے۔ تفصیل میں آیا کہ ہوا رحمت بھی لاتی ہے اور عذاب بھی؟ جواب: اکثر کے اعتبار سے ہوا رحمت کا ذریعہ ہے ۲۔ یہاں معطوف بمع حرف عطف کے محذوف ہے۔ ای من روح اللّٰہ و عذابہ۔

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ رَجُلًا لَعَنَ الرِّيْحَ عِنْدَ النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَا تَلْعَنُوا الرِّيْحَ فَاِنَّهَا مَاْمُوْرَةٌ وَاِنَّهٗ مَنْ لَعَنَ شَيْئًا لَيْسَ لَهٗ بِاَهْلٍ رَجَعَتِ اللَّعْنَةُ عَلَيْهِ رَوَاهُ التِّرْمِذِىُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ.

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ہوا کو لعنت کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہوا کو لعنت نہ کہو کیونکہ وہ امر کی گئی ہے اور جو شخص کسی پر لعنت کہے اور وہ اس کا اہل نہ ہو لعنت اس پر لوٹتی ہے روایت کیا اس کو ترمذی نے اور کہا یہ حدیث غریب ہے۔

تشریح: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر یزید واقعۃً لعنت کا مستحق نہیں ہے اس کا اثر تم پر ہی واپس لوٹے گا تم اپنا نقصان کیوں کر رہے ہو۔

وَعَنْ اُبَىِّ بْنِ كَعْبٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَسُبُّوا الرِّيْحَ فَاِذَا رَاَيْتُمْ مَا تَكْرَهُوْنَ فَقُوْلُوْا اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَسْئَلُكَ مِنْ خَيْرِ هٰذِهِ الرِّيْحِ وَخَيْرِ مَا فِيْهَا وَخَيْرِ مَا اُمِرَتْ بِهٖ وَنَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّ هٰذِهِ الرِّيْحِ وَشَرِّ مَا فِيْهَا وَشَرِّ مَا اُمِرَتْ بِهٖ. (رواه الترمذى)

حضرت ابی بن کعبؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہوا کو گالی نہ دو جس وقت تم دیکھو ایسی ہوا جس کو تم مکروہ سمجھتے ہو پس کہو اے اللہ ہم تجھ سے اس ہوا کی بھلائی کا سوال کرتے ہیں اور اس چیز کی بھلائی کا جو اس میں ہے بھلائی اس چیز کی کہ اس کے ساتھ امر کی گئی ہے اور ہم اس ہوا کی برائی سے پناہ مانگتے ہیں اور برائی اس چیز کی جو اس میں ہے اور برائی اس چیز کی کہ امر کی گئی ہے اس کے ساتھ روایت کیا اس کو ترمذی نے۔

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ مَا هَبَّتْ رِيحٌ قَطُّ اِلَّا جَثَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى رُكْبَتَيْهِ وَقَالَ اَللّٰهُمَّ

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہا کہ کبھی ہوا نہیں چلتی تھی مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دوزانو بیٹھتے اور کہتے

اجْعَلْهَا رَحْمَةً وَّلَا تَجْعَلْهَا عَذَابًا اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهَا رِيَاحًا وَّلَا تَجْعَلْهَا رِيحًا قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ فِي كِتَابِ

اے اللہ اس کو رحمت بنا عذاب نہ بنا اے اللہ اس کو ریاح بنا اور اس کو ریح نہ بنا۔ ابن عباسؓ نے کہا اللہ کی کتاب میں ہے

اللّٰهِ تَعَالٰى اِنَّا اَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيحًا صَرْصَرًا وَّاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمُ الرِّيحَ الْعَقِيمَ وَاَرْسَلْنَا الرِّيَاحَ لَوَاقِحَ وَاَنْ

ہم نے ان پر تندو تیز ہوا بھیجی اور ہم نے ان پر بانجھ ہوا بھیجی اور ہم نے بھیجا ہواؤں کو میوہ لانے والی اور بھیجتے ہیں ہوائیں

يُّرْسِلَ الرِّيَاحَ مُبَشِّرَاتٍ رَوَاهُ الشَّافِعِيُّ وَالْبَيْهَقِيُّ فِي الدَّعْوَاتِ الْكَبِيْرِ.

خوشخبری دینے والی۔ روایت کیا اس کو شافعی نے اور بیہقی نے دعوات الکبیر میں۔

وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا بَصُرْنَا شَيْئًا مِّنَ السَّمَاءِ تَعْنِي السَّحَابَ

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جس وقت آسمان سے کوئی چیز دیکھتے' ان کی مراد بادل سے تھی اپنا کام چھوڑ دیتے اور اس کے

تَرَكَ عَمَلَهٗ وَاسْتَقْبَلَهٗ وَقَالَ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا فِيْهِ فَاِنْ كَشَفَهُ اللّٰهُ حَمِدَ اللّٰهَ وَاِنْ

سامنے ہوتے اور کہتے اے اللہ میں پناہ مانگتا ہوں اس چیز کے شر سے جو اس میں ہے اگر اللہ تعالیٰ اس کو کھول دیتا اللہ تعالیٰ کی تعریف کرتے اور اگر بارش

مَطَرَتْ قَالَ اَللّٰهُمَّ سَقْيًا نَافِعًا رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ وَالنَّسَائِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَالشَّافِعِيُّ وَاللَّفْظُ لَهٗ.

ہوتی فرماتے اے اللہ پانی نفع دینے والا ہے۔ روایت کیا اس کو ابوداؤد نے نسائی ابن ماجہ اور شافعی نے لفظ ہیں واسطے سکے۔

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا سَمِعَ صَوْتَ الرَّعْدِ وَالصَّوَاعِقِ قَالَ اَللّٰهُمَّ لَا تَقْتُلْنَا

حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے بے شک نبی صلی اللہ علیہ وسلم جس وقت گرجنے کی آواز سنتے اور بجلی معلوم کرتے فرماتے اے اللہ ہم کو اپنے غضب کے

بِغَضَبِكَ وَلَا تُهْلِكْنَا بِعَذَابِكَ وَعَافِنَا قَبْلَ ذٰلِكَ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ.

ساتھ نہ مار اور اپنے عذاب کے ساتھ ہلاک نہ کر اور اس سے پہلے ہمیں معاف کر دے۔ روایت کیا اس کو احمد اور ترمذی نے اور کہا یہ حدیث غریب ہے۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ

عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ الزُّبَيْرِ اَنَّهٗ كَانَ اِذَا سَمِعَ الرَّعْدَ تَرَكَ الْحَدِيْثَ وَقَالَ سُبْحَانَكَ الَّذِيْ

حضرت عبداللہ بن زبیرؓ سے روایت ہے جس وقت وہ گرج کی آواز سنتے باتیں چھوڑ دیتے اور کہتے پاک ہے وہ ذات تسبیح کرتا ہے

يُسَبِّحُ الرَّعْدُ بِحَمْدِهٖ وَالْمَلَائِكَةُ مِنْ خِيْفَتِهٖ. (رواہ موطا امام مالک)

رعد اس کی تعریف کے ساتھ اور فرشتے اس کے خوف سے۔ روایت کیا اس کو مالک۔

كِتَابُ الْجَنَائِز

جنازے کا بیان

الفصل الاول

عَنْ اَبِیْ مُوْسٰیؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَطْعِمُوا الْجَآئِعَ وَعُوْدُوا الْمَرِيْضَ وَفُكُّوا الْعَانِيَ (بخاری)

حضرت ابوموسیٰؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بھوکے کو کھانا کھلاؤ اور مریض کی بیمار پرسی کرو اور قیدی چھڑا دو۔ روایت کیا اس کو بخاری نے۔

تشریح: اسمیں سب فضائل کی احادیث ہیں۔ کوئی اختلافی مسائل نہیں تمام آئمہ کہتے ہیں کہ مریض کی عیادت کرنی چاہیے۔ بس اب ضرورت عمل کی ہے۔ ہم صحیح عمل کرنے والے بن جائیں اگرچہ یہ اعمال قلیل المؤنۃ ہیں لیکن ان کا اجر وثواب بہت زیادہ ہے۔

مسئلہ: مریض کو جو مرض پر اجر ملتا ہے آیا صبر وشکر کی صورت میں ملے گا یا ویسے بھی اس میں دونوں قول ہیں۔

عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَقُّ الْمُسْلِمِ عَلَى الْمُسْلِمِ خَمْسٌ

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ مسلمان کے مسلمان پر پانچ حق ہیں۔

رَدُّالسَّلَامِ وَعِيَادَةُ الْمَرِيْضِ وَاتِّبَاعُ الْجَنَآئِزِ وَاِجَابَةُ الدَّعْوَةِ وَتَشْمِيْتُ الْعَاطِسِ. (متفق علیه)

سلام کا جواب دینا مریض کی عیادت کرنا۔ جنازوں کے ساتھ جانا۔ دعوت کا قبول کرنا۔ چھینک لینے والے کا جواب دینا۔ (متفق علیہ)

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَقُّ الْمُسْلِمِ عَلَى الْمُسْلِمِ سِتٌّ قِيْلَ مَا هُنَّ

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مسلمان کے مسلمان پر چھ حق ہیں کہا گیا وہ کیا ہیں اے اللہ کے رسول فرمایا جس

يَارَسُوْلَ اللّٰهِ؟ قَالَ اِذَا لَقِيْتَهُ فَسَلِّمْ عَلَيْهِ وَاِذَا دَعَاكَ فَاَجِبْهُ وَاِذَا اسْتَنْصَحَكَ فَانْصَحْ لَهُ وَاِذَا

وقت اس کو ملے اس کو سلام کہہ اور جس وقت وہ تجھ کو بلائے قبول کر جس وقت تجھ سے خیر خواہی چاہے اس کی خیر خواہی کر جس وقت چھینک لے پھر الحمد للہ کہے

عَطَسَ فَحَمِدَ اللّٰهَ فَشَمِّتْهُ وَاِذَا مَرِضَ فَعُدْهُ وَاِذَا مَاتَ فَاتَّبِعْهُ. (مسلم)

پس اس کو جواب دے جب بیمار ہو وہ اس کی عیادت کر اور جس وقت وہ مرجائے اس کے ساتھ جا روایت کیا اس کو مسلم نے۔

تشریح: حق مسلم چھ پانچ میں بند نہیں۔ اور ان حدیثوں میں ست اور خمس کا بیان حصر کیلئے نہیں جیسا کہ مابعد میں اور بھی آ رہے ہیں۔ محض بیان اہتمام کیلئے ان کا ذکر ہے۔

عَنِ الْبَرَآءِ بْنِ عَازِبٍؓ قَالَ اَمَرَنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِسَبْعٍ وَّنَهَانَا عَنْ سَبْعٍ اَمَرَنَا بِعِيَادَةِ

حضرت براء بن عازبؓ سے روایت ہے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو حکم دیا سات باتوں کا اور روکا سات باتوں سے۔ ہم کو حکم دیا بیمار کی

الْمَرِيْضِ وَاتِّبَاعِ الْجَنَائِزِ وَتَشْمِيْتِ الْعَاطِسِ وَرَدِّ السَّلَامِ وَاِجَابَةِ الدَّاعِيْ وَاِبْرَارِ الْمُقْسِمِ

بیمار پرسی کرنے کا۔ جنازوں کے ہمراہ جانے کا چھینک لینے والے کا جواب دینے کا۔ سلام کا جواب دینے کا۔ بلانے والے کے قبول کرنے کا قسم کھانے والے

وَنَصْرِ الْمَظْلُوْمِ وَنَهَانَا عَنْ خَاتَمِ الذَّهَبِ وَعَنِ الْحَرِيْرِ وَالْاِسْتَبْرَقِ وَالدِّيْبَاجِ وَالْمِيْثَرَةِ

کی قسم کو سچا کرنے کا۔ مظلوم کی مدد کرنے کا اور منع کیا ہم کو سونے کی انگوٹھی سے۔ ریشم، اطلس اور لاہی پہننے سے۔ سرخ میز پوش

الْحَمْرَآءِ وَالْقِسِيِّ وَاٰنِيَةِ الْفِضَّةِ وَفِيْ رِوَايَةٍ وَعَنِ الشُّرْبِ فِي الْفِضَّةِ فَاِنَّهٗ مَنْ شَرِبَ فِيْهَا

استعمال کرنے سے۔ قسی کپڑے سے چاندی کے برتن استعمال کرنے سے اور ایک روایت میں ہے چاندی کے برتن میں پینے سے جس نے

فِي الدُّنْيَا لَمْ يَشْرَبْ فِيْهَا فِي الْاٰخِرَةِ. (متفق عليه)

ان برتنوں سے دنیا میں پیا ان میں آخرت میں نہیں پیئے گا۔ (متفق علیہ)

تشریح: عن البراء بن عازب نہی عن الحریر والذہب صرف رجال کیلئے ہے نہ کہ نساء کیلئے اور نہی عن الشرب فی الفضۃ یہ سب کیلئے ہے۔ مثیرہ الحمراء سرخ زین پوس کو کہتے ہیں یہ عجمی لوگ استعمال کرتے تھے۔ قسی: کپڑا ہے جس میں ریشم کی آمیزش ہوتی ہے۔ انیۃ الذہب والفضۃ کی نہی عورتوں کیلئے بھی ہے اور مردوں کیلئے بھی۔

عَنْ ثَوْبَانَؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ الْمُسْلِمَ اِذَا عَادَ اَخَاهُ الْمُسْلِمَ لَمْ يَزَلْ

حضرت ثوبانؓ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مسلمان آدمی جس وقت اپنے مسلمان بھائی کی عیادت کرتا ہے لوٹنے تک

فِيْ خُرْفَةِ الْجَنَّةِ حَتّٰى يَرْجِعَ. (مسلم)

جنت کی میوہ خوری میں رہتا ہے۔ روایت کیا اس کو مسلم نے۔

عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى يَقُوْلُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَا ابْنَ اٰدَمَ

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تبارک وتعالیٰ قیامت کے دن فرمائے گا اے ابن آدم میں بیمار ہوا

مَرِضْتُ فَلَمْ تَعُدْنِيْ قَالَ يَا رَبِّ كَيْفَ اَعُوْدُكَ وَاَنْتَ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ قَالَ اَمَا عَلِمْتَ اَنَّ عَبْدِيْ

تو نے میری عیادت نہ کی وہ کہے گا میں تیری عیادت کس طرح کرتا جب کہ تو رب العلمین ہے اللہ تعالیٰ فرمائے گا کیا تجھے علم نہیں تھا کہ میرا فلاں بندہ

فُلَانًا مَرِضَ فَلَمْ تَعُدْهُ اَمَا عَلِمْتَ اَنَّكَ لَوْ عُدْتَّهٗ لَوَجَدْتَّنِيْ عِنْدَهٗ يَا ابْنَ اٰدَمَ اسْتَطْعَمْتُكَ فَلَمْ

بیمار ہے۔ تو نے اس کی عیادت نہ کی۔ کیا تجھے علم نہیں اگر تو اس کی عیادت کرتا مجھ کو اس کے نزدیک پاتا۔ اے ابن آدم میں نے تجھ سے کھانا مانگا اور تو نے مجھ کو

تُطْعِمْنِيْ قَالَ يَا رَبِّ كَيْفَ اُطْعِمُكَ وَاَنْتَ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ قَالَ اَمَا عَلِمْتَ اَنَّهُ اسْتَطْعَمَكَ عَبْدِيْ

کھانا نہ کھلایا یا کہے گا اے میرے پروردگار میں تجھے کس طرح کھانا کھلاتا اور تو رب العلمین ہے فرمائے گا اللہ تعالیٰ کیا تجھے علم نہیں میرے فلاں بندے نے تجھ

فُلَانٌ فَلَمْ تُطْعِمْهُ اَمَا عَلِمْتَ اَنَّكَ لَوْ اَطْعَمْتَهٗ لَوَجَدْتَّ ذٰلِكَ عِنْدِيْ يَا ابْنَ اٰدَمَ اسْتَسْقَيْتُكَ

سے کھانا طلب کیا تو نے اس کو کھانا نہ کھلایا کیا تجھ کو علم نہیں اگر تو اس کو کھانا کھلاتا اس کو تو میرے نزدیک پاتا۔ اے ابن آدم میں نے تجھ سے پینے کیلئے پانی مانگا

فَلَمْ تَسْقِنِيْ قَالَ يَا رَبِّ كَيْفَ اَسْقِيْكَ وَاَنْتَ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ قَالَ اسْتَسْقَاكَ عَبْدِيْ فُلَانٌ فَلَمْ

تو نے مجھ کو نہ پلایا۔ کہے گا اے رب میں تجھے کیسے پلاتا کہ تو رب العالمین ہے فرمائے گا اللہ تعالیٰ میرے فلاں بندے نے تجھ سے پانی مانگا تھا اور تو نے اسے

تَسۡقِهِ اَمَا عَلِمۡتَ اَنَّکَ لَوۡ سَقَیۡتَهٗ وَجَدۡتَّ ذَالِکَ عِنۡدِیۡ. (مسلم)

نہ پلایا تھا کیا تجھے علم نہیں اگر تو اس کو پلاتا اس کو میرے نزدیک پاتا روایت کیا اس کو مسلم نے۔

تشریح: حدیث نمبر۲ میں تین اعمال کے اجر وثواب کو بیان کرنے کے لئے اسلوب بدلا۔ لوجدتنی اور لوجدت ذالک عبادت میں لوجودتنی عنده فرمایا عیادت کے اجر وثواب کا علی وجہ المبالغہ بیان کرنے کیلئے۔

عَنِ ابۡنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنۡهُمَا اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیۡهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ عَلٰی اَعۡرَابِیٍّ یَّعُوۡدُهٗ وَکَانَ اِذَا

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے بے شک نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک اعرابی کی عیادت کیلئے اسکے پاس تشریف لے گئے اور جس وقت آپ کسی بیمار کی عیادت

دَخَلَ عَلٰی مَرِیۡضٍ یَّعُوۡدُهٗ قَالَ لَا بَاسَ طَهُوۡرٌ اِنۡ شَآءَ اللّٰهُ تَعَالٰی فَقَالَ لَهٗ لَا بَأۡسَ طَهُوۡرٌ اِنۡشَاءَ اللّٰهُ قَالَ کَلَّا

کیلئے تشریف لے جاتے فرماتے کوئی ڈر نہیں بیماری گناہوں سے پاک کرنے والی ہے اگر اللہ نے چاہا اس نے کہا ہرگز نہیں بلکہ تپ جوش مار رہی ہے ایک

بَلۡ حُمّٰی تَفُوۡرُ عَلٰی شَیۡخٍ کَبِیۡرٍ تُزِیۡرُهُ الۡقُبُوۡرَ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیۡهِ وَسَلَّمَ فَنَعَمۡ اِذَنۡ.(بخاری)

بڑے بوڑھے پر یہ تپ اس کو قبروں سے ملا دے گی آپ نے فرمایا پس ہاں اسی طرح ہوگا روایت کیا اس کو بخاری نے۔

عَنۡ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنۡهَا قَالَتۡ کَانَ رَسُوۡلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیۡهِ وَسَلَّمَ اِذَا اشۡتَکٰی مِنَّا اِنۡسَانٌ مَسَحَهٗ بِیَمِیۡنِهٖ ثُمَّ

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس وقت ہم میں سے کوئی بیمار ہوتا اس پر اپنا دایاں ہاتھ پھیرتے پھر فرماتے اے لوگوں کے

قَالَ اَذۡهِبِ الۡبَاۡسَ رَبَّ النَّاسِ وَاشۡفِ اَنۡتَ الشَّافِیۡ لَا شِفَآءَ اِلَّا شِفَآءُکَ شِفَآءً لَّا یُغَادِرُ سَقَمًا.(متفق علیه)

پروردگار بیماری کو دور کردے اور شفا دے تو شفا دینے والا ہے تیری شفا کے سوا شفا نہیں ایسی شفا بخش جو بیماری کو چھوڑے۔ (متفق علیہ)

وَعَنۡهَا قَالَتۡ اِذَا اشۡتَکَی الۡاِنۡسَانُ الشَّیۡءَ مِنۡهُ اَوۡ کَانَتۡ بِهٖ قَرۡحَةٌ اَوۡ جُرۡحٌ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیۡهِ وَسَلَّمَ

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے جس وقت کوئی انسان اپنے بدن سے کسی چیز کی شکایت کرتا یا اس کو پھوڑا یا زخم وغیرہ ہوتا نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی انگلی کا اشارہ کرتے اور فرماتے اللہ کے نام کے

بِاِصۡبَعِهٖ بِسۡمِ اللّٰهِ تُرۡبَةُ اَرۡضِنَا بِرِیۡقَةِ بَعۡضِنَا لِیُشۡفٰی سَقِیۡمُنَا بِاِذۡنِ رَبِّنَا.(متفق علیه)

ساتھ برکت حاصل کرتا ہوں یہ ہماری زمین کی مٹی ملی ہوئی ہے ہمارے بعض کے لعاب کے ساتھ تاکہ ہمارے بیمار کو شفا دی جائے ہمارے پروردگار کے اذن سے۔ (متفق علیہ)

وَعَنۡهَا قَالَتۡ کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیۡهِ وَسَلَّمَ اِذَا شۡتَکٰی نَفَثَ عَلٰی نَفۡسِهٖ بِالۡمُعَوِّذَاتِ وَمَسَحَ عَنۡهُ بِیَدِهٖ فَلَمَّا

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہا نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب بیمار ہوتے اپنے نفس پر معوذات پڑھ کر دم کرتے اور اپنا ہاتھ پھیرتے جس وقت اس مرض میں

اشۡتَکٰی وَجۡعَهُ الَّذِیۡ تُوُفِّیَ فِیۡهِ، کُنۡتُ اَنۡفُثُ عَلَیۡهِ بِالۡمُعَوِّذَاتِ الَّتِیۡ کَانَ یَنۡفُثُ وَ اَمۡسَحُ بِیَدِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ

بیمار ہوئے جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی۔ میں معوذات پڑھ کر دم کرتی جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم دم کرتے تھے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ

عَلَیۡهِ وَسَلَّمَ (متفق علیه) وَفِیۡ رِوَایَةٍ لِّمُسۡلِمٍ قَالَتۡ کَانَ اِذَا مَرِضَ اَحَدٌ مِّنۡ اَهۡلِ بَیۡتِهٖ نَفَثَ عَلَیۡهِ بِالۡمُعَوِّذَاتِ

پھیرتی۔ (متفق علیہ) مسلم کی ایک روایت میں ہے جس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر والوں میں سے کوئی بیمار ہوتا اس پر معوذات پڑھ کر دم کرتے۔

عَنْ عُثْمَانَ بْنِ اَبِی الْعَاصِ اَنَّهٗ شَکٰی اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَجَعًا یَّجِدُهٗ فِیْ جَسَدِهٖ فَقَالَ لَهٗ

حضرت عثمان بن ابی العاص سے روایت ہے کہ اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ایک درد کی شکایت کی جسے وہ اپنے جسم میں پاتا تھا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم

رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ ضَعْ یَدَکَ عَلَی الَّذِیْ یَاْلَمُ مِنْ جَسَدِکَ وَقُلْ بِسْمِ اللّٰهِ ثَلٰثًا وَّقُلْ سَبْعَ

نے فرمایا اپنا ہاتھ اس جگہ پر رکھ جو تیرے بدن میں درد محسوس کرتی ہے پھر بسم اللہ پڑھ اور سات بار یہ کلمات کہہ پناہ مانگتا ہوں میں اللہ کی عزت اور قدرت کے

مَرَّاتٍ اَعُوْذُ بِعِزَّةِ اللّٰهِ وَقُدْرَتِهٖ مِنْ شَرِّ مَا اَجِدُ وَاُحَاذِرُ قَالَ فَفَعَلْتُ فَاَذْهَبَ اللّٰهُ مَا کَانَ بِیْ. (مسلم)

ساتھ اس چیز کی برائی سے جو میں پاتا ہوں اور اس سے ڈرتا ہوں میں نے اسی طرح کیا اللہ تعالیٰ نے میری تکلیف دور کردی۔ روایت کیا اس کو مسلم نے۔

عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ نِ الْخُدْرِیِّ اَنَّ جِبْرَئِیْلَ اَتَی النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ یَا مُحَمَّدُ

حضرت ابو سعید خدری سے روایت ہے جبرئیل نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے کہا اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کیا بیمار ہیں فرمایا ہاں کہا اللہ کے نام کے ساتھ

اشْتَکَیْتَ فَقَالَ نَعَمْ قَالَ بِسْمِ اللّٰهِ اَرْقِیْکَ مِنْ کُلِّ شَیْءٍ یُّؤْذِیْکَ مِنْ شَرِّ کُلِّ نَفْسٍ اَوْ عَیْنٍ

میں تجھ کو دم کرتا ہوں ہر ایسی چیز سے جو تجھ کو تکلیف دے ہر شخص کی برائی سے یا آنکھ حسد کرنیوالی کی برائی سے اللہ تجھ کو شفا بخشے اللہ کے نام کے ساتھ میں

حَاسِدٍ اللّٰهُ یَشْفِیْکَ بِسْمِ اللّٰهِ اَرْقِیْکَ. (مسلم)

پڑھتا ہوں روایت کیا اس کو مسلم نے۔

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یُعَوِّذُ الْحَسَنَ

حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم حسن اور حسین کو اس طرح پناہ میں دیتے میں تم دونوں کو پناہ میں دیتا ہوں اللہ کے پورے

وَالْحُسَیْنَ اُعِیْذُکُمَا بِکَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّآمَّةِ مِنْ کُلِّ شَیْطَانٍ وَّهَآمَّةٍ وَّمِنْ کُلِّ عَیْنٍ لَّآمَّةٍ وَّیَقُوْلُ

کلمات کے ساتھ ہر شیطان اور ہر زہریلے جانور کی برائی سے اور ہر نظر لگ جانے والی آنکھ کی برائی سے اور فرماتے تمہارے باپ ابراہیم ان کلمات کے ساتھ

اِنَّ اَبَاکُمَا کَانَ یُعَوِّذُ بِهَا اِسْمٰعِیْلَ وَاِسْحٰقَ (رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ)

اسماعیل اور اسحاق کو پناہ دیتے تھے۔ روایت کیا اس کو بخاری نے مصابیح کے اکثر نسخوں میں بہما تثنیہ کی ضمیر کے ساتھ ہے۔

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ یُّرِدِ اللّٰهُ بِهٖ خَیْرًا یُّصِبْ مِنْهُ. (بخاری)

حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص کے ساتھ اللہ تعالیٰ بھلائی کرتا ہے وہ مصیبت میں گرفتار ہو جاتا ہے۔ روایت کیا اس کو بخاری نے۔

وَعَنْهُ وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا یُصِیْبُ الْمُسْلِمَ مِنْ نَّصَبٍ وَّلَا وَصَبٍ

حضرت ابوہریرہ اور ابو سعید خدری سے روایت ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں فرمایا مسلمان کو کوئی رنج دکھ

وَلَا هَمٍّ وَّلَا حُزْنٍ وَّلَا اَذًی وَّلَا غَمٍّ حَتَّی الشَّوْکَةِ یُشَاکُهَا اِلَّا کَفَّرَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ خَطَایَاهُ. (متفق علیه)

فکر اور غم نہیں پہنچتا یہاں تک کہ کانٹا جو اسکو لگتا ہے مگر اللہ تعالیٰ اس کے گناہوں کا کفارہ بنا دیتا ہے۔ (متفق علیہ)

وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍؓ قَالَ دَخَلْتُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يُوْعَكُ فَمَسَسْتُهُ بِيَدِيْ

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر داخل ہوا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بخار تھا میں نے اپنے ہاتھ سے ان کو چھوا اور میں نے

فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّكَ لَتُوْعَكُ وَعْكًا شَدِيْدًا فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَجَلْ اِنِّيْ

کہا اے اللہ کے رسول آپ کو بہت تیز بخار ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں مجھے اس قدر بخار ہوتا ہے جس قدر تم میں سے دو شخصوں کو ہوتا ہے۔ کہا پس

اُوْعَكُ كَمَا يُوْعَكُ رَجُلَانِ مِنْكُمْ قَالَ فَقُلْتُ ذَالِكَ لِاَنَّ لَكَ اَجْرَيْنِ فَقَالَ اَجَلْ ثُمَّ قَالَ مَا مِنْ

میں نے کہا اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ثواب بھی دگنا ہے فرمایا ہاں۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی مسلمان نہیں جس کو بیماری کی تکلیف پہنچی ہو یا

مُسْلِمٍ يُّصِيْبُهُ اَذًى مِّنْ مَّرَضٍ فَمَا سِوَاهُ اِلَّا حَطَّ اللّٰهُ بِهٖ سَيِّئَاتِهٖ كَمَا تَحُطُّ الشَّجَرَةُ وَرَقَهَا. (متفق عليه)

اس کے علاوہ کوئی اور مگر اللہ تعالیٰ اس کے گناہوں کو گرا دیتا ہے جس طرح درخت سے پتے جھڑ جاتے ہیں۔ (متفق علیہ)

وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ مَا رَاَيْتُ اَحَدًا الْوَجَعُ عَلَيْهِ اَشَدُّ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (متفق عليه)

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہا کہ میں نے کسی پر ایسی سخت بیماری نہیں دیکھی جس قدر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر سخت تھی۔

وَعَنْهَا قَالَتْ مَاتَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ حَاقِنَتِيْ وَذَاقِنَتِيْ فَلَا اَكْرَهُ شِدَّةَ الْمَوْتِ

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم میرے جگنے اور ٹھوڑی کے درمیان فوت ہوئے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی کی

لِاَحَدٍ اَبَدًا بَعْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. (بخاری)

موت کی شدت کو مکروہ نہیں سمجھتی تھی۔ روایت کیا اس کو بخاری نے۔

وَعَنْ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَثَلُ الْمُؤْمِنِ كَمَثَلِ الْخَامَةِ مِنَ

حضرت کعب بن مالکؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مومن کی مثال کھیتی کے نرم ونازک پٹھے کی طرح ہے اس

الزَّرْعِ تُفَيِّئُهَا الرِّيْحُ تَصْرَعُهَا مَرَّةً وَّتَعْدِلُهَا اُخْرٰى حَتّٰى يَاْتِيَهُ اَجَلُهُ وَمَثَلُ الْمُنَافِقِ كَمَثَلِ الْاَرْزَةِ

کو ہوا جھکاتی ہے کبھی نیچے گرا دیتی ہے اور کبھی سیدھا کر دیتی ہے یہاں تک کہ اس کی موت آجاتی ہے اور منافق کی مثال صنوبر کے

الْمُجْذِيَةِ الَّتِيْ لَا يُصِيْبُهَا شَيْءٌ حَتّٰى يَكُوْنَ انْجِعَافُهَا مَرَّةً وَّاحِدَةً. (متفق عليه)

درخت کی ہے جس کو کوئی چیز نہیں پہنچتی یہاں تک کہ وہ دفعۃً زمین پر آ گرتا ہے۔ (متفق علیہ)

وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَثَلُ الْمُؤْمِنِ كَمَثَلِ الزَّرْعِ لَا تَزَالُ الرِّيْحُ تُمِيْلُهُ

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مومن کی مثال کھیتی کی طرح ہے ہوا اس کو جھکاتی رہتی ہے

وَلَا يَزَالُ الْمُؤْمِنُ يُصِيْبُهُ الْبَلَاءُ وَمَثَلُ الْمُنَافِقِ كَمَثَلِ شَجَرَةِ الْاَرْزَةِ لَا تَهْتَزُّ حَتّٰى تُسْتَحْصَدَ. (متفق عليه)

اور مومن شخص کو مصیبت پہنچتی رہتی ہے اور منافق کی مثال صنوبر کے درخت کی طرح ہے وہ ہلتا نہیں یہاں تک کہ اکھاڑا جاتا۔ (متفق علیہ)

وَعَنْ جَابِرٍؓ قَالَ دَخَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى اُمِّ السَّآئِبِ فَقَالَ مَالَکِ تُزَفْزِفِيْنَ قَالَتِ الْحُمّٰى لَا

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ام سائب کے گھر تشریف لے گئے فرمایا تجھے کیا ہے تو کانپ رہی ہے اس نے کہا مجھے بخار ہے اللہ تعالیٰ اس میں برکت نہ

بَارَکَ اللّٰهُ فِيْهَا فَقَالَ لَا تَسُبِّى الْحُمّٰى فَاِنَّهَا تُذْهِبُ خَطَايَا بَنِىْ اٰدَمَ كَمَا يُذْهِبُ الْكِيْرُ خَبَثَ الْحَدِيْدِ. (مسلم)

کرے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بخار کو گالی نہ دے اس لئے کہ بخار بنی آدم کے گناہ دور کردیتا ہے جس طرح بھٹی لوہے کے میل کو دور کردیتی ہے۔ روایت کیا اس کو مسلم نے۔

وَعَنْ اَبِىْ مُوْسٰىؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا مَرِضَ الْعَبْدُ اَوْ سَافَرَ كُتِبَ

حضرت ابوموسیٰؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس وقت کوئی بندہ سفر کرتا ہے یا بیمار ہوجاتا ہے اس کیلئے اس عمل کی

لَهٗ بِمِثْلِ مَا كَانَ يَعْمَلُ مُقِيْمًا صَحِيْحًا. (بخاری)

مانند لکھا جاتا ہے جو وہ گھر میں تندرست عمل کرتا تھا۔ روایت کیا اس کو بخاری نے۔

وَعَنْ اَنَسٍؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الطَّاعُوْنُ شَهَادَةُ كُلِّ مُسْلِمٍ. (متفق عليه)

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا طاعون ہر مسلمان کی شہادت ہے۔

وَعَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الشُّهَدَآءُ خَمْسَةٌ اَلْمَطْعُوْنُ

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ شہید پانچ ہیں۔ طاعون زدہ

وَالْمَبْطُوْنُ وَالْغَرِيْقُ وَصَاحِبُ الْهَدْمِ وَالشَّهِيْدُ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ. (متفق عليه)

جو پیٹ کی بیماری سے مرے ڈوبنے والا دب کر مرنیوالا اور اللہ کے راستہ کا شہید۔ (متفق علیہ)

وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ سَاَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الطَّاعُوْنِ فَاَخْبَرَنِىْ اَنَّهٗ

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے طاعون کے متعلق پوچھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو بتلایا کہ یہ ایک قسم کا عذاب

عَذَابٌ يَّبْعَثُهُ اللّٰهُ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ وَاِنَّ اللّٰهَ جَعَلَهٗ رَحْمَةً لِّلْمُؤْمِنِيْنَ لَيْسَ مِنْ اَحَدٍ يَّقَعُ الطَّاعُوْنُ فَيَمْكُثُ

ہے اللہ تعالیٰ جس پر چاہتا ہے بھیجتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس کو مومنوں کیلئے رحمت بنادیا ہے۔ کوئی ایسا نہیں جو طاعون میں واقع ہو وہ اپنے شہر میں صبر کرنے والا

فِىْ بَلَدِهٖ صَابِرًا مُّحْتَسِبًا يَّعْلَمُ اَنَّهٗ لَا يُصِيْبُهٗ اِلَّا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَهٗ اِلَّا كَانَ لَهٗ مِثْلُ اَجْرِ شَهِيْدٍ. (بخاری)

ثواب کی نیت سے ٹھہرا رہے وہ جانتا ہے کہ اس کو نہیں پہنچے گا مگر جو اللہ تعالیٰ نے اس کیلئے لکھ دیا ہے مگر اس کو شہید کا سا اجر ملے گا۔ روایت کیا اس کو بخاری نے۔

وَعَنْ اُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الطَّاعُوْنُ رِجْزٌ اُرْسِلَ عَلٰى

حضرت اسامہ بن زیدؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا طاعون ایک عذاب ہے جو بنی اسرائیل کی ایک جماعت پر

طَآئِفَةٍ مِّنْ بَنِىْ اِسْرَآئِيْلَ اَوْ عَلٰى مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ فَاِذَا سَمِعْتُمْ بِهٖ بِاَرْضٍ فَلَا تَقْدَمُوْا عَلَيْهِ وَاِذَا

بھیجا گیا تھا یا فرمایا تم سے پہلے لوگوں پر اگر کسی جگہ سنو کہ طاعون پڑ گئی ہے وہاں نہ جاؤ اور جب کسی جگہ پڑ جائے اور تم وہاں ہو تو

وَقَعَ بِاَرْضٍ وَّاَنْتُمْ بِهَا فَلَا تَخْرُجُوْا فِرَارًا مِّنْهُ. (متفق عليه)

وہاں سے نہ نکلو بھاگتے ہوئے اس سے۔ (متفق علیہ)

وَعَنْ اَنَسٍؓ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ قَالَ اللّٰهُ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰى اِذَا ابْتَلَيْتُ

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے میں نے سنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جس وقت میں کسی بندے کو اس کی دو محبوب چیز

عَبْدِيْ بِحَبِيْبَتَيْهِ ثُمَّ صَبَرَ عَوَّضْتُهٗ مِنْهُمَا الْجَنَّةَ يُرِيْدُ عَيْنَيْهِ. (بخاری)

میں آزماتا ہوں پھر وہ صبر کرتا ہے اس کے بدلہ میں اس کو جنت دوں گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم دو محبوب چیزوں سے دو آنکھیں مراد لیتے تھے روایت کیا اس کو بخاری نے۔

الفصل الثانی

عَنْ عَلِيٍّ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَامِنْ مُسْلِمٍ يَعُوْدُ مُسْلِمًا غُدْوَةً

حضرت علیؓ سے روایت ہے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا فرماتے تھے کوئی مسلمان جس وقت دوسرے مسلمان کی صبح صبح

اِلَّا صَلّٰى عَلَيْهِ سَبْعُوْنَ اَلْفَ مَلَكٍ حَتّٰى يُمْسِيَ وَاِنْ عَادَهٗ عَشِيَّةً اِلَّا صَلّٰى عَلَيْهِ سَبْعُوْنَ اَلْفَ

عیادت کرتا ہے شام تک ستر ہزار فرشتے اس کیلئے دعا کرتے ہیں اگر پچھلے پہر عیادت کرے صبح تک ستر ہزار فرشتے

مَلَكٍ حَتّٰى يُصْبِحَ وَكَانَ لَهٗ خَرِيْفٌ فِي الْجَنَّةِ (رواه الترمذی و ابو داود)

اس کیلئے دعا کرتے ہیں اور وہ جنت کے باغ میں ہوتا ہے روایت کیا اس کو ترمذی اور ابوداؤد نے۔

وَعَنْ زَيْدِبْنِ اَرْقَمَ قَالَ عَادَنِي النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ وَجَعٍ كَانَ بِعَيْنَيَّ (رواه احمد وابو داؤد)

اور حضرت زید ابن ارقمؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے میری عیادت فرمائی جبکہ میری آنکھوں میں درد تھا۔ (احمد' ابو داؤد)

سوال: اس میں آیا کہ آنکھوں کی تکلیف پر بیمار پرسی کی جائے اور دوسری حدیث میں نہی ہے؟ بظاہر ان دونوں حدیثوں میں تعارض ہے؟

جواب: یہ حدیث اصح سنداً ہے نہی والی حدیث سے۔ لہٰذا یہ راجح ہوگی۔

جواب-۲: اگر عیادت کرنے کی وجہ سے مریض کو تکلف کرنا پڑتا ہو تو منع ہے اور اگر تکلف نہیں کرنا پڑتا تو جائز ہے۔ باقی جو اوپر شہداء حکمی بیان ہوئے ہیں ان کی تعداد میں کوئی حصر نہیں ہے بلکہ جتنی ضرورت تھی بیان کردیئے حتیٰ کہ شہداء حکمی کی تعداد ۰ ۷ تک شمار کی گئی ہے۔

وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ تَوَضَّأَ فَاَحْسَنَ الْوُضُوْءَ وَ عَادَا خَاهُ

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص وضو کرے پس اچھا وضو کرے اور اپنے

الْمُسْلِمَ مُحْتَسِبًا بُوْعِدَ مِنْ جَهَنَّمَ مَسِيْرَةَ سِتِّيْنَ خَرِيْفًا (رواه ابو داود)

مسلمان بھائی کی عیادت کرے ثواب کا قصد کرتے ہوئے ساٹھ برس کی مقدار اسے دوزخ سے دور کردیا جاتا ہے روایت کیا اس کو ابوداؤد نے۔

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَامِنْ مُسْلِمٍ يَعُوْدُ مُسْلِمًا فَيَقُوْلُ سَبْعَ مَرَّاتٍ اَسْاَلُ

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی مسلمان نہیں جو دوسرے مسلمان کی عیادت کرے پس سات مرتبہ کہے میں

اللّٰهَ الْعَظِيْمَ رَبَّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ اَنْ يَشْفِيَکَ اِلَّا شُفِيَ اِلَّا اَنْ يَكُوْنَ قَدْ حَضَرَ اَجَلُهٗ (رواه ابو داؤد والترمذی)

اللہ بزرگ جو بڑے عرش والا سوال کرتا ہوں کہ تجھے شفا بخشے مگر اسے شفا دی جاتی ہے مگر یہ کہ اس کی موت حاضر ہو روایت کیا اس کو ابوداؤد اور ترمذی نے۔

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُعَلِّمُهُمْ مِنَ الْحُمّٰى وَمِنَ الْاَوْجَاعِ كُلِّهَا اَنْ

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہا بے شک نبی صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کو بخار اور ہر قسم دردوں سے سکھلاتے تھے کہ یہ پڑھیں اللہ بڑے کے نام کے ساتھ

يَقُوْلُوْا بِسْمِ اللّٰهِ الْكَبِيْرِ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْمِ مِنْ شَرِّ كُلِّ عِرْقٍ نَعَّارٍ وَمِنْ شَرِّ حَرِّ النَّارِ. رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ

میں پناہ مانگتا ہوں اللہ بڑے کے ساتھ ہر جوش مارنے والی رگ کی برائی سے اور آگ کی گرمی کی برائی سے۔ روایت کیا اس کو ترمذی نے

وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ لَا نَعْرِفُهٗ اِلَّا مِنْ حَدِيْثِ اِبْرَاهِيْمَ بْنِ اِسْمَاعِيْلَ وَهُوَ يُضَعَّفُ فِي الْحَدِيْثِ.

اور کہا یہ حدیث غریب ہے۔ نہیں پہچانی جاتی مگر ابراہیم بن اسماعیل کی حدیث سے اور وہ حدیث میں ضعیف سمجھا جاتا ہے۔

وَعَنْ اَبِي الدَّرْدَاءِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنِ اشْتَكٰى مِنْكُمْ شَيْئًا

ابوالدرداءؓ سے روایت ہے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا فرماتے تھے تم میں سے کوئی بیمار ہوجائے یا اس کا بھائی بیمار پڑ جائے

اَوِ اشْتَكَاهُ اَخٌ لَهٗ فَلْيَقُلْ رَبُّنَا اللّٰهُ الَّذِيْ فِي السَّمَآءِ تَقَدَّسَ اسْمُکَ اَمْرُکَ فِي السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ

پس چاہیے کہ وہ کہے ہمارا پروردگار وہ اللہ ہے جو آسمانوں میں ہے تیرا نام پاک ہے تیرا حکم زمین اور آسمان میں ہے

كَمَا رَحْمَتُکَ فِي السَّمَآءِ فَاجْعَلْ رَحْمَتَکَ فِي الْاَرْضِ اِغْفِرْ لَنَا حُوْبَنَا وَخَطَايَانَا اَنْتَ رَبُّ

جس طرح تیری رحمت آسمان میں ہے۔ اسی طرح اپنی رحمت زمین میں کردے۔ ہمارے گناہ چھوٹے اور بڑے بخش دے تو پاکیزوں کا رب ہے

الطَّيِّبِيْنَ اَنْزِلْ رَحْمَةً مِنْ رَحْمَتِکَ وَشِفَاءً مِنْ شِفَائِکَ عَلٰى هٰذَا الْوَجَعِ فَيَبْرَأُ (رواه ابو داود)

اپنی رحمت نازل فرما اور اپنی شفا اس بیماری پر نازل فرما۔ پس وہ شفا یاب ہوجاتا ہے روایت کیا اس کو ابو داؤد نے۔

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا جَآءَ الرَّجُلُ يَعُوْدُ مَرِيْضًا

عبداللہ بن عمروؓ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس وقت کوئی آدمی بیمار کی عیادت کیلئے آئے کہے اے اللہ اپنے بندے کو

فَلْيَقُلِ اللّٰهُمَّ اشْفِ عَبْدَکَ يَنْكَأُ لَکَ عَدُوًّا اَوْ يَمْشِيْ لَکَ اِلٰى جَنَازَةٍ (رواه ابو داود)

شفا بخش تیرے کسی دشمن کو ایذا پہنچائے یا تیری رضا کیلئے جنازہ کی طرف چلے۔ روایت کیا اس کو ابو داؤد نے۔

وَعَنْ عَلِيِّ بْنِ زَيْدٍ عَنْ اُمَيَّةَ اَنَّهَا سَاَلَتْ عَائِشَةَ عَنْ قَوْلِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ اِنْ تُبْدُوْا مَا فِيْ اَنْفُسِكُمْ

علی بن زید امیہؓ سے روایت کرتے ہیں اس نے عائشہؓ سے پوچھا اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے متعلق اگر تم ظاہر کردو جو تمہاری جانوں میں ہے

اَوْ تُخْفُوْهُ يُحَاسِبْكُمْ بِهِ اللّٰهُ وَعَنْ قَوْلِهٖ (وَمَنْ يَّعْمَلْ سُوْءً يُّجْزَ بِهٖ) فَقَالَتْ مَا سَاَلَنِيْ عَنْهَا اَحَدٌ

یا اس کو چھپا لو اللہ تم سے اس کا حساب لے گا اور اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے متعلق جو شخص برا عمل کریگا اسکا بدلہ دیا جائیگا۔

مُنْذُ سَأَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ هٰذِهٖ مُعَاتَبَةُ اللّٰهِ الْعَبْدَ بِمَا يُصِيْبُهُ مِنَ

عائشہ نے کہا جب سے میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا مجھ سے کسی نے نہیں پوچھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ اللہ تعالیٰ کا بندے پر عتاب

الْحُمّٰى وَالنَّكْبَةِ حَتّٰى الْبِضَاعَةِ يَضَعُهَا فِيْ يَدِقَمِيْصِهٖ فَيَفْقِدُهَا فَيَفْزَعُ لَهَا حَتّٰى اِنَّ الْعَبْدَ

کرنا ہے جو بندے بخار یا رنج وغیرہ پہنچتا ہے یہاں تک کہ مال سے کوئی چیز جس کو وہ اپنے کرتے کی آستین میں رکھتا ہے اس کو گم پاتا ہے اس کیلئے غمگین ہوا۔

لَيَخْرُجُ مِنْ ذُنُوْبِهٖ كَمَا يَخْرُجُ التِّبْرُ الْاَحْمَرُ مِنَ الْكِيْرِ. رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ.

یہاں تک کہ بندہ اپنے گناہوں سے اس طرح نکل جاتا ہے جس طرح سونا بھٹی سے سرخ نکلتا ہے۔ روایت کیا اس کو ترمذی نے۔

وَعَنْ اَبِيْ مُوْسٰى اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يُصِيْبُ عَبْدًا نَكْبَةٌ فَمَا فَوْقَهَا

حضرت ابوموسیٰؓ سے روایت ہے بے شک نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کسی بندے کو تھوڑی ایذا نہیں پہنچتی یا اس سے کم یا زیادہ مگر گناہ کی وجہ سے پہنچتی ہے

اَوْدُوْنَهَا اِلَّا بِذَنْبٍ وَمَا يَعْفُوا اللّٰهُ عَنْهُ اَكْثَرُ وَ قَرَأَ وَمَا اَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِيْبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ

اور وہ گناہ جو اللہ معاف کر دیتا ہے بہت زیادہ ہیں۔ پھر آیت پڑھی تم کو جو مصیبت پہنچتی ہے۔ وہ بسبب اسکے ہے جو تمہارے ہاتھوں نے آگے بھیجا ہے اور

اَيْدِيْكُمْ وَيَعْفُوْا عَنْ كَثِيْرٍ (رواه الترمذى)

معاف کرتا ہے بہت گناہ ہے۔ روایت کیا اس کو ترمذی نے۔

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرٍو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ الْعَبْدَ اِذَا كَانَ عَلٰى

حضرت عبداللہ بن عمروؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تحقیق جس وقت بندہ عبادت نیک راہ پر ہوتا ہے

طَرِيْقَةٍ حَسَنَةٍ مِنَ الْعِبَادَةِ ثُمَّ مَرِضَ قِيْلَ لِلْمَلَكِ الْمُوَكَّلِ بِهٖ اُكْتُبْ لَهٗ مِثْلَ عَمَلِهٖ اِذَا كَانَ

پھر بیمار پڑ جاتا ہے اس فرشتے کیلئے کہا جاتا ہے۔ جو اس کے اعمال لکھنے پر مقرر ہے اس کا عمل اس قدر لکھ جو وہ تندرستی کی حالت میں کرتا تھا

طَلِيْقًا حَتّٰى اُطْلِقَهٗ اَوْ اَكْفِتَهٗ اِلَيَّ.

یہاں تک کہ اس کو صحت یاب کردوں یا اپنی طرف ملالوں۔

وَعَنْ اَنَسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا ابْتُلِيَ الْمُسْلِمُ بِبَلَاءٍ فِيْ جَسَدِهٖ قِيْلَ

حضرت انسؓ سے روایت ہے بے شک نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس وقت کسی مسلمان بندے کو اسکے بدن میں کسی بیماری میں مبتلا کر دیا جاتا ہے

لِلْمَلَكِ اُكْتُبْ لَهٗ صَالِحَ عَمَلِهِ الَّذِيْ كَانَ يَعْمَلُ فَاِنْ شَفَاهُ غَسَلَهٗ وَطَهَّرَهٗ وَ اِنْ قَبَضَهٗ غَفَرَلَهٗ

فرشتے کیلئے کہا جاتا ہے اس کیلئے نیک عمل لکھ جو وہ کیا کرتے تھا۔ اگر شفا دی اللہ اس اسکے گناہ دھو دیتا ہے اس کو پاک کر دیتا ہے اگر اس کو مارے تو اس کو بخش

وَرَحِمَهٗ. رَوَاهُمَا فِيْ شَرْحِ السُّنَّةِ.

دیتا ہے اور اس پر رحم کرتا ہے۔ روایت کیا ان دونوں کو شرح السنہ میں۔

وَعَنْ جَابِرِ بْنِ عَتِيْكٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الشَّهَادَةُ سَبْعٌ سِوَى الْقَتْلِ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ

حضرت جابر بن عتیکؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ کے راستہ میں قتل ہو جانے کے سوا شہید سات ہیں

اَلْمَطْعُوْنُ شَهِيْدٌ وَ الْغَرِيْقُ شَهِيْدٌ وَصَاحِبُ ذَاتِ الْجَنْبِ شَهِيْدٌ وَ الْمَبْطُوْنُ شَهِيْدٌ وَصَاحِبُ الْحَرِيْقِ

جو وبا میں مرے شہید ہے جو ڈوب کر مرے شہید ہے۔ذات الجنب والا شہید ہے جو پیٹ کی بیماری سے مرے شہید ہے۔

شَهِيْدٌ وَالَّذِیْ يَمُوْتُ تَحْتَ الْهَدَمِ شَهِيْدٌ وَالْمَرْأَةُ تَمُوْت بِجُمْعٍ شَهِيْدٌ (رواہ مالک و ابو داؤد والنسائی)

جو جل کر مرے شہید ہے اور جو دب کر مرے شہید ہے وہ عورت جو ایام زچگی میں مرے شہید ہے۔ روایت کیا اس کو مالک' ابوداؤد اور نسائی نے۔

وَعَنْ سَعْدٍ قَالَ سُئِلَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَیُّ النَّاسِ اَشَدُّ بَلَاءً قَالَ الْاَنْبِيَاءُ ثُمَّ الْاَمْثَلُ

حضرت سعدؓ سے روایت ہے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا آدمیوں میں ازروئے بلا سخت تر کون ہے فرمایا انبیا

فَالْاَمْثَلُ يُبْتَلَى الرَّجُلُ عَلٰى حَسَبِ دِيْنِهٖ فَاِنْ كَانَ فِیْ دِيْنِهٖ صُلْبًا اِشْتَدَّ بَلَاؤُهٗ وَ اِنْ كَانَ فِیْ

پھر جوان کے مشابہ ہوا پھر جوان کے مشابہ ہوا۔آدمی کو اس کے دین کے مطابق مبتلا کیا جاتا ہے اگر وہ اپنے دین میں مضبوط ہو اسکی آزمائش بھی سخت ہوتی ہے

دِيْنِهٖ رِقَّةٌ هُوِّنَ عَلَيْهِ فَمَا زَالَ كَذٰلِکَ حَتّٰى يَمْشِیَ عَلَى الْاَرْضِ مَالَهٗ ذَنْبٌ. رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ

اگر اپنے دین میں نرم ہو اس پر مصیبت ہلکی کی جاتی ہے وہ اسی طرح رہتا ہے۔ یہاں تک زمین پر چلتا ہے اس پر ایک بھی گناہ نہیں ہوتا۔

وَابْنُ مَاجَةَ وَالدَّارِمِیُّ وَقَالَ التِّرْمِذِیُّ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

روایت کیا اس کو ترمذی' ابن ماجہ' دارمی نے اور کہا ترمذی نے یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ مَا اَغْبِطُ اَحَدًا بِهَوْنِ مَوْتٍ بَعْدَ الَّذِیْ رَاَيْتُ مِنْ شِدَّةِ مَوْتِ رَسُوْلِ اللّٰهِ

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہا کہ میں کبھی کسی کی آسان موت کی آرزو نہیں کرتی اس کے بعد جب کہ میں نے رسول اللہ

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (رواہ الترمذی و النسائی)

صلی اللہ علیہ وسلم کی موت کی سختی دیکھی ہے۔روایت کیا اس کو ترمذی اور نسائی نے۔

وَعَنْهَا قَالَتْ رَاَيْتُ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ بِالْمَوْتِ وَعِنْدَهٗ قَدَحٌ فِيْهِ مَاءٌ وَهُوَ يُدْخِلُ

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم حالت وفات میں تھے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے

يَدَهٗ فِی الْقَدَحِ ثُمَّ يَمْسَحُ وَجْهَهٗ ثُمَّ يَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ اَعِنِّیْ عَلٰى مُنْكَرَاتِ الْمَوْتِ اَوْسَكَرَاتِ

پاس ایک پیالہ تھا۔جس میں پانی تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنا ہاتھ اس میں ڈالتے پھر اپنے چہرہ مبارک پر پھیر لیتے پھر فرماتے اے اللہ موت کی سختی یا فرمایا

الْمَوْتِ. (رواہ الترمذی و ابن ماجة)

شدت موت پر میری امداد فرما۔روایت کیا اس کو ترمذی اور ابن ماجہ نے۔

وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَرَادَ اللّٰهُ بِعَبْدِهِ الْخَيْرَ عَجَّلَ لَهُ الْعُقُوْبَةَ فِی

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس وقت اللہ تعالیٰ کسی بندے کے ساتھ بھلائی کا ارادہ کرتا ہے اس کو جلد سزا دیتا ہے۔دنیا میں اور جس

الدُّنْيَا وَاِذَا اَرَادَ اللّٰهُ بِعَبْدِهِ الشَّرَّ اَمْسَکَ عَنْهُ بِذَنْبِهٖ حَتّٰى يُوَافِيَهٗ بِهٖ يَوْمَ الْقِيَامَةِ (رواہ الترمذی)

وقت کسی بندے کے ساتھ برائی کا ارادہ کرتا ہے اس کے گناہوں کے سبب بند رکھتا ہے یہاں تک کہ آخرت میں اس کو پوری سزا دے گا۔روایت کیا اس کو ترمذی نے۔

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ عُظْمَ الْجَزَاءِ مَعَ عِظَمِ الْبَلَاءِ وَاِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بڑی چیز بڑی ابتلا کے ساتھ ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ جس وقت کسی قوم سے محبت رکھتا

اِذَا اَحَبَّ قَوْمًا ابْتَلَاهُمْ فَمَنْ رَضِيَ فَلَهُ الرِّضَاءُ وَمَنْ سَخِطَ فَلَهُ السَّخَطُ (رواہ الترمذی و ابن ماجۃ)

ہے۔ اس کو مبتلا کر دیتا ہے جو شخص راضی ہو اس کیلئے رضا ہے اور جو ناراض ہو اس کیلئے غصہ ہے۔ روایت کیا اس کو ترمذی اور ابن ماجہ نے۔

وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَزَالُ الْبَلَاءُ بِالْمُؤْمِنِ اَوِ الْمُؤْمِنَةِ

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایماندار مرد اور عورت کو اس کے نفس اور مال اور اسکی اولاد میں

فِيْ نَفْسِهٖ وَمَالِهٖ وَوَلَدِهٖ حَتّٰى يَلْقَى اللّٰهَ وَمَا عَلَيْهِ مِنْ خَطِيْئَةٍ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَرَوٰى مَالِكٌ

مصیبت پہنچتی رہتی ہے۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کو ملے گا اور اس پر ایک گناہ بھی نہ ہوگا۔ روایت کیا اس کو ترمذی نے اور روایت کیا مالک

نَحْوَهٗ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ.

نے اس کی مانند اور کہا ترمذی نے یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

وَعَنْ مُحَمَّدِ بْنِ خَالِدِ نِ السُّلَمِيِّ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضرت محمد بن خالد سلمیؓ اپنے والد سے اس نے اس کے دادا سے روایت کی ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی بندہ جس وقت اس کیلئے اللہ تعالیٰ

اِنَّ الْعَبْدَ اِذَا سَبَقَتْ لَهٗ مِنَ اللّٰهِ مَنْزِلَةٌ لَمْ يَبْلُغْهَا بِعَمَلِهٖ ابْتَلَاهُ اللّٰهُ فِيْ جَسَدِهٖ اَوْفِيْ مَالِهٖ اَوْفِيْ وَلَدِهٖ

کے ہاں ایک ایسا درجہ مقدر ہوتا ہے جہاں تک اپنے عمل کے ساتھ نہیں پہنچ سکتا اللہ تعالیٰ اس کو اس کے بدن یا مال یا اولاد میں مصیبت ڈال دیتا ہے۔ پھر اس

ثُمَّ صَبَّرَهٗ عَلٰى ذٰلِكَ حَتّٰى يُبَلِّغَهُ الْمَنْزِلَةَ الَّتِيْ سَبَقَتْ لَهٗ مِنَ اللّٰهِ (رواہ احمد و ابوداؤد)

کو صبر کی توفیق دیتا ہے یہاں تک کہ اس مرتبہ تک پہنچا دیتا ہے جو اللہ تعالیٰ نے اس کیلئے مقدر کیا ہوتا ہے۔ روایت کیا اس کو احمد اور ابوداؤد نے۔

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ شِخِّيْرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُثِّلَ ابْنُ اٰدَمَ وَاِلٰى جَنْبِهٖ تِسْعٌ

حضرت عبداللہ بن شخیرؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ابن آدم پیدا کیا گیا ہے جب کہ اس کے پہلو میں

وَتِسْعُوْنَ مَنِيَّةً اِنْ اَخْطَاَتْهُ الْمَنَايَا وَقَعَ فِي الْهَرَمِ حَتّٰى يَمُوْتَ. رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ

ننانویں بلائیں مہلکہ ہیں اگر وہ اس سے چوک گئیں۔ بڑھاپے میں واقع ہوتا ہے یہاں تک کہ مرتا ہے روایت کیا اسکو ترمذی نے اور کہا یہ حدیث غریب ہے۔

وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوَدُّ اَهْلُ الْعَافِيَةِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ حِيْنَ يُعْطٰى اَهْلُ الْبَلَاءِ

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عافیت والے قیامت کے دن آرزو کریں گے جس وقت مبتلائے

الثَّوَابَ لَوْ اَنَّ جُلُوْدَهُمْ كَانَتْ قُرِضَتْ فِي الدُّنْيَا بِالْمَقَارِيْضِ. رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ

بلا لوگوں کو ثواب دیا جائے گا۔ کہ ان کے چمڑے دنیا میں قینچیوں سے کاٹ دیئے جاتے۔ روایت کیا اس کو ترمذی نے اور کہا یہ حدیث غریب ہے۔

وَعَنْ عَامِرِ الرَّامِ قَالَ ذَكَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْاَسْقَامَ فَقَالَ اِنَّ الْمُؤْمِنَ

حضرت عامر رامؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیماریوں کا ذکر فرمایا۔ مومن شخص کو جس وقت بیماری پہنچتی ہے

اِذَا اَصَابَهُ السَّقَمُ ثُمَّ عَافَهُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ مِنْهُ كَانَ كَفَّارَةً لِمَامَضٰى مِنْ ذُنُوْبِهٖ وَمَوْعِظَةً لَهٗ

اللہ تعالیٰ اس کو عافیت دیتا ہے۔ یہ بیماری اس کے پہلے گناہوں کا کفارہ بن جاتی ہے اور آئندہ زمانہ کیلئے اس کیلئے نصیحت ہوتی ہے

فِيْمَا يَسْتَقْبِلُ وَاِنَّ الْمُنَافِقَ اِذَا مَرِضَ ثُمَّ اُعْفِيَ كَانَ كَالْبَعِيْرِ عَقَلَهٗ اَهْلُهٗ ثُمَّ اَرْسَلُوْهُ فَلَمْ

اور منافق جس وقت بیمار ہوتا ہے پھر عافیت دیا جاتا ہے وہ اونٹ کی مانند ہوتا ہے جس کو اسکے گھر والے باندھ دیتے ہیں

يَدْرِلِمَ عَقَلُوْهُ وَلِمَ اَرْسَلُوْهُ فَقَالَ رَجُلٌ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَمَا الْاَسْقَامُ وَاللّٰهِ مَامَرِضْتُ قَطُّ

پھر چھوڑ دیتے ہیں وہ نہیں جانتا کہ اس کو کیوں باندھا اور کیوں چھوڑا ایک شخص نے کہا اے اللہ کے رسول بیماری کیا ہے اللہ کی قسم میں تو کبھی بیمار نہیں ہوا فرمایا

فَقَالَ قُمْ عَنَّا فَلَسْتَ مِنَّا (رواہ ابو داؤد)

اٹھ کھڑا ہو ہم سے تو ہم میں سے نہیں۔ روایت کیا اس کو ابوداؤد نے۔

وَعَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا دَخَلْتُمْ عَلَى الْمَرِيْضِ

حضرت ابوسعیدؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس وقت تم مریض کے پاس جاؤ اسکی زندگی کی مدت میں

فَنَفِّسُوْا لَهٗ فِيْ اَجَلِهٖ فَاِنَّ ذٰلِكَ لَايَرُدُّشَيْئًا وَيَطِيْبُ بِنَفْسِهٖ. رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ

اس کا غم دور کرو اس لئے کہ بات مقدر کو نہیں پھیرتی ہے لیکن اس کا دل خوش ہوجاتا ہے۔ روایت کیا اس کو ترمذی نے

وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ

ابن ماجہ نے اور کہا ترمذی نے یہ حدیث غریب ہے۔

وَعَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ صُرَدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَتَلَهٗ بَطْنُهٗ

حضرت سلیمان بن صردؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کو اس کے پیٹ نے مارا اس کو قبر میں

لَمْ يُعَذَّبْ فِيْ قَبْرِهٖ. رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَ قَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ

عذاب نہیں دیا جائیگا روایت کیا اس کو احمد نے اور ترمذی نے اور کہا یہ حدیث غریب ہے۔

الفصل الثالث

عَنْ اَنَسٍؓ قَالَ كَانَ غُلَامٌ يَهُوْدِيٌّ يَخْدُمُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمَرِضَ فَاَتَاهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہا کہ ایک یہودی لڑکا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کیا کرتا تھا وہ بیمار ہوگیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس کی تیمارداری کیلئے تشریف

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعُوْدُهٗ فَقَعَدَ عِنْدَ رَاْسِهٖ فَقَالَ لَهٗ اَسْلِمْ فَنَظَرَ اِلٰى اَبِيْهِ وَهُوَ عِنْدَهٗ فَقَالَ اَطِعْ اَبَا الْقَاسِمِ

لائے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے سر کے پاس بیٹھ گئے اس سے کہا تو مسلمان ہوجا اس نے اپنے باپ کی طرف دیکھا وہ اسکے پاس تھا اس نے کہا ابوالقاسم کی

فَاَسْلَمَ فَخَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَقُوْلُ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ اَنْقَذَهُ مِنَ النَّارِ. (بخاری)

اطاعت کردہ مسلمان ہوگیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نکلے اور فرماتے تھے سب تعریف اللہ کیلئے ہے۔جس نے اس کو آگ سے بچالیا۔روایت کیا اس کو بخاری نے۔

وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ عَادَ مَرِيْضًا نَادٰى مُنَادٍ

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص مریض کی عیادت کرتا ہے آسمان سے ندا کرنے والا ندا کرتا ہے۔

مِّنَ السَّمَاءِ طِبْتَ وَطَابَ مَمْشَاکَ وَتَبَوَّءْتَ مِنَ الْجَنَّةِ مَنْزِلًا (رواه ابن ماجة)

تجھ کو خوشی ہو تیرا چلنا اچھا ہے اور تو نے جنت سے ایک بڑا مقام حاصل کرلیا روایت کیا اس کو ابن ماجہ نے۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ اِنَّ عَلِيًّا خَرَجَ مِنْ عِنْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہا کہ علی ایک مرتبہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے نکلے انکی اس بیماری میں جس میں

فِيْ وَجَعِهِ الَّذِيْ تُوُفِّيَ فِيْهِ فَقَالَ النَّاسُ يَا اَبَا الْحَسَنِ كَيْفَ اَصْبَحَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی لوگوں نے کہا اے ابوالحسن نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کس حالت میں صبح کی ہے

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَصْبَحَ بِحَمْدِ اللّٰهِ بَارِئًا. (بخاری)

الحمدللہ صبح کی ہے بیماری سے شفا پانے والے ہیں روایت کیا اس کو بخاری نے۔

عَنْ عَطَاءِ بْنِ اَبِيْ رَبَاحٍ رَحْمَةُ اللّٰهِ قَالَ قَالَ لِيْ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَلَا اُرِيْکَ امْرَاَةً مِّنْ اَهْلِ

حضرت عطاء بن ابی رباحؒ سے روایت ہے کہا کہ مجھ کو ابن عباسؓ نے کہا میں تجھ کو اہل جنت کی ایک عورت نہ دکھلاؤں میں نے کہا کیوں نہیں کہا یہ سیاہ رنگ کی

الْجَنَّةِ قُلْتُ بَلٰى قَالَ هٰذِهِ الْمَرْاَةُ السَّوْدَآءُ اَتَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّيْ

عورت ایک دفعہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور کہا اے اللہ کے رسول مجھے مرگی کا دورہ پڑ جاتا ہے اور میرا ستر کھل جاتا ہے اللہ تعالیٰ سے میرے

اُصْرَعُ وَاِنِّيْ اَتَكَشَّفُ فَادْعُ اللّٰهَ لِيْ فَقَالَ اِنْ شِئْتِ صَبَرْتِ وَلَکِ الْجَنَّةُ وَاِنْ شِئْتِ دَعَوْتُ اللّٰهَ اَنْ

لئے دعا کریں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر چاہے تو صبر کر اور تیرے لئے جنت ہے اور اگر چاہے میں تیرے لئے اللہ سے دعا کرتا ہوں کہ تجھ کو صحت مل

يُّعَافِيَکِ فَقَالَتْ اَصْبِرُ فَقَالَتْ اِنِّيْ اَتَكَشَّفُ فَادْعُ اللّٰهَ اَنْ لَّا اَتَكَشَّفَ فَدَعَا لَهَا.(متفق علیه)

جائے کہنے لگی میں صبر کروں گی پھر کہا میرا ستر کھل جاتا ہے اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ میں نہ کھلوں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کیلئے دعا کی۔(متفق علیہ)

وَعَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ قَالَ اِنَّ رَجُلًا جَاءَهُ الْمَوْتُ فِيْ زَمَنِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضرت یحییٰ بن سعیدؒ سے روایت کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ا یک شخص کو اچانک موت آگئی ایک آدمی نے کہا

فَقَالَ رَجُلٌ هَنِيْئًا لَهُ مَاتَ وَلَمْ يُبْتَلَ بِمَرَضٍ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَيْحَکَ

اس کو مبارک ہو کہ کسی مرض میں مبتلا نہیں ہوا۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھ کو کیا خبر اگر اللہ تعالیٰ اس کو بیماری میں مبتلا کردیتا

مَا يُدْرِيْکَ لَوْ اَنَّ اللّٰهَ ابْتَلَاهُ بِمَرَضٍ فَكَفَّرَ عَنْهُ مِنْ سَيِّئَاتِهِ. رَوَاهُ مَالِکٌ مُرْسَلًا.

پس دور کرتا اس سے اس کی برائیاں۔روایت کیا اس کو مالک نے مرسل۔

وَعَنْ شَدَّادِ بْنِ اَوْسٍ وَالصُّنَا بِحِيِّ اَنَّهُمَادَخَلاَ عَلٰی رَجُلٍ مَرِيْضٍ يَعُوْدَ انِهِ فَقَالَا لَهٗ كَيْفَ

حضرت شداد بن اوس اور صنا بحیؓ سے روایت ہے وہ دونوں ایک مرض کی تیمارداری کیلئے اس کے پاس گئے پس کہا تو نے کس حالت میں صبح کی ہے اس نے کہا

اَصْبَحْتَ بِنِعْمَةٍ قَالَ شَدَّادٌ اَبْشِرْ بِكَفَّارَاتِ السَّيِّئَاتِ وَ حَطِّ الْخَطَايَا فَاِنِّیْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ

نعمت کے ساتھ شداد نے کہا خوشخبری ہے تجھ کو تیرے گناہوں کے معاف ہونے کی اور خطاؤں کے دور ہونے کی میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ يَقُوْلُ اِذَا اَنَا ابْتَلَيْتُ عَبْدًا مِنْ عِبَادِیْ مُؤْمِنًا فَحَمِدَنِیْ

سنا ہے فرماتے تھے بے شک اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے جس وقت میں اپنے کسی ایماندار بندے کو مبتلا کرتا ہوں تو وہ تعریف کرے میری اس ابتلاء پر وہ اپنے

عَلٰی مَا ابْتَلَيْتُهٗ فَاِنَّهٗ يَقُوْمُ مِنْ مَضْجَعِهٖ ذٰلِكَ كَيَوْمِ وَلَدَتْهُ اُمُّهٗ مِنَ الْخَطَايَا وَيَقُوْلُ الرَّبُّ تَبَارَكَ

بستر سے کھڑا ہوگا گناہوں سے اس طرح پاک ہوگا جس طرح اس کی والدہ نے اس کو جنا تھا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے میں نے اپنے بندے کو قید کیا ہے

وَتَعَالٰی اَنَاقَيَّدْتُ عَبْدِیْ و ابْتَلَيْتُهٗ فَاَجْرُوْا لَهٗ مَاكُنْتُمْ تُجْرُوْنَ لَهٗ وَهُوَ، صَحِيْحٌ (رواه احمد)

میں نے اس کو آزمایا۔ جاری رکھو اس کے لئے وہ عمل جو اس کیلئے جاری رکھتے تھے جب وہ تندرست تھا روایت کیا اس کو احمد نے۔

وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا كَثُرَتْ ذُنُوْبُ الْعَبْدِوَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس وقت کسی بندے کے گناہ زیادہ ہو جاتے ہیں اور اس کے اعمال اس قدر نہیں

مَايُكَفِّرُهَامِنَ الْعَمَلِ ابْتَلَاهُ اللّٰهُ بِالْحُزْنِ لِيُكَفِّرَهَاعَنْهُ (رواه احمد)

ہوتے جس سے ان کو جھاڑ دے۔ اللہ تعالیٰ اس کو غم میں مبتلا کر دیتا ہے تا کہ اس کے گناہ جھاڑ دے۔ روایت کیا اس کو احمد نے۔

وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ عَادَ مَرِيْضًا لَمْ يَزَلْ يَخُوْضُ الرَّحْمَةَ

ترجمہ: حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص مریض کی عیادت کرتا ہے دریائے رحمت میں بیٹھا رہتا ہے

حَتّٰی يَجْلِسَ فَاِذَاجَلَسَ اغْتَمَسَ فِيْهَا (رواه مالک و احمد)

یہاں تک کہ پاس بیٹھے۔ جس وقت اسکے پاس بیٹھتا ہے اس میں ڈوب جاتا ہے روایت کیا اس کو مالک نے اور احمد نے۔

وَعَنْ ثَوْبَانَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا اَصَابَ اَحَدَكُمُ الْحُمّٰی فَاِنَّ الْحُمّٰی قِطْعَةٌ

حضرت ثوبانؓ سے روایت ہے بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس وقت تم میں سے کسی کو بخار ہو پس بے شک بخار آگ کا ایک ٹکڑا ہے

مِنَ النَّارِ فَلْيُطْفِئْهَا عَنْهُ بِالْمَاءِ فَلْيَسْتَنْقِعْ فِیْ نَهْرٍ جَارٍوَلْيَسْتَقْبِلْ جِرْيَتَهٗ فَيَقُوْلُ بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُمَّ اشْفِ

اس کو پانی کے ساتھ بجھائے وہ ایک جاری نہر میں داخل ہو اسکے بہاؤ کے سامنے کھڑا ہو کر کہے اللہ کے نام کے ساتھ شفا حاصل کرتا ہوں

عَبْدَكَ وَصَدِّقْ رَسُوْلَكَ بَعْدَ صَلٰوةِ الصُّبْحِ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَلْيَنْغَمِسْ فِيْهِ ثَلَاثَ غَمَسَاتٍ

اے اللہ اپنے بندے کو شفا دے اور اپنے رسول کو سچا کر صبح کی نماز کے بعد ایسا کرے سورج نکلنے سے پہلے اور تین دن تک اس میں تین غوطے لگائے

ثَلَاثَةَ اَيَّامٍ فَاِنْ لَّمْ يَبْرَاْ فِیْ ثَلَاثٍ فَخَمْسٌ فَاِنْ لَّمْ يَبْرَاْ فِیْ خَمْسٍ فَسَبْعٌ فَاِنْ لَّمْ يَبْرَاْ فِیْ سَبْعٍ فَتِسْعٌ

اگر اچھا نہ ہو تو پانچ دن ایسا کرے اگر پانچ دنوں میں اچھا نہ ہو تو سات دن تک کرے اگر سات دن میں اچھا نہ ہو تو نو دن کرے

فَاِنَّهَا لَا تَكَادُ تُجَاوِزُ تِسْعًا بِاِذْنِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ. رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ

اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے یہ بات نو دنوں سے تجاوز نہ کرے گی۔ روایت کیا اس کو ترمذی نے اور کہا یہ حدیث غریب ہے۔

تشریح: وعن ثوبان نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بخار کا علاج بتلایا کہ بعداز فجر طلوع شمس سے پہلے نہر پر جائے اور نہر میں داخل ہو اور اپنا منہ جس طرف سے پانی آ رہا ہے اس طرف کرے اور تین غوطے لگائے تین دن یہی عمل کرتا رہے اور اگر تندرست نہ ہو تو ۵ دن اور اگر پھر بھی نہ ہو تو ے دن یہ عمل کرے۔ ان شاء اللہ صحت یاب ہو جائے گا۔ اس پر سوال ہوا کہ ہر بخار کا علاج تو پانی نہیں ہے۔ جواب-ا: یہ اس بخار کا علاج ہے جس کا منشا گرمی ہو۔ جواب ۲ اور اگر بخار عام مراد لیں تو پھر یہ حکم ہر شخص کے لئے نہیں بلکہ خواص کے لئے ہے۔ جو خواص پکے عقیدے والے ہیں وہ اگر کریں گے تو ان شاء اللہ تعالیٰ نبی کریمؐ کے بتلائے ہوئے علاج کی برکت سے تندرست ہو جائے گا۔ واللہ اعلم بالصواب۔

وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ ذُكِرَتِ الْحُمّٰى عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَبَّهَا رَجُلٌ فَقَالَ النَّبِیُّ

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس بخار کا ذکر ہوا ایک آدمی نے اس کو گالی دی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَسُبَّهَا فَاِنَّهَا تَنْفِی الذُّنُوْبَ كَمَا تَنْفِی النَّارُ خَبَثَ الْحَدِيْدِ (رواه ابن ماجة)

فرمایا اس کو برا مت کہو یہ گناہوں کو اس طرح دور کرتا ہے جس طرح آگ لوہے کی میل کو دور کر دیتی ہے۔ روایت کیا اس کو ابن ماجہ نے۔

وَعَنْهُ قَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَادَ مَرِيْضًا فَقَالَ اَبْشِرْ فَاِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى يَقُوْلُ هِیَ نَارِیْ اُسَلِّطُهَا عَلٰى

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہا کہ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آدمی کی عیادت کی فرمایا خوش ہو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یہ میری آگ ہے میں اس کو

عَبْدِی الْمُؤْمِنِ فِی الدُّنْيَا لِتَكُوْنَ حَظَّهُ مِنَ النَّارِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ (رواه احمد و ابن ماجة والبيهقى فى شعب الايمان)

ایماندار بندے پر دنیا میں مسلط کرتا ہوں تا کہ قیامت کے دن دوزخ کی آگ سے بدلہ بن سکے۔ روایت کیا اس کو احمد ابن ماجہ اور بیہقی نے شعب الایمان میں۔

وَعَنْ اَنَسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ الرَّبَّ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰى يَقُوْلُ

حضرت انسؓ سے روایت ہے بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تحقیق رب پاک وبرتر فرماتا ہے مجھ کو

وَعِزَّتِیْ وَجَلَالِیْ لَا اُخْرِجُ اَحَدًا مِنَ الدُّنْيَا اُرِيْدُ اَغْفِرُلَهٗ حَتّٰى اَسْتَوْفِیَ كُلَّ خَطِيْئَةٍ فِیْ

اپنی عزت اور جلال کی قسم میں دنیا سے کسی کو نہیں نکالتا جس کے بخش دینے کا میں نے ارادہ کیا ہوتا ہے یہاں تک کہ اس کو پورا بدلہ دوں ہر گناہ کا

عُنُقِهٖ بِسَقَمٍ فِیْ بَدَنِهٖ وَ اِقْتَارٍ فِیْ رِزْقِهٖ (رواه رزين)

جو اس کی گردن میں ہے بیماری کے ساتھ اس کے بدن میں اور اس کے رزق میں تنگی کے ساتھ۔ روایت کیا اس کو رزین نے۔

وَعَنْ شَقِيْقٍ قَالَ مَرِضَ عَبْدُ اللّٰهِ ابْنُ مَسْعُوْدٍ فَعُدْنَاهُ فَجَعَلَ يَبْكِیْ فَعُوْتِبَ فَقَالَ اِنِّیْ لَا اَبْكِیْ

حضرت شقیقؓ سے روایت ہے کہا کہ عبداللہ بن مسعود بیمار پڑ گئے ہم آپ کی عیادت کیلئے آئے وہ رونے لگے لوگوں نے غصہ کیا کہنے لگے

لِاَجْلِ الْمَرَضِ لِاَنِّیْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ الْمَرَضُ كَفَّارَةٌ وَاِنَّمَا

میں بیماری کی وجہ سے نہیں روتا کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے بیماری گناہوں کا کفارہ ہے میں روتا ہوں کہ بیماری مجھ کو سستی کی

اَبْكِیْ اَنَّهٗ اَصَابَنِیْ عَلٰى حَالِ فَتْرَةٍ وَلَمْ يُصِبْنِیْ فِیْ حَالِ الْاِجْتِهَادِ لِاَنَّهٗ يُكْتَبُ لِلْعَبْدِ مِنَ الْاَجْرِ

حالت میں پہنچی ہے اور قوت کی حالت میں نہیں پہنچی کیونکہ جس وقت انسان بیمار پڑتا ہے اس کیلئے ثواب لکھا جاتا ہے

اِذَا مَرِضَ مَاكَانَ يُكْتَبُ لَهُ قَبْلَ اَنْ يَمْرَضَ فَمَنَعَهُ مِنْهُ الْمَرَضُ (رواه رزين)

جو بیمار ہونے سے پہلے لکھا جاتا تھا اور اب بیماری نے اس کو روک دیا ہے۔ روایت کیا اسکو رزین نے۔

وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَعُوْدُ مَرِيْضًا اِلَّا بَعْدَ ثَلَاثٍ (رواه ابن ماجة والبيهقي في شعب الايمان)

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کسی مریض کی عیادت نہیں کرتے تھے مگر تین دنوں کے بعد روایت کیا اس کو ابن ماجہ نے اور بیہقی نے شعب الایمان میں

تشریح: وعن انسؓ الخ مریض کی تیمارداری تو ابتدائے مرض میں مسنون ہے اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ تین دن کے بعد کرنی چاہیے؟ جواب: یہ حدیث قابل استدلال نہیں' بحسب السند حتی کہ اس کو موضوع تک کہا گیا ہے۔

وَعَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا دَخَلْتَ عَلٰى مَرِيْضٍ

حضرت عمر بن خطابؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس وقت تو مریض کے پاس جائے اس کو کہہ

فَمُرْهُ يَدْعُوْلَكَ فَاِنَّ دُعَآءَهٗ كَدُعَآءِ الْمَلَائِكَةِ (رواہ ابن مالک)

کہ تمہارے لئے دعا کرے اس کی دعا فرشتوں کی دعا جیسی ہے۔ روایت کیا اس کو ابن ماجہ نے۔

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ مِنَ السُّنَّةِ تَخْفِيْفُ الْجُلُوْسِ وَقِلَّةُ الصَّخَبِ فِي الْعِيَادَةِ عِنْدَ الْمَرِيْضِ قَالَ

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے فرمایا بیمار کے ہاں تیمار داری کرتے ہوئے کم بیٹھنا اور کم شور کرنا سنت ہے کہا

وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا كَثُرَ لَغَطُهُمْ وَ اخْتِلَافُهُمْ قُوْمُوْا عَنِّيْ (رواہ رزین)

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا جس وقت ان کے پاس شور بہت ہوا اور صحابہؓ کا اختلاف بڑھ گیا میرے پاس سے اٹھ جاؤ۔ روایت کیا اس کو رزین نے۔

تشریح: وعن ابن عباس الخ قوموا عنی' اصل میں صحابہ کرامؓ کا اختلاف ہو گیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی وفات سے چند روز قبل فرمایا کہ کاغذ قلم لے آؤ' میں تمہیں کچھ لکھواتا ہوں جس کے بعد تم بھی گمراہ نہیں ہو گے۔ اس موقع پر حضرت عمرؓ نے فرمایا نہیں حضرت: آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیمار ہیں' آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تکلیف ہوگی۔ دوسرے صحابہؓ نے کہا کہ لکھوا لو بس اسی میں جب آوازیں بلند ہوئیں تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا قوموا عنی اور وہ خط نہیں لکھوایا۔ باقی رہی یہ بات کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا لکھوانا چاہتے تھے۔ روافض کہتے ہیں خلافت علی لکھوانا چاہتے تھے۔ جواب: یہ واقعہ جمعرات کا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات سوموار کو ہوئی ہے اگر یہ خلافت علی ضروری ہوتی اور ان کا حق ہوتا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کو لکھوا سکتے تھے کیوں نہیں لکھوایا۔ نیز نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں یہ کہنا کہ عمرؓ کے اجتہاد کی وجہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رائے بدل گئی یہ صحیح نہیں ہے لامحالہ یہ کوئی ایسا ضروری امر نہیں تھا جس کا لکھوانا ضروری ہو۔ مگر اہل حق کہتے ہیں وہ یہ لکھوانا تھا کہ فلاں فلاں نص عام میں تخصیص کردی جائے اور فلاں فلاں نص خاص میں تعمیم کردی جائے لیکن حضرت عمرؓ نے یہ سمجھا کہ اس سے اُمت کے لئے اجتہاد کا دروازہ بند ہو جائے گا۔ بعد میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خود اپنی رائے ہی بدل گئی' واللہ اعلم بالصواب۔

وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْعِيَادَةُ فَوَاقُ نَاقَةٍ وَفِيْ رِوَايَةِ سَعِيْدِ بْنِ

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا افضل عیادت کا زمانہ اس قدر ہے جس قدر اونٹنی کے دودھ دوہنے کے درمیان وقفہ ہوتا

الْمُسَيَّبِ مُرْسَلًا اَفْضَلُ الْعِيَادَةِ سُرْعَةُ الْقِيَامِ (رواہ البیهقی فی شعب الایمان)

ہے۔ سعید بن مسیب کی ایک مرسل روایت میں ہے افضل عیادت وہ ہے جس سے جلد اٹھ آئے روایت کیا اس کو بیہقی نے شعب الایمان میں۔

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَادَ رَجُلًا فَقَالَ لَہٗ مَا تَشْتَھِیْ قَالَ اَشْتَھِیْ خُبْزَبُرٍّ

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آدمی کی عیادت کی آپ نے اس سے کہا کس چیز کے کھانے کو تیرادل چاہتا ہے

قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ کَانَ عِنْدَہٗ خُبْزُ بُرٍّ فَلْیَبْعَثْ اِلٰی اَخِیْہِ ثُمَّ قَالَ النَّبِیُّ

اس نے کہا گندم کی روٹی کھانے کو دل چاہتا ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کے پاس گندم کی روٹی ہو وہ اپنے بھائی کو بھیج دے پھر نبی

صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا اشْتَھٰی مَرِیْضُ اَحَدِکُمْ شَیْئًا فَلْیُطْعِمْہُ (رواہ ابن ماجۃ)

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس وقت تمہارے مریض کا کوئی شے کھانے کو دل چاہے اس کو کھلائے۔ روایت کیا اس کو ابن ماجہ نے۔

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰہِ ابْنِ عَمْرٍو قَالَ تُوُفِّیَ رَجُلٌ بِالْمَدِیْنَۃِ مِمَّنْ وُلِدَبِھَا فَصَلّٰی عَلَیْہِ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہا کہ ایک شخص مدینہ میں فوت ہوگیا وہ وہیں پیدا ہوا تھا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی نماز جنازہ پڑھائی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

وَسَلَّمَ فَقَالَ یَا لَیْتَہٗ مَاتَ بِغَیْرِ مَوْلِدِہٖ قَالُوْا وَلِمَ ذَاکَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ قَالَ اِنَّ الرَّجُلَ اِذَامَاتَ

کاش کہ یہ اپنی جائے پیدائش کے علاوہ کہیں اور مرا ہوتا صحابہ نے عرض کیا کس لئے اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا جب کوئی شخص اپنی جائے پیدائش کے علاوہ دیارِ غیر

بِغَیْرِمَوْلِدِہٖ قِیْسَ لَہٗ مِنْ مَوْلِدِہٖ اِلٰی مُنْقَطَعِ اَثَرِہٖ فِی الْجَنَّۃِ (رواہ النسائی و ابن ماجۃ)

میں مرتا ہے اس کی جائے پیدائش سے لے کر اس کے نقش قدم کے منقطع ہونے تک جتنا فاصلہ جنت سے اس کیلئے ماپا جاتا ہے روایت کیا اس کو نسائی اور ابن ماجہ نے۔

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَوْتُ غُرْبَۃٍ شَھَادَۃٌ (رواہ ابن ماجۃ)

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مسافرت میں مرنا شہادت ہے۔ روایت کیا اس کو ابن ماجہ نے۔

وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ مَاتَ مَرِیْضًا مَاتَ شَھِیْدًا وَوُقِیَ

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص بیمار ہوکر مرتا ہے۔ شہید مرتا ہے اور قبر کے فتنہ سے بچالیا جاتا ہے

فِتْنَۃَ الْقَبْرِ وَغُدِیَ وَرِیْحَ عَلَیْہِ بِرِزْقِہٖ مِنَ الْجَنَّۃِ (رواہ ابن ماجۃ و البیھقی فی شعب الایمان)

اور صبح اور شام کے وقت اپنی روزی جنت سے دیا جاتا ہے۔ روایت کیا اس کو ابن ماجہ نے اور بیہقی نے شعب الایمان میں۔

وَعَنِ الْعِرْبَاضِ بْنِ سَارِیَۃَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ یَخْتَصِمُ الشُّھَدَآءُ

حضرت عرباضؓ بن ساریہ سے روایت ہے بے شک نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا شہداء اور وہ لوگ جو اپنے بستروں پر مرے

وَالْمُتَوَفَّوْنَ عَلٰی فُرُشِھِمْ اِلٰی رَبِّنَا عَزَّوَجَلَّ فِی الَّذِیْنَ یُتَوَفَّوْنَ مِنَ الطَّاعُوْنِ فَیَقُوْلُ الشُّھَدَآءُ

ہمارے پروردگار کی طرف ان لوگوں کے بارہ میں جھگڑا کریں گے۔ جو طاعون سے فوت ہوئے۔ شہید کہیں گے یہ ہمارے بھائی ہیں قتل کئے گئے

اِخْوَانُنَا قُتِلُوْا کَمَا قُتِلْنَا وَیَقُوْلُ الْمُتَوَفَّوْنَ اِخْوَانُنَا مَاتُوْا عَلٰی فُرُشِھِمْ کَمَامُتْنَا فَیَقُوْلُ رَبُّنَا

جس طرح ہم قتل کئے گئے اور فوت شدہ کہیں گے ہمارے بھائی ہیں اپنے بچھونوں پر مرے جس طرح ہم مرے ہمارا پروردگار

انظُرُوا اِلٰی جِرَاحَتِهِمْ فَاِنْ اَشْبَهَتْ جِرَاحُهُمْ جِرَاحَ الْمَقْتُوْلِيْنَ فَاِنَّهُمْ مِنْهُمْ وَمَعَهُمْ فَاِذَا جِرَا

فرمائے گا ان کے زخموں کی طرف دیکھو اگر ان کے زخم مقتولوں کے زخم کے مشابہ ہو جائیں بے شک وہ ان میں سے ہیں اور ان کے ساتھ ہیں

حُهُمْ قَدْ اَشْبَهَتْ جِرَاحَهُمْ (رواه احمد و النسائي)

جب وہ دیکھیں گے ان کے زخم ان کے زخموں کے مشابہ ہوں گے۔روایت کی اس کو احمد اور نسائی نے۔

وَعَنْ جَابِرٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْفَارُّ مِنَ الطَّاعُوْنِ كَالْفَارِّ مِنَ الزَّحْفِ

حضرت جابرؓ سے روایت ہے بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا طاعون سے بھاگنے والا کفار کی لڑائی سے بھاگنے والے کی طرح ہے اور اس میں

وَالصَّابِرُ فِيْهِ لَهٗ اَجْرُ شَهِيْدٍ (رواه احمد)

صبر کرنے والے کیلئے شہید کا اجر ہے۔روایت کیا اس کو احمد نے۔

بَابُ تَمَنِّى الْمَوْتِ وَذِكْرِهٖ

آرزوئے موت اور موت کو یاد رکھنے کی فضیلت کا بیان

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ

عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَتَمَنّٰى اَحَدُكُمُ الْمَوْتَ اِمَّا

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کوئی موت کی آرزو نہ کرے۔

مُحْسِنًا فَلَعَلَّهٗ اَنْ يَّزْدَادَ خَيْرًا وَاِمَّا مُسِيْئًا فَلَعَلَّهٗ اَنْ يَّسْتَعْتِبَ. (بخاری)

اگر وہ نیک ہے شاید کہ وہ نیکی زیادہ کرلے اور اگر وہ بدکار ہے شاید کہ وہ اللہ سے رضامندی چاہے روایت کیا اس کو بخاری نے۔

تشریح: مسئلہ: موت کی تمنا کرنا جائز ہے یا نہیں۔ اگر دنیوی تکلیفوں کی وجہ سے ہو تو یہ جائز نہیں اور اگر شوق الی لقاء اللہ کی بنا پر ہو تو خصوصاً دین کو محفوظ رکھنے کے لئے جائز ہے ہو۔ اسلاف سے جو موت کی تمنا منقول ہے وہ اس قبیل ثانی سے ہے۔ ذکر الموت سے مراد موت کا استحضار کرتے ہوئے مابعد الموت کی تیاری کرنا ہے۔

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَتَمَنّٰى اَحَدُكُمُ الْمَوْتَ وَلَا يَدْعُ بِهٖ مِنْ قَبْلِ

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کوئی موت کی آرزو نہ کرے اور اس کیلئے دعا نہ کرے

اَنْ يَّاْتِيَهٗ اِنَّهٗ اِذَا مَاتَ انْقَطَعَ اَمَلُهٗ وَاِنَّهٗ لَا يَزِيْدُ الْمُؤْمِنَ عُمْرُهٗ اِلَّا خَيْرًا. (مسلم)

اس سے پہلے کہ اس کو آئے اس لئے کہ جس وقت وہ مرجاتا ہے اس کی امید منقطع ہو جاتی ہے مومن کو اس کی عمر نہیں زیادہ کرتی مگر بھلائی۔ (مسلم)

تشریح: لایزید المومن الخ اگر خوشحالی کی حالت ہے تو شکر کا اجر و ثواب اور اگر تنگی کی ہے تو صبر کا اجر و ثواب ملیگا۔

عَنْ اَنَسٍؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَتَمَنَّيَنَّ اَحَدُكُمُ الْمَوْتَ مِنْ ضُرٍّ اَصَابَهٗ فَاِنْ كَانَ لَا

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کوئی موت کی آرزو نہ کرے کسی ضرر کی وجہ سے کہ اس کو پہنچے اگر وہ ضروری طور

بُدَّ فَاعِلًا فَلْيَقُلِ اللّٰهُمَّ اَحْيِنِیْ مَا كَانَتِ الْحَيٰوةُ خَيْرًا لِّیْ وَتَوَفَّنِیْ اِذَا كَانَتِ الْوَفَاةُ خَيْرًا لِّیْ.(متفق علیه)

پرایسا کرنا چاہتا ہے پس وہ کہے اے اللہ مجھ کو زندہ رکھ جب تک زندہ رہنا میرے لئے بہتر ہے اور مجھ کو مار جس وقت مرنا میرے لئے بہتر ہو۔ (متفق علیہ)

تشریح: وعن انس الخ اگر حسنات غالب اور سیئات مغلوب ہوں تو زندگی بہتر ہے اور اگر سیئات غالب اور حسنات مغلوب ہوں تو موت بہتر۔

عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اَحَبَّ لِقَآءَ اللّٰهِ اَحَبَّ

حضرت عبادہ بن صامتؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اللہ تعالیٰ کی ملاقات کو دوست رکھے اللہ تعالیٰ اس کی ملاقات کو

اللّٰهُ لِقَآءَهٗ وَمَنْ كَرِهَ لِقَآءَ اللّٰهِ كَرِهَ اللّٰهُ لِقَاءَهٗ فَقَالَتْ عَآئِشَةُ اَوْ بَعْضُ اَزْوَاجِهٖ اِنَّا لَنَكْرَهُ

دوست رکھتا ہے اور جو اللہ تعالیٰ کی ملاقات کو ناپسند رکھے اللہ تعالیٰ اس کی ملاقات کو ناپسند رکھتا ہے۔ حضرت عائشہؓ یا کسی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیوی نے

الْمَوْتَ قَالَ لَيْسَ ذَالِکَ وَلٰكِنَّ الْمُؤْمِنَ اِذَا حَضَرَهُ الْمَوْتُ بُشِّرَ بِرِضْوَانِ اللّٰهِ وَكَرَامَتِهٖ

کہا اللہ کے رسول ہم تو سب ہی موت کو ناپسند رکھتے ہیں فرمایا نہیں لیکن مومن شخص کو جس وقت موت آتی ہے اللہ تعالیٰ کی رضامندی اور عزت افزائی کی اس

فَلَيْسَ شَیْءٌ اَحَبَّ اِلَيْهِ مِمَّا اَمَامَهٗ فَاَحَبَّ لِقَاءَ اللّٰهِ وَاَحَبَّ اللّٰهُ لِقَائَهٗ وَاِنَّ الْكَافِرَ اِذَاحَضَرَ بُشِّرَ

کو خوشخبری دی جاتی ہے اس کو اس چیز سے بڑھ کر کوئی محبوب شے نہیں رہ جاتی جو اس کے آگے ہے پس دوست رکھتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی ملاقات کو اور کافر کی

بِعَذَابِ اللّٰهِ وَعُقُوْبَتِهٖ فَلَيْسَ شَیْءٌ اَكْرَهَ اِلَيْهِ مِمَّا اَمَامَهٗ فَكَرِهَ لِقَاءَ اللّٰهِ وَ كَرِهَ اللّٰهُ لِقَائَهٗ (متفق علیه)

جس وقت موت آتی ہے اس کو اللہ تعالیٰ کے عذاب اور سزا کی خبر دی جاتی ہے پس اس کی طرف کوئی چیز مکروہ نہیں اس چیز سے جو اس کے آگے ہے وہ ناپسند

وَفِیْ رِوَايَةِ عَائِشَةَ وَ الْمَوْتُ قَبْلَ لِقَاءِ اللّٰهِ.

سمجھتا ہے اس کی ملاقات کو (متفق علیہ) عائشہؓ کی ایک روایت میں ہے اور موت اللہ کی ملاقات سے پہلے ہے۔

تشریح: وعن عبادة بن الصامت یہاں تو ایک ہی قسم ہے کہ ہر شخص موت کو ناپسند سمجھنے والا ہے۔ تقسیم کیسے درست ہوئی؟

جواب: حالت صحت شباب حیات کے اعتبار سے تقسیم نہیں وقت الموت کے اعتبار سے تقسیم ہے کہ موت کے وقت بعض لوگ پسند کرتے ہیں اور بعض لوگ اس موت کو پسند کرتے ہیں لقاء اللہ کا ذریعہ ہے۔ اس پر پرندے اور پنجرے کی مثال: ایک پرندے کو جو کہ ہر وقت باغوں میں پھرتا ہے اس کو پنجرے میں بند کر دیا جائے جب نکالا جائے گا تو فوراً باہر نکلے گا اور جو پرندہ ہمیشہ پنجرے میں بند رہتا ہے اس کو اگر باہر نکالا جائے وہ پیچھے ہٹے گا باہر نہیں نکلے گا۔ اسی طرح مومن اور کافر کی ارواح کا حال ہے۔

عَنْ اَبِیْ قَتَادَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّهٗ كَانَ يُحَدِّثُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُرَّ عَلَيْهِ بِجَنَازَةٍ

حضرت ابو قتادہؓ سے روایت ہے وہ حدیث بیان کرتے تھے بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے ایک جنازہ گزارا گیا فرمایا

فَقَالَ مُسْتَرِيْحٌ اَوْ مُسْتَرَاحٌ مِنْهُ فَقَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَاالْمُسْتَرِيْحُ وَالْمُسْتَرَاحُ مِنْهُ فَقَالَ الْعَبْدُ

راحت پانے والا ہے یا اس سے اوروں نے راحت پائی ہے۔ انہوں نے کہا اے اللہ کے رسول راحت پانے والا کون ہے اور کون ہے جس سے

الْمُؤْمِنُ يَسْتَرِيْحُ مِنْ نَّصَبِ الدُّنْيَا وَاَذَاهَا اِلٰى رَحْمَةِ اللّٰهِ وَالْعَبْدُ الْفَاجِرُ يَسْتَرِيْحُ مِنْهُ الْعِبَادُ

اوروں نے راحت پائی ہے فرمایا مومن بندہ دنیا کے رنج و مصیبت سے راحت پاتا ہے اور اس کی ایذا سے آرام پاتا ہے اللہ تعالیٰ رحمت کی طرف اور فاجر بندہ

وَالْبِلَادُ وَالشَّجَرُ وَالدَّوَآبُ.(متفق علیه)

بندے اور شہر درخت اور چوپائے اس سے راحت پاتے ہیں۔(متفق علیہ)

تشریح: وعن ابی قتادہ الخ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ انسانی بداعمالیوں کا اثر جمادات پر بھی پڑتا ہے۔

وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ اَخَذَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِمَنْکِبِیْ فَقَالَ کُنْ

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے کندھے کو پکڑا اور فرمایا تو دنیا میں اس طرح ہو گویا کہ تو مسافر ہے

فِی الدُّنْیَا کَاَنَّکَ غَرِیْبٌ اَوْ عَابِرُ سَبِیْلٍ وَّکَانَ ابْنُ عُمَرَ یَقُوْلُ اِذَا اَمْسَیْتَ فَلَا تَنْتَظِرِ الصَّبَاحَ وَاِذَا

بلکہ راہ کا گزرنے والا ہے اور ابن عمرؓ فرمایا کرتے تھے جس وقت تو شام کرے صبح کی انتظار نہ کر اور جس وقت صبح کرے شام کا انتظار نہ کر

اَصْبَحْتَ فَلَا تَنْتَظِرِ الْمَسَآءَ وَخُذْ مِنْ صِحَّتِکَ لِمَرَضِکَ وَمِنْ حَیَاتِکَ لِمَوْتِکَ. (بخاری)

اور اپنی تندرستی کو بیماری کیلئے غنیمت جان اور اپنی زندگی کو اپنی موت کیلئے غنیمت سمجھ روایت کیا اس کو بخاری نے۔

تشریح: وعن عبداللہ مرض کے آنے سے پہلے پہلے نیکی کرلو۔

وَعَنْ جَابِرٍؓ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَبْلَ مَوْتِهٖ بِثَلٰثَةِ اَیَّامٍ یَّقُوْلُ لَا یَمُوْتَنَّ

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا اپنی وفات سے تین روز قبل فرماتے تھے تم میں سے

اَحَدُکُمْ اِلَّا وَهُوَ یُحْسِنُ الظَّنَّ بِاللّٰهِ.(مسلم)

کوئی شخص نہ مرے مگر وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ نیک گمان رکھتا ہو۔روایت کیا اس کو مسلم نے۔

تشریح: حالت شباب میں خوف کا اور بڑھاپے کی حالت میں رجاء کا غلبہ ہونا چاہیے۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ

عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنْ شِئْتُمْ اَنْبَأْتُکُمْ مَا اَوَّلُ مَا یَقُوْلُ

حضرت معاذ بن جبلؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تم چاہو تو میں تم کو خبر دوں سب سے پہلے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن

اللّٰهُ لِلْمُؤْمِنِیْنَ یَوْمَ الْقِیَامَةِ وَ مَا اَوَّلُ مَایَقُوْلُوْنَ لَهٗ قُلْنَا نَعَمْ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ یَقُوْلُ

ایمان داروں کو کیا کہے گا اور ایمان دار اللہ تعالیٰ کو کیا کہیں گے ہم نے کہا ہاں اے اللہ کے رسول فرمایا بے شک اللہ تعالیٰ ایمانداروں کیلئے فرمائے گا

لِلْمُؤْمِنِیْنَ هَلْ اَحْبَبْتُمْ لِقَائِیْ فَیَقُوْلُوْنَ نَعَمْ یَا رَبَّنَا فَیَقُوْلُ لِمَ فَیَقُوْلُوْنَ رَجَوْنَا عَفْوَکَ

کیا تم میری ملاقات پسند کرتے تھے وہ کہیں گے ہاں اے ہمارے پروردگار پس فرمائے گا کیوں وہ جواب دیں گے ہم تیری معافی

وَمَغْفِرَتَکَ فَیَقُوْلُ قَدْ وَ جَبَتْ لَکُمْ مَغْفِرَتِیْ. رَوَاهُ فِیْ شَرْحِ السُّنَّةِ وَ اَبُوْ نُعَیْمٍ فِی الْحِلْیَةِ

اور بخشش کی امید رکھتے تھے اللہ تعالیٰ فرمائے گا میری بخشش تمہارے لئے واجب ہوگئی۔ روایت کیا اس کو شرح السنہ میں اور ابونعیم نے حلیہ میں۔

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَکْثِرُوْا ذِکْرَهَا ذِمِ اللَّذَّاتِ

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لذتوں کو کھودینے والی موت کو

الْمَوْتُ (رواه الترمذی والنسائی و ابن ماجة)

بہت یاد کرو۔ روایت کیا اس کو ترمذی نسائی اور ابن ماجہ نے۔

وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ اَنَّ نَبِیَّ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ ذَاتَ یَوْمٍ لِاَ صْحَابِہٖ اسْتَحْیُوْا مِنَ اللّٰہِ

حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن اپنے صحابہؓ کیلئے فرمایا اللہ تعالیٰ سے حیا کرو جس طرح حیا کرنے کا حق ہے

حَقَّ الْحَیَاءِ قَالُوْا اِنَّا نَسْتَحْیِیْ مِنَ اللّٰہِ یَا نَبِیَّ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ قَالَ لَیْسَ ذٰلِکَ وَلٰکِنْ مَنِ

صحابہؓ نے کہا تحقیق ہم اللہ تعالیٰ سے حیا کرتے ہیں اے اللہ کے نبی اور اللہ کیلئے تعریف ہے فرمایا اس طرح نہیں لیکن جو اللہ تعالیٰ سے حیا کرتا ہے

اسْتَحْیٰی مِنَ اللّٰہِ حَقَّ الْحَیَاءِ فَلْیَحْفَظِ الرَّاْسَ وَمَاوَعٰی وَلْیَحْفَظِ الْبَطْنَ وَمَاحَوٰی وَلْیَذْکُرِ

جس طرح حق ہے حیا کا پس چاہئے کہ سر اور جو اس میں ہے اس کی حفاظت کرے اور پیٹ اور اس نے جو جمع کیا ہے اس کی حفاظت کرے اور چاہئے

الْمَوْتَ وَالْبِلٰی وَمَنْ اَرَادَ الْاٰخِرَةَ تَرَکَ زِیْنَةَ الدُّنْیَا فَمَنْ فَعَلَ ذٰلِکَ فَقَدِ اسْتَحْیٰی مِنَ اللّٰہِ

کہ موت اور ہڈیوں کے بوسیدہ ہوجانے کو یاد کرے اور جو شخص آخرت کا ارادہ کرے چھوڑتا ہے دنیا کی زینت کو جس نے ایسا کیا

حَقَّ الْحَیَاءِ. رَوَاہُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِیُّ وَقَالَ ھٰذَا حَدِیْثٌ غَرِیْبٌ.

پس اس نے حیا کی اللہ تعالیٰ سے حق حیا کا روایت کیا اس کو احمد اور ترمذی نے اور کہا یہ حدیث غریب ہے۔

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ تُحْفَةُ الْمُؤْمِنِ الْمَوْتُ.

حضرت عبداللہ بن عمروؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مومن کا تحفہ موت ہے۔

رَوَاہُ الْبَیْھَقِیُّ فِیْ شُعَبِ الْاِیْمَانِ.

روایت کیا اس کو بیہقی نے شعب الایمان میں۔

تشریح: وعن عبداللہ بن عمروؓ الخ تحفہ المؤمن الموت: موت مومن کا تحفہ ہے اس لئے کہ یہ حبیب کی ملاقات کا ذریعہ ہے اور آخرت کی نعمتوں کے حصول کا ذریعہ ہے۔

وَعَنْ بُرَیْدَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلْمُؤْمِنُ یَمُوْتُ بِعَرَقِ الْجَبِیْنِ (الترمذی وغیرہ)

حضرت بریدہؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مومن پیشانی کے پسینے سے مرتا ہے روایت کیا اس کو ترمذی اور نسائی اور ابن ماجہ نے۔

تشریح: وعن بریدہ الخ بعرق الجبین '۱۔ یہ کنایہ ہے موت کی آسانی سے '۲۔ یہ کنایہ ہے شدت ہے '۳۔ یہ کنایہ ہے رزق حلال کی طلب میں اور اعمال صالحہ کی طلب میں لگے رہنے سے '۴۔ مرتے وقت پیشانی پر پسینہ آنا یہ علامت ہوتی ہے کہ یہ میت مومن ہے۔

وَعَنْ عُبَیْدِ اللّٰہِ بْنِ خَالِدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَوْتُ الْفُجَاءَةِ اَخْذَةُ الْاَسَفِ.

حضرت عبیداللہ بن خالدؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ناگہاں مرنا غضب کا پکڑنا ہے۔

رَوَاہُ اَبُوْدَاوٗدَ وَ زَادَ الْبَیْھَقِیُّ فِیْ شُعَبِ الْاِیْمَانِ وَ رَزِیْنٌ فِیْ کِتَابِہٖ اَخْذَةُ الْاَسَفِ لِلْکَافِرِ وَ رَحْمَةٌ لِلْمُؤْمِنِ.

روایت کیا اس کو ابوداؤد نے اور زیادہ کیا بیہقی نے شعب الایمان میں اور رزین نے اپنی کتاب میں غضب کا پکڑنا کافر کے واسطے ہے اور مومن کیلئے رحمت ہے۔

تشریح: اموت الفجاء ۃ اخذ الاسف۔ الاسف غضب کی پکڑ اور الاسف غضبناک پکڑ۔

وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ دَخَلَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَلٰی شَابٍّ وَھُوَ فِی الْمَوْتِ فَقَالَ کَیْفَ

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک جوان پر داخل ہوئے اور وہ جانکنی کی حالت میں تھا۔ فرمایا تو اپنے آپ کو کس طرح پاتا ہے کہا

تَجِدُکَ قَالَ اَرْجُوْ اللّٰہَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ وَاِنِّی اَخَافُ ذُنُوْبِی فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ

اے اللہ کے رسول میں اللہ کی امید رکھتا ہوں اور میں اپنے گناہوں سے ڈرتا ہوں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس وقت کی مانند یہ دو باتیں

وَسَلَّمَ لَا یَجْتَمِعَانِ فِی قَلْبِ عَبْدٍ فِی مِثْلِ ھٰذَا الْمَوْطِنِ اِلَّا اَعْطَاہُ اللّٰہُ مَا یَرْجُوْا وَ اٰمَنَہُ مِمَّا

کسی بندے کے دل میں جمع نہیں ہوتیں مگر اللہ تعالیٰ دے دیتا ہے۔ اس کو جس چیز کی امید رکھتا ہے اور امن میں رکھتا ہے

یَخَافُ. رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَ ابْنُ مَاجَۃَ وَقَالَ التِّرْمِذِیُّ ھٰذَا حَدِیْثٌ غَرِیْبٌ.

اس کو اس چیز سے جس سے ڈرتا ہے روایت کیا اس کو ترمذی نے اور ابن ماجہ نے اور کہا ترمذی نے یہ حدیث غریب ہے۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ

وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا تَمَنَّوُا الْمَوْتَ فَاِنَّ ھَوْلَ الْمُطَّلَعِ شَدِیْدٌ

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مرنے کی آرزو نہ کرو جانکنی کا ہول سخت ہے

وَاِنَّ مِنَ السَّعَادَۃِ اَنْ یَطُوْلَ عُمْرُ الْعَبْدِ وَیَرْزُقَہُ اللّٰہُ عَزَّوَجَلَّ الْاِنَابَۃَ (رواہ احمد)

تحقیق نیک بختی یہ ہے کہ بندے کی عمر لمبی ہو اور اللہ تعالیٰ اس کو اپنی طاعت نصیب کرے۔ روایت کیا اس کو احمد نے۔

وَعَنْ اَبِی اُمَامَۃَ قَالَ جَلَسْنَا اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَذَکَّرَنَا وَرَقَّقَنَا فَبَکٰی سَعْدُ بْنُ

حضرت ابو امامہؓ سے روایت ہے کہا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو نصیحت کی اور ہمارے دل نرم کئے

اَبِیْ وَقَّاصٍ فَاَکْثَرَ الْبُکَاءَ فَقَالَ یَا لَیْتَنِی مِتُّ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَا سَعْدُ

سعد بن ابی وقاصؓ رو پڑے بہت زیادہ روئے اور کہا اے کاش میں مر جاتا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے سعد کیا

اَعِنْدِی تَتَمَنَّی الْمَوْتَ فَرَدَّدَ ذٰلِکَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ ثُمَّ قَالَ یَا سَعْدُ اِنْ کُنْتُ خُلِقْتَ لِلْجَنَّۃِ

میرے پاس بیٹھ کر تو موت کی آرزو کرتا ہے۔ تین مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کلمات دہرائے پھر فرمایا اے سعد اگر تو جنت کیلئے پیدا کیا گیا ہے

فَمَا طَالَ عُمْرُکَ وَحَسُنَ مِنْ عَمَلِکَ فَھُوَ خَیْرٌ لَّکَ (رواہ احمد)

پس جس قدر تیری عمر دراز ہوگی اور تیرا عمل اچھا ہوگا تیرے لئے بہتر ہے۔ روایت کیا اس کو احمد نے۔

وَعَنْ حَارِثَۃَ بْنِ مُضَرِّبٍ قَالَ دَخَلْتُ عَلٰی خَبَّابٍ وَقَدِ اکْتَوٰی سَبْعًا فَقَالَ لَوْلَا اَنِّی سَمِعْتُ رَسُوْلَ

حضرت حارثہ بن مضربؓ سے روایت ہے کہا کہ میں خبابؓ پر داخل ہوا جبکہ اس نے اپنے بدن پر سات داغ لگوائے تھے۔

اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ لَا یَتَمَنَّ اَحَدُکُمُ الْمَوْتَ لَتَمَنَّیْتُہٗ وَلَقَدْ رَاَیْتُنِیْ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی

کہنے لگے اگر میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ نہ سنا ہوتا کہ تم میں سے کوئی موت کی آرزو نہ کرے البتہ میں ضرور آرزو کرتا اور تحقیق میں نے اپنے آپ کو نبی صلی

اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَا اَمْلِکُ دِرْھَمًا وَ اِنَّ فِیْ جَانِبِ بَیْتِیْ الْاٰنَ لَاَرْبَعِیْنَ اَلْفَ دِرْھَمٍ قَالَ ثُمَّ اُتِیَ

اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دیکھا کہ میں ایک درہم کا بھی مالک نہ تھا اب میرے گھر کے کونے میں چالیس ہزار درہم ہیں پھر

بِکَفَنِہٖ فَلَمَّارَ آہُ بَکٰی وَقَالَ لٰکِنْ حَمْزَۃُ لَمْ یُوْجَدْلَہٗ کَفَنٌ اِلَّابُرْدَۃٌ مَلْحَاءُ اِذَا جُعِلَتْ عَلٰی رَاْسِہٖ

ان کے پاس ان کا کفن لایا گیا جب اسے دیکھا رو پڑے اور کہا لیکن حمزہؓ کے لئے کفن نہیں تھا مگر ایک سفید چادر دھاریدار

قَلَصَتْ عَنْ قَدَمَیْہِ وَاِذَا جُعِلَتْ عَلٰی قَدَمَیْہِ قَلَصَتْ عَنْ رَاْسِہٖ حَتّٰی مُدَّتْ عَلٰی رَاْسِہٖ وَجُعِلَ عَلٰی

اگر سر پر ڈالی جاتی قدموں سے کھل جاتی اور اگر قدموں پر ڈالی جاتی سر سے کھل جاتی۔ یہاں تک کہ

قَدَمَیْہِ الْاِذْخِرُ. رَوَاہُ اَحْمَدُ وَ التِّرْمِذِیُّ اِلَّا اَنَّہٗ لَمْ یَذْکُرْ ثُمَّ اُتِیَ بِکَفَنِہٖ اِلٰی اٰخِرِہٖ.

ان کے سر پر کھینچی گئی اور قدموں پر اذخر گھاس ڈال دیا گیا۔ روایت کیا اس کو احمد اور ترمذی نے لیکن ثم اتی بکفنہ سے آخر تک ذکر نہیں کیا۔

بَابُ مَایُقَالُ عِنْدَ مَنْ حَضَرَہُ الْمَوْتُ

قریب المرگ کے سامنے جو چیز پڑھی جاتی ہے اس کا بیان

الفصل الاول

عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍؓ وَاَبِیْ ھُرَیْرَۃَؓ قَالَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَقِّنُوْا مَوْتَاکُمْ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ. (مسلم)

حضرت ابوسعیدؓ اور ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنے مردوں کو مرتے وقت کلمہ لا الہ الا اللہ کی تلقین کرو۔ روایت کیا اس کو مسلم نے۔

تشریح: موتاکم' اپنے قریب المرگ لوگوں کو لا الہ الا اللہ کی تلقین کرو۔

عَنْ اُمِّ سَلَمَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھَا قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا حَضَرْتُمُ

حضرت ام سلمہؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس وقت تم بیمار یا میت کے پاس آؤ تو

الْمَرِیْضَ اَوِ الْمَیِّتَ فَقُوْلُوْا خَیْرًا فَاِنَّ الْمَلٰٓئِکَۃَ یُؤَمِّنُوْنَ عَلٰی مَا تَقُوْلُوْنَ. (مسلم)

بھلائی کی بات کہو کیونکہ اس وقت جو کچھ تم کہتے ہو اس پر فرشتے آمین کہتے ہیں۔ روایت کیا اس کو مسلم نے۔

تشریح: حدیث نمبر۲ فقولوا خیراً: میت کے محاسن کا تذکرہ کیا جائے۔ اس کی قباحتوں کا ذکر نہ کیا جائے بشرطیکہ اس میں کوئی شرعی مصلحت نہ ہو یا وہ کھلم کھلا فاسق نہ ہو۔

وَعَنْھَا قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ مُّسْلِمٍ تُصِیْبُہٗ مُصِیْبَۃٌ فَیَقُوْلُ مَا اَمَرَہُ اللّٰہُ

حضرت ام سلمہؓ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی مسلمان نہیں جس کو مصیبت پہنچے پس کہے وہ جس کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے۔

بِہٖ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ اَللّٰھُمَّ اْجُرْنِیْ فِیْ مُصِیْبَتِیْ وَاَخْلُفْ لِیْ خَیْرًا مِّنْھَا اِلَّا اَخْلَفَ اللّٰہُ لَہٗ خَیْرًا

انا للہ وانا الیہ راجعون اے اللہ مجھ کو اس مصیبت کا اجر دے اور مجھے اس سے بہتر بدلہ دے مگر اللہ تعالیٰ اس سے بہتر بدلہ دیتا ہے۔

مِنْهَا فَلَمَّا مَاتَ اَبُوْ سَلَمَةَ قُلْتُ اَیُّ الْمُسْلِمِیْنَ خَیْرٌ مِّنْ اَبِیْ سَلَمَةَ اَوَّلُ بَیْتٍ هَاجَرَ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ

جس وقت ابوسلمہؓ فوت ہوگئے میں نے کہا ابوسلمہؓ سے بہتر کون مسلمان ہے سب سے پہلا گھرانہ ہے جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی

صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ اِنِّیْ قُلْتُهَا فَاَخْلَفَ اللّٰهُ لِیْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ . (مسلم)

طرف ہجرت کی لیکن میں نے یہ کلمات کہے اللہ تعالیٰ نے اس کے عوض میں مجھ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دیئے۔ روایت کیا اسکو مسلم نے۔

وَعَنْهَا قَالَتْ دَخَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَلٰی اَبِیْ سَلَمَةَ وَقَدْ شَقَّ بَصَرُهٗ فَاَغْمَضَهٗ ثُمَّ قَالَ

حضرت ام سلمہؓ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابوسلمہؓ پر داخل ہوئے ان کی آنکھیں پتھرا چکی تھیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بند کردیا پھر فرمایا

اِنَّ الرُّوْحَ اِذَا قُبِضَ تَبِعَهُ الْبَصَرُ فَضَجَّ نَاسٌ مِّنْ اَهْلِهٖ فَقَالَ لَا تَدْعُوْا عَلٰی اَنْفُسِکُمْ اِلَّا بِخَیْرٍ فَاِنَّ

تحقیق روح جس وقت قبض کی جاتی ہے نظر اس کے پیچھے رہ جاتی ہے۔ اس کے گھر والے بلند آواز سے چلائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنے نفسوں پر دعا نہ کرو

الْمَلٰٓئِکَةَ یُؤَمِّنُوْنَ عَلٰی مَا تَقُوْلُوْنَ ثُمَّ قَالَ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِاَبِیْ سَلَمَةَ وَارْفَعْ دَرَجَتَهٗ فِی الْمَهْدِیِّیْنَ وَاخْلُفْهُ

مگر بھلائی کے ساتھ کیونکہ فرشتے آمین کہتے ہیں اس پر جو کچھ تم کہتے ہو پھر فرمایا اے اللہ ابوسلمہ کو بخش دے اس کے درجات ہدایت دیئے گئے۔ لوگوں میں بلند کر اور

فِیْ عَقِبِهٖ فِی الْغَابِرِیْنَ وَاغْفِرْ لَنَا وَلَهٗ یَا رَبَّ الْعٰلَمِیْنَ وَافْسَحْ لَهٗ فِیْ قَبْرِهٖ وَنَوِّرْ لَهٗ فِیْهِ.(مسلم)

باقی رہنے والوں میں اس کا جانشین ہو۔ ہم کو اور اس کو اے عالموں کے رب بخش دے اس کی قبر کشادہ کر اور اس میں روشنی کر اس کے لئے روایت کیا اس کو مسلم نے۔

عَنْ عَآئِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ حِیْنَ تُوُفِّیَ سُجِّیَ

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس وقت فوت ہوئے چادر میں

بِبُرْدٍ حِبَرَةٍ. (متفق علیه)

ڈھانک دیئے گئے۔ (متفق علیہ)

الفصل الثانی

عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ کَانَ اٰخِرُ کَلَامِهٖ لَا اِلٰهَ

حضرت معاذ بن جبلؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کی آخری کلام لا الہ الا اللہ ہو جنت

اِلَّا اللّٰهُ دَخَلَ الْجَنَّةَ. (رواه ابوداود)

میں داخل ہوگا۔ روایت کیا اس کو ابوداؤد نے۔

وَعَنْ مَعْقِلِ بْنِ یَسَارٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِقْرَءُ وْا سُوْرَةَ یٰسٓ عَلٰی

حضرت معقل بن یسارؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنے مردوں پر سورہ یٰسین

مَوْتَاکُمْ. (رواه احمد و ابو داود و ابن ماجة)

پڑھو۔ روایت کیا اس کو احمد ابوداؤد اور ابن ماجہ نے۔

وَعَنْ عَآئِشَةَ قَالَتْ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَبَّلَ عُثْمَانَ بْنَ مَظْعُوْنٍ وَهُوَ مَيِّتٌ وَهُوَ

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عثمان بن مظعون کو بوسہ دیا اس حالت میں کہ وہ میت تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم روتے تھے۔

يَبْكِى حَتّٰى سَالَ دُمُوْعُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى وَجْهِ عُثْمَانَ (رواه ابوداود و الترمذی و ابن ماجة)

یہاں تک کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے آنسو عثمانؓ کے چہرہ پر گرتے تھے۔ روایت کیا اس کو ترمذیؒ ابو داؤد اور ابن ماجہ نے۔

تشریح: وعن عائشه وهو يبكى طلق بكاء ممنوع نہیں آواز کے ساتھ ممنوع ہے۔

وَعَنْ عَآئِشَةَ قَالَتْ اِنَّ اَبَابَكْرٍ قَبَّلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ مَيِّتٌ (رواه الترمذی وابن ماجة)

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہا کہ تحقیق ابو بکر صدیقؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بوسہ دیا جبکہ ان کی وفات ہو چکی تھی۔ روایت کیا اس کو ترمذی اور ابن ماجہ نے۔

وَعَنْ حُصَيْنِ بْنِ وَحْوَحَ اَنَّ طَلْحَةَ بْنَ الْبَرَآءِ مَرِضَ فَاَتَاهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضرت حصین بن وحوحؓ سے روایت ہے کہ طلحہ بن زبیرؓ بیمار ہوئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کی عیادت کیلئے تشریف لائے

يَعُوْدُهُ فَقَالَ اِنِّى لَاَرٰى طَلْحَةَ اِلَّاقَدْ حَدَثَ بِهِ الْمَوْتُ فَاٰذِنُوْنِى بِهٖ وَعَجِّلُوْا فَاِنَّهُ لَا

فرمایا میں خیال نہیں کرتا مگر طلحہؓ کی موت کو کہ واقع ہوگئی ہے۔ سو اس کی اطلاع کردو اور جلدی کرو مسلمان مردے کیلئے

يَنْبَغِى لِجِيْفَةِ مُسْلِمٍ اَنْ تُحْبَسَ بَيْنَ ظَهْرَانَىْ اَهْلِهٖ (رواه ابو داود)

لائق نہیں ہے کہ اپنے گھر والوں کے درمیان روک رکھا جائے۔ روایت کیا اس کو ابوداؤد نے۔

الفصل الثالث

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ جَعْفَرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَقِّنُوْا اَمْوَاتَكُمْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ

حضرت عبداللہ بن جعفرؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنے مردوں کو لا الہ الا اللہ

الْحَلِيْمُ الْكَرِيْمُ سُبْحَانَ اللّٰهِ رَبِّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ

الحلیم الکریم سبحان اللہ رب العرش العظیم والحمدللہ رب العلمین کی تلقین کرو۔ صحابہؓ نے عرض کیا اے اللہ کے

كَيْفَ لِلْاَحْيَاءِ قَالَ اَجْوَدُ وَاَجْوَدُ. (رواه ابن ماجة)

رسول یہ کلمات زندوں کیلئے کیسے ہیں فرمایا بہتر اور بہتر۔ روایت کیا اس کو ابن ماجہ نے۔

وَعَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْمَيِّتُ تَحْضُرُهُ الْمَلَائِكَةُ

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قریب المرگ شخص کے پاس فرشتے آتے ہیں

فَاِذَا كَانَ الرَّجُلُ صَالِحًا قَالُوْا اُخْرُجِىْ اَيَّتُهَا النَّفْسُ الطَّيِّبَةُ كَانَتْ فِى الْجَسَدِ الطَّيِّبِ اُخْرُجِىْ

اگر وہ نیک آدمی ہوتا ہے وہ کہتے ہیں اے پاک جان تو نکل جو کہ پاک بدن میں تھی اس حالت میں کہ قابل تعریف ہے اور راحت اور رزق کی

حَمِيْدَةً وَابْشِرِىْ بِرَوْحٍ وَ رَيْحَانٍ وَ رَبٍّ غَيْرِ غَضْبَانَ فَلَا تَزَالُ يُقَالُ لَهَا ذٰلِكَ حَتّٰى تَخْرُجَ

تجھ کو خوشخبری ہے اور ایسے رب کی ملاقات ہے جو ناراض نہیں ہے اس کو اس طرح ہمیشہ کہا جاتا ہے یہاں تک کہ وہ نکل آتی

ثُمَّ يُعْرَجُ بِهَا اِلَى السَّمَاءِ فَيُفْتَحُ لَهَا فَيُقَالُ مَنْ هٰذَا فَيَقُوْلُوْنَ فُلَانٌ فَيُقَالُ مَرْحَبًا بِالنَّفْسِ الطَّيِّبَةِ

پھر اس کو آسمان کی طرف لے جاتے ہیں آسمان کا دروازہ اس کیلئے کھولا جاتا ہے کہا جاتا ہے یہ کون ہے وہ کہتے ہیں فلاں آدمی ہے پس کہا جاتا ہے پاک جان کو

كَانَتْ فِى الْجَسَدِ الطَّيِّبِ اُدْخُلِى حَمِيْدَةً وَابْشِرِىْ بِرَوْحٍ وَ رَيْحَانٍ وَ رَبٍّ غَيْرِ غَضْبَانَ فَلَا

خوش آمدید ہو جو پاک بدن میں تھی اس حالت میں داخل ہو کہ تعریف کی گئی ہے۔ راحت اور رزق کی خوشخبری ہے اور ایسے رب کی ملاقات ہے

تَزَالُ يُقَالُ لَهَا ذٰلِكَ حَتّٰى تَنْتَهِىَ اِلَى السَّمَاءِ الَّتِىْ فِيْهَا اللّٰهُ فَاِذَا كَانَ الرَّجُلُ السُّوْءُ قَالَ

جو ناراض نہیں ہے یہ بات اس کیلئے ہمیشہ کہی جاتی ہے۔ یہاں تک کہ وہ اس آسمان تک پہنچتی ہے جس میں اللہ تعالیٰ ہے

اُخْرُجِىْ اَيَّتُهَا النَّفْسُ الْخَبِيْثَةُ كَانَتْ فِى الْجَسَدِ الْخَبِيْثِ اُخْرُجِىْ ذَمِيْمَةً وَابْشِرِىْ بِحَمِيْمٍ

جبکہ برا آدمی ہوتا ہے ملک الموت کہتا ہے اے خبیث جان نکل جو خبیث بدن میں تھی۔ نکل اس حالت میں کہ قابل مذمت ہے گرم پانی اور پیپ

وَغَسَّاقٍ وَاٰخَرَ مِنْ شَكْلِهٖ اَزْوَاجٍ فَمَا تَزَالُ يُقَالُ لَهَا ذٰلِكَ حَتّٰى تَخْرُجَ ثُمَّ يُعْرَجُ اِلَى السَّمَاءِ

اور طرح طرح کے اس کی مانند عذابوں کی تجھ کو خوشخبری ہے۔ یہ بات اس کیلئے ہمیشہ کہی جاتی ہے۔ یہاں تک کہ نکلتی ہے پھر اس کو آسمان کی طرف لے

فَيُفْتَحُ لَهَا فَيُقَالُ مَنْ هٰذَا فَيُقَالُ فُلَانٌ فَيُقَالُ لَا مَرْحَبًا بِالنَّفْسِ الْخَبِيْثَةِ كَانَتْ فِى الْجَسَدِ الْخَبِيْثِ اِرْجِعِىْ

جاتے ہیں اس کیلئے آسمان کا دروازہ کھلوایا جاتا ہے کہا جاتا ہے یہ کون ہے کہا جاتا ہے یہ فلاں ہے پس کہا جاتا ہے خبیث نفس کیلئے مبارکباد نہ ہو جو خبیث بدن میں تھی

ذَمِيْمَةً فَاِنَّهَا لَا تُفْتَحُ لَكِ اَبْوَابُ السَّمَاءِ فَتُرْسَلُ مِنَ السَّمَاءِ ثُمَّ تَصِيْرُ اِلَى الْقَبْرِ. (رواه ابن ماجة)

لوٹ جا اسی حالت میں مذمت کی گئی ہے تیرے لئے آسمان کے دروازے نہ کھولے جائینگے آسمان سے وہ ڈالی جاتی ہے پھر قبر کی طرف پھر آتی ہے۔ (ابن ماجہ)

وَعَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا خَرَجَتْ رُوْحُ الْمُؤْمِنِ تَلَقَّاهَا مَلَكَانِ

ابوہریرہؓ سے روایت ہے بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس وقت مومن کی روح نکلتی ہے

يُصْعِدَانِهَا قَالَ حَمَّادٌ فَذَكَرَ مِنْ طِيْبِ رِيْحِهَا وَذَكَرَ الْمِسْكَ قَالَ وَيَقُوْلُ اَهْلُ السَّمَاءِ رُوْحٌ

اس کو دو فرشتے لیتے ہیں اس کو لے کر چڑھتے ہیں۔ حماد نے کہا ذکر کیا اس نے روح کی خوشبو اور مشک کا کہا اہل آسمان کہتے ہیں پاک روح ہے

طَيِّبَةٌ جَاءَتْ مِنْ قِبَلِ الْاَرْضِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْكِ وَعَلٰى جَسَدٍ كُنْتِ تَعْمُرِيْنَهٗ فَيُنْطَلَقُ بِهٖ اِلٰى رَبِّهٖ ثُمَّ

جو زمین کی طرف سے آئی ہے۔ اللہ تجھ پر رحمت کرے اور اس بدن پر جس کو تو آباد رکھتی تھی اس کو اس کے رب کی طرف لے جاتے ہیں۔ پھر

يَقُوْلُ انْطَلِقُوْا بِهٖ اِلٰى اٰخِرِ الْاَجَلِ قَالَ وَ اِنَّ الْكَافِرَ اِذَا خَرَجَتْ رُوْحُهٗ قَالَ حَمَّادٌ وَذَكَرَ مِنْ نَتْنِهَا

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اس کو آخر اجل تک لے جاؤ۔ فرمایا اور کافر کی روح جس وقت نکلتی ہے حماد نے کہا اور ذکر کیا اس کی بدبو

وَذَكَرَ لَعْنًا وَيَقُوْلُ اَهْلُ السَّمَاءِ رُوْحٌ خَبِيْثَةٌ جَاءَتْ مِنْ قِبَلِ الْاَرْضِ فَيُقَالُ انْطَلِقُوْا بِهٖ اِلٰى اٰخِرِ الْاَجَلِ

اور لعنت کا۔ اہل آسمان کہتے ہیں ناپاک روح زمین کی طرف سے آئی ہے کہا جاتا ہے آخر اجل تک اس کو لے جاؤ۔ ابو ہریرہؓ نے کہا

قَالَ اَبُوْهُرَيْرَةَ فَرَدَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَيْطَةً كَانَتْ عَلَيْهِ عَلٰى اَنْفِهٖ هٰكَذَا (رواہ مسلم)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چادر اپنے ناک کی طرف لوٹائی اس طرح روایت کیا اس کو مسلم نے۔

وَعَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا حُضِرَ الْمُؤْمِنُ اَتَتْ مَلَائِكَةُ الرَّحْمَةِ بِحَرِيْرَةٍ بَيْضَاءَ فَيَقُوْلُوْنَ اُخْرُجِىْ رَاضِيَةً مَرْضِيًّا عَنْكِ اِلٰى رَوْحِ اللّٰهِ وَ رَيْحَانٍ وَ رَبٍّ غَيْرِ غَضْبَانَ فَتَخْرُجُ كَاَطْيَبِ رِيْحِ الْمِسْكِ حَتّٰى اَنَّهٗ لَيُنَاوِلُهٗ بَعْضُهُمْ بَعْضًا حَتّٰى يَاْتُوْا بِهٖ اَبْوَابَ السَّمَآءِ فَيَقُوْلُوْنَ مَا اَطْيَبَ هٰذِهِ الرِّيْحَ الَّتِىْ جَآءَتْكُمْ مِنَ الْاَرْضِ فَيَاْتُوْنَ بِهٖ اَرْوَاحَ الْمُؤْمِنِيْنَ فَلَهُمْ اَشَدُّ فَرَحًا بِهٖ مِنْ اَحَدِكُمْ بِغَائِبِهٖ يَقْدُمُ عَلَيْهِ فَيَسْاَلُوْنَهٗ مَاذَا فَعَلَ فُلَانٌ مَاذَا فَعَلَ فُلَانٌ فَيَقُوْلُوْنَ دَعُوْهُ فَاِنَّهٗ كَانَ فِىْ غَمِّ الدُّنْيَا فَيَقُوْلُ قَدْ مَاتَ اَمَا اَتَاكُمْ فَيَقُوْلُوْنَ قَدْ ذُهِبَ بِهٖ اِلٰى اُمِّهِ الْهَاوِيَةِ فَاِنَّ الْكَافِرَ اِذَا حُضِرَ اَتَتْهُ مَلَائِكَةُ الْعَذَابِ بِمِسْحٍ فَيَقُوْلُوْنَ اُخْرُجِىْ سَاخِطَةً مَسْخُوْطًا عَلَيْكِ اِلٰى عَذَابِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ فَتَخْرُجُ كَاَنْتَنِ رِيْحِ جِيْفَةٍ حَتّٰى يَاْتُوْنَ بِهٖ اِلٰى بَابِ الْاَرْضِ فَيَقُوْلُوْنَ مَا اَنْتَنَ هٰذِهِ الرِّيْحَ حَتّٰى يَاْتُوْنَ بِهٖ اَرْوَاحَ الْكُفَّارِ. (رواہ احمد و النسائی)

ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس وقت مومن کو موت آتی ہے رحمت کے فرشتے سفید ریشمی کپڑا لاتے ہیں کہتے ہیں نکل اس حال میں کہ راضی ہے تو اللہ سے اور اللہ تعالیٰ تجھ سے راضی ہے اللہ تعالیٰ کی رحمت اور رزق کی طرف اور ایسے رب کی طرف جو غضبناک نہیں ہے وہ بہترین مشک کی خوشبو کی مانند نکلتی ہے یہاں تک کہ فرشتے ایک دوسرے سے پکڑتے ہیں اسے لیکر آسمانوں کے دروازوں پر آتے ہیں فرشتے کہتے ہیں کس قدر عمدہ خوشبو ہے جو زمین کی طرف سے آئی ہے پھر مومنوں کی روحوں کے پاس اس کو لاتے ہیں پس وہ اس روح کے آنے سے بہت خوش ہوتے ہیں جس طرح ایک تمہارا کسی غائب شخص کے آنے سے خوش ہوتا ہے۔ اس سے پوچھتے ہیں فلاں نے کیا کیا کہتے ہیں اس کو چھوڑ دو وہ دنیا کے غم میں تھا پس وہ کہتا ہے تحقیق وہ مر چکا ہے کیا تمہارے پاس نہیں آیا کہتے ہیں اس کو دوزخ کی آگ کی طرف لے گئے ہیں اور کافر کو جس وقت موت آتی ہے عذاب کے فرشتے ٹاٹ لے کر آتے ہیں نکل تو ناخوش تجھ پر ناخوشی کی گئی ہے اللہ تعالیٰ کے عذاب کی طرف وہ نہایت بدبودار مردار کی بو کی طرح نکلتی ہے یہاں تک کہ زمین کے دروازوں پر اس کو لاتے ہیں فرشتے کہتے ہیں یہ بدبو کس قدر بری ہے یہاں تک کہ اس کو کافروں کی روحوں کی طرف لاتے ہیں۔ روایت کیا اس کو احمد اور نسائی نے۔

وَعَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ قَالَ خَرَجْنَا مَعَ النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِىْ جَنَازَةِ رَجُلٍ مِنَ الْاَنْصَارِ فَانْتَهَيْنَا اِلَى الْقَبْرِ وَلَمَّا يُلْحَدْ فَجَلَسَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَجَلَسْنَا حَوْلَهٗ كَاَنَّ عَلٰى رُءُوْسِنَا الطَّيْرَ وَ فِىْ يَدِهٖ عُوْدٌ يَنْكُتُ بِهٖ فِى الْاَرْضِ فَرَفَعَ رَاْسَهٗ فَقَالَ اسْتَعِيْذُوْا بِاللّٰهِ

ترجمہ: حضرت براء بن عازبؓ سے روایت ہے کہا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک انصاری کے جنازہ کی طرف نکلے ہم قبر تک پہنچے اور ابھی اسے دفن نہیں کیا گیا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھ گئے اور ہم بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے گرد بیٹھ گئے گویا ہمارے سروں پر جانور بیٹھے ہوئے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھ میں لکڑی تھی جس کے ساتھ زمین کو کریدتے تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا سر اٹھایا

مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ مَرَّتَيْنِ اَوْثَلَاثًاثُمَّ قَالَ اِنَّ الْعَبْدَ الْمُؤْمِنَ اِذَا كَانَ فِي انْقِطَاعٍ مِنَ الدُّنْيَا وَاِقْبَالٍ

اور فرمایا اللہ تعالیٰ سے عذاب قبر سے پناہ مانگو دو یا تین مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پھر فرمایا مومن بندہ جس وقت دنیا کے منقطع ہونے

مِنَ الْاٰخِرَةِ نَزَلَ اِلَيْهِ مَلَائِكَةٌ مِنَ السَّمَآءِ بِيْضُ الْوُجُوْهِ كَاَنَّ وُجُوْهَهُمُ الشَّمْسُ مَعَهُمْ كَفَنٌ

اور آخرت کی طرف متوجہ ہونے میں ہوتا ہے آسمان سے روشن چہروں والے فرشتے اس کی طرف آتے ہیں ان کے چہرے آفتاب کی طرح روشن ہوتے ہیں

مِنْ اَكْفَانِ الْجَنَّةِ وَحَنُوْطٌ مِنْ حُنُوْطِ الْجَنَّةِ حَتّٰى يَجْلِسُوْا مِنْهُ مَدَّالْبَصَرِ ثُمَّ يَجِيْءُ مَلَكُ

ان کے ساتھ جنت کے کفن ہوتے ہیں اور جنت کی خوشبو ہوتی ہے یہاں تک کہ وہ اس کے سامنے اس قدر فاصلہ پر بیٹھتے ہیں جہاں تک اس کی نظر پہنچتی ہے پھر ملک

الْمَوْتِ عَلَيْهِ السَّلَامُ حَتّٰى يَجْلِسَ عِنْدَ رَاْسِهٖ فَيَقُوْلُ اَيَّتُهَا النَّفْسُ الطَّيِّبَةُ اُخْرُجِيْ اِلٰى مَغْفِرَةٍ

الموت علیہ السلام آکر اس کے سر پر بیٹھ جاتا ہے۔ پس کہتا ہے اے پاک جان اللہ کی مغفرت

مِنَ اللّٰهِ وَ رِضْوَانٍ قَالَ فَتَخْرُجُ تَسِيْلُ كَمَا تَسِيْلُ الْقَطْرَةُ مِنَ السِّقَاءِ فَيَاْخُذُهَا فَاِذَا اَخَذَ هَالَمْ

اور رضا مندی کی طرف نکل فرمایا جان اس طرح نکلتی ہے جس طرح مشک سے پانی کا قطرہ بہہ جاتا ہے اس کو وہ پکڑ لیتا ہے

يَدَعُوْهَا فِيْ يَدِهٖ طَرْفَةَ عَيْنٍ حَتّٰى يَاْخُذُوْهَا فَيَجْعَلُوْهَا فِيْ ذٰلِكَ الْكَفَنِ وَفِيْ ذٰلِكَ الْحَنُوْطِ

جس وقت وہ پکڑتا ہے دوسرے فرشتے آنکھ جھپکنے میں اسے اپنے ہاتھوں میں لے لیتے ہیں اور اس کفن میں

وَيَخْرُجُ مِنْهَا كَاَطْيَبِ نَفْحَةِ مِسْكٍ وُجِدَتْ عَلٰى وَجْهِ الْاَرْضِ قَالَ فَيَصْعَدُوْنَ بِهَا فَلَا

اسے داخل کر دیتے ہیں اور اس خوشبو میں اسے لپیٹ دیتے ہیں اس سے نہایت عمدہ مشک جو زمین میں پایا جاتا ہے۔ایسی خوشبو مہکتی ہے

يَمُرُّوْنَ يَعْنِيْ بِهَا عَلٰى مَلَاءٍ مِنَ الْمَلَائِكَةِ اِلَّا قَالُوْا مَاهٰذَا الرُّوْحُ الطَّيِّبُ فَيَقُوْلُوْنَ فُلَانُ بْنُ

وہ اسے لیکر چڑھتے ہیں فرشتوں کی کسی جماعت کے پاس سے نہیں گزرتے مگر وہ کہتے ہیں کہ یہ روح کیسی پاکیزہ ہے وہ کہتے ہیں یہ فلاں بن

فُلَانٍ بِاَحْسَنِ اَسْمَائِهِ الَّتِيْ كَانُوْا يُسَمُّوْنَهٗ بِهَا فِي الدُّنْيَا حَتّٰى يَنْتَهُوْا بِهَا اِلَى السَّمَآءِ الدُّنْيَا

فلاں ہے اس کا بہترین نام لیتے ہیں جس کے ساتھ دنیا میں پکارا جاتا تھا یہاں تک کہ اس کو لیکر آسمان دنیا تک پہنچ جاتے ہیں

فَيَسْتَفْتِحُوْنَ لَهٗ فَيُفْتَحُ لَهُمْ فَيُشَيِّعُهٗ مِنْ كُلِّ سَمَآءٍ مُقَرَّبُوْهَا اِلَى السَّمَآءِ الَّتِيْ تَلِيْهَا حَتّٰى

اس کیلئے دروازہ کھلواتے ہیں اس کیلئے دروازہ کھولا جاتا ہے ہر آسمان سے مقرب فرشتے اوپر کے آسمان تک اس کے ساتھ چلتے ہیں۔ یہاں تک کہ

يُنْتَهٰى بِهٖ اِلَى السَّمَآءِ السَّابِعَةِ فَيَقُوْلُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ اُكْتُبُوْا كِتَابَ عَبْدِيْ فِيْ عِلِّيِّيْنَ وَ اَعِيْدُوْهُ

ساتویں آسمان تک اس کو پہنچایا جاتا ہے اللہ عزوجل فرماتا ہے میرے بندے کا عمل نامہ علیین میں لکھ لو اور اس کو

اِلَى الْاَرْضِ فَاِنِّيْ مِنْهَا خَلَقْتُهُمْ وَفِيْهَا اُعِيْدُهُمْ وَمِنْهَا اُخْرِجُهُمْ تَارَةً اُخْرٰى قَالَ فَتُعَادُ رُوْحُهٗ

زمین میں لوٹا دو کیونکہ میں نے اس کو اس سے پیدا کیا اسی میں ان کو لا ڈالوں گا اور اسی سے دوسری بار ان کو نکالوں گا۔ فرمایا کہ اس کی روح

فِيْ جَسَدِهٖ فَيَاْتِيْهِ مَلَكَانِ فَيُجْلِسَانِهٖ فَيَقُوْلَانِ لَهٗ مَنْ رَّبُّكَ فَيَقُوْلُ رَبِّيَ اللّٰهُ فَيَقُوْلَانِ لَهٗ

اس کے جسم میں ڈال دی جاتی ہے۔ دو فرشتے اس کے پاس آتے ہیں اس کو بٹھاتے ہیں اس کو کہتے ہیں تیرا رب کون ہے

مَادِیْنُکَ فَیَقُوْلُ دِیْنِی الْاِسْلَامِ فَیَقُوْلَانِ لَهٗ مَاھٰذَا الرَّجُلُ الَّذِیْ بُعِثَ فِیْکُمْ فَیَقُوْلُ ھُوَ رَسُوْلُ

وہ کہتا ہے میرا رب اللہ ہے وہ اسے کہتے ہیں تیرا دین کیا ہے وہ کہتا ہے میرا دین اسلام ہے پھر کہتے ہیں یہ شخص تم میں سے کون مبعوث ہوا ہے۔ وہ کہتا ہے وہ

اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَیَقُوْلَانِ لَهٗ وَمَا عِلْمُکَ فَیَقُوْلُ قَرَأْتُ کِتَابَ اللّٰہِ فَآمَنْتُ بِهٖ

اللہ کے رسول ہیں وہ کہتے ہیں ان باتوں کا تجھے کس طرح علم ہوا وہ کہتا ہے میں نے اللہ کی کتاب پڑھی اس کے ساتھ ایمان لایا اور میں نے

وَصَدَّقْتُ فَیُنَادِیْ مُنَادٍمِنَ السَّمَآءِ اَنْ صَدَقَ عَبْدِیْ فَافْرِ شُوْهُ مِنَ الْجَنَّةِ وَاَلْبِسُوْهُ مِنَ الْجَنَّةِ وَافْتَحُوْا

اس کی تصدیق کی آسمان سے ایک پکارنے والا پکارتا ہے۔ میرے بندے نے سچ کہا اس کیلئے جنت کا بچھونا بچھاؤ اور جنت کے لباس پہناؤ

لَهٗ بَابًا اِلَی الْجَنَّةِ قَالَ فَیَاْتِیْهِ مِنْ رُوْحِهَا وَطِیْبِهَا فَیُفْسَحُ لَهٗ فِیْ قَبْرِهٖ مَدَّبَصَرِهٖ قَالَ وَیَاْتِیْهِ رَجُلٌ

اور جنت کی طرف دروازہ کھول دو فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اس کے پاس جنت کی ہوا آتی ہے اور اس کی خوشبو پھر اس کی نگاہ پہنچنے تک کے فاصلہ

حَسَنُ الْوَجْهِ حَسَنُ الثِّیَابِ طَیِّبُ الرِّیْحِ فَیَقُوْلُ اَبْشِرْ بِالَّذِیْ یَسُرُّکَ ھٰذَا یَوْمُکَ الَّذِیْ

مطابق اس کی قبر کشادہ کی جاتی ہے۔ فرمایا ایک خوبصورت اچھے کپڑوں والا آدمی جس سے خوشبو مہکتی ہے اس کے پاس آتا ہے وہ کہتا ہے تجھ کو خوشخبری ہو

کُنْتَ تُوْعَدُ فَیَقُوْلُ لَهٗ مَنْ اَنْتَ فَوَجْهُکَ الْوَجْهُ یَجِیْئُ بِالْخَیْرِ فَیَقُوْلُ اَنَا عَمَلُکَ الصَّالِحُ

اس چیز کے ساتھ جو تجھ کو خوش کرے اس دن کا تو وعدہ دیا گیا تھا۔ میت اسے کہتی ہے تو کون ہے تیرا چہرہ بھلائی لاتا وہ کہتا ہے میں تیرا نیک عمل ہوں

فَیَقُوْلُ رَبِّ اَقِمِ السَّاعَةَ رَبِّ اَقِمِ السَّاعَةَ حَتّٰی اَرْجِعَ اِلٰی اَھْلِیْ وَمَالِیْ قَالَ وَاِنَّ الْعَبْدَ الْکَافِرَ

پس کہتا ہے کہ اے میرے رب قیامت قائم کر اے میرے رب قیامت قائم کرتا کہ میں اپنے اہل اور مال کی طرف لوٹ جاؤں۔ فرمایا اور کافر آدمی

اِذَا کَانَ فِیْ اِنْقِطَاعٍ مِنَ الدُّنْیَا وَاِقْبَالٍ مِنَ الْاٰخِرَةِ نَزَلَ اِلَیْهِ مِنَ السَّمَآءِ مَلَائِکَةٌ سُوْدُ الْوُجُوْهِ

جس وقت دنیا کے انقطاع اور آخرت کی طرف متوجہ ہونے میں ہوتا ہے۔ سیاہ چہروں والے فرشتے آسمان سے اس کی طرف اترتے ہیں۔

مَعَهُمُ الْمُسُوْحُ فَیَجْلِسُوْنَ مِنْهُ مَدَّ الْبَصَرِ ثُمَّ یَجِیْءُ مَلَکُ الْمَوْتِ حَتّٰی یَجْلِسَ عِنْدَ رَاْسِهٖ

ان کے پاس ٹاٹ ہوتے ہیں نگاہ پہنچنے کے فاصلہ پر آکر بیٹھ جاتے ہیں۔ پھر ملک الموت آجاتا ہے اور وہ اس کے سر کے پاس بیٹھ جاتا ہے

فَیَقُوْلُ اَیَّتُهَا النَّفْسُ الْخَبِیْثَةُ اُخْرُجِیْ اِلٰی سَخَطٍ مِنَ اللّٰہِ قَالَ فَتَفَرَّقُ فِیْ جَسَدِهٖ فَیَنْتَزِعُهَا

کہتا ہے اے خبیث جان نکل اللہ کے عذاب کی طرف وہ جسم میں پراگندہ ہوجاتی ہے۔ وہ کھینچتا ہے اس سے جس طرح

کَمَا یُنْزَعُ السَّفُّوْدُ مِنَ الصُّوْفِ الْمَبْلُوْلِ فَیَاْخُذُهَا فَاِذَا اَخَذَهَا لَمْ یَدَعُوْهَا فِیْ یَدِهٖ طَرْفَةَ عَیْنٍ

انکڑہ تر صوف سے کھینچا جاتا ہے اس کو پکڑ لیتا ہے جس وقت وہ اس کو پکڑ لیتا ہے فرشتے آنکھ جھپکنے میں

حَتّٰی یَجْعَلُوْهَا فِیْ تِلْکَ الْمُسُوْحِ وَیَخْرُجُ مِنْهَا کَاَنْتَنِ رِیْحِ جِیْفَةٍ وُجِدَتْ عَلٰی وَجْهِ الْاَرْضِ

اس سے لے لیتے ہیں اور اس ٹاٹ میں بند کردیتے ہیں اور اس سے نہایت مردار بدبو دار جو دنیا میں پایا جاتا ہے۔

فَیَصْعَدُوْنَ بِهَا فَلَا یَمُرُّوْنَ بِهَا عَلٰی مَلَاٍ مِنَ الْمَلَائِکَةِ اِلَّا قَالُوْا مَا ھٰذَا الرُّوْحُ الْخَبِیْثُ فَیَقُوْلُوْنَ

ایسی بدبو نکلتی ہے پھر اس کو لیکر وہ چڑھتے ہیں فرشتوں کی جس جماعت کے پاس سے گزرتے ہیں وہ کہتے ہیں یہ خبیث روح کس کی ہے

فُلَانُ بْنُ فُلَانٍ بِاَقْبَحِ اَسْمَائِهِ الَّتِي كَانَ يُسَمّٰى بِهَا فِي الدُّنْيَا حَتّٰى يُنْتَهٰى بِهِ اِلَى السَّمَآءِ الدُّنْيَا

وہ کہتے ہیں فلاں بن فلاں ہے اس کا نہایت برا نام لیتے ہیں جس کے ساتھ دنیا میں اس کا نام رکھا جاتا تھا یہاں تک کہ اس کو آسمان

فَيُسْتَفْتَحُ لَهُ فَلَا يُفْتَحُ لَهُ ثُمَّ قَرَأَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تُفَتَّحُ لَهُمْ اَبْوَابُ السَّمَآءِ

دنیا پر لے جاتے ہیں۔ اس کا دروازہ کھلوایا جاتا ہے اس کیلئے نہیں کھولا جاتا پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی ان کیلئے آسمان کے

وَلَا يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ حَتّٰى يَلِجَ الْجَمَلُ فِي سَمِّ الْخِيَاطِ فَيَقُوْلُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ اُكْتُبُوْا كِتَابَهُ فِي

دروازے نہیں کھولے جاتے اور نہ وہ جنت میں داخل ہوں گے یہاں تک کہ اونٹ سوئی کے ناکے میں داخل ہو۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے اس کا نامہ اعمال سجین

سِجِّيْنَ فِي الْاَرْضِ السُّفْلٰى فَتُطْرَحُ رُوْحُهُ طَرْحًا ثُمَّ قَرَأَ وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَكَاَنَّمَا خَرَّ مِنَ

میں لکھ دو جو کہ زمین کے نیچے ہے اس کی روح پھینک دی جاتی ہے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آیت پڑھی اور جو شخص اللہ کے ساتھ شرک کرے پس گویا کہ

السَّمَآءِ فَتَخْطَفُهُ الطَّيْرُ اَوْ تَهْوِي بِهِ الرِّيْحُ فِي مَكَانٍ سَحِيْقٍ فَتُعَادُ رُوْحُهُ فِي جَسَدِهِ وَيَاْتِيْهِ

وہ گر پڑا آسمان سے پس اچک لیتے ہیں اس کو پرندے یا پھینک دیتی ہے ہوا اس کو دور کے

مَلَكَانِ فَيُجْلِسَانِهِ فَيَقُوْلَانِ لَهُ مَنْ رَّبُّكَ فَيَقُوْلُ هَاهْ هَاهْ لَا اَدْرِي فَيَقُوْلَانِ لَهُ مَا دِيْنُكَ

مکان میں ۔ اس کے جسم میں روح لوٹائی جاتی ہے اور دو فرشتے اس کے۔ پاس آتے ہیں اس کو بٹھاتے ہیں

فَيَقُوْلُ هَاهْ هَاهْ لَا اَدْرِي فَيَقُوْلَانِ لَهُ مَا هٰذَا الرَّجُلُ الَّذِي بُعِثَ فِيْكُمْ فَيَقُوْلُ هَاهْ هَاهْ لَا اَدْرِي

پھر کہتے ہیں تیرا رب کون ہے وہ کہتا ہے ہا ہا میں نہیں جانتا پھر کہتے ہیں تیرا دین کیا ہے کہتا ہے ہاہ ہاہ میں نہیں جانتا پھر کہتے ہیں

فَيُنَادِي مُنَادٍ مِنَ السَّمَآءِ اَنْ كَذَبَ فَافْرِشُوْهُ مِنَ النَّارِ وَافْتَحُوْا لَهُ بَابًا اِلَى النَّارِ فَيَاْتِيْهِ مِنْ

وہ شخص کون ہے تم میں بھیجا گیا ہے۔ پس کہتا ہے ہاہ ہاہ میں نہیں جانتا آسمان سے ایک پکارنے والا پکارتا ہے

حَرِّهَا وَسَمُوْمِهَا وَيُضَيَّقُ عَلَيْهِ قَبْرُهُ حَتّٰى تَخْتَلِفَ فِيْهِ اَضْلَاعُهُ وَيَاْتِيْهِ رَجُلٌ قَبِيْحُ الْوَجْهِ

اس نے جھوٹ بولا اس کیلئے آگ کا بچھونا بچھاؤ اور آگ کی طرف دروازہ کھولو۔ اس کی گرمی اور گرم ہوا آتی ہے

قَبِيْحُ الثِّيَابِ مُنْتِنُ الرِّيْحِ فَيَقُوْلُ اَبْشِرْ بِالَّذِي يَسُوْءُكَ هٰذَا يَوْمُكَ الَّذِي كُنْتَ تُوْعَدُ

اس کی قبر اس پر تنگ ہوجاتی ہے۔ یہاں تک کہ اس کی پسلیاں ادھر ادھر نکل آتی ہیں اس کے۔ پاس ایک شخص بدشکل

فَيَقُوْلُ مَنْ اَنْتَ فَوَجْهُكَ الْوَجْهُ يَجِيْءُ بِالشَّرِّ فَيَقُوْلُ اَنَا عَمَلُكَ الْخَبِيْثُ فَيَقُوْلُ رَبِّ

نہایت برے بدبودار کپڑے پہنے آتا ہے کہتا ہے تجھے اس چیز کی مبارک ہے جس کو تو برا سمجھتا تھا تیرا یہ وہ دن ہے

لَا تُقِمِ السَّاعَةَ وَفِي رِوَايَةٍ نَحْوَهُ وَزَادَ فِيْهِ اِذَا خَرَجَ رُوْحُهُ صَلّٰى عَلَيْهِ كُلُّ مَلَكٍ بَيْنَ

جس کا تجھے وعدہ دیا جاتا تھا۔ وہ کہتا ہے تو کون ہے تیرا چہرہ برائی لایا ہے وہ کہتا ہے میں تیرا بدعمل ہوں وہ کہتا ہے اے میرے پروردگار قیامت قائم نہ کر۔

السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ وَكُلُّ مَلَكٍ فِي السَّمَآءِ وَفُتِحَتْ لَهُ اَبْوَابُ السَّمَآءِ لَيْسَ مِنْ اَهْلِ بَابٍ

ایک روایت میں اس طرح ہے اور اس میں زیادہ ہے کہ جس وقت مومن کی روح نکلتی ہے ہر فرشتہ جو آسمان اور زمین کے درمیان یا آسمان میں ہے

اِلَّاوَهُمْ يَدْعُوْنَ اللّٰهَ اَنْ يُّعْرَجَ بِرُوْحِهٖ مِنْ قِبَلِهِمْ وَتُنْزَعُ نَفْسُهٗ يَعْنِي الْكَافِرَ مَعَ الْعُرُوْقِ

اس پر رحمت بھیجتا ہے۔ آسمان کے دروازے اس کیلئے کھول دیئے جاتے ہیں۔ کوئی دروازے والے نہیں مگر وہ اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں

فَيَلْعَنُهٗ كُلُّ مَلَكٍ بَيْنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ وَكُلُّ مَلَكٍ فِي السَّمَآءِ وَتُغْلَقُ اَبْوَابُ السَّمَآءِ

کہ ان کی جانب سے اسے چڑھایا جائے اور کافر کی روح سے کھینچی جاتی ہے اور اس پر زمین و آسمان کے مابین فرشتے لعنت کرتے ہیں اور تمام فرشتے جو آسمانوں میں ہیں آسمان

لَيْسَ مِنْ اَهْلِ بَابٍ اِلَّاوَهُمْ يَدْعُوْنَ اللّٰهَ اَنْ لَايُعْرَجَ رُوْحُهٗ مِنْ قِبَلِهِمْ (رواه احمد)

کے دروازے بند کر لئے جاتے ہیں تمام دروازوں والے اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ اس کی روح ان کی جانب سے نہ چڑھائی جائے روایت کیا اس کو احمد نے۔

تشریح: حدیث نمبر ۱۵ وعن البراء بن عازب: حتى ارجع الى اهلى و مالى 'اهلى ومالى' سے کیا مراد ہے اس میں دو قول ہیں ا۔ میت کے قریبی رشتہ دار مراد ہیں ۲۔ اس سے مراد جنت کی نعمتیں ہیں اور جنت کی حوریں ہیں اور ''مالی'' کے بارے میں ایک قول یہ بھی ہے کہ مالی یہ اسم جامد نہیں بلکہ ما الگ ہے اور لی الگ ہے۔ مراد یہ ہے کہ جنت کی نعمتیں جو کہ میرے لئے ہیں اس کی طرف میں لوٹوں۔

وَعَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ كَعْبٍ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ لَمَّا حَضَرَتْ كَعْبًا الْوَفَاةُ اَتَتْهُ اُمُّ بِشْرٍ بِنْتُ الْبَرَاءِ ابْنِ

حضرت عبدالرحمٰن بن کعبؓ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہا جب کعبؓ کو موت آئی ام بشر بنت براء بن معرورؓ

مَعْرُوْرٍ فَقَالَتْ يَا اَبَاعَبْدِ الرَّحْمٰنِ اِنْ لَقِيْتَ فُلَانًا فَاقْرَا عَلَيْهِ مِنِّي السَّلَامَ فَقَالَ غَفَرَاللّٰهُ لَكِ

اس کے پاس آئی اور کہنے لگی اے ابو عبدالرحمان اگر تو فلاں کو ملے تو اس کو میرا سلام کہنا وہ کہنے لگا اے ام بشر اللہ تجھے بخشے

يَا اُمَّ بِشْرٍ نَّحْنُ اَشْغَلُ مِنْ ذٰلِكَ فَقَالَتْ يَا اَبَا عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَمَا سَمِعْتَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

ہم اس بات سے زیادہ مشغول ہوں گے۔ کہنے لگی اے ابو عبدالرحمٰن تو نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنَّ اَرْوَاحَ الْمُؤْمِنِيْنَ فِي طَيْرٍ خُضْرٍ تَعْلُقُ بِشَجَرِ الْجَنَّةِ قَالَ بَلٰى قَالَتْ

نہیں سنا فرماتے تھے مومنوں کی ارواح سبز پرندوں کے قالب میں ہونگی اور وہ جنت کا پھل کھائیں گے کہا ہاں کیوں نہیں ام بشر نے کہا

فَهُوَ ذَاكَ (رواه ابن ماجة والبيهقي في كتاب البعث و النشور)

پس یہ وہی ہے۔ روایت کیا اسکو ابن ماجہ نے اور بیہقی نے کتاب البعث والنشور میں۔

وَعَنْهُ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّهٗ كَانَ يُحَدِّثُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّمَا نَسَمَةُ الْمُؤْمِنِ طَيْرٌ

اسی عبدالرحمٰنؓ سے روایت ہے اس نے اپنے باپ سے روایت کی وہ حدیث بیان کیا کرتے تھے کہ بے شک نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سوائے اس کے نہیں مومن کی روح پرندہ کی شکل میں ہوتی

تَعْلُقُ فِيْ شَجَرِ الْجَنَّةِ حَتّٰى يُرْجِعَهُ اللّٰهُ فِيْ جَسَدِهٖ يَوْمَ يَبْعَثُهٗ'' (رواه مالک و النسائي و البيهقي في كتاب البعث و النشور)

ہے جنت کا میوہ کھاتی ہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ جس روز اسے اٹھائے گا اس کے بدن میں پھیر لائے گا روایت کیا اس کو مالک نے نسائی اور بیہقی نے کتاب البعث والنشور میں۔

وَعَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ قَالَ دَخَلْتُ عَلٰى جَابِرِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ وَهُوَ يَمُوْتُ فَقُلْتُ اِقْرَأْ عَلٰى

محمد بن منکدرؒ سے روایت ہے کہا میں جابر بن عبداللہؓ کے پاس گیا وہ مرنے کے قریب تھے میں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو

رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ السَّلَامَ (رواه ابن ماجه)

میرا سلام کہنا۔ روایت کیا اس کو ابن ماجہ نے۔

باب غسل المیت و تکفینه

میت کونہلانے اور کفنانے کا بیان

الفصل الاول

عَنْ اُمِّ عَطِيَّةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنها قَالَتْ دَخَلَ عَلَيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَحْنُ نَغسِلُ
حضرت ام عطیہؓ سے روایت ہے کہا کہ ہم پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم داخل ہوئے ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی کو غسل دے رہی تھیں
ابنتَهُ فَقَالَ اغْسِلْنَهَا ثَلٰثًا اَوْ خَمسًا اَوْ اَكْثَرَ مِنْ ذَالِکَ اِنْ رَّاَيْتُنَّ ذَالِکَ بِمَآءٍ وَّسِدْرٍ وَّاجْعَلْنَ
فرمایا اس کو تین یا پانچ یا زیادہ مرتبہ غسل دینا اگر تم مناسب سمجھو پانی اور بیری کے پتوں کے ساتھ اور ڈالو
فِی الْاٰخِرَةِ كَافُوْرًا اَوْ شَيْئًا مِّنْ كَافُوْرٍ فَاِذَا فَرَغْتُنَّ فَاٰذِنَّنِیْ فَلَمَّا فَرَغْنَا اٰذَنَّاهُ فَاَلْقٰى اِلَيْنَا حَقْوَهٗ
آخر میں کافوریا فرمایا کچھ کافور۔جس وقت فارغ ہوجاؤ مجھ کواطلاع دینا۔جس وقت ہم فارغ ہوئیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کواطلاع دی آپ صلی اللہ علیہ وسلم
فَقَالَ اَشْعِرْنَهَا اِيَّاهُ وَفِیْ رِوَايَةٍ اغْسِلْنَهَا وِتْرًا ثَلٰثًا اَوْ خَمسًا اَوْ سَبْعًا وَّابْدَاْنَ بِمَيَامِنِهَا وَمَوَاضِعِ
نے اپنا تہبند ہم کو دیا اور فرمایا اس کے بدن کے ساتھ لگا دو۔ایک روایت میں ہے غسل دو اس کو طاق تین بار یا پانچ بار یا سات بار اور
الْوُضُوْءِ مِنْهَا قَالَتْ فَضَفَرْنَا شَعْرَهَا ثَلٰثَةَ قُرُوْنٍ فَاَلْقَيْنَاهَا خَلْفَهَا. (متفق علیه)
شروع کرو دائیں طرف سے اور وضو کے اعضا سے کہا ہم نے اس کے بالوں کی تین چوٹیاں گوندھیں اور پیچھے ان کو ڈالا۔(متفق علیہ)

تشریح: میت کو غسل دینا فرض کفایہ ہے۔مسنون ۳ مرتبہ پانی بہانا ہے اگر ضرورت پیش آ جائے تو زائد مرتبہ بھی بہا سکتے ہیں اور اگر ضرورت نہ ہو تو پھر مکروہ ہے۔البتہ ایتار کا احتیاط کرنا چاہیے۔حدیث نمبرا عن ام عطیۃ حضرت ام عطیہ وہ صحابیہؓ ہیں جو اچھی طرح میت کے غسل کے احکام جانتی تھیں۔انہوں نے جو قصہ سنایا وہ واضح ہے۔ابنته کا مصداق کیا ہے؟

راجح قول یہ ہے کہ حضرت زینبؓ اور مرجوح قول یہ ہے کہ اس سے مراد حضرت ام کلثومؓ ہیں۔مسلم کی روایت میں حضرت زینبؓ کی تصریح ہے اور بخاری میں حضرت ام کلثومؓ کی تصریح ہے۔بماءٍ وسدر' افضل یہی ہے کہ بیری کے پتے ہوں اگر چہ آج کل کے زمانے میں صابن کا استعمال بھی جائز ہے۔تین مرتبہ پانی بہایا جائے۔احناف کے نزدیک تین مرتبہ پانی بہایا جائے گا۔پہلی مرتبہ خالص پانی دوسری مرتبہ بیری کا پانی' تیسری مرتبہ کافور والا پانی یہ افضل ہے۔

حقوہٗ حقو کا معنی ازار اور دوسرا معنی ازار بند لیکن یہاں ازار مراد ہے۔اشعرنہا جو کپڑا جسم کے ساتھ متصل ہو اس کو شعار کہتے ہیں۔مطلب یہ تھا کہ اس کو کفن کے بھی نیچے رکھ دیا جائے تا کہ تبرک حاصل ہو جائے۔اس سے معلوم ہوا کہ تبرک باثار الصالحین جائز ہے۔یہ ازار بطور کفن کے ہی استعمال ہوا تھا نہ کہ کفن سے زائد تھا۔**فضفرها شعرها ثلثة قرون فالقینا ها خلفها**۔

اس میں فقہاء کا اختلاف ہے کہ سر کے بالوں کے کتنے حصہ کرنے چاہئیں۔ احناف کے نزدیک دو حصے کر کے اگلی جانب ڈالے جائیں گے۔شوافع کے نزدیک تین حصے کر کے پچھلی جانب ڈالے جائیں گے۔ان کی یہی حدیث دلیل ہے۔

جواب: فعلن مافعلن باجتهادٍ. اصل یہی ہے کہ القاء صدر کی جانب ہوتا ہے چنانچہ سیاق بھی اسی پر دال ہے کیونکہ نبی کریمؐ نے اس کو بیان نہیں کیا کیونکہ پیچھے کی جانب زینت کیلئے ڈالے جاتے ہیں اور میت زینت کا محل نہیں۔

وَعَنْ عَآئِشَةَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھَا قَالَتْ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کُفِّنَ فِیْ ثَلٰثَةِ اَثْوَابٍ

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہا کہ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یمن کے بنے ہوئے تین کولی روئی کے

یَّمَانِیَّةٍ بِیْضٍ سَحُوْلِیَّةٍ مِّنْ کُرْسُفٍ لَیْسَ فِیْھَا قَمِیْصٌ وَّلَا عِمَامَةٌ.(متفق علیه)

کپڑوں میں کفن دیئے گئے۔ان میں کرتا اور پگڑی نہ تھی۔ (متفق علیہ)

تشریح: وعن عائشہ سحولیہ کا کیا معنی ہے؟ ا۔سحولیہ جمع سحل اس کا معنی ہے دھلے ہوئے کپڑے ۲۔سحل روئی کو کہتے ہیں تو معنی ہوا روئی کے کپڑے۔سحل سے مراد یہ کہ یمن کے قریب ایک بستی کا نام ہے۔اس کے بنے ہوئے کپڑے سحولی کہلاتے تھے۔مسئلہ: مرد کا مسنون کفن کیا ہے؟ احناف اور شوافع کا اتفاق ہے کہ مسنون تین کپڑے ہیں۔البتہ ان تین کپڑوں کے مصداق میں اختلاف ہوگیا ہے۔

احناف کے نزدیک دو لفافے اور ایک قمیص ہے اور عندالشوافع ۳ لفافے ہی ہیں۔لاقمیص لہ بالشوافع کی دلیل ہی حدیث ہے۔

حدیث عائشہؓ کفن رسول اللہ فی ثلثہ اثواب یمانیہ بیض سحولیہ من کرسف لیس فیھا قمیص ولاعمامہ

جواب یہ نفی قمیص متعارف کی ہے کہ جس کی آستین وغیرہ ہوں اور ہماری مراد قمیص متعارف نہیں بلکہ یہ ہے کہ اس کو درمیان سے پھاڑ دیا جائے تو چونکہ یہ قمیص کی شکل کی طرح بن جاتی ہے اس لئے اس کو قمیص کہتے ہیں۔سوال: مابعد میں آرہا ہے کہ نبی کریمؐ نے عبداللہ بن ابیؓ کو اپنی قمیص متعارف دی معلوم ہوا کہ یہ قمیص متعارف بھی جائز ہے؟ جواب: ابتداء اگر قمیص تیار کر کے پہنائی جائے تو جائز نہیں ہے اور اگر کسی مصلحت کی وجہ سے بعد میں پہنادی جائے تو جائز ہے اور یہ جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قمیص پہنائی تھی یہ بعد میں پہنائی تھی تو اس میں کوئی حرج نہیں اور بطور مصلحت کے پہنائی جس کا تذکرہ مابعد میں آرہا ہے۔دوسرا اختلاف مالکیہ کے ساتھ ہے مالکیہ کہتے ہیں مرد میت کا کفن مسنون پانچ کپڑے ہیں۔تین تو یہی شوافع والے (تین لفافے) اور ایک قمیص اور ایک عمامہ یہ حدیث مالکیہ کے خلاف جارہی ہے۔مالکیہ اس کا جواب یہ دیتے ہیں کہ یہ قمیص اور عمامہ ان تین کپڑوں میں شمار نہ تھا۔یہ مراد نہیں کہ سرے سے قمیص اور عمامہ تھے ہی نہیں۔

عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا کَفَّنَ اَحَدُکُمْ اَخَاہُ فَلْیُحَسِّنْ کَفَنَهٗ.(مسلم)

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس وقت ایک تمہارا اپنے بھائی کو کفن دے اس کو اچھا کفن دے۔روایت کیا اس کو مسلم نے۔

تشریح: حدیث نمبر۳ وعن جابر الخ فلیحسن کفنهٗ احسان کا معنی یہ ہے کہ احسان کفن کما بھی ہو اور کیفا بھی بایں طور کہ مقدار مسنون سے کم نہ ہو اور کیفا بایں طور کہ حلال مال سے ہو مال مشتبہ سے نہ ہو پاک صاف اور سفید رنگ کا ہو۔

وَعَنْ عَبْدِاللّٰہِ بْنِ عَبَّاسٍؓ قَالَ اِنَّ رَجُلًا کَانَ مَعَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَوَقَصَتْهُ نَاقَتُهٗ وَھُوَ

حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہا کہ ایک آدمی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا اس کی اونٹنی نے اس کی گردن توڑ دی اور وہ

مُحْرِمٌ فَمَاتَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اغْسِلُوْہُ بِمَآءٍ وَّسِدْرٍ وَّکَفِّنُوْہُ فِیْ ثَوْبَیْهِ

محرم تھا۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کو پانی اور بیری کے ساتھ غسل دو اور اس کے دونوں کپڑوں میں اس کو کفن دو اس کو خوشبو نہ لگاؤ

وَلَا تَمَسُّوْہُ بِطِیْبٍ وَّلَا تُخَمِّرُوْا رَاْسَهٗ فَاِنَّهٗ یُبْعَثُ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ مُلَبِّیًا مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ

اس کے سر کو نہ ڈھانکو۔قیامت کے دن لبیک کہتا ہوا اٹھے گا۔(متفق علیہ)

خبابؓ کی حدیث جس کے الفاظ ہیں قتل مصعب بن عمیر ہم باب جامع المناقب میں ذکر کریں گے۔ انشاء اللہ۔

تشریح: حدیث نمبر ۴ وعن ابن عباسؓ الخ ...... ولا تمسوۂ بطیب ولا تخمر وراسۂ فانہ یبعث یوم القیمۃ

مسئلہ: میت محروم کا حکم غیر محرم کی طرح ہے یا مختلف ہے؟ احناف کے نزدیک محرم کا حکم غیر محرم کی طرح ہے یعنی اس کو خوشبو بھی لگائی جائے اور اس کا سر بھی ڈھانپا جائے اور شوافع کے نزدیک غیر محرم کی طرح نہیں ہے بلکہ مختلف ہے۔ شوافع کہتے ہیں کہ اس پر: محرم والے احکام باقی رہیں گے۔ کہ دو چادریں ہی رہیں گی اور سر کو بھی ڈھانپا نہیں جائے گا اور خوشبو بھی نہیں لگائی جائے گی۔ شوافع کی دلیل یہی حدیث ہے۔ احناف اس کا جواب: یہ دیتے ہیں کہ یہ اس خوش قسمت صحابیؓ کی خصوصیت تھی لایقاس علیہ غیرہ اس پر قرینہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے کہ قیامت کے دن تلبیہ پڑھتے ہوئے اٹھے گا۔

اضاف کی دلیل اذا مات الانسان انقطع عملہٗ اس کے تحت محرم بھی داخل ہے لہٰذا اس کا یہ عمل بھی منقطع ہو جائے گا نیز آثار عمل صحابہ بھی اسی پر دال ہیں چنانچہ مقام جحفہ میں حضرت ابن عمرؓ کا بیٹا فوت ہو گیا تھا۔ احرام کی حالت میں۔ تو حضرت ابن عمرؓ نے اس کا سر ڈھانپا اور فرمایا کہ اگر ہم محرم نہ ہوتے تو تمہیں خوشبو بھی لگاتے اور حضرت عائشہؓ کا فتویٰ بھی اس پر ہے۔

الفصل الثانی

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْبِسُوْا مِنْ ثِيَابِكُمُ الْبَيَاضَ فَاِنَّهَا مِنْ

ابن عباسؓ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم سفید کپڑے پہنو اس لئے کہ وہ

خَيْرِ ثِيَابِكُمْ وَ كَفِّنُوا فِيْهَا مَوْتَاكُمْ وَمِنْ خَيْرِ اَكْحَالِكُمُ الْاِ ثْمِدُ فَاِنَّهٗ يُنْبِتُ الشَّعْرَ وَ يَجْلُوا

تمہارے بہترین کپڑے ہیں اور اپنے مردوں کو ان میں کفن دو اور تمہارا بہترین سرمہ اثمد ہے وہ بالوں کو اگاتا اور نظر کو

الْبَصَرَ. رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَ رَوَى ابْنُ مَاجَةَ اِلٰى مَوْتَاكُمْ.

تیز کرتا ہے۔ روایت کیا اس کو ابوداؤد اور ترمذی نے اور روایت کیا اس کو ابن ماجہ نے موتاکم کے لفظ تک۔

تشریح: الاثمد ایک پتھر کا نام ہے اس کے سرمہ کو اثمد کہتے ہیں۔

وَعَنْ عَلِيٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تُغَالُوْا فِي الْكَفَنِ فَاِنَّهٗ يُسْلَبُ

علیؓ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کفن میں بہت مہنگا کپڑا نہ لگاؤ کیونکہ وہ جلد چھینا

سَلْبًا سَرِيْعًا. (رواه ابوداؤد)

جاتا ہے روایت کیا اس کو ابوداؤد نے۔

تشریح: وعن علیؓ لاتغالوا فی الکفن یعنی کفن میں زیادہ ثمن نہ لو کیونکہ اس سے غریب لوگوں کے حال پر اثر پڑے گا پھر لوگ قرضہ لے کر بھی کفن خریدنا شروع کر دیں گے۔ اس میں مشقت ہے۔ اس لئے اس سے منع فرمادیا۔

وَعَنْ اَبِىْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ اَنَّهٗ لَمَّا حَضَرَهُ الْمَوْتُ دَعَا بِثِيَابٍ جُدُدٍ فَلَبِسَهَا ثُمَّ قَالَ سَمِعْتُ

ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے جب ان کو موت آئی نئے کپڑے منگوائے ان کو پہنا پھر کہا میں نے

رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ الْمَیِّتُ یُبْعَثُ فِیْ ثِیَابِہِ الَّتِیْ یَمُوْتُ فِیْھَا. (رواہ ابوداؤد)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے میت کو انہیں کپڑوں میں اٹھایا جائے گا جن میں وہ مرتا ہے روایت کیا اسکو ابو داؤد نے۔

تشریح: وعن ابی سعید ن الخدری الخ ا لمیت تبعث فی ثیابہ التی یموت فیھا۔

سوال: دوسری حدیث میں آتا ہے کہ لوگ اپنی قبروں سے برہنہ (ننگے) اٹھیں گے اور اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ کپڑوں میں اٹھایا جائے گا۔

جواب: اصل یہی ہے کہ مردوں کو برہنہ اٹھایا جائے گا اور یہ جو فرمایا کہ کپڑوں میں اٹھایا جائے گا اس سے مراد ثیاب معنویہ ہیں یعنی جن اعمال میں آدمی کی وفات ہوگی اسی عمل میں اٹھایا جائے گا۔ باقی حضرت ابوسعیدؓ نے اس سے ثیاب حسی سمجھ لئے یہ ان کا اپنا اجتہاد تھا۔ یا تو قصداً ایسا فرمایا تا کہ ظاہری الفاظ پر عمل ہو جائے یا کما ینبغی ادراک نہ کرنے کی وجہ سے ثیاب حسی سمجھ لئے۔ یہ ایسے ہی ہے جیسے ایک صحابی عدی بن حاتم نے حتی یتبین لکم الخیط الا بیض من الخیط الاسود سے دودھاگے سمجھ لئے تھے۔

وَعَنْ عُبَادَۃَ بْنِ الصَّامِتِ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ خَیْرُ الْکَفَنِ الْحُلَّۃُ وَخَیْرُ

عبادہ بن صامتؓ سے روایت ہے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں فرمایا بہترین کفن حلہ ہے اور بہترین

الْاُضْحِیَّۃِ الْکَبْشُ الْاَقْرَنُ (رواہ ابوداؤد و رواہ الترمذی و ابن ماجہ عن ابی امامۃ)

قربانی سینگد ار دنبہ ہے روایت کیا اس کو ابوداؤد نے اور روایت کیا ترمذی ابن ماجہ نے ابوامامہ سے۔

تشریح: حلہ ازار اور رداء کے مجموعہ کو کہتے ہیں۔ سوال: اس حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حلہ میں کفن دینا یہ تین کپڑوں سے بھی بہتر ہے حالانکہ تین کپڑوں میں کفن زیادہ بہتر ہے بنسبت دو کے۔ جواب: حلہ کا عمدہ ہونا ثوب واحد کے اعتبار سے ہے نہ کہ اثواب ثلثہ کے اعتبار سے اور اسی طرح خیر الاضحیہ الکبش ہے جیسے ماقبل میں آیا نعمت الاضحیہ من الضان یعنی باعتبار شاۃ کے۔ اس کی قربانی بہتر ہے۔

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ اَمَرَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِقَتْلٰی اُحُدٍ اَنْ یُنْزَعَ عَنْھُمُ الْحَدِیْدُ

ابن عباسؓ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شہداء احد کے متعلق فرمایا ان سے لوہا

وَالْجُلُوْدُ وَاَنْ یُدْفَنُوْا بِدِمَائِھِمْ وَثِیَابِھِمْ (رواہ ابوداؤد ابن ماجہ)

اور چمڑے اتارے جائیں اور ان کے خون اور کپڑوں سمیت ان کو دفن کیا جائے۔ روایت کیا اس کو ابوداؤد اور ابن ماجہ نے۔

الفصل الثالث

عَنْ سَعْدِ بْنِ اِبْرٰھِیْمَ عَنْ اَبِیْہِ اَنَّ عَبْدَالرَّحْمٰنِ بْنَ عَوْفٍ اُتِیَ بِطَعَامٍ وَّکَانَ صَائِمًا فَقَالَ قُتِلَ مُصْعَبُ

سعد بن ابراہیمؒ سے روایت ہے وہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ عبدالرحمان بن عوف کے پاس کھانا لایا گیا اور وہ روزے سے تھے کہا مصعب بن عمیر

بْنُ عُمَیْرٍ وَّھُوَ خَیْرٌ مِّنِّیْ کُفِّنَ فِیْ بُرْدَۃٍ اِنْ غُطِّیَ رَاْسُہٗ بَدَتْ رِجْلَاہُ وَ اِنْ غُطِّیَ رِجْلَاہُ بَدَا رَاْسُہٗ

شہید کر دیئے گئے وہ مجھ سے بہتر تھے ان کو ایک چادر میں کفن دیا گیا۔ اگر سر ڈھانکا جاتا اس کے پاؤں کھل جاتے اور اگر پاؤں ڈھانکے جاتے سر کھل جاتا۔

وَاُرَاہُ قَالَ وَقُتِلَ حَمْزَۃُ وَھُوَ خَیْرٌ مِّنِّیْ ثُمَّ بُسِطَ لَنَا مِنَ الدُّنْیَا مَا بُسِطَ اَوْ قَالَ اُعْطِیْنَا مِنَ الدُّنْیَا مَا

میرا خیال ہے انہوں نے کہا حمزہ قتل کر دیئے گئے اور وہ مجھ سے بہتر تھے پھر ہمارے لئے دنیا کشادہ کر دی گئی ہے۔ یا کہا دی گئی ہے دنیا جس قدر دی گئی ہے اور

اُعْطِیْنَا وَلَقَدْ خَشِیْنَا اَنْ تَکُوْنَ حَسَنَاتُنَا عُجِّلَتْ لَنَا ثُمَّ جَعَلَ یَبْکِیْ حَتّٰی تَرَکَ الطَّعَامَ. (بخاری)

تحقیق ہم ڈرتے ہیں کہیں ہماری نیکیوں کا ثواب ہمیں جلد نہ دیا گیا ہو پھر رونا شروع کیا یہاں تک کہ کھانا چھوڑ دیا روایت کیا اس کو بخاری نے۔

وَ عَنْ جَابِرٍؓ قَالَ اَتَی رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَبْدَاللّٰهِ بْنَ اُبَيٍّ بَعْدَ مَا اُدْخِلَ حُفْرَتَهٗ

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عبداللہ بن ابیؓ پر داخل ہوئے جب کہ اس کو اپنی قبر میں رکھا گیا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے

فَاَمَرَ بِهٖ فَاُخْرِجَ فَوَضَعَهٗ عَلٰى رُكْبَتَيْهِ فَنَفَثَ فِيْهِ مِنْ رِّيْقِهٖ وَاَلْبَسَهٗ قَمِيْصَهٗ قَالَ وَكَانَ

اس کے متعلق حکم دیا اس کو نکالا گیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو اپنے دونوں گھٹنوں پر رکھا اس کے منہ میں اپنی لعاب ڈالی۔

كَسَا عَبَّاسًا قَمِيْصًا. (متفق عليه)

اور اپنی قمیص پہنائی۔ جابرؓ نے کہا اور اس نے عباسؓ کو قمیص پہنائی تھی۔ (متفق علیہ)

تشریح: سوال: عبداللہ بن ابی تو رئیس المنافقین تھا اس کے بارے میں اللہ نے فرمایا ولاتصلی علی احدٍ منهم مات ابدًا ولا تقم علی قبره (الآیہ) تو پھر آپؐ نے اس کے ساتھ یہ رواداری کا معاملہ کیوں کیا کہ قمیص پہنائی اور لعاب بھی اس کے منہ میں ڈالا وغیرہ وغیرہ۔

جواب-۱: یہ نزولِ آیت سے پہلے کا واقعہ ہے۔ باقی رہی یہ بات کہ اس رواداری میں مصلحت کیا تھی؟ اس کی وجوہ کئی ہیں

۱- غزوہ بدر میں حضرت عباسؓ گرفتار ہوگئے اور یہ ننگے تھے ان کا قد لمبا تھا اور کسی کا کرتہ ان کو "فٹ" نہیں آ رہا تھا تو عبداللہ بن ابی کا قد بھی لمبا تھا اور اس کا کرتہ حضرت عباسؓ کو درست آ گیا تو اس نے یہ کرتہ پہنا دیا یہ اس کا احسان تھا تو حضرت محمد پیغمبر نے یہ خیال فرمایا کہ میرے چچے پر اس کا جو احسان ہے وہ باقی نہ رہے تو یہ جزائے احسان ہے۔

۲- یہ خود تو رئیس المنافقین تھا لیکن اس کا بیٹا مخلص مسلمان تھا۔ اس کی دلجوئی کیلئے اس کے کہنے پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ رواداری کا معاملہ فرمایا۔

۳- رجاءً لایمان قومهم چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس رواداری کو دیکھ کر اس کی قوم میں سے تقریباً ایک ہزار آدمی مسلمان ہوگئے۔

۴- امت کو ایک مسئلہ بتلایا کہ اگر کسی شخص میں ایمان نہ ہو کافر ہو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اگرچہ اس کے منہ میں لعاب ہی کیوں نہ ڈالیں اور اپنا کرتہ بھی کیوں نہ پہنا دیں اور جنازہ بھی کیوں نہ پڑھ دیں پھر بھی اس کی نجات نہیں ہوگی جب تک وہ خود ایمان نہ لائے۔

باب المشى بالجنازة و الصلوة عليها

جنازہ کے ساتھ چلنے اور نماز جنازہ کا بیان

الفصل الاول

عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَسْرِعُوْا بِالْجَنَازَةِ فَاِنْ تَكُ صَالِحَةً

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جنازہ کے ساتھ جلدی کرو اگر وہ نیک ہے پس بھلائی ہے

فَخَيْرٌ تُقَدِّمُوْنَهَا اِلَيْهِ وَاِنْ تَكُ سِوٰى ذٰلِكَ فَشَرٌّ تَضَعُوْنَهٗ عَنْ رِّقَابِكُمْ. (متفق عليه)

جس کی طرف آگے تم اس کو بھیج رہے ہو۔ اگر اس کے سوا ہے پس بد ہے جس کو تم اپنی گردنوں سے اتارو گے۔ (متفق علیہ)

وَعَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا وُضِعَتِ الْجَنَازَةُ فَاحْتَمَلَهَا الرِّجَالُ

حضرت ابو سعیدؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس وقت جنازہ تیار کیا جاتا ہے اور لوگ اپنی گردنوں پر

عَلٰی اَعْنَاقِهِمْ فَاِنْ کَانَتْ صَالِحَةً قَالَتْ قَدِّمُوْنِیْ وَاِنْ کَانَتْ غَیْرَ صَالِحَةٍ قَالَتْ لِاَهْلِهَا یَا وَیْلَهَا اَیْنَ

اسکو اُٹھاتے ہیں اگر نیک ہوتا ہے کہتا ہے مجھ کو جلدی لے چلو اگر نیک نہیں ہوتا کہتا ہے اپنے لوگوں کو ہائے افسوس تم مجھ کو کہاں لے جاتے ہو

تَذْهَبُوْنَ بِهَا یَسْمَعُ صَوْتَهَا کُلُّ شَیْءٍ اِلَّا الْاِنْسَانَ وَلَوْ سَمِعَ الْاِنْسَانُ لَصَعِقَ. (بخاری)

اسکی آواز انسان کے علاوہ ہر شی سنتی ہے۔ اگر انسان سن لے بیہوش ہو جائے۔ روایت کیا اسکو بخاری نے۔

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا رَاَیْتُمُ الْجَنَازَةَ فَقُوْمُوْا فَمَنْ تَبِعَهَا

اسی (ابوسعید) سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جب تم جنازہ دیکھو کھڑے ہو جاؤ جو شخص اس کے ساتھ جائے

فَلَا یَقْعُدْ حَتّٰی تُوْضَعَ. (متفق علیه)

اس وقت تک نہ بیٹھے یہاں تک کہ رکھا جائے۔ (متفق علیہ)

تشریح: وعنهٗ قال قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وآله وسلم اذا رأیتم الجنازه فقوموا الخ۔

قیام للجنازہ کی شرعی حیثیت کیا ہے۔ رویت جنازہ پر قیام ابتداء یہ حکم تھا لیکن بعد میں منسوخ ہو گیا۔ مابعد والی روایات اسی پر دال ہیں کہ نبی کریمؐ اور صحابہ کرامؓ کبھی کھڑے ہوتے تھے اور کبھی کھڑے نہیں ہوتے۔ باقی رہی یہ بات کہ قیام للجنازہ کا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو حکم دیا ہے اس کے اسباب کیا ہیں؟ اس کے کئی اسباب بیان کئے جاتے ہیں ا۔ کہ موت گھبراہٹ کی چیز ہے۔ جب اس کو دیکھو تو کھڑے ہو جاؤ یعنی اپنی حالت بدل لو تا کہ اس کا استحضار ہو جائے۔ ۲۔ نفس من النفوس کی موت ہے۔ اس کے اعزاز کیلئے کھڑے ہو جاؤ جیسے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ایک یہودیہ عورت کا جنازہ آنے پر قیام اسی قبیل سے ہے ۳۔ اس کی ایمان کی دولت کی وجہ سے لیکن یہ وجہ دوسری دو میں جاری نہیں ہوگی۔ ۴۔ یہ اس لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تا کہ میت کا جنازہ سر کے اوپر سے نہ گزرے۔

وَعَنْ جَابِرٍؓ قَالَ مَرَّتْ جَنَازَةٌ فَقَامَ لَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَقُمْنَا مَعَهٗ فَقُلْنَا یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہا کہ ایک جنازہ گذرا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کیلئے کھڑے ہوئے اور ہم بھی آپ کے ساتھ کھڑے ہوئے ہم نے کہا اے اللہ

صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّهَا یَهُوْدِیَّةٌ فَقَالَ اِنَّ الْمَوْتَ فَزَعٌ فَاِذَا رَاَیْتُمُ الْجَنَازَةَ فَقُوْمُوْا. (متفق علیه)

کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم بے شک وہ یہودی عورت کا جنازہ ہے فرمایا موت جائے گھبراہٹ ہے۔ جس وقت تم جنازہ دیکھو اس کیلئے کھڑے ہو جاؤ۔ (متفق علیہ)

وَعَنْ عَلِیٍّؓ قَالَ رَاَیْنَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَامَ فَقُمْنَا وَقَعَدَ فَقَعَدْنَا

حضرت علیؓ سے روایت ہے کہا ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کھڑے دیکھا ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کھڑے ہو گئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم

یَعْنِیْ فِی الْجَنَازَةِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ

بیٹھے ہم بھی بیٹھے یعنی جنازہ میں۔ روایت کیا اس کو مسلم نے مالک اور ابوداؤد کی روایت میں ہے جنازہ میں کھڑے ہوئے پھر بعد میں بیٹھ گئے۔ (متفق علیہ)

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنِ اتَّبَعَ جَنَازَةَ مُسْلِمٍ اِیْمَانًا

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص مسلمان آدمی کے جنازہ کے پیچھے ایمان کی حالت میں ثواب طلب کرنے

وَّاحۡتِسَابًا وَّكَانَ مَعَهُ حَتّٰى يُصَلّٰى عَلَيۡهَا وَيُفۡرَغَ مِنۡ دَفۡنِهَا فَاِنَّهُ يَرۡجِعُ مِنَ الۡاَجۡرِ بِقِيۡرَاطَيۡنِ كُلُّ
کیلئے جاتا ہے اوراس کے ساتھ رہتا ہے یہاں تک کہ اس پر نماز جنازہ پڑھی جائے اور اس کو دفن کر کے فارغ ہوا جائے۔ وہ دو قیراط کے برابر ثواب لے کر
قِيۡرَاطٍ مِثۡلُ اُحُدٍ وَّمَنۡ صَلّٰى عَلَيۡهَا ثُمَّ رَجَعَ قَبۡلَ اَنۡ تُدۡفَنَ فَاِنَّهُ يَرۡجِعُ بِقِيۡرَاطٍ. (متفق عليه)
پھرتا ہے۔ ہر قیراط احد پہاڑ کی مثل ہے جو اس پر نماز جنازہ پڑھتا ہے پھر دفن ہونے سے پہلے لوٹ آتا ہے وہ ایک قیراط لیکر واپس لوٹتا ہے۔ (متفق علیہ)

وَعَنۡهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ نَعَى لِلنَّاسِ النَّجَاشِيَّ الۡيَوۡمَ الَّذِيۡ مَاتَ فِيۡهِ وَخَرَجَ بِهِمۡ
ابو ہریرہؓ سے روایت ہے بے شک نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نجاشی کے مرنے کی خبر اس روز پہنچائی جس روز وہ فوت ہوا اور صحابہؓ کے ساتھ عید گاہ کی
اِلَى الۡمُصَلّٰى فَصَفَّ بِهِمۡ وَكَبَّرَ اَرۡبَعَ تَكۡبِيۡرَاتٍ. (متفق عليه)
طرف نکلے اور صف باندھی اور چار تکبیریں کہیں۔ (متفق علیہ)

تشریح: وعنه ان النبی صلی الله علیه وسلم نعیٰ للناس الخ

سوال: اس حدیث سے تو وفات پر اعلان کا جواز ثابت ہوتا ہے جبکہ دوسری حدیث میں اس کی ممانعت آئی ہے۔

جواب: اگر اعلان سے مقصود تفاخر ہو تو جائز نہیں ہے اور اگر محض اطلاع ہی دینی ہے تو جائز ہے۔

جواب-۲: جس حدیث میں اعلان کرنے سے نہی ہے وہ نہی عن طریق الجاهلیة ہے کہ زمانہ جاہلیت میں یوں ہوتا تھا کہ ناعی کو گدھے پر بٹھا دیتے اور وہ قریہ قریہ نوحہ کرتا ہوا اطلاع دیتا تھا۔ نجاشی: یہ حبشہ کے بادشاہ کو کہتے ہیں اس حدیث میں جس نجاشی کا قصہ ہے اس کا نام اصحمہ تھا۔ دوسرا مسئلہ تکبیرات کا ہے۔ تکبیرات خلافت عمرؓ تک چار، پانچ۔ حتیٰ کہ نو تک کہی گئیں لیکن بعد میں چار کہی جانے لگی اور اب اس پر اجماع ہے کہ نماز جنازہ میں چار تکبیرات ہوتی ہیں۔ تیسرا مسئلہ: غائبانہ نماز جنازہ جائز ہے یا نہیں اس میں اختلاف ہے۔ احناف اور مالکیہ کے نزدیک جائز نہیں شوافع اور حنابلہ کے نزدیک جائز ہے۔ احناف کی دلیل یہ ہے کہ دور نبویؐ میں بہت سے حضرات صحابہ کرام مختلف غزوات میں شہید ہوئے ان کی نماز جنازہ غائبانہ نہیں پڑھی گئی نیز اگر نماز جنازہ غائبانہ جائز ہوتی تو خلفاء راشدین صحابہ کرامؓ اور تابعین اور آئمہ مجتہدین کی وفات ہوتی تو ان کی مشارق و مغارب میں نماز جنازہ غائبانہ ادا کی جاتی حالانکہ کچھ بھی نہیں۔ شوافع کی دلیل یہی حدیث ہے کہ نبی کریمؐ نے نجاشی کی نماز جنازہ غائبانہ پڑھی۔

جواب-۱: یہ نجاشی ہی کی خصوصیت ہے۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ یہ نجاشی مسلمان تھا اور جہاں اس پر اس کی وفات ہوئی وہاں کوئی مسلمان نہیں رہتا تھا اس کی نماز جنازہ کسی نے نہیں پڑھی تو آپ کو بذریعہ وحی علم ہو گیا کہ نجاشی کا جنازہ بلا نماز جنازہ دفن کر دیا گیا ہے اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی نماز جنازہ پڑھی۔ جواب-۲: حاشیہ نصیریہ میں ایسی روایات موجود ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے سے نجاشی کے درمیان تک کے پردے اٹھا دیئے گئے تھے بلکہ بعض میں ہے کہ صحابہ فرماتے ہیں ایسے معلوم ہوتا ہے کہ جنازہ سامنے آ گیا ہے تو پھر یہ جنازہ حاضرانہ ہوا نہ کہ غائبانہ۔ جواب-۳: دراصل صحابہ کرامؓ کو نجاشی کے اسلام اور عدم اسلام کے بارے میں شبہ ہو رہا تھا تو نبی کریمؐ نے اس کا جنازہ پڑھ کر اس شبہ کو دور کر دیا اور ختم کر دیا۔

دلیل ۲: باقی رہی یہ بات کہ حضرت معاویہ بن معاویہ المزنی کی نماز جنازہ غائبانہ ادا کی گئی جب غزوہ تبوک میں نبی کریم تشریف لے گئے اور معاویہ بن معاویہ المزنی کی وفات مدینہ منورہ میں ہوئی تو نبی کریمؐ نے ان کی نماز جنازہ غزوہ تبوک میں پڑھی تو اس سے غائبانہ نماز جنازہ کا جواز معلوم ہوا۔

جواب: یہ واقعہ جزئیہ ہے ۲۔ یہ ان کی خصوصیت تھی اور غائبانہ نہ تھی بلکہ حاضرانہ تھی جیسا کہ بعض روایات میں ہے کہ حضرت جبرئیلؑ تشریف لائے اور انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم معاویہ کی نماز جنازہ پڑھنی ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہاں

انہوں نے پر مارا جس سے سب حجابات اٹھ گئے اور روایات میں ہے کہ ان کی نماز جنازہ میں فرشتوں کی دو صفیں تھیں فی صف ستر ہزار فرشتے تھے۔

چوتھا مسئلہ: اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ صلوۃ علی المیت فی المسجد جائز نہیں ہے۔ اس لئے کہ میت کی عدم موجودگی میں مسجد میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز جنازہ نہیں پڑھی۔ جب میت موجود ہو تو پھر بطریق اولیٰ جائز نہیں ہے۔

جب میت کی نماز جنازہ ادا کرنے کے بعد دفن کر دیا گیا ہو تو آیا اس کی قبر پر دوبارہ نماز جنازہ پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟

احناف کے نزدیک اگر ولی اقرب الی المیت پہلے نماز جنازہ میں شریک نہ ہوا ہو تو اس کیلئے جائز ہے اور اگر بلا نماز جنازہ دفن کر دیا گیا ہو تو پھر جائز ہے۔ شوافع کہتے ہیں اگر کوئی شریک نہ ہو سکا ہو تو وہ صلوۃ علی القبر پڑھ سکتا ہے (خواہ ولی اقرب ہو یا نہ) شوافع کی دلیل یہی حدیث ہے کہ نبی کریمؐ ایک قبر کے پاس تشریف لائے فرمایا اس کو کب دفن کیا گیا صحابہؓ نے عرض کیا رات گزشتہ تو قال النبیؐ مجھے کیوں نہیں بتلایا پھر صحابہؓ نے عرض کی آپ سوئے ہوئے تھے ہم نے جگانا مناسب نہیں سمجھا۔ اس کے بعد نبی کریمؐ قبر کے سامنے کھڑے ہوئے صحابہؓ نے بھی صفیں بنائیں اور نماز جنازہ پڑھی تو معلوم ہوا کہ دوبارہ نماز جنازہ پڑھنا جائز ہے۔ نبی کریمؐ ولی اقرب تو نہیں تھے ناں۔

جواب-۱: یہ نبی کریمؐ کی خصوصیت ہے لایقاس علیہ غیرہ وجہ اس کی یہ ہے دلیل خصوصیۃ یہ ہے جو کہ مابعد میں روایت میں مذکور ہے کہ قال رات میں تاریکیوں سے بھری ہوئی ہے۔ میری نماز جنازہ پڑھنے کی وجہ سے وہ روشن ہو جاتی ہے ظاہر ہے کہ ہر کوئی تو ایسا نہیں کہہ سکتا۔

جواب-۲: نبی کریمؐ ولی اقرب ہی ہیں اور کون ہوگا۔

وَعَنْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِی لَیْلٰیؓ قَالَ کَانَ زَیْدُ بْنُ اَرْقَمَ یُکَبِّرُ عَلٰی جَنَائِزِنَا اَرْبَعًا وَّاَنَّهٗ کَبَّرَ عَلٰی جَنَازَةٍ خَمْسًا فَسَاَلْنَاهُ فَقَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یُکَبِّرُهَا.(مسلم)

حضرت عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰؓ سے روایت ہے کہا کہ زید بن ارقم ہمارے جنازوں پر چار تکبیریں کہتا تھا ایک جنازہ پر اس نے پانچ تکبیریں کہیں ہم نے ان سے پوچھا کہا نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس طرح کہتے تھے۔ روایت کیا اسکو مسلم نے۔

وَعَنْ طَلْحَةَ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَوْفٍؓ قَالَ صَلَّیْتُ خَلْفَ ابْنِ عَبَّاسٍ عَلٰی جَنَازَةٍ فَقَرَءَ فَاتِحَةَ الْکِتٰبِ فَقَالَ لِتَعْلَمُوْا اَنَّهَا سُنَّةٌ.(بخاری)

حضرت طلحہ بن عبداللہ بن عوفؓ سے روایت ہے کہا کہ میں نے ابن عباسؓ کے پیچھے نماز جنازہ پڑھی اس نے سورہ فاتحہ پڑھی اور کہا میں نے اس لئے پڑھی ہے تا کہ تم جان لو کہ یہ سنت ہے۔ روایت کیا اس کو بخاری نے۔

تشریح: حدیث نمبر۹ وعن طلحة بن عبدالله بن عوف قال صليت خلف ابن عباس على جنازة فقرأ فاتحه الكتاب فقال لتعلموا انها سنة مسئلہ: صلوۃ علی الجنازہ میں قرأۃ ہے یا نہیں۔ احناف کے نزدیک قرأۃ قرآن نہیں۔ شوافع کے نزدیک قرأت فاتحہ ہے۔ احناف کی دلیل مؤطین میں مذکور ہے اس میں حضرت ابن عمرؓ کا قول نقل کیا گیا ہے کہ وہ فاتحہ کی قرأت نہیں کرتے تھے اور شوافع کی دلیل ایہی حدیث طلحہ بن عبداللہ ہے۔ اس میں ہے ابن عباسؓ نے قرأت فاتحہ کی اور فرمایا لتعلموا انها سنة۔

جواب-۱: حضرت ابن عباس کا فاتحہ کی قرأت کرنا علی وجہ الثناء تھا نہ کہ من حیث القرآن اور ہم اس کے قائل ہیں کہ فاتحہ قرآن کی قرأت علی وجہ الثناء جائز ہے۔ باقی انها سنة کا مطلب یہ ہے کہ ثابت بالسنۃ ہے۔ جواب-۲: یہ حضرت ابن عباسؓ کا اپنا اجتہاد ہے۔

دوسری دلیل للشوافع حدیث ابن عباس ان النبیؐ قرأ علی الجنازه بفاتحه الکتاب. جواب: صحیح روایت ماقبل والی ہے نیز سنداً بھی یہ حدیث متکلم فیہ ہے اس وجہ سے ہماری حدیث دلیل کے معارض بننے کی صلاحیت نہیں رکھتی۔ اگر ہم مان بھی لیں تو پھر یہ پڑھنا من حیث الثناء ہے نیز یہ پڑھنا دواماً نہیں تھا اختلاف اسی میں ہے کہ قرأت قرآن (او فاتحہ) دواماً ہے یا نہیں۔

وَعَنْ عَوْفِ بْنِ مَالِکٍؓ قَالَ صَلّٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَلٰی جَنَازَۃٍ فَحَفِظْتُ مِنْ

حضرت عوف بن مالکؓ سے روایت ہے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز جنازہ پڑھی میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی

دُعَآئِہٖ وَھُوَ یَقُوْلُ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلَہٗ وَارْحَمْہُ وَعَافِہٖ وَاعْفُ عَنْہُ وَاَکْرِمْ نُزُلَہٗ وَوَسِّعْ مُدْخَلَہٗ

دعا سے یاد کیا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے اے اللہ اس کو بخش دے اے اللہ اس پر رحم کر اس کو خلاصی دے اس کو معاف کردے

وَاغْسِلْہُ بِالْمَآءِ وَالثَّلْجِ وَالْبَرَدِ وَنَقِّہٖ مِنَ الْخَطَایَا کَمَا نَقَّیْتَ الثَّوْبَ الْاَبْیَضَ مِنَ الدَّنَسِ

اس کی مہمانی بہتر کر اور اس کی قبر کو کشادہ کر اس کو پانی برف اور اولے کے ساتھ دھو ڈال اس کو گناہوں سے پاک کردے

وَاَبْدِلْہُ دَارًا خَیْرًا مِّنْ دَارِہٖ وَاَھْلًا خَیْرًا مِّنْ اَھْلِہٖ وَزَوْجًا خَیْرًا مِّنْ زَوْجِہٖ وَاَدْخِلْہُ الْجَنَّۃَ وَاَعِذْہُ

جس طرح سفید کپڑا میل سے تو صاف کرتا ہے اور بدلہ دے اس کو گھر کا ثواب جو اس کے گھر سے اچھا ہو اور اہل اس کے اہل سے

مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَمِنْ عَذَابِ النَّارِ وَفِیْ رِوَایَۃٍ وَقِہٖ فِتْنَۃَ الْقَبْرِ وَعَذَابَ النَّارِ قَالَ حَتّٰی تَمَنَّیْتُ

بہتر اور بی بی جو اس کی بی بی سے بہتر ہو اس کو جنت میں داخل کر اور اس کو عذاب قبر سے نجات دے اور آگ کے عذاب سے ایک روایت میں ہے اس کو فتنہ قبر سے

اَنْ اَکُوْنَ اَنَا ذٰلِکَ الْمَیِّتَ۔ (مسلم)

بچا اور آگ کے عذاب سے یہاں تک کہ میں نے آرزو کی کاش میں وہ میت ہوتا۔ روایت کیا اس کو مسلم نے۔

وَعَنْ اَبِیْ سَلَمَۃَ بْنِ عَبْدِالرَّحْمٰنِؓ اَنَّ عَآئِشَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھَا لَمَّا تُوُفِّیَ سَعْدُ بْنُ اَبِیْ وَقَّاصٍ قَالَتِ

حضرت ابوسلمہؓ بن عبدالرحمٰن سے روایت ہے کہا کہ جس وقت سعد بن ابی وقاصؓ کی وفات ہوئی عائشہؓ نے کہا اس کو مسجد

ادْخُلُوْا بِہِ الْمَسْجِدَ حَتّٰی اُصَلِّیَ عَلَیْہِ فَاُنْکِرَ ذٰلِکَ عَلَیْھَا فَقَالَتْ وَاللّٰہِ لَقَدْ صَلّٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ

میں داخل کرو تاکہ میں بھی نماز جنازہ پڑھ لوں پس اس بات سے انکار کیا گیا حضرت عائشہؓ نے کہا اللہ کی قسم رسول اللہ

صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَلَی ابْنَیْ بَیْضَآءَ فِی الْمَسْجِدِ سُھَیْلٍ وَّاَخِیْہِ۔ (مسلم)

صلی اللہ علیہ وسلم نے بیضاء کے دونوں بیٹوں سہیل اور اس کے بھائی کا جنازہ مسجد میں ہی پڑھا تھا۔ روایت کیا اس کو مسلم نے۔

تشریح: وعن ابی سلمۃ بن عبدالرحمن ان عائشۃؓ توفی سعد بن ابی وقاص قالت ادخلوابہ المسجد حتی اصلی علیہ۔

مسئلہ: مسجد میں نماز جنازہ جائز ہے یا نہیں اس میں اختلاف ہے۔ احناف کے نزدیک مطلقاً جائز نہیں ہے خواہ میت مسجد کے اندر ہو یا باہر مقتدی اندر ہو امام ہوں یا کچھ مقتدی اندر ہو اور کچھ باہر ہوں شوافع کے نزدیک مطلقاً جائز ہے۔

احناف کی دلیل-۱: ایک ماقبل میں گزر کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نجاشی کی نماز جنازہ مسجد میں نہیں پڑھائی باوجودیکہ میت نہیں تھی۔ معلوم ہوا جب میت فی المسجد ہو تو بطریق اولیٰ جائز نہیں اور دلیل-۲: جنازہ گاہ مسجد سے باہر تیار کروائی گئی تھی تو اس سے بھی معلوم ہوا کہ نماز جنازہ مسجد میں جائز نہیں۔ دلیل-۳: ابوداؤد کی روایت ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس نے مسجد میں نماز جنازہ پڑھی اس کی نماز جنازہ ادا نہیں ہوگی۔ فلا شیی لہٗ معلوم ہوا کہ بغیر عذر کے صلوٰۃ علی الجنازہ فی المسجد جائز نہیں۔ شوافع کی دلیل یہی حدیث ہے۔ حدیث عائشہؓ ہے کہ حضرت عائشہؓ نے فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیضاء کے دو بیٹوں کی نماز جنازہ فی المسجد پڑھی۔

جواب-۱: اگر یہ آپ کا عمل جانا پہچانا ہوتا اور مشہور ہوتا تو صحابہ کرامؓ اس پر انکار نہ فرماتے تو صحابہؓ کا انکار کرنا یہ دلیل ہے اس بات کی کہ اب جائز نہیں جواز منسوخ ہو گیا۔ یا پھر یہ کسی عذر کی وجہ سے بیضاء کے دو بیٹوں کی نماز جنازہ مسجد میں پڑھی وہ عذر یہ تھا کہ مثلاً آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم معتکف تھے مسجد سے باہر نہیں جا سکتے تھے اس لئے مسجد میں اور یہ بھی کہ میت مسجد سے باہر تھی یا یہ کہ بارش وغیرہ تھی۔ جنازہ گاہ میں پانی تھا اس لئے مسجد میں پڑھی تو عذر کی حالت میں پڑھی۔ اس کے احناف بھی قائل ہیں۔ محل نزاع غیر عذر ہے۔ باقی رہی یہ بات کہ حضرت عمرؓ کی نماز جنازہ بھی مسجد میں ادا کی گئی (موطا امام محمد) یہ بھی عذر کی وجہ سے تھا۔

وَعَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍؓ قَالَ صَلَّيْتُ وَرَآءَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى امْرَاَةٍ مَّاتَتْ
حضرت سمرہ بن جندبؓ سے روایت ہے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز جنازہ پڑھی ایک عورت پر جو اپنے
فِیْ نِفَاسِهَا فَقَامَ وَسَطَهَا. (متفق علیه)
نفاس میں مرگئی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے وسط میں کھڑے ہوتے۔

تشریح: مسئلہ صلوۃ علی القبر۔ جب میت کی نماز جنازہ ادا کرنے کے بعد دفن کر دیا گیا ہو تو آیا اس کی قبر پر دوبارہ نماز جنازہ پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟ احناف کے نزدیک اگر ولی اقرب الی المیت پہلے نماز جنازہ میں شریک نہ ہوا ہو تو اس کیلئے جائز ہے (اور اگر بلا نماز جنازہ دفن کر دیا گیا ہو تو پھر جائز ہے) شوافع کہتے ہیں اگر کوئی شریک نہ ہو سکا ہو تو وہ صلوۃ علی القبر پڑھ سکتا ہے (خواہ ولی اقرب ہو یا نہ ہو) شوافع کی دلیل یہی حدیث ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک قبر کے پاس تشریف لائے فرمایا اس کو کب دفن کیا گیا صحابہؓ نے عرض کی رات گزشتہ تو قال النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھے کیوں بتلایا پھر صحابہؓ نے عرض کی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سوئے ہوئے تھے ہم نے جگانا مناسب نہیں سمجھا۔ اس کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قبر کے سامنے کھڑے ہوئے صحابہؓ نے بھی صفیں بنائیں اور نماز جنازہ پڑھی تو معلوم ہوا کہ دوبارہ نماز جنازہ پڑھنا جائز ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ولی اقرب تو نہیں تھے۔ جواب یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خصوصیت ہے یقاس علیہ غیرہ۔ وجہ اس کی یہ ہے دلیل خصوصیت یہ ہے جو کہ مابعد میں روایت ہیں مذکور ہے کہ رات تاریکیوں سے بھری ہوئی ہے۔ میری نماز جنازہ پڑھنے کی وجہ سے وہ روشن ہو جاتی ہے ظاہر ہے کہ ہر کوئی تو ایسا نہیں کہہ سکتا۔ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم والی اقرب ہی ہیں اور کون ہوگا۔

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ بِقَبْرٍ دُفِنَ لَيْلًا فَقَالَ مَتٰى دُفِنَ هٰذَا
حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک قبر کے پاس سے گزرے جس میں مردہ کو رات دفن کیا گیا تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم
قَالُوا الْبَارِحَةَ قَالَ اَفَلَا اٰذَنْتُمُوْنِیْ قَالُوْا دَفَنَّاهُ فِیْ ظُلْمَةِ اللَّيْلِ فَكَرِهْنَا اَنْ نُّوْقِظَكَ فَقَامَ
نے فرمایا کب دفن کیا گیا ہے۔ صحابہؓ نے عرض کیا آج کی رات فرمایا تم نے مجھے اطلاع کیوں نہیں دی انہوں نے کہا ہم نے اس کو رات کی تاریکی میں دفن کیا
فَصَفَفْنَا خَلْفَهُ فَصَلّٰى عَلَيْهِ. (متفق علیه)
اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بیدار کرنا مکروہ سمجھا آپ کھڑے ہوئے ہم نے آپ کے پیچھے صف باندھی آپ نے اس پر نماز جنازہ پڑھی۔ (متفق علیہ)

وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَؓ اَنَّ امْرَاَةً سَوْدَآءَ كَانَتْ تَقُمُّ الْمَسْجِدَ اَوْ شَابٌّ فَفَقَدَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ
حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہا کہ ایک سیاہ رنگ کی عورت مسجد میں جھاڑو دیا کرتی تھی یا ایک نوجوان تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو گم پایا اس

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَالَ عَنهَا اَوْعَنْهُ فَقَالُوْا مَاتَ قَالَ اَفَلَا كُنْتُمْ اٰذَنْتُمُوْنِي قَالَ فَكَاَنَّهُمْ صَغَّرُوْا

عورت یا اس جوان کے متعلق سوال کیا انہوں نے کہا وہ مرگئی ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم نے مجھ کو کیوں اطلاع نہ دی کہا گویا انہوں نے اس کے

اَمْرَهَا اَوْ اَمْرَهُ فَقَالَ دُلُّوْنِي عَلٰى قَبْرِهٖ فَدَلُّوْهُ فَصَلّٰى عَلَيْهَا ثُمَّ قَالَ اِنَّ هٰذِهِ الْقُبُوْرَ مَمْلُوْءَةٌ ظُلْمَةً

معاملہ کو حقیر خیال کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کی قبر مجھ کو بتلاؤ انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بتلائی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر نماز جنازہ

عَلٰى اَهْلِهَا وَاِنَّ اللّٰهَ يُنَوِّرُهَا لَهُمْ بِصَلٰوتِيْ عَلَيْهِمْ. (متفق عليه) ولفظه للمسلم

پڑھی پھر فرمایا۔ یہ قبریں تاریکی اور ظلمت سے بھری ہوئی ہیں اور میرے نماز پڑھنے سے اللہ تعالیٰ ان کو روشن کر دیتا ہے۔ (متفق علیہ) اور لفظ مسلم کے ہیں۔

وَعَنْ كُرَيْبٍ مَوْلٰى ابْنِ عَبَّاسٍؓ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّهٗ مَاتَ لَهُ ابْنٌ بِقُدَيْدٍ

حضرت کریب مولیٰ ابن عباس عبداللہ بن عباسؓ سے روایت کرتا کہ ان کا بیٹا قدید میں

اَوْ بِعُسْفَانَ فَقَالَ يَا كُرَيْبُ! اُنْظُرْ مَا اجْتَمَعَ لَهٗ مِنَ النَّاسِ قَالَ فَخَرَجْتُ فَاِذَا نَاسٌ قَدِ اجْتَمَعُوْا

یا عسفان میں مرگیا کہا اے کریب دیکھ کس قدر لوگ جمع ہیں میں باہر نکلا دیکھا لوگ جمع ہیں میں نے آکر ان کو

لَهٗ فَاَخْبَرْتُهٗ فَقَالَ تَقُوْلُ هُمْ اَرْبَعُوْنَ ' قَالَ نَعَمْ قَالَ اَخْرِجُوْهُ فَاِنِّيْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

خبر دی کہا تیرے خیال میں چالیس ہوں گے میں نے کہا ہاں اس کو نکالو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے فرماتے تھے

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَا مِنْ رَجُلٍ مُسْلِمٍ يَمُوْتُ فَيَقُوْمُ عَلٰى جَنَازَتِهٖ اَرْبَعُوْنَ رَجُلًا لَا يُشْرِكُوْنَ

کوئی مسلمان نہیں جو فوت ہوجائے اس کے جنازہ میں چالیس آدمی شامل ہوں اور وہ شرک نہ کرتے ہوں

بِاللّٰهِ شَيْئًا اِلَّا شَفَّعَهُمُ اللّٰهُ فِيْهِ (مسلم)

اللہ تعالیٰ کے ساتھ کچھ بھی مگر ان کی سفارش اللہ تعالیٰ قبول فرمالیتا ہے۔ روایت کیا اس کو مسلم نے۔

وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا مِنْ مَيِّتٍ تُصَلِّيْ عَلَيْهِ اُمَّةٌ

حضرت عائشہؓ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتی ہیں کوئی میت نہیں جس پر مسلمانوں کی ایک جماعت نماز جنازہ

مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ يَبْلُغُوْنَ مِائَةً كُلُّهُمْ يَشْفَعُوْنَ لَهٗ اِلَّا شُفِّعُوْا فِيْهِ. مسلم.

پڑھے جو سو تک پہنچیں اس کیلئے سفارش کریں مگر ان کی سفارش قبول کرلی جاتی ہے روایت کیا اس کو مسلم نے۔

تشریح: نبی کریمؐ نے امت مسلمہ میں سے جن کی نماز جنازہ ادا کی انکی مقدار ۱۰۰ تک پہنچی ہوئی ہے۔ ان سب کے سب کیلئے سفارش کی۔

وَعَنْ اَنَسٍؓ قَالَ مَرُّوْا بِجَنَازَةٍ فَاَثْنَوْا عَلَيْهَا خَيْرًا. فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَجَبَتْ ثُمَّ

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہا کہ صحابہ ایک جنازہ لے کر گزرے انہوں نے اس کی اچھی تعریف کی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا واجب ہوگئی پھر ایک دوسرا جنازہ لیکر گزرے

مَرُّوْا بِاُخْرٰى فَاَثْنَوْا عَلَيْهَا شَرًّا. فَقَالَ وَجَبَتْ فَقَالَ عُمَرُ مَا وَجَبَتْ فَقَالَ هٰذَا اَثْنَيْتُمْ عَلَيْهِ

اس کا برائی سے تذکرہ کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا واجب ہوگئی حضرت عمرؓ نے کہا کیا واجب ہوگئی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص کی تم نے بھلائی اور اچھائی

خَيْرًا فَوَجَبَتْ لَهُ الْجَنَّةُ وَ هٰذَا اَثْنَيْتُمْ عَلَيْهِ شَرًّا فَوَجَبَتْ لَهُ النَّارُ اَنْتُمْ شُهَدَاءُ للهِ فِي الْاَرْضِ .
کے ساتھ تعریف کی اس کیلئے جنت واجب ہوگئی اور جس کی برائی کے ساتھ تعریف بیان کی اس کیلئے دوزخ واجب ہوگئی۔تم زمین میں اللہ تعالیٰ کے گواہ ہو۔
متفق عليه وَفِيْ رِوَايَةٍ اَلْمُؤْمِنُوْنَ شُهَدَاءُ اللهِ فِي الْاَرْضِ
(متفق علیہ) ایک روایت میں ہے ایماندار زمین میں اللہ تعالیٰ کے گواہ ہیں۔

تشریح: وعن انسؓ انتم شهداء الله في الارض کی یہ صحابہؓ کے بارے میں ارشاد فرمایا لہٰذا یہ حکم ان کو ہے جو صحابہؓ ہوں یا صحابہ جیسی صفات والے ہوں (صحابہ جیسے ہوں) ہر شخص کی اس کے قبائح اور اس کی تعریف بیان کرنا معتبر نہیں ہے۔

وَعَنْ عُمَرَؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَيُّمَا مُسْلِمٍ شَهِدَ لَهُ اَرْبَعَةٌ بِخَيْرٍ اَدْخَلَهُ اللهُ
حضرت عمرؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس مسلمان کیلئے چار شخص بھلائی کی گواہی دے دیں اللہ تعالیٰ اس کو جنت میں داخل فرمائے گا ہم نے کہا اور تین آپ صلی
الْجَنَّةَ قُلْنَا وَثَلَاثَةٌ قَالَ وَثَلَاثَةٌ قُلْنَا وَاثْنَانِ قَالَ وَاثْنَانِ ثُمَّ لَمْ نَسْأَلْهُ عَنِ الْوَاحِدِ . البخاری.
اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اور تین بھی ہم نے کہا اگر دو گواہی دیں آپ نے فرمایا اور دو بھی پھر ہم نے ایک آدمی کی گواہی کے متعلق آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے نہیں پوچھا۔ روایت کیا اس کو بخاری نے۔

تشریح: وعن عمرؓ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس کی چار آدمی گواہی دیں یعنی نماز جنازہ پڑھیں اللہ اس مسلمان میت کو جنت میں داخل فرمائیں گے۔ ہم نے کہا تین بھی فرمایا ہاں ہم نے کہا ۲ بھی فرمایا ہاں دو بھی صحابہ فرماتے ہیں پھر ہم نے ایک کے متعلق نہیں پوچھا اگر پوچھتے تو نبی کریمؐ فرماتے ہاں۔ سوال: بعض میں ۱۰۰ آدمی اور بعض میں ۴۰ اور بعض میں ۳۰ کا ذکر ہے۔ جواب: یہ علم تدریجا دیا گیا پھر ۱۰۰ پھر ۶۰ پھر ۴۰ پھر ۳۰ اگر ۷ آدمی ہوں تو بھی تین صفوں میں کھڑے ہو سکتے ہیں۔ ایک امام آگے اور ۳ مقتدی ایک صف میں اور ۲ دوسری میں اور ایک تیسری میں۔

وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَسُبُّوا الْاَمْوَاتَ
حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مردوں کو برا نہ کہو تحقیق وہ پہنچے اس چیز کے ساتھ
فَاِنَّهُمْ قَدْ اَفْضَوْا اِلٰى مَا قَدَّمُوْا. رواه البخاری.
جوانہوں نے آگے بھیجی۔ روایت کیا اس کو بخاری نے۔

تشریح: اس حدیث کا ماقبل والی حدیث کے ساتھ تعارض ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ میت کے قبائح کو بیان کرو اور حدیث انسؓ سے معلوم ہوتا ہے کہ میت کے قبائح بیان نہیں کرنے چاہئے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے قبائح بیان کرنا جائز ہے۔ جواب: اس حدیث کا مصداق وہ شخص ہے جو مستور الحال ہو اور اگر کوئی علانیہ فاسق و فاجر ہو تو اس کی قبائح بیان کرنا جائز ہے تا کہ لوگ اس کی اتباع نہ کریں۔

وَعَنْ جَابِرٍؓ اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَجْمَعُ بَيْنَ الرَّجُلَيْنِ مِنْ قَتْلٰى اُحُدٍ فِيْ ثَوْبٍ
حضرت جابرؓ سے روایت ہے بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم احد کے شہیدوں کو دو دو کو ایک کپڑے میں جمع کرتے پھر فرماتے زیادہ قرآن کس کو یاد ہے
وَاحِدٍ ثُمَّ يَقُوْلُ اَيُّهُمْ اَكْثَرُ اَخْذًا لِلْقُرْاٰنِ فَاِذَا اُشِيْرَ لَهُ اِلٰى اَحَدِهِمَا قَدَّمَهُ فِي اللَّحْدِ وَقَالَ اَنَا شَهِيْدٌ
جب کسی کی طرف اشارہ کیا جاتا اس کو لحد میں آگے کرتے اور فرماتے قیامت کے دن میں ان لوگوں کا گواہ ہوں۔ ان کو ان کے
عَلٰى هٰؤُلَاءِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ . وَاَمَرَ بِدَفْنِهِمْ بِدِمَائِهِمْ وَلَمْ يُصَلِّ عَلَيْهِمْ وَلَمْ يُغَسَّلُوْا. (رواه البخاری)
خون سمیت دفن کرنے کا حکم دیا۔ ان پر نماز جنازہ نہیں پڑھی اور نہ ان کو غسل دیا۔ روایت کیا اس کو بخاری نے۔

تشریح: اس حدیث پر اشکال ہے اس لئے کہ فقہاء لکھتے ہیں کہ دو میتوں کو ایک کپڑے میں اس طور پر جمع کرنا کہ اتصال بدن ہو جائے اور درمیان میں کوئی حائل نہ ہو تو جائز نہیں ہے اور اس حدیث میں ہے کہ احد کے دو دو شہیدوں کو ایک ایک کپڑے میں جمع کیا گیا۔

جواب:۱- یہ کپڑا ان کے اصل پہنے ہوئے کپڑوں کے ماسوا (زائد) تھا تو لہٰذا درمیان میں فاصل ہوا۔

جواب:۲- ثوب واحد سے مراد قبر واحد ہے۔ یعنی دو دو شہیدوں کو ایک ایک قبر میں دفن کیا گیا اور یہ ضرورت کی بنا پر جائز ہے۔ دوسری بات حدیث میں یہ بیان کی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پوچھتے تھے کہ قرآن کس کو زیادہ یاد تھا اور فرماتے جس کو قرآن زیادہ یاد ہو اس کو قبلہ کی جانب رکھو اور جس کو کم یاد ہو اس کو اس کے پیچھے رکھو لیکن نماز جنازہ ادا کرتے وقت اس کا برعکس ہوگا جس کو قرآن زیادہ یاد ہو اس کو امام کے متصل اور امام کی جانب رکھا جائے گا وغیرہ باقی شہید پر بالاجماع غسل نہیں ہے۔ **ولم یصل علیهم** اس میں اختلاف ہوگیا کہ شہید کی نماز جنازہ ضروری ہے یا نہیں؟ احناف کے نزدیک ضروری ہے اور شوافع کے نزدیک ضروری نہیں۔ احناف کا مستدل وہ روایات ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ آپؐ نے شہدائے اُحد کی نماز جنازہ ادا کی ہے اور شوافع کی دلیل یہی حدیث ہے اور **ولم یصل علیهم** کے الفاظ سے استدلال کرتے ہیں احناف کی طرف سے اس کا جواب یہ ہے کہ ہماری روایات مثبت ہیں اور تمہاری نافی اور تعارض بین المثبت والنافی کے وقت مثبت کو ترجیح ہوتی ہے۔

جواب:۲- **لم یصل** کا یہ معنی نہیں کہ آپؐ نے بالکل نماز جنازہ نہیں پڑھی بلکہ اصل قصہ یہ ہوا کہ بعض روایات میں مذکور ہے کہ سب سے پہلے حضرت حمزہؓ کو لایا گیا نبی کریمؐ نے ان کی نماز جنازہ مستقلاً منفرداً ادا کی اس کے بعد ترتیب یہ ہوئی کہ نو میتوں کو یا دس میتوں کو لا کر حضرت حمزہؓ کے ساتھ رکھ دیا جاتا اور حضرت حمزہ سمیت ان کی نماز جنازہ ادا کرتے تھے۔ اسی طرح دس دفعہ ہوا اب راوی کا **ولم یصل علیهم** کہنے کا مطلب یہ ہے کہ حضرت حمزہؓ کے علاوہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کسی (ہر ایک کی الگ الگ) پر منفرداً مستقلاً نماز جنازہ نہیں پڑھی۔

جواب:۳- امام طحاویؒ نے دیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چونکہ زخموں سے چُور تھے اس لئے صحابہؓ کو حکم دیا کہ تم ان کی نماز جنازہ پڑھو ولم یصل کا معنی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود نہیں پڑھی۔ صحابہؓ کو حکم دے دیا تھا۔

جواب:۴- اس وقت ابھی نماز جنازہ شہداء کی واجب نہیں ہوئی تھی بعد میں ہوئی۔ اسی وجہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی وفات سے ایک سال قبل نماز جنازہ ان کی ادا کی تھی راجح پہلا جواب ہے۔

وَعَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ اُتِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِفَرَسٍ مَعْرُوْرٍ
حضرت جابر بن سمرہؓ سے روایت ہے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بغیر زین کے ایک گھوڑا لایا گیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس پر سوار ہوئے
فَرَكِبَهُ حِيْنَ انْصَرَفَ مِنْ جَنَازَةِ ابْنِ الدَّحْدَاحِ وَنَحْنُ نَمْشِيْ حَوْلَهُ . رواه مسلم
جس وقت ابن دحداح کے جنازہ سے واپس لوٹے اور ہم آپ کے گرد پیدل چل رہے تھے۔ روایت کیا اس کو مسلم نے۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِيْ

وَعَنِ الْمُغِيْرَةِ ابْنِ شُعْبَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الرَّاكِبُ يَسِيْرُ خَلْفَ الْجَنَازَةِ وَالْمَاشِيْ
حضرت مغیرہ بن شعبہؓ سے روایت ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سوار جنازے کے پیچھے چلے اور پیدل چلنے والا آگے
يَمْشِيْ خَلْفَهَا وَ اَمَامَهَا وَ عَنْ يَمِيْنِهَا وَعَنْ يَّسَارِهَا قَرِيْبًا مِنْهَا وَا لسِّقْطُ يُصَلّٰى عَلَيْهِ وَيُدْعٰى لِوَالِدَيْهِ
اور پیچھے بھی چل سکتا ہے اور کچا بچہ اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے اور ماں باپ کیلئے بخشش کی دعا کی جائے۔ روایت کیا اس کو ابو داؤد نے۔

بِالْمَغْفِرَةِ وَالرَّحْمَةِ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَفِيْ رِوَايَةِ اَحْمَدَ وَ التِّرْمِذِيِّ وَالنَّسَائِيِّ وَابْنِ مَاجَةَ قَالَ الرَّاكِبُ

احمدؒ ترمذیؒ نسائیؒ ابن ماجہ کی ایک روایت میں ہے فرمایا سوار جنازہ کے پیچھے چلے اور پیادہ جس طرف چاہے چلے

خَلْفَ الْجَنَازَةِ وَالْمَاشِيْ حَيْثُ شَآءَ مِنْهَا وَالطِّفْلُ يُصَلّٰى عَلَيْهِ وَ فِي الْمَصَابِيْحِ عَنِ الْمُغِيْرَةِ بْنِ زِيَادٍ.

اور لڑکے کی نماز پڑھی جائے۔ مصابیح میں یہ روایت مغیرہ بن زیاد سے ہے۔

تشریح: راکب جنازہ کے پیچھے چلے اور ماشی جیسے چاہے مرضی چلے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ راکب اگر آگے چلے گا تو گرد و غبار اڑے گا اور ماشی تو جنازہ اٹھانے میں مدد کرے گا اس لئے ماشی حیث شا یمشی: والسقط یصلی علیه. "سقط کی نماز جنازہ" جائز ہے یا نہیں۔ یعنی وہ ناتمام بچہ جو ولادت کی مدت سے پہلے پیدا ہو جائے۔ احناف کے نزدیک اگر ولادت کے بعد اس میں علامت حیات پائی جائے تو اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی اور اگر نہ پائی جائے تو نہیں پڑھی جائے گی۔ عام ہے کہ وہ پورے اعضاء و صورت والا ہو یا نہ حنابلہ کے نزدیک چار ماہ دس دن کا ہو اپنی ماں کے پیٹ میں گزارے ہوں اگر چہ وہ ناتمام ہو اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی۔ حنابلہ کی دلیل یہی حدیث ہے اسقط یصلی علیه اس سے سقط کی نماز جنازہ کا جواز معلوم ہوا۔ جواب: سقط سے مراد طفل ہے۔ اس پر قرینہ اسی مشکوٰۃ میں مذکور دوسری روایت ہے اس میں صراحۃً طفل کا لفظ ہے و الطفل یصلی علیہ اور طفل اس بچہ کو کہتے ہیں جس میں اسباب حیات پائے جائیں۔

وَعَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَالِمٍ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَبَابَكْرٍ وَّ عُمَرَ يَمْشُوْنَ

حضرت زہری سالمؒ سے روایت ہے وہ اپنے باپ سے روایت کرتا ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابو بکرؓ اور عمرؓ کو دیکھا کہ

اَمَامَ الْجَنَازَةِ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَ اَبُوْدَاوٗدَ وَابْنُ مَاجَةَ وَ قَالَ التِّرْمِذِيُّ وَاَهْلُ الْحَدِيْثِ كَاَنَّهُمْ يَرَوْنَهٗ مُرْسَلاً.

وہ جنازہ کے آگے آگے چلتے تھے۔ روایت کیا اس کو احمدؒ ابو داؤدؒ ترمذیؒ نسائیؒ ابن ماجہ نے اور ترمذی نے کہا محدثین اس کو مرسل جانتے ہیں۔

وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْجَنَازَةُ مَتْبُوْعَةٌ وَّلَا تَتْبَعُ لَيْسَ مَعَهَا

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جنازہ تابع کیا گیا ہے اور تابع نہیں ہوتا

مَنْ تَقَدَّمَهَا. رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَ اَبُوْدَاوٗدَ وَ ابْنُ مَاجَةَ قَالَ التِّرْمِذِيُّ وَ اَبُوْمَاجِدِ الرَّاوِيُّ رَجُلٌ مَّجْهُوْلٌ.

جو شخص اس کے آگے بڑھے وہ اس کے ساتھ نہیں ہے۔ روایت کیا اس کو ترمذی ابو داؤد اور ابن ماجہ نے۔ ترمذی نے کہا ابن ماجہ راوی مجہول ہے۔

تشریح: مسئلہ: جنازہ کے پیچھے چلنا زیادہ افضل ہے یا آگے چلنا؟ افضل ہے۔ احناف کے نزدیک جنازے کے پیچھے چلنا زیادہ افضل ہے۔ چاہے راکب ہو یا راجل؟ اور شوافع کے نزدیک مطلقاً جنازے کے آگے چلنا زیادہ افضل ہے۔ احناف کی دلیل یہی حدیث ہے جس میں متبوعہ کا لفظ ہے۔ باقی قال الترمذی سے صاحب مشکوٰۃ نے اس حدیث پر اعتراض کر دیا کہ اس میں ایک راوی ابو ماجد ہیں۔ وهو رجل مجهول۔ جواب ۱: اعلاء السنن میں مولانا ظفر احمد عثمانیؒ نے فرمایا کہ ابو ماجد کبار تابعین اولیاء میں سے ہیں۔ اس لئے ان کی جہالت مضر نہیں ۲ بعض علماء کا مذہب ہے کہ جب ایک راوی سے ایک ثقہ راوی روایت کرنے والا ہو تو جہالت ختم ہو جاتی ہے۔ اس ابو ماجد سے ابو یحییٰ نامی کبار میں سے روایت کر رہے ہیں لہٰذا جہالت ختم ہو گئی۔ جواب ۳: ہمارا استدلال اسی میں بند نہیں۔ ماقبل میں باب عیادۃ المریض میں یہ حدیث گزری ہے اس میں اتباع الجنازہ کے الفاظ ہیں ان سے ہمارا استدلال ہے اور نیز جنازہ کے ساتھ چلنے سے مقصود عبرت ہے اور اٹھانے میں مدد دینا ہے اور عبرت و تذکر پیچھے چلنے میں زیادہ حاصل ہوتی ہے اور اٹھانے میں تعاون پیچھے چلنے میں زیادہ ہے۔ لہٰذا عقلاً بھی پیچھے چلنا زیادہ افضل ہے شوافع کی دلیل۔ یہی پہلی روایت عن الزهری ہے۔ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ابو بکرؓ و عمرؓ جنازہ کے آگے

چلتے تھے۔ دوسرا یہ کہ میت کے ساتھ چلنے والے سفارشی ہوتے ہیں اور سفارشی آگے ہوتے ہیں نہ کہ پیچھے ہوتے ہیں۔ جواب ا: یہ مرسل روایت ہے۔ اور دوسری اتباع والی روایات مرسل نہیں مسند ہیں۔ لہٰذا ان کو ترجیح ہوگی۔ جواب ۳: بیانِ جواز کیلئے آگے چلتے تھے جواب ۲ یہ ضرورت عذر پر محمول ہے تاکہ پیچھے چلنے والے آسانی سے چلیں انہیں تکلف نہ کرنا پڑے۔

وَعَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ تَبِعَ جَنَازَةً وَ حَمَلَهَا ثَلَاثَ
حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص جنازہ کے ساتھ جائے اور تین مرتبہ
مِرَارٍ فَقَدْ قَضٰى مَا عَلَيْهِ مِنْ حَقِّهَا رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ وَ قَدْرُوِيَ فِيْ
اس کو اٹھائے اس نے اس کا حق جو اس پر تھا ادا کردیا۔ روایت کیا اس کو ترمذی نے اور کہا یہ حدیث غریب ہے اور روایت کی گئی ہے
شَرْحِ السُّنَّةِ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَمَلَ جَنَازَةَ سَعْدِ بْنِ مُعَاذٍ بَيْنَ الْعَمُوْدَيْنِ
شرح السنہ میں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سعد بن معاذ کا جنازہ دو لکڑیوں کے درمیان اٹھایا۔

تشریح: مسئلہ: حمل جنازہ کی کیفیت۔ جنازہ اٹھانے کا طریقہ کیا ہے؟ احناف کہتے ہیں تربیع ہے کہ چار آدمی اٹھائیں۔ دو آگے اور دو پیچھے۔ شوافع کہتے ہیں تثلیث ہے کہ تین آدمی اٹھائیں گے۔ آگے سے ایک آدمی درمیان اور پیچھے سے دو آدمی محاذات ہیں۔ شوافع کی دلیل یہی حدیث۔ حدیث حمل جنازہ سعد بن معاذ۔ جواب ا: یہ عذر پر محمول ہے ۲۔ بیان جواز کیلئے ہے ۳ راستہ کی تنگی کی وجہ سے ایسے اٹھایا تھا اور احناف کی دلیل وہ روایات ہیں جو کہ ابن مسعودؓ سے مروی ہیں کہ جب جنازہ کو اٹھایا جائے تو چار آدمی اٹھائیں۔

وَعَنْ ثَوْبَانَ قَالَ خَرَجْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ جَنَازَةٍ فَرَاٰى نَاسًا رُكْبَانًا فَقَالَ
حضرت ثوبانؓ سے روایت ہے کہا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک جنازہ میں نکلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ لوگوں کو سوار دیکھا
اَلَا تَسْتَحْيُوْنَ اَنَّ مَلٰئِكَةَ اللّٰهِ عَلٰى اَقْدَامِهِمْ وَاَنْتُمْ عَلٰى ظُهُوْرِ الدَّوَابِّ. رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ
فرمایا تم اللہ تعالیٰ کے فرشتوں سے حیا نہیں کرتے وہ اپنے قدموں پر پیدل چل رہے ہیں اور تم جانوروں کی پیٹھ پر سوار ہو روایت کیا
وَابْنُ مَاجَةَ وَرَوٰى اَبُوْدَاوُدَ وَنَحْوَهٗ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ وَ قَدْرُوِيَ عَنْ ثَوْبَانَ مَوْقُوْفًا
اس کو ترمذی اور ابن ماجہ نے اور روایت کیا ابوداؤد نے مانند اس کی اور کہا ترمذی نے یہ روایت ثوبان سے موقوف بیان کی گئی ہے۔

تشریح: وعن ثوبانؓ قال خرجنا مع النبیؐ فی جنازة فرای ناسًا الخ اس حدیث میں آیا ہے کہ جنازہ کے ساتھ راکبا جانا منع ہے حالانکہ قول یہ ہے کہ بلا عذر راکبا مع الجنازہ جانا جائز ہے۔

جواب: اس میں افضلیت کا بیان ہے کہ افضل یہ ہے کہ راکبا نہ ہو یا پھر اتنی سختی اس وجہ سے فرمائی کہ ان لوگوں میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کوئی تفاخر محسوس کیا ہوگا اور انہوں نے تذکر اور عبرت حاصل نہ کی ہو اس وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو راکبا جنازہ کے ساتھ چلنے سے منع کردیا۔

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَرَاَ عَلَى الْجَنَازَةِ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ.
حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے بے شک نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جنازہ پر سورہ فاتحہ پڑھی۔
رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْدَاوُدَ وَ ابْنُ مَاجَةَ.
روایت کیا اس کو ترمذی ابوداؤد اور ابن ماجہ نے۔

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَاصَلَّیْتُمْ عَلَی الْمَیِّتِ

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس وقت تم میت پر نماز جنازہ

فَأَخْلِصُوْالَهُ الدُّعَاءَ. (رواه ابوداود و ابن ماجه)

پڑھو اس کیلئے خالص دعا کرو۔ روایت کیا اس کو ابوداؤد اور ابن ماجہ نے۔

تشریح: اس حدیث سے دعا بعد الجنازہ ثابت ہورہی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جب تم نماز جنازہ پڑھ چکو تو میت کیلئے فوراً دعا کرو۔ فاخلصوا فاء تعقیب مع الوصل کیلئے ہے۔ جواب: اذا صلیتم اذا ارد تم الصلوۃ علی المیت کے معنی میں ہے یہ بالکل ایسے ہے جیسے اذا قمتم الی الصلوۃ ہے ای اذا اردتم الصلوۃ اور دعا سے مراد وہی دعا ہے جو کہ نماز جنازہ کے دوران پڑھی جاتی ہے۔ اس پر قرینہ اگلی روایت ہے۔ دوسرا قرینہ: امام بیہقی نے ایک باب قائم کیا ہے "باب الدعاء فی صلوٰة الجنازه" کا عنوان قائم کر کے اس کے تحت اس پہلی حدیث کو ذکر کیا ہے تو باب کے ساتھ مطابقت تب ہوگی جب مراد نماز جنازہ کے اندر والی دعا ہو نیز وہ دلیل دیتے ہیں کہ فقہاء میں سے امام سرخسی کے بارے میں یہ الفاظ ذکر کئے ہیں۔ لاباس بہ۔

جواب: اس سے زیادہ سے زیادہ اباحت ثابت ہوتی ہے اور جب مستحب کو ضروری سمجھا جائے تو وہ واجب الترک ہو جاتا ہے۔ چہ جائیکہ کسی امر مباح کو ضروری سمجھ لیا جائے۔ اس کیلئے تو بطریق اولیٰ واجب الترک ہوگا۔

وَعَنْهُ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا صَلّٰی عَلَی الْجَنَازَةِ قَالَ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِحَیِّنَا وَ

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس وقت جنازہ پڑھتے فرماتے اے اللہ بخش ہمارے زندوں کو اور ہمارے مردوں کو ہمارے

مَیِّتِنَا وَ شَاهِدِنَا وَغَائِبِنَا وَ صَغِیْرِنَا وَکَبِیْرِنَا وَذَكَرِنَا وَ اُنْثَانَا اَللّٰهُمَّ مَنْ اَحْیَیْتَهٗ مِنَّا فَاَحْیِهٖ عَلَی الْاِسْلَامِ

حاضر کو اور ہمارے غائب کو۔ ہمارے چھوٹوں کو اور ہمارے بڑوں کو ہمارے مردوں کو اور ہماری عورتوں کو اے اللہ جس کو تو زندہ رکھے ہم میں سے اس کو اسلام

وَمَنْ تَوَفَّیْتَهٗ مِنَّا فَتَوَفَّهٗ عَلَی الْاِیْمَانِ اَللّٰهُمَّ لَاتَحْرِمْنَا اَجْرَهٗ وَلَا تَفْتِنَّا بَعْدَهٗ. رَوَاهُ اَحْمَدُ وَ اَبُوْدَاوُدَ

پر زندہ رکھ اور جس کو تو ہم میں سے مارے اسے ایمان پر مار اے اللہ ہم کو اس کے ثواب سے محروم نہ رکھ اور اس کے بعد ہم کو فتنے میں نہ ڈال۔ روایت کیا اس کو

وَالتِّرْمِذِیُّ وَ اِبْنُ مَاجَةَ وَ رَوَاهُ النَّسَائِیُّ عَنْ اَبِیْ اِبْرَاهِیْمَ الْاَشْهَلِیِّ عَنْ اَبِیْهِ وَانْتَهَتْ رِوَایَتُهٗ عِنْدَ قَوْلِهٖ

احمد اور ابوداؤد ترمذی ابن ماجہ نے اور روایت کیا نسائی نے ابراہیم اشہلی سے اس نے روایت کی اپنے باپ سے اس کی روایت انثانا کے الفاظ تک ختم ہوگئی

وَاُنْثَانَا وَ فِیْ رِوَایَةِ اَبِیْ دَاوٗدَ فَاَحْیِهٖ عَلَی الْاِیْمَانِ وَتَوَفَّهٗ عَلَی الْاِسْلَامِ وَ فِیْ اٰخِرِهٖ وَلَا تُضِلَّنَا بَعْدَهٗ.

ہے ابوداؤد کی ایک روایت میں ہے اس کو ایمان پر زندہ رکھ اور اسلام پر اس کو مار اس کے آخر میں ہے اور ہم کو اس کے بعد گمراہ نہ کر۔

وَعَنْ وَاثِلَةَ بْنِ الْاَسْقَعِ قَالَ صَلّٰی بِنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَلٰی رَجُلٍ مِّنَ الْمُسْلِمِیْنَ

حضرت واثلہ بن اسقعؓ سے روایت ہے کہ ہمارے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کے ایک آدمی پر نماز جنازہ پڑھی میں نے سنا

فَسَمِعْتُهٗ یَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ اِنَّ فُلَانَ بْنَ فُلَانٍ فِیْ ذِمَّتِکَ وَ حَبْلِ جِوَارِکَ فَقِهٖ مِنْ فِتْنَةِ الْقَبْرِ وَ عَذَابِ النَّارِ

آپ فرماتے تھے اے اللہ تحقیق فلاں بن فلاں تیری امان میں اور تیری پناہ کی رسی میں ہے۔ اس کو فتنہ قبر اور آگ کے عذاب سے بچا تو صاحب وفا کا ہے

وَاَنْتَ اَهْلُ الْوَفَاءِ وَالْحَقِّ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلَهٗ وَ ارْحَمْهُ اِنَّکَ اَنْتَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ (رواہ ابو داود و ابن ماجۃ)

اور حق کا ہے اے اللہ اس کو بخش دے اور اس پر رحم کر بے شک تو بخشنے والا مہربان ہے۔ روایت کیا اس کو ابو داؤد اور ابن ماجہ نے۔

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اُذْکُرُوْا مَحَاسِنَ مَوْتَاکُمْ وَ کُفُّوْا

حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنے مردوں کی نیکیاں یاد کرو اور ان کی برائیاں

عَنْ مُسَاوِیْهِمْ. (رواہ ابو داود و الترمذی)

ذکر کرنے سے رک جاؤ۔ روایت کیا اس کو ابوداؤد اور ترمذی نے۔

وَعَنْ نَافِعٍ اَبِیْ غَالِبٍ قَالَ صَلَّیْتُ مَعَ اَنَسِ بْنِ مَالِکٍ عَلٰی جَنَازَةِ رَجُلٍ فَقَامَ حِیَالَ رَأْسِهٖ

حضرت نافع ابو غالبؒ سے روایت ہے کہا کہ میں نے انس بن مالک کے ساتھ ایک آدمی کی نماز جنازہ پڑھی وہ اس کے سر کے برابر کھڑے ہوئے۔

ثُمَّ جَاءُ و ابِجَنَازَةِ امْرَأَةٍ مِنْ قُرَیْشٍ فَقَالُوْا یَا اَبَاحَمْزَةَ صَلِّ عَلَیْهَا فَقَامَ حِیَالَ وَسْطِ السَّرِیْرِ

پھر ایک قریشی عورت کا لوگ جنازہ لائے لوگوں نے کہا اے ابوحمزہؓ اس کی نماز جنازہ بھی پڑھو وہ چار پائی کے درمیان کے مقابل کھڑے ہوئے

فَقَالَ لَهُ الْعَلَاءُ بْنُ ذِیَادٍ هٰکَذَا رَأَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَامَ عَلَی الْجَنَازَةِ

علاء بن یزیدؒ نے کہا کیا اس طرح تو نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے کہ وہ عورت کے جنازہ میں جس جگہ تو کھڑا ہوا کھڑے ہوتے تھے

مَقَامَکَ مِنْهَا وَمِنَ الرَّجُلِ مَقَامَکَ مِنْهُ قَالَ نَعَمْ. رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَ ابْنُ مَاجَةَ وَ فِیْ رِوَایَةِ اَبِیْ

اور آدمی کے جنازہ پر جس جگہ تو کھڑا ہوا ہے کھڑے ہوتے تھے۔ اس نے کہا ہاں روایت کیا اس کو ترمذی ابن ماجہ نے۔

دَاوٗدَ وَنَحْوَهٗ مَعَ زِیَادَةٍ فَقَامَ عِنْدَ عَجِیْزَةِ الْمَرْأَةِ.

ابوداؤد کی ایک روایت میں ہے اس کی مانند اور اس میں ہے کہ وہ عورت کے کولہے کے برابر کھڑے ہوئے۔

تشریح: مسئلہ: امام کو میت کے کونسے حصے کے سامنے کھڑا ہونا چاہیے اس میں اختلاف ہے۔ احناف کہتے ہیں کہ مطلقاً صدر کے محاذات میں چاہے میت مرد ہو یا عورت۔ اور شوافع کہتے ہیں کہ اگر میت مرد ہے تو سر کے محاذات میں اور اگر میت عورت ہے تو کمر کی محاذات میں امام کھڑا ہوگا۔ احناف کی دلیل۔ صدر محل ایمان ہے لہٰذا سفارشی کو اس کی محاذات میں کھڑا ہونا چاہیے۔ یہ زیادہ بہتر ہے اور شوافع کا مستدل یہی حدیث ہے جس میں فرمایا گیا ہے کہ حضرت نافع کہتے ہیں میں نے انس بن مالک کے ساتھ ایک مرد کی نماز جنازہ پڑھی اور انس بن مالک اس کے سر کے درمیان میں کھڑے ہوئے اور پھر عورت کا جنازہ لایا گیا تو آپ اس کے وسط سریر کے درمیان کھڑے ہوئے۔ جواب: مسند احمد کی روایت اس کے معارض ہے اس لئے کہ اس میں آیا ہے کہ آپؓ انس بن مالک صدر کی محاذات میں کھڑے ہوئے تھے۔ لہٰذا یہ قابل استدلال نہیں۔ جواب ۲: نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو کیا بیان جواز کے لئے کیا ورنہ افضل یہی ہے کہ صدر کے محاذات میں کھڑا ہو۔

اَلْفِصْلُ الثالث

عَنْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِیْ لَیْلٰی قَالَ کَانَ سَھْلُ ابْنُ حُنَیْفٍ وَقَیْسُ بْنُ سَعْدٍ قَاعِدَیْنِ بِالْقَادِسِیَّةِ فَمُرَّ عَلَیْھِمَا بِجَنَازَةٍ فَقَامَا فَقِیْلَ لَھُمَا اِنَّھَا مِنْ أَھْلِ الْأَرْضِ أَیْ مِنْ أَھْلِ الذِّمَّةِ فَقَالَا اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَرَّتْ بِہٖ جَنَازَةٌ فَقَامَ فَقِیْلَ لَہٗ اِنَّھَا جَنَازَةُ یَھُوْدِیٍّ فَقَالَ اَلَیْسَتْ نَفْسًا متفق علیه.

حضرت عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰؒ سے روایت ہے کہ سہل بن حنیفؓ اور قیس بن سعدؓ قادسیہ میں بیٹھے ہوئے تھے ان کے پاس سے ایک جنازہ گزارا گیا۔ وہ دونوں کھڑے ہوگئے ان کو کہا گیا یہ جنازہ ایک ذمی آدمی کا تھا جو اس زمین کے رہنے والے ہیں۔ انہوں نے کہا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے ایک جنازہ گزارا گیا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے کہا گیا یہ ایک یہودی کا جنازہ ہے فرمایا کیا یہ جاندار نہیں ہے۔ (متفق علیہ)

وَعَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا تَبِعَ جَنَازَةً لَمْ یَقْعُدْ حَتّٰی تُوْضَعَ فِی اللَّحْدِ فَعَرَضَ لَہٗ حِبْرٌ مِنَ الْیَھُوْدِ فَقَالَ لَہٗ اِنَّا ھٰکَذَا نَصْنَعُ یَا مُحَمَّدُ قَالَ فَجَلَسَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَقَالَ خَالِفُوْھُمْ . رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَ اَبُوْدَاوٗدَ وَابْنُ مَاجَةَ وَ قَالَ التِّرْمِذِیُّ ھٰذَا حَدِیْثٌ غَرِیْبٌ وَ بِشْرُبْنُ رَافِعِ الرَّاوِیْ لَیْسَ بِالْقَوِیِّ.

حضرت عبادہ بن صامتؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس وقت کسی جنازہ کے ہمراہ جاتے اس وقت تک نہ بیٹھتے یہاں تک کہ قبر میں رکھا جاتا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایک یہودیوں کا عالم آیا اور کہنے لگا اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہم اسی طرح کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھ گئے اور فرمایا ان کی مخالفت کرو۔ روایت کیا اس کو ترمذی' ابو داؤد ابن ماجہ نے اور ترمذی نے کہا یہ حدیث غریب ہے اور بشر بن رافع جو اس کا راوی ہے قوی نہیں ہے۔

وَعَنْ عَلِیٍّ قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَمَرَنَا بِالْقِیَامِ فِی الْجَنَازَةِ ثُمَّ جَلَسَ بَعْدَ ذٰلِکَ وَاَمَرَنَا بِالْجُلُوْسِ (رواہ احمد)

حضرت علیؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو جنازہ میں کھڑے ہونے کا حکم دیا پھر اس کے بعد بیٹھ گئے اور ہم کو بیٹھنے کا حکم دیا۔ روایت کیا اس کو احمد نے۔

وَعَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِیْرِیْنَ قَالَ اِنَّ جَنَازَةً مَرَّتْ بِالْحَسَنِ بْنِ عَلِیٍّ وَ ابْنِ عَبَّاسٍ فَقَامَ الْحَسَنُ وَلَمْ یَقُمْ اِبْنُ عَبَّاسٍ فَقَالَ الْحَسَنُ اَلَیْسَ قَدْ قَامَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لِجَنَازَةِ یَھُوْدِیٍّ

حضرت محمد بن سیرینؒ سے روایت ہے کہا ایک جنازہ حسن بن علیؓ اور ابن عباسؓ کے پاس سے گزرا حسن کھڑے ہوگئے اور ابن عباسؓ کھڑے نہ ہوئے حسن نے کہا نبی صلی اللہ علیہ وسلم یہودیوں کے جنازہ کیلئے کھڑے نہ ہوتے تھے اس نے

قَالَ نَعَمْ ثُمَّ جَلَسَ (رواہ النسائی)

کہاہاں کھڑے ہوتے تھے پھر بیٹھ گئے تھے روایت کیا اس کونسائی نے۔

وَعَنْ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّ الْحَسَنَ بْنَ عَلِيٍّ كَانَ جَالِسًا فَمُرَّ عَلَيْهِ بِجَنَازَةٍ فَقَامَ النَّاسُ

جعفر بن محمدؒ اپنے باپ سے روایت کرتا ہے کہ حسن بن علیؓ بیٹھے ہوئے تھے ایک جنازہ ان کے پاس سے گزرا لوگ کھڑے ہوگئے

حَتّٰى جَاوَزَتِ الْجَنَازَةُ فَقَالَ الْحَسَنُ اِنَّمَا مُرَّ بِجَنَازَةِ يَهُوْدِيٍّ وَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

یہاں تک کہ جنازہ چلا گیا۔ حسن نے کہا ایک یہودی کا جنازہ گزارا گیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم راستہ پر بیٹھے ہوئے تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکروہ جانا کہ

وَسَلَّمَ عَلٰى طَرِيْقِهَا جَالِسًا وَ كَرِهَ اَنْ تَعْلُوَ رَأْسَهُ جَنَازَةُ يَهُوْدِيٍّ فَقَامَ (رواہ النسائی)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سر سے یہودی کا جنازہ بلند ہو اس لئے آپ کھڑے ہوگئے۔ روایت کیا اس کو نسائی نے۔

وَعَنْ اَبِيْ مُوْسٰى اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا مَرَّتْ بِكَ جَنَازَةُ يَهُوْدِيٍّ اَوْنَصْرَانِيٍّ

حضرت ابوموسیٰؓ سے روایت ہے بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تیرے پاس کسی یہودی عیسائی یا مسلمان آدمی کا جنازہ گزرے

اَوْمُسْلِمٍ فَقُوْمُوْا لَهَا فَلَسْتُمْ لَهَا تَقُوْمُوْنَ اِنَّمَا تَقُوْمُوْنَ لِمَنْ مَّعَهَا مِنَ الْمَلَائِكَةِ (رواہ احمد)

اس کیلئے کھڑے ہوجاؤ تم اس کیلئے کھڑے نہیں ہوتے ہو بلکہ تم اس کے ساتھ جو فرشتے ہیں ان کیلئے کھڑے ہوتے ہو۔ روایت کیا اس کو احمد نے۔

وَعَنْ اَنَسٍ اَنَّ جَنَازَةً مَرَّتْ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَامَ فَقِيْلَ اِنَّهَا جَنَازَةُ يَهُوْدِيٍّ

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ ایک جنازہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے گزرا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوگئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے

فَقَالَ اِنَّمَا قُمْتُ لِلْمَلَائِكَةِ (رواہ النسائی)

کہا گیا کہ یہ تو یہودی کا جنازہ ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں فرشتوں کی وجہ سے کھڑا ہوا۔ روایت کیا اس کونسائی نے۔

وَعَنْ مَالِكِ بْنِ هُبَيْرَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَامِنْ مُسْلِمٍ يَمُوْتُ

حضرت مالک بن ہبیرہؓ سے روایت ہے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے فرماتے تھے کوئی مسلمان نہیں جو مرے

فَيُصَلِّيْ عَلَيْهِ ثَلَاثَةُ صُفُوْفٍ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ اِلَّا اَوْجَبَ فَكَانَ مَالِكٌ اِذَا اسْتَقَلَّ اَهْلَ الْجَنَازَةِ

اور اس پر مسلمانوں کی تین صفیں جنازہ پڑھیں مگر اللہ تعالیٰ اس کیلئے مغفرت واجب کردیتا ہے۔ مالک جس وقت اہل جنازہ کو کم سمجھتے

جَزَّاَهُمْ ثَلَاثَةَ صُفُوْفٍ لِهٰذَا الْحَدِيْثِ. رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَ فِيْ رِوَايَةِ التِّرْمِذِيِّ قَالَ كَانَ مَالِكُ ابْنُ

اس حدیث کی وجہ سے ان کو تین صفوں میں تقسیم کردیتے۔ روایت کیا اس کو ابو داؤد نے۔ ترمذی کی ایک روایت میں ہے مالک بن

هُبَيْرَةَ اِذَا صَلّٰى عَلٰى جَنَازَةٍ فَتَقَالَ النَّاسَ عَلَيْهَا جَزَّاَهُمْ ثَلَاثَةَ اَجْزَاءٍ ثُمَّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى

ہبیرہ جس وقت کسی جنازہ پر نماز پڑھتے اور لوگوں کو کم سمجھتے لوگوں کو تین حصوں میں تقسیم کردیتے پھر کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ صَلّٰى عَلَيْهِ ثَلَاثَةُ صُفُوْفٍ اَوْجَبَ وَ رَوَى ابْنُ مَاجَةَ نَحْوَهٗ. (رواہ الترمذی)

... ہے جس پر تین صفیں نماز جنازہ پڑھ لیں اللہ تعالیٰ واجب کردیتا ہے جنت کو۔ روایت کیا اس کو ابن ماجہ نے اس کی مانند۔

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِی الصَّلَاةِ عَلَی الْجَنَازَةِ اَللّٰهُمَّ اَنْتَ رَبُّهَا

حضرت ابوہریرہؓ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں جنازہ کی نماز میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا پڑھی اے اللہ تو اس کا پروردگار ہے

وَاَنْتَ خَلَقْتَهَا وَ اَنْتَ هَدَیْتَهَا اِلَی الْاِسْلَامِ وَاَنْتَ قَبَضْتَ رُوْحَهَا وَاَنْتَ اَعْلَمُ بِسِرِّهَا وَعَلَا

تو نے اس کو پیدا کیا تو نے اس کو اسلام کی طرف ہدایت کی تو نے اس کی روح قبض کی تو اس کے باطن اور ظاہر کو زیادہ جانتا ہے

نِیَتِهَا جِئْنَا شُفَعَاءَ فَاغْفِرْلَهٗ (رواہ ابوداود)

ہم شفاعت کرنے کیلئے آئے ہیں اس کو بخش دے۔ روایت کیا اس کو ابوداؤد نے۔

وَعَنْ سَعِیْدِ بْنِ الْمُسَیَّبِ قَالَ صَلَّیْتُ وَرَآءَ اَبِیْ هُرَیْرَةَ عَلٰی صَبِیٍّ لَمْ یَعْمَلْ خَطِیْئَةً قَطُّ

حضرت سعید بن مسیبؒ سے روایت ہے میں نے ابو ہریرہؓ کے پیچھے ایک لڑکے کے جنازہ پر نماز پڑھی جس نے کوئی گناہ نہیں کیا تھا۔

فَسَمِعْتُهٗ یَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ اَعِذْهُ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ (رواہ مالک)

سنا میں نے کہتا تھا اے اللہ! اس کو قبر کے عذاب سے پناہ دے۔ روایت کیا اس کو مالک نے۔

وَعَنِ الْبُخَارِیِّ تَعْلِیْقًا قَالَ یَقْرَأُ الْحَسَنُ عَلَی الطِّفْلِ فَاتِحَةَ الْکِتَابِ وَیَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ لَنَا

حضرت بخاری نے تعلیقاً ذکر کیا ہے کہ حسن بصری بچے پر سورہ فاتحہ پڑھتے اور کہتے اے اللہ اس کو ہمارا

سَلَفًا وَّفَرَطًا وَذُخْرًا وَّاَجْرًا.

پیشوا پیش رو اور ذخیرہ اور ثواب بنا۔

وَعَنْ جَابِرٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الطِّفْلُ لَا یُصَلّٰی عَلَیْهِ وَلَا یَرِثُ وَلَا یُوْرَثُ

حضرت جابرؓ سے روایت ہے بے شک نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کچا بچہ اس کی نماز جنازہ نہ پڑھی جائے نہ وارث ہوگا اور نہ اس کا کوئی وارث بن سکے گا۔

حَتّٰی یَسْتَهِلَّ . رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَ ابْنُ مَاجَةَ اِلَّا اَنَّهٗ لَمْ یَذْکُرْ وَلَا یُوْرَثُ

یہاں تک کہ آواز کرے۔ روایت کیا اس کو ترمذی اور ابن ماجہ نے مگر ابن ماجہ نے لا یورث کے الفاظ نقل نہیں کئے۔

وَعَنْ اَبِیْ مَسْعُوْدِ الْاَنْصَارِیِّ قَالَ نَهٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَنْ یَّقُوْمَ الْاِمَامُ فَوْقَ

حضرت ابو مسعود انصاریؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع کیا ہے کہ امام کسی چیز کے اوپر کھڑا ہو

شَیْءٍ وَ النَّاسُ خَلْفَهٗ یَعْنِیْ اَسْفَلَ مِنْهُ . رَوَاهُ الدَّارَقُطْنِیْ فِی الْمُجْتَبٰی فِیْ کِتَابِ الْجَنَائِزِ.

اور لوگ اس کے پیچھے ہوں یعنی اس کے نیچے۔ روایت کیا اس کو دارقطنی نے۔ مجتبیٰ میں کتاب الجنائز میں۔

تشریح: حدیث نمبر ۴۵ حدیث کا مضمون اپنے عموم اور اطلاق کی بنا پر چونکہ نماز جنازہ کو بھی شامل ہے اس لئے اس کو صاحب مشکوٰۃ نے کتاب الجنائز میں ذکر کردیا۔

بَابُ دَفْنِ الْمَيِّتِ

مردہ کو دفن کرنے کا بیان

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ

عَنْ عَامِرِ بْنِ سَعْدِ بْنِ اَبِیْ وَقَّاصٍؓ اَنَّ سَعْدَ بْنَ اَبِیْ وَقَّاصٍ قَالَ فِیْ مَرَضِهِ الَّذِیْ هَلَکَ فِیْهِ اَلْحَدُوْا

حضرت عامر بن سعد بن ابی وقاصؓ سے روایت ہے کہ سعد بن ابی وقاصؓ نے اپنی اس بیماری میں کہا جس میں انہوں نے وفات پائی میرے لئے لحد بنانا

لِیْ لَحْدًا وَّانْصِبُوْا عَلَیَّ اللَّبِنَ نَصْبًا کَمَا صُنِعَ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ.(مسلم)

اور کچی اینٹیں کھڑی کرنا۔ جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے کیا گیا۔ روایت کیا اس کو مسلم نے۔

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ قَالَ جُعِلَ فِیْ قَبْرِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَطِیْفَةٌ حَمْرَآءُ.(مسلم)

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر میں ایک سرخ لوئی (چادر) ڈالی گئی۔ روایت کیا اس کو مسلم نے۔

تشریح: افضل لحد ہے شق بھی جائز ہے۔اس دوسری حدیث میں آیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر میں قطیفہ حمراء رکھا گیا۔

سوال: احناف کے نزدیک میت کے نیچے کوئی چادر بچھانا مکروہ ہے حالانکہ یہاں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نیچے سرخ چادر بچھائی گئی۔ جواب: اصل میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آزاد کردہ غلام نے (جس کا نام شقران تھا) صحابہؓ کے مشورے کے بغیر رکھ دی تھی کہ حضور کی چادر کوئی اور استعمال نہ کرے۔ جب اکابر صحابہ کو پتہ چلا تو انہوں نے نکال دی تھی۔

وَعَنْ سُفْیَانَ التَّمَّارِؒ اَنَّهٗ رَاٰی قَبْرَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مُسَنَّمًا.(بخاری)

حضرت سفیان تمارؒ سے روایت ہے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر دیکھی ہے کہ وہ مسنم تھی۔ روایت کیا اس کو بخاری نے۔

وَعَنْ اَبِی الْهَیَّاجِ الْاَسَدِیِّ رحمۃ اللہ علیہ قَالَ قَالَ لِیْ عَلِیٌّ اَلَا اَبْعَثُکَ عَلٰی مَا بَعَثَنِیْ عَلَیْهِ رَسُوْلُ

حضرت ابو الہیاج اسدیؒ سے روایت ہے کہا مجھ کو حضرت علیؓ نے کہا کیا میں تجھ کو اس کام کیلئے نہ بھیجوں جس کیلئے مجھ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَنْ لَّا تَدَعَ تِمْثَالًا اِلَّا طَمَسْتَهٗ وَلَا قَبْرًا مُّشْرِفًا اِلَّا سَوَّیْتَهٗ.(مسلم)

نے بھیجا تھا کہ تو کوئی تصویر نہ چھوڑ مگر اس کو مٹا دے اور نہ بلند قبر مگر اس کو برابر کردے روایت کیا اس کو مسلم نے۔

تشریح: حدیث وعن الهیاج الاسدی الخ قبر امشرفا. شرفا قبہ کہتے ہیں اس حدیث سے معلوم ہوا کہ قبر پر عمارت نہیں بنانی چاہیے۔ نیز اس پر اتفاق ہے کہ قبر زمین سے ایک بالشت اونچی ہونی چاہیے یہاں (سویتہ) زمین کے ساتھ برابر کردو کا معنی یہ ہے

کہ اسے ٹھیک کردو اور درست کردو یعنی ایک بالشت اونچی کردو۔ یہ مطلب نہیں کہ بالکل زمین کے ساتھ برابر کردو۔ یہ قبہ گرانے کا حکم حکمران کو ہوگا۔ مسئلہ: قبر کی ہیئت کیا ہونی چاہیے' کونسی ہیئت افضل ہے۔ احناف کے نزدیک کوہان نما ہونی چاہیے اور شوافع کہتے ہیں کہ مربع افضل ہے۔ احناف کی دلیل پہلی حدیث سفیان ہے۔ اس میں ہے کہ نبی کریم کی قبر کوہان نما تھی اور شوافع کا مستدل یہی حدیث حدیث ابی الھیاج ہے اور سویتہٗ کا معنی کرتے ہیں کہ تم اس کو مربع بنا دو۔ جواب ا: تسویہ کا معنی یہ ہے کہ اس کو درست کردو۔ قاعدہ شرعیہ کے مطابق کردو جیسے ونفس و ماسواھا کا معنی درست کرنا ہے۔

وَعَنْ جَابِرٍؓ قَالَ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يُّجَصَّصَ الْقَبْرُ وَاَنْ يُّبْنٰى
حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع کیا قبر کو چونہ گچ کرنے سے اور اس پر عمارت بنانے اور اس پر بیٹھنے سے روایت کیا اس کو مسلم نے۔
عَلَيْهِ وَاَنْ يُّقْعَدَ عَلَيْهِ. (مسلم)
یعنی قبر کی طرف نماز نہ پڑھو یہ حکم تب ہوگا جب قبر دکھائی دے۔ نیز روکنا حکومت کا عام ہے۔

تشریح: وعن جابر اس حدیث سے معلوم ہوا کہ قبروں پر زینت وغیرہ کرنا اور بناء کرنا اور بیٹھنا جائز نہیں ہے۔

وَعَنْ اَبِىْ مَرْثَدٍ الْغَنَوِيِّؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَجْلِسُوْا عَلَى الْقُبُوْرِ
حضرت ابو مرثد غنویؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قبروں پر نہ بیٹھو نہ ان کی طرف منہ کرکے
وَلَا تُصَلُّوْا اِلَيْهَا. (مسلم)
نماز پڑھو روایت کیا اس کو مسلم نے۔

وَعَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَاَنْ يَّجْلِسَ اَحَدُكُمْ عَلٰى جَمْرَةٍ
حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا البتہ ایک تمہارا آگ کے دہکتے انگارے پر بیٹھے
فَتُحْرِقَ ثِيَابَهٗ فَتَخْلُصَ اِلٰى جِلْدِهٖ خَيْرٌ لَّهٗ مِنْ اَنْ يَّجْلِسَ عَلٰى قَبْرٍ. (مسلم)
وہ اس کے کپڑے جلا دے اور اس کی کھال تک پہنچے اس بات سے بہتر ہے کہ قبر پر بیٹھے روایت کیا اس کو مسلم نے۔

تشریح: عن ابی مرثد وعن ابی ھریرۃ الخ قبر پر بیٹھنا مطلقاً ممنوع نہیں بلکہ علی وجہ الاستخفاف والاحلۃ' علی وجہ الاعتکاف والتجاور اور علی وجہ البکاء ہو تو ممنوع ہے۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِىْ

وَعَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ قَالَ كَانَ بِالْمَدِيْنَةِ رَجُلَانِ اَحَدُهُمَا يَلْحَدُ وَ الْاٰخَرُ لَا يَلْحَدُ فَقَالُوْا اَيُّهُمَا جَآءَ
حضرت عروہ بن زبیرؓ سے روایت ہے کہا کہ مدینہ میں دو آدمی تھے ان میں سے ایک لحد بناتا تھا اور دوسرا لحد نہ کرتا تھا۔ صحابہؓ نے کہا ان میں سے
اَوَّلًا عَمِلَ عَمَلَهٗ فَجَآءَ الَّذِىْ يَلْحَدُ فَلَحَدَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ . (رواہ فی شرح السنۃ)
جو پہلے آگیا اپنا کام کرے گا۔ وہ شخص آگیا جو لحد کرتا تھا پس اس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے لحد تیار کی۔ روایت کیا اس کو شرح السنہ میں۔

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَللَّحْدُلَنَا وَالشَّقُّ لِغَيْرِنَا.

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لحد ہمارے لئے ہے اور شق ہمارے غیر کیلئے۔

رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَ اَبُوْدَاوُدَ وَ النِّسَائِيُّ وَ ابْنُ مَاجَةَ وَ رَوَاهُ اَحْمَدُ عَنْ جَرِيْرِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ.

روایت کیا اس کو ترمذی، ابو داؤد، نسائی، ابن ماجہ نے اور روایت کیا ہے اس کو احمد نے جریر بن عبداللہ سے۔

تشریح: حدیث نمبر۸-۹۔ولا تصلوا الیها الخ اللحدلنا والشق لغیرنا لحد ہمارے لئے ہے اور شق ہمارے غیر کے لئے ہے) لحد کی افضلیت: نبی کریمؐ کیلئے اللہ تعالیٰ نے لحد مقرر فرمائی اور فقہاء کے نزدیک اس میں تعظیم زیادہ ہے اس لئے کہ یہ گھر کی طرح بن جاتی ہے۔ فقہاء نے مسئلہ لکھا ہے کہ قرآن کے اوراق کو دفنانے کے لئے لحد بنانی چاہیے۔ الحدلنا والشق لغیرنا اس کے دو مطلب ہیں۔ لحد ہم مدینہ والوں کے لئے ہے اور شق ہمارے ماسوا یعنی مکہ والوں کے لئے۔ دوسرا مطلب: لحد ہم مسلمانوں کے لئے اور شق ہمارے علاوہ یعنی دوسرے مذاہب یہود و نصاریٰ کے لئے ہے۔ سوال: اس جملہ (اللحدلنا والشق یغیرنا) سے افضلیت تو معلوم نہ ہوئی۔ لحد میں مشقت زیادہ ہے بنسبت شق کے اور جس عمل میں مشقت زیادہ ہو اس میں اجر زیادہ ہوتا ہے۔ باقی مکہ مکرمہ والوں کیلئے شق اس لئے ہے کہ مکہ کی زمین لحد کے قابل نہیں اور لحد مدینہ والوں کے لئے ہے اس لئے کہ مدینہ کی زمین سخت ہونے کی وجہ سے لحد کے قابل ہے۔

وَعَنْ هِشَامِ بْنِ عَامِرٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَوْمَ اُحُدٍ احْفِرُوْا وَ اَوْسِعُوْا وَاَعْمِقُوْا

حضرت ہشام بن عامرؓ سے روایت ہے بے شک نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے احد کے دن فرمایا فراخ قبریں کھودو اور گہرا کرو

وَاَحْسِنُوْا وَ ادْفِنُوا الْاِثْنَيْنِ وَالثَّلَاثَةَ فِي قَبْرٍ وَّاحِدٍ وَ قَدِّمُوْا اَكْثَرَهُمْ قُرْاٰنًا. رَوَاهُ اَحْمَدُ

اور اچھا کرو اور دو دو اور تین تین ایک قبر میں دفن کرو اور آگے اس کو رکھو جس کو قرآن زیادہ یاد ہو۔ روایت کیا اس کو احمد،

وَالتِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْدَاوُدَ وَ النِّسَائِيُّ وَرَوَى ابْنُ مَاجَةَ اِلٰى قَوْلِهٖ وَاَحْسِنُوْا

ترمذی، ابو داؤد اور نسائی نے اور روایت کیا ابن ماجہ نے احسنو کے لفظ تک۔

تشریح: وعن هشام ...... احضروا و او سعوا الخ قبر کو سینے تک گہرا کرنا مسنون ہے۔ اس کے دو فائدے ہیں ا۔ رائحہ کریہہ کے لئے زیادہ دافع ہے۔ ۲۔ سباع سے زیادہ حفاظت کا ذریعہ ہے اس لئے کہ اس سے وہ آسانی سے مردے کو نہیں نکال سکیں گے اور ایک قبر میں دو دو شہیدوں کو دفن کرنا ضرورت کی بنا پر تھا اور ضرورت کے وقت ایک قبر میں تین سے زائد بھی دفن کئے جاسکتے ہیں بشرطیکہ جسم متصل نہ ہوں۔ اثنین اور ثلاثہ کا عدد کوئی تحدید کیلئے نہیں ہے۔

وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ لَمَّا كَانَ يَوْمُ اُحُدٍ جَآءَتْ عَمَّتِيْ بِاَبِيْ لِتَدْفِنَهٗ فِيْ مَقَابِرِنَا فَنَادٰى مُنَادِيْ

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہا احد کے دن میری پھوپھی میرے باپ کو اپنے قبرستان میں دفن کرنے کیلئے لے آئی۔

رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رُدُّوا الْقَتْلٰى اِلٰى مَضَاجِعِهِمْ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَ التِّرْمِذِيُّ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منادی نے اعلان کیا کہ شہیدوں کو انکے شہید ہونے کی جگہ سے واپس لوٹا دو۔ روایت کیا اس کو احمد، ترمذی،

وَاَبُوْدَاوُدَ وَالنِّسَائِيُّ وَ الدَّارِمِيُّ وَ لَفْظُهٗ لِلتِّرْمِذِيِّ.

ابو داؤد اور نسائی دارمی نے اور اس کے لفظ ترمذی کیلئے ہیں۔

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ سُلَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ قِبَلِ رَأْسِهٖ. (رواه الشافعی)
حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہا نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے سر مبارک کی جانب سے نکالے گئے روایت کیا اس کو شافعی نے۔

تشریح: عن ابن عباس الخ اس میں اختلاف ہے کہ میت کو قبر میں کس جانب سے اتارا جائے بصورت سل کے یا بجانب القبلہ......سل کی صورت میں یہ میت کو قبر والی پاؤں کی جانب رکھ دیا جائے اور قبر میں لے جانے والا شخص پہلے میت کے سر کو قبر میں داخل کرے اور پھر آخر میں پاؤں کو داخل کرے یعنی طولاً رکھا جائے اور بجانب القبلہ کی صورت یہ ہے کہ میت کی چارپائی کو قبر کے قبلہ کی جانب رکھ دیا جائے اور پھر رکھنے والا آدمی اس کا منہ قبلہ کی جانب ہو اس میت کو اٹھا کر عرضاً قبر میں رکھا جائے۔ احناف کے نزدیک قبلہ کی جانب سے میت کو قبر میں داخل کرنا افضل ہے اور شوافع کے نزدیک بصورت سل افضل ہے اور شوافع کی دلیل یہی حدیث ہے سل رسول الله من قبل رآسه۔ جواب ا یہ ضرورت کی بنا پر کیونکہ حجرے میں قبلہ کی جانب دیوار تھی۔ جواب ۲ روایات دونوں طرح کی ہیں۔ راجح وہ احادیث ہیں جن میں بجانب القبلہ کا ذکر ہے اس لئے کہ خود نبی کریمؐ کا عمل قبلے کی جانب سے داخل کرنے کا تھا اور اگر یہ بطور عذر ہوتا تو کبھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مردے کو۔ حالانکہ ایسا نہیں ہوا۔ لہٰذا بصورت سل بھی داخل فرماتے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عمل راجح ہوگا۔

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ قَبْرًا لَيْلًا فَاُسْرِجَ لَهٗ بِسِرَاجٍ فَاَخَذَ مِنْ قِبَلِ الْقِبْلَةِ وَ
ابن عباسؓ سے روایت ہے کہا بے شک نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک قبر میں رات کے وقت داخل ہوئے ایک دیئے کے ساتھ آپ کیلئے روشنی کی گئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس
قَالَ رَحِمَكَ اللّٰهُ اِنْ كُنْتَ لَاَوَّاهًا تَلَّاءً لِّلْقُرْاٰنِ . رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ فِي شَرْحِ السُّنَّةِ اِسْنَادُهٗ ضَعِيْفٌ
کو جانب قبلہ سے لیا اور فرمایا اللہ تجھ پر رحم کرے تو بہت نرم دل اور قرآن بکثرت پڑھنے والا تھا۔ روایت کیا اس کو ترمذی نے اور شرح السنہ میں کہا ہے کہ اس کی سند ضعیف ہے۔

تشریح: سوال: حدیث میں رات کو دفن کرنے سے نہی ہے تو رات میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کیوں دفن کیا گیا؟ جواب: وہ نہی تب ہے جب مضرت ہو یا ان لوگوں کے لئے ہے جو گھٹیا کفن دیتے تھے اور پھر شرم کی وجہ سے رات کو دفن کر دیتے تھے اس حدیث سے یہ مسئلہ بھی معلوم ہوا کہ قبر پر چراغ جلانا جائز ہے۔ لیکن تعظیم کیلئے جائز نہیں ہے۔ ورنہ شرک کا اندیشہ ہے اور بوقت ضرورت جلانا جائز ہے۔

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا اُدْخِلَ الْمَيِّتُ الْقَبْرَ قَالَ بِسْمِ اللّٰهِ
حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے بے شک نبی صلی اللہ علیہ وسلم جس وقت میت کو قبر میں داخل کرتے فرماتے اللہ تعالیٰ کے نام کے ساتھ
وَبِاللّٰهِ وَ عَلٰى مِلَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ وَ فِيْ رِوَايَةٍ وَ عَلٰى سُنَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ. رَوَاهُ اَحْمَدُ وَ التِّرْمِذِيُّ
اور اللہ تعالیٰ کے حکم سے اور رسول اللہ کی شریعت کے موافق۔ ایک روایت میں ہے۔ رسول اللہ کے طریقہ پر رکھتا ہوں۔ روایت کیا اس کو احمد ترمذی
وَابْنُ مَاجَةَ وَ رَوَى اَبُوْدَاوُدَ الثَّانِيَةَ
ابن ماجہ نے اور روایت کیا ابوداؤد نے دوسری کو۔

تشریح: میت کو قبر میں داخل کرنے کی دعا۔

وَعَنْ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ اَبِيْهِ مُرْسَلاً اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَثّٰی عَلَی الْمَيِّتِ ثَلَاثَ

حضرت جعفر بن محمدؒ اپنے باپ سے مرسل روایت کرتے ہیں بیشک نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تین لپیں

حَثَيَاتٍ بِيَدَيْهِ جَمِيْعًا وَّاَنَّهٗ رَشَّ عَلٰی قَبْرِ ابْنِهٖ اِبْرَاهِيْمَ وَ وَضَعَ عَلَيْهِ حَصْبَآءَ رَوَاهُ فِیْ شَرْحِ

دونوں ہاتھوں سے بھر کر میّت کی قبر پر ڈالیں اور اپنے بیٹے ابراہیم کی قبر پر پانی چھڑکا اور اس پر سنگریزے رکھے۔ روایت کیا اس کو شرح

السُّنَّةِ وَ رَوَی الشَّافِعِیُّ مِنْ قَوْلِهٖ رَشَّ

السنہ میں اور روایت کیا ہے شافعی نے رش کے لفظ تک۔

تشریح: حثیات مفرد ہے حثیۃ کی بمعنی مٹھی اس سے یہ معلوم ہوا کہ برکت کیلئے قبر پر ہر شخص کو مٹی ڈالنی چاہیے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ نیک فالی کیلئے قبر پر پانی چھڑکنا بھی جائز ہے۔ یعنی یہ سمجھے کہ رحمت کی بارش ہو رہی ہے یا پھر مٹی اور گرد و غبار کو جمانے کے لئے پانی چھڑکنا بھی صحیح ہے۔

وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ نَهٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يُّجَصَّصَ الْقُبُوْرُ وَ اَنْ يُّكْتَبَ

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع کیا ہے کہ قبریں پختہ بنائی جائیں اور یہ کہ ان پر لکھا جائے اور یہ کہ

عَلَيْهَا وَ اَنْ تُوْطَأَ (رواه الترمذی)

ان کو روندا جائے روایت کیا اس کو ترمذی نے۔

تشریح: اس حدیث میں قبروں کو چونا گچ بنانے اور قبروں پر لکھنے اور روندنے سے منع فرمایا۔ اس حدیث پر شرعاً و عرفاً عمل نہیں ہو رہا۔ قبروں پر لکھنے کا عام رواج ہے۔ کسی نے لکھا ہے کہ قبروں پر جو تختیاں لکھی ہوئی لگی ہوتی ہیں ان کو پڑھنے سے ذہن و حافظہ کمزور ہو جاتا ہے۔

وَعَنْهُ قَالَ رُشَّ قَبْرُ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَ الَّذِیْ رَشَّ الْمَآءَ عَلٰی قَبْرِهٖ بِلَالُ

جابرؓ سے روایت ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر پر پانی چھڑکا گیا اور بلالؓ بن

بْنُ رَبَاحٍ بِقِرْبَةٍ بَدَأَمِنْ قِبَلِ رَأْسِهٖ حَتّٰی انْتَهٰی اِلٰی رِجْلَيْهِ (رواه البيهقی فی دلائل النبوة)

رباح نے پانی چھڑکا مشکیزہ کے ساتھ سر کی جانب سے شروع کیا یہاں تک کہ پاؤں تک پہنچا۔ روایت کیا اس کو بیہقی نے دلائل النبوۃ میں۔

وَعَنِ الْمُطَّلِبِ بْنِ اَبِیْ وَدَاعَةَ قَالَ لَمَّامَاتَ عُثْمَانُ بْنُ مَظْعُوْنٍ اُخْرِجَ بِجَنَازَتِهٖ فَدُفِنَ اَمَرَ النَّبِیُّ صَلَّی

حضرت مطلب بن ابی وداعہؓ سے روایت ہے کہ کہا جس وقت عثمان بن مظعونؓ فوت ہوئے ان کا جنازہ نکالا گیا اور دفن کئے گئے نبی

اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلًا اَنْ يَّاْتِيَهٗ بِحَجَرٍ فَلَمْ يَسْتَطِعْ حَمْلَهَا فَقَامَ اِلَيْهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ

صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آدمی کو پتھر لانے کا حکم دیا وہ اس کو اٹھا نہ سکا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی طرف کھڑے ہوئے اپنی آستینیں چڑھائیں

وَسَلَّمَ وَ حَسَرَ عَنْ ذِرَاعَيْهِ قَالَ الْمُطَّلِبُ قَالَ الَّذِیْ يُخْبِرُنِیْ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

مطلب نے کہا جس نے مجھ کو حدیث بیان کی اس نے کہا کہ گویا میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بازوؤں کی سفیدی کو دیکھ رہا ہوں جس وقت رسول اللہ

كَاَنِّیْ اَنْظُرُ اِلٰی بَيَاضِ ذِرَاعَیْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ حَسَرَ عَنْهُمَا ثُمَّ حَمَلَهَا

صلی اللہ علیہ وسلم نے آستینیں چڑھائیں پھر اس کو اٹھایا اور اس کے سر کے پاس رکھا اور فرمایا میں نے اپنے بھائی کی قبر کا نشان لگایا ہے

فَوَضَعَهَا عِنْدَ رَأْسِهٖ وَقَالَ اَعْلَمُهُمْ بِهَا قَبْرَ اَخِیْ وَ اَدْفِنُ اِلَیْهِ مَنْ مَّاتَ مِنْ اَهْلِیْ (رواہ ابوداود)

اور میں اپنے اہل میں سے جو فوت ہوگا اس کے پاس دفن کروں گا۔ روایت کیا اس کو ابوداؤد نے۔

تشریح: وعن مطلب الخ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ علامت وغیرہ کیلئے قبر پر پتھر رکھنا جائز ہے لکھنا منع ہے۔

وَعَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ قَالَ دَخَلْتُ عَلٰی عَائِشَةَ فَقُلْتُ یَا اُمَّاهُ اُكْشِفِیْ لِیْ عَنْ قَبْرِ النَّبِیِّ صَلَّی

حضرت قاسم بن محمدؒ سے روایت ہے کہا میں نے عائشہؓ سے کہا اے میری ماں میرے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَصَاحِبَیْهِ فَكَشَفَتْ لِیْ عَنْ ثَلَاثَةِ قُبُوْرٍ لَّا مُشْرِفَةٍ وَّلَا لَا طِئَةٍ مَبْطُوْحَةٍ

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں ساتھیوں کی قبر کھول دے اس نے تین قبروں کو کھولا نہ بہت بلند تھیں اور نہ بالکل متصل زمین کے ساتھ بچھی ہوئی تھیں۔

بِبَطْحَاءِ الْعَرْصَةِ الْحَمْرَآءِ (رواہ ابوداود)

بطحا کی سرخ کنکریاں۔ روایت کیا اس کو ابوداؤد نے۔

تشریح: وعن القاسم بن محمد الخ قاسم بن محمد مدینہ کے سات فقہاء میں سے ایک یہ ہیں۔

فکشف لی عن ثلثة آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کی قبریں حضرت عائشہؓ کے حجرہ میں تھیں۔ جب دروازہ کھلا ہوا تھا اس پر پردہ پڑا رہا کرتا تھا جب کوئی شخص قبروں کی زیارت سے مشرف ہونا چاہتا تو پردہ اٹھا کر چلا جاتا تھا۔

وَعَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ قَالَ خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِیْ جَنَازَةِ رَجُلٍ مِّنَ

حضرت براء بن عازبؓ سے روایت ہے کہا ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک جنازہ کیلئے نکلے جو ایک انصاری آدمی کا تھا ہم قبر تک پہنچے

الْاَنْصَارِ فَانْتَهَیْنَآ اِلَی الْقَبْرِ وَلَمَّا یُلْحَدُ بَعْدُ فَجَلَسَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مُسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةِ وَ

وہ ابھی تک دفن نہ کیا گیا تھا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منہ کر کے بیٹھ گئے ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے گرد

جَلَسْنَا مَعَهٗ. رَوَاهُ اَبُوْدَاؤُدَ وَالنِّسَائِیُّ وَ ابْنُ مَاجَةَ وَ زَادَ فِیْ اٰخِرِهٖ كَاَنَّ عَلٰی رُؤُسِنَا الطَّیْرَ.

بیٹھ گئے۔ روایت کیا اس کو ابوداؤد نسائی ابن ماجہ نے اور زیادہ کیا اس کے آخر میں گویا ہمارے سروں پر پرندے ہیں۔

وَعَنْ عَائِشَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كَسْرُ عَظْمِ الْمَیِّتِ كَكَسْرِهٖ حَیًّا. (رواہ مالک وابوداود و ابن ماجۃ)

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے بے شک نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مردے کی ہڈی کو توڑنا زندہ کی ہڈی کو توڑنے کی مانند ہے روایت کیا اس کو مالک ابوداؤد اور ابن ماجہ نے۔

تشریح: وعن عائشة کسر عظم المیت ککسرہ حیا مطلب یہ ہے کہ میت کے ساتھ اعزاز واہانت ویسے ہی معاملہ کرنا چاہیے جیسے حیات میں کیا جاتا ہے۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ

وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ شَهِدْنَا بِنْتَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ تُدْفَنُ وَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی کو دفن کرنے کے وقت حاضر تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ

عَلَیْهِ وَسَلَّمَ جَالِسٌ عَلَی الْقَبْرِ فَرَاَیْتُ عَیْنَیْهِ تَدْمَعَانِ فَقَالَ هَلْ فِیْكُمْ مِنْ اَحَدٍ لَّمْ یُقَارِفِ اللَّیْلَةَ

علیہ وسلم قبر کے پاس بیٹھے ہوئے تھے میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دونوں آنکھوں کو دیکھا وہ آنسو بہاتی ہیں فرمایا تم میں سے کوئی ہے جس نے آج رات

فَقَالَ اَبُوْ طَلْحَۃَ اَنَا قَالَ فَانْزِلْ فِیْ قَبْرِھَا فَنَزَلَ فِیْ قَبْرِھَا (رواہ البخاری)

اپنی بیوی سے صحبت نہ کی ہوابوطلحہؓ نے کہامیں ہوں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایاتو قبر میں اتر پس وہ اترے قبر میں۔روایت کیااس کو بخاری نے۔

تشریح: عن انسؓ الخ بنت سے مراد حضرت اُم کلثومؓ ہیں۔بعض نے کہارقیہ تھیں۔یہ دونوں حضرت عثمانؓ کی یکے بعد دیگرے بیویاں تھیں۔جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کی قبر پر جا کر بیٹھے تو رونے لگے حضرت انسؓ کہتے ہیں میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا کہ آپ کی آنکھوں سے آنسو آرہے ہیں پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایاھل فیکم من احدلم یقارف اللیلۃ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس ارشاد کا کیا مطلب ہے۔اس کے مختلف مطلب بیان کئے گئے ان میں سے ایک یہ ہے کہ کیا تم میں سے کوئی شخص ایسا ہے جس نے آج کی رات جماع نہ کیا ہو۔باقی رہی یہ بات کہ اس کے پوچھنے کی کیا غرض تھی جواب اس سے مقصود حضرت عثمانؓ پر تعریض تھی۔نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو وحی کے ذریعے یہ بات معلوم ہوگئی تھی کہ حضرت عثمانؓ نے آج اپنی جواری میں سے کسی ایک جاریہ کے ساتھ جماع کیا ہے لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ بات ناگوار گزری کہ یہ ان کے ساتھ جماع نہ کرتے بلکہ اپنی زوجہ اور میری بیٹی کی تیمار داری کرتے (کیونکہ یہ بیمار تھیں)اوران کی خدمت میں مصروف رہتے اور غفلت نہ کرتے خصوصاً زوجہ جب بنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہوں اگرچہ حضرت عثمانؓ کی طرف سے یہ عذر پیش کیا جاسکتا ہے کہ حضرت اُم کلثوم کی بیماری کو کئی دن گزر چکے تھے لیکن محققین نے اس کو پسند نہیں کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اس جملہ سے مقصود تعریض ہے بلکہ مقصود ماھوالاشبہ بالملائکہ کی تعیین کرنی تھی (کیونکہ جماع کرنا بہیمت ہے اور نہ کرنا صفت ملائکہ ہے)اگرچہ اس صفت کے ساتھ اور بھی بہت سے صحابہؓ متصف تھے لیکن بولنے میں جرأت حضرت طلحہؓ نے کی۔اس سے یہ بتلانا مقصود ہے کہ اگر میت کو قبر میں اتارنے کیلئے کسی اجنبی کی ضرورت پڑ جائے تو وہ اشبہ بالملائکہ ہونا چاہیے جو صالح ہواس سے حضرت عثمانؓ کی نفی نہیں ہوتی لیکن پہل ابوطلحہؓ نے کی۔تیسرا مطلب: یقارف کا معنی جس نے آج کی رات مالا یعنی کا ارتکاب نہ کیا ہو......نیز یہ بتلانا ہے کہ موت سے زوجیت کا تعلق ختم ہو جاتا ہے۔زوج اور اجنبی برابر ہیں۔باقی زوج زوجہ کا منہ دیکھ سکتا ہے مس نہیں کر سکتا اور زوجہ دونوں کام کر سکتی ہے۔

وَعَنْ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ قَالَ لِابْنِہٖ وَ ھُوَ فِیْ سِیَاقِ الْمَوْتِ اِذَا اَنَامِتُّ فَلَا تَصْحَبْنِیْ نَائِحَۃٌ

حضرت عمرو بن عاصؓ سے روایت ہے اس نے اپنے بیٹے کو کہاجب کہ وہ نزع کی حالت میں تھے جس وقت میں مرجاؤں میرے ساتھ کوئی نوحہ کرنے والی نہ

وَّلَا نَارٌ فَاِذَا دَفَنْتُمُوْنِیْ فَشُنُّوْا عَلَیَّ التُّرَابَ شَنًّا ثُمَّ اَقِیْمُوْا حَوْلَ قَبْرِیْ قَدْرَ مَایُنْحَرُ جَزُوْرٌ

جائے اور نہ آگ جس وقت مجھ کو دفن کرو مجھ پر مٹی آہستہ ڈالنا پھر میری قبر کے گرد کھڑے رہو اتنا عرصہ کہ اونٹ ذبح کیا جائے اور اس کا گوشت تقسیم کیا جائے

وَّیُقْسَمُ لَحْمُھَا حَتّٰی اَسْتَاْنِسَ بِکُمْ وَ اَعْلَمَ مَاذَا اُرَاجِعُ بِہٖ رُسُلَ رَبِّیْ (رواہ مسلم)

تاکہ تمہاری وجہ سے میں آرام پکڑوں اور میں جان لوں کہ اپنے رب کے فرشتوں کو کیا جواب دیتا ہوں۔روایت کیا اس کو مسلم نے۔

وَعَنْ عَبْدِاللّٰہِ بْنِ عُمَرَ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اِذَا مَاتَ اَحَدُکُمْ فَلَا

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا فرماتے تھے جس وقت ایک تمہارا مرے اس کو بند نہ رکھو

تَحْبِسُوْہُ وَاَسْرِعُوْا بِہٖ اِلٰی قَبْرِہٖ وَلْیُقْرَأْ عِنْدَ رَاْسِہٖ فَاتِحَۃُ الْبَقَرَۃِ وَعِنْدَ رِجْلَیْہِ بِخَاتِمَۃِ الْبَقَرَۃِ

اور جلد اس کی قبر کی طرف لے جاؤ اور اس کے سر کے پاس سورہ بقر کی ابتدائی آیات اور پاؤں کے پاس سورہ بقر کی آخری آیات پڑھی جائیں۔

(رَوَاہُ الْبَیْھَقِیُّ فِیْ شُعَبِ الْاِیْمَانِ وَالصَّحِیْحُ اَنَّہٗ مَوْقُوْفٌ عَلَیْہِ.

روایت کیا اس کو بیہقی نے شعب الایمان میں اور کہا صحیح بات یہ ہے کہ عبداللہ بن عمر موقوف ہے۔

وَعَنِ ابنِ اَبِی مُلَیکَۃَ قَالَ لَمَّا تُوُفِّیَ عَبدُالرَّحمٰنِ بنُ اَبِی بَکرٍ بِالحُبشِیِّ وَھُوَ مَوضِعٌ فَحُمِلَ اِلٰی مَکَّۃَ فَدُفِنَ بِھَا فَلَمَّا قَدِمَت عَائِشَۃُ اَتَت قَبرَ عَبدِالرَّحمٰنِ بنِ اَبِی بَکرٍ فَقَالَت

حضرت ابن ابی ملیکہؓ سے روایت ہے کہا جس وقت عبدالرحمٰن بن ابی بکر فوت ہوئے حبشی مقام میں ان کو مکہ لایا گیا اور وہاں دفن کیا گیا۔ جس وقت حضرت عائشہؓ مکہ میں آئیں حج کیلئے عبدالرحمٰن بن ابی بکر کی قبر پر آئیں اور کہا۔

وَکُنَّا کَنَدمَانَی جُذَیمَۃَ حِقبَۃً ۔۔۔ مِنَ الدَّھرِ حَتّٰی قِیلَ لَن یَّتَصَدَّعَا

فَلَمَّا تَفَرَّقنَا کَاَنِّی وَمَالِکًا ۔۔۔ لِطُولِ اجتِمَاعٍ لَم نَبِت لَیلَۃً مَعًا

ہم جذیمہؓ کے ہمنشیوں کی طرح تھے زمانہ کی مدت دراز تک یہاں تک کہ کہا گیا ہرگز نہ جدا ہونگے پس جب ہم جدا ہوگئے گویا میں اور مالک باوجود مدت دراز تک اکٹھا رہنے کے یوں معلوم ہوتا ہے کہ ایک رات اکٹھے نہیں گزاری۔

ثُمَّ قَالَت وَ اللّٰہِ لَوحَضَرتُکَ مَادُفِنتَ اِلَّا حَیثُ مُتَّ وَلَو شَھِدتُکَ مَازُرتُکَ (رواہ الترمذی)

پھر کہنے لگیں اگر میں وہاں موجود ہوتی تو وہیں دفن ہوتا جہاں جہاں فوت ہوا تھا اور اگر میں حاضر ہوتی تیری وفات کے وقت تو تیری زیارت کیلئے نہ آتی۔ روایت کیا اس کو ترمذی نے۔

تشریح: حاصل حدیث کا یہ ہے کہ حضرت ابن ملکیہ فرماتے ہیں کہ جب عبدالرحمٰن بن ابو بکرؓ نے (جو کہ حضرت عائشہؓ کے بھائی ہیں) مقام حبشہ میں وفات پائی تو ان کو مکہ کی طرف منتقل کیا گیا اور مکہ میں دفن کیا گیا۔ سوال: فقہاء لکھتے ہیں کہ میت کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرنا صحیح نہیں ہے؟ جواب: جب تین میل کے فاصلے پر ہو تو جائز اور اگر تین سے زائد میل مسافت ہو تو پھر جائز نہیں ہے اور یہ تین میل سے کم مسافت تھی۔ جب حضرت عائشہؓ مکہ مکرمہ میں حج یا عمرہ کیلئے تشریف لائیں تو اپنے بھائی کی قبر پر حاضری دی اور پھر مذکورہ اشعار پڑھے (اصل میں: یہ اشعار متمم ابن نویرہ کے ہیں: یہ دو بھائی تھے متمم بن نویرہ اور مالک بن نویرہ ان میں سے ایک (مالک) مرگیا اس کے مرثیے میں متمم نے یہ اشعار پڑھے جس میں اس نے اپنے آپ کو اپنے بھائی کو جذیمہ کے دو وزیروں کے ساتھ تشبیہ دی ہے۔ جزیمہ ایک بادشاہ تھا اس کے دو وزیر مالک اور عقیل تھے۔ ان کے درمیان بہت زیادہ محبت تھی اور وہ چالیس سال تک اکٹھے رہے اور عہدے پر فائز تھے۔ متمم کا مقصود تشبیہ صرف مدت دراز تک اکٹھا رہنے میں دی ہے۔ شاعر کہتا ہے میں اور میرا بھائی مالک ہم جزیمہ کے دو وزیروں کی طرح ہیں یعنی مالک اور عقیل کی طرح۔ ایک زمانہ دراز تک یہاں کہ یہ بات کہی جانے لگی کہ یہ کبھی بھی جدا نہیں ہوں گے لیکن جب ہم جدا ہوئے تو گویا کہ میں اور مالک نے کبھی بھی ایک رات اکٹھی نہیں گزاری۔ حضرت عائشہؓ نے ان اشعار کو اپنے مناسب حال سمجھ کر گویا کہ یہ کہہ رہی ہیں کہ میں اور میرا بھائی جذیمہ کے دو وزیروں کی طرح ہیں۔ ایک مدت دراز تک اکٹھے رہے ہیں الخ اور آگے حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ اگر میں تیری وفات کے وقت حاضر ہوتی تو تجھے وہیں دفن کرتی جہاں تیری وفات ہوئی تھی اور اگر میں اس وقت حاضر ہوتی تو اب میں تیری قبر پر حاضر نہ ہوتی یعنی دوبارہ تیری قبر پر حاضری نہ دیتی۔ چونکہ وفات کے وقت حاضر نہیں تھی اس لئے حاضر ہوئیں۔ معلوم ہوا کہ عورت کیلئے اپنے قریبی رشتہ دار کی قبر پر جانا جائز ہے۔ اشعار کا ترجمہ: اکٹھے رہے ہیں ہم دراز زمانہ جزیمہ کے دو ہم نشینوں کی طرح حتیٰ کہ یہ بات کہی جانے لگی کہ وہ ہرگز جدا نہیں ہوں گے لیکن بہت لمبا زمانہ اکٹھے رہنے کے بعد جب ہماری جدائی ہوئی گویا ایسے ہوگیا کہ میں اور مالک نے ایک رات بھی اکٹھے نہیں رہے۔

وَعَن اَبِی رَافِعٍ قَالَ سَلَّ رَسُولُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیہِ وَسَلَّمَ سَعدًا وَّرَشَّ عَلٰی قَبرِہٖ مَآءً (رواہ ابن ماجۃ)

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہا سعد کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سر کی جانب سے نکالا اور اس کی قبر پر پانی چھڑکا روایت کیا اس کو ابن ماجہ نے

وَعَن اَبِی ھُرَیرَۃَ اَنَّ رَسُولَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیہِ وَسَلَّمَ صَلّٰی عَلٰی جَنَازَۃٍ ثُمَّ اَتَی القَبرَ

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک جنازہ پر نماز پڑھی پھر قبر کے پاس آئے اور سر کی طرف سے

فَحَثٰى عَلَيْهِ مِنْ قِبَلِ رَأْسِهٖ ثَلَاثًا (رواه ابن ماجة)

تین لپ مٹی ڈالی۔ روایت کیا اس کو ابن ماجہ نے۔

وَعَنْ عَمْرِوبْنِ حَزْمٍ قَالَ رَاٰنِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُتَّكِئًا عَلٰى قَبْرٍ فَقَالَ لَا تُؤْذِ

حضرت عمرو بن حزمؓ سے روایت ہے کہا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو ایک قبر پر ٹیک لگائے دیکھا فرمایا اس قبر والے کو اذیت نہ دے

صَاحِبَ هٰذَا الْقَبْرِ اَوْلَا تُؤْذِهٖ (رواه احمد)

یا یہ فرمایا کہ اس کو ایذا نہ دے۔ روایت کیا اس کو احمد نے۔

بَابُ الْبُكَآءِ عَلَى الْمَيِّتِ

میت پر رونے کا بیان

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ

وَعَنْ اَنَسٍؓ قَالَ دَخَلْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى اَبِيْ سَيْفِ الْقَيْنِ وَكَانَ ظِئْرًا

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہا ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ابوسیف لوہار کے پاس گئے اور وہ ابراہیم کی دایہ کا شوہر تھا

لِّاِبْرَاهِيْمَ فَاَخَذَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِبْرَاهِيْمَ فَقَبَّلَهٗ وَشَمَّهٗ ثُمَّ دَخَلْنَا عَلَيْهِ بَعْدَ ذٰلِكَ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابراہیم کو پکڑ لیا پھر بوسہ لیا اور سونگھا پھر ہم اس کے بعد اس کے پاس گئے

وَاِبْرَاهِيْمُ يَجُوْدُ بِنَفْسِهٖ فَجَعَلَتْ عَيْنَا رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَذْرِفَانِ فَقَالَ لَهٗ عَبْدُالرَّحْمٰنِ

اور ابراہیم حالت نزع میں تھا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھیں جاری تھیں عبدالرحمٰن

بْنُ عَوْفٍ وَّاَنْتَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ يَا ابْنَ عَوْفٍ اِنَّهَا رَحْمَةٌ ثُمَّ اَتْبَعَهَا بِاُخْرٰى فَقَالَ اِنَّ الْعَيْنَ تَدْمَعُ

بن عوف نے کہا اے اللہ کے رسول آپ بھی روتے ہیں۔ فرمایا اے ابن عوف یہ رحمت ہے پھر اس کے بعد روئے فرمایا آنکھ آنسو بہاتی ہے

وَالْقَلْبَ يَحْزَنُ وَلَا نَقُوْلُ اِلَّا مَا يَرْضٰى رَبُّنَا وَاِنَّا بِفِرَاقِكَ يَا اِبْرَاهِيْمُ لَمَحْزُوْنُوْنَ. (متفق عليه)

دل غمگین ہے اس کے باوجود ہم نہیں کہیں گے مگر جس سے ہمارا رب راضی ہو اور ہم تیری جدائی کے سبب اے ابراہیم غمگین ہیں۔ (متفق علیہ)

وَعَنْ اُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍؓ قَالَ اَرْسَلَتِ ابْنَةُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَيْهِ اَنَّ ابْنًا لِّيْ قُبِضَ فَاْتِنَا فَاَرْسَلَ يَقْرَأُ

حضرت اسامہ بن زیدؓ سے روایت ہے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی نے آپ کی طرف پیغام بھیجا کہ اس کا بیٹا مرنے کے

السَّلَامَ وَيَقُوْلُ اِنَّ لِلّٰهِ مَا اَخَذَ وَلَهٗ مَا اَعْطٰى وَكُلٌّ عِنْدَهٗ بِاَجَلٍ مُّسَمًّى فَلْتَصْبِرْ وَلْتَحْتَسِبْ فَاَرْسَلَتْ اِلَيْهِ

قریب ہے ہمارے پاس آئیں آپ کھڑے ہوئے آپ کے ساتھ دوبارہ پیغام بھیجا آپ کو قسم دیتی تھی کہ ضرور آئیں آپ کھڑے ہوئے

تُقْسِمُ عَلَيْهِ لَيَأْتِيَنَّهَا فَقَامَ وَمَعَهُ سَعْدُ بْنُ عُبَادَةَ وَمُعَاذُبْنُ جَبَلٍ وَاُبَيُّ بْنُ كَعْبٍ وَزَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ وَرِجَالٌ فَرُفِعَ
آپ کے ساتھ سعد بن عبادہ معاذ بن جبل ابی بن کعب زید بن ثابت اور بہت سے آدمی تھے۔ بچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بلند کیا گیا
اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الصَّبِيُّ وَنَفْسُهُ تَتَقَعْقَعُ فَفَاضَتْ عَيْنَاهُ فَقَالَ سَعْدٌ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا
اس کی روح حرکت کرتی تھی آپ کی آنکھیں بہنے لگیں۔ سعد نے کہا اے اللہ کے رسول یہ کیا ہے۔ فرمایا یہ رحمت ہے
هٰذَا فَقَالَ هٰذِهٖ رَحْمَةٌ جَعَلَهَا اللّٰهُ فِيْ قُلُوْبِ عِبَادِهٖ فَاِنَّمَا يَرْحَمُ اللّٰهُ مِنْ عِبَادِهِ الرُّحَمَآءَ.(متفق عليه)
جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے دلوں میں پیدا کیا ہے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے رحمت کرنے والوں پر ہی رحمت کرتا ہے۔(متفق علیہ)

تشریح: وعن اسامہ بن زید الخ میت کے گھر کھانا پکانا بطور ضیافت کے مکروہ تحریمی ہے اور اگر بطور تصدق کے ہو تو جائز ہے بشرطیکہ صدقے کا مستحق ہو۔ پڑوسیوں کو انتظام کرنا مستحب ہے۔ آج کل جو میت کے گھر کھانا پکتا ہے یہ ملامت کے ڈر سے پکاتے ہیں اس کا کھانا جائز نہیں اور اس لئے پرہیز کرنا ضروری ہے۔

وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُمَرَرضی الله عنهما قَالَ اشْتَكٰى سَعْدُ بْنُ عُبَادَةَ شَكْوٰى لَهُ فَاَتَاهُ النَّبِيُّ
عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہا سعد بن عبادہ ایک بیماری میں بیمار ہوئے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم
صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعُوْدُهُ مَعَ عَبْدِالرَّحْمٰنِ ابْنِ عَوْفٍ وَسَعْدِ بْنِ اَبِيْ وَقَّاصٍ وَّعَبْدِاللّٰهِ
عبدالرحمٰن بن عوف سعد بن ابی وقاص عبداللہ بن مسعودؓ کے ساتھ عیادت کیلئے تشریف لائے جس وقت
بْنِ مَسْعُوْدٍ فَلَمَّا دَخَلَ عَلَيْهِ وَجَدَهُ فِيْ غَاشِيَةٍ فَقَالَ قَدْ قُضِيَ قَالُوْا لَا يَارَسُوْلَ اللّٰهِ فَبَكَى
ان کے پاس آئے ان کو بے ہوشی میں پایا فرمایا کہ مر گئے ہیں۔ انہوں نے کہا نہیں اے اللہ کے رسول نبی صلی اللہ علیہ وسلم رو دیئے
النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا رَاَى الْقَوْمُ بُكَآءَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَكَوْا فَقَالَ اَلَا
جب لوگوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو روتے دیکھا وہ بھی رو پڑے فرمایا تم سنتے نہیں اللہ تعالیٰ آنکھ کے
تَسْمَعُوْنَ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُعَذِّبُ بِدَمْعِ الْعَيْنِ وَلَا بِحُزْنِ الْقَلْبِ وَلٰكِنْ يُّعَذِّبُ بِهٰذَا وَاَشَارَ اِلٰى
آنسو اور دل کے غم کے ساتھ عذاب نہیں کرتا بلکہ اس کے ساتھ عذاب کرتا ہے۔ اپنی زبان کی
لِسَانِهٖ اَوْ يَرْحَمُ وَاِنَّ الْمَيِّتَ لَيُعَذَّبُ بِبُكَآءِ اَهْلِهٖ عَلَيْهِ.(متفق عليه)
طرف اشارہ کیا یا رحم فرماتا ہے اور گھر والوں کے رونے کی وجہ سے میت کو عذاب ہوتا ہے۔(متفق علیہ)

تشریح: حدیث نمبر۳ وعن عبداللہ بن عمرؓ ...... وان المیت لیعذب ببکاء اھل علیہ ص ۱۵۰ اس کی تشریح آگے حدیث نمبر۲۰ میں آرہی ہے۔

وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍرضی الله عنهما قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ مِنَّا
حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہم میں سے نہیں وہ شخص جو رخسار سے پیٹے۔ گریبان پھاڑے
مَنْ ضَرَبَ الْخُدُوْدَ وَشَقَّ الْجُيُوْبَ وَدَعَا بِدَعْوَى الْجَاهِلِيَّةِ.(متفق عليه)
اور جاہلیت کا پکارنا پکارے۔(متفق علیہ)

وَعَنْ اَبِیْ بُرْدَةَ قَالَ اُغْمِیَ عَلٰی اَبِیْ مُوْسٰی الْاَشْعَرِیِّ فَاَقْبَلَتِ امْرَاَتُهُ اُمُّ عَبْدِاللّٰهِ تَصِیْحُ

حضرت ابوبردہؓ سے روایت ہے کہا ابوموسیٰؓ بے ہوش ہوگئے اس کی بیوی ام عبداللہ چلا کر رونے لگی پھر ہوش میں آئے کہا تو جانتی نہیں

بِرَنَّةٍ ثُمَّ اَفَاقَ فَقَالَ اَلَمْ تَعْلَمِیْ وَكَانَ یُحَدِّثُهَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

اور اسے حدیث بیان کرتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے میں اس سے بری ہوں جو سر کے بال منڈا دے۔

اَنَا بَرِیْءٌ مِّمَّنْ حَلَقَ وَصَلَقَ وَخَرَقَ. (متفق علیه ولفظه لمسلم)

چلا کر روئے اور کپڑے پھاڑے (متفق علیہ) اور لفظ اس کے واسطے مسلم کے ہیں۔

وَعَنْ اَبِیْ مَالِكِ الْاَشْعَرِیِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَرْبَعٌ فِیْ اُمَّتِیْ مِنْ اَمْرِ الْجَاهِلِیَّةِ

حضرت ابو مالک اشعریؓ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا چار کام میری امت میں جاہلیت کے ہیں لوگ ان کو نہیں

لَا یَتْرُكُوْنَهُنَّ اَلْفَخْرُ فِی الْاَحْسَابِ وَالطَّعْنُ فِی الْاَنْسَابِ وَالْاِسْتِسْقَاءُ بِالنُّجُوْمِ وَالنِّیَاحَةُ وَقَالَ

چھوڑیں گے حسب میں فخر کرنا نسب میں طعن کرنا ستاروں کے سبب پانی طلب کرنا اور نوحہ کرنا اور فرمایا اگر نوحہ کرنے والی

اَلنَّائِحَةُ اِذَا لَمْ تَتُبْ قَبْلَ مَوْتِهَا تُقَامُ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ وَعَلَیْهَا سِرْبَالٌ مِّنْ قَطِرَانٍ وَّدِرْعٌ مِّنْ جَرَبٍ. (مسلم)

عورت مرنے سے پہلے توبہ نہ کرے گی اسے قیامت کے دن اٹھایا جائے گا اس پر گندھک اور خارش کا کرتا ہوگا۔ روایت کیا اس کو مسلم نے۔

وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ مَرَّ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِامْرَاَةٍ تَبْكِیْ عِنْدَ قَبْرٍ فَقَالَ اتَّقِی اللّٰهَ وَاصْبِرِیْ

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک عورت کے پاس سے گزرے جو ایک قبر کے پاس رو رہی تھی

قَالَتْ اِلَیْكَ عَنِّیْ فَاِنَّكَ لَمْ تُصَبْ بِمُصِیْبَتِیْ وَلَمْ تَعْرِفْهُ فَقِیْلَ لَهَا اِنَّهُ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ

فرمایا اللہ سے ڈر اور صبر اختیار کر کہنے لگی دور ہو جا اس لئے کہ تو مجھ جیسی مصیبت میں گرفتار نہیں ہوا اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو

وَسَلَّمَ فَاَتَتْ بَابَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ تَجِدْ عِنْدَهُ بَوَّابِیْنَ فَقَالَتْ لَمْ اَعْرِفْكَ

نہ پہچانا اسے کہا گیا وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دروازہ پر آئی وہاں دربانوں کو نہ دیکھا کہنے لگی میں نے

فَقَالَ اِنَّمَا الصَّبْرُ عِنْدَ الصَّدْمَةِ الْاُوْلٰی. (متفق علیه)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہچانا نہیں تھا فرمایا صبر پہلے صدمہ کے وقت ہوتا ہے۔ (متفق علیہ)

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَا یَمُوْتُ لِمُسْلِمٍ ثَلٰثَةٌ مِّنَ الْوَلَدِ

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کسی مسلمان کے تین بچے نہیں مرتے کہ

فَیَلِجُ النَّارَ اِلَّا تَحِلَّةَ الْقَسَمِ. (متفق علیه)

وہ آگ میں داخل ہو مگر واسطے کھولنے قسم کے۔ (متفق علیہ)

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِنِسْوَةٍ مِّنَ الْاَنْصَارِ لَا يَمُوْتُ لِاِحْدٰكُنَّ ثَلٰثَةٌ

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار کی چند عورتوں میں فرمایا تم میں سے کسی کے تین بچے فوت نہیں ہوتے

مِّنَ الْوَلَدِ فَتَحْتَسِبُهُ اِلَّا دَخَلَتِ الْجَنَّةَ فَقَالَتِ امْرَاَةٌ مِنْهُنَّ اَوِ اثْنَانِ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ اَوِ اثْنَانِ

وہ ثواب طلب کرتی ہے مگر وہ جنت میں داخل ہوگی ان میں سے ایک عورت نے کہا اور دو بچے فوت ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اور دو بھی

رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَفِيْ رِوَايَةٍ لَّهُمَا ثَلٰثَةٌ لَّمْ يَبْلُغُوا الْحِنْثَ.

روایت کیا اس کو مسلم نے ان دونوں کی روایت میں ہے تین بچے جو بلوغت کی حد تک نہ پہنچے ہوں۔

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اللّٰهُ مَا لِعَبْدِي الْمُؤْمِنِ عِنْدِيْ جَزَآءٌ اِذَا

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ فرمایا میرے پاس میرے مومن بندے کیلئے

قَبَضْتُ صَفِيَّهُ مِنْ اَهْلِ الدُّنْيَا ثُمَّ احْتَسَبَهُ اِلَّا الْجَنَّةُ. (بخاری)

جزا نہیں ہے جس وقت میں اس کے پیارے کو فوت کرتا ہوں اہل دنیا سے پھر ثواب چاہے مگر جنت۔ روایت کیا اس کو بخاری نے۔

الفصل الثانی

وَعَنْ اَبِيْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ قَالَ لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ النَّائِحَةَ وَ الْمُسْتَمِعَةَ (رواہ ابوداود)

حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت فرمائی ہے نوحہ کرنے والی اور نوحہ سننے والی عورتوں پر روایت کیا اس کو ابوداؤد نے۔

وَعَنْ سَعِيْدِ بْنِ اَبِيْ وَقَّاصٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَجَبٌ لِّلْمُؤْمِنِ

حضرت سعد بن ابی وقاصؓ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مومن کا عجب حال ہے اگر اس کو بھلائی پہنچے

اِنْ اَصَابَهُ خَيْرٌ فَحَمِدَ اللّٰهَ وَشَكَرَ وَاِنْ اَصَابَتْهُ مُصِيْبَةٌ حَمِدَ اللّٰهَ وَصَبَرَ فَالْمُؤْمِنُ يُؤْجَرُ فِيْ كُلِّ

اللہ کی حمد کرتا ہے اور شکر کرتا ہے۔ اگر مصیبت پہنچے اللہ کی حمد کرتا ہے اور صبر کرتا ہے مومن ہر کام میں ثواب دیا جاتا ہے۔

اَمْرِهٖ حَتّٰى فِي اللُّقْمَةِ يَرْفَعُهَا اِلٰى فِيْ امْرَاَتِهٖ (رواہ البیھقی فی شعب الایمان)

یہاں تک کہ لقمہ جو اپنی بیوی کے منہ میں اٹھا کر دے روایت کیا اس کو بیہقی نے شعب الایمان میں۔

وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَامِنْ مُّؤْمِنٍ اِلَّا وَلَهٗ بَابَانِ بَابٌ يَّصْعَدُ

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی مومن نہیں مگر اس کیلئے دو دروازے ہیں ایک دروازہ ہے

مِنْهُ عَمَلُهٗ وَ بَابٌ يَّنْزِلُ مِنْهُ رِزْقُهٗ فَاِذَامَاتَ بَكَيَا عَلَيْهِ فَذٰلِكَ قَوْلُهٗ تَعَالٰى فَمَا بَكَتْ عَلَيْهِمُ

جس سے اس کے عمل چڑھتے ہیں اور دوسرا دروازہ ہے جس سے اس کا رزق اترتا ہے جب وہ مرتا ہے وہ دونوں اس پر روتے ہیں یہ اللہ تعالیٰ کا

السَّمَآءُ وَ الْاَرْضُ (رواہ الترمذی)

فرمان ہے ان کافروں پر آسمان اور زمین نہیں روتے۔ روایت کیا اس کو ترمذی نے۔

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ كَانَ لَهٗ فَرَطَانِ مِنْ اُمَّتِىْ اَدْخَلَهُ اللّٰهُ بِهِمَا

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری امت میں سے جس کے دو فرزند فوت ہو گئے اللہ تعالیٰ ان دونوں کے عوض اس کو

الْجَنَّةَ فَقَالَتْ عَائِشَةُ فَمَنْ كَانَ لَهٗ فَرَطٌ مِنْ اُمَّتِكَ قَالَ وَمَنْ كَانَ لَهٗ فَرَطٌ يَامُوَفَّقَةُ فَقَالَتْ فَمَنْ لَّمْ يَكُنْ

جنت میں داخل کرے گا۔ عائشہ نے کہا جس کا ایک بچہ فوت ہوا آپ کی امت سے فرمایا اسے توفیق دی گئی جو شخص جس کا ایک فرزند فوت ہوا عائشہؓ نے کہا جس کا

لَهٗ فَرَطٌ مِنْ اُمَّتِكَ قَالَ فَاَنَا فَرَطُ اُمَّتِىْ لَنْ يُّصَابُوْا بِمِثْلِىْ . رَوَاهُ التِّرْمِذِىُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ

فرزند فوت نہ ہوا آپ کی امت سے فرمایا میں ہوں میر منزل وہ مجھ جیسی مصیبت نہیں پہنچائے گئے۔ روایت کیا اس کو ترمذی نے اور کہا یہ حدیث غریب ہے۔

وَعَنْ اَبِىْ مُوْسَى الْاَشْعَرِىِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا مَاتَ وَلَدُ الْعَبْدِ

حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس وقت کسی بندے کا بچہ فوت ہوتا ہے

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى لِمَلٰٓئِكَتِهٖ قَبَضْتُمْ وَلَدَ عَبْدِىْ فَيَقُوْلُوْنَ نَعَمْ فَيَقُوْلُ قَبَضْتُمْ ثَمَرَةَ فُؤَادِهٖ

اللہ تبارک و تعالیٰ فرشتوں سے کہتا ہے تم نے میرے بندے کے فرزند کی روح قبض کی وہ کہتے ہیں ہاں فرماتا ہے تم نے اس کے دل کا میوہ قبض کیا

فَيَقُوْلُوْنَ نَعَمْ فَيَقُوْلُ مَاذَا قَالَ عَبْدِىْ فَيَقُوْلُوْنَ حَمِدَكَ وَ اسْتَرْجَعَ فَيَقُوْلُ اللّٰهُ ابْنُوْا

وہ کہتے ہیں ہاں فرماتا ہے میرے بندے نے کیا کہا کہتے ہیں تیری حمد کی اور انا للہ پڑھا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اس کیلئے

لِعَبْدِىْ بَيْتًا فِى الْجَنَّةِ وَ سَمُّوْهُ بَيْتَ الْحَمْدِ (رواه احمد و الترمذی)

جنت میں ایک گھر بناؤ اور اس کا نام بیت الحمد رکھو۔ روایت کیا اس کو احمد اور ترمذی نے۔

وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ عَزّٰى مُصَابًا فَلَهٗ مِثْلُ

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص مصیبت زدہ وتسلی دے اس کیلئے

اَجْرِهٖ. رَوَاهُ التِّرْمِذِىُّ وَ ابْنُ مَاجَةَ وَ قَالَ التِّرْمِذِىُّ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ لَا نَعْرِفُهٗ مَرْفُوْعًا اِلَّا مِنْ

اس کی مانند ثواب ہے روایت کیا اس کو ترمذی اور ابن ماجہ نے۔ ترمذی نے کہا یہ حدیث ہم اس کو نہیں جانتے

حَدِيْثِ عَلِىِّ ابْنِ عَاصِمٍ الرَّاوِىْ وَقَالَ وَ رَوَاهُ بَعْضُهُمْ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سُوْقَةَ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ مَوْقُوْفًا.

مرفوع مگر علی بن عاصم کی روایت سے اور کہا بعض محدثین نے اس کو روایت کیا ہے اس سند کے ساتھ محمد بن سوقہ سے موقوف ابن مسعود پر۔

۱۷. وَعَنْ اَبِىْ بَرْزَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ عَزّٰى ثَكْلٰى كُسِىَ بُرْدًا

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا شخص اس عورت کو تسلی دے جس کا بچہ مر گیا ہے

فِى الْجَنَّةِ رَوَاهُ التِّرْمِذِىُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ.

جنت میں اس کو لباس پہنایا جائے گا۔ روایت کیا اس کو ترمذی نے اور کہا یہ حدیث غریب ہے۔

وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ جَعْفَرٍ قَالَ لَمَّا جَاءَ نَعْىُ جَعْفَرٍ قَالَ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِصْنَعُوْا لِاٰلِ

حضرت عبداللہ بن جعفرؓ سے روایت ہے کہا جس وقت جعفر کی موت کی خبر پہنچی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آل جعفر کیلئے کھانا

جَعْفَرٍ طَعَاماً فَقَدْ اَتَاهُمْ مَا يُشْغِلُهُمْ. (رواه الترمذی و ابو داؤد و ابن ماجة)

تیار کرو ان کو آئی ہے وہ چیز کہ کھانا پکانے سے باز رکھتی ہے روایت کیا اس کو ترمذی ابوداؤد اور ابن ماجہ نے۔

الفصل الثالث

عَنِ الْمُغِيْرَةِ بْنِ شُعْبَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ نِيْحَ عَلَيْهِ فَاِنَّهُ

ترجمہ: حضرت مغیرہ بن شعبہ سے روایت ہے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا فرماتے تھے جس پر نوحہ کیا جاتا ہے اس کو عذاب کیا

يُعَذَّبُ بِمَا نِيْحَ عَلَيْهِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ. (متفق عليه)

جائے گا بہ سبب اس کے جو اس پر نوحہ کیا گیا قیامت کے دن۔ (متفق علیہ)

وَعَنْ عُمْرَةَ بِنْتِ عَبْدِالرَّحْمٰنِ رضی اللّٰہ عنها اَنَّهَا قَالَتْ سَمِعْتُ عَائِشَةَ رضی اللّٰہ عنها وَذُكِرَ

حضرت عمرہ بن عبدالرحمٰنؒ سے روایت ہے کہا میں نے عائشہ سے سنا اور اس کیلئے ذکر کیا گیا

لَهَا اَنَّ عَبْدَاللّٰهِ بْنَ عُمَرَ رضی اللّٰہ عنهما يَقُوْلُ اِنَّ الْمَيِّتَ لَيُعَذَّبُ بِبُكَاۗءِ الْحَيِّ عَلَيْهِ تَقُوْلُ يَغْفِرُ

کہ عبداللہ بن عمر کہتا ہے۔ میت کو زندہ کے رونے کی وجہ سے عذاب کیا جاتا ہے۔ عائشہ کہنے لگیں۔

اللّٰهُ لِاَبِيْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ اَمَا اِنَّهُ لَمْ يَكْذِبْ وَلٰكِنَّهُ نَسِيَ اَوْ اَخْطَاَ اِنَّمَا مَرَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

ابوعبدالرحمٰن پر اللہ رحم کرے اس نے جھوٹ نہیں بولا لیکن بھول گیا اور غلطی کی نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک یہودی عورت کے جنازہ کے پاس سے

وَسَلَّمَ عَلٰى يَهُوْدِيَّةٍ يُبْكٰى عَلَيْهَا فَقَالَ اِنَّهُمْ لَيَبْكُوْنَ عَلَيْهَا وَاِنَّهَا لَتُعَذَّبُ فِيْ قَبْرِهَا. (متفق عليه)

گزرے تھے جس پر رویا جا رہا تھا۔ آپ نے فرمایا یہ لوگ اس پر رو رہے ہیں اور اس کو قبر میں عذاب دیا جا رہا ہے۔ (متفق علیہ)

تشریح: وعن عمرة بنت عبدالرحمن ...... وان الميت ليعذب ببكاء الحمى عليه الخ ص ۱۵۱ م ج ۱

یہاں دو حدیثیں ہیں جو کہ تعذیب المیت سے متعلق ہیں اور دونوں ابن عمرؓ سے مروی ہیں۔

۱-حدیث ابن عمر تعذیب المیت ببکاء اهل علیه جس میں حضرت سعد بن عبادہ کی وفات کا تذکرہ ہے۔

۲-حدیث ابن عمر تعذیب المیت ببکاء الحی علیه سوال: اب ان دونوں حدیثوں میں تعارض ہے۔ ایک حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ میت کو عذاب اس کے گھر والوں کے رونے کی وجہ سے ہوتا ہے اور دوسری حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ میت کو عذاب زندہ شخص کے رونے کی وجہ سے ہوتا ہے۔ پہلی میں تخصیص ہے دوسری میں تعمیم ہے۔ جواب: دوسری حدیث میں حی بمعنی قبیلہ کے ہے جس کو پہلی حدیث میں اھل سے تعبیر کر دیا ہے۔ اس صورت میں یہ قید اتفاقی ہے جو اجانب (اجنبی) کے مقابلے میں ہوگی۔

جواب ۲: حکم کا دارومدار حدیث ثانی پر ہے۔ سوال ۲: باقی رہی یہ بات کہ پھر پہلی حدیث میں ببکاء اهل علیه کیوں کہا۔ جواب: چونکہ اکثر بحسب الوقوع ہونے کی وجہ سے رونے والے میت پر اکثر اھل ہی ہوتے ہیں۔ تو اس کثرت کی وجہ سے اھل سے تعبیر کر دیا۔ اس صورت میں یہ قید احترازی ہوگی۔ جمادات وغیرہ سے احتراز ہوگا۔ معنی یہ ہوگا کہ میت زندوں کے رونے کی وجہ سے معذب ہوگی جمادات کے رونے کی وجہ سے معذب نہیں ہوگی۔ سوال ۳: حی کا مفہوم مخالف یہ ہے کہ جمادات کے رونے سے معذب نہیں ہوگی۔ کیا جمادات بھی میت پر روتے ہیں۔

جواب: ابھی ماقبل میں حدیث انسؓ گزری ہے۔ مامن مومن الاوله بابان باب یصعد منه عمله و باب ینزل منه رزقه

فاذا مات بکیا علیه معلوم ہوا کہ وہ بابان روتے ہیں۔اس سے معلوم ہوا کہ جمادات بھی روتے ہیں۔سوال ۴: حدیث ثانی میں حی کی قید کونسی ہے۔قید احترازی ہے یا بیان واقع کیلئے ہے۔جواب: اس کا مناط معنے پر ہے اگر بمعنی قبیلہ ہو تو احترازی نہیں اور اگر بمعنی زندہ کے ہو تو پھر احترازی ہے۔سوال ۵: اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے مطلق بکاء میت کے معذب ہونے کا سبب ہے حالانکہ ابھی حدیث شعبہ گزری ہے (من نیح علیه فانهٗ یعذب بما نیح علیه) کہ بکاء علی وجہ النوحہ معذب ہونے کا سبب ہے۔جواب: اس پر اجماع ہے کہ حدیث ابن عمر میں بکاء علی وجہ النوحہ مراد ہے اس پر ایک دلیل تو یہی حدیث مغیرہ بن شعبہ ہے اور دوسری دلیل عمل نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صحابہؓ اور عمل اسلاف سے ہے۔اس لئے کہ روتے تو تھے مگر علی وجہ الدموع روتے تھے۔علی وجہ النوحہ نہیں روتے تھے۔سوال ۶: اس حدیث ابن عمرؓ تعذیب المیت ببکاء الحی اهله علیه اور آیۃ کریمہ لاتزر وازرة وزر اخریٰ کے درمیان تعارض ہے۔آیۃ کریمہ کا مصداق یہ ہے کہ کسی کے عمل کی وجہ سے دوسرے کو سزا نہیں دی جائے گی اور حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ زندوں کے رونے کی وجہ سے میت کو عذاب دیا جائے گا تو رونا زندوں کا عمل ہے اور عذاب وسزا میت کو دیا جارہا ہے؟ جواب-۱: اس تعارض کا رفع حضرت عائشہؓ یہ بتلاتی ہیں کہ حضرت ابن عمرؓ سے اس حدیث میں لغزش ہوئی ہے۔اس کا سبب: ایک واقعہ جزئیہ ہے کہ نبی کریمؐ ایک یہودیہ کی قبر سے گزرے اور لوگ اس پر رو رہے تھے۔حضورؐ نے فرمایا عجیب بات ہے وہ تو قبر میں عذاب میں مبتلا ہے اور یہ یہودیہ کفر کی وجہ سے معذب ہو رہی تھی نہ کہ لوگوں کے رونے کی وجہ سے۔اللہ تعالیٰ ابن عمرؓ پر رحم کرے اس کی مغفرت کرے۔وہ اس واقعہ مورد خاص کو بھول گئے اور ایک قاعدہ کلیہ بنا کر اس کو عام کرنا شروع کر دیا ہے لیکن جمہور علماء امت نے حضرت عائشہؓ کی اس رائے کو قبول نہیں کیا لہٰذا پھر وہی سوال لوٹے گا۔

جواب-۲: یہ بھی حضرت عائشہؓ نے دیا۔حضرت عائشہؓ اس کو کافر پر محمول کرتی ہیں اور آیت کریمہ کا مصداق مومن ہے کیونکہ کافر عموماً طور پر مرتے وقت نوحہ کی وصیت کرتے تھے اور کافر بھی اس کو پسند کرتے تھے تو یہ وصیت کرنا اور پسند کرنا بھی درحقیقت میت کا عمل ہے۔اسی وجہ سے اس کا مصداق کافر ہے اور آیت کریمہ کا مطلب یہ ہے کہ ایک مومن کے غلط عمل کی سزا دوسرے کو نہیں ملے گی لیکن اس جواب کو بھی جمہور علماء نے قبول نہیں کیا۔جمہور کی طرف سے رفع تعارض: اس حدیث کا مصداق وہ شخص ہے جس نے مرتے وقت یہ وصیت کی ہو کہ میرے مرنے کے بعد مجھ پر نوحہ کیا جائے۔ظاہر ہے یہ وصیت کرنا اسی کا عمل ہے اور آیت کریمہ کا مصداق ماسوا ہے۔

جواب-۳: اس حدیث کا مصداق وہ شخص ہے جو اپنی زندگی میں نوحہ کو پسند کرتا ہو اور وہ یہ چاہتا ہو کہ مجھ پر بھی نوحہ کیا جائے۔قرائن کے ذریعہ اگر معلوم ہو کہ مجھ پر میرے مرنے کے بعد نوحہ کیا جائے گا تو مرنے والے پر واجب ہے کہ وہ ترک نوحہ کی وصیت کرے اگر وصیت نہ کرے گا تو تارک واجب ہوگا اور ترک واجب یہ اس کا اپنا عمل ہے لہٰذا یہ اپنے عمل کی وجہ سے معذب ہوگا نہ کسی کے رونے کی وجہ سے۔

جواب-۴: میت پر لوگ تعریف کرتے ہیں تو فرشتے ایسے وقت میں اس میت سے سوال کرتے ہیں کہ کیا تو واقعی ایسا تھا' شرم دلاتے ہیں جس سے اس کو ندامت ہوتی ہے اور فرشتے اس کو مکے مارتے ہیں بس اسی مکے مارنے کو حدیث میں تعذیب سے تعبیر کر دیا اور آیت کریمہ میں سزا کا حقیقی معنی مراد ہے کہ حقیقی سزا ایک کی دوسرے کو نہیں دی جائے گی۔

وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ اَبِیْ مُلَیْکَةَؓ قَالَ تُوُفِّیَتْ بِنْتٌ لِعُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَؓ بِمَکَّةَ فَجِئْنَا لِنَشْهَدَ هَا
عبداللہ بن ابی ملیکہؓ سے روایت ہے کہا کہ میں عثمان بن عفان کی ایک بیٹی فوت ہوگئی۔ہم آئے تا کہ اس کے جنازہ میں
وَحَضَرَهَا ابْنُ عُمَرَوَابْنُ عَبَّاسٍ فَاِنِّیْ لَجَالِسٌ بَیْنَهُمَا فَقَالَ عَبْدُاللّٰهِ بْنُ عُمَرَ رضی اللّٰه عنهما
حاضر ہوں۔ابن عمر اور ابن عباس بھی وہاں حاضر تھے میں ان دونوں کے درمیان بیٹھا ہوا تھا۔عبداللہ بن عمر نے
لِعَمْرِوبْنِ عُثْمَانَ وَهُوَ مُوَاجِهُهٗ اَ لَا تَنْهٰی عَنِ الْبُکَآءِ فَاِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ
عمرو بن عثمان کو کہا اور وہ اس کے سامنے تھے۔تو رونے سے کیوں نہیں روکتا۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے

اِنَّ الْمَيِّتَ لَيُعَذَّبُ بِبُكَآءِ اَهْلِهٖ عَلَيْهِ فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ قَدْ كَانَ عُمَرُ يَقُوْلُ بَعْضَ ذٰلِكَ ثُمَّ حَدَّثَ

گھر والوں کے رونے کی وجہ سے میت کو عذاب کیا جاتا ہے۔ ابن عباس نے کہا اس میں حضرت عمر کچھ کہتے تھے پھر حدیث بیان کی

فَقَالَ صَدَرْتُ مَعَ عُمَرَ مِنْ مَّكَّةَ حَتّٰى اِذَا كُنَّا بِالْبَيْدَآءِ فَاِذَا هُوَ بِرَكْبٍ تَحْتَ ظِلِّ سَمُرَةٍ فَقَالَ

کہ میں مکہ سے عمر کے ساتھ واپس لوٹا۔ جب ہم بیداء میں پہنچے ایک کیکر کے نیچے ایک قافلہ اترا ہوا تھا۔ مجھے کہا

اذْهَبْ فَانْظُرْ مَنْ هٰؤُلَآءِ الرَّكْبُ فَنَظَرْتُ فَاِذَا هُوَ صُهَيْبٌ قَالَ فَاَخْبَرْتُهُ فَقَالَ ادْعُهُ فَرَجَعْتُ اِلٰى

جا دیکھ کر آ اس قافلہ میں کون ہیں میں نے دیکھا وہ صہیب تھے۔ کہا میں نے ان کو خبر دی فرمایا اس کو بلا کر لاؤ میں

صُهَيْبٍ فَقُلْتُ ارْتَحِلْ فَالْحَقْ اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ فَلَمَّا اَنْ اُصِيْبَ عُمَرُ دَخَلَ صُهَيْبٌ يَّبْكِيْ يَقُوْلُ

صہیب کی طرف گیا اور اس کو کہا امیر المومنین کو ملو جب حضرت عمر زخمی ہوئے صہیب روتے تھے کہتے تھے

وَاَخَاهُ وَآصَاحِبَاهُ فَقَالَ عُمَرُ يَا صُهَيْبُ اَتَبْكِيْ عَلَيَّ وَقَدْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

ہائے بھائی اے میرے صاحب۔ عمر نے کہا اے صہیب تو مجھ پر روتا ہے جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے

اِنَّ الْمَيِّتَ لَيُعَذَّبُ بِبَعْضِ بُكَآءِ اَهْلِهٖ عَلَيْهِ فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ فَلَمَّا مَاتَ عُمَرُ ذَكَرْتُ ذَالِكَ

میت کو اس کے بعض اہل کے رونے کی وجہ سے عذاب ہوتا ہے۔ ابن عباسؓ نے کہا جب حضرت عمرؓ فوت ہوگئے

لِعَآئِشَةَ رضی اللہ عنہا فَقَالَتْ يَرْحَمُ اللّٰهُ عُمَرَ لَا وَاللّٰهِ مَا حَدَّثَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

میں نے یہ بات حضرت عائشہؓ سے کہی کہا اللہ تعالیٰ عمرؓ پر رحم کرے نہیں اللہ کی قسم نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے

وَسَلَّمَ اِنَّ الْمَيِّتَ لَيُعَذَّبُ بِبُكَآءِ اَهْلِهٖ عَلَيْهِ وَلٰكِنْ اِنَّ اللّٰهَ يَزِيْدُ الْكَافِرَ عَذَابًا بِبُكَآءِ اَهْلِهٖ عَلَيْهِ

اس طرح حدیث بیان نہیں فرمائی کہ میت کو اہل کے رونے کے سبب عذاب کیا جاتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ کافر کو گھر والوں کے

وَقَالَتْ عَآئِشَةُ رضی اللہ عنہا حَسْبُكُمُ الْقُرْآنُ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ عِنْدَ

رونے کی وجہ سے زیادہ عذاب کرتا ہے اور کہا عائشہؓ نے تم کو قرآن کافی ہے کوئی بوجھ اٹھانے والا دوسرے کا

ذَالِكَ وَاللّٰهُ اَضْحَكَ وَاَبْكٰى قَالَ ابْنُ اَبِيْ مُلَيْكَةَ فَمَا قَالَ ابْنُ عُمَرَ شَيْئًا. (متفق علیه)

بوجھ نہیں اٹھاتا۔ اس پر ابن عباسؓ نے کہا اللہ ہنساتا اور رلاتا ہے ابن ابی ملیکہ نے کہا ابن عمر نے کچھ نہ کہا۔ (متفق علیہ)

تشریح: فما قال ابن عمر شیئاً الخ حضرت ابن عمرؓ اس وجہ سے خاموش نہیں ہوئے کہ اپنے قول سے رجوع کر لیا بلکہ اس وجہ سے خاموش ہوگئے کہ یہ بحث ومباحثہ کا وقت مناسب نہیں تھا۔ اگر جواب دینا چاہتے تو دے سکتے تھے۔

وَعَنْ عَآئِشَةَ رضی اللہ عنہا قَالَتْ لَمَّا جَآءَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَتْلُ ابْنِ حَارِثَةَ وَجَعْفَرٍ

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ابن حارثہؓ جعفرؓ اور ابن رواحہؓ کے قتل ہونے کی خبر پہنچی بیٹھے

وَّابْنِ رَوَاحَةَ جَلَسَ يُعْرَفُ فِيْهِ الْحُزْنُ وَاَنَا اَنْظُرُ مِنْ صَآئِرِ الْبَابِ تَعْنِيْ شَقَّ الْبَابِ فَاَتَاهُ رَجُلٌ

آپ کے چہرہ میں غم پہچانا جاتا تھا میں دروازے کے سوراخ سے دیکھ رہی تھی یعنی دروازے کی درز سے ایک آدمی آیا

فَقَالَ اِنَّ نِسَآءَ جَعْفَرٍؓ وَّذَکَرَ بُکَآءَ هُنَّ فَاَمَرَهُ اَنْ یَّنْهَاهُنَّ فَذَهَبَ ثُمَّ اَتَاهُ الثَّانِیَةَ لَمْ یُطِعْنَهُ فَقَالَ

اور کہنے لگا جعفر کی عورتیں ایسا ایسا کر رہی ہیں ان کے رونے کا ذکر کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو حکم دیا کہ ان کو جا کر روکے وہ گیا پھر آیا دوسری بار اور کہا ان

انْهَهُنَّ فَاَتَاهُ الثَّالِثَةَ قَالَ وَاللّٰهِ غَلَبْنَنَا یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَزَعَمَتْ اَنَّهُ قَالَ

عورتوں نے اس کا کہنا نہیں مانا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان کو جا کر روک وہ تیسری مرتبہ آیا اور کہنے لگا اللہ کی قسم اے اللہ کے رسول انہوں

فَاحْثُ فِیْ اَفْوَاهِهِنَّ التُّرَابَ فَقُلْتُ اَرْغَمَ اللّٰهُ اَنْفَکَ لَمْ تَفْعَلْ مَا اَمَرَکَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ

نے ہم پر غلبہ کیا ہے حضرت عائشہؓ کا خیال ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان کے منہ میں مٹی ڈال میں نے کہا اللہ تیرے ناک کو خاک آلودہ

عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَلَمْ تَتْرُکْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْعَنَاءِ.(متفق علیه)

کرے تو نے وہ کام نہ کی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اور نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو رنج پہنچانے سے چھوڑا۔(متفق علیہ)

تشریح: وعن عائشہؓ قالت الخ ایک شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں آیا اور کہا کہ جعفر کی بیویاں رو رہی ہیں وہ شخص روکنے چلا گیا واپس آیا کہنے لگا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! وہ نہیں مانتیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسری بار بھیجا پھر تیسری مرتبہ بھیجا تو اس نے واپس آ کر کہا وہ ہم پر غالب آ گئی ہیں۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میرا خیال یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان کے منہ میں مٹی ڈالو۔ حضرت عائشہؓ نے فرمایا تیری ناک خاک آلود ہو جائے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کو بجا نہیں لایا۔ سوال: وہ حکم تو بجالایا تھا اور روک کر بھی آیا تھا پھر کیسے حضرت عائشہؓ نے کہہ دیا کہ تو نے نبی کا حکم نہیں بجالایا۔ جواب: انہوں نے جا کر اپنی طرف سے کہا خاموش ہو جاؤ جس کی وجہ سے اثر مرتب نہیں ہوا اگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے منسوب کرتا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے ہیں خاموش ہو جاؤ تو وہ رونے سے رُک جاتیں۔ اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحابیاتؓ ہوں اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم بجا نہ لائیں یہ کیسے ممکن ہے؟ جس طریقے سے ہونا چاہیے تھا ویسے تو حکم بجا نہیں لایا۔

وَعَنْ اُمِّ سَلَمَةَ رضی الله عنها قَالَتْ لَمَّا مَاتَ اَبُوْ سَلَمَةَ قُلْتُ غَرِیْبٌ وَّفِیْ اَرْضِ غُرْبَةٍ

حضرت ام سلمہؓ سے روایت ہے کہا جب ابوسلمہؓ فوت ہوئے میں نے کہا ابو سلمہ مسافر اور مسافرت میں وفات پائی ہے۔

لَاَبْکِیَنَّهُ بُکَآءً یُّتَحَدَّثُ عَنْهُ فَکُنْتُ قَدْ تَهَیَّاْتُ لِلْبُکَآءِ عَلَیْهِ اِذْ اَقْبَلَتِ امْرَاَةٌ تُرِیْدُ اَنْ تُسْعِدَنِیْ

میں اس پر اس قدر روؤں گی اس کے متعلق باتیں کی جائیں گی میں نے رونے کی تیاری کی تھی ایک عورت آئی وہ میرے ساتھ شریک ہونے کا

فَاسْتَقْبَلَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَتُرِیْدِیْنَ اَنْ تُدْخِلِی الشَّیْطَانَ بَیْتًا اَخْرَجَهُ

ارادہ رکھتی تھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے سامنے آئے اور کہا کیا تو اس گھر میں شیطان کو داخل کرنے کا ارادہ کرتی ہے جس کو اللہ تعالیٰ

اللّٰهُ مِنْهُ مَرَّتَیْنِ وَکَفَفْتُ عَنِ الْبُکَآءِ فَلَمْ اَبْکِ.(مسلم)

نے اس گھر سے نکال دیا ہے۔ دوبارہ میں رونے سے رک گئی اور نہیں روئی۔ روایت کیا اس کو مسلم نے۔

تشریح: وعن ام سلمہ اَتریدین ان تدخلی الشیطان بیتًا اخرجه الله منه مرتین ۔ا۔ مرتین کا جملہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دو مرتبہ ارشاد فرمایا۔ یعنی تم نہ شیطان کو داخل کرو اس گھر جس گھر سے اللہ نے شیطان کو دو مرتبہ نکالا ہے۔ ایک مرتبہ ام سلمہ کے

اسلام لانے کے وقت اور دوسری مرتبہ ان کا اسلام پر مرنے کے وقت یا مطلب یہ ہے کہ ایک مرتبہ اللہ کی طرف ہجرت کے وقت اور دوسری مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف ہجرت کے وقت یا مطلب یہ ہے کہ جس گھر سے اللہ نے شیطان کو بار بار نکالا ہے اس کو اپنے گھر میں داخل نہ کر۔ام سلمہؓ نے ابتداء میں مسئلہ معلوم نہ ہونے کی وجہ سے رونے کا ارادہ کیا لیکن حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے روک دیا۔

وَعَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيْرٍؓ قَالَ اُغْمِيَ عَلٰى عَبْدِاللّٰهِ بْنِ رَوَاحَةَ فَجَعَلَتْ اُخْتُهٗ عَمْرَةُ تَبْكِيْ

حضرت نعمان بن بشیرؓ سے روایت ہے کہا کہ عبداللہ بن رواحہؓ بے ہوش ہوگئے اس کی بہن نے اس پر رونا شروع کردیا اور کہا

وَاجَبَلَاهُ وَاكَذَا وَاكَذَا تُعَدِّدُ عَلَيْهِ فَقَالَ حِيْنَ اَفَاقَ مَاقُلْتِ شَيْئًا اِلَّا قِيْلَ لِيْ كَذَالِكَ زَادَ فِيْ

اے پہاڑ افسوس اے ایسے اے ایسے گنتی تھی۔ عبداللہ نے کہا جس وقت ہوش میں آئے تو نے نہیں کہا مگر میرے لئے کہا گیا

رِوَايَةٍ فَلَمَّا مَاتَ لَمْ تَبْكِ عَلَيْهِ.(بخاری)

تو ایسا ہے ایک روایت میں ہے جب وہ مرا اس پر نہیں روئی۔روایت کیا اس کو بخاری نے۔

وَعَنْ اَبِيْ مُوْسٰى قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَامِنْ مَيِّتٍ يَّمُوْتُ

حضرت ابو موسیٰؓ سے روایت ہے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا فرماتے تھے نہیں کوئی میت

فَيَقُوْمُ بَاكِيْهِمْ فَيَقُوْلُ وَاجَبَلَاهُ وَاسَيِّدَاهُ وَنَحْوَ ذٰلِكَ اِلَّا وَكَّلَ اللّٰهُ بِهٖ مَلَكَيْنِ يَلْهَزَانِهٖ

جو مرے اور ان کا رونے والا کھڑا ہو پس وہ کہتا ہے اے پہاڑ اے سردار اس قسم کے کلمات مگر اللہ تعالیٰ دو فرشتوں کو مقرر کردیتا ہے

وَيَقُوْلَانِ اَهٰكَذَا كُنْتَ. رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ حَسَنٌ.

جو اس کو مکے مارتے ہیں اور کہتے ہیں کیا تو ایسا ہی تھا روایت کیا اس کو ترمذی نے اور کہا یہ حدیث غریب ہے۔

وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ مَاتَ مَيِّتٌ مِّنْ اٰلِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاجْتَمَعَ النِّسَآءُ

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک مرگیا عورتیں جمع ہوکر رونے لگیں

يَبْكِيْنَ عَلَيْهِ فَقَامَ عُمَرُ يَنْهَاهُنَّ وَيَطْرُدُهُنَّ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَعْهُنَّ

حضرت عمر کھڑے ہوئے ان کو روکتے تھے اور ان کو بھگاتے تھے آپ نے فرمایا اے عمر ان کو چھوڑ دے آنکھیں روتی ہیں

يَاعُمَرُ فَاِنَّ الْعَيْنَ دَامِعَةٌ وَ الْقَلْبَ مُصَابٌ وَ الْعَهْدَ قَرِيْبٌ (رواہ احمد والنسائی)

دل مصیبت زدہ ہے اور مرنے کا وقت قریب ہے روایت کیا اس کو احمد اور نسائی نے۔

تشریح: حدیث نمبر ۲۶ وعن ابی ھریرہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عمرؓ کو اس لئے منع فرمایا کہ جائز حد تک ان کا رونا ہے۔

وَعَنِ بْنِ عَبَّاسٍ قَالَ مَاتَتْ زَيْنَبُ بِنْتُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَبَكَتِ النِّسَآءُ فَجَعَلَ

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی زینب فوت ہوگئیں

عُمَرُ يَضْرِبُهُنَّ بِسَوْطِهٖ فَاَخَّرَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدِهٖ وَ قَالَ مَهْلًا يَّاعُمَرُ ثُمَّ

عورتیں رونے لگیں عمر ان کو کوڑے سے مارتے تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ سے پیچھے ہٹایا اور فرمایا ٹھہر اے عمر پھر

قَالَ اِیَّاکُنَّ وَنَعِیقَ الشَّیْطَانِ ثُمَّ قَالَ اِنَّهُ مَهْمَا کَانَ مِنَ الْعَیْنِ وَمِنَ الْقَلْبِ فَمِنَ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ

عورتوں کو فرمایا شیطان کی آواز سے دور رہو پھر فرمایا جو کچھ ہو آنکھ سے اور دل سے پس وہ اللہ کی طرف سے

وَمِنَ الرَّحْمَةِ وَ مَاکَانَ مِنَ الْیَدِ وَمِنَ اللِّسَانِ فَمِنَ الشَّیْطَانِ (رواه احمد)

رحمت ہے اور جو ہاتھ اور زبان سے ہو وہ شیطان کی طرف سے ہے۔ (روایت کیا اس کو احمد نے)

تشریح: ایاکن ونعیق الشیطان یعنی بچاؤ اپنے آپ کو شیطان کی آنکھ سے۔

وَعَنِ الْبُخَارِیِّ تَعْلِیْقًا قَالَ لَمَّا مَاتَ الْحَسَنُ بْنُ الْحَسَنِ بْنِ عَلِیٍّ ضَرَبَتِ امْرَأَتُهُ الْقُبَّةَ عَلٰی قَبْرِهٖ

بخاری نے تعلیقاً روایت ہے جب حسن بن حسن بن علیؓ فوت ہوئے سال بھر اس کی بیوی نے اس کی قبر پر خیمہ لگایا پھر اٹھالیا اس نے

سَنَةً ثُمَّ رَفَعَتْ فَسَمِعَتْ صَائِحًا یَقُوْلُ اَلاَھَلْ وَجَدُوْا مَا فَقَدُوْا فَاَجَابَهُ اٰخَرُبَلْ یَئِسُوْا فَانْقَلَبُوْا.

ایک آواز کرنیوالا سنا کہتا ہے کیا اس چیز کو پالیا جس کو گم کیا تھا دوسرے ہاتف نے اس کو جواب دیا بلکہ نا امید ہوگئے اور پھر گئے۔

وَعَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَیْنٍ وَّاَبِیْ بَرْزَةَ قَالَا خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِیْ جَنَازَةٍ

حضرت عمران بن حصینؓ اور ابو برزہ سے روایت ہے کہا ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک جنازہ میں نکلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کئی لوگوں کو

فَرَاٰی قَوْمًا قَدْ طَرَحُوْا اَرْدِیَتَهُمْ یَمْشُوْنَ فِیْ قُمُصٍ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَبِفِعْلِ

دیکھا کہ انہوں نے اپنی چادریں پھینک دیں اور کرتوں میں چلتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا جاہلیت کے فعل پر عمل کرتے

الْجَاهِلِیَّةِ تَاْخُذُوْنَ اَوْبِصَنِیْعِ الْجَاهِلِیَّةِ تُشَبَّهُوْنَ لَقَدْ هَمَمْتُ اَنْ اَدْعُوَ عَلَیْکُمْ دَعْوَةً تَرْجِعُوْنَ فِیْ

ہویا جاہلیت کے کام کے ساتھ مشابہت کرتے ہو میں نے ارادہ کیا ہے کہ تم پر ایسی بد دعا کروں کہ تمہاری

غَیْرِ صُوَرِکُمْ قَالَ فَاَخَذُوْا اَرْدِیَتَهُمْ وَلَمْ یَعُوْدُوْا لِذٰلِکَ (رواه ابن ماجة)

صورتیں بدل جائیں۔ راوی نے کہا انہوں نے اپنی چادریں پہن لیں اور دوبارہ ایسا کام نہیں کیا۔ روایت کیا اس کو ابن ماجہ نے۔

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ نَهٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَنْ تُتْبَعَ جَنَازَةٌ مَعَهَا رَانَّةٌ (رواه احمد و ابن ماجة)

حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع کیا ہے کہ جنازے کے ساتھ نوحہ کرنے والی جائے۔ روایت کیا اس کو احمد اور ابن ماجہ نے۔

تشریح: وعن ابن عمرؓ نوحہ کرنے والی عموماً عورتیں ہوتی ہیں اس وجہ سے ان کے جنازہ کے ساتھ جانے سے منع فرمایا۔ اگر مرد نوحہ کرنے والے ہوں تو ان کے لئے بھی یہی حکم ہے اس سے معلوم ہوا کہ جنازہ کے ساتھ بلند آواز سے کلمہ اور ذکر کرنا اس کا ثبوت نہیں ہے۔

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ رَجُلًا قَالَ لَهٗ مَاتَ ابْنٌ لِّیْ فَوَجَدْتُّ عَلَیْهِ هَلْ سَمِعْتَ مِنْ خَلِیْلِکَ

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے ایک آدمی نے اسے کہا میرا بیٹا فوت ہوگیا میں نے اس پر غم کیا ہے کیا تو نے اپنے دوست صلی اللہ علیہ وسلم سے

صَلَوَاتُ اللّٰهِ عَلَیْهِ وَسَلَامُهٗ شَیْئًا یُطَیِّبُ بِاَنْفُسِنَا عَنْ مَوْتَانَا قَالَ نَعَمْ سَمِعْتُهٗ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ

کوئی چیز سنی ہے کہ ہمارے مردوں کی طرف سے ہمارے نفسوں کو خوش کرے حضرت ابو ہریرہؓ نے کہا ہاں میں نے آپ سے سنا ہے فرمایا

وَسَلَّمَ قَالَ صِغَارُهُمْ دَعَامِيصُ الْجَنَّةِ يَلْقَى اَحَدُهُمْ اَبَاهُ فَيَاْخُذُ بِنَاحِيَةِ ثَوْبِهٖ فَلَا يُفَارِقُهٗ حَتّٰى

ان کی چھوٹی اولاد جنت کے دریا کے جانور ہیں ان میں سے ایک اپنے باپ کو ملے گا اسکے کپڑے کا کنارہ پکڑ لے گا اس سے جدا نہیں ہوگا یہاں تک کہ

يُدْخِلَهُ الْجَنَّةَ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَاَحْمَدُ وَ اللَّفْظُ لَهٗ

اس کو جنت میں داخل کرے گا روایت کیا اس کو مسلم نے اور احمد نے اور لفظ واسطے اس کے ہے۔

وَعَنْ اَبِیْ سَعِيْدٍ قَالَ جَاءَتْ اِمْرَاَةٌ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ

حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے ایک عورت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی اور کہنے لگی اے اللہ کے رسول

ذَهَبَ الرِّجَالُ بِحَدِيْثِكَ فَاجْعَلْ لَنَا مِنْ نَفْسِكَ يَوْمًا نَاْتِيْكَ فِيْهِ تُعَلِّمُنَا مِمَّا عَلَّمَكَ اللّٰهُ

مرد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثوں کے ساتھ بہرہ مند ہوئے۔ ایک دن ہمارے لئے اپنے نفس سے مقرر کریں ہم اس دن

فَقَالَ اجْتَمِعْنَ فِيْ يَوْمِ كَذَا وَكَذَا فِيْ مَكَانِ كَذَا وَكَذَا فَاجْتَمَعْنَ فَاَتَاهُنَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوں ہم کو سکھلائیں جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے علم سکھلایا ہے فرمایا فلاں دن جمع ہو جانا

اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَعَلَّمَهُنَّ مِمَّا عَلَّمَهُ اللّٰهُ ثُمَّ قَالَ مَا مِنْكُنَّ امْرَاَةٌ تُقَدِّمُ بَيْنَ يَدَيْهَا مِنْ وَّلَدِهَا ثَلٰثَةً

فلاں مکان میں وہ جمع ہو گئیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس آئے ان کو سکھلایا اس چیز سے جو اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سکھایا تھا۔

اِلَّا كَانَ لَهَا حِجَابًا مِّنَ النَّارِ فَقَالَتِ امْرَاَةٌ مِّنْهُنَّ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَوِ اثْنَيْنِ فَاَعَادَتْهَا مَرَّتَيْنِ ثُمَّ قَالَ

پھر فرمایا تم میں سے کوئی عورت ایسی نہیں جو اپنے آگے تین اپنی اولاد سے بھیجے مگر وہ اس کیلئے آگ سے پردہ ہوں گے ان میں سے ایک عورت نے کہا یا دو

وَاثْنَيْنِ وَاثْنَيْنِ وَاثْنَيْنِ (رواه البخاری)

بھیجے ہوں اس نے دوبارہ کہا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اور دو بھی اور دو بھی اور دو بھی۔ روایت کیا اس کو بخاری نے۔

وَعَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ مُسْلِمَيْنِ يُتَوَفّٰى لَهُمَا

حضرت معاذ بن جبلؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں کوئی دو مسلمان کہ ان کے تین فرزند فوت ہو جائیں

ثَلٰثَةٌ اِلَّا اَدْخَلَهُمَا اللّٰهُ الْجَنَّةَ بِفَضْلِ رَحْمَتِهٖ اِيَّاهُمْ فَقَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَوِ اثْنَانِ قَالَ اَوِ اثْنَانِ

مگر اللہ تعالیٰ فضل رحمت کے ساتھ دونوں کو جنت میں داخل کرے گا صحابہ نے عرض کیا اے اللہ کے رسول یا دو فرمایا یا دو انہوں نے کہا یا

قَالُوْا اَوْ وَاحِدٌ قَالَ اَوْ وَاحِدٌ ثُمَّ قَالَ وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِيَدِهٖ اِنَّ السِّقْطَ لَيَجُرُّ اُمَّهٗ بِسَرَرِهٖ اِلَى الْجَنَّةِ

ایک فرمایا یا ایک پھر فرمایا اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کچا حمل اپنی ماں کو اپنی آنول کے ساتھ جنت کی طرف کھینچے گا

اِذَا احْتَسَبَتْهُ. رَوَاهُ اَحْمَدُ وَرَوٰى ابْنُ مَاجَةَ مِنْ قَوْلِهٖ وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِيَدِهٖ.

اگر وہ صبر کرے۔ روایت کیا اس کو احمد نے اور روایت کیا ابن ماجہ نے والذی نفسی بیدہ تک۔

وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَدَّمَ ثَلٰثَةً مِّنَ الْوَلَدِ

عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے تین لڑکے آگے بھیجے جو ابھی بلوغت کو نہیں پہنچے تھے

لَمْ يَبْلُغُوا الْحِنْثَ كَانُوْا لَهُ حِصْنًا حَصِيْنًا مِنَ النَّارِ فَقَالَ اَبُوْذَرٍّ قَدَّمْتُ اثْنَيْنِ قَالَ وَاثْنَيْنِ قَالَ

اس کیلئے مضبوط پناہ ثابت ہوں گے آگ سے ابو ذر نے کہا میں نے دو آگے بھیجے ہیں فرمایا اور دو

اُبَيُّ بْنُ كَعْبٍ اَبُو الْمُنْذِرِ سَيِّدُ الْقُرَّاءِ قَدَّمْتُ وَاحِدًا قَالَ وَوَاحِدًا. رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَ ابْنُ

ابی بن کعب ابو المنذر نے کہا جو قاریوں کے سردار تھے میں نے ایک آگے بھیجا ہے فرمایا اور ایک بھی

مَاجَةَ وَ قَالَ التِّرْمِذِيُّ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ

روایت کیا اس کو ترمذی ابن ماجہ نے کہا ترمذی نے یہ حدیث غریب ہے۔

وَعَنْ قُرَّةَ الْمُزَنِيِّ اَنَّ رَجُلًا كَانَ يَاْتِي النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَعَهُ ابْنٌ لَهُ فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ

قرۃ مزنیؓ سے روایت ہے ایک شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا کرتا تھا اسکے ساتھ اس کا بیٹا ہوتا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَتُحِبُّهُ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَحَبَّكَ اللّٰهُ كَمَا اُحِبُّهُ فَفَقَدَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ

تو اس سے محبت کرتا ہے اس نے کہا اے اللہ کے رسول اللہ تم کو دوست رکھے جس طرح میں اس کو دوست رکھتا ہوں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَافَعَلَ ابْنُ فُلَانٍ قَالُوْا يَارَسُوْلَ اللّٰهِ مَاتَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

نے اس کو نہ پایا آپ نے فرمایا فلاں کے بیٹے نے کیا کہا انہوں نے کا اے اللہ کے رسول وہ مرگیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

وَسَلَّمَ اَمَا تُحِبُّ اَنْ لَا تَاْتِيَ بَابًا مِنْ اَبْوَابِ الْجَنَّةِ اِلَّا وَجَدْتَهُ يَنْتَظِرُكَ فَقَالَ رَجُلٌ يَا رَسُوْلَ

فرمایا کیا تو پسند نہیں کرتا کہ تو کسی جنت کے دروازے پر نہ جائے مگر اس کو پائے تیرا انتظار کررہا ہوا ایک آدمی نے کہا اے اللہ کے رسول

اللّٰهِ لَهُ خَاصَّةً اَمْ لِكُلِّنَا قَالَ بَلْ لِكُلِّكُمْ (رواه احمد)

اس کیلئے خاص ہے یا ہم سب کیلئے فرمایا تم سب کیلئے ہے۔ روایت کیا اس کو احمد نے۔

تشریح: وعن قرۃ المزنی کہنا تو یہ تھا احبہٗ کما احبک اللہ لیکن تشبیہ میں برعکس کردیا یوں کہا احبک اللہ کما احبہٗ یہ محبت میں مبالغہ پیدا کرنے کیلئے ایسا کیا ہے۔

وَعَنْ عَلِيٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ السِّقْطَ لَيُرَاغِمُ رَبَّهُ اِذَا اَدْخَلَ

حضرت علیؓ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کچا بچہ اپنے رب سے جھگڑا کرے گا جب پروردگار اس کے ماں باپ کو دوزخ

اَبَوَيْهِ النَّارَ فَيُقَالُ اَيُّهَا السِّقْطُ الْمُرَاغِمُ رَبَّهُ اَدْخِلْ اَبَوَيْكَ الْجَنَّةَ فَيَجُرُّهُمَا بِسَرَرِهٖ

میں داخل کرے گا اسے کہا جائیگا اے کچے بچے اپنے رب کے ساتھ جھگڑا کرنے والے اپنے ماں باپ کو جنت میں داخل کرو ان کو اپنی آنول

حَتّٰى يُدْخِلَهُمَا الْجَنَّةَ (رواه ابن ماجة)

کے ساتھ کھینچے گا یہاں تک کہ ان دونوں کو جنت میں داخل کرے گا۔ روایت کیا اس کو ابن ماجہ نے۔

وَعَنْ اَبِيْ اُمَامَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَقُوْلُ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَ تَعَالٰى يَا ابْنَ اٰدَمَ اِنْ

حضرت ابوامامہؓ سے روایت ہے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے اے آدم کے بیٹے

صَبَرْتَ وَ احْتَسَبْتَ عِنْدَ الصَّدْمَةِ الْاُوْلٰى لَمْ اَرْضَ لَکَ ثَوَابًادُوْنَ الْجَنَّةِ (رواہ ابن ماجة)

اگر تو صدمہ کے پہلے وقت صبر کر اور ثواب چاہے تیرے لئے جنت سے کم ثواب پر میں راضی نہ ہوں گا۔ روایت کی اس کو ابن ماجہ نے۔

وَعَنِ الْحَسَيْنِ بْنِ عَلِيِّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا مِنْ مُسْلِمٍ وَلَا مُسْلِمَةٍ يُصَابُ

حضرت حسین بن علیؓ سے روایت ہے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں نہیں کوئی مرد مسلمان اور نہ مسلمان عورت جس کو مصیبت پہنچائی

بِمُصِيْبَةٍ فَيَذْكُرُهَا وَاِنْ طَالَ عَهْدُ هَا فَيُحْدِثُ لِذٰلِکَ اِسْتِرْجَاعًا اِلَّا جَدَّدَ اللّٰهُ تَبَارَکَ وَتَعَالٰى لَهٗ

جائے پھر اس کو یاد کرے اگرچہ مصیبت کا زمانہ دراز ہو چکا ہو اس کے واسطے انا للہ کہے مگر اللہ تبارک وتعالیٰ اس کیلئے تازہ کر دیتا ہے اور اس کو

عِنْدَ ذٰلِکَ فَاَعْطَاهُ مِثْلَ اَجْرِهَا يَوْمَ اُصِيْبَ بِهَا. (رواہ احمد والبیھقی فی شعب الایمان)

ثواب دیتا ہے اس کی مانند جو اسکو دیا تھا جس روز اس کو مصیبت پہنچی تھی۔ روایت کیا اسکو احمد اور بیہقی نے شعب الایمان میں۔

وَعَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا انْقَطَعَ شِسْعُ اَحَدِكُمْ فَلْيَسْتَرْ

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس وقت تم میں سے کسی کی جوتی کا تسمہ ٹوٹ جائے

جِعْ فَاِنَّهٗ مِنَ الْمَصَائِبِ.

وہ انا للہ پڑھے کیونکہ یہ بھی مصیبت ہے۔

تشریح: وعن ابی ھریرۃ مطلب یہ ہے کہ جس طرح بڑی مصیبتوں پر صبر کرنے سے اجر ملتا ہے اسی طرح چھوٹی چھوٹی مصیبتوں پر بھی صبر کرنے سے اجر و ثواب ملتا ہے اس لئے چھوٹی چھوٹی مصیبتوں پر بھی صبر کرنا چاہیے اور جب جوتے کا تسمہ ٹوٹ جائے تو بھی انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھے۔

وَعَنْ اُمِّ الدَّرْدَاءِ قَالَتْ سَمِعْتُ اَبَا الدَّرْدَاءِ يَقُوْلُ سَمِعْتُ اَبَا الْقَاسِمِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ

حضرت ام درداءؓ سے روایت ہے کہا کہ میں نے ابو الدرداءؓ سے سنا کہتے تھے میں نے ابو القاسم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا فرماتے تھے اللہ تبارک وتعالیٰ

اِنَّ اللّٰهَ تَبَارَکَ وَتَعَالٰى قَالَ يَا عِيْسٰى اِنِّىْ بَاعِثٌ مِنْ بَعْدِکَ اُمَّةً اِذَا اَصَابَهُمْ مَايُحِبُّوْنَ حَمِدُوا

نے فرمایا ہے اے عیسیٰ تیرے بعد میں ایک امت پیدا کروں گا جس وقت ان کو وہ چیز پہنچے گی جس کو وہ دوست رکھیں گے۔ اللہ کی تعریف کریں گے

اللّٰهَ وَاِنْ اَصَابَهُمْ مَايَكْرَهُوْنَ احْتَسَبُوْا وَصَبَرُوْا وَلَا حِلْمَ وَلَا عَقْلَ فَقَالَ يَا رَبِّ كَيْفَ يَكُوْنُ هٰذَا

اور اگر ان کو پہنچے جس کو ناپسند سمجھیں ثواب چاہیں گے اور صبر کریں گے حال یہ ہے کہ نہیں بردباری اور نہ عقل عرض کیا اے میرے رب یہ کس طرح

لَهُمْ وَلَا حِلْمَ وَلَا عَقْلَ قَالَ اُعْطِيْهِمْ مِّنْ حِلْمِىْ وَعِلْمِىْ رَوَاهُمَا الْبَيْهَقِىُّ فِىْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ.

ہوگا حالانکہ نہ ان میں بردباری ہے نہ عقل فرمایا میں ان کو اپنی عقل اور بردباری سے دوں گا۔ ان دونوں کو بیہقی نے شعب الایمان میں ذکر کیا ہے۔

باب زیارۃ القبور

قبروں کی زیارت کرنے کا بیان

الفصل الاول

عَنْ بُرَيْدَةَؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَيْتُكُمْ عَنْ زِيَارَةِ الْقُبُوْرِ فَزُوْرُوْهَا وَنَهَيْتُكُمْ عَنْ لُحُوْمِ الْاَضَاحِيِّ فَوْقَ ثَلٰثٍ فَاَمْسِكُوْا مَا بَدَالَكُمْ وَنَهَيْتُكُمْ عَنِ النَّبِيْذِ اِلَّا فِيْ سِقَآءٍ فَاشْرَبُوْا فِي الْاَسْقِيَةِ كُلِّهَا وَلَا تَشْرَبُوْا مُسْكِرًا. (مسلم)

حضرت بریدہؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے تم کو قبروں کی زیارت سے منع کیا تھا اب ان کی زیارت کرو میں نے تم کو تین دن سے زائد قربانی کا گوشت رکھنے سے منع کیا تھا اب بند رکھو جس قدر تمہاری خواہش ہو۔ میں نے تم کو نبیذ سے منع کیا تھا مگر مشکیزہ میں اب سب برتنوں میں پیو اور نشے کی چیز نہ پیو۔ روایت کیا اس کو مسلم نے۔

تشریح: وعن بریدۃ الخ سوال: نبی کریمؐ کے والدین کے بارے میں کیا حکم ہے؟ جواب ان کے بارے میں مختلف اقوال ہیں ا۔ فطری توحید پر تھے اور وہ ناجی ہیں۔

وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَؓ قَالَ زَارَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَبْرَ اُمِّهٖ فَبَكٰى وَاَبْكٰى مَنْ حَوْلَهٗ فَقَالَ اسْتَاْذَنْتُ رَبِّيْ فِيْ اَنْ اَسْتَغْفِرَ لَهَا فَلَمْ يُؤْذَنْ لِيْ وَاسْتَاْذَنْتُهٗ فِيْ اَنْ اَزُوْرَ قَبْرَهَا فَاُذِنَ لِيْ فَزُوْرُوا الْقُبُوْرَ فَاِنَّهَا تُذَكِّرُ الْمَوْتَ. (مسلم)

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی والدہ کی قبر کی زیارت کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم رو پڑے اور ان لوگوں کو رلایا جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے گرد تھے فرمایا میں نے اپنے رب سے اجازت طلب کی تھی کہ اس کیلئے مغفرت طلب کروں مجھے اجازت نہیں دی گئی اور میں نے اجازت طلب کی کہ ان کی قبر کی زیارت کروں میرے لئے اجازت دی گئی۔ قبروں کی زیارت کرو کیونکہ موت کو یاد دلاتی ہیں حضرت بریدہؓ سے روایت ہے۔ (مسلم)

تشریح: ان کی وفات زمانہ فطرت میں ہوئی اور قاعدہ ہے کہ جن کی وفات فطرت کے زمانہ میں ہوئی وہ معذب نہیں ہوں گے۔ دعوت کے نہ پہنچنے کی وجہ سے۔

وَعَنْ بُرَيْدَةَؓ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعَلِّمُهُمْ اِذَا خَرَجُوْا اِلَى الْمَقَابِرِ اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ اَهْلَ الدِّيَارِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُسْلِمِيْنَ وَاِنَّا اِنْ شَآءَ اللّٰهُ بِكُمْ لَلَاحِقُوْنَ نَسْاَلُ

کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو تعلیم دیتے جس وقت قبرستان کی طرف نکلیں کہیں سلام ہے تم پر اے گھر والو مومنوں میں سے اور مسلمانوں میں سے اور تحقیق ہم اگر اللہ نے چاہا تمہارے ساتھ ملیں گے ہم اللہ تعالیٰ سے تمہارے

اللّٰہَ لَنَا وَلَکُمُ الْعَافِیَۃَ. (مسلم)
اور اپنے لئے عافیت کا سوال کرتے ہیں روایت کیا اس کو مسلم نے۔

تشریح: آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت کے بعد ان کو دوبارہ زندہ کیا گیا اور پھر وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لائے لہٰذا وہ ناجی ہیں۔ ان تینوں قولوں پر حدیث الباب سے اشکال ہوتا ہے جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین ناجی ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دعائے مغفرت سے کیوں روکا گیا: جواب: آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دعائے مغفرت سے اس لئے روکا گیا تاکہ عام لوگ غلط فہمی میں مبتلا ہو کر اپنے مشرک آباء واجداد کے لئے دعائے مغفرت کرنا شروع نہ کر دیں۔ جواب ۲: یہ ارشاد پہلے کا ہے احیاء بعد میں ہوا (یہ جواب احیاء والے قول کی تقدیر پر ہے)۔

الفصل الثانی

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ مَرَّ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِقُبُوْرٍ بِالْمَدِیْنَۃِ فَاَقْبَلَ عَلَیْھِمْ بِوَجْھِہٖ
حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں چند قبروں کے پاس سے گزرے ان پر اپنے چہرہ کے ساتھ
فَقَالَ اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ یَا اَھْلَ الْقُبُوْرِ یَغْفِرُ اللّٰہُ لَنَا وَلَکُمْ اَنْتُمْ سَلَفُنَا وَنَحْنُ بِالْاَثَرِ.
متوجہ ہوئے۔ فرمایا سلام ہو تم پر۔ اے اہل قبور اللہ تعالیٰ ہم اور تم کو معاف کردے تم ہم سے پہلے پہنچے ہوئے ہو اور ہم پیچھے آتے ہیں۔
رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَقَالَ ھٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ غَرِیْبٌ.
روایت کیا اس کو ترمذی نے اور کہا یہ حدیث حسن غریب ہے۔

تشریح: ان کا معاملہ اللہ کے حوالے ہے۔ ان کے بارے میں خاموشی اختیار کریں ان کے مسئلہ کو زیر بحث نہ لایا جائے یہی راجح ہے۔ اس قول پر اس حدیث کے مطابق تو کوئی اشکال نہیں البتہ سنن ابن ماجہ کے حاشیے میں (کتاب الجنائز) مسلم کی روایت ہے کہ ایک آدمی آیا اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! میرے والد کہاں ہیں اور اس کا والد شرک کی حالت میں وفات پا چکا تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا وہ جہنم میں ہے پھر وہ جانے لگا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ان ابی و اباک فی النار اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جہنمی ہیں اس میں سکوت نہیں کرنا چاہئے۔ جواب: یہ روایت بالمعنی کی قبیل سے ہے۔ پانچواں قول عالم آخرت میں ان سے سوال ہوگا۔ اللہ تعالیٰ ان کو ایمان کی توفیق دے کر صحیح جواب دینے کی توفیق عطا فرمائیں گے اور وہ ناجی ہوں گے۔ الراجح ہو الرابع۔

الفصل الثالث

عَنْ عَائِشَۃَ رضی اللہ عنہا قَالَتْ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کُلَّمَا کَانَ لَیْلَتُھَا
حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی باری جس وقت میرے ہاں ہوتی رات کے
مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَخْرُجُ مِنْ اٰخِرِ اللَّیْلِ اِلَی الْبَقِیْعِ فَیَقُوْلُ اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ
آخر میں قبرستان کی طرف نکلتے فرماتے سلامتی ہو تم پر اے ایماندار قوم آئی ہے تمہارے پاس وہ چیز کہ تم وعدہ دیئے جاتے تھے
دَارَ قَوْمٍ مُؤْمِنِیْنَ وَاَتَاکُمْ مَّا تُوْعَدُوْنَ غَدًا مُؤَجَّلُوْنَ وَاِنَّا اِنْ شَاءَ اللّٰہُ بِکُمْ لَلَاحِقُوْنَ اَللّٰھُمَّ
کل تک تم ڈھیل دیئے گئے ہو اور ہم اگر اللہ تعالیٰ نے چاہا تمہارے ساتھ ملنے والے ہیں۔ اے اللہ

اغْفِرْ لِاَهْلِ بَقِيْعِ الْغَرْقَدِ.(مسلم)

بقیع الغرقد والوں کو بخش دے۔روایت کیا اس کو مسلم نے۔

تشریح: قبرستان میں جانے کی دعا۔

وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَيْفَ اَقُوْلُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ تَعْنِىْ فِىْ زِيَارَةِ الْقُبُوْرِ قَالَ قُوْلِىْ اَلسَّلَامُ

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہا کہ کس طرح کہوں اے اللہ کے رسول مراد رکھتی تھیں قبروں کی زیارت کو فرمایا تو کہہ سلام ہے

عَلٰى اَهْلِ الدِّيَارِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُسْلِمِيْنَ وَيَرْحَمُ اللّٰهُ الْمُسْتَقْدِمِيْنَ مِنَّا وَالْمُسْتَاْخِرِيْنَ وَاِنَّا

مومن گھر والو یا مسلمانوں میں سے اللہ تعالیٰ ہم سے پہلے کرنے والوں کو اور پیچھے رہنے والوں پر رحم کرے اور ہم بیشک

اِنْ شَآءَ اللّٰهُ بِكُمْ لَلَاحِقُوْنَ. (مسلم)

اگر اللہ نے چاہا تم سے ملنے والے ہیں۔روایت کیا اسکو مسلم نے۔

تشریح: یہ بھی دعا ہے۔

وَعَنْ مُحَمَّدِ بْنِ النُّعْمَانِ يَرْفَعُ الْحَدِيْثَ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ زَارَ قَبْرَ اَبَوَيْهِ

حضرت محمد بن نعمانؓ اس حدیث کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف پہنچاتے ہیں فرمایا جس نے اپنے ماں باپ یا ان میں سے ایک کی قبر کی زیارت کی

اَوْاَحَدِهِمَا فِىْ كُلِّ جُمُعَةٍ غُفِرَ لَهٗ وَكُتِبَ بَرًّا .رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِىْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ مُرْسَلاً.

ہر جمعہ کے بعد اس دن کے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں اور نیکی کرنے والا لکھا جاتا ہے۔روایت کیا اس کو بیہقی نے شعب الایمان میں۔

وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كُنْتُ نَهَيْتُكُمْ عَنْ زِيَارَةِ الْقُبُوْرِ

حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہے بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے تم کو قبروں کی زیارت سے منع کیا تھا

فَزُوْرُوْهَا فَاِنَّهَا تُزَهِّدُ فِى الدُّنْيَا وَتُذَكِّرُ الْاٰخِرَةَ (رواه ابن ماجة)

اس لئے کہ وہ دنیا سے بے رغبت کرتی ہے اور آخرت یاد دلاتی ہے۔روایت کیا اس کو ابن ماجہ نے۔

وَعَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَعَنَ زَوَّارَاتِ الْقُبُوْرِ .رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان عورتوں پر لعنت فرمائی ہے جو قبروں کی زیارت کرتی ہیں۔روایت کیا اس کو احمد نے

وَابْنُ مَاجَةَ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ وَّقَالَ قَدْرَاٰى بَعْضُ اَهْلِ الْعِلْمِ اَنَّ هٰذَا كَانَ

اور ترمذی اور ابن ماجہ' ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن صحیح ہے بعض اہل علم نے کہا ہے تحقیق یہ قبروں کی زیارت میں رخصت دینے سے

قَبْلَ اَنْ يُّرَخِّصَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِىْ زِيَارَةِ الْقُبُوْرِ فَلَمَّا رَخَّصَ دَخَلَ فِىْ رُخْصَتِهِ الرِّجَالُ

پہلے تھا جب آپ نے رخصت دی اس میں مرد اور عورت سبھی شامل ہوگئے بعض نے کہا ہے آپ نے ان کی

وَالنِّسَآءُ وَقَالَ بَعْضُهُمْ اِنَّمَا كُرِهَ زِيَارَةُ الْقُبُوْرِ لِلنِّسَآءِ لِقِلَّةِ صَبْرِهِنَّ وَكَثْرَةِ جَزْعِهِنَّ تَمَّ كَلَامُهٗ.

زیارت نا پسند فرمائی ہے۔ ان کے صبر کے کم ہونے اور جزع فزع زیادہ کرنے کی وجہ سے ترمذی کا کلام پورا ہوا۔

تشریح: عن ابی ہریرۃ الخ اس پر اجماع ہے کہ ابتدا میں زیارۃ قبور سے نہی رجال کیلئے بھی تھی اور نساء کیلئے بھی تھی اور اس پر بھی اتفاق ہے بعد میں مردوں کو رخصت دے دی گئی البتہ عورتوں کے بارے میں اختلاف ہے۔

مسئلہ: رخصت زیارۃ القبور کے تحت عورتیں بھی داخل ہیں یا نہیں؟ عندالجمہور نساء بھی رخصت کے تحت داخل ہیں ان کے لئے بھی زیارت قبور جائز ہے۔ سوال: اس حدیث سے تو یہ معلوم نہیں ہوتا بلکہ نبی کریمؐ نے ایسی عورتوں پر لعنت کی ہے۔

جواب ا: یہ اس زمانے کا ارشاد ہے جس زمانے میں ابھی تک نہی باقی تھی۔

جواب ۲: ہم تسلیم کرتے ہیں کہ زیادۃ کی اباحت کے بعد کا یہ ارشاد ہے پھر اس کا جواب یہ ہے کہ: اس کا مصداق مطلق عورتیں نہیں بلکہ وہ عورتیں ہیں جو کثیر الجزع والفزع ہونے کی وجہ سے قلیل الصبر ہوں جو حدود شرعی برقرار نہ رکھ سکیں اور جو عورتیں صبر کر سکتی ہوں اور حدود شرعی کو برقرار رکھ سکیں تو ان کے لئے زیارۃ القبور جائز ہے۔ جواب ۳: جو کہ حدیث کے لفظوں سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے زورات فرمایا اس کا مصداق وہ عورتیں ہیں جنہوں نے زیارۃ القبور کو اپنا مشغلہ و پیشہ بنا رکھا ہو۔

وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كُنْتُ اَدْخُلُ بَيْتِي الَّذِي فِيهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاِنِّي وَاضِعٌ
حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہا میں اس گھر میں داخل ہوتی تھی جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدفون تھے اس حال میں
ثَوْبِي وَاَقُوْلُ اِنَّمَا هُوَ زَوْجِي وَاَبِي فَلَمَّا دُفِنَ عُمَرُ مَعَهُمْ فَوَاللّٰهِ مَادَخَلْتُهُ اِلَّا وَاَنَا مَشْدُوْدَةٌ
کہ اپنا کپڑا اتار کر رکھتی تھی اور کہتی سوائے اس کے نہیں میرا خاوند اور باپ ہے جب ان کے ساتھ عمرؓ دفن کئے گئے اللہ کی قسم میں نہیں داخل ہوئی
عَلَيَّ ثِيَابِي حَيَاءً مِّنْ عُمَرَ (رواہ احمد)
مگر جس وقت کہ اپنے کپڑے باندھے ہوتے حضرت عمر سے حیا کرتے ہوئے روایت کیا اس کو احمد نے۔

تشریح: حاصل حدیث کا یہ ہے کہ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جب میں اس حجرے میں جس میں نبی کریمؐ مدفون ہیں داخل ہوتی تو دوپٹہ وغیرہ اوڑھنے کا زیادہ اہتمام نہیں کرتی تھی اور میں یہ خیال کرتی کہ اس ہجرے میں میرے شوہر ہیں اور میرے والد ہیں لیکن جب عمرؓ ان کے ساتھ دفن کر دیئے گئے تو اس کے بعد میں عمرؓ کے حیا کی وجہ سے جب بھی جاتی اپنے دوپٹہ وغیرہ کا خوب اہتمام کر کے جاتی تھی کیونکہ وہ تو محرم نہیں تھے۔ اس حدیث سے بعض لوگوں نے استدلال کیا کہ میت کی زیارت کرنے والے کو دیکھتی ہے۔

سوال: جب بہت ساری تراب رؤیت سے مانع نہیں بنی تو چادر برقعہ وغیرہ رویت سے کیسے مانع بن گیا۔

جواب: تاثیرات مختلف ہو سکتی ہیں۔ کیا استبعاد ہے کہ اللہ تعالیٰ مٹی کو حائل نہ بنائیں اور چادر کو بنائیں لیکن میرے نزدیک (قال استاذی) جواب وہ ہے جو علامہ طیبی کی کلام سے ماخوذ ہے وہ یہ بتلانا مقصود ہے کہ ہر میت کے ساتھ وہی معاملہ کرنا چاہیے جو اس کے ساتھ حالت حیات میں باعتبار اکرام و تعظیم و ادب کے ہوتا ہے۔ ظاہر ہے کہ حضرت عائشہؓ کا معاملہ حضرت عمرؓ کے ساتھ حالت حیات میں حجاب والا تھا مرنے کے بعد بھی وہی حجاب والا معاملہ کیا ہے۔ یہ بے تکلف جواب ہے۔ تکلف کرنے کی ضرورت نہیں جیسے کہ پہلے جواب میں ہے۔ ھذا ھوالراجح۔ سوال: انی واضع: حضرت عائشہؓ تو مونث ہیں واضعۃ کہنا چاہیے تھا؟ جواب: انی واضع کو شخص کی تاویل میں کر لو لہٰذا فلا اشکال فیہ۔

کتاب الجنائز اختتام پذیر ہوئی

بعون اللہ خالصۃً و بتوفیق اللہ خالصۃً

تفصیلی
فہرست عنوانات

فہرست عنوانات